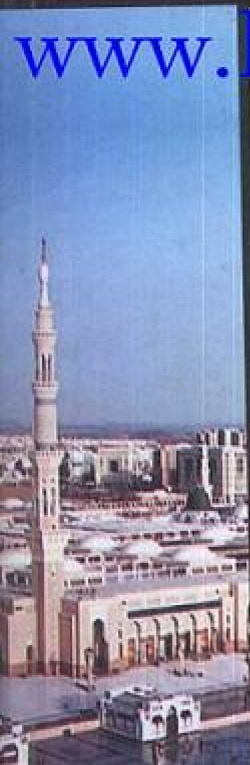




تاریخ اہلِ حدیث

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

www.KitaboSunnat.com







مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

انّه من سلیما ن و انّه بسم اللّٰه الرّ حمن الرّ حیم

تا ریخ اہل حدیث

جلد چہا رم

تا لیف

ڈا کٹر محمد بہا ء الدین

مکتبہ تر جما ن دہلی ، اردو با زار جا مع مسجد، دہلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب	:	تاریخ اہل حدیث (جلد چہارم)
صفحات	:	۸۲۴
مؤلف	:	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
ناشر	:	مکتبہ ترجمان، اہل حدیث منزل، اردو بازار، دہلی
طبع	:	اول
سال طباعت	:	۲۰۱۰ء

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل۔ ۴۱۱۶۔ اردو بازار، جامع مسجد، دہلی، ۱۱۰۰۰۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اللہ اگر توفیق نہ دے، انسان کے بس کا کام نہیں

الحمد للّٰہ حمداً کثیراً طیّباً مبارکاً فیہ و الصّلوۃ و السّلا م علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

ماشاء اللہ محسن جماعت محترم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب مدظلہ العالی کی تاریخ اہل حدیث کی چوتھی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جلد سوم کی تکمیل پر ڈاکٹر صاحب کا پروگرام تھا کہ جلد چہارم کو حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ المعروف میاں صاحب کے لئے خاص کر دیا جائے جس میں ان کے سوانح، تدریسی اور تصنیفی خدمات، اور ان کے تلامذہ کا احصاء کیا جائے۔ اور چونکہ اس مقصد کے لئے ان کے پاس ضروری مواد موجود تھا، اس لئے خیال تھا کہ چند ماہ میں یہ جلد بھی منظر عام پر آجائے گی۔

لیکن محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے تاریخ اہل حدیث کے پروجیکٹ پر جاری اس خدمت کو شرف قبولیت سے نواز دیا ہے اس لئے وہ لنھدینّھم سبلنا کے مصداق ایک علمی صحرا میں بیٹھے ہوئے لما انزلت الیّ من خیر فقیر کے وظیفہ گو مولف تاریخ کو اپنے فضل و کرم کے من حیث لا یحتسب کے لا متناہی خزائن سے منّ و سلوی سے نواز رہا ہے۔ اور تاریخ کے ان گوشوں سے روشناس کرا رہا ہے جو سوکھے ہوئے پھولوں کی طرح کتابوں میں ملتے تھے۔ جلد سوم کی تکمیل کے بعد تحریک ختم نبوت کے پروجیکٹ پر کچھ مزید کام کر لینے کے بعد (الحمد للہ تحریک ختم نبوت کی گیارھویں جلد ان دنوں پاکستان میں طباعت کے مراحل سے گذر رہی ہے) جب پھر سے تاریخ کی طرف توجہ ہوئی، تو ہمارے ڈاکٹر صاحب نے صاحب الولایۃ مولانا ولایت علی صادقپوریؒ، مولانا عنایت علی صادقپوریؒ، مولانا فیاض علی صادقپوریؒ، مولانا عبد اللہ الہ آبادیؒ (عرف جھاؤ میاں) کی ایسی خدمات اور تصنیفات اپنے سامنے پائیں کہ جو میاں صاحبؒ اور ان کی مشہور کتاب معیار الحق سے بلحاظ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زمانہ بھی متقدم ہیں اور بلحاظ مواد بھی ان کی پیشرو ہیں، تو مناسب معلوم ہوا کہ انہیں بھی جلد چہارم کی زینت بنا دیا جائے۔

لیکن معیار الحق اور میاں صاحبؒ کے سوانح کے ساتھ یہ سب کچھ ایک جلد میں سمانا مشکل تھا اور معیار کو موخر کر کے باقی مواد سے (جو کم وبیش چار سو صفحات پر مشتمل ہے)، ایک جلد کا پیٹ نہیں بھرتا تھا، اس لئے فیصلہ ہوا کہ جلد ہذا میں صادقپوری خاندان سعادت کی تصنیفی وتبلیغی خدمات کے ساتھ میاں صاحب محدث دہلویؒ کی تصنیفی خدمات کا بیان ہو جائے، اور انکے سوانح وغیرہ جناب الہ آبادیؒ کے رسائل کے ساتھ اگلی جلد کیلئے نامزد کردیئے جائیں۔

ڈاکٹر صاحب نے کچھ عرصہ قبل جمیعت اہل حدیث برطانیہ کے ایک تربیتی اجلاس میں حضرت میاں صاحبؒ کی شخصیت کے حوالے سے خطاب کیا تھا جسے مرتب کرنے کے بعد مکتبہ الفہیم مئو ناتھ بھنجن۔ انڈیا، کی جانب سے ایک کتابچے کی صورت میں شائع کیا گیا تھا اور پاکستان میں ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں بھی قسط وار شائع ہوا تھا۔ اس جلد میں میاں صاحبؒ کے مفصل سوانح کی عدم موجودگی میں، میری تجویز پر ڈاکٹر صاحب نے چند ترامیم کے ساتھ اس مضمون کو کتاب ہذا میں شامل کر دیا ہے۔ یہ تقریر ایک معرکہ آراء تحریر کی صورت اختیار کر گئی ہے اور مجھے امید ہے کہ قارئین اس سے محظوظ ہوں گے۔

تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل اس جلد میں توحید کے اثبات اور شرک وبدعات کے قلع قمع کے لئے اس دور میں لکھی جانے والی تحریریں نذر قارئین ہیں جب خدا کا نام لینے پر تھانے میں رپٹ لکھوا دی جاتی تھی، یہ جرم کرنے والوں پر مساجد کے دروازے بند کر دیئے جاتے تھے، سماجی بائیکاٹ کی مار دی جاتی تھی، اور قتل وغارت تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ آپ دیکھیں گے کہ اس دور میں جب کہ تاریکی کا راج تھا اور چارسو گھمبیر سناٹا چھایا ہوا تھا کہ صادقپوری اکابرین اور دہلوی محدث نے کس جرأت وہمت کے ساتھ اپنے جان ومال کے نقصان سے بے نیاز ہوکر بلاخوف وخطر پروانوں کی طرح شمع ہدایت کو بوسے دیئے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ان بزرگوں نے اس وقت تعلیم وترویج حدیث اور احیاءِ عمل بالحدیث کا علم بلند کیا جب عملی طور پر برصغیر سے حدیث نبوی کو دیس نکالا دیا جا چکا تھا، ہر طرف شرک وبدعت کا دور دورہ تھا، رجوع الی القرآن والسنہ (Back to Basics) کا نام لینے والوں کی زبان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کٹتی تھی۔

ڈاکٹر صاحب یہ سرگزشت بیان کر رہے ہیں جو خونچکان بھی ہے اور لذیذ بھی۔ آپ تاریخ لکھ رہے ہیں اور تاریخ بنا رہے ہیں، اور جس پیمانے پر یہ کام کر رہے ہیں، ہماری جماعت میں نہ انفرادی طور پر پہلے کبھی ہوا تھا، اور نہ اجتماعی طور پر۔ ادارے اور جماعتیں دیکھتی رہ گئیں، منصوبے بناتی رہ گئیں، کوتاہ دستی اور کوتاہ ہمتی کا رونا روتی رہ گئیں، زبان حال سے شعر:

ارادے باندھتے ہیں، باندھ کر پھر توڑ دیتے ہیں
کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ویسا نہ ہو جائے

پڑھتی رہ گئیں کہ اللہ تعالی نے ہمارے ڈاکٹر صاحب کو ہماری تاریخ کے پریشان اوراق اکھٹے کرنے کی خدمت سونپ دی۔

چونکہ اس عاجز کو ابتداء ہی سے اس پراجیکٹ میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کام کرنے کا شرف حاصل ہے اسلئے مجھے معلوم ہے کہ کس جان فشانی، استقلال، اور جہد مسلسل کے ساتھ آپ قمریوں کے حافظوں، طوطیوں کی زبانوں، ردّی کی دکانوں، فراموش شدہ کتب خانوں، صاحبان ذوق کے کتابی ذخیروں، پرانے اخبارات اور رسالوں، قلمی نسخوں، اور صدری روایتوں سے یہ مواد اکٹھا کر کے تنقیح وترتیب کے مراحل سے گذار رہے ہیں۔

سو ڈیرھ سو سال قبل کی تاریخی معلومات کو برطانیہ میں بیٹھ کر تلاش کرنا، در در کی ٹھوکریں کھا کر انہیں حاصل کرنا، قدیم عربی اردو فارسی زبانوں اور ان کی قدیم کتابت کو پڑھنا اور سمجھنا، پھر اس پر ریسرچ کرنا، تاریخ اور حوالوں کے اطمینان کر لینے کے بعد اس کو ترتیب دینا، پھر خود کمپوز کر کے ٹائپ کرنا، میرا تجربہ اور مشاہدہ گواہ ہے کہ یہ سارے مراحل اس قدر مشکل ہیں کہ تندرست اور توانا افراد بھی میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں لیکن ہمارے ڈاکٹر صاحب کو دیکھئے، ماشاءاللہ بڑھاپے، بیماری، اور سخت نقاہت کے باوجود وظائف کا ورد کرتے ہوئے اس قدر دل جمعی اور حوصلے کے ساتھ یہ کام مسلسل کئے جا رہے ہیں اور مستقبل کے لئے بھی بڑے پرعزم نظر آتے ہیں۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ آپ پر اللہ عزوجل کا خاص فضل وکرم ہوا ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو اس عظیم کام کے لئے منتخب کیا ہے اور اس راہ میں جو مشکلات تکالیف اور روکاوٹیں درپیش ہیں ان کو خندہ پیشانی کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ساتھ سامنا کرنے کا حوصلہ اور ہمت عطا کی ہے، یہی وجہ ہے صبر وشکر کی چٹان بن کر مسکرا مسکرا کر اس پروجیکٹ کی تکمیل میں جٹے ہوئے ہیں۔ ریٹائرمنٹ کی زندگی آرام کے لئے ہوتی ہے لیکن آپ کی صبح، آپ کی دوپہر، آپ کی شام، حتی کہ آپ کی راتیں بھی اس کام کیلئے وقف ہو چکی ہیں۔ یہ عجیب وغریب جنون ہے جسکی مثال تاریخ میں کم ہی ملے گی۔

اہل قلم کا یہ دستور العمل ہے کہ وہ اشاعتی اداروں سے حق تالیف کے طلب گار ہوتے ہیں (جو بقول سید نذیر حسین محدثؒ جائز بھی ہے) لیکن ڈاکٹر صاحب ہیں کہ مالی مطالبہ تو دور کی بات ہے، الٹا اپنی جیب سے خرچ کرتے نظر آتے ہیں۔ لا نرید منکم جزاءً و لا شکوراً کی تصویر بن کر آخرت پر نظر جمائے ہوئے ہیں۔ ایسی ہستی کو ہم سوائے دعاؤں کے کچھ نہیں دے سکتے۔ ہم دے بھی کیا سکتے ہیں، جب کہ اللہ تعالی نے دنیا میں آپ کو مال ومنال کے ساتھ بہت عزت ومرتبہ بھی عطا کر دیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کو آخرت میں اعلی علیین میں جگہ عطا کرے۔ آمین

ڈاکٹر صاحب کے اخلاص پر رحمت باری تعالی کا ابر کرم برس رہا ہے، نتیجتاً ۲۰۰۷ء سے تا ایں دم کم وبیش تین ہزار صفحات پر مشتمل مواد مرتب ہو چکا ہے جس کا بیشتر حصہ انیسویں صدی سے متعلق ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اگلی دو جلدیں بھی انیسویں صدی سے ہی متعلق ہوں گی، بیسویں صدی کی باری اسکے بعد کہیں آئے گی، انشاء اللہ تعالی۔ اللھم زد فزد اور ہمارے ڈاکٹر صاحب پر اپنے فضل وکرم کا سلسلہ جاری رکھ، انہیں ہمت، عزم، استطاعت، استقلال سے نواز، اور کونوں کھدروں میں چھپے ہوئے یا گم شدہ اوراق کی طرف ان کی رہنمائی فرما، انہیں صحت وعافیت سے نواز، انہیں اپنی رحمت ومغفرت کی چادر میں لپیٹ لے۔ اوران کے دوستوں اوراس پروجیکٹ میں ان کے معاونوں کو جزائے خیر عطا فرما۔ انک حمید مجید و صلّی اللّٰہ علی نبیّنا محمّد ﷺ

(مولانا) شیر خان جمیل احمد عمری
ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

۲۴ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ ۔ ۱۰ مارچ ۲۰۱۰ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ و الحمد للّٰہ و الصّلوۃ و السّلام علی الرّسول الامین ، و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

برصغیر کی تحریک اہل حدیث ، عقیدہ توحید کے اثبات وترویج ،عمل بالحدیث کے احیا ، بدعات اور رسوم جاہلیت کے قلع قمع کی کاوشوں سے عبارت تھی ۔ اس تحریک کے خورد وکلاں نے ہر دور میں اپنی توانائیاں انھی اصولوں کی آبیاری میں صرف کیں ۔ یہی پیغام خاص و عام تک پہنچایا ۔ دامے درمے سخنے اسی کی ترویج واشاعت کی ،جسم و جان اور قلب و روح کی توانائیوں کو اسی کام میں کھپایا ۔ تحریک کے رول آف آنر (Role of Honour) پر جتنے نام ہیں صرف انہی کا احصاء ایک عمر چاہتا ہے، اور شائد یہ کسی انسان سے ممکن نہیں ہے ۔

ہم اپنے اس سلسلہ کتب میں جس خود ساختہ ترتیب و پیمانے سے رجال کار اور مردان وغا کا ذکر کر رہے ہیں ان کے مطابق اس جلد کا آغاز خاندان سعادت صادقپور کے اکابرین کے ذکر جمیل سے کیا جا رہا ہے ۔ اس خاندان کے سربراہ کا نام جناب ولایت علی صادقپوریؒ ہے ۔ ان کی شخصیت اتنی ہمہ پہلو ہے کہ سنن نسائی کے محشی جناب عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ نے اپنی رسالے ، امام شوکانیؒ ، میں آپ کے تذکرہ میں لکھا تھا :

مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ ۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے ۔ صوبہ بہار کے رئیس خاندان کے ایک معزز رکن ، حضرت شاہ اسماعیلؒ کے تلمیذ خاص ، حضرت سید احمد شہیدؒ کے مخصوص خلیفہ ، ڈاکٹر ہنٹر وغیرہ عیار فرنگیوں کے بدنام ، وہابی تحریک مجاہدین کے روح رواں ، متبحر عالم ، بے نظیر محدث ، ولایت کے مرتبہ علیا پر فائز ، فقہ وحدیث وسلوک کے جامع اسلاف کی واحد یادگار ، اسلام کے بے لوث مبلغ ، توحید خالص کے پر جوش علمبردار ، کفن بر سر مجاہد ، غرض آپ کی کن کن خدمات پر لکھا جائے ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اب تک شائع ہونے والی تینوں جلدوں میں کسی نہ کسی طرح آپ کا ذکر خیر ہوا ہے لیکن وہ ذکر آپ کی علمی دینی خدمات سے متعلق ہی رہا ہے جو آپ نے توحید کے اثبات، سنت کی ترویج، اصلاح رسوم، اور ردشرک و بدعات میں انجام دی ہیں، لیکن تاحال اس صاحب سیف وقلم نابغہ عصر کی مجاہدانہ سرگرمیوں پر کچھ نہیں لکھا گیا۔ دراصل ان کی زندگی کے اس پہلو کو ہم اپنی کتاب کی اس جلد کے لئے مخصوص کئے ہوئے ہیں جس میں برصغیر کے اصحاب الحدیث کی استخلاص وطن از بیگانگان بعید الوطن اور حکومت الہیہ کی قیام کی جدوجہد اور کاوشوں اور قربانیوں کا ذکر کیا جانا مقصود ہے۔ تاہم مشتے نمونہ از خروار کے مصداق زیر جلد میں جناب ولایت علیؒ امیر المجاہدین ہند کی ان سرگرمیوں کا کچھ احوال بیان کیا جارہا ہے جو حیدرآباد، دکن میں ان کے ورود مسعود کے نتیجہ میں تحریک حریت کی تاریخ کے صفحات پر نقش ہوئیں۔

جناب ولایت علی صادقپوریؒ ان نادر الوجود ہستیوں میں سے ہیں جو بیک وقت قلم اور سیف کے دھنی تھے۔ مجاہدانہ تگ وتاز کے علاوہ آپ نے تحریری محاذ پر بھی توحید و سنت کے احیاء وترویج کے لئے انیسویں صدی کے دوسرے ربع میں متعدد رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ عمل بالحدیث کے عنوان سے ان کا ایک رسالہ (مع اردو ترجمہ) ہم نذر قارئین کر چکے ہیں اور زیر نظر جلد میں ان کا ایک رسالہ تبیان الشرک نقل کیا جارہا ہے جس میں سادہ اردو زبان میں اثبات توحید اور ردشرک کے روح افزا چشمے ابل رہے ہیں۔

جناب ولایت علیؒ کے خاندان صادقپور کے بیشتر افراد علمی دنیا اور تحریک حریت کے اعاظم رجال میں شامل ہیں۔ اس خاندان نے کم وبیش ایک سو سال تک برصغیر کے مسلمانوں کی علمی وفکری رہنمائی کرتے ہوئے استخلاص وطن از بیگانگان بعید الوطن کی شمع حریت کو اپنے اخلاص، قربانیوں، سرفروشیوں اور توانائیوں سے فروزاں رکھا ہے۔ جناب ولایت علیؒ کے چھوٹے بھائی جناب عنایت علی صادقپوریؒ امیر المجاہدین ہند بھی اپنی خدمات میں اپنے بڑے بھائی کے برابر نہیں تو زیادہ کم بھی نہیں ہیں۔ ان کی مجاہدانہ تگ وتاز کو آئندہ کے لئے چھوڑ کر زیر نظر جلد میں آپ کی سیرت کا ایک ایسا پہلو شامل کیا جارہا ہے جو نظروں سے اوجھل ہے۔ عام طور پر یہ معلوم ہے کہ انہوں نے بنگال میں تحریک مجاہدین کا بہت کام کیا ہے، عمل بالحدیث کے لئے اس دیار میں بہت تبلیغی خدمات انجام دی ہیں۔ ان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علاقائی دوروں اور تربیتی مشنوں ، تبلیغی سرگرمیوں کا حال بھی ادھر ادھر سے پڑھنے کو مل جاتا ہے اور صوبہ سرحد میں ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا مرقع بھی دیکھنے کو مل جاتا ہے لیکن یہ بات نسبتاً غیر معروف ہے کہ آپ ایک اچھے مصنف بھی تھے ۔ اور آپ نے بت شکن کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں بدعات اور غلط رسوم کا رد کیا گیا ہے ۔ اس رسالے کو مختصراً ہم زیر نظر جلد میں نذر قارئین کر رہے ہیں ۔

صادقپوری خاندان ہی کے ایک اور نابغہ عصر اور صاحب سیف وقلم مجاہد جناب فیاض علی صادقپوریؒ ہیں ۔ ان کا ذکر ہماری اس کتاب کی کسی سابقہ جلد میں بھی مختصراً آ چکا ہے ۔ زیر نظر جلد میں ان کے سوانحی حالات اختصار کے ساتھ اور ان کا فارسی رسالہ فیض الفیوض مع اردو ترجمہ نذر قارئین کیا جا رہا ہے ۔ یہ رسالہ عمل بالحدیث کی دعوت اور تقلید و جمود کے ردّ میں لکھا گیا تھا اور اس وقت کی یادگار ہے جب سید نذیر حسین محدثؒ اور سید صدیق حسنؒ بھوپالی ابھی علمی منظر پر طلوع نہیں ہوئے تھے ۔ اور شاہ اسماعیل دہلویؒ مع بیشتر اصحاب الحدیث رفقاء کے بالاکوٹ کی سرزمین کو اپنے خون سے سینچ چکے تھے ۔ اور ہند میں کلمہ حق کہنے والے خال خال رہ گئے تھے ۔ یہ تینوں بزرگ چیدہ اور برگزیدہ اصحاب خیر میں سے ہیں اور ان کے درج بالا رسائل برصغیر کی تحریک اہل حدیث کی تاریخ کی پیشانی کا جھومر ہیں ۔

وہابی بزرگوں کی تحریروں کی دینی اہمیت تو ہے ہی ، ان کی ادبی حیثیت بھی بڑی نمایاں ہے اور انہوں نے ایسی تصانیف کے ذریعہ اردو کو تکلف اور تصنع سے پاک کر کے برصغیر کے عام مسلمانوں کی مقبول زبان بنایا ۔ دہلی یونیورسٹی کے پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے اپنے مقالے، اردو میں وہابی ادب، میں وہابی لٹریچر کے اس پہلو کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور ہم بھی ذیل میں چند فقرات ان کے مقالے سے ملخصاً نقل کرتے ہیں :

> وہابی مصنفین اور اہل قلم نے اردو نثر کے پر تکلف اسلوب کو بالکل بدل دیا.. چنانچہ وہابی نثر نہائت صاف سادہ اور زیور تکلف سے معرا ہے ۔ اس کے لکھنے والے عوام کو خطاب کرنے اور عمومی ابلاغ کی ضرورت کے قائل تھے ۔ ان کا خطاب عوام سے براہ راست اور حقائق نفس الامری پر مبنی ہوتا تھا ۔.... ان کی تحریریں اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہوئیں اور ڈھاکہ سے لے کر پشاور تک اور پٹنہ سے پونا تک ان کی آواز عوام تک پہنچ گئی ۔ ان کی تصانیف سے طباعت و اشاعت کے کام کو بھی مدد ملی ۔ اور ان کے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

رسالے بار بار چھاپے گئے جو اس زمانے کے محدود ذرائع رسل ورسائل کو دیکھتے ہوئے ایک غیر معمولی بات تھی۔تقویۃ الایمان بیسیوں مرتبہ شائع ہوئی ہے اور یہ شرف اردو کی کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوا۔ عامۃ الناس تک اپنا پیام پہنچانے کے لئے ، ان لکھنے والوں نے نہ صرف اردو رسم خط سے کام لیا بلکہ آزادی سے ناگری کا بھی استعمال کیا اور یہ ایک ایسی مثال ہے جو ہماری موجودہ زندگی میں بھی اہمیت سے خالی نہیں ۔اس کا اظہار بھی ضروری ہے کہ وہابی مصنفین نے ہر جگہ بلا استثنا اپنی اردو کو ہندی کا نام دیا ہے

ہمارے عام ادبی مورخوں نے وہابی ادب پر بہت کم توجہ کی ہے۔لیکن سچ پوچھئے تو وہابیوں کی عسکری شکست کے باوجود، ان کا اسلوب تحریر خاصا مقبول رہا ہے۔اس لئے کہ اس کی سرحدیں مستقبل سے مل گئی ہیں ۔ یہ خیال کہ عوام تک پہنچانے کے لئے سادہ اور آسان طرز کی ابتدا سر سید احمد خان نے کی ،تاریخی اعتبار سے صحیح نہیں ۔ وہابی ادب کو موجودہ اردو نثر کے ارتقا میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔اگر وہ نہ ہوتا تو دہلی کالج کی نثر اور سر سید احمد خان کی تصانیف معرض وجود میں نہ آتیں ۔ میں یہ بھی عرض کرنے کی جرئت کروں گا کہ سادہ وآسان نثر انگریزوں کی دین نہیں ہے جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے،اس کی ابتدا بھی وہابی مصنفین کی بدولت ہو چکی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ شاہ ولی اللہ کے رفقا اور اعزہ کی بدولت جن میں خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر شاہ رفیع الدین ،شاہ عبدالقادر، شاہ عبدالعزیز ،مولانا سید احمد بریلوی ، اور شاہ اسماعیل شہید وغیرہ ہیں ، اردو نثر میں گراں قدر اضافے اور ترجمے ہوئے ، اس میں بھی شک نہیں کہ یہ کتابیں نیم مذہبی یا نیم سیاسی حیثیت رکھتی ہیں اور اس وقت کی تبلیغی ضرورتوں کے تحت لکھی گئی ہیں ۔لیکن وہ عوام کے فائدے کے لئے صاف اور سلیس زبان میں لکھی گئی ہیں، اس لئے ان سے اردو کو تقویت پہنچی اور اس طرح جدید نثر کے لئے زمین ہموار ہوگئی .....نادر شاہ کا ایلچی جب دہلی آیا تو محمد شاہ کے منشیوں نے تین برس اس سوچ میں صرف کر دیئے کہ شاہ ایران کو کیا کیا القاب لکھے جائیں ۔اس وقت تمام اوصاف اسم تفضیل کے صیغے میں لکھے جاتے تھے۔القاب وآداب مقرر تھے اور مقفی اور مسجع نثر عام طور پر پسند کی جاتی تھی ۔ رجب علی بیگ سرور صاحب فسانہ عجائب کو مقفی نگاری کا اتنا شوق تھا کہ ایک خط پریشانی اور اذیت کے عالم میں اپنے بیٹے کو لکھا ہے،

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اس میں معذرت کرتے ہیں اور لکھتے ہیں. یہ دوسطریں انتشار طبیعت میں لکھی ہیں، کوئی چست فقرہ نہ نکلا۔ اس آرٹ کا وہی حشر ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ جب نئی ضرورتوں کی صبح نمودار ہوئی، تو رات کا غازہ ڈھل گیا، اور نرگسی آنکھوں کا سرمہ بھی بہہ نکلا۔ تکلفات کے اس طلسم کے توڑنے میں وہابی تحریک کا زبردست ہاتھ ہے۔ یہاں یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ راست اور سلیس نثر کا رواج محض فورٹ ولیم کالج یا دہلی کالج کی بدولت نہیں ہوا، اس نیکی کے پھیلانے میں وہابی تحریک کو بھی دخل ہے جس نے ملک کی ایک بڑی دیہی آبادی کو اپنے دائرہ اثر میں لے لیا تھا۔

اس اصلاحی تحریک نے وہ آزادی، جرأت اور بے باکی بھی پیدا کی، جو اس سے پہلے اردو ادب میں نہیں ملتی۔ شاہ اسماعیل شہید اور مرزا غالب کے راستے الگ تھے، لیکن جس آزادی اور بے باکی سے شاہ صاحب نے مذہب رسوم اور معاشرت میں تقلید کے خلاف جہاد کیا اور اصنام خیالی کو توڑا ہے، اسی آزادی سے مرزا غالب نے فن لغت اور فن شعر میں بڑے بڑے استادوں پر نکتہ چینی کی اور اس بات پر زور دیا کہ اگلے جو کچھ کہہ گئے ہیں،، وہ وحی والہام نہیں ہے اور نہ ہر پرانی لکیر صراط مستقیم ہے۔ مولانا حالیؒ اس بات پر متفق ہیں کہ سرسید کے یہاں بھی جو آزادی خیال اور جرأت گفتار ہے، اس کا سرچشمہ بھی درصل مولانا اسماعیل شہیدؒ کی تحریریں اور تقریریں ہیں۔ مومن جو شاہ عبدالقادر دہلوی کے شاگرد، شاہ عبدالعزیزؒ کی مجالس وعظ کے حاشیہ نشین، مولانا سید احمدؒ بریلوی کے مرید اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ہم عصر تھے، ان کے یہاں بھی وہابی تحریک کے اثرات صاف نمایاں ہیں۔ عجیب بات یہ کہ وہ کوچہ رقیب میں سر کے بل جانے کے لئے تیار ہیں...لیکن جب وہ عام سطح سے بلند ہوتے ہیں تو اتنے کہ غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کو اصل ایمان اور اپنی جان کو اس راہ میں صرف کر دینے کو سب سے بڑی عبادت سمجھتے ہیں۔ مرزا غالب کو بھی حسرت رہی کہ وہ وہابیوں کے دوش بدوش لڑ سکتے۔ لیکن جس طرح ان کی مثنوی امتناع نظیر خاتم النبیین محض ایک ادبی لطیفہ ہے، ایسے ہی یہ آرزو بھی شاعرانہ اسلوب سے زیادہ نہیں۔ لیکن اس وقت بلا شبہ پوری دہلی اس تحریک سے مسحور تھی اور ان وہابی مقررین کی خوش گفتاریوں کے آگے بہت سے چراغ مدھم پڑ گئے تھے۔...لیکن اپنے حلقہ اثر کے اعتبار سے سب سے اہم نام شاہ اسماعیل شہیدؒ کا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جن کو سید احمد بریلویؒ کی تبلیغ و دعوت کی زبان اور قلم کہنا چاہیے۔ ان کی تقویۃ الایمان کا پہلا حصہ ایسی سلیس صاف اور مربوط اردو میں لکھا گیا ہے کہ اردو کی چند کتابیں ہی اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔.... ہمیں اس (وہابی لٹریچر) کا مطالعہ اس نظر سے کرنا چاہیے کہ اس نے ہگلی سے پشاور تک اور جنوب میں کرنول سے ویلور تک اصلاح رسوم و معاشرت اور وہابی تحریک کی تبلیغ و اشاعت کی ایک لہر دوڑا دی تھی اور اس زمانے میں جب کہ اردو نثر تکلفات سے گراں بار تھی، اس نے صفائی، سادگی اور صراحت کی ایک نئی بنیاد قائم کی۔ اور دراصل یہی اس کی غایت اور اہمیت ہے۔

مذکورہ بالا رسائل کے بعد قاضی محمد بن علی شوکانیؒ کا مختصر رسالہ الدرر البھیہ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ اگرچہ کہ قاضی صاحب ہندوستانی نہیں بلکہ یمنی ہیں، اس لئے شاید بعض احباب کو برصغیر کی تاریخ میں ان ذکر کچھ عجیب محسوس ہو، لیکن ہم ان کے کام کو برصغیر کی اسی تحریک تعلیم و ترویج حدیث اور عمل بالسنہ کا تسلسل سمجھتے ہیں جو ہندوستان میں شاہ ولی اللہ اور ان سے پہلے کے چند بزرگوں نے شروع کر رکھی تھی۔ جیسا کہ جناب محمد اسماعیل سلفیؒ گوجرانوالہ نے ۱۹۴۶ء میں فرمایا تھا:

(شیخ عبدالحق) صاحب دہلویؒ، حرمین کے علماء حدیث سے فیض حاصل کر کے ہندوستان میں وارد ہوئے تو انہوں نے فن حدیث کی خدمت اور اس کی عام تشریح میں ہی اپنی عمریں صرف کر دیں تاکہ لوگ کتاب و سنت سے براہ راست استفادہ کر کے ان فقہاء کے بے دلیل فتووں اور صوفیوں کے فریب کارانہ ہتھکنڈوں سے نجات حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کی مساعی میں برکت دی اور لوگوں کو قدرے اس طرف توجہ ہوئی تا آنکہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا دور آیا آپ کو بھی حرمین شریفین کے محدثین سے استفادہ کا موقع ملا۔ مدینہ میں ایک ایسے خاندان کی صحبت میسر آئی جن کی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسے محققین کی تصانیف پر نظر تھی اور ان سے مستفید ہو رہے تھے اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے عام متکلمین و فقہاء کا طرز تصنیف بالکل بدل دیا اور اپنے مباحث عقاید و اعمال کی بنیاد صرف کتاب و سنت اور صحابہ و تابعین کے مسلک پر رکھی۔ وہ نہ اشاعرہ کے کلام کی پرواہ کرتے ہیں نہ فقہ مروجہ کی پابندی کا خیال رکھتے ہیں حتی کہ حنفیہ کے اصول کو بھی وہ اتنی خاص اہمیت نہیں دیتے۔.. اور صاف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں (قرۃ العینین۔ ص ۱۸۶):

علمے که نه ماخوذ ز مشکوۃ نبی است
واللہ که سیرابی ازاں تشنه لبی است
جائے که بود جلوہ گه حاکم دوراں
تابع شدن حکم خرد بو لہبی است

حضرت شاہ صاحبؒ کے طریق تدریس اور طرز تصنیف نے ایسی فضا پیدا کر دی کہ فقہ کی جگہ حدیث نے لے لی اور محض رائے و قیاس کی بجائے مسائل کو دلائل حدیثیہ سے حل کیا جانے لگا خود بے چارے فقہاء بھی اس پر مجبور ہو گئے کہ اپنے مسلک کی تائید میں احادیث پیش کر کے باور کرائیں کہ ان کا مسلک حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

اس دور میں ایک چیز آپ اب بھی محسوس کریں گے اور وہ یہ کہ جرح و تعدیل کی روشنی میں احادیث کی تحقیق کی طرف توجہ نہیں دی گئی احادیث پر مدار استدلال ضرور ہے لیکن رطب و یابس میں امتیاز نہیں رکھا گیا۔ رجال اسناد کی تنقید کے بغیر ہی احادیث پیش کی جا رہی ہیں۔ ظاہر ہے جب تک یہ بنیاد مضبوط نہ ہو لے اس وقت تک اوپر کی عمارت کمزور رہے گی بقول عبداللہ بن مبارکؒ لو لا الا سناد لقال من شاء ما شاء (سند کا سلسلہ نہ ہوتو ہر کوئی من مانی باتیں کہہ سکتا ہے)۔

یہ ضرورت حلقہ بگوشان افاضات ولی اللہی میں محسوس ہو رہی تھی کہ ان کو یمن کے ایک ایسے محدث کا پتہ چلا جس کا غلغلہ دنیائے اسلام میں بلند تھا فیض یافتگان علوم ولی اللہی دیوانہ وار اس طرف لپکے اور اس طرح جیسے تشنہ لب آب زلال پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

یمن کے ایک قاضی امام شوکانیؒ (جو علوم معقول و منقول میں یگانہ روزگار تھے) علم حدیث کے ایک بہترین انتخاب منتقی الاخبار کی شرح نیل الاوطار لکھی جو فن جرح و تعدیل اور روایت و درایت کے لحاظ سے اپنے عہد کی اعلیٰ تصنیف مانی جاتی ہے۔ حدیث کے مسائل کو فقہ کے طرز پر لکھنے کی طرح ڈالی موضوع روایات کو ایک الگ کتاب، الفوائد المجموعہ، میں چھانٹ دیا۔ اپنی تصنیفات میں موقعہ بہ موقعہ صرف صحاح ستہ وغیرہ کتب احادیث کے مطالعہ کی ضرورت پر زور دیا۔ بلکہ حدیث کے مطالعہ اور اس میں توغل کو فن جرح و تعدیل کے ساتھ مربوط کر دیا اور یمن میں یہ فضا پیدا کر دی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کہ ہر حدیث کو کتب رجال کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا۔ حافظ ذہبیؒ کی میزان الاعتدال ، حافظ ابن حجرؒ کی تہذیب التہذیب، لسان المیزان وغیرہ کتب رجال کے مطالعہ میں اہل علم مصروف نظر آنے لگے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کے تلامذہ کے توسط سے امام شوکانیؒ کے فیوض ہندوستان پہنچے۔ حضرت نواب سید محمد صدیق حسن خان قدس سرہ کے عہد زرین میں علوم شوکانی کی خوب اشاعت ہوئی اور بحمد اللہ اسی کا اثر ہے کہ اب ہندوستان کی علمی دنیا میں ہر حدیث اس کے ماخذ اور رجال سند کی تحقیق وتنقید کے بعد ہی قبول کی جاتی ہے۔....

محمد اسماعیل مدرس مدرسہ محمدیہ گوجرانوالہ۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۴۶ء

قاضی محمد بن علی شوکانیؒ کا رسالہ الدرر البھیہ بھی فقہ الحدیث کا ایک نمونہ ہے جسے مجاہدین ہند مثل جناب عبدالحی بڈھانویؒ خلیفہ سید احمد بریلویؒ، اور جناب ولایت علی صادقپوریؒ خلیفہ سید احمد بریلویؒ و تلمیذ شاہ اسماعیل شہیدؒ دو مختلف اوقات میں حجاز سے ہندوستان لائے اور پھر سید صدیق حسن خان بھوپالیؒ نے اس کا اردو ترجمہ کر کے شائع عوام کیا اور برصغیر کے عاملین بالحدیث کے لٹریچر کا حصہ بنا دیا۔ اس مختصر رسالے کی شرحیں بھی لکھی گئی ہیں، عربی میں بھی اور اردو میں بھی۔ لیکن ہماری کتاب کا دامن اتنا وسیع نہیں ہے کہ وہ شرحیں اس میں سما سکیں، اس رسالے کا اردو ترجمہ جو نواب صاحبؒ نے تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے کیا تھا وہ یقیناً ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔ نیز حافظ محمد ابراہیمؒ بانی مدرسہ احمدیہ آرہ نے فقہ محمدی کے نام سے اس کتاب کی اردو زبان میں شرح لکھ کر ہمارے تاریخی ورثے کا حصہ بنا دیا تھا، اور اسی بنا پر اس کتاب کو مع ترجمہ نواب صدیق حسنؒ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

اس جلد کا تین چوتھائی حصہ میاں صاحب سید نذیر حسین محدثؒ کی بے مثال تصنیف معیار الحق، اور اس کے متعلقات پر مشتمل ہے۔ اور چند صفحات میں میاں صاحبؒ کے جمالِ کمال کو خراج تحسین بزبان جناب محمد اسماعیل سلفی مرحوم امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث (مغربی) پاکستان پیش کیا گیا ہے۔ جناب محمد اسماعیلؒ کی یہ تحریر دراصل مکتبہ نذیریہ قصور کے طبع کردہ نسخہ معیار الحق (۱۹۶۵ء) پر تقریظاً لکھی گئی تھی۔ تحریر مستند بھی ہے، تقریباً نصف صدی گذر جانے کے باعث خود بھی تاریخ کا حصہ بن چکی ہے اور قند مکرر بھی ہے، اور بزرگوں کا تبرک بھی۔ امید ہے کہ قارئین اس سے لطف اٹھائیں گے۔ ہم خود بھی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

میاں صاحب کے سوانح لکھنا چاہتے ہیں، لیکن جلد ہذا کی ضخامت ہمیں یہ پیغام دے رہی ہے کہ اس منصوبے کو مؤخر کر دیا جائے، اور امید ہے کہ آئندہ جلد میں انشاء اللہ اس موضوع پر کچھ گذارشات پیش کی جائیں گی۔

جہاں تک معیار الحق کا تعلق ہے، قارئین کو معلوم ہوگا کہ یہ پہلی دفعہ ۱۲۸۳ھ میں مطبع نامی لاہور سے طبع ہوئی تھی۔ پھر جب احناف نے انتصار الحق کے نام سے اس کا جواب دیا تو ۱۲۹۰ھ میں انہوں نے اسے انتصار الحق کے ساتھ شائع کیا (انتصار در حوض، معیار بر حاشیہ)۔ پھر ۱۲۹۷ھ میں اسے دہلی سے مولوی تلطف حسین دہلویؒ نے اپنے مطبع فاروقی سے شائع کیا۔ پھر ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۹ء) میں دہلی سے شائع کیا گیا۔ پھر ۱۹۶۵ء میں مکتبہ نذیریہ قصور سے شائع ہوئی۔ طبع اول میں عربی عبارتوں کے تراجم نہیں تھے اور میاں صاحبؒ نے کہیں کہیں خلاصہ مطلب کے طور پر عربی عبارتوں مختصر بیان اردو کیا ہوا ہے۔ ۱۲۹۷ھ میں جب اسے شائع کیا گیا تو جناب تلطف حسین دہلویؒ نے عربی عبارتوں کے ترجمے بھی شامل کر دیئے۔ یہ ترجمہ پرانے انداز کا ہے اور بعض مواقع پر مطلب سمجھانے کی بجائے اسے الجھا بھی دیتا ہے۔ نیز ترجمہ کے ساتھ میاں صاحبؒ کا بیان کردہ خلاصہ مطلب بھی رہنے دیا گیا۔ یوں کتاب میں تکرار بھی ہوئی اور ضخامت بھی بلا ضرورت زیادہ ہوگئی۔ مکتبہ نذیریہ قصور والے جب معیار الحق کو شائع کرنے جا رہے تھے تو جناب محمد اسماعیل سلفیؒ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

> کہ کتاب کو اڈٹ کیا جائے ..عربی عبارات کے تراجم سلیس زبان میں ہوں۔ میاں صاحبؒ نے جو نسخہ طبع فرمایا تھا۔ میں نے سنا ہے اس میں تراجم بالکل نہ تھے۔ میں نے جو نسخہ دیکھا ہے اس میں کچھ تراجم ہیں لیکن ان کی زبان صاف نہیں۔ ..کتاب عمدہ کاغذ عمدہ طباعت اور سلجھے انداز سے بازار میں آئے ..(نیز) ضرورت ہے کہ الحیات بعد المماۃ کی اشاعت (بھی) اچھے انداز پر کی جائے۔ اس میں کچھ مباحث کا اضافہ ہو۔ پڑھنے والا محسوس کرے کہ یہ ایک محدث کی سوانح ہے۔ امید ہے کہ آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس اس کی طرف توجہ دے گی۔ کراچی میں اس کا جو نسخہ شائع ہوا ہے اسے دیکھ کر شرم بھی محسوس ہوتی ہے اور دکھ بھی۔ ان جواہر پاروں کو صرف مالی منفعت سے شائع نہیں کرنا چاہیے۔ پاک باز بزرگ ہمارے اسلاف ہیں وہ ہماری دکان کا سامان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ (مقدمہ معیار الحق۔طبع۔۱۹۶۵ء)

جناب مولانا سلفی مرحوم کی خواہش کے مطابق ہم نے معیار الحق میں وارد ہونے والی آیات اور صحاح ستہ کی احادیث کی تخریج کر دی ہے۔اور ترجمہ کے طریق اور زبان کی قدامت کو مناسب حد تک جدت کا لباس پہنا دیا ہے، اور جہاں کہیں عربی عبارات کا دیا ہوا میاں صاحب کا خلاصہ مطلب موجود تھا وہاں کئی جگہ ترجمہ حذف کر دیا گیا ہے جس سے تکرار کم ہوگئی ہے۔اور ضخامت میں بھی کمی ہوئی ہے۔ہمیں معیار کا مطبع نامی لاہور سے ۱۲۸۳ھ کی طبع اول کا نسخہ مل گیا ہے،اور ۱۲۹۷ء میں شائع ہونے والا نسخہ بھی مل گیا۔مکتبہ نذیریہ قصور والے نسخہ کو (جو ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء) ہم نے بنیاد بنایا ہے اور اسے ۱۲۹۷ء والے نسخہ سے مقابلہ کر کے ضروری تصحیح و ترامیم سے آراستہ کر کے معیار کا نسبتاً بہتر متن نذر قارئین کر رہے ہیں۔ نیز ہم نے معیار کے ساتھ شائع ہونے والی علماء کی تقریظات ، اور شعراء کا منظوم کلام حذف کر دیا ہے۔

معیار کی اشاعت کے بعد احناف کی طرف سے اس کا جواب انتصار الحق کے نام سے لکھا گیا تھا۔ میاں صاحبؒ کے شاگردوں نے جواب الجواب لکھے۔مفصل جواب تو قاضی احتشام الدین مراد آبادی نے اختیار الحق کے نام سے دیا تھا جو ۱۲۹۶ھ میں جناب امداد علی ڈپٹی کلکٹر مراد آباد نے مطبع العلوم سے چھپوا کر شائع کیا۔تاہم اس سے پہلے ۱۲۹۰ھ میں انتصار الحق کے منظر عام پر آتے ہی دو مختصر جواب بنام براہین اثنا عشر، اور تلخیص الانظار فی ما بنی علیہ الانتصار کے نام سے لکھے گئے تھے،ہم نے انہیں بھی شامل اشاعت کر دیا ہے۔ نیز میاں صاحبؒ نے معیار کی اشاعت کے بعد چند فتوے بھی اجتہاد و تقلید کے موضوع پر لکھے تھے جن میں سے ثبوت الحق الحقیق اور واقعۃ الفتوی دافعۃ البلوی نامی فتوے بھی ہم نے شامل اشاعت کر دیئے ہیں۔ ان کا فتوی موسومہ فلاح الولی، ممکن ہوا تو اسے بھی آئندہ کسی موقع پر نذر قارئین کیا جائے گا۔ ثبوت الحق الحقیق کے جواب میں جناب محمد احسن نانوتوی حنفیؒ نے تنبیہ الرفیق علی مغالطۃ ثبوت الحق الحقیق ، نام سے ایک رسالہ لکھا تھا۔اس رسالے کے جواب میں میاں صاحبؒ کے شاگردوں کی طرف سے متعدد تحریریں نکلے۔ان میں سے ایک تحریر جناب شکر اللہؒ پروفیسر بریلی کالج نے ھدایۃ الشفیق کے نام سے ، اور ایک تحریر جناب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد دبکاویؒ نے صمصام التحقیق علی مغا لطۃ تنبیہ الرفیق کے نام سے لکھی تھی ۔ یہ جوابات ہمیں تاحال دست یاب نہیں ہوئے ۔مل گئے تو کسی آئندہ موقع پر نذر قارئین کریں گے۔ انشاء اللّٰہ تعالی

متفرقات کے حصہ میں جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کا ایک مختصر مضمون نقل کیا جارہا ہے جوانہوں نے اجتہاد وتقلید کے تعلق میں جناب محمد اشرف علی تھانویؒ کے خطاب میں لکھ کر اخبار اہلحدیث امرتسر میں شائع کرایا تھا۔ اس کے علاوہ (جناب محمد منظور نعمانیؒ کے نواسے) جناب محمد یحی نعمانی کا اسی موضوع سے متعلق ایک مضمون نقل کیا جارہا ہے جو آپ نے ماہنامہ الفرقان لکھنو میں ۲۰۰۱ء میں شائع کروایا تھا۔اس مضمون سے ہمارا مقصود ناظرین کو یہ دکھانا ہے کہ اجتہاد وتقلید کی بحث ایک ایسا پل ہے جسکے نیچے سے بہت سا پانی گذر چکا ہے اور عاملین بالحدیث کو لامذہب ، بے دین ، اور کافرقرار دے کر مساجد سے نکالے جانے والا دور بحث ونظر کی گرد وغبار میں اس قدر دھندلا چکا ہے کہ اب اخراج الوہابین عن المساجد وغیرہ فتوے جاری کرنے والے فریق کا اہل تحقیق طبقہ بھی اجتہاد وتقلید کے بارے میں کم و بیش وہی باتیں کررہا ہے جو حضرت میاں سید نذیر حسین محدثؒ نے معیارالحق میں کہی تھیں ۔

برصغیر ہند کی تاریخ عمل بالحدیث کارکنان تحریک کی پیہم کاوشوں کی سرگزشت ہے ۔کارکنان کی دامے درمے قربانیوں اورتحریر وتقریر سے ان کی امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کی روداد ہے ۔ معاندین کی طرف سے ایذارسانیوں کا نام ہے۔قید و بند، تھانوں اور کچہریوں سے عبارت ہے ۔مباحثات ومناظرات ،معاشرتی مقاطعات ، وعدالتی مقدمات اس کہنہ کتاب کے مختلف ابواب ہیں ۔ ہم نے سابقہ جلدوں میں چند مباحثات اور چند مقدمات کا ذکر کیا ہے لیکن ناظرین کو شائد جلد ہذا میں ایسی کوئی بات نظر نہ آئے کیونکہ معیار الحق اوراس کے متعلقات نے کتاب میں کسی اور بات کی لئے گنجائش نہیں چھوڑی،

مناظرات ومباحثات کے شائقین ،تاہم ،اس جلد کا بنظر غائر جائزہ لیں تو انہیں محسوس ہوگا کہ اس جلد کا بیشتر مواد بھی دراصل اس مباحثہ پر مشتمل ہے جو شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تنویرالعینین اورایضاح الحق سے انیسویں صدی کی تیسری دہائی میں شروع ہوا تھا۔اس کا جوابی پرچہ چندعشرے بعد جناب محمد شاہ پنجابی حنفی نے تنویرالحق کے نام سے تحریر فرمایا اور ۱۲۸۰ھ میں منظر عام پر آیا۔ عاملین بالحدیث کی طرف سے جوابی پرچہ جناب سید نذیر حسین

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

محدث دہلویؒ نے رقم فرمایا اور معیار الحق کی صورت میں ۱۲۸۳ھ میں منظر عام پر آیا۔ احناف کی طرف سے جوابی پرچہ جناب ارشاد حسین مجددی رام پوری نے رقم فرمایا اور ۱۲۹۰ھ میں انتصار الحق کی صورت میں منظر عام پر آیا۔ اس کے معاً بعد دو مختصر پرچے عاملین بالحدیث کی طرف سے جناب سید احمد حسن دہلوی اور سید محمد نذیر سہسوانی نے رقم فرمائے (جن کے نام اوپر مذکور ہو چکے)۔ اور مفصل پرچہ قاضی احتشام الدین مراد آبادی نے ارشاد الحق کے نام سے رقم فرمایا اور ۱۲۹۶ھ میں منظر عام پر آیا۔

اسی طرح میاں صاحب نے ایک پرچہ مباحثہ ثبوت الحق الحقیق کے عنوان سے رقم فرمایا۔ اس کا جوابی پرچہ جناب محمد احسن نانوتویؒ نے رقم فرمایا۔ اصحاب الحدیث کی طرف سے جواب الجواب جناب شکر اللہؒ پروفیسر بریلی کالج اور جناب محمد دبکاویؒ نے رقم فرمایا۔

اس سلسلہ کتب کی چوتھی کڑی کی تکمیل پر جہاں میں اللہ تعالی کے حضور اسکی بے پناہ عنایات پر سربسجود ہوں کہ اس بدیع العجائب نے علمی صحرا میں بیٹھے ہوئے ایک بے سرو سامان اور نحیف ونزار بندے کے ناتواں ہاتھوں سے برصغیر کی تاریخ اہل حدیث کے تعلق سے کم و بیش تین ہزار صفحات مرتب کرا دیئے ہیں، وہیں میں ان گرامی قدر محسنین کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہیں اللہ تعالی نے یہ کام کروانے کیلئے تعاونوا علی البر کے تحت اس فقیر ناچیز سے تعاون پر آمادہ کئے رکھا۔ ان محسنین میں سب سے پہلے ڈاکٹر مقتدی حسن ازھری مرحوم کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس منصوبے کے آغاز ہی سے اس میں دلچسپی لیتے اور میری سرپرستی فرماتے رہے۔ قبل ازیں شائع ہونے والی تینوں جلدوں پر انہوں نے بڑی فراخ دلی سے اپنے تاثرات رقم فرمائے اور علمی تعاون، اور مواد کی فراہمی کے ساتھ ساتھ انہوں نے خطوط اور ٹیلی فون کے ذریعہ تحسین وتشجیع کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور میرے لئے اللہ تعالی کی بارگاہ میں خلوص دل کے ساتھ دعائیں فرماتے رہے۔ اللہ تعالی انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے، اور مجھے انکی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

ڈاکٹر ازھری مرحوم صدر جامعہ سلفیہ بنارس کے علاوہ اس منصوبے پر کام کے دوران جن احباب کا ذکر کئے بغیر چارہ نہیں وہ یہ ہیں: جناب محمد ابراہیم خلیل حجرہ شاہ مقیم، جناب شیر خان جمیل احمد عمری ناظم تعلیمات جمعیت اہل حدیث برطانیہ، جناب اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم اعلی جمعیت اہل حدیث ہند، جناب عبداللہ سعود ناظم جامعہ سلفیہ (مرکزی دار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

العلوم) بنارس، جناب شیخ عبدالمعید علی گڈھی ، جناب ابن احمد نقوی دہلی، جناب محمد مقیم فیضی نائب ناظم اعلی جمیعت اہل حدیث ہند۔مخدومی حافظ احمد شاکر دار الدعوۃ السّلفیہ لاہور، پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر صدر شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، جناب محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں، جناب محفوظ الرحمٰن سلفی لائبریرین جامعہ سلفیہ بنارس،، جناب رئیس الاعظم فیضی اہل حدیث منزل، دہلی، ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج، جناب خالد اشرف سلفی کاسگنج، ، حافظ ابوبکر ظفر دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور، جناب عبدالبدیع مجاہد بن جناب عبدالسمیع جعفری پٹنہ، جناب محمد عمیر مدنی صاحب پٹنہ، جناب محمد انظار احمد اصلاحی پٹنہ، عزیزان محمد عمیر اور محمد سہیل۔اللہ تعالی ان محسنین کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

اس پروجیکٹ کیلئے اللہ تعالی نے جن احباب کو اس بندہ عاجز کے ساتھ تعاون پر آمادہ کررکھا ہے ان میں برادرم شیرخان جمیل احمد عمری کا نام سب سے نمایاں ہے۔آپ نے آغاز کار ہی سے اپنی تمامترتوانائیاں اس پروجیکٹ کے لئے وقف کرچھوڑی ہیں اور یہ بندہ عاجز ان کے علم وفضل سے شب وروز فیض یاب ہورہا ہے۔مجھے ان کا کما حقہ شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ وتعبیرات کا دامن تنگ نظر آرہا ہے کیونکہ مواد کی فراہمی، تنقیح وتہذیب، ترتیب وتصحیح، احادیث کی ترقیم وتخریج میں انکا اوران کی اہلیہ محترمہ عائشہ بنت مولانا مختار احمد ندویؒ کا تعاون بے لوث اور انمول بھی ہے اور پیہم بھی۔اللہ تعالی ان کے دامن دنیا و آخرت کی سعادتوں سے بھردے۔آمین۔یارب العالمین

حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل ،نعم المولی و نعم النّصیر، و لا حول ولا قوّۃ الّا با للّٰہ العلیّ العظیم۔ و صلی علی نبینا محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

فقیر بارگاہ صمدی: **محمد بهاء الدين**

۲۸ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ۔۱۴۔مارچ۔۲۰۱۰ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

ولایت علی صادقپوری

جناب ولایت علی صادقپوریؒ کے سوانحی حالات مختصراً جلد اول میں بیان کیے جاچکے ہیں لیکن ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کے متعلق تاحال کچھ نہیں لکھا گیا جنہیں ہم نے کسی آئندہ موقع کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ تاہم ذیل میں ان کی مجاہدانہ تگ و تاز کا وہ باب نذر قارئین کیا جارہا ہے جو حیدرآباد دکن سے متعلق ہے۔ اور یہ معلومات جناب فیصل احمد بھٹکلی کی کتاب تحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے) سے ملخصاً نقل کی جارہی ہیں۔

سید احمد بریلویؒ نے اپنی مجاہدانہ تگ و تاز کے دوران حیدرآباد دکن کی جانب بھی عنان توجہ مبذول کی تھی۔ کرنل میڈوز ٹیلر نے اپنی کتاب The History of my Life میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے ایک خط کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے آصف جاہ سوم میر اکبر علی خان سکندر جاہ بہادر (۱۸۰۳ء تا ۱۸۲۹ء) کو لکھا تھا جس میں انہوں نے نواب صاحب کی خاندانی روایات کو سراہتے اور ان کی مذہبی عقیدت مندی کی تعریف کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا تھا کہ اس فانی دنیا میں بادشاہوں اور حکمرانوں کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی حفاظت کریں اور ان غیر ملکی کافروں اور غاصبوں کے خلاف اعلان جہاد کریں جو ہمیں غلام بنائے ہوئے ہیں۔ یہی ہمارے اسلاف کی روایات ہیں۔ آخر میں سکندر جاہ سے اپیل کی گئی کہ وہ بھی اس کار خیر میں ان کا ساتھ دیں۔ اگر وہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے حصہ نہیں لے سکتے تو اپنی ریاست کے دانش وروں، نوابوں، فوجیوں کو اس جہاد میں شریک ہونے کی ترغیب دیں۔ اور اس تحریک کی ممکنہ مدد کریں۔ (نیا دور، اگست ۱۹۸۵ء یوم آزادی نمبر۔ ص ۱۲، نیز ریاست حیدرآباد میں جدوجہد آزادی۔ ص ۵۸-۵۹)

(تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ ص ۴۶۴-۴۶۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس مکتوب گرامی کے علاوہ حضرت امیر المومنین نے اپنے داعی بھی حیدر آباد بھیجے تھے۔سب سے پہلے جناب محمد علی رامپوریؒ وہاں تشریف لے گئے اور ان کی سرگرمیوں کی روداد سابقاً نقل ہو چکی ہے۔کچھ عرصہ بعد حضرت امیر المومنین نے جناب رامپوریؒ صاحب کو کہیں اور بھیج دیا اور حیدر آباد میں ان کی جگہ جناب ولایت علی صادقپوریؒ کو متعین کر دیا جہاں انہوں نے دعوت جہاد کا کام ایک عرصہ تک احسن انداز میں انجام دیا۔اس میں شک نہیں کہ حیدر آباد کے اندر جذبہ حریت کو بھڑکانے میں جناب محمد علیؒ رامپوری کا رول بڑا اہم ہے۔انہوں نے ہی جناب ولایت علیؒ کے لئے زمین ہموار کی تھی۔لیکن اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ جناب ولائت علیؒ کی کوششوں کی وجہ سے حیدر آباد وہابی تحریک کا گڑھ بن گیا تھا (۱۲۵۵ھ۔۱۸۳۹ء تک وہابیت تمام دکن میں پھیل گئی تھی۔تاریخ گلزار آصفیہ ص ۱۴۷)۔دکن میں تحریک کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے جواد رضوی صاحب رقم طراز ہیں:

وہابی تحریک کے سب سے اہم مراکز مساجد تھے۔جہاں مولوی وعظ کے دوران عوام کو تحریک کے اغراض و مقاصد سے واقف کراتے اور انہیں سمجھایا جاتا کہ عالم دین شاہ عبدالعزیزؒ کے فتوی کے مطابق ہندوستان انگریزوں کی حکمرانی کے بعد دارالاسلام نہیں رہا بلکہ دارالحرب بن گیا ہے۔اس لئے ہر مسلمان کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ یا تو انگریزوں کے خلاف جہاد کریں یا کسی آزاد مسلم ملک کو ہجرت کریں۔اس طرح نماز کے بعد مسلمانوں سے اپیل کی جاتی کہ وہ انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کریں۔جمعہ کی نماز کے لئے فوجی بھی بڑی تعداد میں مسجدوں میں جمع ہوتے۔ان سے بھی فوج میں بغاوت برپا کرنے کی تلقین کی جاتی۔اس تحریک کے پرچار کا ایک خفیہ طریقہ یہ تھا کہ فقیروں کے بھیس میں اپنے کارندوں کو بھیجا جاتا۔وہ مسجدوں،فوجی چھاؤنیوں کے آس پاس اور ہر اس مقام پر جہاں عوام جمع ہوتے ہیں پہنچ جاتے اور بہت ہی ہشیاری اور چالاکی سے اس تحریک کا پیغام عوام تک پہنچاتے۔اور انہیں رفتہ رفتہ بغاوت پر آمادہ کرتے۔(ریاست حیدر آباد میں جدو جہد آزادی ص ۵۹)۔

(تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ص ۴۶۵)

حیدر آباد ریاست میں تحریک مجاہدین کے سرکردہ رہنما نواب مبارز الدولہ آصف جاہ سوم سکندر جاہ بہادر کے فرزند تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ۱۸۰۰ء میں حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ فارسی عربی میں مہارت رکھتے تھے۔ مذہبی تعلیم بھی مستند طور پر ہوئی تھی (نیا دور۔ اگست ۱۹۸۵ء۔ص ۱۱)۔ انگریز دشمنی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ کمپنی کے بڑھتے ہوئے تسلط اور ریزیڈنٹ کی امور سلطنت میں مداخلت سے گھٹن محسوس کرتے تھے۔ انگریزوں کو ان سے بہت خطرہ محسوس ہوتا تھا، ۱۸۳۰ء تک انہیں دو مرتبہ نظر بند کیا جا چکا تھا۔ پھر بھی ان کے حوصلے پست نہ ہوئے۔ مولوی ولایت علیؒ کی حیدر آباد تشریف آوری ان کے لئے ایک نعمت ثابت ہوئی۔ ان کو ایک رہنما مل گیا۔ جس کے زیر ہدایت انہوں نے اپنی سرگرمیاں شروع کیں۔ مولوی ولایت علیؒ نے حیدر آباد پہنچ کر پوری سرگرمی اور تندہی کے ساتھ اپنا دعوتی و تبلیغی کام شروع کیا اور بہت جلد اپنا ایک حلقہ بنا لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مبلغ اور واعظ کی حیثیت سے ان کی شہرت مبارز الدولہ تک پہنچی تو انہوں نے اپنے دو علماء مولوی زین العابدین اور مولوی محمد عباس کو مولوی ولایت علی سے ملنے کے لئے متعین کیا۔ ان دونوں علماء نے مولوی ولایت علیؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور بہت جلد خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ مبارز الدولہ نے جب ان کی زبانی مولوی ولایت علیؒ کا حال سنا تو انہوں نے بھی بیعت کر لی اور تحریک کے ایک سرگرم رکن بن گئے (ہندوستان میں وہابی تحریک۔ص ۱۶۵) اور اس کے بعد تو ان کی ڈیوڑھی وہابی تحریک کا مرکز بن گئی۔ اور بقول مصنف تاریخ حیدر آباد اس وقت سے مبارز الدولہ اور ان کے رفقاء نے اسلامی احکام کی پابندی با لاہتمام شروع کر دی (دیکھئے علماء ہند کا شاندار ماضی۔ ج ۳ ص ۲۱۔ مبارز الدولہ میں بیعت کے بعد کیا تبدیلیاں آئیں اس کیلئے دیکھیں سرگزشت مجاہدین۔ص ۱۸۱)۔

(تحریک آزادی میں علماء کا کردار ص ۲۶۶)

مبارز الدولہ کے زیر قیادت وہابی تحریک صرف حیدر آباد کے حدود اربعہ تک محدود نہ تھی بلکہ اس کا پھیلاؤ جنوب میں مدراس اور کرنول تک تھا۔ اور ان کے نمائندے اور ایلچی لاہور، سندھ، گوالیار، بمبئی اور شولاپور وغیرہ میں سرگرم عمل تھے۔ اس کے علاوہ ان کا ربط اور مراسلت ٹونک، رام پور، اور کرنول کے نوابوں اور جودھپور، ستارا، پٹیالہ، میسور کے راجاؤں اور رنجیت سنگھ سے بھی تھا۔ نواب غلام رسول خان والی کرنول نہ صرف اس تحریک کے اہم رہنما تھے بلکہ انہوں نے اپنی ریاست میں توپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سازی کا ایک کارخانہ بھی قائم کیا تھا تاکہ انگریزی فوج کا کامیابی سے مقابلہ کیا جاسکے (دیکھئے تاریخ گلزار آسفیہ ص ۱۴۹).. مذکورہ بالا نوابوں اور راجاؤں سے ربط قائم رکھنے اور خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکھنے کا کام مولوی لعل خان اور منشی فقیر کے ذمہ تھا۔ جب اس تحریک کا کوئی نمائندہ خفیہ طور پر دوسرے مقامات پر جاتا تو اس کی شناخت کے لئے لوہے کی انگوٹھی دی جاتی، جس پر چند حروف کندہ ہوتے۔

(ریاست حیدر آباد میں جدوجہد آزادی۔ ص ۵۹-۶۰)

سید احمد بریلوی کے بعد:

سید صاحب کی تحریک کا اصل مرکز سندھ میں تھا۔ مولوی نصیر الدین دہلویؒ نظام سنبھالے ہوئے تھے۔..... (انہوں نے) ایک اعلام نامہ نواب مبارز الدولہ کے پاس بھی بھیجا۔ (جب یہ اعلام نامہ) نواب مبارز الدولہ کے ملاحظے میں پیش ہوا تو نواب موصوف نے مولوی محمد آصف، مولوی سید عباس، مولوی سید قاسم، حافظ سید محمود اور مولوی پیر محمد کو بلا کر حکم دیا کہ آپ حضرات ۵۰ مجاہدین کو ساتھ لے کر سندھ چلے جائیں اور تمام حالات خود ملاحظہ کریں۔ یہ دیکھیں کہ حاکمان سندھ کس حد تک حمایت کے لئے تیار ہیں۔ مجاہدین کی قیام گاہ کیسی ہے اور وہاں اخراجات و مصارف کا کیا حال ہے؟ یہ سب کچھ دریافت کر کے قابل اعتماد وکیل ہمارے پاس بھیج کو اطلاع دیں۔ ہم حتی الامکان مجاہدین کی تائید کریں گے۔ بہت سا مال اسباب اور بہت سے آدمی بھیجیں گے۔ یہ تمام حضرات مولوی سید محمد علی رام پوریؒ اور مولوی ولایت علی صادق پوریؒ کے معتقد تھے۔ ان سے استصواب کی خاطر کلکتہ خطوط بھیجے گئے (اسی طرح مہر نے ذکر کیا ہے۔ جب کہ مولوی محمد علی رام پوری کے کلکتہ میں قیام یا تبلیغ کی کہیں صراحت نہیں ملتی۔ ممکن ہے مدراس جاتے ہوئے کچھ دنوں کے لئے وہاں قیام کیا ہو۔ اس کے برخلاف آبادشاہ پوری کا بیان ہے کہ ان حضرات نے مولوی بدیع الزمان بردوانی (کلکتہ) سے ایک خط کے ذریعہ مولوی سید نصیر الدین دہلوی کے متعلق دریافت کیا اور اعلام نامے کے سلسلے میں رہنمائی چاہی۔ (سید بادشاہ کا قافلہ۔ ص ۱۳۵-۱۳۶)۔ یہ روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ بردوانی، مولوی ولایت علیؒ کے خلیفہ کی حیثیت سے کلکتہ میں مقیم تھے اور وہاں تحریک کی رہنمائی کر رہے تھے۔ انہوں نے تحریک کو بہت فائدہ پہنچایا۔ تحریک کے لٹریچر کو عام کرنے اور دوسری

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دینی کتابوں کی اشاعت کے لئے انہوں نے کلکتہ میں دس ہزار روپے میں ایک ٹائپ پریس خریدا تھا۔ دیکھئے تذکرہ صادقہ۔ص ۱۵۴)۔ جب وہاں سے جواب باصواب آ گیا تو ۱۴ شعبان ۱۲۵۳ھ۔ ۱۳ نومبر ۱۸۳۷ء کو حیدر آباد سے روانہ ہوئے ...آخر ذی قعد میں مولوی نصیر الدین کے پاس پہنچے جو اس وقت شکار پور میں تھے۔ جو معلومات حاصل کرنے کی غرض سے وہ آئے تھے وہ ایک مفصل مکتوب کی صورت میں مولوی نصیر الدین نے دو قاصدوں کے ذریعے سے حیدر آباد بھیج دیں (سرگذشت مجاہدین۔ص ۱۸۲۔۱۸۳)۔ (تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ ص ۴۶۷۔۴۶۸)

انگریزی افواج اس وقت جنگ افغانستان میں مشغول تھیں۔ اس سے فائدہ اٹھا کر مبارز الدولہ اور ان کے رفقاء نے عملی کاروائی کا منصوبہ بنایا...حیدر آباد کے ریزیڈنٹ جے ایس فریزر (۱۸۳۸ء۔۱۸۵۲ء) نے رپورٹ کرتے ہوئے مبارز کے ایک برطرف ملازم کا بیان نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مبارز اور ان کے رفقاء بہت سخت فوجی تربیت حاصل کر رہے تھے۔ نیز اس رپورٹ میں مبارز کے اس پیغام کا بھی ذکر ہے کہ نکل کھڑے ہوں، وہابی ساتھیوں کو جمع کریں، انگریزوں کو قتل کر کے ملک اور حکومت پر خود قبضہ کر لیں۔......انگریزی تختہ الٹنے کے لئے مبارز کا ساتھ دینے کی خاطر جگہ جگہ سے لوگ آ آ کر جمع ہونے لگے۔ شمالی ہند، کابل اور ایران سے صوبہ مدراس میں آنے والوں کے غیر معمولی ہجوم سے شک پیدا ہوا اور اس سے سازش کا انکشاف ہوا۔ پھر ایک سکھ نے جو شک پر گرفتار ہوا تھا سازش کے متعلق اطلاع دی۔ سب سے پہلے نیلور کے مجسٹریٹ استون ہاؤس نے حکومت مدراس کو رپورٹ بھیجی۔ حکومت مدراس نے اسے حکومت ہند کے سکرٹری کے پاس بھیجتے ہوئے صورت حال کی یوں تخیص کی کہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کی ایک معتد بہ تعداد نے وہابیت قبول کر لی ہے۔ ان میں ایسے اشخاص بھی ہیں جو اپنے عہدہ اور مرتبہ سے اپنے ہم مذہبوں پر کافی اثر رکھتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے وہ سرگرمی سے لوگوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے اور کفار کے خلاف جنگ چھیڑنے کے لئے آدمی اور روپئے فراہم کرنے میں مصروف رہے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ ان کے مقصد کی غائت ہندوستان میں برطانوی طاقت کا اختتام ہے۔ اور اس غرض سے دیسی فوج میں سپاہیوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی جدو جہد کر رہے ہیں۔ (ہندوستان میں وہابی تحریک۔ ص ۱۶۷)۔

(تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ ص ۴۶۹۔۴۷۰)

نیز اس دوران مبارز الدولہ کی نواب صاحب کرنول اور دوسرے امراء سے اس سلسلہ میں جو خط و کتابت ہو رہی تھی، وہ حیدر آباد کے ریزیڈنٹ جے ایس فریزر کے ہاتھ لگ گئی۔ اور اس نے فوراً نظام کو اس کی اطلاع دی۔ (ریاست حیدر آباد میں جدو جہد آزادی۔ص ۶۰)۔ (تحریک آزادی میں علماء کا کردار ۔ص ۴۷۰)

اس وقت نظام حیدر آباد مبارز الدولہ کے بھائی میر فرخندہ علی خان ناصر الدولہ آصف جاہ چہارم (۱۸۲۹ء۔۱۸۵۷ء) تھے۔ وہ اب تک اپنے بھائی کی کاروائیوں کو صرف مذہبی روشنی میں دیکھ رہے تھے۔ اب ان کو یقین دلایا گیا کہ ان کا بھائی ان کے خلاف بھی ارادہ رکھتا ہے اور نتیجہ ان کی حکومت کا خاتمہ ہے۔ چنانچہ مبارز الدولہ کو گرفتار کر کے قلعہ گولکنڈہ کے موتی محل میں نظر بند کر دیا۔ اور ان کے دس وہابی ساتھیوں مولوی سلیم، عبدالہادی (لعل خاں)، سید عباس، قاضی محمد آصف، الٰہی بخش (افضل خان)، عبد الرزاق، پیر محمد، محمد فیض اللہ، منشی فخر الدین (عبدالرحمٰن) اور سید قاسم کو گرفتار کر کے حوالات میں رکھا گیا۔ یہ ۱۳ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ۔ ۲۸ مئی ۱۹۳۹ء کا واقعہ ہے۔ (تاریخ گلزار آصفیہ ص ۱۴۹ میں ہے کہ پوری ریاست میں وہابیوں کو گرفتار کیا گیا اور ایک مدت تک انگریز وہابیوں کی تلاش میں رہے) ان پر مقدمہ چلانے کے لئے ۲۰ جون ۱۸۳۹ء کو ایک کمیشن تشکیل دیا گیا۔ جس نے مارچ ۱۸۴۰ء تک اپنی کاروائی ختم کی۔ مبازر پر یہ الزام لگائے گئے:

برطانوی حکومت کا خاتمہ کرنے کے لئے مبارز الدولہ نے کرنول کے نواب سے مل کر سازش کی اور اس مقصد کے حصول کے لئے ٹونک اور رام پور کے نواب اور دوسرے امراء سے خفیہ خط و کتابت کی۔ باغی یہ بھی چاہتے تھے کہ آصف جاہ چہارم کو تخت سے اتار کر مبارز الدولہ کو تخت نشین کر دیا جائے اور انہیں سید احمد کا جانشین بنایا جائے۔ مبارز اور ان کے ساتھیوں نے انگریزی فوج کے مسلمان سپاہیوں میں بغاوت کے جذبات پیدا کئے جو مدراس اور سکندر آباد کی چھاؤنیوں میں رہتے تھے۔

مبارز الدولہ کو حبس دوام کی سزا دی گئی۔ وہ پندرہ سال قلعہ گولکنڈہ میں رہے اور وہیں ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا ۲۲ جون ۱۸۵۴ء کو انتقال ہوا۔ (تحریک آزادی میں علماء کا کردار ۔ ص ۴۷۰۔۴۷۱)

مبارز الدولہ کے انتقال پر اس وقت کے ریذیڈنٹ نے خوش ہو کر معتمد امور خارجہ حکومت ہند کو یوں اطلاع دی. یہ شخص سابق نظام سکندر جاہ کا تیسرا ناجائز بیٹا اور موجودہ نظام ناصر الدولہ کا بھائی تھا۔ اس کو سرکاری قیدی کے طور پر ۱۸۴۰ء میں قلعہ گولکنڈہ میں نظر بند رکھا گیا تھا۔ کیونکہ وہاں وہابیوں کی مدد سے برطانوی حکومت اور سرکار نظام کا تختہ الٹنے کے منصوبے پر عمل درآمد کر رہا تھا۔ (نیا دور ۔ اگست ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۴)

(تحریک آزادی میں علماء کا کردار ص ۴۷۰۔۴۷۱)

مبارزالدولہ کے شریک کار چند علماء:

مولوی محمد سلیم ۔ ۱۸۳۸ء میں تبلیغ کے لئے حیدر آباد آئے ۔ مبارز الدولہ کے قابل اعتماد مشیر اور ساتھی تھے، ذکی اور ہوشیار تھے ۔ وہابی تحریک کو وسعت دینے میں اہم رول ادا کیا۔ ہر روز کوٹلہ جاہ سے متصل مسجد میں ظہر کے بعد وعظ کہتے ۔ تحریک سے متعلق لٹریچر تقسیم کرتے اور خطوط روانہ کرتے ۔ برٹش فوج کے سپاہیوں کو انگریز کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنے میں ان کا بڑا حصہ تھا۔ انہیں ۱۸ سال قید کی سزا ہوئی ۔ سزا کاٹنے کے بعد شہر بدر ہوئے ۔

مولوی محمد آصف ۔ وہابی تحریک کے سرگرم تھے پہلے اندور کے قاضی تھے ۔ وہاں تحریک کے لئے کام کیا ۔ ہلچل پیدا ہوئی تو عہدہ سے الگ کیا گیا۔ پھر حیدر آباد اور مبارز الدولہ کے یہاں ملازم ہو گئے جس نے آپ کو قاصد بنا کر سندھ بھیجا۔ واپس آ کر سکندر آباد چھاؤنی میں رہنے لگے ۔ اور تحریک کے لئے بہت کام کیا۔ عمر رسیدہ تھے ۔ اس لئے رعائتاً ۱۲ سال کی سزا قید ہوئی۔

مولوی لعل محمد عرف عبدالہادی مبارزالدولہ کے قریبی ساتھی تھے ان کی طرف سے سفیر ہو کر سندھ بھی گئے ۔ میسور کے راجا اور چنا پٹنم کے نواب سے بھی ان کی ملاقات ہوتی تھی ۔ وہ ان مقامات خفیہ طور پر تحریک کا کام کرتے ۔ پہلے فوج کے ساتھ رہتے تھے ۔ جب فوج کو پتہ چلا تو وہاں سے منتقل ہو گئے اور مبارزالدولہ کی ڈیوڑھی میں رہنے لگے ۔ ان کے خطوط مسجدوں میں پڑھ کر سنائے جاتے تھے ۔ انہیں ۱۴ سال قید کی سزا ہوئی۔

مولوی سید محمد عباس ۔ مولوی آسف کے بھانجے تھے اور مبارز کے استاد زادے، تحریک کے سرگرم رکن تھے ۔ ۱۴ سال قید کی سزا ہوئی۔

مولوی پیر محمد ۔ ان کا شمار حیدر کے اکابر و مشاہیر میں ہوتا تھا۔ مبارز کے ہاں ملازم

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ قاضی آصف کے ساتھ سندھ گئے۔ انہیں ۱۴ سال قید کی سزا ہوئی۔

مولوی عبدالرزاق۔ ان کا مکان کوٹلہ عالی جاہ میں تحریک کا مرکز تھا۔ مبارز کے قدیم ملازم اور مولوی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ سپاہیوں میں تحریک کا کام کرتے۔ ان کی دعوت کا اثر دوسرے علاقوں پر بھی تھا۔ چنانچہ ان کے ایک خط سے جو تحقیقاتی کمیشن کے سامنے پیش ہوا ظاہر ہوتا ہے کہ برار سے بھی لوگ وہابی تحریک میں شریک ہونے حیدرآباد آئے تھے۔ انہیں ۱۴ سال قید ہوئی

مولوی سید قاسم حکیم۔ ان کا شمار اکابر میں ہوتا تھا۔ مبارز کے ملازم تھے قاضی آصف کے ساتھ سندھ کی سفارت پر گئے تھے۔ واپسی پر شولا پور میں گرفتار ہوئے اور ضمانت پر رہا ہوئے۔

مولوی منشی فخر الدین عرف عبدالرحمٰن۔ نیلور کے رہنے والے تھے۔ کچھ عرصہ کے لئے مبارز الدولہ کے ملازم ہوئے۔ مولوی عبدالہادی کے ساتھ تحریک کا کام کرنے بمبئی گئے تھے۔ مولوی کے بھیس میں مبارز الدولہ کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے تھے۔ انہیں ۱۴ سال قید کی سزا ہوئی

ان کے علاوہ محمد فضل اللہ تھے جو مبارز کے مہر بردار تھے حیدرآباد کے باشندے تھے۔ اور الٰہی بخش عرف افضل علی خان تھے۔ تھانہ (مہاراشٹر) کے رہنے والے تھے۔ ہوشیار آدمی تھے، محکمہ راز ان کے تحت تھا۔ دونوں کو ۱۴ سال کی سزا ہوئی۔ مولوی شجاع الدین تھے۔ قابل اعتماد رکن۔ پہلے نواب کرنول کے ساتھ تھے پھر مبارز الدولہ کے رفیق ہوگئے۔ انکے علاوہ مولوی سید محمد مغربی، مولوی محمد ولی الدین، مولوی محمد کرامت علی، مولوی محمد عماد الدین (فرزند قاضی آصف) مولوی محمد فرید الدین، مولوی محمد جعفر، مولوی سید عبدالواحد عرف واحد علی (برادر خورد مولوی سید قاسم) مولوی حسن محمد، حافظ عبدالسمیع، حافظ حسن خان رام پوری، سید جلال الدین، میاں محمد اشرف شامل تھے۔ (تفصیلات کے لئے دیکھئے سرگذشت مجاہدین ص ۱۷۹۔۱۸۰، ریاست حیدرآباد میں جدو جہد آزادی (۱۸۰۰ء تا ۱۹۰۰ء) از سید محمد جواد رضوی۔ ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔ از ص ۶۲۔۶۷؛ تاریخ گلزار آصفیہ از غلام حسین خان مطبع محمدی ۱۳۰۸ھ ص ۱۴۸)۔ (تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ ص ۲۷۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تبيان الشرك

بسم اللّٰه الرّحمن الرّحيم

اللہ ہمارا بہت دور ہے شریکوں سے، اگر چہ لوگ اپنی عقل میں آدم مشت خاک کو اس مالک عرش وافلاک کا شریک جانتے ہیں، اوراس غبار ناپائدار کی تعظیم برابراس پاک پروردگار کے کرتے ہیں کہ جس کے کام میں نبی اور ولی کو دخل نہیں۔ اور جس کے حکم میں فرشتوں کو دم مارنے کی طاقت نہیں۔ فعّال لما یرید یعنی جس کام کا ارادہ کرے اس کو کرہی چھوڑے اور کسی کے روکنے سے نہ رکے۔

بڑے چھوٹے ہیں سارے بے اختیار
جو چاہے کرے میرا پروردگار
مقدور ہمیں کب تیرے وصفوں کے رقم کا
حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

اور ہزاروں درود اور صلوات اس سچے پیغمبر پر کہ جس نے احوال اپنا قسم کھا کر صاف فرمایا:

و اللّٰه لا ادری و اللّٰه لا ادری و انا رسول اللّٰه ما یفعل بی و لا بکم ۔ (صحیح بخاری: ۲۶۸۷)

کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ خدا کی قسم ہے اور جو نہ اعتبار کرو تو پھر خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نہیں جانتا، باوجودیکہ میں رسول ہوں اللہ کا، کہ قیامت کے دن کیا معاملہ مجھ سے اللہ کرے گا، اور کیا تم سے کرے گا۔ خدا سے بہت خوف کیا جانا چاہیے۔

یہ سرا سونے کی جگہ نہیں ہوشیار رہو
ہم نے کر دی ہے خبر تم کو خبردار رہو

اور درود اس کی آل واصحاب پر کہ ان بزرگوں نے اپنی جان اور مال صرف کیئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور بڑی بڑی تکلیف اٹھائی اس لئے کہ خدا کرے کہیں عالم سے شرک دور ہو۔ اور درود اور رحمت آئمہ مجاہدین پر کہ بعد مدت مدید کے سوتوں کو جگاتے ہیں اور بھولوں کو راہ پر لگاتے ہیں۔ اب آگے عرض یوں ہے کہ اس رسالہ میں دو باب ہیں: پہلا شرک میں دوسرا بدعت میں

☆ باب اول: فصل پہلی: اشراک فی العقیدہ

سنو! صاحبو پیغمبروں کا تو کیا کہنا کرامت ولیوں کی بھی حق ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ بڑا احمق ہے۔ سعادت مندوں کو لازم ہے کہ بزرگوں کو اپنا پیشوا سمجھیں اور ان کی جناب میں ہرگز بے ادبی نہ کریں، اور اپنے دل میں ان کی نہایت محبت اور تعظیم رکھیں، اور ان کا نام ادب سے لیا کریں۔ مثل مشہور ہے کہ باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ لیکن انہیں خدا کے برابر نہ کریں۔ اور مسلمانوں کو ضرور ہے کہ خدا اور رسول کے فرمانے کو اپنی آنکھوں پر رکھیں اور بدل و جان قبول کریں اور جو اس کلام پاک کے مخالف ہو، اس پر ہرگز کان نہ لگاویں۔ بعضے شخصوں کی جان پر خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلنا دشوار ہوتا ہے تو وہ یوں پاؤں پھیلاتے ہیں کہ قرآن و حدیث بہت مشکل ہے، بھلا ہم کو کہاں اتنا علم ہے کہ اسے سمجھیں۔ خدا تعالی نے ان کا جواب آپ فرمایا ہے:

لقد انزلنا الیک آیاتٍ بیّنات و ما یکفر بھا الّا الفاسقون

یعنی اے محمد ﷺ ہم نے تجھ پر کھلی کھلی آیتیں اتاری ہیں ان آیتوں کو وہی نہیں مانیں گے جو بے حکم ہوں گے کہ اپنی کرے اور کی نہ سنے۔ (بقرہ: ۹۹)

اب تھوڑی سی شرک کی برائی بھی ملاحظہ فرمایئے۔ مشکوۃ کے باب الایمان بالقدر میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے ذکر کیا کہ حضرت ابیؓ بن کعب نے آیہ: و اذ اخذ ربّک من بنی آدم، (اعراف: ۱۷۲) کی تفسیر میں یوں فرمایا کہ

اللہ تعالی نے میثاق کے دن اولاد حضرت آدمؑ کی اکٹھی کی، پھر ان کے جوڑے لگائے، پھر ان کی صورت بنائی، پھر ان کو بولنے کی طاقت دی تو بولنے لگے، پھر ان سے قول اور عہد لیا، اور ان کی جان پر انہیں سے اقرار کروایا، الست بربّکم کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ بولے کیوں نہیں۔ فرمایا کہ میں اس پر گواہ کرتا ہوں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو اور خود تمہارے باپ آدم کو، کہیں قیامت کے دن دوزخ میں جاتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقت یوں نہ منکر ہو جاؤ کہ ہم تو یہ باتیں کچھ نہیں جانتے ۔سواب یہ بات سن رکھو:

انّه لا اله غیری، و لا ربّ غیری، و لا تشر کوا بی شیئاً

بے شک بات یوں ہے کہ نہیں ہے کوئی لائق عبادت کے دوسرا سوائے میرے ،اور نہ تمہارا پالنے والا اور نہ نفع پہنچانے والا سوائے میرے، اور ہرگز شریک نہ ٹھہراؤ تم میرا کسی کو اور میں دنیا میں بھیجوں گا تمہاری طرف قاصد اپنا خط دے کر اور وہی رسول یاد دلاویں گے تم کو ہمارا اس گھڑی کا عہد و پیمان لینا۔

لوگو! خدا کے غضب سے ڈرو، اس کے حضور میں سارے گواہوں کے روبرو کیا اقرار کر آئے ہو، پھر یہاں آ کر اوروں کو کیوں پوجنے لگے، اور دوسروں سے کیوں بیٹا بیٹی مانگنے لگے؟ کیا ایک دن پھر اس کے حضور میں نہ جاؤ گے اور اس کو اپنا منہ نہ دکھاؤ گے؟

یہ کلام اللہ کا سنتے ہی سب بولے:

شھدنا بانّک ربّنا و الھنا لا ربّ لنا غیرك و لا اله لنا غیرك

۔اچھا اقرار کیا ہم نے اس کا کہ تو ہے پالنے والا ہمارا، اور تو ہے معبود ہمارا، نہیں ہے کوئی ہمارا رب یعنی پالنے والا سوائے تیرے ،اور نہیں ہے دوسرا ہمارے پوجنے کے لائق سوائے تیرے۔

واہ جی قول کے پورے! وہاں یوں اقرار کیا اور یہاں آ کر روزی، رزق، صحت، تندرستی اور جتنی حاجتیں ہیں تو کوئی لگا پیروں سے مانگنے، اور کوئی شہیدوں سے، اور کوئی نبیوں سے، کوئی ولیوں سے۔غرض اپنا مربی اوروں کو ٹھہرا لیا اور کوئی لکڑیوں کو پوجنے لگے، غرض اپنا معبود مخلوقات کو بنایا۔

اب آگے توحید کی خوبی سنئے کہ کہا رسول خدا ﷺ نے کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

یا ابن آدم انک لو اتیتنی بقراب الارض خطایا ثم لقیتنی لا تشرك بی شیئاً لآتینک بقرابھا مغفرۃ۔ (ترمذی: ۳۵۴۰)

اے آدمی بیشک تو اگر لے کر ملے مجھ سے دنیا بھر کے گناہ مگر میرا شریک نہ کیا ہوگا کسی کو تو مقرر میں بھی آؤں گا تیرے پاس اسی دنیا بھر کی بخشش لے کر اور سارے گناہ بخش دونگا۔کوئی شخص یوں نہ جانے کہ ہم امت محمدی ہیں، مشرک تو اور ہوتے ہیں کہ وے مومن نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہلاتے۔حق تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا:

ما یؤمن اکثر ھم با للّٰہ الّا و ھم مشر کو ن ۔(یوسف:۱۰۶)

بہتیرے لوگ ایمان خدا پرنہیں لاتے مگر اسی طرح کہ تھوڑا تھوڑا شرک بھی کرتے جاتے ہیں اورمومن کے مومن ہی کہلاتے ہیں۔

اور فرمایا پیغمبر خداﷺ نے:

لا تقوم السّاعۃ حتّی تلحق قبا ئل من امّتی بالمشر کین و حتّی تعبد قبا ئل من امتی ا لاوثان ۔(ترمذی:۲۲۱۹)

قیامت نہیں آنے کی جب تک مل نہ جاوے ہماری امت مشرکوں سے اور قیامت نہیں آنے کی یہاں تک کہ پوجے ہماری امت بتوں کو۔

بھائیو! ایمان کی تلاش ضروری ہے۔فقط مسلمان کہلانے پر نہ بھولا چاہیے۔کتنوں کے طوطے غفلت میں اڑ گئے اور خالی پنجرا لئے پھرتے ہیں مگران کو کچھ خبر نہیں۔مسلمان کو چاہیے یوں سمجھے کہ سوائے خدا تعالی کے کسی کو طاقت نہیں کہ ذرہ برابر مجھے نفع پہونچاوے یا ضرر سے بچاوے۔فرمایا اللہ تعالی نے قرآن مجید میں:

و لا تدع من دو ن اللّٰہ ما لا ینفعک و لا یضرّ ك فا ن فعلت فانّک اذاً مّن الظّا لمین ۔ (یو نس: ۱۰۶)

اور نہ پکار سوائے اللہ کے کسی کو حاجت کے وقت، دوسرے تو نہ نفع پہنچا سکیں گے نہ نقصان پہونچاسکیں، پھر اگر تو نے کبھی اور کو پکارا تو بے شک تو ظالم اور بے انصاف ٹھہرا کہ بادشاہوں کا دروازہ چھوڑ کر محتاجوں سے مانگنے سے گیا۔

اور ابن عباسؓ نے یوں نقل کیا کہ تھا میں ایک دن پیغمبر ﷺ کے پیچھے، سو آپ فرمانے لگے، اے لڑکے یاد رکھ اللہ کو، تو اللہ بھی تجھے یاد رکھے، یاد رکھ اپنے اللہ کو کہ پاوے تو اس کو اپنے روبرو،

فاذا سألت فا سئل اللّٰہ و اذا استعنت فا ستعن با للّٰہ و اعلم انّ الامۃ لوِ اجتمعت علی ان یّنفعو ك بشیء لم ینفعو ك الّا بشیء قد کتبہ اللّٰہ لک و لوِ اجتمعوا ولی ان یضرّو ك بشیء لم یضرو ك الّا بشیء قد کتبہ اللّٰہ علیک ۔ رفعت ا لاقلا م و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جفت الصحف ۔(ترمذی:۲۵۱۶)

اور جب تو کچھ مانگے تو اپنے اللہ ہی سے مانگ اور جب تو کچھ مدد چاہے تو اپنے اللہ ہی سے مدد چاہ اور یقین کر کہ بے شک سارے لوگ اگر جمع ہوں گے اس لئے کہ نفع پہنچاویں تجھ کو کچھ بھی نفع نہ پہونچا سکیں گے پھر وہی چیز ہوگی جو لکھ دی ہے اللہ نے تیرے واسطے اور اگر اکٹھے ہو جاویں اس بات پر کہ کچھ تجھے نقصان پہونچاویں تو ہرگز نہ پہونچا سکیں گے مگر وہی چیز ہوگی جو تجھ پر اللہ نے لکھ دی ہے۔ اٹھا لئے گئے قلم اور سوکھ گئے کاغذ تقدیر کے۔

اب تقدیر کا لکھا مٹ نہیں سکتا۔ پھر جو کوئی یوں گمان کرے کہ فلانے نبی یا ولی یا پیر یا شہید کسی کو بیٹا دیں گے، یا مال دیں گے، یا کسی پر غضب کر کے اس کی جان ماریں گے، یا کسی کی چاہیں تو آنکھیں لے لیویں، یا کسی کی آنکھ میں روشنی بڑھا دیویں، تو وہ شخص مشرک ہے۔ سوائے اللہ کے حاجت کے وقت میں مخلوق غائب کو پکارنا شرک ہے۔

بندوں سے مانگنی جو مدد تم کو چاہیے
ایّاك نستعین زبان پر نہ لائیے

اور بعضے شخصوں کے پیٹ میں جب زور کا درد اٹھتا ہے تب عقل ان کی صاف جاتی رہتی ہے اور خبطی سے ہو جاتے ہیں اور گھبرا گھبرا کر سوائے اللہ کے اس کے بندوں کو پکارنے لگتے ہیں، اے قبرگاہ کے پیرو، اے جنگل کے شہیدو دوڑیو! ذرا ہماری مدد کرو۔ اللہ تعالی نے ان کو یوں فرمایا ہے:

قل ادعوا الّذین زعمتم من دون اللّٰہ لا یملکون مثقال ذرّۃٍ فی السّماوات ولا فی الارض وما لھم فیھما من شرك وما لہ منھم من ظھیر ۔(سبا: ۲۲)

کہدو ان کو اچھا پکار دیکھو اللہ کے سوا جن لوگوں پر تمہارا گمان ہے ہرگز اختیار نہیں رکھتے ہیں، وے لوگ آسمان میں اور نہ زمین میں ذرہ کے برابر اور نہیں ان لوگوں کا کچھ آسمان وزمین میں حصہ اور نہیں ہیں وے لوگ کچھ اللہ کے بازو اور مددگار

جب یہ کلام اللہ تعالی کا سنتے ہیں تب بعض شخص گھبرا کر فریب کی بات بنا کر کہتے ہیں کہ صاحب آپ ابھی ہمارے مضمون کو نہیں سمجھتے۔ پیروں کو کیا ہم مدد کے واسطے پکارتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں؟ ہماری تو غرض ان کے پکارے جانے سے یہ ہے کہ وہ خدا کے مقبول ہیں، ہماری کچھ سفارش اللہ کے سامنے کریں۔ اللہ تعالی نے ان کا جواب فرمایا:

لا تنفع الشّفا عة عنده الا لمن ا ذن له ۔(سبا : ۲۳) (نہیں کام آتی ہے سفارش اللہ کے حضور میں مگر اسی شخص کی کہ جس کی سفارش کا حکم ہووے)۔

یعنی جس کے حق میں بزرگوں کو حکم ہوتا ہے کہ ہاں فلانے بندے کی سفارش کرو میں اس کو کچھ دونگا، تو اس کی کچھ سفارش کام آتی ہے۔ جب خدا بخشش کرنے پر آتا ہے تو ہزار بہانہ پیدا کرتا ہے۔ پھر خواہ کسی کو سفارشی کھڑا کرے، خواہ کوئی اور ہی سبب پیدا کرے، یا بے سبب ہی بخشش کرے۔ حقیقت میں آپ سفارش کرنے والا ہے، اور آپ ہی بخشش کرنے والا۔ اور جن لوگوں کو اپنا سفارشی ٹھہراتے ہو ان کا تو یہ حال ہے کہ اللہ کی شوکت دیکھ کر بدحواس ہو جاتے اور گھبرا کر متحیر رہتے ہیں:

حتّی اذا فز ع عن قلو بھم قا لوا ماذا قا ل ر بّکم قا لوا الحقّ و ھو العلیّ الکبیر۔(سبا: ۲۳)

یہاں تک کہ جب دور ہوتی ہے گھبراہٹ ان کے دلوں سے اور ہوش ٹھکانے آتے ہیں تو مارے ڈر کے اس کے حضور کچھ عرض نہیں کر سکتے پہلے حکم کو آپس ہی میں پوچھنے لگتے ہیں کہ کیا فرمایا تمہارے رب نے، کہتے ہیں وہ حق ہے اور وہی بلند ہے بڑا۔

پروردگار نے رسول خدا ﷺ کو فرمایا کہ سارے پیغمبروں میں بڑا پیغمبر تو ہے اور تمام بنی آدم کا سردار، سو تو اپنا ہی حال کیوں نہیں بیان کرتا، اوروں کی قلعی کھل جاوے:

قل انّی لن یّجیر نی من اللّٰہ ا حد و لن ا جد من دونه ملتحداً (الجن : ۲۲)۔ کہہ بے شک مجھے نہیں بچا سکتا اللہ کے غضب سے کوئی اور ہرگز نہیں پاتا میں اللہ کے سوا کہیں بچاؤ۔

بھلا میرا تو یہ حال ہے مجھ سے کیا تعلق رکھتے ہو:

قل من بیدہ ملکو ت کلّ شیء و ھو یجیر و لا یجار علیه ۔ (مو منو ن : ۸۸)۔ (بھلا جس کا فر سے جی چاہے اس سے پوچھ کر دیکھ کہ میاں کون ہے ایسا شخص کہ جس کے ہاتھ میں ہے قابو اور اختیار ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے سامنے حمایت کسی کی پیش نہیں کی جاتی)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیقو لو ن للّٰه ،جلدی بول اٹھیں گے یہ خوبی اللہ ہی کے واسطے ہے۔
قل فا نّی تسحرو ن ۔ (مو منون: ۸۹)۔ (کہو پھر جان بوجھ کر کیوں خبط میں پڑ جاتے ہو)۔

اور آنکھوں دیکھ کر کیوں مکھی کھاتے ہو کہ مشکل کے وقت اور کو یاد کرتے ہو۔ ہر چند لوگ مردوں (اموات) کو پکارتے ہیں لیکن مردوں کو کچھ خبر نہیں ہوتی کیونکہ نہ ان کے کان ہیں جو سنیں اور نہ ان کو علم ہے غیب کا:

قل لا یعلم من فی السّما وا ت و الا رض الغیب الّا اللّٰه (النمل: ۶۵) کہدے کہ نہیں جانتا ہے غیب کی بات جو شخص کہ آسمان وزمین میں ہے مگر اللہ،
انک لا تسمع المو تی و لا تسمع الصم الد عاء ۔ (النمل: ۶۵)
(بے شک تو نہیں سنا سکتا مردے کو اور نہ بہرے کو)۔

معلوم ہوا کہ جو لوگ دن رات پکارا کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ و یا علیؓ و یا حسنؓ، اے خواجہ جی، اے بڑے پیر تم کو چڑھاؤں میں کھیر، وہ ناحق گلا پھاڑتے ہیں اور مفت میں مشرک ہوتے ہیں وے بزرگوار کچھ نہیں سنتے اور جنت میں آرام کرتے ہیں۔

بعضے شخص یوں کہتے ہیں کہ اے صاحب میرے، ہم اولاد اور روزی اور عاقبت کی خیر تو سوائے اللہ کے کسی سے نہیں مانگتے مگر دو چار پیسے کا جب کام ہو تو پیروں سے مانگتے ہیں، ہم اتنے بڑے اللہ کے دربار میں ذرہ ذرہ سی چیز کہاں مانگنے جاویں۔ مثل مشہور ہے کہ بڑوں سے بڑی چیز لیجئے اور چھوٹوں سے چھوٹی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا جواب فرمایا:

و لیسئل ا حد کم ر به حا جته کلّها حتی یسئل شسع نعله اذا انقطع (ترمذی: ۳۶۰۴)۔ ہر کسی کو چاہیے کہ اپنی حاجت کی چیز اپنے پالنے والے ہی سے مانگے یہاں تک کہ جب ٹوٹے اس کی جوتی کا دھاگہ تو اسی سے مانگے کہ اے میرے اللہ مجھے دھاگہ دے تو میں جوتی ٹکاؤں۔

☆ فصل دوسری: اشراک فی العبادت

خوب جانیو کہ جو تعظیم بندوں کی قدر سے بڑھ کر ہے اسی کا نام شرع میں عبادت ہے۔ مسلمان کو ضرور ہے کہ وہ تعظیم بندوں کی نہ کرے جو اللہ کے لائق ہے کیونکہ دن رات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں سوسو بار نماز میں اپنے شہنشاہ کے حضور میں وعدہ کرتا ہے:

ایّا ك نعبد و ایّا ك نستعین

اے اللہ فقط ایک تیری عبادت کرتا ہوں اور تجھی سے مدد مانگتا ہوں۔

اب دو چار عبادتوں کا بیان سنو۔ پھر اوروں کو اسی پر قیاس کرلو۔

اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے نماز کے ارکان مقرر فرمائے جو کسی نبی و لی فرشتے جن کے سامنے یہ ارکان ادا کرے گا بے شک مشرک ہووے گا۔ نماز کے کتنے ارکان ہیں: سجدہ کرنا، رکوع کرنا، ہاتھ باندھ کر باادب کھڑے ہونا، اور دعا کرنی اور قرآن پڑھنا۔ فرمایا اللہ تعالی نے:

وانّ المسا جد للّٰه فلا تد عوا مع اللّٰه ا حداً (الجن: ۱۸)

بے شک سجدہ اللہ کے واسطے خاص ہے۔ پھر نہ پکارو تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو

و ار کعوا مع الرّا کعین۔ (بقرہ: ۴۳) (اور جھکو ساتھ جھکنے والوں کے)۔

علماء نے بھی رکوع کے معنی یوں ہی بیان فرمائے ہیں: اگلے آدھے دھڑ کو جھکانا تعظیم کے لئے۔ اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے والے کا احوال تو کیا کہوں، جن کے آگے لوگ ہاتھ باندھتے ہیں ان کا حال سنو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

من سرّه ان یتمثّل له الرّجا ل قیا ماً فلیتبوّأ مقعده من النّار

جس شخص کو بھاوے یہ بات کہ میرے لئے لوگ تصویر کی طرح کھڑے رہیں، تو چاہیے کہ وہ شخص اپنا ٹھکانہ ٹھہراوے دوزخ میں۔ (مشکوۃ: ۴۴۹۲) (ترمذی، ابوداؤد)

روزہ تو خاص اللہ ہی کی عبادت ہے۔ کسی اور کے نام کا سوا پہر بھی رکھے گا تو آدمی مشرک ہو جاویگا۔ اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ایک مقام ٹھہرایا ہے مکہ معظّمہ میں اور اس تعظیم کے ارکان لوگوں کو بتائے ہیں:

و اذّن فی النّاس با لحجّ یأ تو ك ر جا لاً و علی کل ضا مرٍ یّاتین من کلّ فجّ عمیق لیشهدوا منا فع لهم و یذ کروا اسم اللّٰه فی ایّا م معلوما ت علی ما رزقهم من بهیمة الانعام فکلوا منها و اطعموا البا ئس الفقیر ثمّ لیقضوا تفسهم و لیوفوا نذورهم و لیطّو فوا با لبیت العتیق۔ (حج: ۲۷-۲۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور خبر دے لوگوں کو حج کی کہ سنتے ہی چلے آویں کوئی تو پاؤں پاؤں اور کوئی دبلے دبلے اونٹوں پر بڑی بڑی دور کی راہوں سے کہ آ حاضر ہوویں اپنے فائدے کی جگہوں میں اور وہاں آ کر یاد کریں نام کو اپنے اللہ کے مقررہ دنوں میں اور شکر کریں اس بات پر اللہ نے ان کو مواشی دیئے پھر فرمایا ان کو کھاؤ پیئو۔ اس میں سے اور کھلاؤ محتاج فقیر کو پھر اتارو اپنی جان سے میل کچیل اور ادا کرو اپنی نذریں اور منتیں اور قربان ہو اس قدیم گھر کے اللہ تعالی کو اس میں موجود سمجھ کر۔

معلوم ہوا کہ اس طرح عاجزوں کی صورت بنانی اللہ کو بہت بھائی۔ اب جو کوئی کسی قبر یا کسی اور مکان کی زیارت کو دور دور سے جاوے پھر خواہ تعظیم کے واسطے پیادہ ہو جاوے خواہ مرے ٹوٹے جانوروں پر جاوے۔ اور نزدیک اس مکان کے جا کر اپنے ہاتھ پاؤں دھووے اور یوں سمجھے کہ ہمیں یہاں آنے سے کچھ دین و دنیا کا فائدہ ہووے گا، یا کسی مکان یا قبر پر جانور لے جا کر ذبح کرے، یا کسی جگہ جا کر نذر ادا کرے یا کسی اور کی منت مانے یا کسی قبر یا مکان کے گرد پھرے اور اپنی جان کو قربان کرے، سو وہ شخص بے شک شرک میں گرفتار ہووے گا۔ یہ سب تعظیم اللہ نے اپنے ہی واسطے مقرر کی ہے اگر اللہ کے نام پر محتاج کو پیسہ ٹکا دیں یا بھوکے کو کھانا کھلا دیں یا ننگے کو کپڑا پہنا دیں یا جانور ذبح کریں یا مشکل کے وقت منت مانیں، تو یہ بڑی عبادت ہے اور اللہ کے سوا کسی پیغمبر یا پیر یا جن و فرشتے کے نام پر کچھ دیویں، تو اس کی مثل مشہور محنت برباد گناہ لازم۔ جو لوگ اللہ کے سوا اور کسی کے نام پر جانور چھوڑتے ہیں ان کی برائی تو کہاں تک ذکر کروں جو اس کے گلے پر چھری چلاتے ہیں ان کا احوال سنئے:

ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ جو شخص نیاز غیر اللہ کے جانور کو فقط ذبح کر دے اور نیاز جانور کا دوسرا ہووے، پھر اس چھری چلانے والے پر کیا نقصان ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک کتاب اپنی نکالی اس میں یوں لکھا تھا:

لعن اللّٰه من ذبح لغیر اللّٰه۔ (صحیح مسلم: ۱۹۷۸)۔

(لعنت کی ہے اللہ نے اس پر جو ذبح کرے جانور غیر اللہ کے نام کا)۔

فرمایا قرآن مجید میں:

و جعلوا للّٰه مماذرأ من الحرث و الانعام نصیباً فقالوا هذا للّٰه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بزعمهم و هذا لشر کا ئنا، فما کا ن لشر کا ئهم فلا يصل الى اللّه و ما کا ن للّه فهو يصل الى شرکا ئهم، ساء مايحکمو ن ۔ (انعا م: ۱۳۶)۔اور بعضے شخصوں نے جدا کیا ہے اپنے بوئے کھیت میں اور جا نوروں میں اللہ کا حصہ، پھر کہا ان لوگوں نے کہ اس مال اتنا اللہ کا، اور اتنا ان لوگوں کا جن کو ہم نے اللہ کا شریک اور حصہ دار مقرر کیا ہے۔ پھر جو کچھ شریکوں کا حصہ ہے سو خبر دار کہیں مل نہ جاوے اللہ کے حصہ میں، ذرا اس کی احتیاط کرو۔ اور جو اللہ کا حصہ ہے سو مل جاوے شریکوں کے حصہ میں تو قباحت نہیں ۔ ایسے لوگ بہت برا حکم دیتے ہیں اور بڑی بے ادبی کرتے ہیں۔

فاتحہ دینے والوں نے تم سنو عجائب کام کیا
آپ پکایا آپ ہی کھایا مردوں کو بدنام کیا
پو چھتے کیا ہو ہم سے تم ان لوگوں کے دین و مذہب کو
قبر کو پوجا پیر سے مانگا کیسا ترک اسلام کیا
تم کو کیا ملتا نہیں دانا بھوک کے مارے مرتے ہو
کھاتے ہو وہ کھانا تم اللہ نے جس کو حرام کیا

فرمایا اللہ تعالی نے قرآن مجید میں:

و قا لوا هذه انعا م و حرث حجر لا يطعمها الّا من نشاء بزعمهم و انعام حرّ مت ظهورها و انعام لا يذ کرون اسم اللّه عليها افتراءً عليه سيجز يهم بما کا نوا يفترو ن۔ (انعا م : ۱۳۸)

اور کہا بعض لوگوں نے یہ جانور اور غلہ اچھوتا ہے نہ کھاویں اس کو مگر جن کو ہم مناسب جانیں اپنے خیال میں ۔ اور ان اچھوتے جانوروں کی پیٹھ پر کوئی نہ چڑھے اور ان جانوروں پر اللہ کا نام نہیں لیتے بلکہ پیروں کا جانور کہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ شائد اللہ ان باتوں سے خوش ہوتا ہے۔ سو جھوٹ بات باندھتے ہیں اللہ پر۔ قریب ہے کہ ان کو جزا ملے گی ان کے کئے کی یعنی قیامت میں بہت مار کھاویں گے۔

اپنے مال میں سوائے اللہ کے کسی کا حصہ مقرر کرنا شرک ہے اسی کا نام شرع میں زکوۃ رکھا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حرّمت علیکم المیتة و الدّم و لحم الخنزیر و ما اھلّ لغیر اللّٰه
بہ ۔(المائدہ: ۳۰)فرمایا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہم نے تم پر کھانا مردے کا اور خون اور
گوشت سور کا ۔ اور وہ چیز کہ مشہور ہو سوائے اللہ کے اور کے نام پر ۔

صاف معلوم ہوا کہ جب لوگ یوں کہیں کہ یہ پیسا، یا یہ کھانا، فلانے پیر کے نام ہے، تو اس کا کھانا اور سور کا کھانا برابر ہے، کیونکہ اللہ نے دونوں کو ایک جگہ فرمایا ہے ۔ ان آیتوں کو سن کر جو کوئی سوائے اللہ کے کسی کی نیاز کا پیسہ لیوے یا کھانا کھاوے تو اس نے آنکھ دیکھ کر مکھی کھائی ۔

کیوں گرد مزاروں کے اپنے کو پھراتے ہو
آداب سے کعبے کے منکر ہوئے جاتے ہو
کیوں بھیجتے ہو بکرا، ارکان ہے یہ حج کا
اور قبروں پہ جا جا کر کیو ں سر کو منڈاتے ہو
مردے تو نہیں کھاتے بدنام ہیں ناحق کے
پر فاتحہ دلوا کر تم آپ ہی کھاتے ہو
پیروں کی نیازوں کے کھانے سے جو ڈرتے ہو
اللہ کے بندے تب کا ہے کو کھاتے ہو

بعضے شخص یوں کہتے ہیں کہ اگلے کفار تو بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان کا احوال قرآن سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگلے کافر بھی عبادت اچھے مقبول بندوں کی کرتے تھے اور بزرگوں ہی کی صورت بناتے تھے ۔ نصاریٰ بھی حضرت عیسیٰؑ کی سولی کی نقل لکڑی بنا کر پوجتے ہیں ۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

لتتبعن سنن من کان قبلکم شبراً بشبرٍ و ذراعاً بذراعٍ حتی لو دخلوا جحر ضب لا تبعتموھم، قلنا یا رسول اللّٰه الیھود و النّصاری قال فمن ۔ (صحیح بخاری: ۳۴۵۶۔صحیح مسلم: ۲۶۶۹)

ضرور تم چلو گے راہوں پر اگلے لوگوں بالشت با بالشت، گز بہ گز ۔ یہاں تک کہ اگر وے گھسیں گے سوراخ میں گوہ کے، تو تم بھی جاؤ گے ۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہود ونصاریٰ اگلے ہیں، فرمایا پھر اور کون ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خوب غور کرو کہ اس زمانہ میں حضرت ﷺ کا فرمانا مطابق ہوا:

اتّخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا مّن دون اللّٰہ والمسیح ابن مریم وما امروا الّا لیعبدوا الٰھاً واحداً لا الٰہ الّا ھو سبحانہ عمّا یشرکون (توبہ: ۳۱) (بنا لیا ہے اپنے مولویوں کو اور اپنے مشائخ کو رب، اللہ کو چھوڑ کر، اور عیسیٰ بن مریم کو رب بنایا۔ اور حکم نہیں ہوا تھا ان کو مگر یہ کہ پوجو ایک ہی معبود کو، نہیں کوئی معبود سوا اس کے، پاک ہے وہ شریک کرنے سے)

معلوم ہوا کہ پوجنے والا بزرگوں کا اور پتھروں کا شرک میں برابر ہے، خدا سے دونوں دور ہو جاتے ہیں۔ مثال اس کی یہ ہے کہ آئینہ پر خواہ کمخواب کا ٹکڑا ڈال دو خواہ ٹاٹ کا حجاب دونوں سے برابر ہو جاوے گا۔ فرمایا پروردگار نے رسول خدا کو کہ تو اپنا احوال صاف کھول کر کہہ دے:

قل انّما انا بشر مّثلکم یوحی الیّ انّما الٰھکم الٰہ واحد۔ (کہف: ۱۱۰۔ فصلت: ۶)۔ (کہو بس میں بھی آدمی ہوں اور عاجز ہونے میں تمہارے برابر ہوں مگر فرق یہ ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور تم پر وحی نہیں آتی سو میری عبادت نہ کرنا۔ بات یوں ہے کہ تمہاری عبادت کے لائق وہی ایک معبود ہے)۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ پتھر پر قدم کا نشان کھود کر اس کو قدم رسول کہنا، یا حضرت امام حسینؓ کی قبر کی نقل بنانی، کسی شدّے اور علم کو پوجنا یا کسی کی جوتی اور لاٹھی کو پوجنا، کسی قبر کے آگے اپنی حاجت عرض کرنی یا کسی درخت کو متبرک جان کر اس کی لکڑی اور پتے کو متبرک بنانا یا قبروں پر پھول چڑھانا یہ سب بت پرستی میں داخل ہے ابن عباسؓ نے کہا:

لعن رسول اللّٰہ ﷺ زائرات القبور والمتّخذین علیھا المساجد والسّرج۔ (ابوداؤد: ۳۲۳۶)۔ (لعنت کی رسول اللہ ﷺ نے عورتوں پر جو زیارت کو جاویں اور قبروں کو سجدہ گاہ بناویں۔ اور جو وہاں چراغ جلاویں)۔

اور علاوہ اس کے قبر کے اونچا کرنے کو اور پکی بنانے کو، اور چونا پھروانے کو اور قبروں کی زینت کرنے کو، اور اس پر مکان بنانے کو بہت منع فرمایا ہے، سبب اس کا یہ کہ ان کاموں سے شرک پیدا ہوتا اور مال بے فائدہ خرچ ہو جاتا ہے۔ تصویر کے پوجنے والے کا احوال تو کیا پوچھتے ہو، تصویر بنانے والوں کا حال سنو تو کہوں، مشکوۃ کے باب التصاویر میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا:

انّ اشدّ النا س عذا باً یو م القیا مة من قتل نبیاً او قتله نبی او قتل احد وا لد یه و المصورو ن و عا لم لم ینتفع بعلمه ۔ (مشکوۃ:۴۳۰۸) (بیہقی)۔سب سے بڑا عذاب قیامت کے دن اس شخص کو ہے جس نے کسی پیغمبر کو مار ڈالا، یا اس کو کسی پیغمبر نے مار ڈالا، یا اس نے کسی اپنے ماں باپ کو مار ڈالا۔اور تصویر بنا نے والو اور اس عالم کو کہ جس کے علم سے کچھ فائدہ نہ ہو، وہ کتاب پڑھ کر چپ ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ تصویر بنانی اور پیغمبر کو قتل کرنا برابر ہے اور پیغمبر کے پیدا ہونے سے ہدایت عالم میں ہوتی ہے اور ان کے قتل ہو جانے سے دروازہ فیض کا بند ہو جاتا ہے۔اسی طرح جس شخص نے علم پیغمبر کا پڑھا اور اس کو لوگوں میں ظاہر کیا تو اس کے زہے نصیب وہ پیغمبر کا نائب ہوا اور جو اس نے لوگوں کے ڈر کے مارے علم کو چھپایا اور محنت کے خوف سے چپ ہو کر گھر میں بیٹھ رہا تو اس نے گویا پیغمبر کو قتل کیا، اور باب ہدایت کا بند رکھا، اور پیغمبر کے علم کو پڑھ کر برباد کر دیا۔فرمایا اللہ تعالی نے قرآن مجید میں:

انّ الذین یکتمو ن ما انزل اللہ من الکتا ب و یشترو ن به ثمناً قلیلاً او لئک ما یأکلو ن فی بطو نھم ا لّا النّار (بقرہ:۱۷۴)۔(بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اس کو جو اتارا ہے اللہ نے کتاب سے اور کماتے ہیں اس سے دام تھوڑا، سو وے لوگ نہیں کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں مگر آگ)۔

اس آیت سے صاف چوری پکڑی گئی کہ بعضے مولوی اللہ تعالی کی کتاب کو پیٹھوں کے واسطے چھپا رکھتے ہیں اور اپنی عزت کم ہونے کے لئے پوری پوری بات نہیں بیان کرتے اس سبب سے ساری خرابی عالم میں پھیلی ہے۔سو آدمی ناخواندے کو چاہیے کہ سوائے عالم دیندار کے ہر مولوی کے کلام کا اعتبار نہ کرے۔قرآن میں یوں خبر ہے:

فو یل للذین یکتبون الکتا ب با ید یھم ثمّ یقولو ن ھذا من عند اللّه ۔(بقرہ: ۷۹)۔(پھر خرابی ہے ان کی جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے اور کہتے ہیں کہ یہ حکم اللہ ہی کی طرف سے اترا ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کتاب لوگوں نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اور خدا اور رسول کے فرمانے کے خلاف ہے اس کتاب کا کچھ اعتبار نہیں۔اس زمانے میں لوگ قرآن

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور حدیث کو چھوڑ کر لوگوں کی بنائی ہوئی کتابوں پر بہت چلتے ہیں۔ اور واہی تباہی شعروں کو اور بزرگوں کے جھوٹے جھوٹے قصے کہانیوں کو سن کر اپنا ایمان خراب کرتے ہیں اور اتنا خیال نہیں کرتے کہ جن لوگوں نے پیغمبر خدا کے نام سے لاکھوں حدیثیں جھوٹی بنائی ہیں ان کو بزرگوں پر جھوٹی تہمت کرنے کو کیا دیر لگتی ہے:

یا ایّھا الّذین آمنوا انّ کثیراً مّن الاحبار و الرّھبان لیاکلون اموال النّاس بالباطل و یصدّون عن سبیل اللّٰہ۔ (توبہ:۳۴)

(اے مسلمانوں خبردار ہو جاؤ بے شک بہتیرے مولوی مشائخ کھا جاتے ہیں دولت لوگوں کی ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا اور رسول کے کلام کو چھوڑ کر ہر مولوی مشائخ کے کہنے پر چلنا خوب نہیں۔ مثل مشہور ہے کہ جو لوگ چابک سوار کی عقل پر گھوڑا خریدتے ہیں وے دغا بھی بہتیرا پاتے ہیں۔

گر ہادی و گرچہ رہنما ہے
گفتار خدا و مصطفیٰ ہے
رستے میں قدم سنبھل کے رکھئیو
دزد و قزاق اور کوا ہے
سب مولویوں کہ سن نہ لیجو
شیطان بھی انہی میں آ چھپا ہے
بہتونکی ہے زاہدوں کی صورت
ہر دل میں فریب اور دغا ہے
شعر و سخن و کتاب و قصہ
بہتیرا رواج پا رہا ہے
سنیو ہرگز نہ اس کو جو بات
قرآن و حدیث کے سوا ہے
کیا کرتے ہو اعتبار اس کا
جو آدمیوں نے خود لکھا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ فصل تیسری، اشراک فی العادت

جب تک ایمان دل میں نہیں آتا تب تک آدمی کی عادت اور رہتی ہے اور جب اللہ کسی کو پورا پورا ایمان نصیب کرتا ہے تو اس کی ساری عادتیں اور خوخصلتیں بدل جاتی ہیں اور تکیہ کلام اور حرکات سکنات میں فرق آ جاتا ہے۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ مسلمانوں کی عادت یوں ہوتی ہے:

الّذین یذکرون اللّٰہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبھم۔

(آل عمران:۱۹۱)۔(وے نام لیتے ہیں اللہ کا کھڑے ہوتے وقت، اور بیٹھتے وقت، اور کروٹ لیتے وقت، (یعنی یا اللہ یا رب و یا کریم کہتے ہیں)۔

بعضے شخصوں کی یوں عادت ہوتی ہے کہ جب کھڑے ہوویں تو یا علی، پھر جب بیٹھیں تو یا علی، اور جب زور کریں تو علی علی کہیں۔ غرض اس آیت کو نہیں مانتے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا:

لا تقولوا ما شاء اللّٰہ و شاء محمّد و قولوا ما شاء اللّٰہ وحدہ۔

(ابو داؤد: ۴۹۸۰)۔(یوں نہ بولا کرو کہ جو اللہ اور محمد نے چاہا تو یوں ہووے گا بلکہ اپنی عادت یوں بولنے کی ڈالو کہ جو اللہ نے چاہا ہے تو یوں ہووے گا، فقط اللہ کا نام لو اس میں دوسرے کو شریک نہ کرو)۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: من حلف بغیر اللہ فقد اشرك۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۵۱)۔(جس نے قسم کھائی سوائے اللہ کے، تو بے شک شرک کیا)۔

حدیث شریف میں ہے: لا تحلفوا بآبائکم۔

یوں قسم نہ کھایا کرو کہ مجھے بابا جان کی قسم اور دادا جان کی ارواح کی قسم۔

بعضے تو بولتے ہیں تیری جان کی قسم
اور کتنے یار کرتے ہیں قرآن کی قسم
مردوں میں ہے رواج پیغمبر کی قسم کا
عورتوں میں بی بی کے دامان کی قسم
کوئی چلّے آستانہ کی قسم کھانے لگا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور کوئی کھاوے پیروں کے دالان کی قسم
کہتا ہے کوئی مجھ کو ممانی کے سر کی سوں
اور تجھ کو تیرے پیارے چچا جان کی قسم
حضرت رواج شرک ہوا ورنہ ہے کہاں
جز ذات پاک حق کے مسلمان کی قسم

رسول خدا ﷺ نے فرمایا : فلم تکنی ابا لحکم ۔(ابوداؤد:۴۹۵۵)

حاکموں کا حاکم تو خدا ہے پھر تیرا نام ابا الحکم کیوں ہوا۔غرض وہ نام بچوں کا نہ رکھئے جس کے معنی میں قباحت ہووے، جیسے عبدالرسول، بندہ علی، نبی بخش، غلام غوث، اللہ قیامت میں پوچھے گا کہ تو تو ہمارا نمک کھاتا تھا پھر غلام دوسرے کا کیوں کہلاتا تھا۔

لا یقولنّ احدکم عبدی و امتی کلّکم عبید اللّٰہ و کلّ نسائکم اماء اللّٰہ و لکن لیقل غلامی و جاریتی ۔(سنن ابوداؤد: ۴۹۷۵)

کوئی تم میں سے اپنے زرخرید کو بھی یوں کہہ کر نہ پکارو میرا غلام میری لونڈی۔تم سب اللہ کے غلام ہو اور تمہاری عورتیں لونڈیاں ہیں اللہ کی ۔لیکن زرخرید کو یوں بولا کرو چھوکرا ہمارا، اور چھوکری ہماری اور لڑکا ہمارا اور لڑکی ہماری ۔

اور یہی ایک نکتہ ہے سمجھ لو، تو بڑے کام آوے گا۔ ہندوستانی زبان میں بندہ غلام زرخرید کو کہتے ہیں اور عرب کی زبان میں بندہ زرخرید کو عبد کہتے ہیں، اور غلام کے معنی لڑکے اور نوجوان کے ہیں ۔اب اس ملک کے لوگ جو غلام کا لفظ کسی بزرگ کے نام سے ملاتے ہیں، یقین کرو کہ ان کی نیت میں یہی ہوتا ہے کہ اب یہ ان کا زرخرید بندہ ہوا، اس پر ان کی نگاہ رہے گی، ہر بات میں اور ہر وقت میں ان کی مہربانی سے اس کا کام چھوٹا ہو یا بڑا درست ہوتا رہے گا ۔اور وے اس کے حامی کار رہا کریں گے، دکھ بیماری سے بچاویں گے، مشکل کے وقت کام آویں گے۔مگر یہ طریق اللہ تعالی کے فرمان برداروں کا نہیں۔ پھر اس میں اگر کوئی کچھ تاویل کرے، تو وہ صرف اپنے تئیں موحدین کے طعن اور ملامت سے بچاتا ہے اور اپنی وضع اور ارادے کے خلاف بیان کرتا ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے لا یقل العبد ربّی و لکن لیقل سیّدی، اور نہ کہے زرخرید اپنے میاں کو میرا مربی پرورش کرنے والا، لیکن چاہیے کہ بولے ہمارا سردار۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب دوسرا: بدعت کا بیان

☆ فصل پہلی: بدعت کی پہچان

فرمایا حضرت رسول اللہ ﷺ نے:

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ (صحیح بخاری:۲۶۹۷۔ صحیح مسلم:۱۷۱۸)۔(جس نے ایجاد کیا نیا کام ہمارے ان کاموں میں، یعنی جن کاموں کیلئے ہم پیغمبر ہوئے ہیں، کہ نہیں ہے اس جنس سے، سو وہ کام مردود ہے)۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

فانّ خیر الحدیث کتاب اللّٰه و خیر الهدی هدی محمد ﷺ و شرّ الامور محدثاتها و کلّ بدعة ضلالة۔(صحیح مسلم:۸۶۷)

(تحقیق بہتر باتوں میں قرآن ہے اور بہتر طریقوں میں طریقہ محمد ﷺ کا ہے، اور برے کاموں میں نیا بنایا ہوا ہے، اور جو بدعت ہے نیا بنایا ہوا ہے سو گمراہی ہے)۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ کام دو طرح کے ہیں بعضے تو وہ ہیں کہ جس کیلئے رسول خدا ﷺ مبعوث نہیں ہوئے جیسے مکان بنانا اور کھانا پکانا اور کپڑا سینا ایسے کاموں میں بدعت کو کچھ دخل نہیں۔ یہ چیزیں لوگوں کی عقل پر سپرد کی گئی ہیں جس میں آرام ملے وہ کریں۔ پلاؤ اگر چہ حضرت ﷺ کے وقت میں نہ تھا مگر اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ فی امرنا ھذا میں داخل نہیں اور بعضے وہ کام ہیں کہ جن کے لئے حضرت ﷺ مبعوث ہیں ان کا دو حال ہے۔ بعض وہ کام ہیں کہ حضرت ﷺ نے ان کی صورت حاصل کرنے کی نہیں فرمائی اور زیادتی اور کمی مقرر نہیں کر دی جیسے جہاد کہ مقصود شارع کا اس کام سے دشمن پر فتح پانا ہے۔ پھر کوئی چاہے بندوق سے لڑے، چاہے توپ سے، چاہے تلوار سے لڑے۔ چاہے تیر سے، پہلے شبخون مارے، یا سن مکھ (روبرو) ہو کر لڑ پڑے۔ ان کاموں میں نئی نئی ایجاد کرنی جو مطلب کو مفید پڑیں ہرگز بدعت نہیں، اور گھٹانے بڑھانے میں قباحت نہیں بلکہ عین سنت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

من سنّ سنّةً حسنةً فله اجرها و اجر من عمل بها۔(مسلم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

:۱۰۱۷)(جس نے راہ نکالی بہتر اس کے لئے مزدوری ہے اس کی اور اس پر چلنے والے کی)۔
بعضے علماء اسی صورت کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ اور بعضے علماء اس کو سنت فوقی کہتے ہیں اس لئے کہ سنت میں اس کا نام سنت رکھا ہے۔ اور سب بدعت کو گمراہی فرمایا ہے ہم کو نہ چاہیے کہ بدعت کو بہتر کہیں اگر چہ حضرت کے وقت میں فلاخن تھی اور توپ بندوق نہ تھی۔ اب جو کوئی فلاخن کو مقابلہ میں کفار توپ انداز کے بے کار سمجھ کر توپ و بندوق اختیار کرے تو ہرگز بدعت نہیں اس واسطے کہ وہ ما لیس منہ میں داخل نہیں۔ چنانچہ شارع کو مقصود حاصل ہونا علوم حقہ کا اور صفائی قلب کی ہے اسواسطے اگر کوئی کتابیں صرف ونحو کی یا اشغال بطور صوفیہ کے مقرر کرے تو ہرگز بدعت نہیں اگر چہ یہ چیزیں حضرت کے وقت میں نہ تھیں ہاں اگر ان کاموں کو اس درجہ پر لازم کریں کہ جو کوئی بے توپ گولہ کے تلوار سے فتح کرے تو اس کو مجاہد نہ جانیں اور جو کوئی بے صرف ونحو پڑھے قرآن وحدیث کا علم حاصل کرے اس کو عالم نہ کہیں اور جو بے شغل و اشغال صوفیہ کے بزرگوں کی صحبت میں صفائی قلب کی حاصل کرے اس کو ولی نہ سمجھیں۔ تب اس صورت میں یہ کام البتہ بدعت ہو جائیں اور بعض وہ کام ہیں کہ حضرت ﷺ نے اس کی صورت مقرر کر دی اور زیادتی کمی آپ بتا دی جیسے نماز روزہ شادی غمی ان کاموں میں بڑھانا اور گھٹانا شارع ﷺ کے فرمانے سے صاف بدعت ہے اب جو کوئی چاہے کہ ہم نماز میں کھڑے نہ ہوں گے بلکہ پڑے پڑے دل کو اللہ کے حضور میں حاضر کریں تو ہرگز جائز نہیں، اور جو کوئی کہے کہ مقصود تو مردے کو گاڑنا ہے، ہم ہاتھی کے پاؤں میں بندھوا کر گھسٹواتے لے جاویں گے اور اسی طرح لے جا کر گاڑیں گے، یا مقصود تو نکاح کرنا ہے ہم خوب دھوم دھڑکے سے کریں گے، تو ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ ان کاموں کی صورتیں شرع میں ٹھہری ہوئی ہیں۔ ہاں جتنی کمی بیشی کی شارع نے رخصت دی اتنی قباحت نہیں مثلاً کوئی نماز میں اللّٰھم اغفر لی و لوا لدیّ پڑھے نہ پڑھے یا کوئی نکاح میں طعام ولیمہ پکاوے کوئی نہ پکاوے، یا مردے کو کوئی تیسرا کفن دیوے کوئی نہ دیوے تو کچھ قباحت نہیں، اس واسطے کہ یہ چیزیں فرض نہیں۔ اور معلوم کیا چاہیے کہ حضرت ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی فرمایا ہے، چھوٹی ہو یا موٹی۔ یعنی سیدھی راہ سے بدعت کا کرنے والا ٹیڑھا ہو گیا، پھر جو کوئی تھوڑا کج ہوا ہے وہ جلد راہ پر لگ سکتا ہے، اور جو بہت ٹیڑھا چلا اس کو بہت مشکل ہے راہ پر آنا۔ اور ایک نکتہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جن کاموں میں حضرت ﷺ نے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مبالغہ کیا ہے اس میں افراط کرنی، اور حضرت نے بہت اشتغال فرمایا اس کام کو سرسری سمجھ کر اس میں زیادہ اہتمام نہ کرنا، خالی بدعت سے نہیں۔ بعضے شخص یوں سمجھتے ہیں کہ حضرت ﷺ کے وقت میں اسلام کی ابتدا تھی، دین کی باتیں خوب درست نہ ہونے پائی تھیں، جوں جوں زمانہ گذرا اس طرح نئی نئی باتیں نکلنے لگیں اور اسلام کو رونق ہوئی اور دین کامل ہوا، مثلاً شادی غمی کی رونق حضرت ﷺ کے وقت میں ایسی کاہے کوتھی جیسی اب ہے حقیقت میں وے لوگ بہت برا سمجھے کیونکہ اللہ نے خود فرمایا ہے الیوم اکملت لکم دینکم۔ (المائدہ: ۳)۔ (آج پورا کیا ہم نے دین تمہارا)۔ بعد حضرت کے دین کچھ کامل نہ ہوا۔ جتنا کمال اس کو منظور تھا اسی وقت ہو چکا تھا۔

☆ فصل دوسری: فاتحہ کا بیان

عبادت خالص خدا تعالی کے واسطے کر کے اس کا ثواب دوسرے کو بخشنا درست ہے۔ پھر خواہ سورۃ فاتحہ پڑھے، خواہ سورہ مائدہ، خواہ بھوکے کو کھانا کھلاوے، یا بڑھیا کا گھر چھواوے، خواہ پہلی تاریخ کرے، یا گیارھویں، خواہ ربیع الاول میں کرے، خواہ ربیع الثانی میں۔ اور قید لگانی تاریخ کی یا کسی مہینے کی یا کھانے کی یا فقط سورۃ فاتحہ کی کھانے کو آگے رکھ کر لوبان جلا کر بدعت ہے، بلکہ یہ صورت جو عالم میں پھیلی ہے ہندوؤں سے مشابہت رکھتی ہے کہ جیسے وے لوگ زمین کو لیپ کر مٹھائی پکوان لاکر رکھتے ہیں اور اس کے سامنے پھول ہار دھر کر لوبان یا گوگل جلاتے ہیں، اور کسی اچھے پڑھے برہمن کو بلوا کر اس پر اشلوک پڑھواتے ہیں، اور یوں سمجھتے ہیں کہ اس وقت یہاں دیوتا آئے ہیں اور کھانے کا ادھار لے گئے۔ پھر جب وہ برہمن اشلوک تمام کر چکتا ہے تب اس کھانے کو دیوتا کا پرشاد نام رکھ کر آپس میں بانٹتے ہیں، اسی طرح یہ جاہل نادان مسلمان اپنے بزرگوں سے معاملہ کرتے ہیں کہ ایک مکان کو صاف کروا کر اس میں مٹھائی اور کھانا دھرتے ہیں اور اس کے آگے لوبان جلا کر کسی بڑے ملا سے اس پر فاتحہ پڑھواتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ اسوقت یہاں بزرگوں کی ارواح آئی، اور کھانے کو سونگھ کر خوشبو لے گئی۔ پھر جب فاتحہ پڑھی گئی تب اس کو بزرگوں کا تبرک سمجھ کر آپس میں بانٹتے ہیں۔ اس واسطے ایمان والے سچے مسلمان کو ضرور ہے کہ یہ قیدیں موقوف کرے۔ اگر ثواب بخشنا چاہے تو قیدوں کی کچھ ضرورت نہیں، جو اچھا کام جس وقت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو سکے للہ کرے اس کا ثواب جسے چاہے پہنچا وے

☆ فصل تیسری: نکاح میں بدعات کا بیان

ان دنوں عالم میں زنا کا رواج بہت ہے اور نکاح بہت کم ہو گیا ہے باوجود یکہ کہ جماع کی لذت جیسی نکاح میں ویسی ہی زنا میں بلکہ حرام کرنے والوں کے دل میں دھڑکا رہتا ہے کہ کوئی آ نہ جاوے اور تمام محلّہ ہمسایہ میں رسوا رہتے ہیں لوگ ان کو اپنے دروازہ پر کھڑا ہونے نہیں دیتے اسی سے خانہ جنگی ہوتی ہے اکثر لوگ عورتوں کے پیچھے ناک کٹواتے ہیں اور آتشک سوزاک گھٹیا جذام میں سڑا کرتے ہیں اور ان کی عورت آج اس کی بغل میں کل دوسرے کے، گھر بار بیچ کر کھلاتی ہے اور ہمیشہ بیگانی کی بے گانی رہتی ہے۔.. نکاح میں اللہ ان سب آفتوں سے بچاتا ہے، لیکن لوگوں کو اس کی طرف رغبت نہیں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ آپ کی امت نے اپنے پیغمبر کا طور چھوڑ کر نکاح میں ہزار ہا شرک و بدعت ایجاد کئے۔ یوں تو شادی میں لوگ بہت سی بری باتیں کرتے ہیں کہ اس سے کفر کی نوبت پہنچ جاتی ہے لیکن پانچ بدعتیں ایسی نکالی ہیں کہ ان کے سبب نکاح موقوف ہو گیا۔

ایک تو یہ جو نکاح کرنے لگتے ہیں ذات اور نسب کی بہت تکرار حد سے زیادہ نکالتے ہیں اور جب زنا کرتے ہیں تو کبھی ذات نہیں پوچھتے بلکہ حسب ونسب کے گمان نے اکثر پیرزادوں کو گمراہ کر رکھا ہے کہ وے عبادت نہیں کرتے اور اس توقع میں ہیں کہ ہمارے باپ دادے بڑے بزرگ گذرے ہیں ہم کو کوئی قیامت میں پوچھنے کا بھی نہیں بلکہ ہم اوروں کو بخشوا دیں گے ہمیں عبادت کی کیا احتیاج ہے خوب جانئے کہ نفس وشیطان نے ان کو نہایت گمراہ کیا ہے۔ قرآن میں اللہ نے یوں فرمایا ہے:

فاذا نفخ فی الصّور فلا انسا ب بینھم یو مئذ۔ (مو منو ن: ۱۰۸)۔ (جب صور پھونکا جائے گا تو نسب کوئی نہ پوچھے گا)

اس آیت کو سن کر کوئی نسب کا نام لیوے تو وہ قرآن کا منکر ہوا۔ فرمایا اللہ نے:

(فا نکحوا ما طا ب لکم من النسا ء۔ (نساء:۳)

(نکاح کرو اس سے جو پسند آوے تمہیں عورتوں میں سے)۔

اور حدیث میں بھی حضرت ﷺ نے بہت تاکید فرمائی ہے کہ تم اول لڑکی کو دیکھ لیا

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کرو جوتمہارے دل کو بھاوے اس سے نکاح کرو۔ اور عقل سے بھی سمجھئے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کی صورت یا سیرت بھلی ہونے سے مرد کو آرام ہوتا ہے اور حسب نسب فقط نام کو ہے کبھی اس کا فائدہ نہیں۔ بھلا ایک چمار کی لڑکی خوبصورت وخوب سیرت اور ایک پیرزادہ کی بدصورت بے نماز کسی عقل مند کے پاس لے جاکر پوچھئے کہ ان میں اچھی اور اشرف کون ہے تو وہ ضرور اس خوبصورت خوب سیرت کو بتاوے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرافت نسب کی شیطان کا فریب ہے اور لڑکی کو دکھلانا نکاح کے پہلے سنت ہے کہ آپس میں موافقت رہتی ہے ،اور چھپانا بدعت ہے۔

دوسری بدعت مانع نکاح یہ ہے کہ لوگ شادی میں روپیہ بہت لگاتے ہیں۔ بعضے تو حرام اٹھاتے ہیں بعضے ناچ راگ ڈھول ڈھمکا ،سہرا مقنع آتش بازی لال کپڑے میں اور بعضے پیرزادوں مولویوں میں اگر یہ باتیں نہیں ہیں تو وہ کھانے کپڑے گہنے باسن برتن پلنگ چوکی میں اٹھاتے ہیں خوب جانیو کہ یہ بھی فساد کی جڑ ہے اس واسطے کہ اصل بدعت جس کے سبب نکاح موقوف ہوا وہ یہی ہے کہ پیسا بہت نہ لگے کیونکہ نہ غریب کے پاس بہت پیسہ ہووے نہ بیاہ کرے لاچار ہوکر زنا کرتا پھرے بھلا ایک نکاح میں دو چار برس کا خرچ اٹھا ڈالنا پھر آپ مفلس بن کر دربدر بھیک مانگنا شرع میں کب جائز ہے۔ سنت اتنی ہے کہ اس دن کچھ کھانا زیادہ پکاوے اور اگر روز دس آدمی کا پکتا تھا تو اس دن بیس آدمی کا پکایا اور جیسے کپڑے پہن کر باہر جاتا تھا ویسے میں گھر میں پہنے سو یہ بھی سنت ہے کچھ فرض نہیں کہ آدمی اس کو لازم کرلے جتنا موجود ہوا اتنا خرچ کرے اور اس کے واسطے قرض کرنا گناہ ہے۔

تیسری بدعت مانع نکاح مہر بہت سا باندھنا کہ اکثر لوگ اس خوف سے بھی نکاح نہیں کرتے۔ خوب معلوم کیا جانا چاہیے کہ مہر اللہ نے دینے لینے کے واسطے ٹھہرایا ہے اس کو جہاں تک کوئی تخفیف کرے اتنا ہی ثواب ہے اس واسطے کہ لوگ اکثر مقدور کم رکھتے ہیں وے نکاح کیونکر کریں گے لاچار ان میں زنا رواج پاوے گا اور یہ جو بعضوں میں رواج ہے کہ جو دو پیسے کا مقدور نہیں رکھتے وے لاکھوں روپے اور مچھر کی چربی اور گاڑی کی چوں چون باندھتے ہیں وہ لوگ مہر کو ایک رسم جانتے ہیں اور ادا کرنا اس کا ضرور نہیں سمجھتے ہیں۔ دین (قرض) کے عذاب سے نہیں ڈرتے اس صورت میں ان کے ایمان میں خلل پڑ جاتا ہے پھر ان کے نکاح کا کیا ٹھکانہ بعضے لوگ اس کا فخر کرتے ہیں کہ ہماری بیٹی کا بہت مہر بندھا ہے وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بڑے احمق ہیں اسواسطے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیبیاں اور بیٹیاں جو تمام عورتوں کی شرافت عزت کا مرتبہ میں سردار ہیں اس کا مہر سوا سو روپیہ سے زیادہ نہ ہوا۔ اور اصحاب کی بیبیوں کا نکاح لوہے کی چھلے اور قرآن کی سورتوں پر ہوتا تھا ان کی بیٹیاں ان سے بھی بڑی ہوئیں کہ لاکھوں روپیہ کا مہر باندھتے ہیں۔

چوتھی بدعت مانع نکاح یہ ہے کہ ان لوگوں میں طلاق کا رواج نہیں۔ سمجھتے ہیں کہ جب ہم کو کوئی نقصان پیش آوے گا تو بے نکاحی عورت کو چھوڑ دیں اور جہاں نکاح ہو گیا تو گلے بندھ جاوے گی پھر کسی طرح کی مصیبت دین و دنیا کی پڑے گی لیکن اس کو چھوڑ نہ سکیں گے اس واسطے زنا کرتے ہیں۔ یہ بات اللہ کی مرضی کے محض خلاف ہے اللہ تعالی نے فرمایا

انّ من ازوا جکم و اولادکم عدواً لکم فاحذروھم ۔ (تغابن:۱۴)

(تمہاری ازواج اور اولاد میں تمہارے دشمن ہیں سو کنارہ کرو ان سے)۔

یہاں صاف اللہ کا حکم معلوم ہوا کہ جس عورت سے دین دنیا کا فساد معلوم کرے اس کو چھوڑ دے۔ ...امام حسنؓ اور دیگر صحابہ میں اس کا رواج تھا۔ خوب غور وانصاف کیجئے کہ جو اللہ کا حکم ہوا اور صحابہ کرام کی بہو بیٹیوں میں جاری ہوا اس کو جو کوئی عیب لگاوے اس کی بے ایمانی میں ہرگز شک نہیں۔

پانچویں بدعت مانع نکاح یہ ہے کہ ان لوگوں میں عورت کے دوسرے نکاح کا رواج نہیں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ ہندوستان کی عورتیں اور اکثر مرد آگے ہندو تھے ان میں یہ بات عیب تھی وہی رسم اب تک باقی ہے معلوم کیا چاہیے کہ ابھی ان میں ایمان پورا نہیں آیا اور بد بو کفر کی نہیں گئی کہ بعضے لوگ عورت کا دوسرا نکاح نہیں کرتے اور بعضے اپنی قرابت میں بیٹی نہیں دیتے اللہ تعالی نے قرآن میں دوسرے نکاح کی بہت تاکید فرمائی ہے:

واذا طلّقتم النّساء فبلغن اجلھنّ فلا تعضلو ھنّ ان ینکحن ازوا جھنّ ۔(بقرہ: ۲۳۲)۔ (پھر جب طلاق دو تم عورتوں کو پھر پہنچیں وہ اپنی مدت کو تو مت روکو انہیں اس بات سے کہ نکاح کریں مردوں سے)۔

بعضے کہتے ہیں کہ نکاح دوسرا عورت کو درست ہے لیکن بہتر یہ ہے صبر کر کے بیٹھے۔ حقیقت میں وہ منکر قرآن ہیں اس واسطے اللہ تعالی نے فرمایا:

ذلکم ازکی لکم و اطھر واللّٰہ یعلم و انتم لا تعلمو ن (بقرہ:۲۳۲)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(دوسرا نکاح تمہارے دل کو پاک رکھے اور تمہارے بدن کو پاک اور اللہ تمہاری بہتری کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)۔

اس آیت کے مضمون سے معلوم ہوا کہ نکاح کر دینا بہتر ہے صبر کر کے بیٹھنا بہتر نہیں کہ اس میں ظاہر بدن زنا سے نہیں بچتا اور جو ظاہر بچا بھی تو دل وسوسہ سے پاک نہیں ہوتا ۔اس کو سن کر جو کوئی کہے کہ بیٹھنا بہتر ہے تو اس نے اللہ سے زیادہ جاننے کا دعوی کیا۔اب جو اللہ کا بندہ اللہ سے ڈرے اور دنیا کو ناپائدار سمجھے تو اس کو ضرور ہے کہ یہ پانچ باتیں موقوف کر دے۔اللہ اس کو دنیا اور دین میں ہر جگہ آرام دے گا اور عزت بخشے گا۔تمت

فرمود رسول آشکارا — من نیز برادرم شمارا
ہرگز نہ عبادتم نمائی — نہ غوث نہ قطب انبیاء را
من مشکل خود نمی کشائم — بر غیر مرا کجاست یارا
طاقت نہ بود سوائے ایزد — درویش وفقیر و اولیا را
کار پاکاں دعاست لیکن — تبدیل نمی کنند قضا را
جز حق نبود کہ دست گیرد — مسکین وغریب و بےنوا را
مخصوص بحق بود عبادت — با بندہ بس است یک مدارا
غیر از در شاہ بندہ پرور — پیش کہ بریم التجا را
ہم درد تو دادہء خدایا — ہم از تو طلب کنم دوا را
تو مشکل دشمناں کشائی — تا چند گذاری آشنا را
جز ذات خدا بہ پیش دیگر — ہرگز نہ برید ماجرا را
تو بندہء بندگان چرائی — بگذاشتی در خدا را
حاجت طلبی بغیر مولا — عیب است غلام باوفا را
ہر کس کہ شریک با خدا کرد — در دوزخ ونار ساخت جارا
از شرک گریز صد منازل — دوزخ دائم مکن گوارا
فرمود خدا کہ مردہ وکر — نشنید گہے زکس ندارا
فریاد کنید آں خدا را — کاں مے شنود ز تو دعا را
تابوت ونشان وقبر نیزہ — ایں جملہ بشکل سنگ خارا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

در قبر بود سوال اعمال　　　پرسند نہ حال کر بلا را
عالم بہ نماز روزہ مغرور　　　شرک و کفرش گرفت پا را
مشرک شدہ زاہد و مشائخ　　　گیرند برائے زر ریا را
صد حیف کہ عالماں ایں دہر　　　کردند شعار خود دغا را
قرآن و حدیث را بپوشند　　　تبدیل کنند مدعا را
اے مومن پاک اے مسلمان　　　گر خواستی رہ رضا را
قرآن و حدیث را بنہ　　　بگذار کلام ما سوا را
(منقول از مجموعہ رسائل تسعہ، مطبع فاروقی دہلی۔ ۱۳۴۱ھ۔۱۹۲۳ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عنایت علی صادقپوریؒ

جناب عنایت علی صادقپوریؒ کے سوانح مختصراً تاریخ اہل حدیث جلداول، صفحہ ۶۱۷۔۶۲۱ پر بیان کئے گئے ہیں۔ ذیل میں اس کی تلخیص پیش کی جارہی ہے۔

شیخ محمد اکرام نے موج کوثر میں جناب عنایت علی صادقپوریؒ کے تذکرے میں لکھا ہے:

جناب عنایت علیؒ کے حالات صحیح طور پر جمع نہیں ہوئے، لیکن جو کچھ ملتا ہے، اگر اسی پر غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ ٹھوس کاموں میں آپ کا مرتبہ بڑے بھائی (جناب ولایت علیؒ) سے کسی طرح کم نہ تھا۔ دینی محبت اور استقامت میں تو دونوں بلند مرتبہ بھائی اپنی نظیر آپ تھے۔ ذاتی ایثار اور ترک تمول میں شاید بڑے بھائی کا مرتبہ بلند تھا لیکن جناب عنایت علیؒ سے اللہ تعالی نے دو کام ایسے لئے کہ ان کی عملی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے اور ان کے حالات میں مزید تفتیش وتلاش کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

ان کا پہلا اور شاید سب سے اہم کام بنگال میں تبلیغ اور بنگالی مسلمانوں کی تنظیم تھا جس میں ان کی عمر گرامی کا ایک حصہ صرف ہوا۔ انہیں سید احمد بریلویؒ نے خود بنگال کے لئے منتخب کیا تھا۔ غلام رسول مہر، وقائع کی شہادت کی بنا پر لکھتے ہیں کہ سید احمدؒ نے جناب عنایت علیؒ کو بلا کر فرمایا، آپ کو واسطے ترغیب جہاد کے بنگال بھیجتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں مگر دل چاہتا ہے کہ یہاں کا بھی کوئی واقعہ دیکھ لیتا۔ سید صاحبؒ نے فرمایا کہ وہاں آپ کے ہاتھوں سے اللہ تعالی کا بہت کام نکلے گا۔ اور آپ کا وہاں رہنا واسطے کوشش کارخدا کے گویا ہمارے ساتھ یہاں رہنا ہے۔ سید صاحبؒ نے اپنا عمامہ اور کرتہ عنایت کیا اوران کے رفیقوں میں سے چھ آدمی ہمراہ کردیئے۔ افسوس کہ بنگال میں مولوی صاحبؒ نے جو کام کیا، اس کی تفاصیل تاریخی ترتیب سے نہیں ملتیں۔ بالجملہ جناب مہر لکھتے ہیں: مشرقی بنگال میں آج جو دینی روح نظر آتی ہے وہ مولوی صاحب ہی کی سرگرم کوششوں کا نتیجہ ہے

تذکرہ صادقہ میں لکھا ہے: آپ نے باراول مسلسل سات برس اس خطہ بنجری میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قریہ بقریہ نہایت جانفشانی اور حلم کے ساتھ گشت فرمایا۔ لاکھوں خلقت کو قعرِ ظلمت سے نکال کر شمع ہدایت کا گرویدہ کر دیا۔ جناب کے مسترشدین اور ان کی اولاد خطہ بنگال میں آج تک محمدی کے لقب سے ممتاز ہیں۔ اس کے بعد آپ سرحد پر بغرض جہاد چلے گئے۔ جب وہاں سے واپس ہونا پڑا تو آپ نے پھر بنگال کا رخ کیا اور دو تین سال اسی محنت اور مستعدی سے تبلیغی کام میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے اپنا مرکز ضلع جسور کا موضع حاکم پور قرار دیا تھا۔ زیادہ تر قریبی اضلاع میں دورے پر رہتے تھے لیکن جب سفر کی صعوبتوں سے خستہ ہو جاتے تو دو ایک ماہ کے لئے حاکم پور لوٹ آتے۔ آپ کا خاص طریقہ کار یہ تھا کہ آپ جس مقام پر پہنچتے، اگر وہاں مسجد نہ ہوتی تو مسجد تعمیر کرا دیتے اور اگر مسجد ہوتی تو اس کے لئے ایک موزوں شخص کو امام مقرر کر دیتے۔ یہ امام فقط نماز پڑھانے ہی پر مامور نہ تھا بلکہ تعلیم دین کے علاوہ علاقے کے جھگڑوں کا فیصلہ بھی وہی کرتا۔ اور لوگوں کی عام اصلاح کا انتظام کرتا۔

آپ کی کوششوں کا دوسرا مرکز کارزار جہاد تھا۔ سکھوں سے انگریزوں کی پہلی لڑائی کے بعد گلاب سنگھ کو کشمیر اور بالائی ہزارہ کا علاقہ مل گیا۔ لیکن ہزارے میں اس کی حکومت مستحکم نہ تھی۔ ہزارہ اور کاغان کے غیرت مند مسلمانوں نے سوچا کہ آزادی حاصل کرنے کا یہ اچھا موقع ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کوششیں شروع کر دیں، اور ساتھ ہی عظیم آباد (پٹنہ) میں جناب ولایت علیؒ سے مدد کی درخواست کی اور اس مقصد کے لئے مجاہدین سرحد کی مختصر جماعت کے امیر، میر اولاد علیؒ سورج گڈھی بھی عظیم آباد پہنچے۔ جناب ولایت علیؒ نے جناب عنایت علیؒ کو بھیجنے کی تجویز کی۔ انہیں بنگال میں یہ پیغام ملا تو دو ہزار مجاہدین کے ساتھ عظیم آباد پہنچے۔ لیکن بنظر احتیاط اس جمعیت کو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بانٹ دیا گیا اور علیحدہ علیحدہ سرحد پر جانے کا انتظام کیا گیا۔ یہ ساری جماعت تو میدان جہاد تک نہ پہنچ سکی لیکن جب ۱۸۴۴ء میں جناب عنایت علیؒ سرحد پہنچے تو مجاہدین کی خاصی تعداد وہاں پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ آپ نے مقامی حریت پسندوں کے ساتھ مل کر عملی کوششیں شروع کیں۔ ہزارہ گزٹیئر کے مطابق انہوں نے شنکیاری، بیرکھنڈ، گڑھی حبیب اللہ اور اگرور کے قلعوں پر حملہ کر کے (سکھ) محافظ دستوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس سلسلے میں جناب عنایت علیؒ کو جو خاص کامیابی حاصل ہوئی وہ یہ تھی کہ مقامی معاونین کی مدد سے انہوں نے دسمبر ۱۸۴۵ء میں بالاکوٹ پر قبضہ کر لیا اور انہیں باقاعدہ امیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تسلیم کر لیا گیا۔ گڑھی حبیب اللہ محرم ۱۲۶۲ھ میں فتح ہوئی، اس کے چند ماہ بعد فتح گڈھ پر، جو سکھوں کا ایک مستحکم قلعہ تھا، قبضہ ہوا۔ اس کا اثر علاقے پر بہت ہوا اور سکھوں کے کئی قلعہ داروں نے قلعے خالی کر دیئے۔ وسط ۱۸۴۶ء میں مظفر آباد پر بھی قبضہ کر لیا۔ سکھوں نے اب مانسہرہ میں قدم جمانے کی کوشش کی لیکن شکست کھائی۔ چنانچہ مجاہدین نے تھوڑے وقت میں ایک وسیع خطے پر قبضہ جما لیا۔ اس تمام علاقے میں جناب عنایت علیؒ نے اسلامی طرز حکومت قائم کی اور شرعی احتساب و حدود کا سلسلہ جاری کیا۔

۹۔ اکتوبر ۱۸۴۶ء کو جناب ولایت علیؒ، علاقہ مجاہدین میں پہنچ گئے۔ ۱۶۔ اکتوبر کو جناب عنایت علیؒ نے امارت جہاد ان کے سپرد کر دی۔ اس کے بعد انگریزی فوج اس علاقے میں پہنچ گئی اور مجاہدین اسکے مقابلے میں شکست کھا گئے اور دونوں بھائیوں کو فوجی پہرے میں عظیم آباد بھیج دیا گیا۔ یہاں پہنچتے ہی جناب عنایت علیؒ پھر بنگال چلے گئے اور وہاں دو تین سال مصروف کار رہے۔ آپ کی صحیح تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔ جناب غلام رسول مہر کا خیال ہے کہ ۲۲ مارچ ۱۸۵۸ء کے ایک دو روز بعد انتقال کیا۔

بت شکن

(مؤلفہ جناب عنایت علی صادقپوریؒ)

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم کہاں تک حمد و شکر اس رب العالمین کا اس قلم چوبیں سے ادا ہو سکے کہ جس کے لکھنے میں لوح و قلم عاجز ہے۔ اور تحفہ درود کا اس خاتم النبیین ﷺ اور رحمت موجودات پر کیوں کر بھیج سکوں جس پر بھیجنے میں دلائل الخیرات قاصر رہے۔ اے پروردگار تو آپ اس پر اور اس کے آل و اصحاب پر اور اس کے نائبوں پر لاکھ لاکھ درود اور سلام بھیج، اور مجھ کو اس کے پس رؤوں میں دنیا سے اٹھا۔ آمین

بعد اس کے سنا چاہیے کہ چرچا وعظ اور نصیحت کا قدم کی برکت سے حضرت امیر المومنین سید احمد صاحب دامت برکاتہ کے جہان میں پھیل گیا۔ اکثر لوگ وعظ اور نصیحت سن سن کر مضامین حقہ کو سمجھنے لگے اور لاکھوں اپنے خدا سے لگ گئے اور گمراہیاں چھوڑ دیں، لیکن جن کو مجلس وعظ میں حاضر ہونے کی فرصت دنیا نہیں دیتی، ان کے واسطے بعضے لوگوں نے فقیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے درخواست کی کہ اگر چہ بہت لوگوں نے خدا کے فضل سے ہدایت پائی، پر ابھی لاکھوں شرک میں گرفتار ہیں، خصوصاً تعزیہ پرستی جو کھلی بت پرستی ہے، اور اچھے اچھے لوگ پڑھے لکھے اس میں پڑے ہیں اور ہر کسی کے سمجھانے پر کان نہیں دھرتے ہمیشہ نئی طرح کے وعظ کے محتاج ہیں۔ اگر قرآن اور حدیث اور عقل اور نقل سے اس کی برائی لکھ دیوے تو اللہ سے امید ہے کہ لوگوں کو بہت فائدہ دے گا۔

تعزیہ پرستی

تعزیہ پوجنے والوں سے اتنا پوچھنا چاہیے کہ اس وقت امام حسینؓ کہاں ہیں؟ اگر چہ ظاہر میں زبان سے تم کہو گے کہ جنت میں ہیں، لیکن تمہارے کام اور سلوک سے جو ان کے نام عمل میں لاتے ہو برخلاف پایا جاتا ہے اور ہم تو جانتے ہیں کہ بے شک امام جنت میں ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے...

عن مسروق قال سالنا عبد اللّٰه ابن مسعود عن هذه الآية، ولا تحسبنّ الذين قتلوا في سبيل اللّٰه امواتاً بل احياء عند ربّهم يرزقون۔(آل عمران: ١٦٩)۔

قال انّا قد سألنا عن ذالك رسول اللّٰه ﷺ فقال ارواحهم في اجواف طيرٍ خضرٍ لها قناديل معلّقة بالعرش تسرح من الجنّة حيث تشاء ثم تاوي الى تلك القناديل فاطّلع اليهم ربهم اطلاعةً فقال هل تشتهون شيئاً قالوا ايّ شئی نشتهي ونحن نسرح من الجنة حيث شاءت ففعل ذلك بهم ثلاث مرّاتٍ فلما رأوا انّهم لن يتركوا من ان يّسئلوا قالوا يا ربّ نريد ان تردّ ارواحنا في اجسادنا حتى نقتل في سبيلك مرّةً اخرى فلمّا رآى ان ليس لهم حاجة تركوا۔(صحیح مسلم: ١٨٨٧)

(مسروقؒ نے کہا ہم نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے سوال کیا اس آیت کے متعلق، ولا تحسبنّ ...، نہ جان ان کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں، مردے، بلکہ جیتے ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں، ...انہوں نے کہا ہم نے بھی پوچھا اس کو رسول اللہ ﷺ سے، سو فرمایا ارواح ان کی سبز جانوروں کے پیٹ میں ان کے رہنے کی جگہ قندیلیں ہیں لٹکی ہوئی میوہ کھاتے ہیں جنت میں سے جہاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چاہتے ہیں۔ پھر آتے ہیں اسی قندیل میں، پھر جھانکتا ہے ان کی طرف رب ان کا پھر پوچھتا ہے کیا چاہتے ہو۔ کہتے ہیں کیا چاہیں گے ہم، اور ہم تو میوہ کھاتے ہیں جنت میں جہاں چاہتے ہیں۔ سو کرتا ہے ان کے ساتھ اسی طرح تین دفعہ۔ سو جب دیکھتے ہیں کہ نہیں چھوڑے جاویں گے وے پوچھے جانے سے، عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب چاہتے ہیں ہم کہ ڈال دے ہماری ارواح جسموں میں ہمارے کہ قتل ہوویں تیری راہ میں دوسری دفعہ۔ سو جب جانتا ہے اللہ کی نہیں ہے ان کو کچھ حاجت، چھوڑ دیئے جاتے ہیں)۔

کہو یہ رتبہ پانے میں امام کے تم کو کچھ شک ہے؟

دوسری حدیث میں یوں آیا ہے:

انّ رسو ل اللّٰه قا ل لا صحا به لما ا صِيب ا خوا نكم با حدٍ جعل اللّٰه اروا حهم فى جو ف طيرٍ خضرٍ ترِد انهار الجنة تا كل من اثمارها و تا وى الى قنا ديل من ذهب معلقة فى ظلّ العرش فلمّا و جدوا طيب مأكلهم و مشر بهم و مقيلهم قا لوا من يبلّغ اخوا ننا عنا، انّا ا حياء فى الجنة لئلّا يز هدوا فى الجنة فلا ينكلوا عند الحر ب فقا ل اللّٰه تعا لى انا ابلّغهم عنكم فا نز ل اللّٰه تعا لى ، و لا تحسبنّ الذين قتلوا فى سبيل اللّٰه اموا تاً بل احياء عند ر بّهم ير ز قون فرحين (ابوداؤد:۲۵۲۰)

(پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا اپنے اصحاب کو کہ جب پہنچے تمہارے بھائی شہادت کو احد کی لڑائی کے دن۔ کیا اللہ نے ان کی روحوں کو سبز جانوروں کے پیٹ میں، جاتے ہیں جنت کی نہروں پر ،کھاتے ہیں اس کے میوے اور آتے ہیں قندیلوں میں سونے کی جو لٹکتے ہیں عرش کے سایہ میں ۔سو جب پاتے ہیں اچھے کھانے پینے، اور سونے کی جگہ، کہتے ہیں کون پہنچا وے ہماری خبر ہمارے بھائیوں ہو، کہ ہم لوگ جیتے ہیں جنت میں کہ وے کوشش کریں بہشت کی، پھر نہ سست ہو جاویں جہاد میں۔ سو فرمایا اللہ نے میں پہنچاتا ہوں تمہاری خبر۔ پھر اتاری اللہ نے یہ آیت، و لا تحسبن اللّٰه.. نہ جان ان کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے، بلکہ جیتے ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں ستھری)

اور بے سمجھ لوگ جو بات امام کے ساتھ عمل میں لاتے ہیں وہ یہ ہے کہ دکھ مصیبت میں ان کو پکارتے ہیں اور بیٹا بیٹی مانگتے ہیں، اس آیت کی دلیل سے کہ اللہ نے شہیدوں کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زندہ فرمایا ہے ہماری پکار کو سنتے ہیں۔ان کا حال ویسا ہی ہے کہ لا تقربوا الصلوۃ کو تو دیکھتے ہیں اور و انتم سکاری ۔(نساء : ۴۳)ان کی نظر سے سوجھتا نہیں ،آگے اس کے اللہ نے فرمایا ہے و لکن لا تشعرو ن یعنی شہید جیتے ہیں،اس کے یہ معنی نہیں کہ جیسے تم جیتے ہو، ویسے وہ بھی جیتے ہیں ، بلکہ ان کی زندگی کو تم نہیں سمجھ سکتے کہ کیسی ہے۔

اور اگر یہی مراد ہوتی تو شہید کا ترکہ شرع میں کیوں بٹتا، اس کی جورو سے کسی کو نکاح درست نہ ہوتا۔ ہر چند حقیقت حال اللہ ہی خوب جانتا ہے لیکن تھوڑا سا جو اللہ نے ہم کو سمجھا دیا ہے، اس کو بیان کرتے ہیں:

کہ ایک شخص مردہ پڑا ہے اور دوسرا زندہ کھڑا ہے ،تو دونوں صورت وشکل میں برابر ہیں ۔ پر فرق دو بات کا ہے کہ ایک تو زندہ کو آرام وراحت ، کھانا پینا ، اچھے لوگوں میں بیٹھنا، اولاد ہونی حاصل ہے ۔دوسرے، نماز روزہ حج زکوۃ خیر خیرات تلاوت قرآن جاری ہے۔اور جو مردہ ہے اس سے یہ دونوں کام منقطع ہو گئے ،لیکن شہید سے نہیں ،اس واسطے شہید کو مردہ کہنا منع ہوا ،کیونکہ اس کو جنت میں آرام وراحت ، اچھے میوے اچھا کھانا، ہزاروں حصہ دنیا سے بہتر ملتا ہے۔ دوسرے نماز روزہ حج زکوۃ خیر خیرات کا ثواب شہید کا بند نہیں ہوتا کیونکہ آگے وہ اکیلا نماز پڑھتا تھا، اب اس کے سبب ہزاروں نمازی ہو گئے ۔آگے وہ اکیلا حج کرتا تھا اب اس کے سبب ہزاروں حاجی ہو گئے ۔آگے وہ اکیلا روزہ رکھتا تھا، اب لاکھوں روزہ دار ہوئے، اس کا ثواب بند نہیں بلکہ جوں جوں دین ترقی کرتا جاتا ہے اس کے ثواب کو ترقی ہے۔اس حساب سے شہید پر کیا موقوف ہے ،اگر اولیاء اللہ جو دین جاری کر گئے ان کو بھی زندہ کہیے تو درست ہے۔

بعضے کہتے ہیں کہ ہم ان سے بیٹا بیٹی نہیں مانگتے، مگر ان سے کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے مقرب ہیں، اللہ کے حضور میں دعا کیجئے کہ اللہ میری مراد پوری کرے۔اس میں کیا قباحت ہے۔

ان سے کہو کہ اس کہنے میں کچھ قباحت نہیں لیکن اگر وہ تمہارے پاس آویں تو کہو۔

تب کہتے ہیں ہم پیروں کے مزار شریف پر جا کر پکار کر کہیں گے۔

ان سے کہو کہ کوئی کسی کے دروازے پر جا کے اپنے مطلب کو نہیں کہنے لگتا، جب تک اس کو اپنی نظر کے سامنے نہ بلا لے، اور بلا نے میں کچھ اس کی بزرگی نہیں جاتی ۔ پر بے بلائے دروازے سے باتیں کرنی نشان ہے جنون کا۔ یا تم خدا کا سا سننے میں ان کو شریک کرتے ہو، تو تم میں اور جو پیروں سے بیٹا بیٹی مانگتے ہیں، ان میں اتنا فرق ہوا کہ وے شرک فی التصرف میں گرفتار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں اورتم شرک فی السماعت میں ۔غرض شرک فی الصفات میں تم دونوں پڑے ہو۔ پرتم سمجھتے ہو کہ ہم اپنے ذہن کی تیزی سے نکل گئے ۔کیونکہ شرک فی الصفات اسی کو کہتے ہیں کہ جیسی جیسی صفت اللہ میں ہے کمال کے ساتھ تو اس کے برابر وہ صفت دوسرے میں ٹھہرانا:

مثلاً اللہ سمیع ہے۔ ہر چند انسان بھی ہے، لیکن اللہ دور اور نزدیک سب جگہ سے برابر سنتا ہے اور اللہ نے یہ نہیں کہہ دیا کہ نبی ولی بھی دور اور نزدیک سے برابر سنتے ہیں بلکہ خدا جا بجا قرآن میں فرماتا ہے کہ یہ مجھی میں طاقت ہے، دوسرے میں نہیں ۔اب کوئی کہے کہ وہ بھی ایسا ہی سنتے ہیں اس کا دعوی بے دلیل ہے اور وہ مشرک ۔اور اگر پیر اور اللہ دونوں برابر سنتے ہیں تو اللہ اور پیر میں فرق کیا ہوا۔تم بتاؤ ؟ اسی طرح اللہ کے واسطے کوئی پردہ نہیں۔ انسان کے سامنے پردہ ہو تو کچھ دیکھ نہ سکے۔ پردہ نہ ہوگا تو جہاں تک نگاہ کی حد بندی ہے وہیں تک دوڑے گی آگے نہیں ۔اگر انسان میں کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ فلانا چھپے چھپے دور و نزدیک سے برابر دیکھتا ہے وہ بھی مشرک ہے۔

اسی طرح اب سمجھو وہ جنت جس کی چوڑائی ساتوں آسمان وزمین کے برابر ہے اور تمام آباد، کہیں جنگل اور ویران نہیں ، ایک بالشت زمین اس کی ، قیمت میں ساری روئے زمین سے زیادہ ۔ایک ادنی مکان وہاں کا تمام دنیا کے محل سے بہتر ۔ یہ نعمتیں اللہ نے امام کو بخشیں ۔ بے شک وہ ایسے عیش میں اس وقت ہیں ..... ہم کو تو اگر ہمارے بیٹے کے ہاتھ کا مہری خط لکھ کر آوے کہ ہم دلی کے بادشاہ ہوئے تو ویسا یقین نہیں ہوگا جیسے اپنے امام کے جنت میں جانے اور عیش کرنے کا یقین ہے کیونکہ اللہ اور رسول کا خط سب سے سچا

عن ام الربیع بنت البراء و ھی امّ حارثه بنت سراقه اتت النبی ﷺ فقالت یا نبی اللّٰه الا تحدّثنی عن حارثة و کان قتِل یوم بدرٍ اصابه سهم غرب ، فان کان فی الجنة صبرت و ان کان غیر ذلک اجتهدت علیه فی البکاء فقال یا امّ حارثة انّها جنان فی الجنة و ان ابنک اصاب الفردوس الاعلی

(بخاری:۲۸۰۹)۔(ربیع بنت براء ماں حارثہ بن سراقہ کی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور پوچھا اے نبی اللہ کہیے مجھ سے حارثہ کا حال ۔ وہ مارا گیا بدر کے دن لگا اس کو ایک تیر غیبی ۔سو اگر ہووے وہ جنت میں صبر کروں اور اگر ہووے کچھ اور کوشش کروں اوپر اس کے رونے کے ۔ سو فرمایا: اے حارثہ کی ماں جنت میں کتنے درجے ہیں اور وہ وہ تیرا بیٹا پہنچا فردوس اعلی کو)۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان والی عورتوں کا حال یہ تھا کہ اپنے عزیز کے مرنے سے نہیں روتیں اور جینے سے نہیں ہنستی تھیں بلکہ تحقیق کرتیں کہ جنتی ہوا یا دوزخی۔ اگر معلوم ہوا کہ جنتی ہوا تو کچھ غم نہیں لیکن دوزخی ہونے کا البتہ غم ہے۔

ان سب باتوں کو سن کر کہتے ہیں کہ صاحب یہ تو سچ ہے کہ امام کو اللہ نے عیش دیا، ...لیکن جس دن ہمارے امام صاحب کا دریا کے کنارے پیاسا گلا کٹا اور تمام بدن سر سے پاؤں تک زخموں سے ٹکڑے ہوا.. بھلا کیونکر اس کو یاد کر کے غم نہ کریں۔ ان کو یوں سمجھانا چاہیے کہ ہم تم کو ایک مثل کہتے ہیں کان دھر کے سنو۔ ایک بڑھیا تھی اس کے بیٹے کے پھوڑا نکلا۔اس نے جب شدت کی تمام رات اسے چین نہ لینے دیا۔کراہتے گزری، درد کی مصیبت سے آب و دانہ حرام ہو گیا اتنا رویا کہ منہ سرخ ہو گیا، ہونٹ خشک ہو گئے۔ایک نہالچہ پر تکیہ رکھے پڑا کروٹیں لیتا تھا۔اس کی ماں سرھانے بیٹھی رات دن رومال ہلاتی اور درد فرزند سے بیقرار منہ ڈھانپ کر روتی تھی، کھانا سونا خواب و خیال ہو گیا۔ بعد کئی دن کے اللہ نے فضل کیا، پھوڑا پھوٹا، لہو پیپ بہت نکلا، مرہم پٹی ہوتے ہوتے زخم چنگا ہوا۔اس بڑھیا نے وہ دن اور تاریخ یاد رکھا۔ جب برس کے دن وہ تاریخ آتی تو اسی چارپائی پر نہالچہ بچھا تکیہ رکھ سرہانے بیٹھ ہاتھ میں رومال لئے منہ ڈھانپ خوب روتی اور اس پھوڑے کا بیان کرتی اور تمام دن رات کھانا نہ کھاتی۔ آخرش کو وہ لڑکا جوان ہوا اس کی شادی رچی اور تیاری شروع ہوئی، آخر شادی کا دن آیا۔ بی بیاں جمع ہوئیں۔ باہر ناچ تماشا ہونے لگا مجلس جمع ہوئی برات دھوم دھام سے نکلی۔ نکاح ہوا۔خوبصورت دلہن کو بہت دان دہیز سے گھر میں لایا۔ دلہن کے گھر میں آنے کی خوشی ہو رہی ہے۔ دلہا باہر سلامتی سے مجلس میں بیٹھا سہرا باندھے ناچ دیکھ رہا ہے۔ گھر میں دلہن کو بی بیاں آراستہ کرتی ہیں اور ڈومنیاں طبلے پر تھاپ مارتی ہیں کہ اتنے میں دولھا کی ماں کو یاد آ گیا کہ آج ہمارے لڑکے کی تاریخ ہے، جلدی سے چارپائی بچھا اس پر نہالچہ ڈال تکیہ اسی طرح منہ ڈھانپ کر زار زار رونے لگی۔ گھر سے باہر تک تمام شور پڑ گیا کہ دلہا کی ماں منہ ڈھانپ کر کیا جانے کیوں روئی ہے۔ساری بی بیاں گرد ہوئیں پوچھتی ہیں کہ کسی کے مرنے کی خبر آئی ہے؟ جو تم روتی ہو۔کوئی کہتا اس کو اپنا خاوند یاد آیا، کوئی کہتا اس کو ماں یاد آئی۔اس نے کہا اری بی بیو! یہ سب کچھ نہیں، میرے رونے کی کیا پوچھتی ہو۔ بارہ برس ہوئے کہ آج ہی کے دن ہمارے صاحبزادے کے پھوڑا نکلا تھا، اسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چار پائی پر یہی نہالچہ بچھا تھا اور تکیہ سر کے تلے دیئے درد کے مارے لوٹتا تھا اور میں اپنے دل کو پتھر کیئے سرھانے رومال لئے مکھی ہلاتی تھی ۔ بہن آج وہی تاریخ ہے ۔ میں ہر سال بچہ کی تاریخ کیا کرتی ہوں ۔ آج میں کم بخت بھول گئی تھی ۔

بی بیوں نے کہا، اے بی بی دیوانی ہوگئی ہو، چلو منہ ہاتھ دھوؤ کھانا کھاؤ یہ کیا تم نے شادی والے گھر میں بری فال نکالی ہے ۔ کب کی بات کب گذری ۔ اللہ نے فضل کیا وہ دکھ درد دور ہوا آج تمہارے بچہ کی شادی رچی ہے وہ مزے سے مجلس میں مسند لگائے سلامتی سے ناچ دیکھ رہا ہے اس کی دلہن گھر میں آئی ۔ آج تخت کی رات تم نے کہاں کی بات یاد کر کے رونا مچایا ہے ۔ تو یہ جواب دیتی ہے کہ جس کو پاؤں نہ پھٹے بوائی وہ کیا جانے درد پرائی ۔ بی بیو! جس کے جی کو لگتی ہے وہی جانے ، تم اس دن ہوتیں تو دیکھتیں کہ کیسی میرے بچے پر مصیبت گذری تھی ۔ بی بیوں نے کہا چلو کنارے بیٹھو ۔ بڑی انوکھی درد والی تمہیں کو دیکھا ، ایک تم ہی کو لڑکا تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے اور ہم میں سے کسی کو نہیں ۔ ساری بی بیاں تو اسے پاگل کہتی ہیں اور وہ سب کو ، اور کہتی ہے کہ میں بارہ برس سے کرتی چلی آئی ہوں ۔ اب آج تم لوگوں کے کہنے سے چھوڑ دوں گی ۔ اب انصاف کی نظر سے غور کر کے دیکھو تو پاگل کون ہے؟ وہ بڑھیا ، یا سارے جہان کی عورتیں ۔ پس اسی طرح سمجھو کہ اگر وہ بڑ گیا دیوانی ہے تو محرم میں امام کا نام لے کر غم کرنے والوں کو سو حصہ اس سے زیادہ خبط ہے کیونکہ اس کے بیٹے کی مصیبت کو بارہ برس گذرے اور امام پر مصیبت گذرے بارہ سو برس (بوقت تالیف کتاب بت شکن) اور آج بے شک وہ جنت میں عیش کرتے ہیں ۔.....

اگر کہو کہ ہم امام کے غم کے سبب سے ڈھول دھراتے ہیں ۔ بھلا ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ باپ کے مرنے میں تم نے ڈھول نہیں دھرایا ، ماں مری تب نہیں دھرایا ، بھائی مرا تب بھی نہیں ، بلکہ برس دن تک بیٹے کی شادی موقوف رہی ، کہتے ہو کہ بے ڈھول شادی حرام ہے ۔ اور باپ مر گیا ڈھول کیوں دھراویں ۔ اگر کوئی میراثی کلانوٹ یا بجنیا بھول کر عید بقر عید کا دن دیکھ گانے بجانے کو آپ سے تمہاری طرف آ گیا ۔ لوگوں سے کہتے ہو کہ اس کو کہہ کہ ہمارے باپ کی برسی ابھی نہیں ہوئی ۔ یہ غمی کا گھر ہے یہاں نہ بجاؤ ۔ اور امام کا غم بے ڈھول بجائے درست ہی نہیں ہوتا ۔ اب صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام کے دشمن ہو ۔ سچا غم ہوتا تو باپ کے غم میں ضرور ڈھول دھراتے اور الٹا خفا کیوں ہوتے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی کہے کہ تم کو پہلے کہہ چکے ہو کہ امام کا دوست جو ہوگا وہ خوشی کرے گا کہ امام جنت میں ہیں۔ پھر کیوں ہماری خوشی پر طعن کرتے ہو۔ ان سے کہو انما الاعمال بالنیات۔ (صحیح بخاری: ۱) جیسی نیت ہی ویسا ہی پھل ملے۔ تم اگر یہی جان کے خوشی کرتے کہ ہمارے امام جنت میں عیش کرتے ہیں، تو تم پر کچھ الزام نہ تھا۔ تم تو دعوی کرتے ہو کہ ہم امام کا غم کرتے ہیں اور الٹے سامان کرتے ہو خوشی کا۔ یہ کام منافقوں کا ہے، اور عالم لوگ جو بیٹے کی شادی میں ڈھول دہرانے کو منع کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈھول بجانا حرام ہے اور جب کوئی آدمی حرام فعل کرتا ہے تب اس کے دل سے ایمان نکل جاتا ہے، اور بے توبہ خالص کے پھر ایمان دل میں نہیں آتا، اور اسی حالت میں نکاح پڑھایا جاتا ہے، وہ نکاح کب حلال ہوا۔ اشراف بھلے آدمی کی لڑکی جو اپنے بھائیوں کے سامنے آنے میں شرماتی ہے اور غیر کے پاس نکاح حلال ہونے کے سبب جاتی اور آبرو دیتی ہے۔ جب نکاح ہی درست نہیں تو تمام عمر اشراف بھلے آدمیوں کے گھر میں حرام ہوتا رہا اور اولاد حرام زادی ہوتی رہی۔ سوچو تو کتنے بڑے غضب کی بات ہے۔

بعضے لوگ یہ سن کر بہت چڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہم سب کو حرام زادہ بناتے ہو۔ ان سے کہو کہ تمہاری وہ مثل ہے کہ ایک شخص رات دن جھوٹ بولا کرتا تھا۔ اس کو کسی نے جھوٹا کہا، وہ لگا مارنے پیٹنے۔ لوگوں نے کہا تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے تو کیوں لوگ تجھ کو جھوٹا کہیں۔ کہنے لگا کہ جھوٹ بولتا ہوں اپنے منہ سے، لوگ کیوں جھوٹا کہتے ہیں، ان کے منہ سے تو نہیں بولتا۔ اسی کو کہتے ہیں کہ ایک تو چوری دوسرے سینہ زوری۔ اور جب ہم تم سے مجلس میں پوچھتے ہیں کہ آپ کی والدہ کا کیا نام، اور آپ کی بہن کا کیا نام ہے، تو خفا ہو کر کہتے ہیں کہ بھلے آدمی کہیں اپنی اشراف بی بیوں کا نام بھی بھری مجلس میں لیتے ہیں؟

بھلا بھائیو! انصاف کرو کہ تم یہاں تو فقط نام پوچھنے سے اپنی بی بیوں کے مجلس میں اس قدر خفا ہوتے ہو، قیامت میں رسول اللہ ﷺ اور ان کے نواسے کو کہ ان کی نیک بی بیوں کی رسوائی مجلس میں گاتے پھرتے ہو جس میں ہندو اور نصاری ہنس کر یوں کہتے ہیں کہ ان کے یہی پیشوا تھے جن کا یہ حال بیان کرتے ہیں، کیا منہ دکھاؤ گے۔ عجب بے حیا ہو کہ اس پر بھی تمہیں غیرت نہیں آتی۔ اور تعزیہ پوجنا نہیں چھوڑتے اور دوسرے محرم کی نویں تاریخ کو دستور یوں ہے کہ اول حاجتی لوگ شام سے منتظر رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب امام صاحب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تخت پر بیٹھیں تو ہم شربت، مالیدا، تل، چاؤلی لے جاکر حاضر کریں۔ عورت مرد ایک ایک سے پوچھتا ہے کہ دیکھو امام صاحب تخت پر بیٹھے ہیں یا نہیں۔ گھڑی گھڑی آتے ہیں اور پھر جاتے ہیں کہ ابھی امام صاحب تخت پر نہیں بیٹھے۔ آخرش خدا خدا کر کے امام صاحب پگڑی پہن، سہرا باندھ بن ٹھن کے تخت پر آبیٹھے تب لوگ شیرینی، مالیدا، تل چاؤلی لے کر دوڑے اور تین تین سلام ادب سے بجالا کر سجدہ کیا، ہاتھ باندھ کر دور کھڑے ہوئے، شربت مالیدہ، حلوا مانڈہ، نذر چڑھایا، حاجت چھوٹی بڑی عرض کی۔ دل کا جتنا مقصد زبان سے بیان کرنے کا تھا وہ زبان سے بیان کیا، باقی عرضی میں لکھ کر دستخط کے واسطے تخت کے پایہ میں باندھ دیا۔ یہ سب کچھ ہوا کر اب ذرا ہم کو بتاؤ کہ اب کون آ کر امام صاحب کو شہید کر گیا جو تم چلے فجر کو دفنانے۔ ابھی تو اچھی طرح سے امام صاحب نے نہ سجدہ سلام لیا، نہ عرضی پر دستخط کئے نہ حلوہ مالیدہ کھایا نہ کچھ دکھ درد لوگوں کا سنا، نہ بیماروں کی بیماری کی دوا بتائی۔ سو قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر والے ہی نے اس کو مارا جس کے گھر رات کو رہے۔ دیکھا کہ اس میں کوڑی، پیسا، شیرینی مٹھائی بہت چڑھی ہے مار ڈالیں گے تو سب میرے ہی ہاتھ لگے گی۔ زر کی ایسی طمع ہے کہ آدمی امام کا بھی دشمن ہو جاتا ہے۔ اور اب ذرا انصاف کرو بھائیو! کہ ذلیل سے ذلیل مسلمان کا اگر ذرا سا چھوکرا بھی مر جاوے تو بے نماز کے کوئی گاڑتا نہیں، امام کی لاش بے نماز گاڑتے ہو۔ اور عجب امام کا ماننا ہے کبھی تو امام کہتے سجدہ کرتے روزی مانگتے ہو اور کبھی اس پر جوتی پیزار کرتے ہو جیسا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دو تعزیئے کربلا کو چلے، ہر فریق اپنے تعزیئے کو دوسرے سے آگے نکال لے جانا چاہتا تھا۔ جوں ہی ایک تعزیہ دوسرے تعزیئے کے آگے نکلا، لکڑی پتھر اس پر پڑنے شروع ہوئے اور کہنے لگے کہ ہیں! بھلا ہمارے امام صاحب کے آگے دوسرے محلے کا امام جا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اور اس میں جو کچھ بنا رکھا تھا سب کو توڑ تاڑ چورا کر کے رکھ دیا۔ یہی حال انہوں نے امام کے ساتھ کیا۔ غرض کربلا میں پہنچنے بھی نہ پائے کہ رستے ہی میں دونوں کے ڈھیر ہو گئے۔ علم شدے پنجے وغیرہ جو رہے ان کے یار لوگوں نے کوڑے کر کے خوب گل چھرے اڑائے۔ کسی نے پوچھا کہ تمہارا تعزیہ آج کربلا نہیں گیا؟ تو جواب دیا کہ ہم مرگھٹ میں جا کے پھونک آئے۔ اور کسی نے بڑے فخر سے یہ آن کے بیان کیا کہ ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ امام پر جوں ہی لکڑی پڑی اتنا خون بدن سے بہا کہ بند ہی نہ ہوتا تھا۔ پچپیوں سے خون کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نکلنا آج تک کسی نے سنا ہوگا ۔ یہ ہیں ان کے امام اور یہ ہیں محبان امام ، دوسرا شخص ایک لکڑی بھی مارتا تو اس کے جانی دشمن ہو جاتے ان کم بختوں نے امام کا یہ حال کیا اس وقت کوئی انکا حمایتی نہ کھڑا ہوا۔ اور کسی نے اتنا نہ کہا کہ اے بے دینو! بدبختو! کل جس کی محبت کا دم بھرتے اس کے آگے سجدہ کرتے اس سے مرادیں مانگتے تھے جس کی بدولت پیسہ کوڑی گٹے حلوا مالیدہ کھاتے تھے آج تم نے اس کا یہ لکھا پورا کیا۔ ایسا تو ہندو بھی اپنے بتوں کے ساتھ نہیں کرتے ۔ یہ تو یہ ان کے امام کی ماشاء اللہ بڑے عزت دار اور بڑے غیرت مند معلوم ہوتے ہیں کہ اس سال ان لوگوں کے ہاتھوں ایسی کچھ ان کی ذلت اور رسوائی ہوئی دوسرے سال پھر وہیں اسی جگہ اور ان ہی لوگوں میں موجود ہو۔ برخلاف اس کے ہمارے امام ہیں کہ جنت میں عیش کرتے ہیں، نہ گڑ کا مالیدہ کھانے کو آتے ہیں نہ ان کی ایسی فضیحت ہوتی ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ،امام حسین رضی اللہ عنہ سے کم مصیبت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اوران کے گھر والوں پر نہیں ہوئی ۔ تاریخوں کو دیکھو تو معلوم ہو۔ ان کا تو کوئی تعزیہ نہیں بنتا اگر مصیبت پر تعزیہ بنانا موقوف ہے تو ان کا بھی بنانا چاہیے کیونکہ اہل سنت کی کتابوں میں ان کا بھی مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کم نہیں لکھا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں ان سے بیاہی گئیں، ایک کے مرنے کے بعد دوسری ۔ اور اگر شہادت پر تعزیہ بنانا موقوف ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تعزیہ بناؤ کہ یہ سب شہید ہوئے ہیں، فقط امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسین رضی اللہ عنہ کی تخصیص کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یا اور بزرگوں کا تعزیہ نہ بنایا تو ان کی بزرگی کچھ گھٹ نہ گئی ۔لوگ کہتے ہیں تعزیہ سے امام کا نام جاری ہے ۔ یہ نہیں جانتے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تو نہیں بنا ان کا نام کیونکر جاری ہے ۔ اور ہر دم نام لینے سے کچھ ان کی بزرگی اللہ کے نزدیک حضرت عثمان سے بڑھ نہیں گئی ۔ اگر یہ کہو کہ ان کا بھلا نہیں ہمارا بھلا ہے، سو اس سے زیادہ بھلا ہے اللہ کا نام لیا کرنے میں ۔ بعضے تعزیہ پرستی میں یہ خوبیاں بیان کیا کرتے ہیں کہ اس کے سبب محرم میں جتنے اہل حرفہ ہیں، سب کی روزی جاری ہوتی ہے، اور فقیر فقراء کو کھانا بہت بانٹا جاتا ہے، اگر محرم موقوف ہو جاوے تو یہ سب بات موقوف ہو جائے گی۔ ان کو سمجھانا چاہیے کہ اس سے تعزیہ پرستی کا حق ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ایسی نیکیاں ہندوؤں کے بتوں کے میلے کے دنوں میں بھی جاری ہوتی ہیں ۔ اور کھانا کھلانے کا ثواب رمضان شریف میں زیادہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان میں ایک نیکی کرنا ایسا ہے جیسا دوسرے دنوں میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ستر نیکیاں کرنا۔ اور تعزیہ کا بت ہونا صریح ظاہر ہے، جو اس کے بت ہونے میں شبہ کرے وہ نرا اندھا ہے کچھ دلیل لکھنے کی حاجت نہیں۔ تمام قرآن اور حدیث شرک وکفر کی برائی اور بت پرستی کی مذمت سے مالا مال ہے لیکن اس جگہ دو روایتیں اور ان کا ترجمہ لکھتا ہوں کہ اشارے کے واسطے کافی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے من جدّد قبراً و مثّل مثا لاً فھم ملعو ن جس نے نئی کی قبر یا اس کی شکل بنائی سو وہ ملعون ہے۔ اور دوسری جگہ آیا ہے من زار قبراً بلا مزارٍ فھو ملعو ن جس نے زیارت کی اس قبر کی جس میں لاش نہیں سو وہ ملعون ہے۔ اور اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا ما ھذہ التّما ثیل الّتی انتم لھا عا کفو ن (انبیاء:۵۲)۔ (کیا ہیں یہ بت جن سے تم لگے بیٹھے ہو) اپنے بنائے ہوئے کے سامنے آپ سجدہ کرنا، اس کو بت پرستی کہتے ہیں۔ اور بت کی دو قسمیں ہیں۔ صنم اور وثن۔ جاندار کی شکل بنا کر اس کے سامنے سجدہ سلام کریں، اس کو صنم کہتے ہیں۔ اور جان دار کے سوا اور کوئی شکل بنانا۔ یا کسی درخت یا کوئی جگہ کو پوجنا اس کو وثن کہتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ ہم تو اس لکڑی کو سلام نہیں کرتے اور اس سے حاجت نہیں مانگتے۔ ان سے کہو کہ ہندو سے پوچھو کہ جو پتھر کا لنگ بناتا ہے وہ بھی کہتا ہے کہ ہم تو اس پتھر کو سلام نہیں کرتے اور اس سے حاجت نہیں مانگتے بلکہ ہم تو مہا دیو سے حاجت مانگتے اور ان کو سلام کرتے ہیں۔ اور اللہ رب العالمین سورہ یوسف میں فرماتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے قید خانہ میں قیدیوں کو سمجھانا شروع کیا اس طرح کہ:

یا صاحبی السجن أ أر با ب متفرّقون خیر ام اللّٰہ الوا حد القھّار

(یوسف:۳۹) (اے قید خانہ کے بھائیو! کیا کئی خداوند جدا جدا بھلے، یا اکیلا جو بڑ قہر والا ہے)

اور بعضے کہتے ہیں کہ ہم حضرت امام کے روضہ کی نقل بناتے ہیں۔ ان سے کہو کہ جب تم اس کو پوجنے لگے تو مشرک ہوئے اور حضرت امام کے روزہ کی تو ایک شکل بنی ہوئی ہے اور یہ جو تم ہزار شکل کے تعزیئے بناتے ہو تو سب ان کی نقل نہیں ہو سکتے۔ ایک سال ایسا ہوا کہ محرم کا عشرہ اور ہندوؤں کا رتھ جاترا ایک دن پڑا۔ جب بازار میں ڈھپ ڈھپ بجتا، لوگوں کی بھیڑ چلی آتی دیکھی تو مسلمان تعزیہ پرستوں نے سمجھا تعزیہ آتا ہے اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اونچا سا لکڑی کا بنا ہوا اور اس پر چنور ہوتا دیکھ کر دست بستہ ہو کر ادب سے سلام بجالائے۔ نزدیک پہنچے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ رتھ جاترا ہے۔ توبہ توبہ کر کے دکا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ن میں غیرت سے گھس گئے اس واسطے کہ جو تعزیہ نہیں پوجتے ٹھٹھا کریں گے۔ اور کبھی ایسا ہوا کہ ڈھپ ڈھپ کی آواز سن کر ہندوؤں کو دھوکہ ہوا وہ سمجھے کہ ہمارا ٹھا کر چلا آتا ہے۔ جب بہت قریب پہنچے تب معلوم ہوا کہ تعزیہ ہے۔ اور کبھی یوں ہوا کہ دور سے اس کی چھتری اور ڈھول بجتا چنور ہونا دھوم دھام سے آتا ہوا دیکھ کر ہندو کہنے لگے کہ ہمارا ٹھا کر ہے اور مسلمان کہنے لگے کہ ہمارا تعزیہ ہے۔ آخر خوب ردو بدل ہوئی اور آپس میں شرط ہونے کی نوبت پہنچی ۔ یہ ہتک اور فضیحتی دیکھ کر کتنے ہی غیرت والے مسلمانوں نے اسی سال تعزیہ پوجنے سے توبہ کی ، اور جو بے غیرت ہیں وہ کسی طرح نہیں چھوڑتے ۔ ...

مرید ہوگئے عالم تمام لکڑی کے
جو پاؤں پڑنے لگے صبح و شام لکڑی کے
جہاز و مہندی و شدہ و نشان و علم
بنائے لوگوں نے بت لا کلام لکڑی کے
وہ دیکھتا ہی نہیں کون مجھ کو پوجے ہے
ہزار تم کرو آگے سلام لکڑی کے
ذرا تو غور کرو دل میں کیا وہ کھاتا ہے
جو لے کے جاتے ہو آگے طعام لکڑی کے
کریں ہیں عیش ہمارے امام جنت میں
یہاں پڑے ہیں تمہارے امام لکڑی کے
کوئی امام کہے کوئی شدہ و تابوت
یہ سارے رکھ لئے لوگوں نے نام لکڑی کے
خدا کے در سے وہ مردود ہوگئے سارے
جو معتقد ہوئے ہر خاص عام لکڑی کے
نکالو کھود کے ہندو کی طرح پتھر کا
یہ پائے دار نہیں ہوتے کام لکڑی کے

(منقول از مجموعہ رسائل تسعہ ص۹۴ تا ۱۰۶ مختصراً)

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فیاض علی صادقپوری

آپ کا اسم گرامی فیاض علی بن مولانا الٰہی بخش بن شیخ ہدایت علی ہے۔ آپ نے درسی کتب اپنے برادر بزرگ مولوی احمد اللہ سے پڑھیں اور سند حدیث مولانا ولایت علیؒ سے لی۔ از بس ذہین و ذکی تھے۔ اول کچھ درس و تدریس کی طرف متوجہ ہوئے مگر پھر شب و روز حاضر باش مولانا ولایت علیؒ کے رہا کرتے تھے اور ان کے خلفائے عظام سے ہوئے۔ آپ نے جس قدر فیض اپنے مرشد مولانا ولایت علیؒ سے حاصل کیا شائد کسی نے اتنا حاصل کیا ہو۔ آپ کا وعظ نہایت پر اثر ہوتا قرآن و حدیث کے بیان معنی و نکات میں ایک ملکہ خاص رکھتے تھے۔ آپ کے وعظ میں بڑے بڑے علماء اور ان پڑھ دونوں اپنے فہم اور حوصلہ کے موافق لطف اٹھاتے اور محظوظ ہوتے۔ آپ فن مناظرہ میں بھی ید طولی رکھتے تھے۔ آپ کی تقریر ایسی قلّ و دلّ ہوتی تھی کہ بڑے بڑے عالموں کو بجز سکوت کچھ بن نہیں پڑتا تھا، چنانچہ مولانا محمد فصیح غازی پوریؒ سے مجمع عام میں پٹنہ میں جو مناظرہ ہوا وہ مشہور و معروف ہے مولانا فصیح نے مجمع عام میں اقرار کیا۔ ہندوستان کے دور و سیر میں بھی بہت عالموں سے آپ کو مناظرہ کی نوبت پہنچی اور آپ ہمیشہ فائز المرام رہے۔

حضرت مولانا ولایت علیؒ عرف بڑے حضرت کا جب اول سفر ملک کاغان پکھلی کی طرف ہوا، تو آپ بھی ہمراہ تھے اور وہاں گلاب سنگھ وغیرہ سکھوں کے لشکر کے مقابلہ میں آپ نے بہت کچھ جوانمردی اور بہادری دکھائی۔ آپ بہت مرتبہ چھوٹے چھوٹے سریہ پر افسر کر کے بھیجے گئے اور کار نمایاں دکھلایا۔ آپ بڑے حضرت کے ساتھ بطور وزیر و مشیر کے رہا کرتے۔ آپ کی فہم و فراست جیسی علوم کتابی میں فائق تھی ویسا ہی امور تمدنی میں۔ پھر جب بڑے حضرت اس ملک سے واپس آئے تو آپ بھی ان کے ساتھ تشریف لائے اور جب تک بڑے حضرت اس شہر پٹنہ میں مقیم رہے آپ بھی ان کے ساتھ رہے اور پھر دوبارہ بڑے حضرت ملک سوات و بنیر روانہ ہوئے آپ بھی ہمراہ ہوئے اور وہاں قریب چھ سات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برس کے رہے۔ جب بڑے حضرت کا انتقال ہو گیا اور وہاں کچھ کاموں میں فتور آ گیا تب (جناب عبدالرحیم صادقپوریؒ کے والد) چھوٹے حضرت نے آپ کو بلا لیا۔ اس وقت سے آپ چند برس پٹنہ میں رہے۔ چھوٹے حضرت کا آپ وہی ادب و لحاظ فرماتے جیسا بڑے حضرت کا فرماتے تھے۔

الغرض جس روز سے آپ نے بڑے حضرت مولانا ولایت علیؒ کی بیعت کی ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ سفر و حضر میں ساتھ رہے، انواع و اقسام کی تکالیف اور مصائب مثل فاقہ کشی، آبلہ پائی، پیادہ روی منازل بعیدہ کی آپ نے اٹھائی۔ صبر و استقلال سے تمام مصائب برداشت کئے اور عسر و یسر میں صابر و شاکر رہے۔ جب چھوٹے حضرت کا پٹنہ میں انتقال ہو گیا تو آپ مع اہل و عیال ملک سوات بنیر چلے گئے، اور وہیں بقیہ عمر عبادت و ریاضت میں بسر کی۔ آپ مولوی الٰہی بخش کے فرزند تھے اور مولوی احمد اللہ کے برادر اور جو کچھ ثروت دنیاوی اللہ نے ان لوگوں کو دی گئی تھی وہ سب کو معلوم ہے، وہ سب آپ کو علی وجہ الاتم حاصل تھی، مگر آپ نے سب کچھ چھوڑ کر بطلب دار آخرت و نعیم مقیم کے اپنی عمر کو دور دراز کے سفروں میں بسر کیا، اور اسی مہاجرت و مسافرت میں وفات پائی۔

آپ بڑے سالک تھے، اکثر سکوت و ذکر اللہ و ادائے نوافل میں مصروف رہتے۔ بیان میں بہت تاثیر تھی۔ مزاج خلقی غصہ ور تھا، مگر دل و دماغ پر ایسا قابو پا لیا تھا کہ نہایت رحیم حلیم معلوم ہوتے۔ علوم معقول منقول میں پوری دستگاہ تھی، اصول و فروع کے بھی پورے ماہر، مسائل جزئی حدیثیہ و فقہیہ کے اندر بھی نگاہ از بس غامض تھی، صدہا حدیث مستحضر صدہا مسائل حفظ۔ یہی وجہ تھی کہ بر وقت معاودت از افغانستان ۱۲۷۲ھ میں جب آپ دہلی میں وارد ہوئے، دو روز میں پندرہ سولہ سوالوں کا جواب صرف زبانی آپ نے تحریر کر کے ان کو دے دیا جس کا نام فیض الفیوض وہاں کے لوگوں نے رکھ کر اس کو چھاپ دیا۔ ورزش کا شوق ہمیشہ رہا فن سپاہ گری میں بھی پوری مہارت تھی۔ اولاد نہیں ہوئی لہذا مولوی اشرف علی فرزند اپنے برادر مولوی احمد اللہ کو اور مسماۃ رقیہ بنت اپنے چھوٹے بھائی مولوی اکبر جو یتیمہ ہو گئی تھیں آپ نے پالا اور پھر ان دونوں کی شادی بھی کر دی ان کو اپنے ہمراہ رکھتے۔

(ملخص از تذکرۃ الصادقہ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فیض الفیوض

(مصنفہ جناب فیاض علی بن مولوی الٰہی بخش صادق پوری۔ترجمہ اردو بنام منبع الفیوض از جناب الٰہی بخش بہاری)۔

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم ۔ الحمد للّٰہ الّذی بعث فی ا لامیین رسولاً منھم یتلو علیھم آیا تہ و یز کّیھم و یعلّمھم الکتا ب و الحکمۃ و الصّلوۃ و السّلام علی ھذا النّبیّ الرّ حمۃ و علی آ لہ و صحبہ الّذین ھم ا حقّ بالاقتداء الی یو م القیا مۃ ۔ اما بعد:

عالم و عامی پر عمل بالحدیث لازم ہے

سوال از علمائے ربانیین وفقہائے راسخین ۔ کسے کہ بدرجۂ اجتہاد نرسیدہ است خواہ عالم باشد خواہ عامی عمل برحدیث نمودن اورا جائز است یا نہ۔ بینوا تو جروا۔

جواب ۔ الحکم للّٰہ و ھو ا حکم الحا کمین۔ عالمیکہ بتاویل عبارت عارف است و ناسخ را از منسوخ مے فہمد وصحیح را از ضعیف مے شناسد و برکتب متداولہ محدثین قدرت مے دارد،عمل برحدیث نمودن اورا جائز است باتفاق امام اعظمؒ و صاحبیہ رحمھم اللہ تعالی۔اما کسیکہ عامی باشد عمل برحدیث نمودن اورا ہم واجب است نزدیک امام اعظم و محمدؒ خلا فاً لا بی یو سفؒ ۔ قا ل فی الھدا یۃ لو احتجم و ظن ذلک یفطر ثم اکل متعمداً علیہ القضاء و الکفارۃ لانّ الظن ما استند الی دلیل شر عی ا لّا اذا افتاہ فقیہ با لفساد لانّ الفتوی دلیل شر عی فی حقہ و لو بلغہ الحد یث فا عتمد فکذالک عند محمدؒ لانّ قو ل الرسو ل ﷺ لا ینز ل عن قو ل المفتی ، و فی غا یۃ البیا ن قد روی الحسن بن زیاد عن ابی حنیفہؒ ایضاً انہ لا کفارۃ علیہ لا نّہ یجب علیہ ا لا خذ بحد یث رسو ل اللّٰہ ﷺ ۔ و فی بحر الرا ئق و ان لم یستفت و لکن بلغہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الخبر و هو قوله علیه السّلام افطر الحاجم و المحجوم و قوله علیه السلام الغیبة تفطر الصائم و لم یعرف النسخ و لا تاویله فلا کفارة علیه عندهما لانّ ظاهر الحدیث واجب العمل به خلافاً لابی یوسفؒ لانه لیس للعامی العمل بالحدیث لعدم علمه بالناسخ و المنسوخ ۔ انتهی۔ و هکذا فی الدر المختار وغیرہ

وشیخ محمد اسعد حنفی مکی در رسالہ شہب محرقہ در ردّ قول مهد ویہ کہ قائل بعدم جواز تمسک بالاحادیث لغیر المجتہد اند نوشتہ است کہ

انّ الاحادیث التی لم یبذل ارباب الجهد جهدهم فی تصحیحها لا یجوز تمسک بها لغیرهم اذ فیها ما یصلح و فیها ما لا یصلح و هو لا یهتدی الی التمیز بین ذالک امّا ما اجتهدوا فی تصحیحه و صححوه و میزوا بینه و بین غیره اذا ثبت ذلک عن المحدثین او عن کتبهم المشهورة المتداولة جاز العمل بها للعالم العوارف بقواعد الاصول و معانی النصوص و الاخبار قال و المراد بالعامی فی قول ابی یوسف العامی الصرف الجاهل الذی لا یعرف معنی الاحادیث و تاویلاتها لانّ العامی منسوب الی العامة و هی خلاف الخاصة ، و فی الحمیدی العامی منسوب الی العامة و هم الجهال و هکذا فی العنایة و غیره

❁ سوال ہے کہ جو شخص اجتہاد کے درجہ پر نہیں پہنچا ہو، خواہ وہ عامی ہو یا عالم، اس کو حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں۔

❁ جواب۔ حکم اللہ ہی کے لئے ہے اور وہ سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔ جو عالم کہ عبارت کا مطلب بیان کرنا جانتا ہے، اور ناسخ کو منسوخ سے پہچانتا ہے، اور صحیح کو ضعیف سے تمیز کرتا ہے، اور محدثین کی متداولہ کتابوں پر قدرت رکھتا ہے، اس کو حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔ اس پر اتفاق ہے امام اعظمؒ اور ان کے صاحبین امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا۔ اب رہا عامی، سو اس کو بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث پر عمل کرنا واجب ہے، اس پر اتفاق ہے امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا، امام ابو یوسفؒ اس کے خلاف ہیں۔ ہدایہ میں ہے کہ ایک شخص نے پچھنے لگوائے اور گمان کیا کہ یہ مفطر صوم ہے، پھر اس نے قصداً کھانا کھایا تو اس پر قضا اور کفارہ ہے اس واسطے کہ گمان یہ ہے کہ اس نے نہیں تکیہ کیا ہوگا کسی دلیل شرعی پر مگر جب کہ اس کو فتوی دیا ہوگا کسی فقیہ نے ساتھ فاسد ہونے روزے کے کیونکہ فتوی دلیل شرعی اس کے حق میں، اور اگر پہنچی ہو اس کو حدیث اور اعتماد کر لیا ہو اس نے اس پر تب بھی یہی حکم ہے نزدیک امام محمد کے کیونکہ قول رسول اللہ ﷺ کا مفتی کے قول سے تو کسی طرح کم رتبہ نہیں رکھتا ہے۔ اور غایۃ البیان میں ہے کہ روایت کیا حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہؒ سے بھی کہ اس شخص پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ واجب ہے اس پر رسول اللہ ﷺ کے قول کو لینا۔ اور بحر الرائق میں ہے کہ اگر چہ اس شخص نے فتوی نہ پوچھا ہو کسی سے ولیکن پہنچی ہو اس کو حدیث یعنی آپ ﷺ کا یہ قول کہ پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے، دونوں کا روزہ افطار ہو گیا، اور یہ آپ ﷺ کا قول کہ غیبت توڑ دیتی ہے روزہ کو، اور نہ پہچانا اس شخص نے اس کے نسخ کو اور نہ اس کی تاویل کو، تو نہیں کفارہ ہے اس شخص پر نزدیک امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے کیونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے، امام ابو یوسفؒ اس کے خلاف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عامی کو حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ناسخ اور منسوخ کو نہیں جانتا ہے۔ انتہی۔ اور ایسا ہی درمختار وغیرہ میں ہے۔ اور شیخ محمد اسعد حنفی مکی رسالہ شہب محرقہ میں قول مہدویہ کے رد میں، جو کہ اس بات کے قائل ہیں کہ غیر مجتہد کو حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں، لکھا ہے کہ وہ احادیث کہ جس کی تصحیح کی طرف محدثین نے توجہ نہیں کی اس کے ساتھ دلیل پکڑنا غیر محدث کو جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں دونوں قسم کی حدیثیں جن میں دلیل ہونے کی صلاحیت اور جن میں دلیل نہیں ہونے کی صلاحیت ہے، موجود ہیں اور غیر محدث بطور خود ان دونوں کو تمیز نہیں کر سکتا ہے، ہاں وہ احادیث جن کی تصحیح کی طرف آئمہ حدیث نے توجہ کی اور ان کی نسبت صحت کا حکم لگایا اور صحیح و غیر صحیح کو فرق کر کے بتلا دیا، جب ایسی ایسی حدیثیں محدثین سے ثابت ہو جائیں یا ان کی مشہور و متداول کتابوں میں ملیں تو اس پر عمل کرنا اس عالم کو جائز ہے جو قواعد اصول کو جانتا ہے اور نصوص و احادیث کے معانی کو پہنچانتا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کے قول میں عامی سے محض عامی و جاہل مراد ہے جو احادیث کے معانی و تاویل کو نہیں جانتا ہے کیونکہ عامی عامہ کی طرف منسوب ہے اور یہ خاصہ کے برخلاف ہے۔ اور حمیدی میں ہے کہ عامی منسوب عامہ کی طرف ہے اور مراد اس سے جہال ہیں۔ ایسا ہی عنایۃ وغیرہ میں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث صحیح صریح غیر منسوخ پر عمل واجب ہے

سوال تابع مجتہدی را اگر حدیثے صحیح صریح غیر منسوخ مخالف قول امام مخود رسد عمل بر حدیث نماید یا بر قول امام و اگر بر قول امام کند و حدیث را ترک سازد حال او عند اللہ چیست ۔ بیان کنید این مسئلہ را از اقوال فقہائے عظام و صوفیائے کرام ۔

جواب ۔ وقتیکہ کسے حدیث صحیح صریح غیر منسوخ یا بد عمل بر حدیث نمودن او را واجب است بلکہ از عبارات ہدایہ و غایۃ البیان و بحر الرائق و در مختار و عنایۃ وغیرہ کہ بالا مذکور شد مفہوم مے شود کہ اگر حدیث صریح ہم نباشد بلکہ احتمال تاویل یا نسخ داشتہ باشد اطلاع بر تاویل و نسخ آن نشود آن وقت ہم غیر مجتہد را عمل بر ظاہر آن حدیث کردن واجب است و استفسار از کدام مفتی و مجتہد لازم نیست نزدیک امام اعظمؒ و محمدؒ و نزد ابی یوسفؒ نیز وقتیکہ عامی جاہل محض نباشد ہمین حکم است، و ہر کہ حدیث یا آیت معارض قول امام خود را ترک سازد و عمل بر قول امام خود کنند شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کہ از علمائے ابرار و امام صوفیاء کبار است آنکس را در کتاب فتوحات مکیہ گمراہ و خارج از دین خدا نوشتہ است حیث قال:

اذا صحّ الحديث و عارضه قول صاحب او امام فلا سبيل الى العدول عن الحديث و يترك قول ذلك الامام و الصاحب و الصاحب للخبر، ثم قال، و لا يجوز ترك آية او خبر صحيح بقول صاحب او امام و من يفعل ذلك فقد ضل ضلالاً مبيناً و خرج عن دين الله ۔ انتهى

و قال الشيخ عبد الوهاب شعرانى فى مشارق الانوار القدسية، سمعت سيدى على النبتىؓ يقول لفقيه اياك يا ولدى و ان تعمل برأى رأيته مخالفاً لما صحّ فى الاحاديث و تقول هذا مذهب امامى فان الائمة كلهم قد تبرؤا من اقوالهم اذا خالفت صريح السنة و انت مقلد لاحدهم بلا شك فما لك لا تقلدهم فى هذا القول و تعمل بالدّليل كما تعمل بقول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امامک لاحتمال ان یکون له دلیل لم تطلع انت علیه۔ انتهی

و قال العارف با للّه و العالم الربانی شیخ تاج الدین العثما نی فی جا مع الفواد من یعمل بقول المجتهد ین فهو مثاب فی الد نیا و ا لآخر ة ما لم یجد الحد یث الصحیح المتصل ا لا سناد و اذا و جده یعمل بالحد یث ۔ انتهی

و قا ل الشیخ الکردری فی رسا لته ان طریقة المشا ئخ الصوفیة عموماً و طر یقة الا کا بر النقشبند یة خصو صاً اتباع السنة النبو یة وعدم التقلید بمذ هب معین او قو ل عا لم صدق محقق و لیس التعصب بمذ هب معین من آ دا ب القو م و ا خلا قهم۔ انتهی

کتب تمام فقهائے عظام وصوفیا ءکرام ازیں معنی مملو ومشحون است ، اگر همه را ذکر کنم یک بارشتر گرد د ۔ وحضرت شیخ عبدالقا در جیلا نی نیز درکتا ب فتو ح الغیب یل مقا له در همیں معنی ارشاد فرموده که نظر کنید درقر آ ن وحد یث وعمل کنید برآ ں وفریب مخو ر ید از اقوال ضعیفه یا قو یه کسے وکتب محد ثین از تا کید ایں امراز بسکه مشحون است بر ے ازاں ذکر مے کنم ۔

قال الشیخ عبد الو ها ب الشعرا نی فی الیوا قیت و الجوا هر روی عن ابی حنیفهؒ انه کا ن یقو ل لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلا می و کا ن ا لا مام ما لکؒ یقول ما من احدٍ ا لّا و ماخوذ من کلا مه و مردود علیه ا لّا رسو ل اللّه ﷺ و رو ی الحا کم و البیهقی عن الشا فعیؒ انه کان یقول اذا صحّ الحد یث فهو مذ هبی و فی روا یة اذا ر أیتم کلا می یخا لف الحد یث فا عملوا بالحد یث و اضر بوا بکلا می الحا ئط و کان الا مام ا حمدؒ یقو ل لیس لا حدٍ مع اللّه و رسو له کلا م لا تقلدنی و لا تقلد ن ما لکاً ولا الاوزا عی ولاا لنخعی و لا غیرهم و خذ الکلا م من حیث ا خذوا من الکتا ب و السنّة ۔ انتهی ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

و قال السیوطی فی کتابه الرّد علی من اخلد الی ا لارض معزیا الی کتاب التلخیص، هل ابا ح ما لک و ابو حنیفه او الشا فعی قط لا حد تقلید هم حا شا لله من هذا بل انهم قد نهوا عن ذ لک و منعوا منه و لم یفسحوا لا حد فیه۔ انتهی۔

و فی رو ضة العلماء عن ا لامام ابی حنیفه اترکوا قو لی بخبر الرّسو ل و خبر الصّحا بة ۔ و روی الخطیب باسناده انّ الدارکی من الشّا فعیة کا یستفتی و ربما یفتی بغیر مذ هب الشا فعی و ابی حنیفه فیقا ل له هذا یخا لف قو لهما فیقو ل و یلکم حد یث فلا ن عن فلا ن عن النبی ﷺ هکذا و ا لا خذ با لحد یث او لی من ا لا خذ بقو لیهما اذا خا لفا ہ ۔

ومصنف قا موس شیخ مجد الدین کہ سر حلقہ فضلا ئے متا خر ین و وا ز نقا د محد ثین است در سفر السعا دۃ نو شتہ کہ در با ب عبا دات اعتما د کلی بر ان کند یعنی ہر آ نچہ از حضرت نبوت ﷺ بصحت رسیدہ است وا ز خلا ف زید و عمر و نیند یشند ۔ انتہی ۔

وقدوۃ المحد ثین ابن حز م ایں چنیں تقلید کہ کسے حد یث صحیح را متروک سا زد و بر مسائل قیا سیہ اما م خود عمل نما ید حرا م نو شتہ حیث قا ل فی کتا ب النبذ الکا فیہ فی علم ا لا صول التقلید حرا م و لا یحل لا حد ان یا خذ قو ل ا حدٍ غیر رسول الله ﷺ بلا بر ھا ن لقو له تعا لی:

اتبعوا ما انز ل الیکم من ر بکم و لا تتبعوا من دو نه او لیا ء ۔ (اعرا ف :۳)

و قو له تعا لی: و اذا قیل لهم اتبعوا ما انز ل الله قا لوا بل نتبع ما و جد نا علیه آ با ء نا ۔(لقما ن: ۲۱)

و قال اللّه تعا لی ماد حاًلمن لم یقلد:

فبشّر عباد الّذین یستمعو ن القو ل فیتّبعو ن احسنه ، او لئک الّذین هدا ا هم اللّه و او لئک هم اولو ا لاا لبا ب (زمر: ۱۷۔۱۸)

و قا ل اللّه تعا لی: فا ن تنا ز عتم فی شیء فردّو ہ الی اللّه و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الرّسو ل ان کنتم تؤمنو ن با للّه و الیو م ا لآ خر (نسا ء: ۵۹)

فلم یبح اللّٰه تعا لی الرّدّ عند التّنا زع الی ا حدٍ دون القرآن و السّنّة و قد صحّ اجماع الصّحا بة کلّهم اوّ لهم و آ خرهم و اجماع التّا بعین او لهم عن آ خر هم و اجما ع تا بعی التا بعین او لهم عن آ خر هم علی ا لا متناع و المنع من ان یقصد ا حد منهم الی قو ل انسا ن منهم او ممن قبلهم فیا خذ کلهم ۔ فیعلم من اخذ بجمیع اقوا ل ابی حنیفه او جمیع اقوا ل ما لک او جمیع اقوا ل الشا فعی او جمیع اقوا ل ا حمد و لا یتر ك من اقوال من اتبع منهم الی قو ل غیره ۔ و لم یعتمد علی ما جا ء فی القر آ ن و السنة غیرصارف لذ لک الی قو ل انسا ن بعینه انه قد خا لف ا جماع الامة کلها او لها عن آ خر ها بیقین لا اشکا ل فیه و انه لا یجد لنفسه سلفا و لا اما ماً فی جمیع الاعصار المحمودة الثلا ثة و قد اتبع غیر سبیل المؤمنین نعوذ باللّه من هذه المنز لة۔ انتهی ۔

و قا ل فی کتا ب ابطا ل التّقلید انّما حد ث التّقلید فی القرن الرّا بع و التّقلید هو ان یّفتی فی الدّ ین فتیا بقول فلان ا لصاحب او فلان العا لم بلا نصّ فی ذلک و هذا با طل و قد یختلف الصّحا بة و التّا بعو ن و العلماء فما الّذی جعل بعضهم الی با لاتباع من بعضٍ و یکفی فی ابطا ل التقلید ان القا ئلین مقرو ن علی انفسهم بالبا طل لا ن کل طا ئفة من الحنفیة و الما لکیة و الشا فعیة مقرة با ن التقلید لا یحل و آ ئمتهم الثلاثة قد نهوا عن تقلید هم ثم مع ذ لک خا لفو هم و هذا تعجب حیث اقروا ببطلا ن التقلید ثم دنوا للتقلید و ایضاً فانّهم مجمعو ن علی ان جمیع اهل عصر عصر الصحا بة لم یکن فیهم وا حد فما فوقه یقلد صا حبا اکبر منه فیا خذ قو له

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كلّه و ان جميع اهل عصر التّا بعين لم يكن فيهم وا حد فما فوقه يقلد صاحبا اكبر منه فيا خذ قوله و هكذا تا بعوا التّابعين فصح يقيناً ان هو لا ء المقلد ين الذين يخا لفو ن قلّدوه قد خالفوا اجماع ا لآ ئمة كلها بيقين و هذا عطيم جداً و ايضاً فما الذى خص ابا حنيفه و ما لكاً و الشّا فعى با ن يقلّدوا دو ن ابى بكر و عمر و عثما ن و على و ابن مسعود و ابن عباس و عائشه و دو ن سعيد بن المسيّب و الزّ هرى و النخعى و الشعبى و عطا ء و طاؤس و الحسن البصرى ـ ا نتهى۔

و قال اما م الفقهاء المحدّ ثين المتأ خّر ين ابو شا مة فى كتا ب الاموا ل و قد حر م الفقهاء فى زما ننا النظر فى كتب الحد يث و الآثار و البحث عن فقهها و معا نيها و مطا لعة الكتب النفيسة المصنفة فى شرو حها و غريبها بل افنوا زما نهم و ضيعوا عمر هم فى النظر فى اقوا ل من سبقهم من متا خرى الفقهاء و تركوا النّظر فى نصو ص نبيهم المعصو م من الخطاء ﷺ و آ ثار الصّحا بة الّذين شهدوا الو حى و عا ينوا المصطفى و فهموا نفا يس الشريعة فلا جر م حر م هؤلاء رتبة الاجتهاد و بقوا مقلد ين على ا لآ باء و قد كا نت العلماء فى الصدر الا ول معذو رين فى تر ك ما لم يقفوا عليه من الحد يث لكو ن ا لا حا ديث لم تكن هينئذ فيما بينهم مدو نة انما كا نت تلقى من افواه العلماء و هم يتفر قو ن فى البلدا ن و قد زا ل ذلك العذر و للّه الحمد بجمع الاحاديث المجتمع بها فى كتب و بوّبوها و قسموها و سهلوا الطّر يق اليها و بيّنوا ضعف كثير منها و صحتها و تكلموا فى عدالة الرجال و جر ح المجروح منهم و فى علل الاحاديث و لم يد عوا للمستعل ما يتعلل به و فسروا القرآن و تكلّموا فى غر يبهما و فقههما و كل ما يتعلق بهما فى

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مصنفا ت عد يدة جليلة و ا لا لآ ت متهيا ة لذى طلب صادق و ذكاء و فطا نة و كذا ا للغة و صنا عة العربية كل ذلك فقد حرره اهله و حققوه فا لتو سل الى الاجتها د بعد الجمع و النظر فى الكتب المعتمدة اذا رز ق الانسا ن الحفظ و الفهم و معرفة ا للسا ن اسهل منه قبل ذلك لو لا قلة همم المتا خر ين و عدم المعتبرين و من اكبر اسبابه تعصبهم و تقليد هم بالوقو ف و جهد اكثر المسدرين منهم على ما هو المعرو ف الذى هو منكر ما لو ف ۔ انتهى ۔

و قال الو لى الكا مل العارف با للّه علا مة الد هر وحجّة اللّه الشيخ المحد ث ولى اللّه فى رسا لته عقد الجيد فى ا حكا م الاجتهاد و التقليد ، اعلم ان تقليد مجتهد على و جهين وا جب و حرا م فا حد هما ان يكو ن من اتباع الروا ية و لو دلا لة تفصيله ان الجا هل با لكتا ب و السنة لا يستطيع التتبع و لا الاستنباط فكان و ظيفته ان يسأل فقيها ما حكم ﷺ فى مسئلة كذا و كذا بلا تعين فا ذا ا خبر اتبعه سوا ء كا ن ما خو ذا من صر يح نصّ او مستنبطاً منه او مقسياً على النصو ص فكل ذلك راجع الى الروا ية عنه ﷺ و لو دلا لة و هذا قد اتفقت الا مم على صحته قر نا بعد قر نٍ، و مر ة هذا التقليد ان يكو ن عمله بقو ل المجتهد ۔ كا لمشر و ط بكو نه موا فقاً للسنة فلا يزا ل متفحصاً من السنة بقد ر ا لا مكا ن فمتى ظهر حد يث يخا لف قو له فتر كوه و ا خذ با لحد يث و اليه اشار الآئمة قا ل الشا فعى اذا صح الحد يث فا عملوا بالحد يث و اضر بوا بكلا مى الحا ئط و ذكر اقوا ل ما لك و ابى حنيفه و احمد مثله قا ل و الو جه الثا نى ان يظن بفقيه انه بلغ الغا ية القصوى فلا يمكن ان يخطى فهمه ثم بلغه حد يث صحيح

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

صریح یخا لف مقا له لم یتر ك و ظن انه لما قلده کلفه اللّه بمقا له و کا ن کا لسفیه المحجور علیه فا ن بلغه حد یث استیقن بصحته لم یقبله لکو ن ذمته مشغو لة با لتقلید فهذا اعتقاد فاسد و قو ل کا سد لیس له شا هد من النقل و العقل و ما کا ن ا حد من القرو ن السا بقة یفعل ذلک و قد کذ ب فی ظنه من لیس بمعصو م من الخطاء معصو ماً حقیقة او معصوما فی حق العمل بقو له و فی ظنه ان الله تعا لی کلفه بقو له و ان ذمته مشغو لة بتقلیده و فی مثله نز ل قو له تعا لی : و انّا علی آ ثار هم مقتدو ن ۔(زخر ف :۲۳)۔ و هل کا ن تحریفات الملل السا بقة ا لا من هذا الو جه ۔ و قا ل فی رسا لته الفا رسیة المسماة با لمقا لة الو ضیة فی الوصیتة و النصیحه:

اول وصیت این فقیر چنگ زدن است بکتاب وسنت دراعتقاد وعمل و پیوستہ بتد بر ہر دو مشغول شدن و ہرروز از ہر دو خواندن واگر طاقت خواندن ندارد ترجمہ ورقی از ہر دو شنید ن و درعقائد مذہب قد مائے اہل سنت اختیار کردن واز تفصیل وتفتیش انچہ سلف تفتیش نکردہ اند، اعراض نمودن و بہ تشکیلا ت وتشکیکا ت خام معقولیا ں التفات نکردن و در فروع پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میان فقہ وحدیث کردن دائماً تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنت عرض کردن انچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند دادن امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغنا حاصل نیست وسخن متقشفہ ءفقہاء راکہ تقلید عالمے را دستاویز ساختہ تتبع کتاب وسنت را ترک کردہ اند نہ شنیدن وبدیشاں التفات نکردن وقرب خدا جستن وبدوری ایناں ۔انتہی

وقد مائے علمائے عصر زبدہ فضلائے دہر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ درتفسیر فتح العزیز زیرآیۃ کریمہ و لئن ا تبعت ا هوا ء هم بعد الذی جا ء ك من العلم ..(بقرہ ۔۱۲۰).فرمود کہ ازیں آیت معلوم شد کہ بعد از وضوح دلائل وسطوح براہین تقلید باطل است زیرا کہ اتباع ہوا بعد مجیءعلم است ۔انتہی ۔ و نیز درہماں کتاب زیرآیت کریمہ بل نتبع ما الفینا علیه آ باء نا ۔(بقره :۱۷۰) فرموده

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کہ دریں آیت اشارہ است با بطال تقلید بدو طریق۔ طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید کہ ہر کہ را تقلید مے کنی نزد تو محق است یا نہ، اگر محق بودن او را نمے شناسی پس با وجود احتمال مبطل بودن او چرا او را تقلید مے کنی واگر محق بودن او را مے شناسی پس بکدام دلیل مے شناسی اگر بہ تقلید دیگر مے شناسی، سخن دراں خواہد رفت وتسلسل لازم خواہد آمد واگر بعقل مے شناسی پس آن را چرا در معرفت حق صرف نمے کنی و عار تقلید بر خود گوارا مے داری۔ طریق دوم آنکہ کسی را کہ تقلید مے کنی ناگر ایں مسئلہ را او ہم بتقلید دانستہ است پس تو واو برابر شدید او را چہ ترجیح ماند کہ تقلید او مے کنی۔ واگر بدلیل دانستہ است پس تقلید وقتے تمام میشود کہ تو ہم آں مسئلہ را ہماں دلیل بدانی والا مخالف او باشی نہ مقلد او چوں تو ہم آن مسئلہ را بدلیل دانستی تقلید ضائع شد۔ انتہی۔ ومحدث اکمل فقیہ بے بدل عالم باعمل واصل الی اللہ شہید فی سبیل اللہ حضرت مولانا اسماعیل ؒ در کتاب صراط مستقیم نوشتہ کہ در اعمال اتباع مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام است بہتر وخوب است ولیکن علم پیغمبر ﷺ منحصر در علم یک شخص از مجتہدین نداند بلکہ علم نبوی منتشر در آفاق گردیدہ است بموجب مقتضیات وقت بہر کس رسیدہ و بعد آن کہ کتب مصنف شدہ جمیعت آں علوم ظاہر گشتہ پس در ہر مسئلہ کہ حدیث صحیح غیر منسوخ یابد اتباع ہیچ مجتہد دران نکند واہل حدیث را مقتدائے خود شناسد و بدل محبت ایشاں دارد و تعظیم ایشاں لازم شمرد کہ حاملان علم پیغمبر اند و بنوعے فائدہ مصاحبت پیغمبر خدا ﷺ حاصل کردہ مقبول جناب رسالت مآب گشتہ اند ومقلدان تعظیم وتوقیر مجتہدان بکوبی مے دانند محتاج آگاہی بر آن نیستند

سوال۔ ایک شخص ایک مجتہد کا مقلد ہے اگر اس کو کوئی حدیث صریح غیر منسوخ جو اس کے امام کے قول کے مخالف ہے ملے، تو ایسے وقت میں اس کو اپنے امام کے قول پر عمل کرنا چاہیے یا اس حدیث پر۔ اور اگر وہ اپنے امام کے قول پر عمل کرے اور حدیث کو چھوڑ دے تو اس کا حال اللہ کے نزدیک کیا ہوگا۔ اس مسئلہ کو فقہائے عظام اور صوفیاء کرام کے اقوال سے بیان کرو۔

جواب۔ جب کسی نے کوئی حدیث صحیح صریح غیر منسوخ پائی تو اس کو اس حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگیا۔ چنانچہ ہدایہ، غایۃ البیان و بحر الرائق، درمختار وعنایۃ وغیرہ کی عبارت سے کہ اوپر ذکر ہوا، مفہوم ہوتا ہے کہ اگر حدیث صریح بھی نہ ہو بلکہ احتمال تاویل یا نسخ کا رکھتی ہو اور اس کے تاویل اور نسخ پر اطلاع نہ ہو اس وقت بھی غیر مجتہد کو ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے اور کسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجتہد و مفتی سے پوچھنا لازم نہیں ہے، امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے نزدیک، اور امام ابو یوسفؒ کے بھی جس وقت کہ عامی جاہل محض نہ ہو یہی حکم ہے۔ اور جو شخص اس حدیث یا آیت کو جو اس کے امام کے قول کے مخالف ہے ترک کر دے اور اپنے امام ہی کے قول پر عمل کرے اس کی نسبت شیخ محی الدین ابن عربیؒ جو علمائے ابرار اور امام صوفیاء کبار میں سے ہیں فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کہ وہ شخص گمراہ اور خدا کے دین سے خارج ہے کیونکہ جب حدیث صحیح ہوگئی اور امام کا قول اس کے معارض و مخالف ہے تو حدیث سے منہ پھیرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے اس وقت امام کا قول حدیث کی وجہ سے چھوڑ دینا چاہیے۔ نیز فرماتے ہیں کہ نہیں جائز کسی آیت یا حدیث کا چھوڑنا کسی امام یا صاحب کے قول کی وجہ سے اور جس نے ایسا کیا وہ کھلم کھلا گمراہ ہو گیا اور اللہ کے دین سے نکل گیا۔ انتہی

اور شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ، مشارق الانوار القدسیہ میں فرماتے ہیں کہ ہم نے سیدی علی النبتیؒ کو سنا کہ وہ ایک فقیہہ سے فرما رہے تھے کہ اے میرے بیٹے تو اس رائے پر عمل کرنے سے بہت بچو جو مخالف صحیح حدیثوں کے ہو اور خبردار ایسے موقع پر تو ہرگز یہ نہ کہنا کہ یہ مذہب میرے امام کا ہے کیونکہ سب آئمہ نے اپنے اس قول سے جو مخالف صریح سنت کے ہو، اپنی برأت کر لی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ تو ان میں سے ایک کا ضرور مقلد ہے تو پھر اس قول میں اس کی تقلید کیوں نہیں کرتا ہے اور کیوں عمل نہیں کرتا دلیل کے اوپر جس طرح اپنے امام کے قول پر عمل کرتا ہے واسطے احتمال اس بات کے کہ امام کے پاس کوئی دلیل ہو کہ جس پر تجھ کو اطلاع نہیں ہے۔ انتہی

اور فرمایا عارف باللہ اور عالم ربانی شیخ تاج الدین عثمانیؒ نے جامع الفواد میں کہ جس نے عمل کیا مجتہدین کے قول پر وہ دنیا و آخرت میں مثاب ہے جب تک کہ حدیث متصل الاسناد نہیں ملی ہے اور جب حدیث مل گئی تو حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔ انتہی

اور فرمایا شیخ کردریؒ نے اپنے رسالہ میں کہ طریقہ مشائخ صوفیہ کا عموماً اور طریقہ مشائخ نقشبندیہ کا خصوصاً سنت کا اتباع کرنا ہے نہ مذہب معین یا کسی بڑے سچے محقق، عالم کی تقلید کرنا، اور مذہب معین پر تعصب کرنا آداب و اخلاق صوفیا کرام سے خارج ہے۔ انتہی

کل فقہائے عظام و صوفیا کرام کی کتابیں اس مضمون سے مملو و مشحون ہیں اگر سب کو ذکر کریں تو ایک اونٹ کا بوجھ ہو جائے۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب فتوح الغیب میں ایک مقالہ اسی مضمون کا تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نظر کرو قرآن و حدیث میں اور عمل کرو اوپر اس کے اور فریب مت کھاؤ کسی کے ضعیف یا قوی اقوال سے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور محدثین کی کتابیں اس امر کی تاکید سے بہت کچھ مالا مال ہیں اس میں سے تھوڑا ہم ذکر کرتے ہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ ، یواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص میری دلیل کو نہیں پہچانتا ہے اس کو لائق نہیں ہے کہ میرے قول پر فتوی دے اور امام مالکؒ فرماتے تھے کہ کوئی شخص نہیں مگر یہ کہ اس کا قول لیا بھی جاتا ہے اور رد بھی کر دیا جاتا ہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔ اور حاکمؒ و بیہقیؒ نے امام شافعیؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جب حدیث صحیح ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرماتے تھے کہ جب میرے کلام کو دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مخالف ہے تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔ اور امام احمدؒ فرماتے تھے کہ اللہ و رسول کے ساتھ کسی کا کلام وزن نہیں کیا جاتا ہے۔ تم میری تقلید مت کرو اور نہ مالکؒ کی، اور نہ اوزاعیؒ کی اور نہ نخعیؒ کی اور نہ ان کے غیر کی ، احکام وہیں سے لو جہاں سے ان لوگوں نے لیا یعنی کتاب وسنت سے۔ انتہی۔

علامہ سیوطیؒ اپنی کتاب الرد علی من اخلد الی الارض میں فرماتے ہیں کہ کتاب التخلیص میں ہے کہ کیا مباح کیا ہے مالکؒ و ابوحنیفہؒ یا شافعیؒ نے کبھی کسی کے لئے اپنی تقلید کو؟ حاشا اللہ ان لوگوں نے کبھی ایسا نہیں کیا ، بلکہ ان لوگوں نے اس بات سے منع کیا اور کسی کے لئے اس میں اجازت نہیں دی۔ انتہی

اور روضۃ العلماء میں ہے امام ابوحنیفہؒ سے کہ چھوڑ دو میرا قول بمقابلہ حدیث رسول و خبر صحابہ کے۔ اور روایت کیا خطیب نے اپنی سند سے کہ دارکیؒ جو شافعی مذہب تھے بسا اوقات برخلاف شافعیؒ و ابوحنیفہؒ کے فتوی دیتے تو ان سے کہا جاتا کہ یہ فتوی تمہارا دونوں امام کے مخالف ہے۔ فرماتے خرابی ہو تم کو حدیث رسول اللہ ﷺ کی کی بروایت فلان عن فلان یوں ہے اور حدیث کا لینا بہتر ہے ادونوں کے قول کے لینے سے جب مخالف ہوں یہ دونوں حدیث کے۔

اور مصنف قاموس شیخ مجد الدینؒ کہ سرحلقہ فضلائے متاخرین اور نقاد محدثین سے ہیں سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ عبادات کے باب میں جو کچھ حضرت نبوت سے صحت کو پہنچا ہے اسی پر اعتماد کلی کرنا چاہیے، اور زید وعمرو کے خلاف سے کچھ اندیشہ نہیں کرنا چاہیے۔ انتہی۔

اور قدوۃ المحدثین شیخ ابن حزمؒ نے ایسی تقلید کو کوئی حدیث صحیح کو چھوڑ کر اپنے امام کے مسائل قیاسیہ پر عمل کرے، حرام لکھا ہے، کتاب النبذ الکافیہ فی علم الاصول میں فرماتے ہیں کہ تقلید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حرام ہے کسی کو حلال نہیں ہے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کا قول بلا دلیل مانے، بسبب قول اللہ تعالی کہ تابعداری کرو تم لوگ اس چیز کی کہ اتارا گیا تم لوگوں کی طرف تمہارے رب کی طرف سے اور نہ تابعداری کرو اس کے علاوہ اپنے محبوبوں کی۔ و نیز بوجہ قول اللہ تعالی کہ، اور جب کہا گیا ان لوگوں کو کہ تابعداری کرو اتاری ہوئی چیز کی تو کہا ان لوگوں نے کہ نہیں بلکہ تابعداری کریں گے ہم اس چیز کی کہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو۔ و نیز اللہ تعالی اس شخص کی مدح میں جو تقلید نہیں کرتا ہے فرماتا ہے، پس خوش خبری سنادے ہمارے ان بندوں کو جو کہ باتوں کو سنتے ہیں پھر اس میں سے اچھی بات پر عمل کرتے ہیں یہی لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی لوگ ہیں عقل والے۔ نیز اللہ تعالی فرماتا ہے کہ، اگر تم جھگڑا کرو کسی چیز میں تو لوٹاؤ اس کو طرف اللہ اور رسول کے اگر تم لوگ ایمان لائے ہو اللہ اور قیامت پر۔ پس نہیں مباح کیا اللہ نے جھگڑا لوٹانے کو تنازع کے وقت طرف غیر قرآن و حدیث کے اور بے شک صحیح ہو چکا ہے اجماع کل صحابہ اولین و آخرین کا اور اجماع تابعین اولین و آخرین کا و اجماع تبع تابعین اولین و آخرین کا اوپر منع ہونے اس بات کہ قصد کرے کوئی شخص انہیں میں سے طرف قول کسی انسان کے جو انہیں میں سے ہو یا ان کے قبل کے لوگوں میں سے ہو پس لے وہ اس کا سب قول۔ پس چاہیے کہ جانے وہ شخص کہ جو لیتا ہے جمیع اقوال ابوحنیفہؒ کو یا کل اقوال شافعیؒ کو سب اقوال مالکؒ کو یا جمیع اقوال احمد کو اور نہیں چھوڑتا ہے اپنے متبوع کے کسی قول کو بھی اور نہیں اعتماد کیا اس نے اوپر اس چیز کے جو آیا ہے قرآن اور حدیث میں درانحالیکہ نہیں ہونے والا ہے وہ بسبب اس کے طرف قول کسی انسان کے بعینہ کہ یقیناً خلاف کیا اس نے اجماع امت اولین و آخرین کا وہ نہیں پاوے گا اپنے نفس کے لئے کوئی سلف اور نہ کوئی امام جمیع اعصار محمودہ ثلاثہ میں اور بے شک اس نے اتباع کی غیر سبیل مومنین کی، نعوذ باللّٰہ من ھذہ المنزلۃ۔ انتھی۔

اور بھی کتاب ابطال التقلید میں فرماتے ہیں کہ تقلید قرن رابع میں حادث ہوئی اور تقلید یہ ہے کہ فتوی دیا جائے دین میں ساتھ قول فلاں صاحب یا فلاں امام کے بغیر نص کے، اور یہ باطل ہے، اور حال یہ ہے کہ اختلاف کئے جاتے ہیں صحابہ اور تابعین اور علماء پس کس چیز نے بنادیا ان میں سے کو اولی بالاتباع بعض سے اور کافی ہے ابطال تقلید میں یہ بات کہ قائلین مقر ہیں اپنی جانوں پر ساتھ باطل کے کیونکہ کل فرقے حنفیہ و شافعیہ اور مالکیہ اقرار کرتے ہیں کہ تقلید حلال نہیں ہے اور ان کے تینوں اماموں نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے پھر باوجود اس کے انہوں نے اپنے اماموں کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلاف کیا اور یہ تعجب ہے کہ تقلید کے بطلان کا اقرار کرتے ہیں اور پھر اسی کے پاس جاتے ہیں، و نیز سب لوگ متفق ہیں اس بات پر کہ صحابہ کے زمانے میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا کہ وہ تقلید کرتا ہو اپنے کسی صاحب کی جو اس سے درجہ میں بڑا ہو، پھر وہ اس کا قول لیتا ہو اور تابعین کے زمانہ میں بھی کوئی ایسا نہ تھا کہ وہ اپنے کسی صاحب کی تقلید کرتا ہو پھر وہ اس کا قول لیتا ہو اور یہی حال ہے تبع تابعین کے زمانے کا، تو یقیناً یہ بات صحیح ہے کہ یہ مقلدین جو اپنے اماموں کے مخالف ہیں بے شک و بالیقین انہوں نے کل آئمہ کے اجماع کا خلاف کیا اور یہ ایک بڑی بات ہے، و نیز کس بات نے خاص کر دیا ابی حنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ کو کہ ان کی تقلید کی جائے اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و عائشہؓ کی اور نہ تقلید کی جائے سعید بن مسیّبؒ اور زہریؒ و نخعیؒ و شعبیؒ و عطاءؒ و طاؤسؒ و حسن بصریؒ کی۔ انتہی

اور فرمایا متاخرین فقہائے محدثین کے امام ابوشامہؒ نے کتاب الاموال میں کہ حرام کر دیا ہے میرے زمانے کے فقہاء نے کتب حدیث و آثار میں نظر کرنے کو اور اس کے فقہ و معانی سے بحث کرنے کو اور حرام کر دیا ان لوگوں نے ان نفیس کتابوں کے مطالعہ کو جو تصنیف کی گئی ہیں احادیث و آثار کے شروح اور ان کے غرائب کے بیان میں بلکہ ان لوگوں نے فنا کر دیا اپنی عمر و زمانے کو متاخرین فقہاء کے قول کے اندر نظر کرنے میں اور چھوڑ دیا ان لوگوں نے اپنے نبی کے نصوص میں نظر کرنے کو جو کہ معصوم تھے خطا سے اور ترک کیا آثار صحابہ میں نظر کرنے کو جنہوں نے مشاہدہ کیا وحی کو اور ملاحظہ کیا مصطفیٰ ﷺ کو اور سمجھا شریعت کی نفیس باتوں کو، پس ضرور محروم رہے وہ لوگ رتبہ اجتہاد سے اور رہ گئے مقلد او پر وحشت کے حالانکہ صدر اول کے علماء معذور تھے ان احادیث کے ترک میں جن کا انہیں علم نہیں ہوا کیونکہ احادیث اس وقت ان لوگوں کے درمیان مدون نہ تھیں صرف علماء کی زبان سے لی جاتی تھیں اور علماء متفرق شہروں میں تھے اور خدا کا شکر ہے کہ وہ عذاب باقی نہیں رہا کیونکہ احادیث کتابوں میں مجتمع کر دی گئی ہیں، محدثین نے ہر مسئلہ کی حدیث کو علیحدہ علیحدہ باب میں ذکر کیا اور اچھی تقسیم کی اور اس کے اخذ کے طریق کو آسان کر دیا۔ اور بہت سے احادیث کے ضعف و صحت کو بیان کر دیا اور رجال و رواۃ کی عدالت میں کلام کیا اور عادل و مجروح راوی کو علیحدہ علیحدہ سمجھایا۔ علل حدیث کی وہ چھان بین کی کہ کسی علت نکالنے والے کے لئے علت نکالنے کی گنجائش نہیں رہی اور قرآن کی تفسیر کی اور اسرار و نکات اور فقاہت سے ان دونوں میں کلام کیا اور کل متعلقات میں بحث کی اس خصوص میں متعدد و جلیل تصانیف کیں اور طالب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صادق ذکی وفطین کے واسطے سب سامان مہیا کر دیا اور یہی حال علم لغت وصناعت عربیہ کا ہوا کہ ان کے اہل نے ان کو لکھ ڈالا اور خوب ہی تحقیق کی، اگر اللہ تعالی کسی کو علم وفہم وحفظ اور علم لسان عطا کرے تو بہ نسبت پہلے کے اب اجتہاد اس پر بہت آسان ہے لیکن لوگ اس کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں اور اس کے بڑے اسباب میں سے باوجود واقف کار ہونے کے تقلید وتعصب کرنا ہے اور منکر مالوف کے معروف بنانے کے لئے کوشش کرنا ہے۔انتہی۔

اور ولی کامل عارف باللہ شاہ ولی اللہؒ نے اپنے رسالہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید میں فرمایا ہے کہ جان تو تقلید دو طرح پر ہے، ایک واجب اور ایک حرام۔ جو تقلید واجب ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ مقصود مقلد گو دلالۃ ہی ہو لیکن اتباع روایت ہو اس کی تفصیل یوں ہے کہ جاہل بالکتاب والسنۃ قدرت تتبع نہیں رکھتا ہے اور نہ استنباط کر سکتا ہے۔اس کو چاہیے کہ بلا تعین کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ فلاں فلاں مسئلہ میں آنحضرت ﷺ کا کیا حکم ہے۔ پس جب فقیہ اس کو بتلا دے تو وہ اس کی اتباع کرے اب چاہے وہ حکم ماخوذ ہو صریح نص سے یا مستنبط ہو اس سے یا قیاس کیا گیا ہو کسی نص پر، یہ سب روایۃ عن الرسول کی طرف راجع ہوگا گو دلالۃ ہی کیوں نہ ہو اور یہ وہ تقلید ہے کہ جس کی صحت پر امتوں نے قرناً بعد قرنٍ اتفاق کیا ہے اور اس تقلید کی نشانی یہ ہے کہ مقلد کا عمل قول مجتہد پر اس طرح ہو کہ گویا قول اس کا مشروط ساتھ موافقت سنت کے ہے اور مقلد بقدر امکان ہمیشہ سنت کو ڈھونڈتا رہتا ہے، پھر جب اس کو کوئی حدیث مل گئی جو مخالف قول مجتہد ہے تو قول مجتہد کو چھوڑ دیتا ہے اور حدیث پر عمل کرتا ہے اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے آئمہ نے۔کہا امام شافعیؒ نے جب صحیح ہو جائے حدیث تو حدیث ہی پر عمل کرو اور میرے (مخالف حدیث) قول کو دیوار پر دے مارو۔اور ایسا ہی امام مالکؒ وامام ابوحنیفہؒ ،امام احمدؒ کا قول بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اب رہی دوسری قسم تقلید کی جس کی صورت یہ ہے کہ مقلد کسی فقیہ کی نسبت یہ گمان کرے کہ وہ نہایت درجہ کو پہنچ گیا ہے اب ممکن نہیں کہ وہ خطا کرے پھر جب اس مقلد کو کوئی حدیث صریح مخالف قول فقیہ کے ملتی ہے تب بھی قول فقیہ کو نہیں چھوڑتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے اس کو اسی فقیہ کے قول پر عمل کرنے کی تکلیف دی ہے گویا وہ سفیہ مجبور ہے، حدیث کی صحت کا یقین بھی کرتا ہے لیکن چونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے ذمہ تو صرف تقلید ہے اس لئے اس حدیث کو قبول نہیں کرتا ہے تو یہ اعتقاد فاسد اور قول کاسد ہے، اس کے لئے کوئی شاہد نہیں ہے نہ نقل نہ عقل سے قرون سابقہ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں کرتا تھا، اور وہ بے شک وہ اپنے ظن میں جھوٹا ہوا کہ جو معصوم نہ تھا اس کو

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

معصوم خیال کیا۔ اور یہ خیال کیا کہ اللہ تعالی نے اس کو اس کے قول کی تکلیف دی ہے اور اس کے ذمہ صرف اس کی تقلید ہے ایسے ہی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی و انّا علی آثا ر ھم مقتدو ن۔ اور سابق امتوں میں جو تحریفیں ہوئیں وہ اسی وجہ سے تو تھیں۔

و نیز اپنے رسالہ فارسی میں جس کا نام المقالۃ الوضیۃ فی الوصیۃ والنصیحہ ہے، فرماتے ہیں کہ اس فقیر کی اول نصیحت چنگل مارنا ہے ساتھ کتاب اور سنت کے اعتقاد اور عمل میں اور ہمیشہ ان دونوں کی تدبیر میں مشغول ہونا ہے اور ہر روز ان دونوں میں سے کچھ مطالعہ کرنا ہے اور اگر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو ان دونوں کے ایک دو ورق کا ترجمہ سننا ہے اور عقائد میں مذہب قدمائے اہل سنت کا اختیار کرنا ہے اور جس بات کی سلف نے تفتیش نہیں کی اس کی تفتیش سے اعراض کرنا ہے اور معقولیوں کے خام تشکیلات وتشکیکات کی طرف التفات نہیں کرنا ہے اور فروع مسائل میں ان علمائے محدثین کی پیروی کرنا ہے جو کہ جامع ہیں درمیان فقہ و حدیث کے اور ہمیشہ تفریعات فقہیہ کو عرض کرنا ہے اوپر کتاب وسنت کے پھر اس میں سے جو کچھ کتاب وسنت کے موافق ہو اس کو قبول کرنا ہے ورنہ برے سامان کو اس کے مالک کی داڑھی پر دے مارنا ہے۔ امت کو کسی وقت میں مسائل فقہیہ کو کتاب وسنت پر عرض کرنے سے استثنا حاصل نہیں ہے، اور ان فقہاء کی باتوں کو نہیں سننا ہے جنہوں نے ایک عالم کی تقلید کو دستاویز کر کے کتاب وسنت کی تتبع کو ترک کر دیا ہے ان لوگوں کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے ان سے دور رہنے میں خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ انتہی

اور قدوۃ علمائے عصر و زبدہ فضلائے دہر مولانا شاہ عبدالعزیز تفسیر فتح العزیز میں تحت آیت کریمہ و لئن ا تبعت اھوا ء ھم بعد الذی جا ء ك من العلم .. الخ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعد واضح ہونے دلائل و روشن ہونے براہین کے تقلید باطل ہے کیونکہ ہواہ ہے بعد آنے علم کے۔ انتہی۔

نیز اسی کتاب میں تحت آیت کریمہ بل نتّبع ما الفینا علیہ آ با ء نا (بقرہ : ۱۲۰) کے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اشارہ ہے طرف ابطال تقلید کے دو طریق سے۔ طریق اول یہ ہے کہ مقلد سے پوچھنا چاہیے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے وہ تیرے نزدیک محق ہے یا نہیں، اگر تو اس کے محق ہونے کو نہیں پہچانتا ہے تو باوجود احتمال اس کے مبطل ہونے کے تو کیوں اس کی تقلید کرتا ہے اور اگر محق ہونا اس کا تو پہچانتا ہے تو کس دلیل سے پہچانتا ہے، اگر بہ تقلید دوسرے شخص کے پہچانتا ہے تو بات بہت طویل ہوگی اور تسلسل لازم آوے گا۔ اور اگر اس کے محق ہونے کو تو عقل سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہچانتا ہے تو پھر اسی عقل کو تو معرفت الٰہی میں کیوں صرف نہیں کرتا ہے اور تقلید کے عار کو کیوں اپنے اوپر گوارا کرتا ہے

دوسرا طریق یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں جس کی تو تقلید کرتا ہے اگر اس نے بھی اس مسئلہ کو بتقلید جانا ہے تو تو اور وہ دونوں برابر ہو گئے پھر اس کو کیا ترجیح رہی جس کی وجہ سے تو اس کی تقلید کرتا ہے اور اگر اس نے اس مسئلہ کو بدلیل جانا ہے تو تقلید تو اس وقت پوری ہو گی کہ تو بھی اس مسئلہ کو اسی دلیل سے جانے ورنہ تو اس کا مخالف ٹھہرے گا نہ مقلد، اور جب تو نے اس مسئلہ کو بدلیل جان لیا تو پھر تقلید ضائع ہو گئی۔ انتہی

اور حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے کتاب صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ اعمال میں اتباع مذاہب اربعہ کا تمام اہل اسلام میں رائج ہے بہتر اور خوب ہے لیکن پیغمبر ﷺ کے علم کو ایک مجتہد کے علم میں منحصر نہ جانے بلکہ علم نبوی سارے جہاں میں منتشر ہوا ہے اور بموجب مقتضائے وقت ہر آدمی کو پہنچا ہے اور بعد اس کے کہ کل کتابیں تصنیف ہوں جمعیت اس علم کی ظاہر ہوئی ہے پس جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح غیر منسوخ پاوے اس میں کسی مجتہد کا اتباع نہ کرے اور اہل حدیث کو مقتدا اپنا جانے اور دل میں محبت ان کی رکھے اور ان کی تعظیم کو لازمی بات جانے کیونکہ وہ لوگ حامل علم پیغمبر ہیں اور ایک طرح پر پیغمبر ﷺ کی مصاحبت کا فائدہ حاصل کر کے مقبول جناب رسالت مآب کے ہوئے ہیں اور مقلدین تعظیم و توقیر مجتہدین کو بخوبی جانتے ہیں محتاج آگاہی کے نہیں ہیں۔

تقلید مذہب معین تمام مسائل میں درست نہیں

سوال۔ چہ مے فرمایند علمائے با تحقیق وفضلائے با تدقیق اندریں مسئلہ کہ عامی را تعین مذہبی از مذاہب اربعہ فی کل المسائل واجب است یا اورا جائز است کہ در یک مسئلہ اتباع یک مجتہد بکند و در مسئلہ دیگر اتباع مجتہد دیگر نماید و کسیکہ تقلید یک مجتہد واجب شمارد و موافقت اقوال دیگر علمائے مجتہدین و تتبع آیات رب العالمین و احادیث رسول امین ﷺ را منع نماید و گوید کہ ہماں مجتہد خاص ہر چہ برائے ما حلال گفتہ آن را حلال باید دانست و آنچہ حرام کرد آں را حرام باید دانست اکنون حاجت تحقیق از آیات و احادیث و اقوال دیگر علمائے امت ہیچ نیست حکمش عنداللہ چیست۔ بینوا توجروا۔

جواب: الحکم للہ تعالیٰ و ھو احکم الحاکمین۔ قول ارجح و محقق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دریں باب آنست کہ عامی را تعین مذہب واجب نیست بلکہ ہر مفتی ربانی کہ عامی را اعتماد براو باشد از وفتوی بطلبد ہماں فتوی مذہب اوست و اگر فتوی نرسد وعمل او موافق مذہب کسے از مجتہدین افتادہ آن ہم کفایت مے کند

قا ل فی البحر الرا ئق لو احتجم او ا غتا ب و ظن انه يفطر ثم اكل ان لم يستفت فقيهاً و لا بلغه الخبرفعليه الكفارة لا نه مجر د جهل و انه ليس يعذر فی دار ا لاسلا م وا ن استفتى فقيهاً فا فتاه لا كفارة عليه لا ن العا مى يجب عليه تقليد العالم اذا كا ن يعتمد على فتواه فكا ن معذورا فيما صنع و ان كا ن المفتى مخطياً فيما ا خطى انتهى ۔ و فيه ا يضاً فی با ب قضاء الفوا ئت كا ن عا مياً ليس له مذهب معين فمذهبه فتوى المفتى كما صر حوا به فا ن افتاه حنفى اعاد العصر و المغر ب و ان افتا ه شا فعى فلا يعيد هما و لا عبرة برايه و ان لم يستفت و صارت الصحة على مذ هب مجتهد اجزاه و لا اعادة عليه ۔انتهى ۔

وشیخنا ملک العلما مولانا عبدالعلی قدس سرہ برایجاب مذہبی از مذاہب اربعہ ردّ بمبالغہ تمام واطلاق تشریع جدید برآں فرمود کہ مخالف اجماع صحابہ است حیث قال فی شرح المسلم

لا وا جب ا لّا ما اوجبه اللّه تعا لى و له الحكم و لم يو جب على ا حدٍ ان يتمذ هب بمذ هب ر جل من ا لآ ئمة فا يجا به تشريع جد يد و قا ل نا قلاً عن القرا فی انعقد الا جما ع على ان من اسلم فله ان يقلد من شا ء من العلماء من غير حجر و اجمع الصحا بة على ان من استفتى ابا بكر و عمر امير المو منين فله ان يستفتى ابا هر يرة و معا ذ بن جبل و غير هما و يعمل بقو لهم من غير نكير فمن اد عى بر فع هذ ين ا لا جما عين فعليه البيا ن ۔

وعبارات کتب دیگر علماء کہ بالا مذکور شد ہمہ دلالت مے دارد برہمیں مدعا و اکثر عبارات

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کتب اصول بریں دلالت میکند اگر ہمہ را ذکر کردہ شود دفتر طویل گردد و درسنن ترمذی روایت است از عدی بن حاتم کہ شنیدم از رسول اللہ ﷺ کہ مے خواند اتخذوا احبا رھم و رھبا نھم ار با باً مّن دون اللّٰہ وفرمود کہ عبادت نمے کردند بنی اسرائیل علماء و درویشان خودرا ولیکن ایشان انچہ حلال کردہ اند برائے آنہا حلال شمردہ اند آن را و آنچہ ایشاں حرام نمودند برائے آنہا حرام شمردہ اند آنرا و درتفسیر مدارک زیر ہمیں آیت نوشتہ کہ عدی بن حاتم پرسید از آنحضرت ﷺ کہ بنی اسرائیل عبادت نمی کردند احبار و رہبان خودرا پس چگونہ رب العالمین مے فرماید ا تّخذوا ا حبار ھم و ر ھبا نھم ار با باً مّن دو ن اللّٰہ .. ا لآ یہ پس جواب داد رسول اللہ ﷺ بودند آنچہ حلال گفتند احبار و رہبان ایشان حلال دانستند آنرا و آنچہ حرام گفتند او شاں ؟؟ برائے آنہا حرام دانستند آنراں پس ہمیں است معنی عبادت احبار و رہبان انتہی و در معالم التنزیل نیز ہم چنیں است و در تفسیر بیضاوی در سورۃ یوسف زیر آیت کریمہ و ما یؤمن اکثر ھم با للّٰہ الّا و ھم مشر کو ن نو شتہ بعبادۃ غیر او باتخاذ الاحبار اربا باً ، انتھی۔ پس از آیت کریمہ حسب تفسیر رسول اللہ ﷺ مستفاد گشتہ کہ تقلید بحث را واجب کردن و از تتبع آیات و احادیث اعراض نمودن شرک است۔ العیاذ باللہ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے باتحقیق اور فضلائے با تدقیق اس مسئلہ میں کہ عامی کو تعیین کسی مذہب کا مذاہب اربعہ سے کل مسائل میں واجب ہے، یا اس کو جائز ہے کہ ایک مسئلہ میں اتباع ایک مجتہد کا کرے اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کا۔ اور جو آدمی کہ ایک مجتہد کی تقلید کو واجب سمجھتا ہے اور دوسرے علمائے مجتہدین کے اقوال کی موافقت اور آیات رب العالمین و احادیث رسول امین ﷺ کے تتبع کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی خاص مجتہد نے جو کچھ میرے واسطے حلال کیا ہے اسی کو حلال جاننا چاہیے اور جو کچھ اس نے حرام کیا ہے اس کو حرام سمجھنا چاہیے۔ اب آیات و احادیث اور دوسرے علماء کے اقوال کی تحقیق کی کچھ حاجت نہیں، اس کا حکم اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ بیان کرو ثواب پاؤ گے۔

جواب۔ قول ارجح و محقق اس باب میں وہ ہے کہ عامی کو تعیین مذہب معین کی واجب نہیں ہے بلکہ جس مفتی ربانی پر کہ عامی کا اعتماد ہو اس سے فتوہ طلب کرے وہی فتوی مذہب اس کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اگر فتوی نہ پہنچے اور عمل اس کا کسی مجتہد کے مذہب کے موافق پڑے تب بھی کفایت کرتا ہے۔ بحرالرائق میں ہے کہ اگر کوئی پچھنے لگوائے یا غیبت کرے اور یہ سمجھے کہ روزہ افطار ہو گیا پھر کھانا کھاوے اگر اس نے کسی مجتہد سے اس بارہ میں فتوی طلب نہیں کیا ہے اور نہ اس کو کوئی حدیث پہنچی ہے تو اس پر کفارہ ہے کیونکہ یہ محض جہل ہے اور وہ دارالاسلام میں معذور نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس نے فتوی طلب کیا کسی فقیہہ سے اور اس نے فتوی دیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ عامی پر عالم کی تقلید واجب ہے جب کہ عامی اس عالم کے فتوی پر اعتماد کرتا ہو اب وہ اپنے فعل میں معذور سمجھا جاوے گا اگر چہ مفتی اپنے فتوی میں مخطی ہو۔ انتہی ،۔ و نیز اسی کے باب قضاء الفوائت میں ہے کہ جس کا کوئی مذہب معین نہیں ہے تو اس کا مذہب مفتی کا فتوی ہے جیسا کہ اس بات کی تصریح فقہاء نے کی ہے پس اگر اس کو فتوی دیا حنفی نے تو وہ عصر و مغرب کو لوٹا وے گا اور اگر اس کو فتوی دیا شافعی نے تو وہ ان دونوں کو نہیں لوٹائے گا اور اس کی رائے کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر اس نے کسی سے فتوی طلب نہیں کیا اور نماز اس کی کسی مجتہد کے مذہب کے موافق صحیح ہو گئی تو اس کو کافی ہے اعادہ کی حاجت نہیں انتہی۔ اور ہمارے شیخ ملک العلماء مولانا عبدالعلی قدس سرہ نے مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کے واجب ہونے پر بمبالغہ تمام رد کیا ہے اور اس پر جدید شرع کی تشریع کا اطلاق فرمایا ہے کیونکہ مخالف اجماع صحابہ کے ہے، شرح مسلّم میں فرماتے ہیں کہ واجب وہی ہے جس کو اللہ نے واجب کہا اور اسی کے لئے حکم ہے اور اس نے واجب نہیں کسی پر کہ کسی امام کے مذہب کو اپنا مذہب بنائے۔ پس اس بات کو واجب کہنا ایک جدید شرع تیار کرنا ہے۔ و نیز قرافی سے نقل فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جو اسلام لایا اس کو اختیار ہے کہ علماء میں سے جس کی چاہے تقلید کرے اور صحابہ اجماع کر چکے ہیں کہ جس نے فتوی پوچھا امیر المومنین ابوبکرؓ و عمرؓ سے تو اس کو اختیار ہے کہ فتوی پوچھے ابو ہریرہؓ و معاذ بن جبلؓ سے بھی اور عمل کرے ان لوگوں کے قول پر بغیر انکار کے۔ پس جو دعوی کرے ان دونوں اجماع کے اٹھ جانے کا تو اس کو دلیل لانا چاہیے۔ اور دوسرے علماء کی کتابوں کی عبارتیں کہ اوپر مذکور ہوئیں وہ سب بھی اس مدعی پر دلالت کرتی ہیں و نیز اکثر کتب اصول کی عبارتیں اس مدعا کی شاہد ہیں اگر سب کو ذکر کیا جاوے طویل دفتر ہو جاوے اور سنن ترمذی میں روایت (ترمذی: ۲۹۵۳) ہے عدیؓ بن حاتم سے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا مّن دون اللّٰہ... پڑھی اور فرمایا کہ بنی اسرائیل اپنے علماء اور درویشوں کی عبادت نہیں کرتے تھے ولیکن جو کچھ ان لوگوں نے ان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واسطے حلال کر دیا تھا اسی کو حلال سمجھتے اور جو کچھ انہوں نے ان کے واسطے حرام کر دیا تھا اسی کو حرام جانتے تھے۔ اور تفسیر مدارک میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ عدیؓ بن حاتم نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ بنی اسرائیل تو اپنے احبار ورھبان کی عبادت نہیں کرتے تھے پس کیونکر رب العالمین نے یہ آیت فرمائی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ احبار ورھبان نے بنی اسرائیل کے واسطے حلال کر دیا تھا اسی کو وہ حلال جانتے تھے اور جو کچھ انہوں نے اس کے واسطے حرام کر دیا تھا اسی کو حرام جانتے تھے پس عبادت احبار ورھبان کے یہی معنی ہیں۔

اور ایسا ہی معالم التنزیل میں بھی ہے۔ اور تفسیر بیضاوی میں سورۃ یوسف کی آیت و ما یو من ا کثر ھم با للّٰہ والّا و ھم مشر کو ن کے تحت میں لکھا ہے کہ وہ سب غیر خدا کی عبادت سے مشرک ہوئے یا احبار کو رب بنا لینے سے۔ انتہی۔

پس آیت کریمہ سے بحسب تفسیر رسول اللہ ﷺ مستفاد ہوا کہ تقلید محض کو واجب کر لینا اور آیات واحادیث کے تتبع سے منہ پھیرنا شرک ہے۔ اللہ پناہ دے۔

انتقال مذہب جائز ہے

سوال: بعد از التزام یک مذہب انتقال نمودن بمذاہب دیگر صحیح است یا نہ و آنچہ در بعض فتاوی حنفیہ نوشتہ است کہ اگر شافعی انتقال بمذہب حنفی کند او را خلعت دادہ شود و اگر حنفی انتقال بمذہب شافعی نماید او را تعزیز کردہ شود دلیل آں چیست و اگر مقلد فقیہ است و علم تفسیر و حدیث و فقہ و اصول میداند او را اگر ترجیح مذہب دیگر علماء در کدام مسئلہ از روئے دلائل واضح شود در آں مسئلہ انتقال از مذہب امام خود لازم است یا نہ۔

جواب: انتقال از مذہبی بمذہب دیگر بشرطیکہ بقصد تلہی نباشد درست است

قا ل شیخنا ملک العلما ء مو لا نا عبد العلی قدس سرہ فی شر ح المسلم لا یجب ا لا ستمرا ر (ای علی من التز م مذ ھباً معیناً) و یصح ا لا نتقا ل و ھذا ھو الحق الذی ینبغی ان یو من و یعتقد بہ و لکن ینبغی ان لا یکو ن ا لا نتقا ل للتلھی فا ن التلھی حرا م قطعاً فی التمذ ھب کا ن او فی غیرہ انتھی۔

و قا ل السیو طی فی جز یل الموا ھب ا لا نتقا ل من مذ ھب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الی مذ هب هو جا ئز کما جز م به الرا فعی و تبعه النو وی و قال فی الرو ضة اذادوّ نت المذا ہب فهل یجوز للمقلد ان ینتقل من مذ هب الی مذ هب ان قلنا یلز مه ا لا جتهاد فی طلب ا لا علم و غلب علی ظنه ان الثا نی اعلم فینبغی ان یجو ز بل یجب و ان خیر نا ہ فینبغی ان یجو ز ا یضا کما قو له فی القبلة هذا ایاما و هذا ایا ما۔ انتهی ۔

وآ نکہ اگر حنفی انتقال بمذ ہب شافعی کند تعزیر کر دہ شود و اگر شافعی انتقال بمذ ہب حنفی کند خلعت دادہ شود محض قول مخترع ومبتدع است ہیچ دلیل بر آں نیست بلکہ نا شی از تعصب است

قال علی القاری فی رسالة سم القوارض و امّا ما اشتهر بین الحنفیة من انّ الحنفی اذا انتقل الی مذ هب الشّا فعی یعزر و اذا کا ن ا لا مر با لعکس یخلع فهو قو ل مبتد ع و مختر ع ۔الخ

و قا ل شیخنا ملک العلماء مو لا نا عبد العلی فی شر ح المسلّم شدد بعض المتا خر ین المتکلفین و قا لوا الحنفی اذا صار شا فعیاً یعزر و هذا تشریع من عند انفسهم ۔ انتهی ۔

و قال السّیو طی فی جز یل المو ا هب فی انتقا ل المذا هب و اما من یقو ل انه یجو ز لغیر الحنفی ان یتحو ل حنفیا و لا یجوز للحنفی ان یتحو ل شا فعیاً فا یرا د بحکم لا د لیل علیه و تعصب محض فا ن ا لآ ئمة کلهم فی الحق سواء الخ

واگر مقلد فقیہ است وعلم تفسیر وحدیث وفقہ واصول میدا ند اورا بعد از انکہ تر جیح مذا ہب دیگر علماء در کدام مسئلہ از روئے دلائل واضح شود انتقال از مذہب امام خود دراں مسئلہ لازم است

قا ل الو لی ا لکا مل قد و ة العلما ء و ا لا فا ضل العا رف با للّٰه الشیخ و لی اللّٰه المحد ث دهلوی فی کتا به عقد الجید من ظهر علیه ظهورا بینا ان النبی ﷺ امر هکذا و نهی عن کذا و

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

انه ليس بمنسوخ اما بان يتبع الاحاديث و اقوال المخالف و الموافق فى المسئلة فلا يجد بها نسخا او بان يرى جما غفيراً من المتبحرين فى العلم يذهبون اليه و يرى المخالف له لا يحتج الا بقياس او استنباط او نحو ذالک .. الخ۔

لا سبب لمخالفة حديث النّبى ﷺ الّا نفاق خفى او حمق جلى و هذا هو الذى اشار اليه الشيخ عز الدين بن عبد السلام حيث قال و من اعجب العجائب ان الفقهاء المقلدين يقف احدهم على ضعف ماخذ امامه بحيث لا يجد لضعفه مدفعاً و هو مع ذلک يقلده فيه و يرك من شهد له الكتاب و السنّة و الاقسية الصحيحة لمذهبهم جموداً على تقليد امامه بل يتحيل لدفع ظاهر الكتاب و السنة و يتاولها بالتاويلات البعيدة الباطلة قال و لم يزل الناس يسألون من اتفق من العلماء من غير تقييد المذهب و لا انكار على احد من السّائلين الى ان ظهرت هذه المذاهب و متعصبوها من المقلدين فان احدهم يتبع امامه مع بعد مذهبه عن الادلة مقلداً له فيما قال كانه نبى ارسل و هذا ناى عن الحق و بعد عن الصواب لا يرضى به احد من اولى الباب

و قال الامام ابو شامة ينبغى لمن اشتغل بالفقه ان لا يقتصر على مذهب امام و يعتقد فى كل مسئلة صحته ما كان اقرب الى دلالة الكتاب و السنة و الحكمة و ذلک سهل عليه اذا كان الفن معظم العلوم للمقدمة و ليجتنب التّعصّب و النّظر فى طريق الخلاف مضيعة للزمان.. الخ

سوال: بعد لازم کر لینے ایک مذہب کے دوسرے مذہب میں چلا جانا صحیح ہے یا نہیں۔ اور یہ جو حنفیوں کے بعض فتوی میں لکھا ہے کہ اگر شافعی مذہب والا حنفی مذہب میں چلا آوے تو اس کو خلعت دیا جائے اور اگر حنفی مذہب والا شافعی مذہب میں چلا جائے تو اس کو سزا دینی چاہیے، اس کی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کیا دلیل ہے ۔ اور اگر مقلد فقیہ ہے اور علم تفسیر و حدیث و اصول و فقہ کو جانتا ہے اس کو اگر کسی مسئلہ میں دوسرے مذہب کے علماء کے قول کی کسی دلیل سے ترجیح معلوم ہو تو اس مسئلہ میں اس کو اپنے امام کے مذہب سے انتقال کرنا لازم ہے یا نہیں ۔

جواب ۔ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں چلا جانا بشرطیکہ لہو ولعب کے قصد سے نہ ہو درست ہے ہمارے شیخ ملک العلماء مولانا عبدالعلی شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک مذہب معین کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اس پر واجب نہیں ہے کہ عمر بھر اسی مذہب پر رہے ۔ اگر وہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں چلا جائے تو صحیح ہے یہ وہ حق بات ہے کہ جس پر ایمان لانا اور جس کا اعتقاد کرنا لائق و سزاوار ہے لیکن اس کا بھی خیال رہے کہ وہ انتقال لہو نہ ہو کیونکہ لہو چاہے مذہب اختیار کرنے میں ہو یا کسی اور بات میں قطعاً حرام ہے اور علامہ سیوطی جزیل المواہب میں فرماتے ہیں کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں جانا جائز ہے جیسا کہ جزم کیا ہے اس کے ساتھ رافعی نے اور اس بات میں ان کی اتباع کی نووی نے اور روضہ میں ہے کہ جب مذاہب مدون ہو چکے اب مقلد کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں جانا کیا جائز ہے اگر ہم یہ کہیں کہ مقلد کو تقلید کرنے کے لئے سب سے بڑے عالم کی طلب میں اپنے گمان پر اجتہاد کرنا لازم ہے اور اس نے اپنے ظنی اجتہاد پر دوسرے مجتہد کو اپنے امام سے عالم تر سمجھا تو اس وقت سزاوار ہے کہ انتقال کرنا جائز بلکہ واجب ہو اور اگر ہم اس کو اختیار دیں کہ طلب اعلم میں اپنے ظن پر اجتہاد کرے یا نہ کرے جب بھی لائق ہے کہ انتقال کرنا جائز ہو جیسا کہ امام کا قول ہے قبلہ کے بارے میں کہ یہ ایک زمانہ تک ہے اور یہ ایک زمانہ تک ۔ انتہی ۔

اب رہی یہ بات کہ حنفی اگر شافعی مذہب میں چلا جائے تو اس کو سزا دینی چاہیے اور شافعی اگر حنفی مذہب میں چلا جاوے تو اس کو خلعت دینا چاہیے یہ محض مخترع اور مبتدع قول ہے اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ تعصب سے پیدا ہوا ہے ملا علی قاری سم القوارض میں کہتے ہیں کہ یہ جو حنفیوں میں مشہور ہے کہ حنفی جب شافعی مذہب ہو جائے تو اس کو سزا دی جائے اور جب اس کا الٹ ہو تو خلعت دیا جائے یہ ایک بناوٹ کی بات ہے اور ہمارے شیخ العلماء مولانا عبدالعلی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ بعض تکلف والے پچھلے فقہاء نے بڑی سختی کی ہے اور کہا ہے کہ جب حنفی شافعی ہو جائے تو اس کو سزا دی جائے یہ تو ایک نئی شریعت نکالنا ہے اپنی طرف سے ۔ انتہی ۔ اور علامہ سیوطی جزیل المواہب فی انتقال المذاہب میں فرماتے ہیں ، اور لیکن یہ جو شخص لکھتا ہے کہ غیر حنفی کو حنفی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہو جانا جائز ہے اور حنفی کو شافعی مذہب اختیار کرنا نا جائز ہے یہ تو ایک ایسا حکم ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور محض تعصب ہے کیونکہ کل آئمہ حق پر ہونے میں برابر ہیں ۔ الخ

اور اگر مقلد فقیہ ہے و علم تفسیر و حدیث و فقہ و اصول جانتا ہے اس کو بعد اس کے کہ دوسرے مذہب کا راجح ہونا کسی مسئلہ میں دلائل سے معلوم ہو گیا ہو اس مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب سے انتقال کرنا لازم ہے ولی کامل شاہ ولی اللہ اپنی کتاب عقد الجید میں فرماتے ہیں کہ جس شخص پر اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ نبی ﷺ نے یوں حکم دیا ہے یا فلاں بات سے منع کیا ہے اور یہ بھی اس کو معلوم ہو گیا ہو کہ وہ منسوخ نہیں ہے اب چاہے عدم نسخ کا علم اس کو اس طرح پر ہوا ہو کہ اس نے تتبع کی احادیث کی اور مخالف و موافق کے اقوال کی اس مسئلہ میں تو نہیں پایا اس نے اس کے لئے کوئی ناسخ یا اس طرح پر عدم نسخ کا علم ہوا ہو، وہ دیکھتا ہے کہ متبحرین علماء کی ایک بڑی جماعت اس حدیث کی طرف گئی ہے ۔ مخالفین کو دیکھتا ہے کہ ان کے پاس حجت یا تو قیاس ہے یا استنباط ہے یا مثل اس کے کوئی اور چیز ہے، تو اب نبی ﷺ کی حدیث کی مخالفت کرنے کا سبب یا تو نفاق ہے یا کھلی ہوئی حماقت ہے ۔ اور یہ وہی بات ہے جس کی طرف اشارہ کیا ہے شیخ عز الدین بن عبد السلام نے وہ فرماتے ہیں کہ فقہائے مقلدین میں سے کوئی واقف ہوتا ہے اپنے امام کے ماخذ کے ضعف پر جو کہ کسی طرح نہیں اٹھ سکتا اور وہ مقلد باوجود اس کے تقلید کرتا ہے اپنے امام کی اس میں اور چھوڑ دیتا ہے اس شخص کو جس کے مذہب کے لئے کتاب وسنت و قیاس صحیح شہادت دے رہے ہیں اس لئے کہ اس کو اپنے امام کی تقلید پر جمود ہے ۔ بلکہ وہ حیلے نکالتا ہے ظاہر کتاب وسنہ کے ٹال دینے کو اور بعید بعید و باطل تاویلوں سے اس کی تاویل کرتا ہے حالانکہ سلف کے لوگوں کا برابر کا یہ دستور تھا کہ بغیر قید مذاہب کے جس عالم سے جی چاہتا لوگ مسئلہ پوچھ لیا کرتے تھے اور ان پوچھنے والوں پر کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ یہ مذاہب اور ان مذاہب کے متعصبین مقلدین ظاہر ہوئے اب یہ لوگ اتباع کرتے ہیں اپنے امام کی باوجود اس کے کہ اس کا مذہب دور ہے دلیلوں سے گویا کہ اپنے امام کو نبی مرسل سمجھتا ہے اور یہ دور ہونا ہے حق سے اور علیحدہ ہونا ہے ثواب سے کوئی عاقل بھی اس کو نہیں پسند کر سکتا ہے ۔ اور امام ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص فقہ کے ساتھ مشغول ہو اس کو لائق ہے کہ نہ بس کرے ایک امام کے مذہب پر اور اس کو لائق ہے کہ مسائل میں انہیں مسائل کی صحت کا اعتقاد کرے جو قریب تر ہو کتاب وسنت و حکمت کے دلالت سے اور یہ آسان ہے اس پر جبکہ علوم متقدمہ کے معظمات کا یقین رکھتا ہے اور چاہیے کہ پرہیز کرے تعصب سے ..الخ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد قابل تجزّی ہے

سوال: ما قولکم : دریں مسئلہ کہ کسے را قدرت اجتہاد فی کل المسائل نباشد۔ لیکن اورا قدرت اجتہاد فی بعض المسائل دون بعض حاصل شود ایں معنی عند الشرع جائز الوقوع است یا نہ و در ہر مسئلہ کہ قدرت اجتہاد میدارد اجتہاد کند و در ہر مسئلہ کہ قدرت اجتہاد ندارد در آن تقلید مجتہد مطلق نماید بدیں معنی در شرع جائز است یا نہ۔

جواب: اجتہاد بر مذہب اصح قابل تجزی است و اجتہاد فی بعض المسائل دون البعض عند المشائخ جائز الوقوع است اکابر علماء بایں طرف رفتہ اند اسامی بعض آنہا از عبارت مسلّم و شرح آن ظاہر مے شود

اختلف فی تجزی الاجتهاد بان یکون مجتهداً فی بعض المسائل دون بعض فالاکثر قالوا نعم تجزی الاجتهاد منهم الامام حجة الاسلام الغزالی من الشافعیة و الشیخ ابن الهمام منا و یلوح رضا صاحب البدائع ایضاً و هو الاشبة بالصواب ۔ انتهی

و قال ایضاً فی مقام آخر من کتابه و المجتهد قسمان مجتهد مطلق له قوة اجتهاد فی ای حکم شاء و مجتهد فی اجتهاد خاص له قوة فی اجتهاد خاصة فقط و شرط مطلق الاجتهاد اوّلاً صحة ایمانه و لو اجمالاً و بعده معرفة الکتاب ۔

قال الشیخ ابن نجیم فی شرح المنار هذا الشروط انما هی فی حق المجتهد المطلق الذی یفتی فی جمیع الاحکام و اما مجتهد فی حکم دون حکم فعلیه معرفة ما یتعلق بذلک الحکم ۔ انتهی

و مجتهد فی بعض المسائل در آنچہ قدرت اجتہاد میداد عمل بر اجتہاد خود کند و در آنچہ قدرت اجتہاد ندارند و تقلید مجتہد مطلق نماید۔

قال فی المسلّم و شرحه غیر المجتهد المطلق یلزمه تقلید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجتهد المطلقین لیعمل بفتواہ و ان کا ن المکلف مجتهدا فی بعض المسا ئل من الفقه او فی بعض العلو م کا لفرا ئض فعلی القو ل یتجز ی ا لا جتهاد و هو الحق یلز مه التقلید فیما لا یقدر علی ا لا جتهاد لیعمل بفتوی غیره و هکذا قا ل ابن الهما م و ابن نجیم ۔

سوال نمبر ۵ ۔ کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو ہر ایک مسئلہ میں اجتہاد کرنے کی قوت نہیں مگر بعض مسائل میں اجتہاد کرنے کی قوت ہے ۔ یہ معنی نزدیک شریعت کے جائز الوقوع ہیں یا نہیں ۔ اور جس مسئلہ میں قوت اجتہاد کی رکھتا ہے اس میں اجتہاد کرے اور جس میں قوت اجتہاد کی نہیں رکھتا ہے اس میں مجتہد مطلق کی تقلید کرے ۔ یہ طریقہ شرع میں جائز ہے یا نہیں ۔

جواب : موافق مذہب صحیح اجتہاد قابل تجزی ہے ۔ اور بعض مسائل میں اجتہاد کرنا اور بعض میں نہیں کرنا مشائخ کے نزدیک جائز الوقوع ہے اکابر علماء اس طرف گئے ہیں ۔ بعض کے نام نامی مسلّم اور شرح مسلّم کی عبارت سے ظاہر ہوتے ہیں ۔ اجتہاد کی تجزی بایں طور کہ بعض مسائل میں تو مجتہد ہو اور بعض میں نہیں اس کی صحت میں اختلاف واقع ہوا ہے پس اکثر قائل ہیں کہ اجتہاد میں تجزی جائز ہے چنانچہ امام حجۃ الاسلام غزالی شافعی اور شیخ ابن الہمام حنفی کا یہی مذہب ہے اور صاحب البدائع کی مرضی بھی اسی مین پائی جاتی ہے اور قرین ثواب بھی یہی امر ہے ۔ انتہی

اور اسی کتاب کے دوسرے مقام میں مذکور ہے کہ مجتہد کی دو قسم ہیں ایک مجتہد مطلق ہے جس کو ہر حکم میں اجتہاد کی قوت حاصل ہوتی ہے دوسرا مجتہد با جتہاد خاص ہے جس کو صرف خاص خاص مسائل میں اجتہاد کی قوت ہوتی ہے ۔ اور مطلق اجتہاد کی پہلی شرط صحت ایمان ہے اگر چہ اجمالی طور سے ہو بعد ازاں معرفت کتاب ہے ۔ شیخ ابن نجیم شرح منار میں فرماتے ہیں کہ یہ شرائط اس مجتہد مطلق کے ساتھ مخصوص ہیں جو جمیع احکام میں فتوی دیتا ہے لیکن جو بعض حکم میں مجتہد ہے اور بعض میں نہیں ہے اس کو اسی چیز کی معرفت ضرور ہے جس کو اس حکم سے تعلق ہے ۔ انتہی

اور بعض مسائل کا مجتہد جن مسائل میں اجتہاد کی قدرت رکھتا ہے ان میں اپنے اجتہاد پر عمل کرے اور جس مسئلہ میں اس کو قدرت اجتہاد نہیں ہے اس میں کسی مجتہد کی تقلید کرے مسلّم اور اسکی شرح میں ہے کہ جو مجتہد مطلق نہیں ہے اسکو کسی مجتہد مطلق کی تقلید لازم ہے تاکہ اسکے فتوی پر عمل کرے اور اگر فقہ کے بعض مسائل میں یا بعض علوم میں مثلاً علم فرائض میں مجتہد ہو تو ایک قول کے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

موافق اجتہاد اس کا متجزی ہو جائے اور یہی قول حق ہے پس جس مسئلہ میں اجتہاد پر قادر نہیں ہے اس میں تقلید لازم ہوگی تاکہ اپنے غیر کے فتوی پر عمل کرے۔ ایسا ہی ابن ہمامؒ اور ابن نجیمؒ نے فرمایا ہے

اجتہاد مطلق آئمہ اربعہ پر ختم نہیں ہوا

سوال: آنچہ درعوام بلکہ دربعضے خواص انام مشہور گشتہ است کہ اجتہاد فی المذہب برعلامہ نسفی ختم شد و اجتہاد بر مجتہدین اربعہ کتم گردید اکنون کسی اگرچہ علم تفسیر و حدیث و فقہ و اصول بخوبی داشتہ باشد ہرگز اورا اجتہاد در کدام مسئلہ درست نیست و تقلید برو واجب است ایں سخن مجرد دعوی است با کدام دلیل و برہان ہم برآں قائم است و بعد انقراض زمان مجتہدین اربعہ علمائے دیگر اجتہاد فی بعض المسائل یا اجتہاد مطلق فی کل المسائل نمودہ اندیانہ۔ بینوا توجروا

جواب: حکم اختتام اجتہاد مطلق برآئمہ اربعہ و اختتام اجتہاد فی المذہب برعلامہ نسفی تعصب بحت است و رجم بالغیب و محض خالی از دلائل و براہین است بلکہ ناشی از ضلال بین اخبار بالغیب خاصہ رب العالمین است قال اللہ تعالی، و عندہ مفاتیح الغیب ، قال تاج الفقہاء والاصولین المتاخرین مولانا نظام الدین فی شرحہ علی المسلّم اعلم ان بعض المتعصبین قالوا اختتم الاجتہاد المطلق علی الآئمۃ الاربعۃ و لم یوجد مجتہد مطلق بعدھم و الاجتہاد فی المذھب اختتم علی العلامۃ النسفی صاحب الکنز و لم یوجد مجتہد فی المذھب بعدہ و ھذا غلط و رجم بالغیب فان سئل من این علمتم ھذا لا یقدرون علی ایراد دلیل اصلاً ثم ھو اخبار بالغیب و تحکم علی قدرۃ اللّٰہ تعالی فمن این یحصل علم ان لا یوجد الی یوم القیامۃ احد یتفضل اللہ علیہ بنیلہ مقام الاجتہاد فاجتنب عن مثل ھذہ التعصبات۔ انتھی

و قال شیخنا ملک العلماء مولانا عبد العلی فی شرح المسلم ان من الناس من حکم بوجوب الخلو من بعد العلامۃ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

النسفی و ا ختتم ا لا جتھا د به و عنوا ا لا جتهاد فی المذ هب و اما ا لا جتھا د المطلق فقا لوا ا ختتم با لا ئمة ا لا ربعة حتی او جبوا تقلید وا حدٍ من هئو لا ء علی ا لا مة و هذا کله هو س من هو سا تهم لم یا توا بد لیل و لا یعبأ بکلا مهم و انما هم من الذین حکم ا لحد یث انهم افتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا و لم یفهموا ان هذا ا خبار با لغیب فی خمس لا یعلمهنّ ا لّا اللّه تعالی۔ انتهی

و بعد آ ئمہ ار بعہ جمعی از علماء بدرجہ اجتہا د مطلق مستقل رسیدہ اند وا حداث مذاہب جد یدہ نمودہ مذہب بعضے آنہا شیوع یافتہ مثل ابی ثور کہ از آ ئمہ مشہورین ومجتہد مستقل بود

قا ل ا لا ما م النو وی فی تهذ یب ا لا سما ء و ا للغا ت هو صاحب مذهب مستقل و قا ل ا لا ما م یا فعی فی تا ر یخه انه احد ا لا علا م و با رع فی العلم و لم یقلد ا حد و قا ل الذ هبی هو ا لا ما م المجتهد المستقل و قا ل النسا ئی هو ثقة ما مو ن ا حد الفقها ء و قا ل ابن حبا ن کا ن ا حد آ ئمه الد نیا فقها و علما و ورعا و فضلاً۔

و در اسماء الفقہاء نوشتہ کہ وے اول تابع ابی حنیفہ بودمن بعد بمذہب شافعی انتقال کرد پس ازاں بمرتبہ اجتہا د مستقل رسید و مذہبش شائع گشت واتباع او بسیار بودند چنانچہ جنید بغدادی دراول بر مذہب او بود ودرا قرن خامس اتباع او بکثرت بودند انتہی

ومثل محمد بن اسماعیل بخاری کہ صاحب مذہب مستقل بود چنانچہ رملیؒ اورا مجتہد مستقل نوشتہ وحافظ ابن حجر عسقلانی از ابی مصعبؒ نقل کردہ کہ محمد بن اسماعیل بخاری

افقه عند نا و ابصر با لحد یث من ا حمد بن حنبل و عنه قا ل لو اد ر کت ما لکاً و نظر ت الی و جهه و و جه محمد بن اسماعیل لقلت کلا هما وا حد فی الفقه و الحد یث و قا ل قتیبه بن سعید جا لست الفقهاء و الز ہا د و العبا د و ما ر أیت منذ عقلت مثل محمد بن اسما عیل و هو فی زما نه کعمر فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الصحا بة و سئل قتا ده عن طلاق السکرا ن فد خل محمد بن اسما عیل البخا ری فقا ل للسا ئل هذا ا حمد بن حنبل و اسحاق بن را هو یه و علی بن المد ینی قد سا قهم اللّٰه الیک اشا ر الی البخا ری ۔ انتهی

ومثل داؤد ظاہری کہ مجتہد مستقل بود شیخ بلقانی درشرح جوہرہ اورا درمجتہدین مستقل ذکر کردہ وکذلک عینی درشرح بخاری اورا دراصحاب مذہب مستقل شمار کردہ

و قا ل ابن خلکا ن فی تا ریخه انه کا ن صا حب مذ هب مستقل و تبعه جمع کثیر یعرفو ن با لظا هر یة و قا ل ا لا ما م الیا فعی فی تا ریخه هو الفقیه ا لا ما م ا لا صبها نی کا ن صاحب مذ هب مستقل بنفسه و تبعه جمع کثیر یعر فو ن بالظا هر یة و قا ل العلا مة المحلی فی شرح جمع الجوا مع ان دا ؤد کا ن جبلاً من جبا ل العلم و الدین و لی من سدا د النظر وسعة العلم و فو ز البصیرة و ا لا حا طة باقوا ل الصحا بة و التابعین و القدرة علی ا لا ستنبا ط ما تعظم وقوعه و قد دو نت کتبه و کثر ت اتبا عه و ذکره الشیخ ابو اسحاق الشیرازی فی طبقا ته من ا لا ئمة المتبو عین فی الفرو ع و قد کا ن مشهور ا فی زمن الشیخ و بعده کثیرا لا سیما فی بلا د فا رس من شیراز و ما وا لا ها الی نا حیة العرا ق و فی بلا د المغر ب انتهی

ومثل ابی جعفر محمد بن جریر طبری کہ صاحب مذہب مستقل بود

قا ل ابن خلکا ن انه کا ن اما ماً فی فنو ن کثیرة منها التفسیر و الحد یث و الفقه و التا ر یخ و غیر ذ لک و له مصنفا ت ملیحة فی فنو ن عد یدة تد ل علی سعة علمه و غزارة فضله و کا ن من ا لآ ئمة المجتهد ین و لم یقلد احدا و کا ن ابو الفر ج معاف بن زکر یا النهروا نی المعرو ف با بن طرا ریؒ علی مذ هبه و ذکر ه الشیخ ابو اسحاق الشیرازی فی طبقا ت الفقها ء و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المحد ثین و قا ل ا لا ما م یا فعی هو ا حد العلما ء الاعلا م صاحب التفسیر الکبیر و التا ریخ الشهیر و المصنفات العدید ة و الا و صا ف الحمیدة کا ن مجتهداً لا یقلد ا حدا و قال ا ما م الا ئمه المعرو ف با بن حز م ما اعلم علی ا لا ر ض اعلم من محمد بن جر یر و لقد ظلمته الحنا بلة و قا ل السیو طی انه بلغ رتبة ا لا جتها د المطلق المستقل و دوّن لنفسه مذ هباً مستقلاً و له اتبا ع قلدو ه و افتوا و قضوا بمذ هبه یسمو ن الجریریة قا ل الخطیب کا ن ا حد ائمة العلما ء یحکم بقو له و یر جع الیه ۔

القصہ جملہ علما ئے مجتہد ین کہ بعد از آ ئمہ ار بعہ شدہ اند قر نا بعد قر ن الی یومنا ہذا کہ مذہب بعض آ نہا شیوع یا فتہ و مذ ہب اکثرے از آ نہا در ازمنہ فا سدہ بسبب تعصب متعصبین شیوع نیا فتہ اگر اسا می ہمہ آ نہا ذکر کر دہ شود یک دفتر عظیم گر دد و حال ہر اقلیم در یافتن مشکل در ملک ما یعنی در ملک ہندوستا ن در دواز دہ صدی حضرت شیخ الشیو خ مولانا شا ہ و لی اللہ محد ث دہلوی قدس سرہ گز شتہ اند کہ تبحر علم و اجتہاد شا ن از تصا نیف شان ظا ہر است کتا ب حجۃ اللہ البا لغہ بینہ قو یہ آ ن ست بر وسعت علم اجتہا د شا ن و بعدہ صا حبزا دہ وا لا تبار یعنی حضرت شا ہ عبد العزیز قدس سرہ نیز منصب ا جتہاد میدا شتند تصا نیف شا ن دلیل بین بر آ ں است و در زما ن فاضل اکمل محد ث بے بدل شیخنا مو لا نا اسما عیلؒ ملکہ ا جتہا د با تم الو جو ہ میدا شتند جم غفیر و مجمع کثیر از علما ئے ر با نیین در ملک ہندوستا ن قا ئل بملکہ ا جتہاد حضرت ایشا ن ہستند بلکہ صیت علم شا ن تا بلا د عر ب رسید افضل علما ئے مکہ معظّمہ الشیخ عبد اللہ سرا ج قا ئل سعت علم و ملکہ ا جتہاد حضرت ایشا ں بود اگر چند ے در دیا ر عرب قیا م ے فر مودند صیت علم حضرت شا ن تما م جہا ن را را فرا می گر فت و کسا نیکہ در حق حضرت ایشا ن طعن ے کنند محض از تعصب و عنا د است اعتبا ر را نشا ید المعا صرۃ اصل المنا فرۃ اکثر معا ندان در زما ن حضرت اما م اعظم بلکہ بعد از زما ن شا ن نیز بحق حضرت ایشا ن چہ قدر طعن کر دہ اند بعضے نسبت مذ ہب مر جیہ بطر ف حضرت ایشا ں نمو دہ اند و ہم چنیں است حا ل اما م شا فعی و بخا ری بلکہ جملہ ا کا بر دین در کتب توا ریخ معا ینہ با ید کر د معا ندا ن در حق صحا بہ کبا ر طعنہا کر دہ اند از طعن ایں کورا ن ہر گز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منقصت شان آن بزرگان نمی شود ومجتهد فی المذہب وفی بعض المسائل صدہا قرناً بعد قرنٍ بودہ اند ذکراسامی آنہا رااین مختصر ہرگز متحمل نیست بلکہ احاطہ اسامی شان متعذر در کتب بیہقی وکتاب معالم السنن وشرح السنۃ للبغوی مطالعہ باید کرد واضح خواہد شد کہ بسیاری علمائے ابرار قرنا بعد قرن بودہ اند طریق آنہا چنیں بود کہ مسائل منقولہ از ابی حنیفہ والشافعی وثوری وغیرھم من المجتہدین را اول براحادیث موطا مالک وصحیحین وبعد ازاں براحادیث ترمذی وابوداؤد ونسائی عرض مے کردند پس ہر مسئلہ را کہ موافق صحاح ستہ یافتند عبارۃً یا دلالۃً یا اشارۃً پس بہ ہمون مسئلہ عمل مے کردند۔ وہر مسئلہ را کہ مخالف صحاح ستہ مے یافتند آں را ترک مے نمودند پس اگر درکدام مسئلہ احادیث وآثار مختلف یافتہ مے شد اجتہاد مے کردند در تطبیق بعضے از نہاء ببعضے یا مفسر را قاضی بر مبہم مے نمودند یا تنقیح مورد ومحل ہر حدیث برصورت علیحدہ یا غیر ذلک تعمیل مے نمودند۔ پس اگر آن مسئلہ از باب سنن وادب مے بود پس قائل بہ سنیت ہر فعل از افعال مختلفہ فی الاحادیث مے شدند واگر مسئلہ از باب حلال وحرام یا از باب قضا مے بود واختلاف کردہ اند دران صحابہ وتابعین ودیگر مجتہدین پس قرار میدادند آں مسئلہ را برقولین یا اقوال وانکار نمے کردند برقولے ازاں اقوال وکوشش مے کردند در معرفت اولی وارجح از قوۃ روایۃ یا از عمل اکثر صحابہ یا از مذہب جمہور مجتہدین یا بموافقت قیاس پس عمل مے کردند برہمان اقوی بغیر انکار ہر قول آخر پس اگر نمے یافتند کدام حدیث در صحاح ستہ در یک مسئلہ پس جولان نظر مے کردند بطرف کتب حدیث طبقہ ثالثہ وبسوئے آنچہ فہمیدہ میشود از کلام علمائے دلیل وتعلیل پس ہرگاہ اطمینان بر چیزے میشد آنرا اختیار مے کردند دلیل ہر مسئلہ اول از کتاب اللہ طلب می نمودند بعدہ از سنت وآثار صحابہ وتابعین کہ کہ در کتب صحاح حدیث مروی شدہ وبعد ازاں در اقوال مجتہدین جولان نظر مے فرمودند وبہتر نمی دانستند کہ تقلید ہر یک عالم بکنند در اقوال اوخواہ از روئے دلائل شود یا نشود۔ انتہی۔

حاصل مافی کتب البیہقی وکتاب معالم السنن وشرح السنۃ للبغوی ہر کہ تفصیل طریقہ محققین وفقہائے محدثین بخواہد باید کہ در کتب مذکورہ مطالعہ نماید انما شفاء الجہل المطالعۃ فی کتب السلف وتعریف اجتہاد آنچہ در کتب اصول فہمیدہ میشود اینست کہ

استفراغ الجهد فی ادراك الاحكام الشرعية الفرعية عن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادلتها التفصیلیة الراجعة کلیاتها الی اربعة اقسام الکتاب و السنة و الاجماع و القیاس و یفهم من هذا انه اعم من ان یکون ذلک باعانة البعض علی صور المسائل و التنبه علی ماخذ الاحکام من الادلة التفصیلیة او بغیر اعانة منه

پس در تعریف مجتہد داخل شدند آں علماء کہ متابعت مجتہدی مے کنند در اکثر مسائل لیکن میشناسند دلیل ہر مسئلہ از کتاب وسنت و اجماع و قیاس و ایں چنیں علماء در مذہب ہر چہار مجتہدین قرنا بعد قرن بسیار گذشتہ اند و دریں زمان ہم موجود اند اگرچہ کم باشند قال اللہ تعالی قلیل من عبادی الشکور و ایں علماء را مجتہد ندانستن مخالفت صریح است از اصول خود و آنچہ بعض علماء نوشتہ اند کہ مجتہد دریں زمان مفقود است غرض ازاں مجتہد مستقل است نہ مجتہد مطلق و مجتہد مقید

کما قال شیخ الحدیث الامام السیوطی فی رسالته الرد علی من اخلد الی الارض ان التحقیق فی ذلک ان المجتهد المطلق اعم من المجتهد المستقل و هو الذی استقل بقواعد نفسه و بنی علیه الفقه خارجا عن القواعد المقررة و هذا شیء فقد من الدهر الی آخره و هکذا فی جامع الاصول لقدوة العلماء احمد بن عطاء و قال المحقق الجلیل و المحدث النبیل العارف باللّٰه الشیخ ولی اللّٰه فی کتابه عقد الجید فما یظن کان موافقاً لشیخه فی اکثر المسائل لکنه یعرف لکل حکم دلیلاً و یطمئن قلبه بذلک الدلیل و هو علی بصیرة من امره انه پیس بمجتهد ظن فاسده و کذلک ما یظن من ان المجتهد لا یوجد فی هذه الازمنة اعماداً علی الظن الاول بناء فاسد الفاسد۔ انتهی۔

پس کسانیکہ نفی مطلق اجتہاد دریں زمان مے کنند جاہل اند از کتب اصول فرق نمی دانند در مجتہد مستقل و مجتہد مطلق و مجتہد مقید بیچارگان معذور ہستند زیرا کہ منتہائے علم ایشان تا قنیه و منیه است و دیگر ہیچ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوال: یہ بات جو عوام میں بلکہ خواص میں مشہور ہو گئی ہے کہ اجتہاد فی المذہب علامہ نسفی پر اور اجتہاد مطلق مجتہدین اربعہ پر ختم ہو گیا ہے اب کسی کو کسی مسئلہ میں اجتہاد جائز نہیں ہے اگر چہ وہ تفسیر و حدیث و فقہ و اصول کا علم بخوبی رکھتا ہو بلکہ اس پر تقلید واجب ہے، یہ بات محض دعویٰ ہی ہے یا اس پر کوئی دلیل بھی قائم ہے اور آئمہ اربعہ کا زمانہ گذر جانے کے بعد علماء نے اجتہاد بعض مسائل میں یا کل مسائل میں اجتہاد مطلق کیا ہے یا نہیں۔

جواب: اجتہاد مطلق کے اختتام کا حکم آئمہ اربعہ اور اجتہاد فی المذہب کے اختتام کا حکم علامہ نسفی پر محض تعصب ہے اور بغیر دیکھے پتھر پھینکنا ہے، اور دلائل و براہین سے بالکل خالی ہے بلکہ صریح گمراہی ہے کیونکہ اخبار بالغیب رب العالمین کا خاصہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں مولانا نظام الدینؒ، شرح مسلّم میں فرماتے ہیں کہ بعض متعصبین نے کہا ہے کہ اجتہاد مطلق ختم ہو گیا آئمہ اربعہ پر اور ان کے بعد کوئی مجتہد مطلق نہیں پایا گیا اور اجتہا د فی المذہب ختم ہو گیا علامہ نسفی صاحب کنز پر ان کے بعد کوئی مجتہد فی المذہب نہیں پایا گیا۔ یہ قول غلط ہے بلکہ رجم بالغیب ہے پس اگر پوچھا جائے کہ تم کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی تو ہرگز کوئی دلیل نہیں لا سکتے اور یہ اخبار بالغیب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تحکم ہے، پس کہاں سے حاصل ہوا علم اس امر کا کہ قیامت تک کوئی شخص ایسا نہیں پایا جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مقام اجتہاد پر پہنچاوے۔ اے طالب حق اس قسم کے تعصّبات سے بچتا رہ۔ انتہی۔

اور مولانا عبد العلیؒ، شرح مسلّم میں فرماتے ہیں کہ جس نے یہ حکم کیا ہے کہ علامہ نسفی کے بعد خلو لازم ہے کیونکہ اجتہاد ان پر ختم ہو گیا ہے مراد اس قائل کی اجتہاد فی المذہب ہے اور اجتہاد مطلق کی نسبت کہتے ہیں کہ آئمہ اربعہ کے اوپر ختم ہو گیا ہے اسی لئے ان میں ایک کی تقلید کو امت پر واجب ٹھہرایا ہے اور یہ کل باتیں ایک ہوس ہے ان کی تمام ہوسوں میں سے اس پر کوئی دلیل نہیں لا سکے پس ان کے کلام کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں حدیث کا یہ حکم ناطق ہے کہ بلا علم فتویٰ دیا پس خود بھکے اور دوسروں کو بہکایا اور یہ نہ سمجھا کہ یہ اخبار بالغیب ہے ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ انتہی

اور آئمہ اربعہ کے بعد علماء کی ایک جماعت اجتہاد مطلق مستقل کے درجہ کو پہنچی ہے اور مذہب جدید کی بانی ہوئی ہے ان میں سے بعض کا مذہب شائع ہوا۔ جیسے امام ابوثور ہیں کہ یہ آئمہ مشہورین میں سے ایک مجتہد مستقل تھے امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے کہ وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب مستقل کے بانی تھے۔اور امام یافعیؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک بڑے عالم اور ماہر عالم تھے کسی مجتہد کی تقلید نہیں کی اور ذہبی نے کہا ہے کہ وہ ایک امام مجتہد مستقل تھے اور امام نسائیؒ نے کہا کہ وہ ایک ثقہ معتمد علیہ فقیہ کامل تھے اور ابن حبانؒ نے کہا کہ فقہ وعلم اور تقوی وفضل کے اعتبار سے وہ دنیا کے آئمہ میں سے ایک امام تھے اور اسماء الفقہاء میں لکھا ہے کہ وہ پہلے امام ابوحنیفہؒ کے تابع تھے بعدازاں امام شافعیؒ کا مذہب اختیار کیا بعدازاں اجتہاد مستقل کے مرتبہ کو پہنچے اور ان کا مذہب شائع ہوا۔ان کے تابعین بھی بکثرت تھے چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ ابتداء میں انہیں کے مذہب پر تھے قرن پنجم تک ان کے تابعین بکثرت تھے۔انتہی۔

اور جیسے امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ ہیں کہ یہ بھی مذہب مستقل کے بانی تھے چنانچہ رملیؒ نے ان کو مجتہد مستقل میں شمار کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابومصعبؒ سے نقل کیا ہے کہ محمد بن اسماعیلؒ میرے نزدیک احمد بن حنبلؒ سے زیادہ فقیہ اور علم حدیث کے زیادہ مبصر تھے اور یہ بھی ابو مصعبؒ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم امام مالکؒ کا زمانہ پاتے اور ان کے چہرہ پر نظر کرتے پھر محمد بن اسماعیلؒ کے چہرہ پر نظر کرتے تو یہی کہتے کہ یہ دونوں فقہ وحدیث میں ایک ہیں۔اور قتیبہ بن سعیدؒ نے کہا کہ بہتیرے فقیہ وزاہد وعابد کی صحبت میں بیٹھا ہوں مگر ابتدائے شعور سے آج تک محمد بن اسماعیلؒ کا مثل میں نے نہیں دیکھا وہ اپنے زمانہ میں ایسے تھے جیسے صحابہ میں حضرت عمرؓ۔قتادہ سے کسی نے نشہ والے کے طلاق کا مسئلہ پوچھا اس وقت محمد بن اسماعیلؒ تشریف لائے پس قتادہؒ نے امام بخاریؒ کی طرف اشارہ کر کے سائل سے کہا کہ یہ احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ اور علی بن مدینیؒ ہیں، اللہ نے اس وقت گویا تینوں کو تیرے پاس پہنچا دیا ہے۔انتہی

اور جیسے داؤد ظاہریؒ ہیں کہ یہ بھی مجتہد مستقل تھے۔شیخ بلقانیؒ نے شرح جوہرہ میں ان کو مجتہدین مستقل میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح عینیؒ نے شرح بخاری میں ان کو مذہب مستقل کا امام شمار کیا ہے اور ابن خلکانؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ مذہب مستقل کے بانی تھے اور ان کی اتباع جماعت کثیر نے کی ہے جن کا لقب ظاہریہ ہے اور امام یافعیؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ داؤد ظاہری فقیہؒ امام اصبہانی بہ نفس خود ایک مذہب کے بانی تھے، ان کی پیروی ایک بڑی جماعت نے کی ہے جن کا لقب ظاہریہ ہے۔علامہ محلیؒ نے جمع الجوامع میں کہا ہے کہ داؤدؒ، علم اور دین کے ایک پہاڑ تھے ان کو درستگی نظر اور فراخی علم کمال بصیرت اور صحابہ اور تابعین کے اقوال پر پوری واقفیت اور استنباط مسائل پر کامل قدرت اس قدر تھی کہ ان کی وقعت بہت بڑی تھی ان کی کتابیں مجتمع کی گئیں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کے تابعین بہت تھے۔ اور شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ نے اپنے طبقات میں ان کو آئمہ متبوعین فی الفروع میں سے شمار کیا ہے اور زمانہ شیخ اور بعد زمانہ شیخ میں وہ بہت مشہور ہوئے خصوصاً بلاد فارس شیراز وغیرہ میں کنارہ عراق تک اور بلاد مغرب میں۔ انتھی۔

اور جیسے ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ ہیں کہ مذہب مستقل کے بانی تھے۔ ابن خلکانؒ نے کہا ہے کہ وہ بہتیرے فنون وعلوم کے امام تھے خصوصاً تفسیر وحدیث وفقہ وتاریخ وغیرہ میں کامل تھے اور متعدد علوم میں ان کی نفیس نفیس تصنیفات موجود ہیں جو ان کی وسعت علم اور کثرت فضل پر دلالت کر تی ہیں اور آئمہ مجتہدین میں سے تھے اور کسی مجتہد کی تقلید نہیں۔ اور ابوفرج بن ذکریا نہروانیؒ جو ابن طراری معروف ہیں انہیں کے مذہب پر تھے اور شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ نے ان کو فقہاء اور محدثین کے طبقات میں ذکر کیا ہے اور امام یافعیؒ نے کہا کہ ابوجعفرؒ ایک دانشمند عالم بڑی تفسیر کے مؤلف اور تاریخ مشہور اور تصانیف متعدد کے مصنف تھے اور اوصاف حمیدہ کے ساتھ متصف اور مجتہد تھے کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ اور امام ابن حزمؒ نے فرمایا کہ محمد بن جریرؒ سے زیادہ علم والا زمین پر میں کسی کو نہیں جانتا ہوں، حنبلیوں نے ان پر ظلم کیا۔ اور سیوطیؒ نے کہا کہ وہ اجتہاد مطلق مستقل کے رتبہ پر پہونچ گئے تھے اور اپنے لئے ایک مستقل مذہب بنایا اور بہت لوگوں نے ان کی تقلید کی اور ان کے مذہب کے موافق فتوی دیا اور فیصلہ کیا وہ سب جریریہ کہلاتے ہیں۔ خطیبؒ نے کہا کہ وہ ایک امام تھے علمائے امت میں سے اپنے قول پر حکم کرتے اور اسی طرف رجوع کرتے تھے۔ انتھی۔

حاصل کلام جملہ علماء مجتہدین جو آئمہ اربعہ کے بعد یکے بعد دیگرے ہوئے ہیں ہمارے زمانہ تک بعض کا مذہب تو شائع ہوا اور اکثر کا مذہب خراب زمانوں میں متعصبوں کے تعصب کی وجہ سے رواج نہیں پایا۔ اگر سب کا نام لکھا جائے تو ایک بڑا دفتر ہو جائے اور ہر ملک کا حال دریافت کرنا تو مشکل ہے ہمارے ملک ہندوستان میں بارہ صدی میں مولانا شاہ ولی اللہؒ محدث گذرے ہیں کہ ان کا تبحر علم واجتہاد ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے کتاب حجۃ اللہ البالغہ قوی دلیل ہے ان کی کشادگی علم واجتہاد پر اور ان کے بیٹے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ بھی اجتہاد کا منصب رکھتے تھے خود ان کی تصنیفیں اس دعوی کی روشن دلیل ہیں۔ اور اس زمانے میں فاضل اکمل محدث بے بدل ہمارے شیخ مولانا اسماعیل شہیدؒ اجتہاد کا ملکہ اچھی طرح پر رکھتے تھے۔ ملک ہندوستان میں علمائے ربانی کی ایک کثیر جماعت ان کے ملکہ اجتہاد کی قائل ہے بلکہ ان کے علم کا شہرہ بلاد عرب تک پہنچ گیا ہے مکہ معظّمہ کے افضل ترین عالم شیخ عبداللہ سراج مولانا مذکور کے فراخی علم وملکہ اجتہاد کے قائل تھے۔ اگر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیارعرب میں چندے قیام فرماتے تو مولانا کی شہرت تمام جہان میں پھیل جاتی۔اور جولوگ ان کے حق میں طعن کرتے ہیں محض تعصب وعناد کے باعث کرتے ہیں قابل اعتبار نہیں ہے۔معاصرت اصلی سبب ہے نفرت کا، اکثر اہل عناد نے امام اعظمؒ کے زمانہ میں بلکہ ان کے بعد کے زمانہ کے بعد بھی امام ممدوح کس قدر طعن کیا ہے۔بعض معاند نے مذہب مرجیہ کی نسبت امام صاحب کی طرف کی ہے،اور یہی حال امام شافعیؒ وامام بخاریؒ کا، بلکہ جملہ اکابر دین کا، کتب تواریخ کو دیکھنا چاہیے کہ اہل عناد نے صحابہ کبار کے حق میں کس قدر طعن کیا ہے لیکن اندھوں کے طعن سے ان بزرگوں کا کسر شان ہرگز نہ ہوگا اور مجتہد فی المذہب اور فی بعض المسائل ہر زمانہ میں سینکڑوں ہوئے ہیں، اس مختصر رسالہ میں ان سب کے نام کی گنجائش نہیں ہے بلکہ پورے طور سے سب کا نام ذکر کرنا دشوار ہے کتب بیہقی اور کتاب معالم السنن اور شرح السنہ بغوی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔پس ظاہر ہو جائے گا کہ ہر زمانے میں بہتیرے علمائے ابرار ایسے ہوئے ہیں کہ جن کا طریقہ یہ تھا کہ امام ابوحنیفہؒ وشافعیؒ وسفیان ثوریؒ ودیگر مجتہدین کے مسائل منقولہ کو پہلے موطا امام مالک، صحیحین پر بعدازاں ترمذی وابوداؤد ونسائی کی حدیثوں پر پیش کرتے تھے، پھر جس مسئلہ کو عبارۃً یا دلالۃً یا اشارۃً صحاح ستہ کے موافق پاتے تھے اس پر عمل کرتے تھے اور جس مسئلہ کو صحاح ستہ کے مخالف پاتے تھے اس کو ترک کرتے تھے، پھر اگر کسی مسئلہ میں احادیث وآثار مختلف پائے جاتے تو بعض کو بعض کے ساتھ تطبیق دینے میں اجتہاد کرتے تھے، یا نص مبہم کی تفسیر نص مفسر کے ساتھ کرتے تھے، یا ہر حدیث کے مورد ومحل کی جانچ علیحدہ طور پر کرتے یا اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت نکالتے۔پس اگر وہ مسئلہ سنن وآداب کی قسم سے ہوتا تو حدیث کے افعال مختلفہ میں سے ہر فعل کی سنیت کے قائل ہو جاتے تھے اور اگر وہ مسئلہ حرام وحلال کی قسم سے یا از قسم معاملہ باہمی ہوتا اور صحابہ وتابعین ودیگر مجتہدین کا اس میں اختلاف بھی ہوتا تو اس مسئلہ کا مدار دو قول یا چند قول پر رکھتے اور کسی قول کا انکار نہیں کرتے اور اولی وارجح کی شناخت میں قوت روایت سے یا اکثر صحابہ کے عمل سے یا جمہور مجتہدین کے مذہب سے یا قیاس کی موافقت سے کوشش کرتے تھے۔پس قوی تر قول پر عمل کرتے تھے بغیر اس امر کے کہ دوسرے اقوال سے انکار کریں پس اگر کسی مسئلہ میں کوئی حدیث صحاح ستہ میں نہیں پاتے تو طبقہ ثالثہ کی کتب حدیث کی طرف نظر دوڑاتے اور علمائے سلف کی دلیل وتعلیل جو بات مفہوم ہوتی اس پر نظر ڈالتے پھر جب کسی امر پر اطمینان ہوتا اس کو اختیار کرتے اور ہر مسئلہ کی دلیل پہلے کتاب اللہ سے طلب کرتے پھر سنت اور آثار صحابہ وتابعین سے جو کتب صحاح میں مروی ہوتے بعدازاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقوال مجتہدین پر نظر ڈالتے اور یہ بہتر نہیں سمجھتے کہ ایک عالم کی تقلید اس کے اقوال میں کی جائے دلائل کے ساتھ ہو یا نہ ہو۔ کتب بیہقی اور کتاب معالم السنن اور شرح السنۃ بغوی کا خلاصہ ختم ہو گیا۔

فقہائے محدثین اور محققین کے طریقہ کی تفصیل جو شخص چاہے اس کو چاہیے کہ کتب مذکورہ دیکھے مرض جہالت سے شفا کتب سلف کا دیکھنا ہے اور اجتہاد کی تعریف جو کتب اصول فقہ سے سمجھی جاتی ہے یہ ہے کہ دلائل تفصیلی سے احکام شرعیہ فرعیہ کے دریافت میں پوری کوشش کرنی اور ان دلائل کی کلیات چار اقسام یعنی کتاب وسنت واجماع و قیاس کی طرف راجع ہونا اور اس بیان سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ پوری کوشش بعض کی اعانت سے ہو صورت مسائل پر اور دلائل تفصیلی کے احکام کے ماخذ پر خبر دار کرنے سے یا بغیر اس قسم کی اعانت سے ہو۔ پس مجتہد کی تعریف میں وہ علماء بھی داخل ہو گئے جو اکثر مسائل میں ایک مجتہد کی متابعت کرتے ہیں لیکن دلیل اس مسئلہ کی کتاب وسنت واجماع و قیاس سے پہچانتے ہیں اور اس قسم کے مجتہد ہر زمانے میں مجتہدین اربعہ کے مذہب میں بہت گذرے ہیں اور اس زمانے میں بھی موجود ہیں اگرچہ کم ہیں اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے بندوں میں شکر گذار بندے کم ہیں اور ایسے علماء کو مجتہد نہ جاننا صریح مخالفت ہے اپنے اصول سے بعض علماء نے جو لکھا ہے کہ اس زمانہ میں مجتہد مفقود ہیں تو اس مقصود مجتہد مستقل ہیں نہ مجتہد مطلق و مجتہد مقید جیسا کہ شیخ الحدیث امام سیوطی نے اپنے رسالہ الرد علی من اخلد الی الارض میں فرمایا کہ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ مجتہد مطلق عام ہے مجتہد مستقل سے جو اپنے نفس کے قواعد کے ساتھ مستقل ہو اور اس پر فقہ کی بنیاد رکھی ہو جو قواعد مقررہ سے خارج ہو اور یہ ایک ایسی چیز ہے کہ زمانہ سے مفقود ہو گئی ہے۔ آخر عبارت تک۔

اور ایسا ہی جامع الاصول میں قدوۃ العلماء احمد بن عطاء کی تصنیف ہے اور محقق شیخ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب عقد الجید میں فرمایا کہ جو شخص اپنے شیخ کا موافق اکثر مسائل میں ہو لیکن وہ ہر حکم کی دلیل پہچانتا ہو اور اس کا دل اس دلیل پر مطمئن ہے اور اپنے کام میں وہ بینا ہے ایسے شخص کے حق میں جو یہ گمان کیا گیا ہے کہ وہ مجتہد نہیں ہے یہ گمان فاسد ہے اور اسی طرح گمان اول پر اعتماد کر کے یہ خیال کرنا کہ اس زمانہ میں مجتہد نہیں پایا جاتا ہے فاسد کی بنا فاسد پر ہے۔ انتہی

پس جو لوگ اس زمانہ میں مطلق اجتہاد کا انکار کرتے ہیں وہ کتب اصول سے ناواقف ہیں مجتہد مستقل و مجتہد مطلق و مجتہد مقید میں فرق نہیں جانتے ہیں ایسے لوگ معذور ہیں کیونکہ ان کا مبلغ علم قنیہ ومنیہ تک ہے باقی ہیچ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عامی کو بھی ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے

سوال: آنچہ مردمان ایں زمان غیر مجتہد را از خواندن ترجمہ قرآن مجید و حدیث شریف منع مے نمایند و مے گویند کہ نصوص قرآن و حدیث را سوائے مجتہد نے فہمد و غیر مجتہد را عمل بر نصوص نمودن گناہ است و ہر کہ بمنصب اجرہاد نرسیدہ است اگر چہ عالم باشد او را استدلال بالآیات والحدیث درست نیست۔ پس ایں اقوال ایشاں موافق کتب سلف است یا مخالف آن۔ بینوا تو جروا

جواب۔ ایں اقوال محض مخالف اقوال آئمہ سلف اند بلکہ علمائے خلف ہم رد آن کردہ اند اما اقوال آئمہ سلف پس بالا درجواب سوال اول ذکر نمودہ ام از کتب معتبرہ کہ اگر عامی را حدیثے برسد او را عمل بر ظاہر آن حدیث واجب است نزد امام اعظم و محمد اگر چہ او عالم نباشد و حدیث محتمل التاویل والنسخ باشد و دلیل ایں ہر دو مجتہدان اینست کہ آں ظاہر الحدیث واجب العمل بہ و ہرگاہ قول مفتی دلیل است برائے عامی با وجودیکہ در قول مفتی احتمال خطا است از روئے استنباط و فہم تاویل و نسخ پس حدیث اگر چہ احتمال تاویل یا نسخ داشتہ باشد ہرگاہ بعامی خواہد رسید او را عمل بران واجب خواہد شد

لا ن قول الرسو ل لا یزا ل عن قو ل المفتی قا ل فی الکا فی و الحمیدی ای لا یکو ن ادنی در جۃ من قو ل المفتی

ونزد ابی یوسف ہم غیر مجتہد را عمل بالحدیث نمودن مے باید بشرطیکہ عالم باشد و عامی محض و جاہل نباشد چنانچہ از ہدایہ و بحر الرائق و درمختار و عنایہ و غایۃ البیان وغیرہ بالا مذکور شد و ہمہ می نویسند کہ خلافاً لابی یوسف پس معلوم شد کہ راجح دریں باب قول امام اعظم و محمد است زیرا کہ قول مرجوح را بلفظ خلافاً لفلان تعبیر مے کنند ضابطہ فقہاء ہمیں است فتامل رانصف و لاتتعسف و اقوال علمائے خلف ہم متضمن ہم چنیں مضامین از کتب صوفیا کبار و علمائے اولی الابصار در جواب سوال اول مذکور شد... و آنچہ عوام ایں زمان مے گویند کہ نصوص قرآن و حدیث را سوائے مجتہد کسے نے فہمد ایں خلاف تصریحات اصولین است

قد صرح الا صو لین حتی صا حب فتح القد یر فی کتا ب التحریر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

با ن د لا لة النّص يخا لف القياس فی انّ القياس يختص با لمجتهد و دلا لة النّص يفهمها العوا م

از یں عبارت ثا بت شد کہ دلالۃ النص را عوا م ہم مے فہمند پس عبارۃ النص و اشارۃ النص کہ ایں ہر دو واضح تر انداز دلالۃ النص بطریق اولی او مے خواہند فہمید و استدلال بآں خواہند نمود و فی حاشیۃ شیخ الاسلام علی التلویح

ما يد ل علی جوا ز ا لاستد لا ل لغير المجتهد و فی شر ح الشاشی ما يصرح بذ لک و فی شرح العقا ئد للتفتا زا نی ما يد ل علی ان الحد يث من با ب العلم لعا مة الخلق و فی الفتاوی الفضلية عن الفقيه ابی ا لليث ما يد ل علی جواز العمل ا يضاً بما فهمه غير المجتهد من النص و قد صر ح القاضی عضد الملة فی بحث سالک العلة انه اذا د خل الفا ء فی لفظ الرا وی مثل ز نی ما عز فر جم فا لفقيه و غيره فی ذلک سواء ۔انتهی ۔

و فی النقود شر ح العضدی ما يد ل علی جواز تقليد غير المجتهد للمجتهد دو ن ا للزو م ۔

و ثا بت ومقرر است در کتب اصول کہ جائز است خلو زمان از مجتہد خلاً فاً للحنابلۃ پس ہرگاہ کہ فرض کنیم یک زمانہ خالی از مجتہد و دران زمان شخصے بالغ و عاقل شود و بفہمد خطابات شرعیہ را و نرسد او را استنباط مجتہدین ماضیین و استدلالات و مقالات آنہا پس برائے او یکے از سہ امور بالضرور تجویز خواہی کرد اول اینکہ او مکلّف است بانچہ مے فہمد خطابات شرعیہ را اگرچہ او مجتہد نیست و ثانی آنکہ تکالیف شرعیہ از او ساقط است و ثالث آنکہ او مکلّف است بتحصیل مرتبہ اجتہاد اگر اختیار کردی ۔ امر اول را پس اعتراف کردی بآنکہ استدلال بالنصوص مشروط بالاجتہاد نیست وھو المطلوب ۔ و اگر اختیار کردے امر ثانی را پس حکم کردی بسقوط تکالیف شرعیہ از عاقل و بالغ سالم عن العوارض و ذلک باطل بالاجماع و اگر اختیار کردی امر ثالث را پس قائل شدی بالتکلیف بما لیس فی وسعہ ھو خلاف الشرع و العقل زیرا کہ تحصیل مرتبہ اجتہاد سابقا غیر مقدور است ۔ و نزدیک قائلین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بحجۃ القیاس درآیہ کریمہ فاعتبروا یا اولی الابصار اجتہاد و قیاس مراد است از لفظ اعتبار و مجتہدین مراد اند۔ از لفظ اولی الابصار و اجماع است بر آنکہ بخطابات شرعیہ مکلّف است ہر عاقل بالغ و تکلیف شرعی مختص بمجتہد نیست پس ثابت شد کہ فہم خطابات شرعیہ ہم مختص نیست بمجتہد و آنچہ بعض علماء نوشتہ اند کہ غیر مجتہد را تقلید واجب است غرض ازاں تقلید فی المنصوصات نیست بلکہ تقلید در مسائل اجتہادیہ و قیاسیہ مراد است

حیث صرح فی شرح الشاشی بان کل عالم له اصابة الحکم المنصوص علیه مطلقاً سواء کان قطعیاً او ظنیاً بحسب الدلالة و الاثبات و ما کان ظنی الثبوت اعنّی القیاس فهو المختص بالمجتهد و قال القاضی عضد الملة المستفتی المقلد و المفتی المجتهد و المستفتی فیه هو المسائل الاجتهادیه۔

پس ثابت شد کہ در منصوصات حاجت تقلید نیست ہر مومن عالم عمل بر منصوصات قرآن و حدیث مے نماید

قال اللّٰه تعالی: انّما یخشی اللّٰه من عباده العلماء (فاطر:۲۸)

و قال اللّٰه تعالی: و لقد انزلنا الیک آیات بینات و ما یکفر بها الّا الفاسقون۔ (بقرہ: ۹۹)

و قال اللّٰه تعالی :و لقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدّکر۔(قمر:۱۷)

و قال اللّٰه تعالی: هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ (جمعہ:۲)

پس ازیں آیات کریمہ مستفاد گشت کہ کتاب اللہ و حدیث شریف رسول اللہ ﷺ را ہر امی مے فہمد وازاں حکمت را می آموزد و اگر کسے بگوید کہ ایں مخصوص است بآں کسان کہ در زمان برکت نشان آنحضرت ﷺ بودند جواب میدھم کہ بعد ازیں آیت، آیہ دیگر را باید دید و آخرین منهم لما یلحقوا بهم و هو العزیز الحکیم پس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

این صریح است بیان کسانیکہ از صحابہ لاحق نشد ند و در زمان دیگر پیدا گشتند ہمہ در اطلاق امیین در بعث فی الامیین رسولاً داخل شدند و در موطا مالک روایت شد قال:

قال رسول اللّٰه ﷺ ترکت فیکم امرین لن تضلّوا ما تمسّکتم بهما کتاب اللّٰه و سنۃرسوله ۔ (مؤطا۔ کتاب القدر، باب النهی عن القول بالقدر)

لفظ فیکم و تمسکتم عام است خاص بمجتہد نیست بلکہ ہر عامی دران داخل است

قال رسول اللّٰه ﷺ انا امة امیه لا نکتب و لا نحسب .. الخ (بخاری :۱۹۳۱۔ مسلم: ۱۰۸۰)۔

و در جامع الاصول آثار از حضرت عمرؓ مروی است دلالت میدارد بران معنی کہ قرآن و حدیث مے فہمند اہل بادیہ ونساء وصبیان بالجملہ بسیار آیات و احادیث برایں معنی دلالت میدارند چندے ازاں بطریق تمثیل دریں جا تلاوت کردہ شد

فان المنصف یکفیه التمثیل و المتعصب تابع للا باطیل لا یفید له قرأة القرآن مع الانجیل و روایة ما یروی الجبریل و اللّٰه اعلم بالصواب ۔

بعد ملاحظہ ایں رسالہ بر اصحاب فکرت وارباب بصیرت مخفی ومحتجب نخواہد بود کہ در عمل بالحدیث لغیر المجتہد استدلال از قرآن مجید و کتب متداولہ حدیث و آثار صحابہ و تابعین و تبع تابعین و احتجاج باقوال مجتہدین سلف نمودہ شد و آنچہ اقوال علمائے خلف ذکر کردہ شد محض بطور شواہد است نہ بطرز اصل دلیل پس ہر کہ رد بر وایں مدعا قصد کند او راہم لازم کہ رعایت در اثبات دعوی خود ہمیں طور مرعی دارد کہ در اصل ثبوت دعوی مبنی .. بر آیات وحدیث مخبر موجودات ﷺ و آثار قرون ثلاثہ مشہود لھا بالخیر واقوال مجتہدین سلف لاغیر و عمل بالحدیث اختیار نمودہ ام بمقتضائے قول امام اعظم کہ درصدر رسالہ مذکور شدہ ومن حنفی سخت ام ہرگز قول امام را از غوغائے عوام نخواہم گذاشت ۔

ربّنا افتح بیننا و بین قومنا بالحقّ و انت خیر الفاتحین
و صلّ و سلّم و بارك علی محمّد و آله و اصحابه اجمعین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوال ۔ اس زمانے میں لوگ غیر مجتہد کو ترجمہ قرآن مجید اور حدیث شریف پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نصوص قرآن مجید اور حدیث کو مجتہد کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا ہے اور غیر مجتہد کو نصوص پر عمل کرنا گناہ ہے اور جو شخص منصب اجتہاد تک نہیں پہنچا ہے اگر چہ وہ عالم ہو لیکن اس کو استدلال آیات واحادیث کے ساتھ درست نہیں ہے ۔ پس لوگوں کے یہ اقوال کتب سلف کے موافق ہیں یا مخالف ۔ بیان کرو تو ثواب پاؤ گے ۔

جواب ۔ یہ باتیں آئمہ سلف کے اقوال کے محض مخالف ہیں بلکہ علمائے خلف نے بھی ان کا رد کیا ہے چنانچہ آئمہ سلف کے اقوال تو سوال اول کے جواب میں معتبر کتابوں سے ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ اگر عامی کو حدیث پہنچے تو اس حدیث کے ظاہری معنی پر عمل کرنا اس عامی پر واجب ہے امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک اگر چہ وہ عالم نہ ہو اور حدیث میں نسخ وتاویل کا احتمال ہو ۔ ان دو مجتہدوں کی دلیل یہ ہے کہ ظاہر حدیث پر عمل واجب ہے اور جب عامی پر مفتی کا قول دلیل ہے باوجود اس کے کہ قول مفتی محتمل خطا ہے، استنباط اور فہم تاویل و نسخ کے اعتبار سے پس حدیث اگر چہ محتمل نسخ یا تاویل ہو جب عامی تک پہنچ جائے تو اس کو عمل کرنا اس پر واجب ہو جائے گا کیونکہ قول رسول کا درجہ قول مفتی سے کمتر نہیں ہوسکتا ہے ۔ کافی اور حمیدی میں لکھا ہے کہ قول مفتی سے قول رسول کا درجہ ادنی ہرگز نہیں ہوگا ۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی غیر مجتہد کو حدیث پر عمل کرنا چاہیے بشرطیکہ عالم ہو محض عامی و جاہل نہ ہو ۔ چنانچہ ہدایہ اور بحر الرائق اور درمختار اور عنایہ اور غایۃ البیان وغیرہ سے اوپر مذکور ہو چکا ہے اور سب فقہاء لکھتے ہیں کہ اس میں ابو یوسف کا خلاف ہے پس معلوم ہوا کہ اس باب میں قول راجح امام اعظم اور امام محمد کا قول ہے کیونکہ قول مرجوح کو بلفظ خلافاً لفلاں تعبیر کرتے ہیں ضابطہ فقہاء کا یہی ہے ۔ پس تامل اور انصاف کر اور تعصب نہ کر اور علماء خلف کے اقوال بھی جو اسی مضامین کے مطابق ہیں سوال اول کے جواب میں صوفیائے کبار و علماء اولی الابصار کی کتابوں سے مذکور ہو چکے ہیں ان کو دوبارہ ملاحظہ کرو اور اس زمانہ کے عوام جو کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کو مجتہد کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا یہ خلاف تصریحات اہل اصول کے ہے ۔ اصولیوں نے تصریح کی ہے حتی کی صاحب فتح القدیر نے بھی کتاب التحریر میں کہا ہے کہ جو دلالۃ النص مخالف قیاس ہے وہ مجتہد کے ساتھ مخصوص ہے لیکن دلالۃ النص کو عوام بھی سمجھتے ہیں اس عبارت سے ثابت ہوا کہ دلالۃ النص کو عوام بھی سمجھتے ہیں پس عبارت النص و اشارت النص جو دلالۃ النص سے زیادہ تر واضح ہیں ان دونوں کو تو بطریق اولی سمجھیں گے اور ان کے ساتھ استدلال کریں گے ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور تلویح پر جو شیخ الاسلام کا حاشیہ ہے اس میں وہ مضمون ہے جو غیر مجتہد کے لئے جواز استدلال پر دلالت کرتا ہے اور شرح الشاشی میں وہ مضمون ہے جو اس امر کی صراحت کرتا ہے اور علامہ تفتازانی کی شرح العقائد میں جو عبارت ہے اس کی دلالت اس بات پر ہے کہ حدیث ایک علم ہے عام خلق کے لئے اور فقیہ ابو اللیث سے فتاوی فصلیہ میں جو مضمون منقول ہے وہ یہ بتا رہا ہے کہ غیر مجتہد نے نص سے جو مطلب سمجھا ہے اس پر عمل کرنا اس کو جائز ہے اور قاضی عضد الملۃ نے بحث سالک العلۃ میں بصراحت بیان کیا ہے کہ راوی کے لفظ میں جب حرف فا داخل ہو جیسے زنی ماعز فرجم یعنی ماعز نے زنا کیا پس سنگسار کیا گیا تو فہم مطلب میں فقیہ اور غیر فقیہ برابر ہیں۔ انتہی اور شرح عضدی میں جو مضمون درج ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر مجتہد کے لئے مجتہد کی تقلید جائز ہے واجب نہیں۔ انتہی

اور کتب اصول میں ثابت ہے کہ مجتہد کے وجود سے زمانہ کا خالی ہونا جائز ہے حنبلیوں کا اس میں اختلاف ہے پس جب ہم فرض کریں گے ایک زمانہ کو مجتہد سے خالی اور اس زمانہ میں عاقل و بالغ شخص ہو اور خطابات شرعیہ کو سمجھتا ہو لیکن مجتہدین سلف کے استنباط و استدلال و اقوال اس کے پاس نہ پہنچے ہوں پس تم اس کے لئے تین صورت میں سے ایک صورت ضرور تجویز کرو گے۔

صورت اول یہ ہے کہ خطابات شرعیہ میں سے جس قدر وہ سمجھتا ہے اس کے ساتھ وہ مکلّف ہے اگرچہ وہ مجتہد نہیں ہے۔

صورت ثانی یہ ہے کہ تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہیں۔ صورت ثالث یہ ہے کہ مرتبہ اجتہاد حاصل کرنے کے ساتھ وہ مکلّف ہے۔ بہرکیف اگر تم نے صورت اول کو اختیار کیا تو بے شک اقرار کر لیا اس امر کا کہ نصوص کے ساتھ استدلال اجتہاد پر موقوف نہیں ہے اور یہی میرا مطلوب ہے۔ اور اگر تم نے صورت ثانی کو اختیار کیا تو عاقل و بالغ و سالم سے تکالیف شرعیہ کے سقوط کا حکم تم نے لگایا اور یہ بالاجماع باطل ہے اور اگر تم نے صورت ثالث کو اختیار کیا تو ضرور تم اس بات کے قائل ہو گئے کہ جو کام انسان کی قدرت میں نہیں ہے اس کے ساتھ تکلیف جائز ہے اور یہ خیال عقل و شرع کے مخالف ہے کیونکہ حاصل کرنا مرتبہ اجتہاد کا پہلے ہی قدرت سے باہر ہے اور جو لوگ قائل ہیں کہ قیاس حجت شرعی ہے ان کے نزدیک آیہ کریمہ فاعتبروا یا اولی الابصار میں لفظ اعتبار سے اجتہاد اور قیاس مراد ہے اور لفظ اولی الابصار سے مجتہدین مراد ہیں اور اس بات پر اجماع ہو گیا ہے کہ خطابات شرعیہ کے ساتھ ہر عاقل و بالغ مکلّف ہے اور تکلیف شرعی مجتہد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ پس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہو گیا کہ خطابات شرعیہ کو سمجھنا بھی مجتہد کے ساتھ مختص نہیں ہے اور بعض علماء نے جو لکھا ہے کہ غیر مجتہد کے لئے تقلید واجب ہے اس سے مراد تقلید فی المنصوصات نہیں ہے بلکہ مسائل اجتہادیہ و قیاسیہ میں تقلید مقصود ہے جیسا شرح شاشی میں مذکور ہے کہ حکم منصوص علیہ میں امر حق کو پا لینا یہ ہر عالم کا منصب ہے باعتبار دلالت واثبات وہ قطعی ہو یا ظنی اور جس کا ثبوت ظنی ہے یعنی قیاس وہ مجتہد کے لئے مخصوص ہے اور قاضی عضد الملۃ نے فرمایا ہے کہ فتوی پوچھنے والا مقلد ہے اور فتوی بتانے والا مجتہد ہے اور جو پوچھا جاتا ہے وہ مسائل اجتہادیہ ہیں حاصل اس کا یہی ہے پس ثابت ہو گیا کہ منصوصات میں تقلید کی حاجت نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کے منصوصات پر ہر مومن عالم عمل کر سکتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اس کے بندوں میں سے علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں اور اللہ نے فرمایا کہ بے شک ہم نے تیرے پاس آیتیں ظاہر بھیجیں اور اس کا انکار وہی کرتے ہیں جو فاسق ہیں اور اللہ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے نصیحت لینے کے لئے پس ہے کوئی نصیحت لینے والا۔ اور اللہ برتر نے فرمایا کہ اللہ وہی ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا پڑھتے ان پر اس کی آیتیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور کتاب وحکمت سکھاتے ہیں بے شک لوگ تھے ان سے پہلے صریح گمراہی میں۔ پس ان آیتوں سے ثابت ہوا کہ اللہ کی کتاب اور رسول کی حدیث کو ہر امی سمجھتا اور اس سے حکمت سیکھتا ہے اگر کوئی کہے کہ یہ بات ان لوگوں کے ساتھ مخصوص تھی جو حضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں تھے اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اس آیت کے بعد دوسری آیت کو بھی دیکھنا چاہیے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ رسول سکھلاتے ہیں کتاب وحکمت ان پچھلوں کو بھی جو ان کے ساتھ ملے نہیں ہیں اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ پس یہ صریح بیان ہے ان لوگوں کا جو صحابہ کے ساتھ نہیں ملے بلکہ دوسرے زمانے میں پیدا ہوئے اور آیت کریمہ بعث فی الامیین رسولاً میں جو لفظ امیین ہے اس کے مفہوم عام میں سب داخل ہو گئے اور امام مالک کی مؤطا میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں میں دو چیز چھوڑی ہے جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑو گے ہرگز گمراہ نہ بنو گے ایک تو اللہ کی کتاب اور دوسری چیز اس کے رسول کی سنت۔ لفظ فیکم اور عام ہے مجتہد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر امی اس عموم میں داخل ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم لوگ ان پڑھ قوم ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب جانتے ہیں ..الخ۔ اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اور جامع الاصول میں حضرت عمرؓ سے ایسے آثار مروی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وحدیث کو عورتیں اور لڑکے اور بدو بھی سمجھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بہت سی آیتیں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیثیں اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے چند آیتیں وحدیثیں مثال کے طور پر پڑھی ہیں منصف کے لئے تو مثال ہی کافی ہے اور متعصب تابع اباطیل ہوا کرتا ہے قرآن اور انجیل کو پڑھنا اس کو مفید نہ ہوگا اور نہ وہ روایت جس کو جبریل بیان کریں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے۔

بعد ملاحظہ اس رسالہ کے اصحاب فکر وارباب بصیرت پر پوشیدہ نہ رہے کہ غیر مجتہد کے لئے عمل بالحدیث کرنے پر استدلال قرآن مجید اور کتب مروجہ حدیث وآثار صحابہ وتابعین وتبع تابعین واقوال مجتہدین سلف کے ساتھ کیا گیا ہے اور علماء خلف کے جو اقوال ذکر کئے گئے ہیں محض بطریق شاہد لائے گئے ہیں اصل دلیل کے طور پر نہیں پس جو شخص اس کی تردید کا ارادہ کرے تو اس کو لازم ہے کہ اثبات دعوی میں اسی روش کو خیال رکھے کہ اصل میں دعوی کا ثبوت ہو آیات قرآن اور احادیث رسول اور آثار قرون ثلاثہ کے ساتھ اور مجتہدین سلف کے اقوال سے نہ غیر کے اقوال سے اور میں نے عمل بالحدیث کو حسب مقتضائے قول امام اعظم اختیار کیا جو شروع رسالہ میں ذکر کیا گیا اور میں سخت حنفی ہوں۔ امام اعظم کا قول غوغائے عوام سے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔

اے میرے رب تو کھول دے ہمارے اور ہمارے قوم کے درمیان حق بات کو اور تو بہتر کھولنے والا ہے اور درود وسلام اور برکت بھیج محمد ﷺ اور ان کے آل واصحاب پر۔

(منقول از مجموعہ رسائل تسعہ۔ طبع دہلی۔ ص ۱۰۷ تا ۱۴۱)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قاضی محمد بن علی شوکانی

جناب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ نے اپنے قیام فیروز پور کے زمانہ میں قاضی محمد بن علی شوکانیؒ کے حالات وخدمات پر مشتمل امام شوکانی کے نام سے ایک رسالہ تالیف فرمایا تھا جو ۱۹۴۶ء میں ثنائی برقی پریس امرتسر سے طبع ہوا تھا۔ ذیل میں قاضی صاحبؒ کے حالات اسی رسالے سے ملخصاً نقل کئے جا رہے ہیں۔

قاضی محمد بن علی شوکانیؒ کے والد ایک جید عالم تھے جو چالیس سال تک عہدہ قضا پر فائز رہے۔ ملازمت کے دنوں میں بھی تدریس کرتے تھے اور حدیث سے عشق کا یہ عالم تھا کہ آخری عمر میں اپنے بیٹے (امام شوکانی) سے صحیح بخاری پڑھی۔

صنعا سے تقریباً ایک دن کی مسافت پر شوکان نامی ایک قصبہ ہے کے متصل ایک پہاڑ کے دوسری طرف ایک مقام ہے جسے ہجّرۃ شوکان، کہا جاتا ہے یہ مقام شوکانی خاندان کا قدیمی مسکن ہے۔ قاضی شوکانیؒ کے والد نے اپنا یہ گاؤں چھوڑ کو صنعاء ہی میں بود و باش کر لی تھی۔ تاہم قاضی شوکانی کی ولادت آبائی مسکن میں ہی ۲۸ ذی قعد ۱۱۷۳ھ کو ہوئی۔ اور صنعاء میں پرورش پائی۔ چھوٹی عمر میں قرأۃ وتجوید میں مہارت پیدا کر لی۔ پھر مختلف فنون کے کئی متون حفظ کئے۔ فقہ زیدیہ پڑھی۔ صرف ونحو منطق معانی اصول فقہ علم کلام تفسیر حدیث اور اصول حدیث، لغت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اساتذہ میں والد محترم کے علاوہ عبدالرحمٰن بن قاسم مدائنیؒ، عبدالقادر بن احمد کوکبانیؒ، یوسف بن محمد الزبیدی حنفیؒ، علی بن ابراہیم بن احمدؒ، یحیٰ بن محمد الحوثیؒ، عبدالرحمٰن بن حسن الاکوعؒ وغیرہ شامل ہیں۔ فقہ زیدی آپ نے بہت تحقیق سے پڑھی، ان دنوں یمن میں اس فقہ کے بہترین عالم احمد بن محمدؒ (ف ۱۲۲۷ھ) تھے، آپ تیرہ سال تک ان کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ اس فقہ کی کتاب، الازہار، اس کی شرح، شرح کے حواشی، تین دفعہ بحث وتمحیص کے ساتھ ان سے پڑھیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام شوکانیؒ نے اپنے سب اساتذہ کے تراجم البدر الطالع میں لکھے ہیں۔ بعض اساتذہ نے امام صاحب کی مخالفت میں حصہ بھی لیا لیکن اس مخالفت واختلاف کا ذکر کرنے میں کہیں بھی دامن انصاف چھوٹنے نہیں پایا۔ تاہم اپنے استاد شیخ عبدالقادر کوکبانی کا ذکر نہایت والہانہ انداز میں فرماتے ہیں جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کوکبانی کا انداز تحقیق مجتہدانہ تھا۔

امام شوکانیؒ نے پڑھنے کے ساتھ پڑھانے کا سلسلہ بھی جاری کر رکھا تھا ادھر کتاب پڑھی، ادھر پڑھا دی۔ اس کے ساتھ افتاء کا کام بھی کرتے۔ فرماتے ہیں کہ بیس برس کی عمر سے ہی میں نے فتویٰ نویسی شروع کر دی تھی۔

اگرچہ یمن کی عام فضا تقلیدی جمود سے منجمد تھی، ایسی حالت میں فقہ زیدی اور تقلید کی جکڑ بندیوں سے نجات کا اعلان آسان نہ تھا، لیکن اللہ نے جن مقدس ہستیوں کو جس کام کیلئے پیدا کیا ہو، ان سے وہی کام لیتا ہے۔ امام شوکانیؒ نے عمر کی ابھی تیس منزلیں بھی طے نہیں کی تھیں کہ آپ نے تقلید سے گلوخلاصی حاصل کر لی اور براہ راست کتاب وسنت کو اپنا مشعل راہ بنا لیا۔ چنانچہ ان ہی ایام آپ نے اپنے بعض اساتذہ کے ایماء سے مجد الدین عبدالسلام ابن تیمیہؒ (ف ۶۵۲ھ) کی کتاب منتقی الاخبار ایک بہترین شرح ۱۲۱۰ھ میں (جب کہ امام شوکانیؒ کی عمر ۳۷ برس تھی) مجتہدانہ انداز میں تصنیف فرمائی۔ یمن کے علماء کی ایک جماعت بھی اس شرح کی تصنیف کے وقت مشوروں میں شامل رہی۔ لیکن یہ شرح اتنی لمبی تھی کہ شائد ۲۰ جلدوں میں ختم ہوتی۔ ابتدائی حصہ اپنے استاد علامہ کوکبانی پر پیش کیا تو ان کے مشورہ پر اس کو مختصر کر دیا جو اس وقت ۸ جلدوں میں ہے۔

قاضی یحیی بن صالح کا انتقال ہوا، تو ۱۲۰۹ھ یعنی ۳۶ سال کی عمر میں، آپ کو عہدہ قضاۃ کی پیش کش ہوئی۔ آپ نے تدریسی مصروفیات کے باعث انکار کر دیا تو حاکم وقت منصور باللہ علی بن عباس نے کہا کہ قضا کا کام دو دن کر لیا کریں، تاکہ اشغال علمی بھی جاری رہیں۔ ادھر یہ خبر سارے شہر بلکہ سارے علاقہ میں پھیل گئی قرب و جوار کے علماء واعیان نے کہا کہ یہ عہدہ قبول کر لیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی نااہل اس منصب پر آ جائے۔ یوں مجبوراً عہدہ قبول کر لیا۔ منصور باللہ، امام شوکانیؒ کی عزت کرتا تھا اوامر ونواہی کے معاملات میں ان کے مشوروں پر چلتا۔ منصور کے دو جانشینوں کے دور میں بھی فائز منصب رہے۔ امام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پورے ۴۰ سال اس منصب پر فائز رہے۔

ایک دفعہ ایک زیدی فقیہ نے صنعاء کی ایک مسجد میں رافضیوں کی ایک کتاب سے وعظ کرتے ہوئے علمائے سلف پر سبّ وشتم شروع کر دی حکومت نے روکنے کی کوشش کی تو فتنہ پردازوں نے شور مچا دیا۔ رافضی فقہاء اور بدخواہان حکومت نے بھی اس شورش کو خوب اچھالا۔ منصور نے امام شوکانی سے مشورہ چاہا۔ امام نے مشورہ دیا کہ فتنہ کے سرغنوں کو گرفتار کر کے ظالموں کو سزا دی جائے۔ چنانچہ امام شوکانیؒ کے مشورہ سے حکومت اس آگ کو فرو کرنے میں کامیاب ہوئی، ورنہ حکومت کے اندر ایک ایسا طبقہ موجود تھا جو سلف پر سب وشتم کے حق میں تھا۔

زیدیت اور اس کے جامد فقہاء اور سرکاری مذہب زیدی ہونے کی وجہ سے یمن کا مطلع عمومی طور پر غبار آلود تھا۔ امام شوکانی نے بھی زیدی فقہ کو خوب سمجھ کر پڑھا تھا لیکن آپ شاہراہ تحقیق پر گامزن ہوئے ۔ کتب احادیث بر طریق اہل حدیث پڑھیں تو تقلید کی جکڑبندیاں ٹوٹنے لگیں، ہر مسئلہ پر مجتہدانہ بصیرت سے بحث ہونے لگی ۔ چونکہ فقہ زیدی ہی حکومت اور فقہاء زیدیہ کا اوڑھنا بچھونا تھی ، اس لئے قدرۃً سب سے پہلے گولہ باری کا نشانہ بھی وہی بنی ۔ زیدی فقہ کی بنیاد پر لکھے ہوئے مسائل وفتاوی پر کتاب وسنت کی روشنی میں تنقیدیں لکھیں۔ زیدی عوام شیعیت سے کافی متاثر ہو چکے تھے، ان کی اصلاح کے لئے متعدد رسالے لکھے ، اور اپنی تحقیق کی بنیاد مسلک اہل حدیث پر رکھی اور جا بجا اس مسلک کو سراہا۔ فقہاء کے تعصب اور جمود کا یہ حال ہے کہ ظاہر نصوص پر عمل کرنے والوں کو ترچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کی تحقیقات عالیہ تک کو نظر انداز کرنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں ، کہ اس قسم کے محققین مذاہب اربعہ کے پابند نہیں اس لئے پایہ اعتبار سے ساقط ہیں ۔ ایسے اندھیارے میں علامہ شوکانی کا یہ فیصلہ مشعل راہ ہے:

> ظاہری مسلک بدیہی اور عملی مسلک ہے لیکن یہ چیز صرف وہی تسلیم کر سکتا ہے جو منصف ہو اور جس کی فطرت (حزبی تعصب وغیرہ آلائشوں سے) بدل نہ چکی ہو۔ یہ صرف داؤد ظاہریؒ کا مسلک ہی نہیں بلکہ صحابہ کے زمانہ سے آج تک اکابر علماء کا یہ مسلک رہا ہے جن میں داؤدؒ بھی ہے ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ امام داؤدؒ کی طرف بعض ایسی چیزیں منسوب ہیں جن میں الفاظ پر نامناسب جمود پایا جاتا ہے اور قیاس کی بعض ایسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صورتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جو نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہیں تا ہم اس حقیقت کو ماننا ہوگا کہ اہل ظاہر کا مذہب سب دلالتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ظاہر کتاب وسنت پر عمل کرنا ہے اور یہ فاسد قیاس ورائے کو کوئی وقعت نہ دی جائے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اکابرامت کا مسلک یہی ہے کہ وہ ظاہریت کو پسند کرتے ہیں اور انصاف یہ ہے کہ علوم اجتہادیہ پر جس شخص کی نظر ہے وہ ظاہری کے سوا اور ہو ہی کیا سکتا ہے؟ کیونکہ اپنے استدلال کی بنیاد براہ راست کتاب وسنت پر رکھنے کا نام ہی ظاہریت ہے ۔حافظ ابن حزم نے اپنے ایک شعر میں اس معنی سے اپنے آپ کو ظاہری کہا ہے اور اس حیثیت سے ظاہری کہلانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے مومن مسلم محمدی ہوتا ہے۔

(البدر الطالع ج ۲ص ۲۹۰ ۔ترجمہ)

ہمارے فقہاء کی جدلی تاریخ پر جن لوگون کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ کس طرح نجات کے ان ٹھیکیداروں نے اپنے ہی گروہ کو جنت کا ٹکٹ دلوانے کی کوشش کی اور بزعم خود باقی مسلمانوں کیلئے جنت پر پہرے بٹھا دیئے۔ امام شوکانیؒ کا یہ بیان کس قدر پراز صداقت ہے۔فرماتے ہیں:

انّهم ليسوا بعض هذه المذا هب ا لا سلا ميه على التّعيين بل هم تمسک بالشّر يعة المطهّرة و اهتدى بهد ى المصطفى ﷺ على اى مذ هب كان و فى اى عصر وجد ۔ ثمّ رد على من زعم انّهم فر قته كما وقع لكثير من المتعصبين۔ (البدر الطالع ۔ ج ۲۔ ص ۸۳) ۔(گروہ بندی کے لحاظ سے کوئی فرقہ بھی اسلامی فرقوں میں نجات یافتہ نہیں ہے بلکہ جو شخص بھی شریعت کا متبع اور اسوہ محمدی کا پابند ہو وہ ناجی ہے جس فرقہ کا بھی ہو اور جس زمانہ میں ہو، جو لوگ اپنے ہی فرقہ کو ناجی سمجھتے ہیں وہ متعصب ہیں)۔

ایک ستم ظریفی یہ بھی ہے کہ تقلید کو جو جہل کا ،علمی ، نام ہے، دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے امام شوکانی نے اس قسم کے سارے دلائل کو اپنے رسالہ القول المفيد فى ادلّة ا لا جتهاد ، میں جمع کر کے ان کا تارو پود بکھیر دیا ہے۔ عقاید وکلام پر، التحف فى مذا هب السّلف ،اور اجرا ء الصّفا ت ،لکھ کر مسئلہ صفات میں بھی محدثین کے مسلک کی ہم نوائی کا اعلان کر دیا۔ خوبی یہ ہے کہ مقلدین اور فقہاء پر تنقید میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انصاف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، جناب عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں:

انّہ عالم منصف مجتہد فی الفروع والاصول (شاہ ولی اللہ اوران کی سیاسی تحریک)۔(شوکانیؒ انصاف پسند اورفروع واصول میں مجتہد ہیں)۔

پھر لطف یہ ہے کہ آئمہ اربعہ کے مختارات سے خروج بہت ہی کم کرتے ہیں اس لئے کہ مذاہب اربعہ من حیث المجموع مدلل ومبرہن ہیں، اگر چہ ان کے بھی بعض مسائل بروئے دلیل کمزور ہیں۔ظاہر ہے کہ کوئی صاحب نظران میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتا۔امام شوکانیؒ نے بھی ایسے مسائل میں مذاہب اربعہ کی پرواہ نہیں کی۔ پھر وہ ان مسائل میں منفرد بھی نہیں۔ کچھ نہ کچھ متقدم اہل علم اپنی تائید میں رکھتے ہیں۔نواب صدیق حسنؒ لکھتے ہیں:

شوکانی باآنکہ رتبہ اجتہاد داشت در کتب مؤلفہ خود ہیچ جا از دائرہ مذاہب اربعہ بیرون نہ رفتہ۔الا ماشاءاللہ تعالی، دراں خلاف جماعتے از سلف واکابر اہل حدیث ہمراہ اوست۔ (اتحاف النبلاء ص ۴۱۲) (مجتہد ہونے کے باوجود امام شوکانی عام طور پر مذاہب اربعہ سے باہر نہیں جاتے لیکن جہاں مخالفت کی ہے وہاں دلائل کی بنا پر کی ہے پھر وہ ان مسائل میں منفرد (تنہا) بھی نہیں ہیں)۔

امام شوکانیؒ بسلسلہ علامہ صدیق بن علی زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

ہم دونوں نے ایک دوسرے سے سند اجازت لی ہے۔ اور لکھا ہے، ہم دونوں آپس میں کئی مسائل پر تبادلہ خیالات کرتے رہتے ہیں۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اہل علم کی ایک جماعت میں چند مسائل پر ہماری دوستانہ گفتگو ہوئی تو میں نے حنفی مسائل پر مدلل اعتراضات کئے۔ خیر مجلس برخاست ہوگئی۔ میں نے خلوت میں ان سے پوچھا، سچ بتایئے! مجلس میں آپ جن مسائل میں حنفی فقہ کی حمایت کررہے تھے وہ سب دل سے کر رہے تھے؟ اور یہ سوال میں اس وجہ سے کر رہا ہوں کہ مجھے آپ کے علم اور دیانت پر اعتماد ہے۔ میں یہ باور نہیں کرتا کہ صحیح سنت نبوی ﷺ مل جانے پر بھی آپ خواہ مخواہ رائے وقیاس ہی کے مسلک پر رہیں۔تو انہوں نے فرمایا: بات تو ٹھیک ہے۔ میں صحیح حدیث کے مخالف کسی کی بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں، اگر چہ امام ابوحنیفہؒ اور مذہب حنفی ہی کیوں نہ ہو، لیکن آپ جانتے ہیں، انسان کو اپنے مذہب کی پچ کرنی ہی پڑتی ہے۔ (البدر الطالع۔ج ا۔ص ۲۹۳۔ترجمہ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تصوف وسلوک کی طرف بھی میلان تھا۔ایک بزرگ سے نقشبندی طریقہ کی شاید مشق بھی کی تھی ،لیکن صوفیوں کے مسلک وحدۃ الوجود سے متفق نہیں تھے۔عنفوان شباب میں اتحادی صوفیوں پر ایک رسالہ الصّارم الحداد القاطعة للعلائق مقالات ارباب الاتحاد ، نامی لکھا ،جس میں اتحادی صوفیوں پر بڑا تیز تبصرہ فرمایا۔لیکن چالیس سال بعد اتحادی صوفیوں کی تکفیر سے رجوع کرلیا اور البدر الطالع میں لکھا:

ان اتحادی صوفیوں کے معاملہ میں اب میں متوقف ہوں مجھے اللہ نے کسی بظاہر متدین مسلمان کو کافر بنانے کا مکلّف نہیں کیا۔ ہاں ان کے کتاب وسنت سے مخالف اقوال و حالات سے بے زار ہوں۔

یہاں اس قدر عرض کردینا مناسب ہوگا کہ امام صاحب تصوف کے بارے میں معتدل رائے رکھتے تھے تصوف طہارت پاکیزگی کے اسی قدر قائل اور اس پر عامل تھے جس قدر قدماءصوفیاء قائل و عامل تھے۔متاخرین صوفیاء کی جدتوں اور ریاضتوں کے وہ قائل نہیں ہیں۔ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ان غالی صوفیوں کا وجود بھی اسلام کے لئے ایک مصیبت ہے یہ لوگ ایک طرف تو دنیا کی زینتوں سے بھاگتے ہیں دوسری طرف اپنے زہد انکساری گوناگوں ریاضتوں کی نمائش کرتے ہیں تاکہ وجاہت حاصل ہو ایسے . وظیفے کرتے ہیں جو شریعت میں نہیں آتے حالانکہ ایسی خرافات سے اگر حق تعالی خوش ہوتے تو حضورر ﷺ کے صحابہ یہ طریقے اختیار کرتے۔ میں مانتا ہوں کہ ان میں سے ایک سچا گروہ بھی موجود ہے جو واقعی حسد عجب ریا ایسی بیماریوں سے پاک ہے۔ بات یہ ہے کہ ان امراض کا علاج کتاب وسنت ہی سے کرنا چاہیے۔(ترجمہ ملخصاً طلب الادب ۔ ص۳۲۔۳۳)

اس کے بعد ہدایت وتصوف صحیح کا نصاب مختصر تجویز فرماتے ہیں:

قرآن حکیم کا بغور مطالعہ، سیرت محمدی ﷺ پر بکثرت نظر۔حضور ﷺ کے دن اور رات کے معمولات واذکار کا علم اور ان پر چلنے کا عزم۔سلف صالحین قدماء اور صوفیاء عظام کے طریقہ عمل اختیار کرنے کی سعی۔ (طلب الادب)

امام شوکانیؒ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔نواب صدیق حسنؒ نے ابجد العلوم میں ۱۲۵۰ھ اور اتحاف النبلاء میں ۱۲۵۵ھ تحریر فرمایا۔لیکن تاج المکلل کے حاشیہ ص ۲۹۷،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور تقصار ص ۸۲ میں صاف طور پر لکھا ہے کہ شوکانی ۱۲۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ ولادت میں بھی اگرچہ اختلاف ہے لیکن امام شوکانی نے خود ۱۱۷۳ھ لکھا ہے۔ یوں آپ نے ۷۷ برس کی عمر پائی۔

امام شوکانی کی تصانیف بہت ہیں مثلاً:

تفسیر فتح القدیر جو ۱۲۹۹ھ میں مکمل ہوئی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، درر بهیه (حدیث کے مسائل فقہی رنگ میں)۔ دراری مضیه شرح درر بهیه۔ الفوائد المجموعه فی احادیث الموضوعه، کشف الشبهات من حدیث المشتبهات، ارشاد السائل الی دلیل المسائل، کشف الاستار عن حکم الشفعة بالجوار، عقود الجمان فی بیان حدود البلدان، السیل الجرار (فقہ زیدیہ کے رد میں)۔ التحف الی مسائل السلف، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، القول المفید فی الاجتهاد و التقلید،، اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر، ادب الطلب منتهی الارب، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع۔ وغیرہ۔

امام شوکانیؒ کے ہندی شاگردوں میں درج ذیل نامور علماء شامل ہیں:

- مولانا عبدالحق بنارسیؒ ساکن قصبہ نیوتن

آپ کے والد نے بنارس میں بود و باش اختیار کی تھی۔ آپ کو بہت سے اکابر سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ مثلاً مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، مولانا شاہ عبدالقادر دہلویؒ، مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ، مولانا محمد عابد سندھیؒ، علامہ عبداللہ بن محمد بن اسماعیل الامیرؒ، علامہ عبدالرحمٰن بن احمد البہکلیؒ وغیرھم۔

آپ نے سات دفعہ حج کیا۔ ایک حج مولانا اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد بریلویؒ کی معیت میں کیا۔ ترک تقلید پر الدر الفرید فی المنع عن التقلید کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی۔ ۱۲۳۸ھ میں صنعا جا کر براہ راست امام شوکانیؒ سے سند حدیث حاصل کی۔ جو یوں ہے:

(قال الشوکانی)، انی اجزت للشیخ العلامه ابی الفضل عبد الحق بن الشیخ العلامه محمد فضل الله المحمدی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الھندی کثر اللّٰہ تعالی منه وکرنه وفوائده ونفع بمعارفه فلیردعنی ما اشتمل علیه اتحاف الاکابر من کتب الاسلام علی اختلاف انواعها ولم اشترط علیه شرطاً فهو اجل عن ذالک واعلی حره یوم الجمعة بتاریخ ۱۰ جمادی الآخره ۱۲۳۸۔ کتبه محمد بن علی الشوکانی۔ (ابجد العلوم)

ہندوستان کے بہت سے علماء حدیث نے آپ سے سند حدیث حاصل کی۔آپ کی وساطت سے حاصل کی ہوئی سند ہندوستان میں عالی شمار کی جاتی ہے۔بعض لوگوں نے آپ پر زیدیت کا دھبہ لگایا ہے جو بہتان ہے آپ مسلکاً اہل حدیث تھے۔

شیخ الاسلام مولانا عبدالحی بڈھانویؒ

آپ نسباً صدیقی ہیں اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے داماد۔آپ سید احمد شہیدؒ کے خاص خلفاء میں سے تھے۔فقہ حنفی پر خوب نظر تھی۔تحریک جہاد میں مولانا اسماعیلؒ اور آپ کو سید صاحبؒ کے دو وزراء کی حیثیت حاصل تھی۔تبحر علمی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔آپ بھی مسئلہ رفع الیدین میں مولانا اسماعیل شہیدؒ کے ہم نوا تھے۔اثبات رفع الیدین مطابق اہلحدیث کے ایک فتوی پر آپ کے دستخط ثبت ہیں۔(اتحاف النبلاء۔ص۴۴)۔

سفر حج میں آپ کو علامہ شوکانیؒ سے سند حدیث حاصل ہوئی۔آپ کی ہی کی بدولت امام شوکانیؒ کی تصانیف درر بهیه، اور الفوائد المجموعه پہلی دفعہ ہندوستان آئیں۔آپ کو تصانیف اور تدریس کا موقعہ زیادہ نہیں مل سکا۔زیادہ مصروفیت سلوک اور جہاد کی تحریک میں رہی۔۸ شعبان ۱۲۴۳ھ کو انتقال فرمایا۔

مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ (صادقپوری)

آپ ۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔صوبہ بہار کے رئیس خاندان کے ایک معزز رکن تھے۔آپ حضرت شاہ اسماعیلؒ کے تلمیذ خاص، حضرت سید احمد شہیدؒ کے مخصوص خلیفہ، وہابی تحریک مجاہدین کے روح رواں، متبحر عالم، بے نظیر محدث، ولایت کے مرتبہ علیا پر فائز، فقہ و حدیث وسلوک کے جامع اسلاف کی واحد یادگار، اسلام کے بے لوث مبلغ، توحید خالص کے پرجوش علمبردار، کفن بر سر مجاہد، غرض آپ کی کن کن خدمات پر لکھا جائے۔

نواب صدیق حسنؒ لکھتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا ولایت علیؒ نے جامع مسجد قنوج میں چند جمعہ تک وعظ کیا۔ مجھ سے کہہ گئے کہ تم کتاب بلوغ المرام ضرور پڑھنا۔ میں اس وقت بارہ تیرہ برس کی عمر کا ہونگا۔ اس کہنے کا نتیجہ ایک مدت دراز کے یہ ظاہر ہوا کہ میں نے بلوغ المرام کی شرح (مسک الختام) لکھی۔ جو اثر سریع میں نے مولوی ولایت علی مرحوم کے وعظ میں پایا، کسی کے وعظ میں دیکھا نہ سنا۔ ان کے پاس بیٹھنے سے دل دنیا سے بالکل سرد ہو جاتا تھا اور دین کا جوش تہ دل سے اٹھتا تھا۔ یہ مصرع میں نے انہیں سے یاد کرلیا تھا:

ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے۔ (ابقاء المنن والقاء المحن۔ص ۱۲)

آپ نے اسلام کی ہرنوع کی خدمات سرانجام دی ہیں۔ جہاد کے سلسلہ میں تو آپ سرعسکر تھے ہی، تبلیغی اور تدریسی خدمات میں بھی کوتاہی نہیں فرمائی۔ اشاعت علوم دینیہ میں بقدر وسعت کوششیں جاری رکھیں۔ شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ قرآن، اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کے رسائل، پہلی مرتبہ آپ ہی کی مساعی سے طبع و شائع ہوئے۔ غالباً ۱۲۴۸ھ میں آپ حج کیلئے تشریف لے گئے۔ اس سفر میں نجد و غیرہ کی سیر کرتے ہوئے یمن پہنچے اور ۱۲۴۹ھ میں امام شوکانیؒ سے حدیث کی سند حاصل کی اور درر بہیہ کا ایک نسخہ ساتھ لائے۔

آپ ہی کی وجہ سے آپ کا سارا خاندان (صادق پور) جہاد کی تحریک میں شامل ہوا۔ آخر ہندوستان میں خالص اسلامی حکومت کے قیام کی دھن میں ہی محرم ۱۲۶۹ھ میں اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔ چونسٹھ برس عمر پائی۔

مولانا منصور الرحمٰن دہلویؒ

آپ کے متعلق مولانا عبدالجلیل سامرودیؒ کے ایک مضمون کا خلاصہ یوں ہے جو آپ نے میرے (یعنی عطاء اللہ حنیف کے) ایک استفسار کے جواب میں ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر، ۱۶۔اپریل ۱۹۴۶ء میں شائع کرایا ہے:

الشیخ ابو عبداللہ منصور الرحمٰن بن الشیخ عبداللہ بن الشیخ نواب جمال الدین الانصاری دہلوی نزیل ڈھاکہ بنگال، از تلامذہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ،

آپ نے میرے (یعنی عبدالجلیل کے) دادا مولانا محمد بن ہاشمؒ ف ۱۳۱۵ھ کی سند میں لکھا ہے کہ ہم جب حج بیت اللہ کے لئے بمعیت حضرت امیر المومنین السید احمدؒ، مولانا شہیدؒ، مولانا عبدالحیؒ، ۱۲۳۷ھ میں گئے تھے، حج کے بعد ہم اور مولانا عبدالحی دہلویؒ،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام شوکانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ وہ بیرون مکہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ امام شوکانیؒ نے ہم دونوں کو ایک ایک نسخہ اتحاف کا عنایت فرمایا اور اجازت تحریر فرمادی ۔

آپ کے بظاہر دو تلمیذ نظر آتے ہیں ایک مولانا محمد بن ہاشم سامرودیؒ دوسرے مولوی عبدالوہاب ملتانی الدہلویؒ ۔

مولانا سامرودیؒ کے مضمون پر ایک خدشہ ہے، اور وہ یہ کہ نواب صدیق حسنؒ نے مولانا عبدالحیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کو اجازۃ بالمکاتبۃ حاصل ہوئی ، اور مولانا سامرودیؒ کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کے موقعہ پر ہی بالمشافہ اجازت حاصل ہوگئی ، فاللّٰه اعلم بحقیقة الحال ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام شوکانیؒ کے براہ راست تلامذہ ہندوستان میں چار ثابت ہو سکے ہیں (اگر محمد عابد سندھی حنفیؒ کو بھی شمار کر لیا جائے، جیسا کہ نواب صدیق حسنؒ نے تقصار۔ص۔۲۱۱ میں کہا ہے، تو ۵ ہو جاتے ہیں) مولانا عبدالحی بڈھانویؒ ۔مولانا منصور الرحمٰن دہلویؒ ۔مولانا عبدالحق محمدی بنارسیؒ ، مولانا ولایت علی صادقپوریؒ۔ انہوں نے بالترتیب ۱۲۳۷ھ، ۱۲۳۷ھ، ۱۲۳۸ھ ، ۱۲۴۹ھ میں سند حاصل کی ۔

جن دنوں ہندوستان میں علماء حدیث اصلاح وتجدید کے کارنامے سرانجام دے رہے تھے تقلید کی بندشیں ٹوٹ رہی تھیں ،عوام میں مذہبی بیداری پیدا کرنے کیلئے ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک علمائے حدیث کی ایک جماعت سرگرم عمل تھی ،اسی زمانہ میں علامہ شوکانیؒ ان ہی بنیادوں پر ملکی رسوم وعوائد، فقہی تقلید وجمود، معاشرتی خرابیوں اخلاقی قباحتوں اور صوفیانہ بدعتوں ، حکام کی بدعنوانیوں کے خلاف مصروف جہاد تھے ۔مشن کی وحدت نے ایک دوسرے کا شیدا بنا دیا۔اسی شیدائیت نے تعلقات کا بیج بو یا جو آئندہ چل کر بارآور درخت بن کر ہند پر سایہ افگن ہوا۔

اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سید احمد شہیدؒ کا قافلہ ۱۲۳۷ھ کو حج کیلئے گیا ،اس قافلہ میں مولانا عبدالحی بڈھانویؒ بھی تھے ۔وہاں علامہ شوکانیؒ کا شہرہ سن کر علامہ سے خط و کتابت کی ،اور بذریعہ خط ان سے الفوائد المجموعه طلب فرمائی ۔علامہ شوکانیؒ نے کتاب بھیج دی۔ نیز حجاز سے فقہ حدیث کا بہترین مختصر درر بهيه للشوکانی ساتھ لائے ۔ اس طرح یہ کتاب پہلی دفعہ ہندوستان آئی ، بلکہ بذریعہ مکاتبت سند اجازت بھی حاصل کر لی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس پر فخر کیا کرتے تھے۔ حج سے واپسی پر مولانا عبدالحیؒ ، علامہ کی شان میں رطب اللسان تھے چنانچہ مولانا اسماعیل شہیدؒ کے ایک بہترین شاگرد مولانا عبداللہ خانؒ نے مولانا عبد الحی بڈھانویؒ کا مندرجہ ذیل بیان نقل فرمایا ہے:

در اطراف صنعاء عالمے ست متورع محمد شوکانی نام، کہ قریب چند ہزار حدیث از بر دارد ...الخ۔ (صنعاء (یمن) کے علاقہ میں ایک پرہیز گار عالم ہیں جن کا نام محمد شوکانی ہے ان کو کئی ہزار حدیث از بر یاد ہے علم حدیث میں مہارت کا یہ حال ہے کہ ہر فیصلہ حدیث ہی کی روشنی میں کرتے ہیں، کتب فقہ سے کچھ سروکار نہیں۔ قریباً ۳۰ سال سے وہاں کے قاضی چلے آرہے ہیں باوجودیکہ وہاں کی حکومت کا مذہب زیدی ہے۔

(دلیل الطالب ص ۷۶۱۔ ترجمہ)

مولانا عبداللہ خانؒ فرماتے ہیں: کہ مولوی عبدالحیؒ صاحب نے وہ خط مجھے دکھایا اور الفوائد المجموعہ کا وہ نسخہ بھی مجھے عنایت فرمایا۔ (دلیل الطالب۔ صفحہ مذکور)

نواب صدیق حسنؒ کہتے ہیں:

ازیں جا دریافتہ باشی کہ اول کسیکہ از علماء متدین ہند بایں سعادت فائز گشت شیخ عبدالحی مرحوم است (دلیل الطالب ص ۷۶۲) (اس سے معلوم ہوا کہ علامہ سے تعلق و سند کی سعادت ہند میں سب سے پہلے مولوی عبدالحی کے حصہ میں آئی)

لیکن یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سید احمد شہید کا قافلہ (جس میں جناب عبدالحی شامل تھے) شعبان ۱۲۳۷ھ میں جدہ کے ساحل پر لنگر انداز ہوتا ہے اور یکم ذی قعد ۱۲۳۸ھ کو مکہ سے عازم ہند ہوتے ہیں۔ دوسری طرف یہ معاملہ ہے کہ علامہ عبدالحق بن فضل اللہ بنارسی کی جو سند حدیث نواب صدیق حسن نے ابجد العلوم میں نقل فرمائی ہے اس پر علامہ شوکانی نے ۱۰ جمادی الآخر ۱۲۳۸ھ ثبت کی ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالیؒ کے زمانہ میں یمن کے دو محدث زین العابدین بن محسن انصاریؒ اور علامہ حسین بن محسن انصاریؒ بھوپال آئے۔ نواب صدیق حسنؒ اور شیخ حسین بن محسنؒ کی مساعی سے ہندوستان میں علامہ شوکانیؒ کی تصانیف کا ورود اور ان کے مضامین کی اشاعت ہوئی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الدرر البهیه

قاضی محمد بن علی شوکانی کے رسالے درر بہیہ کا متن اس نسخہ سے نقل کیا گیا ہے
جو لاہور سے جناب محی الدین نومسلم نے بایں نوٹ شائع کیا تھا:

متن مبنی علی نصوص سید المرسلین معہ نکات خفیہ مسمی بدرر بہیہ نتیجہ جہد سید الفقہاء، قدوۃ الفضلاء امام شوکانی ؒ ، اور ترجمہ من استفادات عالم نبیل متبحر جزیل مولوی سید محمد صدیق حسن خان، محی الدین نومسلم نے بنظر استفادہ مستفیدین اپنے مطبع صدیقی لاہور میں طبع کیا۔ مصنف نے اکثر بنائے مسائل اس متن کو احادیث صحیحہ پر رکھا ہے اور اس کی شرح مسمی دراری مضیہ میں ان احادیث کو بالتفصیل بیان کیا ہے جس صاحب کو اس کے کسی مسئلہ میں کسی طرح کا تردد ہو، شرح مذکور میں اس کی تخریج ملاحظہ فرمالیں۔

(تصحیح وتقابل کے لئے صید الفوائد کی ویب سائٹ پر موجود نسخے سے مدد لی گئی ہے)۔

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

احمد من امرنا بالتّفقّہ فی الدّین و اشکر من ارشدنا الی اتّباع سنن سیّد المرسلین و اصلّی و اسلّم علی الرسول الامین و آلہ الطّاھرین و اصحابہ الاکرمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كتاب الطّهارة

باب المياه

الماء طاهر وّ مطهّر لا يخرجه عن الوصفين الّا ما غيّر لونه او ريحه او طعمه من النّجاسات وعن الثّانی ما اخرجه عن اسم الماء المطلق من المغيّرات الطّاهرة۔ ولا فرق بين قليلٍ وّ كثيرٍ وّ ما فوق القلّتين وما دونهما، ومتحرّكٍ وساكنٍ، ومستعملٍ وغير مستعملٍ

(پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے، نہیں نکالتی اس کو ان دونوں وصف سے کوئی چیز مگر نجاست کہ بدل دیوے اس کی بو اور رنگ اور مزے کو، اور دوسری وصف سے جو نکال دے اس کو نام آب مطلق سے کوئی پاک چیز سے بدل دینے والی، اور نہیں فرق درمیان تھوڑے اور بہت کے اور وہ زیادہ دو قلے اور کم دو قلے اور بہتے اور ٹھہرے اور مستعمل اور غیر مستعمل کے)

باب النّجاسات

والنّجاسات هی غائط الانسان مطلقاً، وبوله الّا بول الذكر الرّضيع، ولعاب كلبٍ وّ روث وّ دم حيضٍ ولحم خنزيرٍ وفيما عدا ذالك خلاف۔ والاصل الطّهارة، فلا ينقل عنها الّا ناقل صحيح لّم يعارضه ما يساويه او يقدّم عليه۔

(نجاست، گونہہ اور پیشاب ہے آدمی کا مطلق، مگر پیشاب لڑکے شیر خوار کا، اور لعاب ہے کتے کا اور روث اور خون ہے حیض اور نفاس کا، اور گوشت سور کا، اور جو اس کے سوا ہے اس میں خلاف ہے۔ اور اصل پاک ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے جس کے معارض نہ ہو کوئی نقل دوسری برابر اس کے یا مقدم اس پر)

باب تطهير النّجاسات

ويطهر ما يتنجّس بغسله حتى لا يبقى لها عين وّلا لون ولا ريح ولا طعم، والنّعل بالمسحِ، والاستحالة مطهّرة لِعدم وجود الوصف المحكوم عليه۔ وما لا يمكن غسله فتطهيره

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بِالصّبِّ علیه ، اوِ النّزحِ منه ،حتّی لا یبقی للنّجا سة اثر، وّ الماء هوا لا صل فی التطهیر، فلا یقو م غیره مقا مه الّا با ذنٍ من الشّارع

(پاک ہوتی ہے ناپاک چیز دھونے سے حتی کہ نہ آپ باقی رہے اور نہ رنگ و بو و مزہ اس کا۔ اور جوتا پونچھنے سے۔ اور ہو جانا ایک حال سے دوسرے حال پر پاک کر دیتا ہے بہ سبب نہ رہنے اس حال کے جس پر حکم ناپاکی کا لگا تھا۔ اور جو چیز نہیں ممکن دھونا اس کا، وہ پاک ہو جاتی ہے پانی بہانے یا نجاست دور کرنے سے کہ اس کا اثر باقی نہ رہے۔ اور پانی اصل ہے پاک کرنے میں سو کوئی چیز اس کی جگہ قائم نہیں ہو سکتی مگر حکم شرع سے)

با ب قضاء الحاجة

علی المتخلّی الاستتار حتی یدنو من الارض ،و البعد او دخول الکنِیف، و تر ك الکلام و الملابسة لما له حرمة، و تجنب الامکنةِ التی منع التّخلی فیها شر ع او عرف، وّ عدم الاستقبال والاستد بار للقبلة، و علیه الاستجمار بثلا ثة احجار طاهرة، او ما یقوم مقامها و تند ب ا لاستعا ذ ة عند الشروع و الاستغفار و الحمد بعد الفرا غ۔

(پاخانہ پھرنے والے کو چھپنا لازم ہے یہاں تک کہ نزدیک ہو زمین کے بیٹھنے سے، اور لازم ہے دور ہونا لوگوں سے، یا داخل ہونا پاخانہ میں، اور بات نہ کرنا، اور حرمت والی چیز پاس نہ رکھنا، اور بچنا ان جگہوں سے جہاں پاخانے پھرنا منع ہے شرع میں یا عرف میں، اور نہ کرنا منہ اور پیٹھ قبلہ کو، اور تین ڈھیلے پاک لینا، یا جو بجائے اس کے ہو۔ اور مستحب ہے اعوذ پڑھنا اول میں اور استغفار اور حمد کرنا پیچھے فراغ کے)

با ب الو ضوء

یجب علی کلّ مکلّف ان یسمی اذا ذکر، و یتمضمض و یستنشق، ثمّ یغسل جمیع وجهه، ثمّ ید یه مع مرفقیه، ثمّ یمسح رأسه مع اذنیه، و یجز یء مسح بعضه و المسح علی العما مة، ثمّ یغسل رجلیه مع الکعبین ،و له المسح علی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الخفّين۔ ولا یکون وضوءً شرعیاً الّا بالنّیّة لا ستبا حة الصّلوة۔

یستحبّ التّثلیث فی غیر الرّأس، و اطا لة الغرّة، و التّحجیل و تقدیم السّوا ك، و غسل الید ین الی الرّ سغین ثلاثاً قبل الشّرو ع فی غسل الاعضا ء المتقد مة

(ہر مکلّف پر واجب ہے کہ بسم اللہ کہے جب کہ یاد آوے اور کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور سارا منہ دھووے، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت، پھر مسح کرے سر کا مع دونوں کانوں کے، اور کافی ہے مسح بعض سر کا، اور مسح عمامہ پر، پھر دونوں پاؤں دہووے ٹخنے سمیت، اور مسح کرنا موزوں پر، اور نہیں ہوتا وضو شرعی مگر بہ نیت مباح ہونے نماز کے۔

تین تین بار دھونا ہر عضو کا مستحب ہے سوا سر کے، اور مستحب ہے اچھی طرح دھونا پیشانی اور ہاتھ پاؤں کا، اور مقدم کرنا مسواک کا اور دھونا دونوں ہاتھ کا پہنچے تک تین بار پہلے شروع کرنے غسل اعضاء مذکورہ میں)

با ب نوا قض الو ضوء

و ینتقض الوضوء بما خر ج من الفر جین من عین او ر یحٍ وّ بما یو جب الغسل ، و نو مِ المضطجع و اکل لحم الابل و القیءِ و نحوه ، و مسّ ا لذ کر بشهوةٍ

(ٹوٹتا ہے وضو اس چیز سے جو نکلے دونوں راہ سے، جسم دار چیز سے، اور ہوا سے، اور اس چیز سے جو واجب کرے غسل کو اور لیٹ کر سونے سے اور اونٹ کا گوشت کھانے سے اور قئے سے اور جو اس کی مانند ہو اور ذکر چھونے سے ساتھ شہوت کے)

با ب الغسل

یجب بخروج المنِیّ بشهوةٍ و لو بتفکّرٍ و بالتقاء الختا نین، و باانقطاع ا لحیض والنّفاس، و بالاحتلا م مع و جودِ بلل ٍ و بالمو ت، و با لاسلا م۔

الواجب هو ان یفیض الماء علی جمیع بد نه او ینغمس فیه، مع المضمضة و الا ستنشاق، و ا لد لکِ لما یمکن د لکه۔ ولا یکون شرعیاً الّا بالنّیّة لر فع مو جبه۔ و ندِ ب تقد یم غسل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اعضاء الوضوء الّا القدمین، ثمّ التّیامن۔
و یشرع لصلوۃ الجمعۃ، و للعیدین، و لمن غسّل میّتاً اوِ احتجم و للاحرام و لدخول مکۃ۔

(غسل واجب ہے نکلنے سے منی کے بشہوت اگرچہ سوچ سے ہو، اور ملنے سے دونوں ختنے کے، اور حیض ونفاس کے اختتام سے، اور احتلام سے جب کہ تری پائی جاوے اور موت سے اور اسلام سے۔

واجب یہ ہے کہ پانی سارے بدن پر بہاوے یا اس میں غوطہ لگاوے، اور کلی کرے، اور ناک میں پانی ڈالے، اور ملے جس کو ملے، اور نہیں ہوتا غسل شرعی مگر بہ نیت دور ہونے موجب غسل کے، اور مستحب ہے پہلے دھونا اعضاء وضو کا بغیر دونوں پاؤں کے، پھر شروع کرنا غسل کا داہنی طرف سے

مشروع ہے غسل کرنا واسطے نماز جمعہ کے اور دونوں عید کے اور واسطے مردہ نہلانے اور پچھنول کے اور واسطے احرام اور داخل ہونے مکہ معظّمہ کے)

باب التّیمّم

یستباح به ما یستباح بالوضوء و الغسل، لمن لا یجد الماء او خشی الضّرر من استعماله، و اعضاؤه الوجه ثمّ الکفّان، یمسحهما مرّةً وّاحدةً بضربةٍ واحدةٍ ناویاً مسمّیاً۔ و نواقضه نواقِض الوضوء۔

(تیمّم سے مباح ہے جو مباح ہے وضو اور غسل سے اس کو جو پانی نہ پاوے یا ڈرے ضرر پانی کے استعمال سے، اور عضو تیمّم کے منہ اور دونوں کف ہیں، مسح کرے ان کو ایک بار ایک ضرب سے نیت اور بسم اللہ کرکے، اور توڑنے والے تیمّم کے، توڑنے والے وضو کے ہیں)

باب الحیض

لم یأت فی تقدیر اقلّه و اکثره ما تقوم به الحجة، و کذالک الطّهر۔ فذات العادة المتقررةِ تعمل علیها۔ و غیرها ترجع الی القرائن، فدم الحیض یتمیز عن غیره، فتکون حائضاً اذا رأت دم الحیض، و مستحاضةً اذا رأت غیره۔ و هی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کالطّاھرۃ ، و تغسل اثر الدّ م و تتو ضأ لکلّ صلوۃ،و الحا ئض لا تصلّی ولا تصوم و لا توطأ حتی تغتسل بعد الطّھر، و تقضی الصّیا م۔

و النّفاس اکثرہ اربعون یو ماً، و لا حدّ لاقلّہ ،و ھو کا لحیض

(نہیں آ تی اندازہ تھوڑے اور بہت حیض میں کوئی ایسی دلیل کہ حجت قائم ہو، اسی طرح طھر میں، پس مقرر عا دت والی عورت غسل کرے اپنی عا دت پر، غیر عا دت وا لی ر جوع کر ے طرف قرینوں کی ،کیونکہ خو ن حیض ممتاز ہوتا اور خونو ں سے، پس حا ئض ہے جب خون حیض دیکھے، اور مستحاضہ ہے جب دیکھے خون غیر حیض کا، اور مستحاضہ ما نند پا ک عورت کے ہے، خون کو دھوڈالے اور وضو کر ے ہر نما ز کے لئے ، اور حیض والی نماز نہ پڑ ھے نہ روزہ ر کھے اور نہ صحبت کی جاوے یہاں تک کہ نہا وے بعد پا ک ہو نے کے، اور قضا کر ے روزے کو۔

نفاس ا کثر چا لیس دن ہے اور کمتر کی حد نہیں اور نفاس ما نند حیض کے ہے)

کتا ب الصّلو ۃ

با ب المو ا قیت

اوّل وقت الظّھر الزوال، و آخرہ مصیر ظلّ الشّیء مثلہ، سوی فیء الزّوا ل، و ھو اوّل وقت العصر۔ و آ خرہ ما دا مت الشّمس بیضا ء نقیۃً۔و اوّل وقت المغرب غروب الشّمس، وآخرہ ذھاب الشّفق الاحمر۔ وھو اول العشاء ، و آخرہ نصف اللیل۔و اوّل وقت الفجر اذا انشقّ الفجر، و آ خرہ طلو ع الشّمس۔

ومن نام عن صلوۃ او سھی عنھا فوقتھا حین یذکرھا۔ و من کان معذوراً وّ ادرك ر کعۃ فقد ادرکھا۔ و التّوقیت واجب۔ و الجمع لعذرٍ جا ئز۔و المتیمم و نا قض الصّلوۃ اوالطّھارۃ یصلّون کغیرھم من غیر تا خیر۔ و اوقا ت الکرا ھۃ فی غیر

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مکه: بعد الفجر حتّی تر تفع الشّمس، و عند الزّوا ل فی غیر یوم الجمعة، و بعد العصر حتّی تغر ب۔

(اول وقت ظہر کا زوال ہے اور آخر وقت اس کا ہونا سایہ ہر چیز کا مانند اس چیز کے سوا سایہ زوال کے، اور وہ اول وقت عصر کا ہے، اور آخر اس کا جب تک ہے کہ آفتاب سفید و صاف رہے، اور اول وقت مغرب کا غروب آفتاب کا ہے، اور آخر وقت اس کا غائب ہونا شفق سرخ کا ہے، اور یہ اول وقت عشاء کا ہے، اور آخر اس کا آدھی رات ہے، اور اول وقت فجر کا پھٹنا صبح کا ہے، اور ختم اس کا نکلنا آفتاب کا ہے۔ اور جو سو گیا نماز سے، یا بھول گیا، اس کا وقت جب ہے جب یاد آجائے، اور جو معذور ہے اور اس نے ایک رکعت پائی تو اس نے ساری نماز پائی۔ اور وقت پر نماز پڑھنا واجب ہے، اور جمع کرنا نماز کا عذر سے جائز ہے، اور تیمّم والا اور جس کے نماز یا طہارت ناقص ہو وہ نماز پڑھے مانند غیر اپنے کی بے تاخیر، اور وقت کراہت نماز کا سوا مکہ کے بعد فجر کے آفتاب اونچے ہونے تک ہے اور نزدیک زوال کے سوا دن جمعہ کے اور بعد عصر کے آفتاب ڈوبنے تک)

با ب الاذان

یشرع لاهل کلّ بلدٍ ان یّتخذوا مو ذ ناً ینادی بالفا ظ الأذان المشروعة عند د خول وقت الصّلوة۔ و یشرع للسّا مع ان یتابع المؤذن۔ ثمّ تشرع ا لا قا مة علی الصّفة الوارد ة۔

(مشروع ہے ہر شہر کے لوگوں کو کہ مقرر کریں ایک موذن جو اذان دیا کرے مشروع لفظوں سے نزدیک داخل ہونے وقت نماز کے، اور مشروع ہے واسطے سننے والے کہ پیروی کرے موذن کی، پھر روا ہے اقامت کہنا موافق صفت واردہ کے)

با ب شروط الصلوة

ویجب علی المصلّی تطهیرثوبه و بد نه ومکانه من النّجا سة، و ستر عورته۔ ولا یشتمل الصّمّاء، و لا یسدِل و لا یسبل و لا یکفِت۔ولا یصلّی فی ثوب حر یر، ولا ثوب شهرة، ولا مغصوبٍ ۔ وعلیه استقبا ل عین الکعبة ان کا ن مشا هداً لها او فی حکم المشا هد، و غیر المشا هد یستقبل الجهة بعد التّحرّی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(واجب ہے نمازی پر پاک کرنا کپڑے اور بدن اور مکان نماز کا نجاست سے، اور چھپانا ستر کا، اور نہ ہو باشکل صماء، اور نہ کرنا سدل (لٹکانا کپڑے کا) اور نہ سبل کرنا (آزار ٹخنے سے زیادہ نیچے کرنا) اور نہ کفت کا (آستین کا موڑنا)، اور نہ پڑھے نماز ریشمی کپڑے میں، اور نہ جامہ شہرت میں اور نہ غصبی میں۔ اور نمازی پر ہے منہ قبلہ کی طرف کرنا اگر دیکھتا ہے اس کو یا حکم میں دیکھنے والے کے ہے، اور جو نہیں دیکھتا وہ منہ کرے قبلہ کی طرف بعد تحری کے)

باب كيفية الصّلوة

لا تكون شرعيةً الّا بالنّيّة۔ و اركانها كلّها مفترضة، الّا قعود التشهدِ الاوسطِ و الاستراحة۔ ولا يجب من اذكارها الّا التّكبير، و الفاتحة فى كل ركعةٍ و لو كان مؤتماً، و التّشهد الاخير، و التّسليم۔ و ما عدا ذلک فسنن۔ و هى الرّفع فى المواضع الاربعة، و الضمّ و التوجه بعد التكبيرة، و التعوّذ، و التّأمين، و قرأة غير الفاتحة معها، و التّشهد الاوسط، و الاذكار الواردة فى كل ركن، و الاستكثار من الدّعا بخيرى الدّنيا و الآخرة بما ورد و بما لم يرد۔

(نہیں ہوتی نماز شرعی مگر نیت سے، اور اس کے ارکان سب فرض ہیں مگر بیٹھنا پچھلے التحیات میں اور جلسہ استراحت، اور نہیں واجب اس کے ذکروں میں سے مگر تکبیر تحریمہ اور فاتحہ پڑھنا ہر رکعت میں اگرچہ مقتدی ہو اور تشہد اخیر اور سلام، اور اس کے سوا جو ہے وہ سنت ہے، اور وہ اٹھانا ہاتھوں کا چار جگہ اور باندھنا دونوں ہاتھ کا اور انّی وجھت ..الخ پڑھنا بعد تکبیر کے اور اعوذ.. الخ پڑھنا اور آمین کہنا اور ملانا کسی سورت کا فاتحہ سے اور بیچ کا تشہد اور ذکر جو وارد ہے ہر رکن میں، اور بہت کرنا دعائے خیریت دارین کا جو وارد ہے اور جو وارد نہیں)

باب مبطلات الصّلوة

و تبطل الصّلوة بالكلام، و بالاشتغال بما ليس منها، و بترك شرط او ركن عمداً۔

(اور جاتی رہتی ہے نماز بات کرنے سے، اور مشغول ہونے سے ساتھ ایسی چیز کے جو جنس نماز سے نہ ہو، ترک کرنے کسی شرط یا رکن کے جان بوجھ کر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب علی من تجب، و صلوۃ المریض

و لا تجب علی غیر مکلّفٍ و تسقط عمّن عجز عن الاشارۃ او اغمی علیه حتی خرج وقتها۔ و یصلّی المریض قائماً ثمّ قاعداً ثمّ علی جنبٍ

(نہیں واجب نماز اس پر جو مکلّف نہیں، اور ساقط ہے عاجز سے کہ اشارہ نہ کر سکے اور بے ہوش سے جس کو وقت نماز کا بے ہوشی میں گذر جائے، اور نماز پڑھے بیمار کھڑے ہو کر پھر بیٹھ کر پھر لیٹ کر)

باب صلوۃ التطوع

هی اربع قبل الظّهر و اربع بعده، و اربع قبل العصر، و رکعتان بعد المغرب، و رکعتان بعد العشاء، و رکعتان قبل الفجر، و صلوۃ الضحی، و صلوۃ اللیل و اکثرها ثلاث عشرۃ رکعةً یوتر فی آخرها برکعةٍ، و تحیّة المسجد، و الاستخارۃ، و رکعتان بین کلّ اذان و اقامة

(نفل چار رکعت ہیں پہلے ظہر کے، اور چار بعد اس کے، اور چار پہلے عصر کے، اور دو بعد مغرب کے، اور دو بعد نماز عشاء کے، اور دو پہلے صبح کے، اور نماز چاشت اور نماز تہجد، اور اکثر تہجد تیرہ رکعت ہیں آخر اس کے وتر ہے، اور تحیت المسجد اور استخارہ، اور دو رکعت درمیان ہر اذان اور اقامت کے)

باب صلوۃ الجماعة

هی آکد من السّنن۔ و تنعقد باثنین۔ و اذا کثر الجمع کان الثّواب اکثر۔

و تصح بعد المفضول، و الاولی ان یکون الامام من الخیار۔ و یؤم الرّجل بالنّساء، لا العکس؛ و المفترض بالمتنفل، و العکس۔ و تجب المتابعة فی غیر مبطل۔ ولا یؤمّ الرّجل قوماً هم له کارهون۔ و یصلّی بهم صلوۃ اخفهم۔ و یقدّم السّلطان و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ربّ المنزل ، و الاقرأ ،ثمّ الاعلم ثمّ الاسنّ۔ واذا اختلت صلوۃ الامام کان ذالک علیه لا علی المأمومین۔ و موقفھم خلفه، الّا الواحد فعن یمینه۔ و امامة النّساء وسط الصفّ۔ و تقدم صفوف الرّجال ثمّ الصّبیان ثمّ النّساء

والأحقّ بالصّفّ الاول اولوا الاحلام و النّھی۔و علی الجماعة ان یسوّوا صفوفھم، و ان یسدّوا الخلل، و ان یتِمّوا الصفّ الاول ثمّ الّذی یلیه ثمّ کذلک

(نماز باجماعت مؤکدترین سنتوں سے ہے، اور ہوتی ہے دو آدمی سے، پھر جتنا زیادہ انبوہ ہو اتنا ہی ثواب زیادہ ہے۔ اور درست ہے پیچھے اپنے سے کم کے، اور بہتر یہ ہے کہ ہوامام نیکوں سے اور امام ہومرد عورت کا، نہ عورت امام ہومرد کی، اور امام ہوفرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کا اور نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کا، اور واجب ہے پیروی امام کی احکام میں جس سے نماز نہ جاوے، اور نہ کرے کوئی اس قوم کی امامت جو اس سے ناخوش ہوں، اور نماز پڑھے ساتھ لوگوں بہت ہلکی نماز، اور امام بنے بادشاہ اور گھر والا اور قاری تر، پھر عالم تر، پھر بوڑھا۔ اور اگر خلل پڑے نماز میں امام کے تو وہ خلل امام پر ہے، نہ مقتدیوں پر۔ اور مقتدی پیچھے کھڑے ہوں، مگر ایک کہ وہ داہنی طرف کھڑا ہو۔ اور امامت عورت کی بیچ صف کے ہے۔ اور اول صف مردوں کی ہو، پھر لڑکوں کی، پھر عورتوں کی، اور مستحق تر ساتھ صف اول کے عقلمند لوگ ہیں اور سمجھ دار، اور لازم ہے جماعت پر برابر کرنا صفوں کا، اور بند کرنا دراڑ کا، اور پورا کرنا پہلی صف کا، پھر دوسری کا، پھر تیسری کا، پھر اسی طرح پر باقی صفوں کا)

باب سجود السّھو

وھو سجدتان قبل التّسلیم، او بعده و باحرامٍ وتشھدٍ و تحلیلٍ۔ و یشرع لترك مسنون، و للزّیادة و لو رکعةً سھواً، و للشکّ فی العدد ۔و اذا سجد الامام تابعه المؤتم۔

(سہو کے دو سجدے ہیں پہلے سلام کے، یا بعد اس کے تکبیر اور التحیات اور سلام سمیت، اور مشروع ہے سجدہ واسطے ترک مسنون کے اور زیادتی کے، اگرچہ ایک رکعت ہو بھول کر، اور واسطے شک کے، اور جب امام سجدہ سہو کرے تو تابع ہوگا مقتدی بھی)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب القضاء للفوائت

ان كان الترك عمداً لا لعذر فدين اللّه احقّ ان يقضى۔ و ان كان لعذرٍ فليس بقضاءٍ، بل اداء في وقت زوال العذر، الّا صلوة العيدين ففي ثانيه۔

(قضا کرے فوت ہوئی نمازوں کو اگر عمداً ترک کیا ہے نہ عذر سے کیونکہ قرض میں خدا احق ہے ساتھ ادا کرنے کے، اور جو عذر سے ہو تو وہ نہیں قضا بلکہ ادا ہے وقت دور ہونے عذر کے مگر نماز عیدین کے دوسرے دن عید کے)

باب صلوة الجمعة

تجب على كل مكلّف الّا المرأة و العبد و المسافر و المريض، و هي كسائر الصّلوات لا تخالفها الّا في مشروعية الخطبتين قبلها۔ و وقتها وقت الظّهر۔ و على من حضرها ان لايتخطى رقاب النّاس و ان ينصت حال الخطبتين۔ و ندِب له التبكير، و التطيب و التجمل، و الدّنوّ من الامام۔ و من ادرك ركعةً مّنها فقد ادركها۔ و هي في يوم العيدِ رخصة۔

(نماز جمعہ واجب ہے ہر مکلّف پر، مگر عورت، غلام، مسافر اور بیمار پر نہیں، اور یہ نماز مانند باقی نمازوں کے ہے، نہیں مخالف ان سے مگر مشروعیت میں دو خطبوں کے کہ پہلے اس سے ہیں، اور وقت اس کا وقت ظہر کا ہے، اور جو حاضر ہو اس نماز کو اس پر لازم ہے کہ نہ روندے لوگوں کی گردنوں کو، اور چپکا بیٹھے وقت خطبہ کے اور مستحب ہے جلدی سے جانا اور خوش بو لگانا اور اچھے کپڑے پہننا اور پاس امام کے ہونا، اور جس نے ایک رکعت پائی جمعہ کی بیشک اس نے جمعہ پایا، اور جمعہ عید کے دن رخصت ہے)

باب صلوة العيدين

هي ركعتان، في الاولى سبع تكبيراتٍ قبل القرأة، و في الثّانية خمس كذلك۔ و يخطب بعدها۔ و يستحب التّجمل، و الخروج الى خارج البلد، و مخالفة الطّريق، و الاكل قبل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الخروج فی الفطر دون الا ضحی۔ و وقتها بعد ارتفاع الشّمس قدر رمحٍ الی الزّوال۔ ولا اذان فیها و لا اقامة

(نماز دونوں عید کی دو رکعت ہے پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں پہلے قرأت سے اور دوسری میں پانچ اسی طرح پر۔ اور خطبہ پڑھے بعد اس کے اور مستحب ہے آراستہ ہونا اور نکلنا باہر شہر کے اور آنا اور راہ سے اور کھانا پہلے نکلنے سے فطر میں نہ ضحیٰ میں اور وقت اس نماز کا بعد بلند ہونے آفتاب کے ہے اندازہ ایک نیزہ پر زوال تک اور نہ اذان ہے اس میں نہ اقامت)

باب صلوة الخوف

قد صلّاها رسول اللّه ﷺ علی صفات مختلفةٍ، و کلّها مجزئة و اذا اشتدّ الخوف و التحم القتال صلّاها الرّاجل و الرّاکب، و لو الی غیر القبلة، و لو بالایماء۔

(نماز خوف کو پڑھا ہے آنحضرت ﷺ نے کئی طرح پر، اور سب طرح کفایت کرتا ہے۔ اور جب غالب ہو ڈر اور کشت وخون گرم ہو، تو پیادہ اور سوار جس طرح ہو سکے پڑھے، اگرچہ منہ قبلہ کی طرف نہ ہو، اور اگرچہ اشارہ ہو)

باب صلوة السفر

یجب القصر علی من خرج من بلده قاصداً للسّفر، و ان کان دون بریدٍ و اذا اقام ببلدٍ متردّداً قصر الی عشرین یوماً۔ و اذا عزم علی اقامة اربعٍ اتمّ بعدها۔ و له الجمع تقدیماً و تأخیراً، باذانٍ و اقامتین

(واجب ہے قصر کرنا نماز کا اس پر جو نکلے اپنے شہر سے بارادہ سفر اگرچہ ہو کم تر ایک منزل سے، اور جب ٹھہرے کسی شہر میں متردد، تو قصر کرے بیس دن تک۔ اور جب ارادہ کرے چار دن ٹھہرنے کا، پوری نماز پڑھے بعد چار دن کے، اور مسافر کے لئے ہے جمع کرنا نماز کا تقدیم و تاخیر سے ایک اذان اور دو اقامت سے)

باب صلوة الکسوفین

هی سنّة۔ و اصحّ ما ورد فی صفتها رکعتان فی کلّ رکعة رکوعان، و ورد ثلاثة و اربعة و خمسة، یقرأ بین کل رکوعین، و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ورد فی کل رکعةٍ رکوع۔ و ندِب الدّعاء و التّکبیر و التصدق و الاستغفار

(نمازکسوف سورج کا ہو یا چاند کا سنت ہے، اور صحیح ترین روایت جو صفت نماز کسوف میں ہے دو رکعت ہے، ہر رکعت میں دو رکوع، اور آئے ہیں تین رکوع، اور چار رکوع، اور پانچ رکوع بھی۔ قرأت پڑھے دونوں رکوع کے درمیان میں، اور آیا ہے ایک رکوع بھی۔ اور مستحب ہے دعا کرنا اور تکبیر کہنا اور صدقہ دینا اور استغفار کرنا)

باب صلوة الاستسقاء

تسن عند الجدب رکعتان، بعدهما خطبة تتضمن الذّکر و التّرغیب فی الطّاعة و الزّجر عن المعصیة۔ و یستکثر الامام و من معه من الاستغفار و الدّعاء برفع الجدب، و یحوّلون جمیعاً اردیتهم۔

(نماز استسقاء کی مسنون ہے خشک سالی کے وقت، دو رکعت بعدہ ایک خطبہ جس میں ذکر ہو اور ترغیب طاعت کی ہو، اور معصیت پر زجر ہو، اور بہت کرنا امام اور اس کے ہمراہیوں کا استغفار اور دعا واسطے دور ہونے قحط کے، اور سب لوگ اپنی چادروں کو پھیریں)

کتاب الجنائز

باب عیادة المریض

من السّنّة عیادة المریض، و تلقین المحتضرِ الشهادتین، و توجیهه و تغمیضه اذا مات، و قرأة یاسین علیه، و المبادرة بتجهیزه الّا لتجویز حیوته، و القضاء لدینه، و تسجیته۔ و یجوز تقبیله۔ و علی المریض ان یحسن الظنّ بربّه، و یتوب الیه، و یتخلص من کلّ ما علیه۔

(سنت ہے عیادت کرنا بیمار کا، اور تلقین کرنا مرنے والے کو دونوں شہادت کا، اور پھیرنا اس کے منہ کا قبلے کی طرف، اور بند کرنا آنکھوں کا بعد مر جانے کے، اور پڑھنا سورۃ یاسین کا اس پر، اور جلدی کرنا تجہیز میں مگر واسطے تجویز زندگانی کے، اور ادا کرنا قرض مردے کا، اور لپیٹنا اس کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کپڑے میں، اور جائز ہے بوسہ لینا اس کا۔ اور بیمار کو لازم ہے کہ نیک گمان رکھے خدا سے، اور توبہ کرے، اور رہا ہو ان حقوق سے جو اس پر ہیں)

و یجب غسل المیت المسلم علی الاحیاء، و القریب اولی بالقریب اذا کان من جنسه، و احد الزّوجین بالآخر۔ و یکون الغسل ثلا ثاً او خمساً او اکثر بماء وّسِدرٍ و فی الآخرة کا فور، و تقدم المیا من۔ ولا یغسل الشهید

(اور واجب ہے نہلانا مردہ مسلمان کا زندوں پر، اور ناتے والا اولی ہے ناتے والے سے اگر ہو اس کی جنس سے، اور ہر ایک میاں بی بی ہیں واسطے دوسرے کے اولی، اور نہلاوے تین بار، یا پانچ بار، یا زیادہ پانی اور بیری سے، اور آخر کو کافور سے، اور مقدم کرے دہنی طرف سے نہلانے میں اور نہلایا نہ جاوے شہید)

و یجب تکفینه بما یستره، و لو لم یملک غیره۔ و لا بأس بالزّیادة مع التمکن، من غیر مغالاةٍ۔ و یکفّن الشّهید فی ثیابه الّتی قتل فیها۔ و ندِب تطییب بدنِ المیّت و کفنه۔

(اور واجب ہے تکفین مردہ کی ایسی چیز سے جو چھپاوے اس کو، اگر مالک نہ ہو سوا اس کے اور کا، اور نہیں ڈر زیادتی کا جب کہ ہو سکے بدون گرانی قیمت کے، اور کفن کیا جاوے شہید اپنے کپڑوں میں جن میں مارا گیا ہے۔ اور مستحب ہے خوش بو لگانا بدن اور کفن میں مردے کے)

و تجب الصّلوة علی المیّت۔ و یقوم الاما م حذاء رأس الرّجل و وسطِ المرأة۔ و یکبّر اربعاً او خمساً، و یقرأ بعد التّکبیرة الاولی الفاتحة و سورة، وّ یدعو بین التّکبیرات بالادعیة المأثورة۔ ولا یصلّی علی الغالّ و قاتل نفسه و الکافر و الشّهید۔ و یصلّی علی القبر و علی الغائب

(واجب ہے نماز مردے پر، اور کھڑا ہو امام برابر سر مرد کے، اور میان عورت کے، اور چار یا پانچ تکبیر کہے، اور پڑھے بعد تکبیر پہلی کے فاتحہ اور سورت، اور دعا کرے درمیان تکبیرات کے دعائے ماثورہ سے، اور نہ پڑھے نماز خیانت کرنے والے پر، اور اپنی جان مارنے والے پر، اور کافر پر، اور شہید پر۔ اور پڑھے نماز قبر پر اور غائب پر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ویکون المشی بالجنازۃ سریعاً۔ و المشی معھا والحمل لھا سنّۃ۔ و المتقدّم علیھا و المتاخّر عنھا سواء ۔ و یکرہ الرّکوب۔ و یحرم النعی، و النیاحۃ، و اتباعھا بنار، و شقّ الجیب، و الدعاء بالویل و الثّبور۔ و لا یقعد المتّبع لھا حتّی توضع۔ و القیام لھا منسوخ

(جلدی چلے ساتھ جنازہ کے، اور جانا ہمراہ جنازہ کے اور اٹھانا اس کا سنت ہے، اور آگے چلنے والا جنازہ کا اور پیچھے چلنے والا برابر ہے۔ اور مکروہ ہے سوار چلنا۔ اور حرام ہے نعی اور نوحہ اور آگ لے جانا جنازہ کے ساتھ، اور پھاڑنا گریبان کا، اور چلانا ہائے ہائے کر کے۔ اور نہ بیٹھے جنازہ کے ساتھ جانے والا یہاں تک کہ رکھا جاوے جنازہ زمین پر۔ اور کھڑا ہونا واسطے جنازہ کے منسوخ ہے)

و یجب دفن المیّت فی حفرۃٍ تمنعہ من السّباع۔ ولا بأس بالضرح، و اللحد اولی۔ و یدخل المیّت من موخّر القبر، و یوضع علی جنبہ الایمن مستقبلاً۔ و یستحبّ حثو التّراب لکلّ من حضر ثلاث حثیاتٍ۔ و لا یرفع القبر زیادۃً علی شبرٍ۔ و الزیارۃ للموتی مشروعۃ ۔ و یقف الزّائر مستقبلاً للقبلۃ۔ و یحرم اتخاذ القبور مساجد، و تسریجھا و زخرفتھا، و القعود علیھا و سبّ الاموات۔ و التّعزیۃ مشروعۃ و کذالک اھداء الطعام لاھل المیّت۔

(واجب ہے دفن کرنا مردے کا گڑھے میں کہ روکے اس کو درندوں سے اور نہیں حرج ضرح میں مگر لحد اولی ہے۔ اور رکھا جاوے مردہ پائین قبر، سے اور ہو سیدھی کروٹ پر روبقبلہ۔ اور مستحب ہے ڈالنا خاک کا واسطے حاضرین کے دونوں ہاتھ سے تین بار۔ اور بلند نہ کی جاوے قبر زیادہ ایک بالشت سے، اور زیارت کرنا مردوں کا مشروع ہے۔ اور کھڑا ہو زیارت کرنے والا روبقبلہ۔ اور حرام ہے پکڑ لینا قبروں کو مسجد اور آرائش کرنا اور اس پر چراغ جلانا اور بیٹھنا ،اور برا کہنا مردوں کو۔ اور تعزیت کرنا اور کھانا بھیجنا واسطے اہل میت کے مشروع ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتا ب الزّکوۃ

تجب فی ا لا موا ل الّتی ستأ تی، اذا کا ن الما لک مکلفاً

(زکوۃ واجب ہے ان مالوں میں جن کا بیان آتا ہے جب کہ ہو مالک مال مکلّف)

با ب زکوۃ الحیوا ن

انّما تجب منه فی النّعم، و ھی ا لا بل و البقر و الغنم۔

اذا بلغت الابل خمساً ففیھا شاۃ۔ ثمّ فی کلّ خمسٍ شاۃ۔ فاذا بلغت خمساً و عشرین ففیھا ابنۃ مخاضٍ او ابن لبو ن۔ و فی ستٍ و ثلاثین ابنۃ لبو ن۔ و فی ستٍ و اربعین حِقّۃ ۔ و فی احدی و ستین جذ عۃ۔ و فی ستّ و سبعین بنتا لبون ۔ و فی احدی و تسعین حِقّتان الی مأۃ و عشرین۔ فاذا زا دت ففی کلّ اربعین ابنۃ لبون، و فی کلّ خمسین حِقۃ۔

(نہیں واجب زکوۃ حیوان میں تین کے سوا اور وہ اونٹ گائے اور بکری ہے۔

جب پانچ اونٹ ہوں تو ان میں ایک بکری، پھر ہر پانچ میں ایک بکری، اور ۲۵، اونٹ میں ایک بنت مخاض یا ایک بنت لبون یعنی ایک سالہ نر یا مادہ، اور ۳۶۔ اونٹ میں ایک بنت لبون یعنی دوسالہ بوتی، اور چالیس اونٹ میں ایک حِقہ یعنی چہار سالہ بوتی، اور ایک او پر ساٹھ میں ایک جذعہ یعنی پانچ سالہ اونٹنی، اور ۷۶ میں دو بنت لبون اور اکانویں میں دو حِقے ایک سوبیس تک، اور جب زیادہ ہوں تو ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ

و یجب فی ثلاثین من البقر تبیع او تبیعۃ۔ و فی اربعین مسنّۃ ۔ ثمّ کذا لک

(اور واجب ہے تین گائیوں میں ایک گائے نر یا مادہ یعنی تبیع یا تبیعہ، اور ہر چالیس میں ایک مسنہ یعنی دوسالہ پھر اسی طرح)

و یجب فی اربعین من الغنم شاۃ، الی مأۃٍ و ا حدی و عشرین، و فیھا شاتان، الی مِئتین و واحد ۃٍ ، و فیھا ثلاث شِیاہٍ ،الی ثلاث مأۃ و وا حدۃ ، و فیھا ار بع۔ ثمّ فی کلّ مأۃٍ شا ۃ۔ولا یجمع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بين مفترِق من الانعا م ولا يفرق بين مجتمِع خشية الصد قة۔ ولا شئى فيما دون الفريضة ، ولا فى الاوقا ص۔ وما كان من خليطين فيتراجعا ن بالسّوِيّة ۔ ولا يؤخذ هرِمة، ولا ذات عوارٍ ولا عيبٍ، ولا صغيرة ، و لا أكو لة، ولا ربىّ ، ولا ما خِض، ولا فحل غنمٍ

(اور واجب ہے چالیس بکریوں میں ایک بکری، ایک سو اکیس تک، اور اس میں دو بکریاں ہیں دو سو ایک تک اور اس میں تین بکریاں ہیں تین سو ایک تک، پھر ہر سینکڑے میں ایک بکری اور جمع نہ کئے جاویں متفرق جانور اور نہ متفرق کئے جاویں اکٹھے ڈر سے صدقہ کے۔ اور کچھ نہیں اس میں جو کم ہے مقدار فرض سے، اور نہ اس سے جو درمیان میں ہے وہ فریضہ کے، اور جو جانور دو شریکوں میں ہوں وہ پائیں برابر، اور نہ لیا جاوے زکوۃ میں بوڑھا جانور اور نہ نقصان والا، نہ عیب دار اور نہ بہت کم عمر، اور نہ بکری بانجھ، اور نہ وہ جس کو دودھ کے لئے پالا ہے، اور نہ حاملہ اور نہ وہ نر جس کو نسل کے لئے رکھا ہو)

با ب زكوة الذ هب و الفضة:

هى اذا حال على ا حد هما الحول ربع العشر۔و نصا ب الذّ هب عشرون ديناراً ۔ و نصاب الفضّة مِئتا درهم۔ و لا شئى فيما دون ذلك۔ ولا زكوة فى غير هما من الجوا هر و اموا ل التّجا رة و المستغلّات

(جب ایک سال کامل گذر جائے سونے یا چاندی پر تو زکوۃ چالیسواں حصہ ہے اور نصاب سونے کا بیس دینار ہیں (ساڑھے سات تولہ) اور نصاب چاندی کا دوسو درہم ہیں (ساڑھے باون تولہ) اور جو سونا چاندی اس سے کم ہو اس پر کچھ نہیں۔ اور نہیں ہے زکوۃ ان کے سوا میں جواہر، مال تجارت، اور گھر کرایہ وغیرہ پر)

با ب زكوة النبا ت

يجب العشر فى الحِنطة و الشّعير و الذرّة و التّمر و الزّ بيب۔ و ما كا ن يسقى بالمسنّى منها ففيه نصف العشر۔ و نصا بها خمسة اوسقٍ۔ ولا شئى فيما عدا ذلك ، كالخضروات وغيرها۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ویجب فی العسل العشر۔ و یجوز تعجیل الزّکوۃ ۔ و علی الامام ان یردّ صدقاتِ اغنیاء کلّ محلٍّ فی فقرائھم۔و یبرأ ربّ المال بدفعھا الی السّلطان، و ان کان جائراً ۔

(واجب ہے دسواں حصہ گیہوں اور جو اور جوار اور خورما خشک اور منقی میں ۔اور جس کو پانی دیا گیا ہے اس میں نصف عشر ہے اور نصاب اس کی پانچ وسق (ہر وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے) ہیں ۔اور نہیں ہے کچھ اس کے سوا میں جیسے ساگ، بھاجی وغیرہ۔اور واجب ہے شہد میں دسواں حصہ اور جائز ہے پیشگی دینا زکوۃ کا، اور لازم ہے امام کہ پھیر دے صدقہ ہر جگہ کے امیروں کا اس شہر کے فقیروں پر، اور بری ہو جاتا ہے مال والا زکوۃ دے کر بادشاہ کو اگرچہ ظالم ہو)

باب مصارف الزکوۃ

ھی ثمانیۃ کما فی الآیۃ ۔ و تحرم علی بنی ھاشم و موالیھم، و علی الاغنیاء ،و الاقویاء المکتسِبین۔

(مصارف زکوۃ کے آٹھ جگہ ہیں جو قرآن شریف میں مذکور ہیں ۔ اور حرام ہے بنی ہاشم اور ان کے غلاموں پر اور آسودہ اور تندرست کماؤ پر)

باب صدقۃ الفطر

ھی صاع من القوت المعتاد عن کل فردٍ ۔و الوجوب علی سید العبد، و منفق الصغیر و نحوہ۔ و یکون اخراجھا قبل صلوۃ العید ۔ و من لم یجد زیادۃً علی قوت یومہ و لیلتہ فلا فِطرۃ علیہ۔ و مصرِفھا مصرِف الزکوۃ۔

(صدقہ فطر کا ایک صاع ہے قوت معتاد سے ہر شخص کی طرف سے، اور واجب ہے وہ مالک پر غلام کا اور مربی پر چھوٹے لڑکے کا، اور مثل اس کی کا، اور نکالا جاتا ہے نماز عید سے پہلے اور جو زیادہ سے زیادہ قوت ایک رات دن سے اس پر فطر نہیں اور مصرف اس کا مصرف زکوۃ کا ہے)

باب الخمس

یجب فیما یغنم فی القتال و فی الرکاز۔ ولا یجب فیما عدا ذلک ۔و مصرفہ فی قولہ تعالی: و اعلموا انّما غنمتم من شیء ۔ الآیۃ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(واجب ہے خمس اس مال میں جو ہاتھ آیا لڑائی میں اور مال دفینہ پر، اور نہیں واجب اس مال میں جو سوا اس کے ہے۔ اور مصرف خمس کے وہ لوگ ہیں جو آیت و اعلموا انّما غنمتم . الخ. میں مذکور ہیں، یعنی اللہ اور رسول اور ذی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابن السبیل)

كتاب الصّيام

يجب صيام رمضا ن لـرؤية هلاله من عدلٍ، او اكمال عدّة شعبان۔ و يصوم ثلاثين يو ماً ما لم يظهر هلال شوالٍ قبل اكمالها۔ و اذا رآه اهل بلدٍ لزِم على سائر البلاد الموافقة۔ و على الصّائم النيّة قبل الفجر

(واجب ہے روزہ رمضان کا چاند دیکھنے سے مرد عادل کے، یا پوری ہونے سے گنتی شعبان کی۔ اور روزہ رکھے تیس دن تک جب تک کہ نہ نکلے عید کا چاند مہینہ پورا ہونے سے پہلے۔ اور جب دیکھیں چاند کو ایک شہر کے لوگ تو لازم ہوئی سب شہر والوں کو موافقت ان کی، اور روزہ دار کو لازم ہے کہ نیت روزے کی کرے پہلے صبح سے)

و يبطل(الصو م) بالاكل، و الشّر ب۔ و الجماع، و القيء عمداً ۔و يحرم الوِ صال۔ و على من افطر عمداً كفارة ككفارة الظّهار۔ و يند ب تعجيل الفطر و تأ خير السّحور

(اور جاتا رہتا ہے روزہ کھانے اور پینے اور صحبت کرنے اور قئے کرنے سے بالقصد۔ اور حرام ہے کئی روزوں کا ملانا۔ اور جو جان بوجھ کر روزہ توڑ ڈالے اس پر کفارہ ہے مثل کفارہ ظہار کے (یعنی آزاد کرنا ایک غلام کا، یا روزے دو ماہ کے، یا کھانا ساٹھ مسکین کا) اور مستحب ہے جلدی کرنا افطار میں اور دیر کرنا سحری کھانے میں)

و يجب على من افطر لعذر شرعيّ ان يقضى۔و الفطر للمسا فر و نحوِه ر خصة، الّا ان خشى التلف أو الضعف عن القتال فعزيمة۔و من مات و عليه صوم صا م عنه وليّه۔و الكبير العاجز عن الادا ء والقضاء يكفّر عن كل يوم باطعام مسكين۔ و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الصا ئم المتطوع امیر نفسه، لا قضاء علیه و لا کفارة ۔

(واجب ہے اس پر جو افطار کرے عذر شرعی سے کہ قضا کرے، اور افطار کرنا مسافر کو اور جو اس کی مانند ہو، رخصت ہے۔ اور جو ڈر ہو تلف ہونے کا یا کمزور ہونے کا جہاد میں تو عزیمت ہے۔ اور جو مر گیا اور اس پر روزے ہیں، تو روزہ رکھے اس کی طرف سے اس کا ولی۔ اور جو بوڑھا نہ ادا کر سکے، نہ قضا کر سکے، وہ کفارہ دے ہر روزے کا یعنی کھانا کھلاوے ایک مسکین کو۔ اور نفلی روزہ دار اپنا فعل مختار ہے، نہ قضا ہے اس پر نہ کفارہ)

با ب صو م التطوع

یستحب صیا م سِتّ من شوّال، و تِسع ذی الحجة، و محر مٍ، و شعبان و الاثنین و الخمیس ، و ایام البیض ۔ و افضل التطوع صوم یومٍ و افطار یو م۔ٍو یکره صوم الدّ هر، و افراد یوم الجمعة و یو م السّبت۔و یحرم صوم العیدین، و ایّام التّشریق و استقبال رمضان بیومٍ او یو مین

(مستحب ہیں روزے چھ دن ماہ شوال میں، اور نو دن ماہ ذی الحج میں، اور محرم اور شعبان کا، اور پیر کے دن کا، اور جمعرات کا، اور تیرھویں چودھویں پندرھویں ہر مہینے کی۔ اور بہتر نفل روزے میں روزہ ایک دن اور افطار کرنا ایک دن کا ہے۔ اور مکروہ ہے روزہ تمام عمر کا، اور تنہا روزہ جمعہ کا، اور سنیچر کا۔ اور حرام ہے روزہ دونوں عید کا، اور ایام تشریق کا۔ اور استقبال کرنا رمضان کا ایک دو روز سے)

باب الاعتکاف

یشرع ۔ و یصحّ فی کلّ وقتٍ فی المسا جد۔ و هو فی ر مضا ن آکد، سیّما فی العشر الاوا خر منه۔و یستحب اجتهاد فی العمل فیها، و قیام لیا لی القدر۔ و لا یخرج المعتکف الّا لحا جةٍ

(مشروع ہے اعتکاف ہر وقت مسجدوں میں اور رمضان میں زیادہ تر موکد ہے، خصوصاً عشرہ اخیرہ میں رمضان کے۔ اور مستحب ہے کوشش کرنا عبادت کی رمضان میں اور جاگنا قدر کی راتوں میں۔ اور نہ نکلے اعتکاف والا مگر واسطے حاجت کے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتا ب الحج

یجب علی کل مکلفٍ مستطیعٍ فو راً۔ و کذ لک العمرۃ۔ و ما زاد فھو نا فلۃ ۔(حج واجب ہے اوپر ہر مکلّف مقدور والے کے فی الفور اور اسی طرح عمرہ۔اور جو بڑھے تو وہ نفل ہے)

یجب تعیین نوع الحج بالنیّۃ ،من تمتعٍ او قِرانٍ او افراد، و الاوّ ل افضلھا۔ ویکو ن الاحرام من المواقیت المعروفۃ۔ ومن کان دو نھا فمھلّہ من اھلہ، حتّی اھل مکہ منھا۔
(واجب ہے ٹھہرانا نوع حج کا ساتھ نیت کے تمتع یا قران یا افراد سے،اور تمتع افضل ہے۔اور باندھے احرام میقات معروف سے،اور جو ہو میقات سے کمتر مسافت پر، وہ اپنے گھر سے احرام باندھ لے یہاں تک کہ مکہ والے مکہ سے)

ولا یلبس المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البر نس ولا السرا ویل، ولا ثو باً مسّہ ورس و لا زعفرا ن۔ ولا الخفین الّا ان لا یجد نعلین فیقطعھما حتّی یکونا اسفل من الکعبین۔ ولا تنتقب المرأۃ و لا تلبس القفّازین وما مسّہ الورس و الزّ عفران۔ ولا یتطیب ابتداءً ۔ ولا یأخذ من شعرہ و بشرہ الا لعذرٍ ولا یرفث و لا یفسق ولا یجادل۔ ولا ینکِح ولا ینکح ولا یخطب۔ ولا یقتل صیداً ۔ و من قتلہ فعلیہ جزاء مثل ما قتل من النّعم یحکم بہ ذوا عدل ۔ ولا یأ کل ما صادہ غیرہ ، الّا اذا کان الصائد حلالاً ولم یصدہ لاجلہ۔ ولا یعضِد من شجر الحرم، الّا الاذخِر ۔ و یجو ز قتل الفوا سق الخمس ۔ و صید حر م المد ینۃ و شجرہ کحر م مکۃ ، الّا انّ من قطع شجرہ او خبطہ کان سلبہ حلالاً لمن وجدہ۔ و یحرم صید وجٍّ و شجرہ
(نہ پہنے محرم کپڑا سیا ہوا، اور نہ پگڑی اور نہ ٹوپی، اور نہ پاجامہ، اور نہ رنگا کپڑا ورس اور زعفران کا، اور نہ موزے، مگر جو نہ پاوے جوتا تو پہن لے اس کو اور کاٹ ڈالے انہیں نیچے ٹخنے تک،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اورعورت نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانہ پہنے اور نہ رنگا کپڑا ورس اور زعفران کا پہنے، اور خوشبو نہ ملے شروع میں، اور نہ لے محرم بال کسی جگہ کے اپنے بدن سے مگر عذر سے، اور صحبت نہ کرے اور نہ فسق کرے، اور نہ لڑے، اور نہ نکاح کرے اور نہ کراوے اور نہ نسبت کرے، اور شکار نہ مارے اور جو شکار کرے اس پر بدلا دینا لازم ہے مانند اس کی جانوروں سے کہ حکم کریں ساتھ اس کے دو مرد عادل، اور نہ کھاوے شکار کیا ہوا غیر کا، مگر یہ کہ شکاری حلال ہو، اور اس نے شکار اس کے لئے نہیں کیا۔ اور نہ اکھیڑے درخت حرم کا مگر اذخر گھاس۔ اور جائز ہے احرام والے کو مارنا پانچوں فاسق کا۔ اور شکار حرم مدینہ کا اور درخت اس کا مانند حرم مکہ کے ہے، مگر اتنی بات ہے کہ جو کوئی کاٹے درخت اس کا یا پتے اس کے جھاڑے تو ہوگا سامان اس کا حلال واسطے اس کے جو اس کو پاوے۔ اور حرام ہے شکار وج (وج، نام ہے ایک جنگل کا طائف میں) اور درخت اس کا)

و عند قدوم الحاجّ مکه یطوف للقدوم سبعة اشواط ، یرمل فی الثلا ثة الاوّل، و یمشی فیما بقی، ویقبّل الحجر الاسود ،او یستلمه بمحجن، و یقبِّل المحجِن و نحوه، و یستلم الرکن الیما نیّ۔ و یکفی القا رن طواف واحد و سعی وا حد۔ و یکون حالة الطوافِ متوضئاً ساتراً لعو رته۔ و الحائض تفعل ما یفعل الحا جّ غیر ان لا تطوف با لبیت۔

و یندب الذکر حال الطواف بالما ثور۔و بعد فراغه یصلّی رکعتین فی مقا م ابرا هیم، ثمّ یعود الی الرکن فیستلمه

(جب آوے حاجی مکہ میں تو طواف قدوم کرے سات بار پھیرے، جلدی کرے تین بار اول میں، اور یوں ہی چلے باقی میں۔ اور بوسہ لے حجر اسود کا یا چھوئے اس کو لکڑی سے اور اس کو چوم لے یا اور ایسی ہی چیز جس سے چھوا یا ہو چومے۔ اور استلام کرے رکن یمانی کا، اور کافی ہے قران والے کو ایک طواف اور ایک سعی۔ اور ہووے وقت طواف کے باوضو، ستر چھپائے ہوئے۔ اور حیض والی عورت جو حاجی کرتا ہے کرے مگر طواف کعبہ نہ کرے۔ اور مستحب ہے ذکر وقت طواف کے ماثور سے۔ اور بعد فراغت طواف کے پڑھے دو رکعت مقام ابراہیم میں پھر آئے طرف رکن کے استلام کرے)

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

و يسعى بين الصّفا و المروةِ سبعة اشواطٍ، دا عياً بالماثور۔ و اذا كان متمتّعاً صار بعد السّعى حلا لاً ۔ و يحلق او يقصّر۔ حتى اذا كان يو م التّرو ية اهلّ با لحجّ، و توجّه الى منىً و صلّى بها الظّهر و العصر و المغرب و العشا ء و الفجر

(اور دوڑے درمیان صفا اور مروہ کے سات بار دعائے ماثورہ کرتا ہوا، اور اگر متمتع ہووے تو حلال ہو جاوے بعد دوڑنے کے، اور سر منڈواوے یا قصر کرے یہاں تک کہ جب دن عرفہ کا آوے تو حج کا احرام باندھے اور منی میں جاوے اور پڑھے وہاں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اور فجر)

ثمّ يأتى عرفة صبح يوم عر فة ملبياً مكبّراً ۔ و يجمع العصرين فيها و يخطب ۔ ثمّ يفيض من عرفة بعد الغروب ۔ و يأتى المزدلفة، و يجمع فيها بين العشاء ين، و يبيت بها، ثمّ يصلّى الفجر، و يأتى المشعر فيذ كر اللّه عنده ،و يقف به الى قبل طلوع الشّمس۔ثمّ يد فع حتّى يأ تى بطن محسّرٍ۔ ثمّ يسلك الطريق الوسطى الى الجمرة الّتى عند الشّجرة، وهى جمرة العقبة، فيرميها بسبع حصيات يكبّر مع كل حصاةٍ ، مثلِ حصى الخذ ف۔ ولا يرميها الّا بعد طلوع الشّمس ،الّا النّساء و الصّبيان ، فيجوز لهم قبل ذلك ۔و يحلق رأسه او يقصّره، فيحِلّ له كل شىء الّا النّساء ۔ و من حلق أو ذبح أو افاض الى البيت قبل ان ير مى فلا حر ج۔ ثمّ رجع الى منىً، فيبيت بها ليا لى التّشريق ۔

و يرمى فى كل يوم من ايّام التّشريق الجمراتِ الثّلا ث ، بسبع حصيا تٍ، مبتد ئاً بالجمرة الد نيا ثمّ الو سطى ثمّ جمرةِ العقبة۔

و يستحبّ لمن يحجّ بالنّاس ان يخطبهم يوم النّحر، و فى وسط ايّام التّشريق۔ و يطو ف الحاجّ طواف الا فا ضة ۔و هو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طوا ف الزّ یا رة ۔ یوم النّحر۔ و اذا فر غ من اعما ل الحجّ و اراد الرّ جوع طا ف للودا ع وجوباً، الّا انّه خفّف عن الحا ئض

(پھر عرفات میں آوے صبح دن عرفہ کو لبیک اور تکبیر کہتا ہوا، اور جمع کرے ظہر اور عصر کو وہاں، اور خطبہ پڑھے، پھر چلے عرفہ سے بعد غروب کے اور مزدلفہ کو آوے، اور جمع کرے وہاں مغرب اور عشاء کو، اور رات کو یہیں رہے، پھر صبح کی نماز پڑھ کر مشعر میں آوے۔ اور یاد کرے خدا کو وہاں، اور آفتاب نکلنے سے پہلے تک وہاں ٹھہرا رہے، پھر وہاں سے چلے اور آوے بطن محسر میں۔ پھر بیچ رستہ سے جمرہ کو جاوے جو نزدیک درخت کے ہے، اور یہ جمرہ عقبہ ہے ۔یہاں سات کنکریاں مارے ہر کنکری پر تکبیر کہے۔ اور یہ کنکریاں بعد سورج نکلنے کے ہے، مگر عورتیں اور لڑکے کہ جائز ہے ان کو پہلے سورج نکلنے کے۔ اور سر منڈاوے یا بال کتراوے۔ اب حلال ہوئی اس کو سب چیز سوا عورت کے۔ اور جس نے سر منڈا، یا ذبح کیا، یا چلا آیا طرف کعبہ کے پہلے کنکریاں مارنے سے، تو کچھ حرج نہیں۔ پھر منی کی طرف پھرے اور کاٹے وہیں تشریق کی راتیں۔ اور مارے ہر روز ایام تشریق میں تینوں جمروں کو سات سات کنکریاں شروع کرے جمرہ نزدیک سے، پھر جمرہ وسطی پھر جمرہ عقبہ۔ اور مستحب ہے اس کو جو حج کرے لوگوں سمیت کہ خطبہ سناوے ان کو نحر کے دن اور بیچ ایام تشریق کے اور طواف کرے حاجی طواف افاضہ جس کو طواف زیارۃ کہتے ہیں نحر کے دن۔ اور جب کہ حج کے کاموں سے فارغ ہوا اور ارادہ کرے پھرنے کا تو طواف رخصت کا واجب ہے مگر معاف ہے عورت حائض کو)

و الهدی افضله البد نة ثمّ البقرة ثمّ الشّا ة۔ و تجز ی البد نة و البقرة عن سبعة۔ و یجوز للمهدی ان یأ کل من لحم هد یه، و یرکب علیه۔ و یند ب اشعاره و تقلیده، و من یبعث بهديٍ لم یحر م علیه شیء مما یحرم علی المحرم

(افضل قربانی اونٹ کی ہے پھر گائے کی، پھر بکری کی۔ اور کافی ہے اونٹ اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے اور جائز ہے قربانی والے کو کھانا گوشت قربانی اپنی کا، اور سوار ہونا اس پر راہ میں، اور مستحب ہے اشعار کرنا اور پٹہ (رسّی) ڈالنا اور جس نے قربانی بھیج دی اور خود نہ گیا اس پر کوئی چیز حرام نہیں جو محرم پر حرام ہے)

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

باب العمرة المفردة

يحرم لها من الميقات ، و من كان فى مكة خرج الى الحلّ۔ ثمّ يطوف، و يسعى، و يحلق او يقصر ۔ و هى مشروعة فى جميع السّنة ۔(مفرد عمرے میں ،حرام ٹھہرے گا میقات سے ،اور جو مکہ میں ہو وہ زمین حل کو نکلے، پھر وہاں سے آکر طواف اور سعی کرے،اور سر منڈ اوے یا بال کترا وے۔ اور یہ مشروع ہے سارے برس میں)

کتاب النکاح

يشرع من استطاع الباءة و يجب على من خشى الوقوع فى المعصية۔ و التّبتّل غير جائز الا لعجز عن القيام بما لا بدّ منه۔ و ينبغى ان تكون المرأة ودوداً ولوداً بكراً ذات جمال و حسبٍ و دين و مالٍ و تخطب الكبيرة الى نفسها، و المعتبر حصول الرضاء منها ، لمن كان كفؤاً ،و الصّغيرة تخطب الى وليّها، و رضى البكر صمتها۔

و تحرم الخِطبة فى العِدّة ، و على الخِطبة۔ و يستحبّ النّظر الى المخطوبة۔ و لا نكاح الّا بوليٍ و شاهدين، الّا ان يّكون عاضلاً أوغير مسلمٍ۔ و يجوز لكل واحدٍ من الزّوجين ان يّوكل لعقد النكاح و لو واحداً۔

(مشروع ہے نکاح اس کو جو طاقت رکھے خانہ داری کی اور واجب ہے اس پر جو گناہ میں پڑنے سے ڈرے،اور مجرد رہنا جائز نہیں مگر جو عاجز ہو گرہستی وغیرہ ضروریات سے ۔اور چاہیے کہ ہو عورت دوست دار؟؟؟ جننے والی،کنواری، خوب صورت،حسب دین و مال والی۔اور پیغام دی جاتی ہے جوان عورت خود اور معتبر راضی ہونا ہے اس کا ساتھ کہ ہو کفو اس کا۔اور چھوٹی عورت کا پیغام دیا جاتا ہے اس کے ولی کو اور رضا اس کی چپ رہنا ہے اس کا۔اور حرام ہے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پیغام دینا عدت میں اور منگنی پر منگنی کرنا۔اور جائز ہے دیکھنا منگنی والی عورت کی طرف۔اور نہیں ہوتا نکاح مگر ولی اور دو گواہوں سے، مگر یہ کہ ہووے شک؟ پکڑنے والا یا غیر مسلمان۔ اور جائز ہے ہر ایک کو میاں بی بی سے وکیل مقرر کرنا نکاح باندھنے کو اگرچہ ایک ہی آدمی ہو دونوں طرف سے)

نكاح المتعة منسوخ، و التّحليل حرام، و كذا لك الشّغار۔ و يجب على الزّوج الوفاء بشرط المرأة، الّا ان يحلّ حراماً او يحرّم حلالاً۔

(نکاح متعہ کا منسوخ ہے اور حلالہ کرنا حرام ہے۔اسی طرح ادلا بدلی۔اور واجب ہے میاں پر پورا کرنا شرط کا بی بی سے مگر ایسی شرط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے)

باب المحرمات فی النکاح

و يحرم على الرّجل ان ينكح زانيةً او مشركةً و العكس، و من صرح القرآن بتحريمه، و الرّضاع كالنّسب، و الجمع بين المرأة و عمتها او خالتها، و ما زاد على العدد المباح للحرّ و العبد۔ و اذا تزوّج العبد بغير اذن سيّده فنكاحه باطل۔ و اذا اعتقت الامة ملكت امر نفسها، و خيّرت في زوجها۔

(اور حرام ہے مرد پر نکاح حرام کار اور مشرکہ عورت سے، اور عورت پر مرد حرام کار اور مشرک سے، اور اس سے جس کی صریح قرآن میں حرمت آئی۔اور دودھ نسب کی مانند ہے۔اور حرام ہے جمع کرنا درمیان بی بی اور اس کی عمہ کے یا اس کی خالہ کے۔اور حرام ہے زیادتی عدد مباح پر آزاد اور غلام دونوں کو۔اور جو نکاح کرے غلام بدون اذن اپنے مالک کے تو نکاح اس کا باطل ہے۔اور جب آزاد کی جائے لونڈی تو وہ اپنی جان کی مالک اور مختار ہے اپنے خاوند کے حق میں)

باب العیوب و انکحة الکفار

و يجوز فسخ النكاح بالعيب۔ و يقرّ من انكحة الكفار اذا اسلموا ما يوافق الشرع۔ و اذا اسلم احد الزّوجين انفسخ النكاح، و تجب العِدة۔ فان اسلم و لم تتزوج المرأة كانا على

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نکا حهما الاوّ ل، و لو طا لت المدّ ة، اذا ا ختارا ذا لک

(اور جائز ہے فسخ نکاح کا عیب سے، اور بحال رہتے ہیں نکاح کافروں کے مسلمان ہو جانے سے جب کہ موافق شرع کے ہوں۔ اور جو دونوں میں ایک مسلمان ہو جاوے تو نکاح ٹوٹ جاوے گا اور عدت واجب ہوگی۔ پھر اگر مسلمان ہو جاوے دوسرا اور عورت نے اب تک نکاح نہیں کیا تو دونوں اگلے نکاح پر ہیں اگر چہ دراز ہو مدت جب دونوں اس نکاح کو اختیار کر لیں)

باب المهر والعِشرة

المهر وا جب، و تکره المغالاة فيه، و يصحّ و لو خاتماً من حد يد، او تعليم القرآن۔و من تز وج امر أة ولم يسمّ لها صداقاً، فلها مهر نساء ها اذا د خل بها۔ و يستحبّ تقديم شيء من المهر قبل الدّ خو ل۔

و عليه احسان العِشرة ، و عليها الطّا عة۔ و من کا نت له زوجتا ن فصا عداً عدل بينهنّ فی القسمة وما تد عو الحاجة اليه۔ و اذا سا فر اقرع بينهنّ۔ و للمرأة ان تهب نوبتها، او تصالح الزّو ج علی اسقاطها۔ و يقيم عند الجد يدة البکر سبعاً ، و الثّيّب ثلا ثاً ۔ و لا يجوز العز ل، ولا اتيا ن المر أة فی د بر ها۔

(مہر واجب ہے اور مکروہ ہے گرانی اس میں، اور صحیح ہے مہر کو ایک انگوٹھی لوہے کی، یا سکھانا قرآن۔ اور جس نے بیاہ کیا اور نام نہ لیا مہر کا، اس کا مہر موافق اس کی عورتوں کے ہے جب کہ دخول کیا ہو اس سے۔ اور مستحب ہے دینا تھوڑے سے مہر کا پہلے دخول سے۔ اور لازم ہے مرد پر اچھا برتاؤ کرنا، اور عورت پر اطاعت کرنا۔ اور جسکی دو عورتیں ہوں یا زیادہ، برابری کرے ان میں اور لین دین میں، اور جب سفر کرے تو قرعہ ڈالے۔ اور عورت کو پہنچتا ہے کہ اپنی نوبت بخش دے یا صلح کر لے خاوند سے اسقاط نوبت پر۔ اور کنواری نو بیاہتا بیوی کے پاس سات رات رہے اور ثیب کے پاس تین راتیں اور نہیں جائز منی گرانا اور نہ دوسری راہ سے آنا)

الو لد للفراش ، و لا عبرة لشبهِه بغير صا حبه ۔ و ا ذا اشترك ثلا ثة فی و طء امةٍ فی طهر ملکها کلّ وا حدٍ منهم فيه، فجاء ت بو لدٍ و ادّ عوه جميعاً، فيقرع بينهم، و من استحقه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بالقرعة فعليه للآخرين ثلثا الدّية

(حرامی لڑکا مالک کا ہے، اورنہیں اعتبار اس کے مشابہ ہونے کا ساتھ غیر صاحب اس کے کے، اور جب کہ لونڈی کی وطی میں تین شریک ہوں اس طہر میں جس میں ہر ایک اس کا مالک ہوا ہے، پھر اس کے لڑکا ہو، اور تینوں اس کا دعوی کریں، تو قرعہ ڈالیں۔ اور وہ مستحق ہے جس کے نام کا قرعہ نکلے۔ پھر اسے چاہیے کہ دو کو دو تہائی دیت دے)

کتاب الطلاق

هو جائز من مكلفٍ مختار ولو هازلاً، لمن كانت فى طهر لم يمسّها فيه ولا طلقها فى الحيضة الّتى قبله، او فى حملٍ قد استبان۔ و يحرم ايقاعه على غير هذه الصفة۔ و فى وقوعه، و وقوعِ ما فوق الواحدة من دون تخلّل رجعةٍ خلاف، و الراجح عدم الوقوع

(طلاق جائز ہے مکلّف مختار کی اگرچہ ہنسی سے ہو۔ اور طلاق اس عورت پر پڑتی ہے جو ہووے ایسے طُہر میں جس میں ہاتھ نہ لگایا ہو، اور نہ طلاق دی ہے اس حیض میں جو پہلے اس طہر کے تھا، یا اس حمل میں جو ظاہر ہو۔ اور حرام ہے دینا طلاق کا سوا اس طرح کے۔ اس طلاق کے اور زیادہ کے ایک پر بدون رجعت کے خلاف ہے اور راجح تر عدم وقوع ہے)

و يقع بالكناية مع النيّة، و بالتخيير اذا اختارت الفرقة۔ و اذا جعله الزوج الى غيره وقع منه۔ و لا يقع بالتحريم۔ و الرّجل احقّ بامرأته فى عدّة طلاقه، يراجعها متى شاء اذا كان الطّلاق رجيعاً۔ و لا تحلّ له بعد الثّلاثة حتّى تنكح زوجاً غيره

(واقع ہو جاتی ہے طلاق کنایہ سے ساتھ نیت کے اور اختیار دینے سے عورت کو اگر وہ اختیار کر لے اور جو مختار کر دے مرد دوسرے کو، تو اس کے دینے سے بھی ہو جاتی ہے۔ اور نہیں ہوتی عورت کو اپنے اوپر حرام کر لینے سے۔ اور مرد مستحق تر ہے اپنی عورت کا عدت طلاق میں، اور رجوع کرے جب چاہے اور جب کہ طلاق رجعی ہووے۔ اور حلال نہیں رہتی عورت بعد تیسری طلاق کے یہاں تک کہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب الخلع

اذا خالع الرّجل امرأته كان امرها اليها، لا ترجع اليه بمجرد الرّجعة۔ و يجوز بالقليل و الكثير، ما لم يجاوز ما صار اليها منه۔ و لا بدّ من التّراضى بين الزّوجين على الخلع، او الزام الحاكم مع الشقاق بينهما، و هو فسخ، و عدّته حيضة۔

(جب خلع کیا مرد عورت نے، تو اب عورت اپنے امر کی مختار ہے، مرد کی طرف نہیں پھرتی مجرد رجعت سے۔ اور جائز ہے خلع تھورے بہت پر، جب تک کہ نہ بڑھے اس چیز سے جو پہنچی ہے اس کو خاوند کی طرف سے۔ ضرور ہے کہ راضی ہوں دونوں میاں بی بی خلع پر، یا الزام کرنے پر حاکم بہ سبب ناراضگی آپس کی۔ اور خلع فسخ ہے اور عدت اس کی ایک حیض ہے)

باب الایلاء

هو ان يحلف الزّوج من جميع نسائه او بعضهنّ: لا اقربهنّ۔ فان وقّت بدونِ اربعة اشهرٍ، اعتزل حتى يتقضى ما وقّت به۔ وان لم يوقّت شيئاً او وقّت باكثر منها، خيِّر بعد مضيّها بين ان يفيء و يطلق۔

(ایلاء قسم کھانا ہے خاوند کا سب یا بعض عورتوں سے کہ ان کے پاس نہ جاؤنگا۔ پھر اگر ٹھہرائی ہے مدت کمتر چار مہینے سے، تو الگ رہے یہاں تک کہ مدت مقرر گذر جائے۔ اور جو کچھ مدت نہیں ٹھہرائی یا ٹھہرایا زیادہ چار مہینے سے تو مخیّر ہے بعد گذرنے اس مدت کے رجوع کرنے اور طلاق دینے میں)

باب الظهار

هو قول الرجل لامرأته: انتِ علىّ كظهر امّى، او: ظاهرتك او نحو ذلك۔ فيجب عليه قبل ان يمسّها ان يكفّر بعتق رقبةٍ، و ان لم يجد فليطعم ستّين مسكيناً، فان لم يجد فليصم شهرين متتابعين۔ و يجوز للامام ان يعينه من صدقات المسلمين اذا كان فقيراً لا يقدر على الصّوم۔ و له ان يّصرف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منها لنفسه و عيا له ۔ و اذا كان الظهار موقّتاً فلا ير فعه الّا انقضاء الوقت ۔ و اذا وطِي قبل انقضا ء الوقت او قبل التكفير، كفّ حتّى يكفّر فى المطلق، او يتقضى وقت الموقّت۔

(ظہار، کہنا ہے خاوند کا بی بی کو کہ تو مجھ پر مانند میری ماں کے ہے، یا میں نے تجھ کو اپنی ماں کی پیٹھ ٹھہرایا اور مانند اس کے۔ پس خاوند پر واجب ہے کہ ہاتھ لگانے سے پہلے کفارہ دے یعنی ایک بردہ آزاد کرے۔ اور جو بردہ نہ پاوے، تو دو مہینے پے در پے برابر روزہ رکھے۔ اور امام کو جائز ہے مدد کرنا اس کی مسلمانوں کے صدقہ سے، جب کہ وہ ایسا فقیر ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اور اس کو خرچ کرنا صدقات کا اپنی جان اور عیال پر پہونچتا ہے۔ اور جب ظہار موقت ہوگا تو نہیں نکلے گا مگر گذر جانیکے وقت سے، اور جو وطی کی پہلے گذر جانے وقت کے یا پہلے کفارہ دینے سے، تو اب باز رہے یہاں تک کہ کفارہ دے مطلق میں، یا گذر جائے وقت موقت کا)

باب اللعان

اذا رمى الر جل امرأ ته بالزّنا ولم تقرّ بذ لك ولا رجع عن رّميه لاعنها، فيشهد الرّ جل اربع شهاداتٍ با للّه انّه لمن الصّادقين و الخامسة انّ لعنت اللّه عليه ان كان من الكاذبين۔ ثمّ تشهد المرأة اربع شهادا تٍ با للّه انّه لمن الكاذبين والخا مسة انّ غضب اللّه عليها ان كان من الصادقين۔ و اذا كا نت حا ملاً او كا نت قد وضعت، اد خِل نفى الولد فى ايما نه ۔ و يفرّق الحا كم بينهما، وتحرم عليه ا بداً۔ و يلحق الولد بامّه فقط و من رّما ها فهو قاذف ۔

(جب مرد نے عورت کو تہمت زنا کی لگائی اور عورت نے اقرار اس کا نہ کیا اور مرد تہمت سے نہ پھرے، گواہی دے چار بار کہ وہ سچا ہے، اور پانچویں بار کہے کہ لعنت خدا کی اس مرد پر اگر جھوٹا ہے۔ پھر گواہی دے عورت چار بار کہ وہ جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ غضب خدا کا اس عورت پر اگر مرد سچا ہے۔ اور جدائی کردے حاکم دونوں میں ۔ اور یہ عورت حرام ہو جاتی ہے ہمیشہ کو اس مرد پر اور لڑکا ماں کو ملتا ہے فقط۔ اور جو عورت کو تہمت زنا کی لگائے وہ قاذف ہے)

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

باب العدة

هی للطلاق من الحامل با لوضع، و من الحائض بثلاث حِیض ، و من غیرھما بثلا ثة اشھر، و للو فا ة باربعة اشھرٍ و عشر، وان کانت حاملاً فبالوضع ۔ ولا عدّ ة علی غیر مد خولةٍ ۔ و الا مة کا لحرّة۔ و علی المعتد ة للو فا ة تر ك التّز ئین، و المکث فی البیت الّذی کا نت فیه عند موت زوجھا او بلو غ خبره ۔ و امرأة المفقود تربّص ار بع سنین، ثم تعتدّ عِدّ ة الوفات، و ھی امرأته ما لم تتز و ج ۔

(عدت واسطے طلاق حاملہ کے وضع حمل ہے اورحیض والی کے تین حیض، اور غیر حاملہ اورحیض والی کے تین مہینے، اور وفات کو چار مہینے دس دن، اور اگر حمل سے ہے تو بچہ جننا۔ اورنہیں ہے عدت واسطے غیر مدخولہ کے۔ اورلونڈی مانند بی بی کے ہے۔اور جو وفات کی عدت کرے اس کو لازم ہے کہ ترک زینت کرے اوراسی گھر میں رہے جس میں زوج کے مرنے کے وقت یا اس کے مرنے کی خبر پہنچنے کے وقت تھی ۔اور بی بی کھوئے مرد کا انتظار کرے چار برس، پھر وفات کی عدت میں بیٹھے۔ اور وہ عورت اسی کی بی بی ہے جب تک اورنکاح نہ کرے)

باب استبراء الاماء

یجب استبراء ا لامة المسبِیّة و المشترا ة و نحو ھما بِحیضةٍ ان کانت حائضاً، و الحاملِ بوضع الحمل ، و منقطعةِ الحیض حتی یتبین عدم حملھا۔ ولا تستبرأ بکر و لا صغیرة مطلقاً۔ ولا یلزم الاستبراء علی البا ئع و نحو ہ

(واجب ہے پاک کرنا لونڈی قیدی یا خریدی ہوئی کا ،اور جوان کی مانند ہو، ساتھ ایک حیض کے اگر حیض والی ہے، اور اگر حمل والی ہے تو ساتھ جننے کے، اورحیض بند ہوگیا ہے تو یہاں تک کہ ظاہر ہو بےحمل ہونا اس کا۔ اورنہیں ہے پاک کرنا کنواری اورکم عمر کا کسی حال میں، اور نہیں لازم پاک کرنا بیچنے والے پر، اور جو اس کی مثل ہو، اس پر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب النفقة

تجب على الزوج للزوجة و المطلّقة رجعِيّاً ، لا بائناً ولافی عدّة الوفاة، فلا نفقة و لا سکنی الّا ان تکونا حاملتین۔ و تجب علی الوالد الموسِر لولده المعسِر، و العکس ، و علی السیّد لمن یملکه۔ و لا تجب علی القریب لقریبه ، الّا من باب صلة الرّحم۔ و من وجبت نفقته و جبت کسوته و سکناه۔

(واجب ہے شوہر پر نفقہ بی بی کا اور مطلقہ رجعی کا، نہ بائن تین طلاق کا، اور اس کا جو عدت وفات میں ہو۔ پس نہیں نفقہ اور سکنی مگر یہ کہ ہوں وہ حمل سے۔ اور واجب ہے نفقہ بیٹی تنگ دست کا باپ تونگر پر، اور باپ محتاج کا بیٹی آسودہ پر، اور مالک پر غلام کا، اور نہیں واجب یگانہ کا یگانہ پر مگر بطریق صلہ رحم کے۔ اور جس کا نفقہ جس پر واجب ہے اس کا کپڑا اور رہنے کا گھر بھی واجب ہے)

باب الرّضاع

انّما یثبت حکمه بخمس رضعاتٍ، مع تیقّن وجود اللبن و کون الرضیع قبل الفطام۔ و یحرم به ما یحرم بالنّسب۔ و یقبل قول المرضِعة۔ و یجوز ارضاع الکبیر۔ و لو کان ذا لحیةٍ لتجویز النظر۔

(ثابت ہو جاتا ہے حکم دودھ پلانے کا پانچ بار پینے سے جب کہ یقین ہو دودھ ہونے کا، اور بچے نے دودھ چھڑانے سے پہلے پیا ہو۔ اور حرام ہو جاتا ہے دودھ سے جو حرام ہوتا ہے نسب سے۔ اور قبول کی جاتی ہے بات دودھ پلانے والی کی۔ اور جائز ہے دودھ پلانا بڑی عمر والی کا اگر ڈاڑھی رکھتا ہو واسطے جواز نظر کے)

باب الحضانة

الاولی بالطّفل امّه ما لم تنکح، ثمّ الخالة، ثمّ الاب، ثمّ یعیّن الحاکم من القرابة من رأی فیه صلاحاً۔ و بعد بلوغ سنّ الاستقلال یخیّر الصبی بین ابیه و امه ۔ فان لم یوجد اکفله

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

من کان له فی کفا لته مصلحة

پرورش کرنے کا اولی حق میں لڑکے کے اس کی ماں ہے جب تک کہ نکاح کرے، پھر خالہ، پھر باپ، اور پھر مقرر کردے حاکم اپنوں میں سے جس کے اندر صلاحیت دیکھے۔ اور بعد بلوغ اور مستقل عمر کے پہو نچنے کے اختیار دیا جاوے لڑکے کو درمیان باپ اور ماں کے۔ اور ماں باپ نہ ہوں تو وہ شخص کفیل بنے جس کی کفالت میں مصلحت ہو)

کتا ب البیع

المعتبر فیه مجرد التراضی، ولو باشارةٍ من قادرٍ علی النّطق۔ و لا یجوز بیع الخمر، والمیتة ،والخنزیر، والاصنام، و الکلب، و السّنّور، والدمِ، وعسب الفحل، وکلّ حرامٍ، وفضل الماء ، وما فیه غرر کا لسّمک فی الماء، وحبل الحبلة، و المنابذة، و الملامسة، وما فی الضّر ع، و العبد ا لآبق، و المغانم حتّی تقسّم، و الثّمر حتّی یصلح، و الصو ف فی الظهر، و السّمن فی ا للبن، و المحا قلة، و المزا بنة، و المعاو مة ، و المخا ضرة ، و العر بون، و العصیر الی من یتخذه خمراً ، و الکالیء با لکا لیء، و ما اشترا ہ قبل القبض، و الطّعام حتّی یجری فی الصا عان، و لا یجوز الاستثنا ء فی البیع الّا ا ذا کان معلوماً ،و منه استثناء ظهر المبیع۔ و لا یجوز التفریق بین المحارم، ولا ان یبیع حاضر لبادٍ ، وّ التناجش، و البیع علی البیع ،وتلقّی الرّکبان، والاحتکار، و التّسعیر۔و یجب وضع الجوا ئح۔ ولا یحل سلف و بیع ، ولا شرطان فی بیعٍ ولا بیعتان فی بیعةٍ، و ربح ما لم یضمن، وبیع ما لیس عند البائع۔ و یجوز شرط عدم الخِدا ع۔ و الخِیا ر فی المجلس ثابت ما لم یتفر قا۔

(اعتبار بیع میں فقط رضا مندی کا ہے اگر چہ اشارہ سے ہو اس کی جو قادر ہے بولنے پر، اور نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائز بیچنا شراب اور مردار اور سور اور بت اور کتے اور بلی اور خون کا، اور کرایہ پر دینا نر کا، اور ہر حرام چیز کا، اور زیادتی پانی کا، اور جس میں دھوکا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور حمل پیٹ میں، اور کپڑا ڈالنا طرف ایک دوسرے کے، اور چھو لینا کپڑا ایک دوسرے کا، اور بیچنا دودھ کا پستان میں، اور بھاگے ہوئے غلام کا، اور غنیمت کا یہاں تک کہ بٹ جاوے، اور میوے کا یہاں تک کہ پک جاوے، اور صوف کا پشت پر، اور گھی کا دودھ میں، اور بیچنا کھیت کا ماپ معلوم سے، اور باغ کے میوہ کا چھوہارے سے، اور باغ کے پھل کا پیدا ہونے سے پہلے، اور سبز میوہ کا پہلے ظاہر ہونے خوبی سے، اور شیرہ انگور کا اس کے ہاتھ میں جو شراب بناوے، اور معدومی کا معدوم سے، اور جو خریدے چیز کو پہلے قبضہ سے، اور طعام کا یہاں تک کہ جاری ہو اس میں دو صاع۔ اور نہیں درست ہے استثنا کرنا بیع میں مگر جب کہ معلوم ہو جیسے استثنا پشت جانور کا۔ اور نہیں جائز ہے جدائی کرنا محرموں کے، اور نہ بیچنا شہری کا دہقانی کے ہاتھ، اور بڑھانا نرخ کا، اور بیع بیع پر، اور آگے جا لینا بیو پاریوں کا، اور جمع کرنا غلہ کا واسطے گرانی کے، اور مقرر کرنا نرخ کا، اور واجب ہے معاف کرنا آفت کا۔ اور نہیں جائز ہے سلف اور بیع، اور دو شرط ایک بیع میں، اور نہ دو بیع ایک بیع میں۔ اور نہ نفع لینا بے قبضہ چیز پر، اور بیچنا ایسی چیز کا جو پاس اس کے نہیں ہے۔ اور جائز ہے شرط عدم فریب کی، اور خیار مجلس میں ثابت ہے جبتک کہ دونوں جدا نہیں ہوویں)

باب الرّبوا

يحرم بيع الذّهب بالذّهب، والفضّة بالفضة، و البرّ با لبرّ، و الشعير بالشعير، و التمر بالتمر، والملح بالملح، الّا مثلاً بمثل يداً بيدٍ. و فى الحاق غيرها بها خلاف. فان اختلفت الاجناس جاز التفاضل اذا كان يداً بيدٍ. ولا يجوز بيع الجنس بجنسه مع عدم العلم بالتساوى وان صحبه غيره، ولا بيع الرّطب بما كان يابساً الّا لاهل العرايا، ولا بيع اللحم بالحيوان. و يجوز بيع الحيوان باثنين او اكثر من جنسه. ولا يجوز بيع العِينة

(حرام ہے بیچنا سونے کا سونے سے، اور چاندی کا چاندی سے، اور گیہوں کا گیہوں سے، اور جو کا جو سے، اور خرمے کا خرمے سے، اور نمک کا نمک سے، مگر مانند کا مانند سے ہاتھوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہاتھوں۔ اور ملانے میں اور چیزوں سے ان میں اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ پس اگر جنسیں الگ الگ ہوں تو جائز ہے زیادتی جب تک کہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اور نہیں جائز بیع ایک جنس کی اسی جنس سے جب تک کہ معلوم نہ ہو اس کی برابری، اگر چہ اس کے ساتھ اس کا غیر ہو۔ اور نہ بیچنا گیلے کا سوکھے سے مگر حاجت مندوں کے لئے۔ اور نہ بیچنا گوشت کا جانور سے۔ اور جائز ہے بیچنا ایک جانور کا دو جانور یا زیادہ سے اسی کی جنس میں۔ اور جائز نہیں بیع عنیہ کی (یعنی بیچنا ایک چیز کا قیمت سے ایک مدت تک اور خریدنا اسی چیز کا کمتر اس قیمت سے)

باب الخيارات

يجب على من باع ذا عيبٍ ان يبيّنه ، والّا ثبت للمشترى الخيار۔ و الخراج بالضّمان۔ و للمشترى الرّدّ بالغرر، و منه المصرّاة ، فيردها و صاعاً من تمرٍ او ما ترا ضيا عليه۔ و يثبت الخيار لمن خدِع، او وباع قبل وصول السوق۔ و لكل من المتبايعين بيعاً منهياً عنه الرّدّ ۔ و من اشترى شيئاً لم يره، له ردّه اذا رآه ، وله ردّ ما اشتراه بخِيارٍ و اذا اختلف البيّعان فالقول ما يقوله البائع

(واجب ہے اس پر جو عیب دار چیز کو بیچے یہ کہ عیب کو ظاہر کر دے۔ نہیں تو خریدنے والے کو اختیار ثابت ہے رکھنے اور پھیرنے کا۔ اور خراج ضمان پر ہے۔ اور پہونچتا ہے خریدار کو پھیر دینا بہ سبب فریب کے، اور منجملہ فریب کے ہے نہ دوہنا دودھ کا تاکہ زیادہ معلوم ہو۔ سو ایسے جانور کو پھیر دے مع ایک پیمانہ خرما کے یا جس پر دونوں راضی ہو جاویں۔ اور ثابت ہے خیار اس کے لئے جو دھوکہ کھاتا ہے، یا جس نے بیچ ڈالا پہلے بازار میں پہونچنے سے۔ اور ہر ایک کو دونوں بائع میں سے جنہوں نے بیع نادرست کی ہے پہونچتا ہے کہ پھیر دیں۔ اور جس نے بے دیکھے خریدا اس کو پھیر دینا پہونچتا ہے جب دیکھے اس چیز کو اور ناپسند کرے۔ اور پھیر سکتا ہے اس چیز کو جس نے خیار پر لیا ہے۔ اور جب خلاف پڑے بیچنے والے اور خریدار میں تو بات بیچنے والے کی بات ہے)۔

باب السّلم

و هو ان يّسلّم رأس المال فى مجلس العقد، على ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يعطيه ما يترا ضيان عليه، معلوماً الى اجلٍ معلوم ، و لا يأ خذ الّا ما سمّا ه ، او رأس ما له۔ و لا يتصرّف فيه قبل قبضه۔

(سلم یوں ہے کہ سپرد کرے مال کو مجلس عقد میں اس شرط پر کہ دیوے اس کو وہ چیز کہ دونوں راضی ہوئے اس پر اور ہو معلوم مدت معلوم تک۔ اور نہ لیوے مگر وہی چیز جس کا نام لیا ہے یا راس مال اپنا، اور نہ تصرف کرے اس میں قبضہ سے پہلے)

با ب القر ض

يجب ارجاع مثله۔ و يجوز ان يكون ا فضل او اكثر، اذا لم يكن مشر و طاً ۔ و لا يجو ز ان يجرّ القر ض نفعاً للمقرِض

(قرض کا واجب ہے پھیر لینا مانند اس کی کا، اور جائز ہے دینا بہتر یا زیادہ جب کہ نہ کی ہو شرط۔ اور نہیں جائز کہ قرض نفع دیوے قرض خواہ کو)

كتا ب الشفعة

سببها الا شتراك فی شیء و لو كان منقو لاً ۔ وا ذا وقعت القسمة فلا شفعة۔ و لا يحل للشر يک ان يبيع حتّى يوذِ ن شريكه۔ و لا تبطل بالترا خی۔

(شفعہ کا سبب اس کا شرکت ہے کسی چیز میں اگر چہ منقول ہو۔ پھر جب تقسیم ہوگئی وہ چیز تو نہ رہا شفعہ۔ اور درست نہیں شریک کو بیچنا چیز کا یہاں تک کہ خبر کردے دوسرے شریک کو، اور نہیں باطل ہوتا شفعہ دیر کرنے سے)

كتا ب ا لا جارة

يجوز على كل عملٍ لم يمنع منه مانع شر عی۔ و تكون الا جرة معلومة عند الاستئجار، فان لم تكن كذ لک استحق الا جير مقدار عمله عند اهل ذلک العمل۔ و قد ورد النّهی عن كسب الحجّام، و مهر البغیّ، و حلوان الكاهن، وعسب الفحل، و اجرة الموذّن و قفيز الطّحّان۔ و يجوز الاستئجار على تلاوة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

القرآن، لا علی تعلیمه ۔ و ان یّکری العین مدّةً معلو مةً با جرةٍ معلو مةٍ۔ و من ذ لک کِرا ء ا لا رض لا بشطر ما یخر ج منها۔ و من افسد ما استؤ جر علیه، او اتلف ما استأ جره، ضمِن۔

(جائز ہے اجارہ ہر کام کا جس کو شرع نے منع نہیں کیا،لیکن ہومزدوری معلوم اجارہ کے وقت۔ اگر یوں نہ ہوتو مزدور مستحق ہے موافق اپنے کام کے مزدوری کا نزدیک کام جاننے والوں کے۔اورمنع کیا ہے حجام کے کسب میں اوراجرت زنا اوراجرت کاہن اورنراوراجرت موذن کی سے، اور پیانہ آٹا پیسنے والے سے، اور جائز ہے اجرت لینا تلاوت قرآن پر، نہ قرآن سکھانے پر۔اورکرایہ دینا اصل چیزکوایک مدت معلوم تک اجرت معلوم پر، جیسے زمین کا کرایہ دینا نصف اس چیز پر جوزمین سے پیدا ہو۔اورجس نے برباد کیا اس چیز کو جس پر اسے مزدور کیا تھایا تلف کیا اس چیزکوجس پرمستاجرتھا،تو وہ ضامن ہوگا اس کا)

باب الاحیاء و الاقطاع

من سبق الی ا حیاء ارضٍ لم یسبق الیها غیره، فهو احق بها، و تکو ن مِلکاً له۔ و یجوز للاما م ان یقطِع من فی اقطاعه مصلحة شیأ من الا رض المیتة اوِ المعا دن اوِ المیاه۔

(جس نے آباد کی ایسی زمین جس کوآباد نہ کیا تھا پہلے اورکسی نے،تو وہ حق ہے ساتھ اس کے، اور یہ زمین اس کی ہے۔اور جائز ہے امام کے لئے جاگیر دینا اس کوجس کے دینے میں مصلحت ہو زمین بےآباد یا کان یا پانی وغیرہ سے)

کتاب الشرکة

الناس شرکاء فی الماء و النار و الکلاء ۔و اذا تشاجر المستحقون للماء ،کان ا لاحقّ به الاعلی فالاعلی، یمسکه الی الکعبین ثمّ یرسله الی من تحته۔ ولا یجوز منع فضل الماء لیمنع به الکلاء۔ و للامام ان یحمی بعض الموا ضع لِر عی دوا ب المسلمین فی وقت ا لحا جة۔ و یجو ز الا شترا ك فی النقود و التجارات۔ و یقسّم الرّبح علی ما تراضیا علیه۔ و یجوز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المضاربة ما لم یشتمل علی ما لا یحلّ ۔ و اذا تشا جرالشرکاء فی عرض الطر یق کان سبعة ا ذرعٍ ۔ و لا یمنع جار جاره ان یغرِز خشبة فی جداره۔ و لا ضرر ولا ضرار بین الشرکا ء۔ و من ضارّ شر یکه جاز لِلاما م عقو بته بقلع شجره أو بیع داره ۔

(لوگ شریک ہیں پانی اور آگ اور گھاس میں۔ اور جب پانی والے اس میں لڑیں تو احق وہ ہے جو اوپر ہے، تو وہ اوپر والا روک کے پانی کو ٹخنے تک پھر چھوڑ دے نیچے والے کیلئے ۔اور نہیں جائز منع کرنا فاضل پانی سے کہ روکے اسکے سبب سے گھاس کو۔اور امام کو پہنچتا ہے کہ بعض جگہ کو گھیرے واسطے چرنے چوپاؤں اہل اسلام کے حاجت کے وقت۔ اور جائز ہے شریک ہونا نقد اور تجارة میں، اور بانٹا جاوے نفع موافق اسکے جس پر راضی ہوئے ہیں اور جائز ہے شرکت آدھے نفع میں جب تک کہ نہ شامل ہوں نا درست چیز میں، اور جب جھگڑیں شریک لوگ چوڑائی راستہ میں تو اس راہ کو سات گز کر دیا جائے، اور نہ منع کرے پڑوسی دوسرے پڑوسی کو کہ وہ گاڑیں لکڑی اسکی دیوار میں، اور نہیں نقصان لینا دینا درمیان شریکوں کے، اور جو نقصان پہنچاوے شریک تو امام کو پہنچتا ہے کہ اسکو سزا دیوے درخت اکھاڑنے یا گھر بیچ دینے سے)

کتا ب الرهن

یجوز رِهن ما یملکه الراهن فی دینٍ علیه۔ و الظهر یرکب و اللبن یشرب بنفقة المرهو ن۔ و لا یغلق الر هن بما فیه

(جائز ہے رہن رکھنا اس چیز کا جس کا مالک ہے راہن بابت اس قرض کے جو اس کے ذمہ پر ہے ۔اور پیٹھ پر سواری کی جائے گی اور دودھ پیا جائے گا بابت اس خرچ کے جو مرہون پر ہوا ہے۔ اور نہیں روکی جاتی گرویں بابت اس چیز کے جو اس میں ہے)۔

کتا ب الو دیعة و العا ر یة

یجب علی الودیع والمستعیر تادیة ا لا ما نة الی من ائتمنه۔ و لا یخن من خا نه۔ و لا ضمان علیه اذا تلفت بدون جنا یةٍ و خیا نةٍ۔ و لا یجوز منع الما عون کا لدّلوِ و القِدر، و اطراقِ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الفحل۔ و حلبِ المواشی لمن یحتا ج ذلک، و الحمل علیھا فی سبیل اللّٰہ ۔(واجب ہے امانت رکھنے والے اور عاریت لینے والے پر ادا کرنا امانت کا طرف اس کی جس کی امانت رکھی ہے۔ اور نہ خیانت کرے اس کی جس نے خیانت کی۔ نہیں ضمان اس پر جب کہ تلف ہو جاوے بدون اس کی خیانت اور تباہ کرنے کے۔ اور نہیں جائز منع اعانت کی چیز کا جیسے ڈول اور ہانڈی اور نر نسل کا، اور دوہنا جانور کا حاجت والے کو دودھ کی، اور سوار کر دینا سواری راہ خدا میں)۔

کتا ب الغصب

یأ ثم ا لغا صب، و یجب علیہ ردّ ما ا خذ۔ و لا یحلّ ما ل امری ءٍ مسلمٍ الّا بطیبۃ من نفسہ۔ و لیس لعرق ظا لم حقّ۔ و من زر ع فی ارض قوم بغیر اذ نھم فلیس لہ من الزرع شیء و لہ نفقتہ۔ و من غرس فی ار ض غیرہ غرساً رفعہ۔ ولا یحل الا نتفاع بالمغصوب۔ و من اتلفہ فعلیہ مثلہ او قیمتہ

(گنہگار ہے غصب کر نیوالا، اور اس پر واجب ہے پھیر دینا اس چیز کا جو لے لی ہے ۔اور نہیں حلال مال مرد مسلمان کا مگر اس کی خوشی خاطر سے۔ اور نہیں رگ ظالم کیلئے حق اس میں۔ اور جو کوئی کاشت کرے کسی کی زمین بغیر اس کی اجازت کے تو کچھ نہیں اس کا اس کھیتی میں سے، ہاں اس کو نفقہ دیا جائیگا، اور جس نے درخت لگائے غیر کی زمین میں اسکو اکھیڑ لے، اور نہیں جائز ہے نفع لینا غصب کی چیز سے ۔اور جو تلف کرے اس چیز کو تو ویسی ہی چیز دے یا قیمت اس کی)

کتا ب العتق

افضل الرّقاب انفسھا، و یجوز العتق بشرط الخد مۃ و نحو ھا۔ و من ملک ر حِمہ عتق علیہ۔ و من مثّل بمملوکہ فعلیہ ان یعتقہ ، و الّا اعتقہ ا لامام اوِ الحا کم۔ و من اعتق شرکاً لہ فی عبدٍ ضمن لشرکا ئہ نصیبھم بعد التقویم، و الّا عتق نصیبہ فقط واستسعِی العبد۔ و لا یصحّ شرط ا لولاء لغیر من اعتق ۔ و

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

يجوز التد بير، فيعتِق بموت ما لكه، و اذا ا حتا ج الما لک جاز له بيعه۔ و يجوز مكا تبة المملوك على مالٍ يؤ دّيه فيصير عند الوفاء حرّاً ۔ و يعتق منه بقدر ما سلّم۔ و اذا عجز عن تسليم مال الكتابة عاد فى الرّقّ۔ و من استو لد امته لم يحلّ له بيعها، و عتقت بمو ته او بتنجيزه لعتقها۔

(بہتر بردہ وہ ہے جو بہت نفیس ہے۔اور جائز ہے آزاد کرنا بشرط خدمت کی اور مانند اس کی۔ اور جو کوئی مالک ہو رحم کا تو آزاد ہو جاوے رحم اس پر، اور جو ناک کان کاٹے مملوک کا اسکو چاہیے کہ آزاد کرے اس کو، اور نہیں تو امام آزاد کر دے یا حاکم۔اور جو کوئی آزاد کر دے اپنا حصہ غلام میں سے ضامن ہوا وہ اپنے شریکوں کے حصہ کا بعد قیمت کرنے کے، اور نہیں تو آزاد ہو گا اسی کا حصہ فقط۔اور غلام سے محنت کرائی جائے۔اور نہیں درست ہے شرط کرنا ولا کا واسطے غیر آزاد کرنے والے۔اور جائز ہے آزاد کرنا بعد مرنے کے، اور وہ آزاد ہو جاتا مالک کے مرنے سے۔اور جب محتاج ہو مالک تو جائز ہے اس کو بیچنا غلام کا۔اور جائز ہے کتابت مملوک کی مال پر۔اگر دے دے گا مملوک وہ مال سارا تو ہو جاوے گا دیتے ہی بالکل آزاد، نہیں تو بقدر ادا کے۔اور جو عاجز آوے گا دینے سے مال کتابت کے، تو پھر بندہ کا بندہ ہے۔اور جس کی اولاد لونڈی سے ہووے، نہیں درست اس کو اس کا بیچنا۔اور وہ آزاد ہو جاتی ہے مالک کے مرنے سے، یا اس کو مخیّر کر دے آزادی میں)

كتا ب الوقف

من حبّس مِلكه فى سبيل اللّه صار محبِّساً ۔ و له ان يجعل غلّاته لاىّ مصرفٍ شاء مما فيه قربة ۔ و للمتولى عليه ان يا كل منه بالمعرو ف۔ و للوا قف ان يجعل نفسه فى وقفه كسا ئر المسلمين۔و من وقف شيئاً مضارّةً لوا رثه فهو با طل ۔ و من وضع مالاً فى مسجدٍ او مشهدٍ لا ينتفع به احد جاز صرفه فى اهل الحاجات و مصالح المسلمين۔ و من ذلک ما يو ضع فى الكعبة او فى مسجد النّبىّ ﷺ ۔و الو قف على القبور لر فع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سمکھا او تزیینھما او فعل ما یجلب علی زائرھا فتنة، باطل (جس نے اپنی ملک خدا کی راہ میں روکی وہ ملک وقف ہوگئی۔ اور اس کو پہنچتا ہے کہ آمدنی اس کی جہاں چاہے صرف کرے جس میں خدا کی نزدیکی حاصل ہو۔ اور اس کے متولی کو چاہیے کہ کھاوے اس میں سے واجبی طور پر۔ اور واقف کو چاہیے کہ اپنی جان کو وقف میں مانند سب مسلمانوں کے ٹھہراوے۔ اور اگر ایسا وقف کرے کہ اس سے وارثوں کو نقصان پہنچے تو وہ وقف باطل ہے۔ اور جس نے رکھا کچھ مال مسجد یا مشہد میں کہ جس سے کسی کو فائدہ نہیں، تو جائز ہے صرف کرنا اس کا حاجت مندوں اور مصلحت مسلمانوں میں۔ اور اسی قسم سے ہے وہ مال جو رکھا جاتا ہے کعبہ شریف میں اور مسجد نبی ﷺ میں۔ اور وقف قبروں پر ان کی بلند کرنے اور سنوارنے کو یا جس سے پیدا ہو زیارت کرنے والوں کو ایک فتنہ، تو یہ وقف باطل ہے)

کتاب الھدیه

یشرع قبولھا، و مکافأۃ فاعلھا۔ و تجوز بین المسلم و الکافر۔ و یحرم الرجوع فیھا، و یجب التسویة بین الاولاد۔ و الرّدّ لغیر مانع شرعیّ مکروہ (مشروع ہے ہدیہ کا قبول کرنا، اور ہدیہ والے کو اس کے برابر ہدیہ دینا۔ اور جائز ہے درمیان مسلمان اور کافر کے، اور حرام ہے پھیر لینا ہدیہ کو، اور واجب ہے برابری کرنا درمیان اولاد کے دینے لینے میں، اور پھیر دینا بدون مانع شرعی کے مکروہ ہے)

کتاب الھبة

ان کانت بغیر عِوضٍ فلھا حکم الھدیة فی جمیع ما سلف۔ و ان کانت بعوض فھی بیع، و لھا حکمه۔ و العمری و الرّقبی توجبان المِلک للمعمر و المرقب، و لعقبه من بعده، لا رجوع فیھما۔ (ہبہ اگر بے عوض ہے تو حکم میں ہدیہ کے ہے سب امور میں جو اوپر گذرے ہیں، اور جو باعوض ہے تو وہ بیچنا ہے اور حکم بیع میں ہے۔ اور عمری اور رقبی سے واجب ہو جاتی ہے ملک اس کی جس کو معمر اور مرقب کہا گیا ہے اور اس کی نسل کے لئے بعد اس کے، اور ان دونوں میں رجوع نہیں ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتا ب ا لا یما ن

الحلف انّما یکون باسم اللّه او صفةً من صفات ذا ته۔ و یحرم بغیر ذ لک ۔ و من حلف فقال: ان شاء اللّه ،فقد استثنی، ولا حِنث علیه۔ و من حلف علی شیء فرأی غیره خیراً منه، فلیأتِ الذی هو خیر، و لیکفّر عن یمینه۔ و من أکرِه علی الیمین فهی غیر لازِمةٍ ، و لا یأثم با لحِنث فیها۔ و الیمین الغموس هی الّتی یعلم الحا لف کذ بها۔ و لا مؤا خذة با للغوِ۔ و من حقِ المسلم علی المسلم ابرار قسمه ۔ و کفارة الیمین هی ما ذکره اللّه تعا لی فی کتا به العزیز

(نہیں قسم مگر اللہ کے نام یا صفت کے ساتھ، اور اس کے سوا حرام ہے۔ اور جس نے قسم کھائی اور کہا انشاء اللہ تعالی تو اس نے استثنا کیا اور وہ حانث نہیں ۔ اور جس نے قسم کھائی ایک چیز پر پھر اس کے غیر کو بہتر جانا تو وہی بہتر بات کرے اور کفارہ دے اپنی قسم کو، اور جس کو زبردستی قسم کھلاویں تو وہ قسم اس پر لازم نہیں آتی اور وہ گنہگار نہیں ہوتا اس کے توڑنے سے ۔ اور یمین غموس وہ قسم ہے جس کا کھانے والا جانتا ہے کہ جھوٹ ہے ۔ اور کچھ پکڑ نہیں لغو قسم پر۔ اور مسلمان کا حق ہے مسلمان پر کہ سچا کردے اس کی قسم کو۔ اور کفارہ سوگند کا وہی ہے جو خدا تعالی نے قرآن شریف میں ذکر کیا)

کتا ب النذر

انّما یصحّ اذا ابتغی به و جه اللّه ۔ فلا بدّ ان یکون قربةً ۔ولا نذر فی معصیة اللّه ۔و من النذر فی المعصیة ما فیه مخالفة للتسویة بین ا لاولاد ، او مفاضلة بین الورثة مخالفة لما شرعه اللّه ۔ و منه النذر علی القبور، و علی مالم یاذن به اللّه۔ و من اوجب علی نفسه فعلاً لم یشرعه اللّه لم یجب علیه۔ و کذ لک ان کان ممّا شرعه اللّه و هو لا یطیقه۔ و من نذر نذراً لم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يسمِّهِ او كان معصيةً او لا يطيقه ،فعليه كفارة يمين۔ و من نذر بقربةٍ و هو مشرك ثمّ اسلم لزمه الو فاء ۔ و لا ينفذ النذر الا من الثّلث ِ و اذا ما ت النا ذر بقر بةٍ ففعلها عنه و لده، أجزأه ذ لک۔

(نہیں صحیح نذر مگراس وقت کہ ڈھونڈی جاوے اس سے اللہ کی رضا مندی۔ پس ضروری ہے کہ مقصود ہو اس سے قربت خدا کی ۔ اور نذر نہیں ہے خدا کی گناہ کے کاموں میں، اور منجملہ اسکے ہے وہ نذر جس میں برابری نہ ہو درمیان اولاد کے یا زیادتی ہو درمیان وارثوں کے برخلاف حکم اللہ کے۔ اور ایسی ہی ہے نذر قبروں پر اور اس چیز پر جس کا حکم نہیں دیا خدا نے۔ اور جس نے واجب کیا اپنی جان پر ایسا کام کہ نہیں مشروع کیا اس کو خدا نے ،تو نہیں واجب وہ فعل اس پر۔ اور اسی طرح وہ کام کہ مشروع تو ہے لیکن وہ اس کو نہیں کرسکتا۔ اور جس نے نذر کی بے نام کی، یا وہ کام ہے کہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ کفارہ دے قسم کا۔ اور جس نے نذر کی واسطے قرب خدا کے اور وہ مشرک ہے پھر مسلمان ہوجائے تو وفا کرے اس کو۔ اور جاری نہیں ہوتی نذر مگر تیسرے حصہ سے۔ اور جب ہ نذر کرنے والا مر جاوے اور نذر با لقربت ہو پھر فرزند اس کا قربت منذورہ کو بجالاوے تو یہ کافی ہے)

كتاب الاطعمه

الاصل فى كل شىءٍ الحِل ّ و لا يحرم الّا ما حرّمه اللّٰه و رسو له ﷺ، و ما سكتا عنه فهو عفوّ۔ فيحرم ما فى الكتاب العزيز، وكل ذى نابٍ من السّباع، و كلّ ذى مِخلبٍ من الطّير، و الحمر الانسيّة و الجلّالة قبل الاستِحالة، و الكلاب ، و الهرّ و ما كان مستخبثاً ، و ما عدا ذلک فهو حلال ۔

(کھانے میں اصل ہر چیز کا حلال ہونا ہے، اور حرام نہیں ہوتی مگر وہ چیز کہ جس کو حرام کیا خدا اور رسول نے، اور جس چیز سے خدا اور رسول نے سکوت کیا وہ عفو ہے۔ پس حرام ہے وہ چیز جو قرآن شریف میں ہے، اور ہر دانت والا درندہ اور ہر چنگل والا پرندہ اور گدھے انسی (گھریلو) اور گاہ؟ نجاست کھانے والی پہلے استحالہ سے، اور کتے اور بلی اور جو چیز پلید ہے۔ اور جو اس کے سوا ہے سو حلال ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب الصيد

ما صِيد بالسّلاح الجارحِ و الجوارح كان حلالاً اذا ذكر عليه اسم اللّه ۔ و ما صِيد بغير ذلک فلا بدّ من التذكية ۔ و اذا شارك الكلب المعلّم كلب آخر لم يحلّ صيدهما۔ و اذا اكل الكلب المعلّم و نحوه من الصّيد لم يحلّ، فانّما امسک على نفسه ۔ و اذا و جِد الصيد بعد وقوع الرّميّة فيه ميتاً ۔ و لو بعد ايام ۔ فى غير ماءٍ كان حلالاً ما لم ينتِن او يعلم انّ الّذى قتله غير سهمه ۔

(جو چیز شکار کی جاوے زخمی کرنے والی چیز سے اور کتے اور باز وغیرہ سے وہ حلال ہے جب کہ خدا کا نام لیا گیا ہو اس پر۔ اور جس کو شکار کیا ہو سوا اس کے اور طرح پر، تو ضرور ہے گلا کاٹنا اس کا۔ اور جب دوسرا کتا شریک ہو جاوے تو حلال نہیں شکار ان دونوں کا۔ اور جب کتا سکھایا ہوا شکار میں سے کھالے تو وہ حلال نہیں اسلئے کہ اس نے نہیں پکڑ رکھا اس کو مگر اپنی جان کے لئے ۔ اور اگر پایا جاوے شکار بعد نکالنے تیر کے مردہ، اگرگئی روز کے پیچھے ہو، سوا پانی کے اور جگہ تو حلال ہے جب تک بدبودار نہیں ہوا، یا نہیں جانتا کہ سوا اس کے تیر کے اور نے اس کو مارا ہے)

باب الذبح

هو ما انهر الدّم، و فرى الاوداج، و ذكر اسم اللّه عليه، و لو بحجرٍ او نحوه، ما لم يكن سناً او ظفراً، و يحرم تعذيب الذبيحة، و المثلة بها، و ذبحها لغير اللّه ۔ و اذا تعذر الذبح لوجهٍ جاز الطّعن و الرمى، و كان ذلک كالذبح۔ و ذكاة الجنين ذكاة امّه۔ و ما ابِين من الحى فهو ميتة ۔ و تحل ميتتان و دمان: السمک و الجراد، و الكبد و الطّحال۔ و تحل الميتة للمضطر

(ذبح وہ ہے کہ بہاوے خون اور کاٹے رگ گردن کو اور لیا جاوے خدا کا نام اس پر گو پتھر اور اس کی مانند سے ہو جب تک کہ دانت اور ناخن نہ ہو۔ اور حرام ہے عذاب دینا ذبیحہ کو اور مثلہ کرنا اس کا۔ اور ذبح کرنا واسطے غیر خدا کے، اور جب کہ ذبح کرنا مشکل ہو کسی طرح سے تو جائز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے زخمی کرنا اور تیر مارنا، اور یہ ہے مانند ذبح کے۔ اور ذبح بچہ کا ذبح اس کی ماں کا ہے۔ اور جو چیز کہ جدا کر لیں زندہ سے وہ مردار ہے۔ اور حلال ہیں دو مردار اور دو خون: مچھلی اور ٹڈی اور جگر اور تلی۔ اور حلال ہے مردار بے چین اور بے تاب کو)

با ب الضیا فة

یجب علی من وجد ما یقری به من نزل من الضّیوف، ان یفعل ذلک ۔ و حدّ الضّیا فة الی ثلا ثة ایّا م، و ما کا ن ورا ء ذلک فصدقة۔ و لا یحلّ للضّیف ان یّثوی عنده حتی یحرجه۔ و اذا لم یفعلِ القادر علی الضّیا فة ما یجب علیه، کان للضیف ان یأخذ من ما له بقدر قراه۔ و یحرم اکل الطّعا م الغیر بغیر اذ نه۔ و من ذلک حلب ما شیته و ا خذ ثمرته و زرعه، لا یجوز الّا باذنه، الّا ان یکو ن محتاجاً الی ذلک، فلیناد صاحب الابل، او الحائط ، فان اجابه و الّا فلیشرب و لیأ کل غیر متخذٍ خبنةً۔

(واجب ہے اس پر جو ایسی چیز پاوے جس سے کسی کی مہمانی کر سکے کہ جو مہمان اس کے یہاں آوے اس کی مہمانی کرے۔ اور حد مہمانی کی تین دن ہے اور اس کے سوا صدقہ ہے۔ اور نہیں درست مہمان کو کہ میزبان کے پاس اتنا رہے کہ اس کو تنگ کر دے۔ اور جب کہ نہ کرے باوجود مقدور کے میزبان مہمانی جیسے کہ اسے چاہیے تو مہمان کو پہنچتا ہے کہ لیوے اس کے مال میں سے بقدر اپنی مہمانی کے۔ اور حرام ہے کھانا کھا لینا بغیر اذن کے، اور اسی قسم سے ہے دوہنا چوپائے کا اور اٹھا لینا میوہ کا اور کھانا کھیت میں سے کہ نہیں جائز مگر اذن مالک سے، مگر جب محتاج ہو ایسی چیز کی طرف تو پکارے مالک شتر، باغ کو، اگر جواب دے فبہا نہیں تو دودھ پی لے یا اور میوہ کھالے لیکن گود نہ بھرے)

باب آداب الا کل

یشرع للآ کل التّسمیة ، و الا کل با لیمین، و من حا فّتیِ الطعا م لا من وسطه ، و ممّا یلیه ، و یلعق ا صا بعه و الصّحفة ، و الحمد عند الفرا غ و الد عاء۔ ولا یا کل متّکئاً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(مشروع ہے کھانے والے کو بسم اللہ کہنا، سیدھے ہاتھ سے کھانا، اور دونوں کناروں سے کھانا، نہ بیچ سے، اور اپنے سامنے سے کھانا، اور چاٹنا انگلیوں کا اور رکابی کا، اور الحمد کہنا بعد فراغ کے اور دعا کرنا، اور نہ کھانا تکیہ لگا کر)

کتاب الاشربه

کل مسکرٍ حرام۔ و کل مفتّر حرام۔ وما اسکر کثیره فقلیله حرام۔ و یجوز الانتباذ فی جمیع الآنیة۔ و لا یجوز انتباذ جنسین مختلطین۔ و یحرم تخلیل الخمر۔ و یجوز شرب العصیر و النبیذ قبل غلیانه۔ و مظِنّة ذلک ما زاد علی ثلاثة ایام۔ و آداب الشّرب ان یکون ثلاثة انفاس، و بالیمین، و من قعود، و تقدیم الأیمن فالأیمن، ویکون السّا قی آخرهم شرباً، و یسمِّی فی اوله، و یحمد فی آخره۔ ویکره التنفّس فی السّقاء، و النفخ فیه، و الشّرب من فمه۔ و اذا وقعتِ النّجاسة فی شیء من المائعات لم یحلّ شربه، و ان کان جامداً ألقِیت و ما حولها۔ و یحرم الأکل و الشّرب فی آنیة الذّهب و الفضّة۔

(ہر چیز مست کرنے والی حرام ہے، اور ہر چیز کاہلی لانے والی حرام ہے، اور جو چیز کہ مست کرے اس کا بہت تو تھوڑا بھی اس کا حرام ہے۔ اور جائز ہے نبیذ بنانا سب برتنوں میں، اور نہیں جائز نبیذ بنانا دو جنس مخلوط کا۔ اور حرام ہے سرکہ بنانا شراب کا۔ اور جائز ہے پینا شربت انگور کا، اور نبیذ کا پہلے جوش کھانے سے، اور گمان جوش کا زیادہ میں ہے تین دن سے۔ اور آداب پینے کے یہ ہیں کہ تین سانس تک لے، اور سیدھے ہاتھ میں برتن لے، اور بیٹھ کر لے، اور داہنے والے کو مقدم کرلے، پھر جو اس کے ذہنی طرف ہو۔ اور جو لوگوں کو پلاوے سب سے پیچھے پیے، اور پہلے بسم اللہ کہے اور پیچھے الحمد للہ۔ اور مکروہ ہے پھونکنا اور آب خورے میں سانس لینا، اور منہ لگا کر پینا مشک وغیرہ سے، اور جب کوئی ناپاک چیز ٹھہر جاوے پتلی چیز میں تو اس کا پینا نادرست ہے۔ اور جو جمی ہوئی ہو تو دور کردے اور جو اس کے گرداگرد ہووے۔ اور حرام ہے کھانا پینا سونے چاندی کے برتنوں میں)

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کتا ب ا للباس

ستر العورة واجب فی الملا و الخلاء ۔ و لا یلبس الرّ جل الخا لص من الحر یر اذا کان فو ق ار بع ا صا بع، ا لّا للتداوی، و لا یفتر شه، ولا المصبو غ بالمعصفر، ولا ثو ب شهرة ، و لا ما یختص بالنّساء، ولا العکس۔ و یحر م علی الرّ جال التّحلّی بالذّ هب، لا بغیره

(چھپانا ستر کا واجب ہے مجلس میں اور اکیلے میں۔ اور نہ پہنے مرد خالص ریشمی کپڑا جب کہ چار انگل سے زیادہ ہو مگر علاج کے لئے۔ اور نہ فرش بناوے ریشم کا، اور نہ پہنے کسم کا رنگا ہوا، اور نہ لباس شہرت کا، اور نہ وہ کپڑا جو خاص ہے عورتوں کے ساتھ، اور نہ عورت لباس پہنے مرد کا اور حرام ہے مردوں پر سونے کا زیور، نہ اور چیز کا)

کتا ب ا لا ضحیة

تشرع لاهل کل بیتٍ۔ و اقلّهاشاة ۔و وقتها بعد صلوة عید النّحر الی آ خر ایّام التّشریق۔ و افضلها اسمنها۔ ولا یجزِیء ما دون الجذ ع من الضان، ولا الثّنیّ من المعز، ولا الأعور، و المریض، و الأعر ج، والأعجف، و اعضب القرن و الأذن ۔ و یتصدق منها و یاکل ویدخّر۔ و الذ بح فی المصلّی افضل۔ و لا یأ خذ من له ا ضحیة من شعره و ظفره بعد د خول عشر ذی الحجة حتّی یضحی۔

(ہر گھر والے کو قربانی مشروع ہے، اور کم سے کم قربانی ایک بکری ہے۔ اور وقت اس کا بعد نماز عید کے ہے آخر ایام تشریق تک۔ اور بہتر قربانی وہ ہے جو بہت موٹی تازی ہو۔ اور کافی نہیں بھیڑوں میں مگر جذعہ (بھیڑوں میں قریب ایک سال کے گزرا ہو، مگر سال پورا نہ ہوا ہو) اور نہ بکریوں میں سے مگر ایک سالہ بکری، اور نہ کانی اور بیمار اور لنگڑی اور لولی اور سینگ ٹوٹی اور کان کٹی۔ اور قربانی میں سے صدقہ دیوے کچھ کھاوے کچھ رکھے۔ اور ذبح کرنا عیدگاہ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہتر ہے۔ اور نہ کتراوے جو قربانی کرے بال اور ناخن اپنے بعد آنے عشرہ ذی الحج کے جب تک قربانی نہ کرے)

باب الولیمه

هی مشروعة ،و تجب الاجابة الیها۔ و یقدّم السّابق، ثمّ الا قرب با باً۔ ولا یجوز حضور ها اذا اشتملت علی معصیة

(ولیمہ مشروع ہے اور واجب ہے قبول کرنا اس کا، اور جو پہلے بلائے اس کو مقدم رکھے پھر وہ جس کا گھر نزدیک ہو۔ اور نہیں جائز وہاں جانا جہاں منکر شرعی ہو)

و العقیقة مستحبة ،و هی شا تان عن الذ کر، و شاة عن الا نثی، یو م سا بعِ المولود۔ و فیه یسمّی و یحلق رأسه و یتصدّق بوزنه ذهباً او فضةً

(عقیقہ مستحب ہے، دو بکریاں واسطے لڑکے کے، اور ایک بکری واسطے لڑکی کے، ساتویں دن جننے سے۔ اور اسی دن نام رکھا جاء اور سر کے بال منڈائے جاویں، اور برابر ان کے سونا یا چاندی صدقہ کیا جائے)

کتا ب الطب

یجوز التداوی ۔ و التفویض افضل لمن یقدر علی الصبر۔ و یحرم بالمحرّ ما ت۔ و یکره ا لا کتواء ۔ و لا بأ س بالحجا مة، وبالرّقیةِ بما یجوز من العین و غیر ها ۔

(جائز ہے دوا کرنا۔ سونپنا بیماری کو خدا کی طرف افضل ہے اس کو جو صبر کر سکتا ہے۔ اور حرام ہے دوا کرنا حرام چیزوں سے، اور مکروہ ہے داغ دینا۔ اور سنگی لگانا اور منتر کرنا، اس سے جو روا ہے شرع میں نظر وغیرہ کے لئے، جائز ہے)

کتا ب الوکا لة

یجوز لجائز التصرفِ ان یو کّل غیره فی کل شیء ، ما لم یمنع منه ما نع۔ و اذا باع بز یادةٍ علی ما رسمه موکّله کانت الز یادة للموکّل۔ و اذا خالفه الی ما هو انفع او الی غیره و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رضی به صحّ

(جائز ہے واسطے جائز التصرف کے وکیل کرنا غیر کو ہر چیز میں جب تک کہ نہ ہو کوئی مانع شرعی، اور جب کہ وکیل بیچے یا خریدے زیادہ اس سے جو اس کو کہہ دیا ہے اس کے موکل نے، تو وہ زیادہ موکل کا ہے۔ اگر مخالفت کرے وکیل موکل کے نفع کی چیز میں یا دوسری چیز میں اور موکل اس پر راضی ہو جاوے تو یہ صحیح ہے)

کتا ب الضما نة

یجب علی من ضمِن علی حیّ او میتٍ تسلیم مالٍ ان یغرمه عند الطلب، و یرجع علی المضمو ن عنه ان کا ن ما موراً من جهته۔و من ضمن بأحضار شخص و جب علیه احضاره و الّا غرِم ما علیه

(واجب ہے اس پر جو ضامن ہو کسی زندہ یا مردہ پر مال سونپنے کا کہ یہ ڈنڈ بھر دے وقت طلب کرنے کے۔ اور رجوع کرے طرف اس کی جس کی ضمانت دی ہے اگر مامور ہو اس کی طرف سے، اور جو شخص ضامن ہوا کسی شخص کے حاضر کر دینے کا، تو واجب ہے حاضر کر دینا اس کا اس پر، نہیں تو تاوان دے اس چیز کا جو اس کے ذمہ پر ہے)

کتا ب الصلح

هو جا ئز بین المسلمین، الّا صلحاً ا حلّ حرا ماً او حرّم حلا لاً ۔ و یجو ز عن المعلوم و المجهو ل بمعلوم و مجهول، و لو عن انکارٍ و عن الدّمِ بالما ل باقلّ من الدّ یّة او اکثر ۔

(صلح جائز ہے درمیان مسلمانوں کے مگر وہ صلح کہ حلال کرے حرام کو، یا حرام کرے حلال کو۔ اور جائز ہے صلح معلوم اور مجہول کی معلوم اور مجہول سے اگر چہ انکار سے ہو، اور خون مانند مال کے تھوڑے پر دیت سے یا زیادہ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب الحوالة

من احِیل علی ملیءٍ فلیحتل۔ و اذا مطل المحال علیه او افلس، کان للمحال ان یطالب المحیل بدینه

(جو حوالہ کیا جاوے آسودہ پر اس کو چاہیے کہ قبول کر لے اور جب کہ دیر لگاوے جس پر حوالہ کیا گیا ہے یا مفلس ہو جاوے تو اسکو پہنچتا ہے کہ اپنا قرض حوالہ کرنے والے سے مانگے)

کتاب المفلس

یجوز لاهل الدّین ان یأخذوا جمیع ما یجدونه معه، الّا ما کان لا یستغنی عنه، و هو المنزل و ستر العورة و ما یقیه البرد و یسدّ رمقه و من یعول۔ و من وجد ماله عنده بعینه فهو احق به۔ و اذا نقص مال المفلس عن الوفاء بجمیع دینه ،کان الموجود اسوةً الغرماء۔ و اذا تبیّن افلاسه، فلا یجوز حبسه۔ و لیّ الواجد ظلم یحلّ عِرضه و عقوبته۔ و یجوز للحاکم ان یّحجره عن التّصرف فی ماله، و یبیعه لقضاء دینه ۔ و کذا یجوز له الحجر علی المبذّر، و من لا یحسن التصرف ۔ و لا یمکّن الیتیم من التّصرف فی ماله حتی یؤنس منه الرشد۔ و یجوز لولیّه ان یّاکل من ماله بالمعروف

(قرض خواہ کو جائز ہے کہ جو کچھ پاس قرض دار مفلس کے پاوے سب لے لے مگر وہ چیز کہ جس سے اس کو چارہ نہیں، اور وہ گھر ہے اور کپڑا بقدر ستر عورت کے اور بچاوے اس کو سردی سے اور سدّ رمق کرے اس کی اور اس کی عیال کی۔ اور جو کوئی پاوے مال اپنا نزدیک ایک قرض دار کے تو جو کچھ اس کے پاس موجود ہو وہ حصہ برابر سب قرض خواہوں کا ہے۔ اور جب کہ ظاہر ہو جاوے کہ وہ مفلس ہے تو نہیں جائز قید کرنا اس کا، اور گردن پھیرنا پانے والا کا ظلم ہے جائز کرتا ہے اس کی آبروریزی اور سزا دہی کو۔ اور جائز ہے حاکم کو روک دے اس کو تصرف کرنے سے اس کے مال میں، اور بیچ دے مال اس کا واسطے ادا کرنے اس کے قرض

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے۔ اور اسی طرح جائز ہے حاکم کو منع کرنا بے جا صرف کرنے والے کا، اور اس کا جو اچھی طرح خرچ کرنا نہیں جانتا۔ اور قدرت نہ دیں یتیم کو تصرف کرنے کی اس کے مال میں یہاں تک کہ پاویں اس سے رشد کو۔ اور جائز ہے یتیم کے ولی کو کہ یتیم کے مال میں سے نیکی کے ساتھ کھاوے موافق دستور کے)

کتاب اللقطه

من وجد لقطة فليعرِف عفاصها و وِكاءها، فان جاء صاحبها دفعها اليه، و الّا عرّفها حولاً ،و بعد ذلک يجوز له صرفها و لو فی نفسه، و يضمن مع مجیء صاحبها۔ و لقطة مكه اشدّ تعريفاً من غيرها۔ و لا بأس بان ينتفع الملتقط بالشیء الحقير، كالعصا و السّوط و نحوِهما، بعد التعريف به ثلاثاً ۔ و تلتقط ضالة الدوابّ الّا الابل۔

(اور جو شخص پاوے پڑی ہوئی چیز تو اسکو چاہیے کہ اس کی تھیلی اور ڈوری کو شناخت کروائے (اعلان کرے وغیرہ)۔ سو اگر اس کا مالک مل جائے تو اس کو دیدے اور نہیں تو ایک سال تک پہنچوایا کرے۔ بعدہ اس کا صرف کرنا جائز ہے اگرچہ اپنے ہی کام میں ہو۔ لیکن جب اس کا مالک آوے گا تو یہ شخص اس چیز کا ضامن ہو جاوے گا۔ اور لقطہ مکہ معظّمہ کا قریب تر ہے شناخت کرانے میں میں غیر مکہ سے۔ اور نہیں ڈر نفع لینے میں حقیر چیز سے جیسے لاٹھی اور کوڑا اور جو مانند اسکے ہے جب کہ تین بار تعریف کردی ہو۔ اور لیا جاتا ہے لقطہ چوپائے کا مگر اونٹ)

کتاب القضاء

انّما يصحّ قضاء من كان مجتهداً، متورعاً من اموال النّاس، عادلاً فی القضية ،حاكماً بالسّوِيّة۔ و يحرم عليه الحرص على القضاء و طلبه۔ ولا يحلّ للامام تولية من كان كذلک۔ و من كان متأهِلاً للقضاء فهو على خطر عظيم ۔ و له مع الاصابة اجران و مع الخطاء اجر، ان لم يأل جهداً فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

البحث۔ و تحرم علیه الرّشوة ، و الهد یّة الّتی اهدِ یت الیه لاجل کونه قا ضیاً ۔ و لا یجو ز له الحکم حال ا لغضب۔ و علیه التّسویة بین الخصمین، ا لّا اذا کا ن ا حد هما کا فراً ،و السما ع منهما قبل القضاء ، وتسهیل الحِجاب بحسب الامکا ن۔ و یجوز له اتخاذ الاعوانِ مع الحاجة، و الشّفا عة، و الاستیضاع، و الارشاد الی الصّلح۔ و حکمه ینفذ ظاهراً فقط ۔ فمن قضی له بشيء فلا یحلّ له، الّا اذا کان الحکم مطا بقاً للواقع

(نہیں صحیح قضا مگر اس کی جو مجتہد ہے اور لوگوں کے مال سے پرہیز کرتا ہے، معاملہ میں منصف ہے، اور حکم میں برابری کرتا ہے۔ اور حرام ہے قاضی پر حرص کرنا قضا پر اور طلب کرنا اس کا، اور نہیں حلال امام کو والی کرنا ایسے شخص کا ۔ اور قاضی بڑے کھٹکے میں ہے۔ اور اس کو دو اجر ہیں صواب میں اور ایک اجر ہے خطا میں اگر قصور نہ کرے بحث میں ۔ اور حرام ہے اس پر رشوت لینا ، اور وہ ہدیہ لینا جو بسبب قاضی ہونے کے اس کو بھیجیں۔ اور نہیں جائز قاضی کو حکم کرنا غصہ میں ۔ اور لازم ہے اس پر برابری کرنا درمیان دونوں خصم کے مگر جب کہ ہو ایک ان دونوں میں سے کافر، اور سننا بات کا دونوں سے پہلے حکم کرنے سے، اور نہ رہنا پردہ میں جہاں تک ہو سکے۔ اور جائز ہے اس کو مقرر کرنا مددگاروں کا وقت حاجت کے، اور سفارش اور کچھ قرض میں سے چھڑا دینا اور ہدایت کرنا طرف صلح کی ۔ اور حکم قاضی کا جاری ہوتا ہے فقط ظاہر میں ۔ پس جس کے لئے حکم کیا کسی مقدمہ میں، نہیں حلال وہ چیز واسطے اس کے مگر جب کہ ہو وہ حکم مطابق واقع کے)

کتا ب الخصومة

علی المدّ عی البیّنة، و علی المنکر الیمین۔ و یحکم الحا کم بالاقرار، و بشهادة رجلین، او رجلٍ و امرأتین، او رجلٍ وّ یمینِ المدّ عی، و بیمین المنکر، و بیمین الرّدّ، و بعلمه۔ و لا تقبل شهادة من لیس بعدل، و لا الخا ئن، ولا ذی العدا وة ، و المتّهم، و القانع لاهل البیت ، و القاذف، ولا بدوِیّ علی صاحب قر یةٍ ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و تجوز شهادة من يشهد على تقرير فعله او قو له، اذا انتفتِ التهمة۔ و شها دة الزّور من اكبر الكبا ئر۔

و اذا تعا رض البينتان و لم يوجد وجه الترجيح قسِّم المدّعى۔ و اذا لم يكن للمد عى بيّنة فليس له الّا يمين صاحبه، ولو كان فا جراً، و لا تقبل البيّنة بعد اليمين۔ و من اقرّ بشيء عا قلاً، بالغاً، غير هازِل، ولا بمحالٍ عقلاً او عا دةً ، لز مه ما اقرّ به كائناً ما كان۔و يكفي مرّةً وا حدةً، من غير فرقٍ بين مو جباتِ الحدود و غير ها كما سيا تى

(مدعی پر گواہ گزارنا ہے اور منکر پر قسم کھانا۔اور حاکم حکم کرتا ہے اقرار پر، اور گواہی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں، یا ایک مرد اور قسم مدعی پر، اور قسم منکر اور قسم رد پر، اور اپنے علم پر۔ اور نہیں مقبول گواہی اس کی جو عادل نہیں ،اور نہ خائن کی، اور نہ دشمن کی، اور نہ متہم کی ، اور نہ قناعت کرنے والے کی گھر والوں پر، اور نہ قاذف کی، اور نہ دہقانی کی شہری کے حق میں۔اور جائز ہے گواہی اس کی جس نے گواہی دی اپنے فعل یا قول پر جب کہ متہم نہ ہو۔اور گواہی دینا جھوٹی بڑا کبیرہ گناہ ہے۔اور جب دونوں کے گواہ مخالف ہوں اور نہ پائی جاوے وجہ ترجیح کی تو اس چیز کے دو حصے کر دیں۔اور جس مدعی کے گواہ نہ ہوں تو نہیں اس کے لئے مگر قسم مدعا علیہ اگر چہ وہ بدکار ہو۔اور جب کھا لے تو پھر گواہ مقبول نہیں۔اور جس نے اقرار کیا کسی چیز کا حالت عقل اور بلوغ میں اور ہنسی نہیں کرتا ہے ،اور نہ محال ہوا عقلاً اور عادۃً ،تو لازم ہوا جو اقرار سے ہو، جو کچھ ہو۔اور کافی ہے اقرار ایک بار کا بدون فرق کے درمیان چیزوں کے جس سے حد واجب ہوتی ہے اور نہیں ہوتی جیسا کہ آگے ذکر ہوگا)

كتا ب الحدود

با ب حدّ الزا نى

ان كان بكراً حراً جلِد مأة جلدةٍ ، و بعد الجلد يغرّب عا ماً ۔ و ان كان ثيّباً جلِد كما يجلد البكر ، ثمّ يرجم حتى يموت۔ و يكفى اقراره مرّةً ،و ما ورد من التّكرار فى وقائع ا لا عيا ن فلِقصد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الاستثبات۔ و امّا الشّهادة فلا بدّ من اربعةٍ، ولا بدّ ان يتضمن الاقرار و الشّهادة التصريح بايلاج الفرج فى الفرج۔ و يسقط بالشبهات المحتملة، وبالرّجوع عن الاقرار، و بكون المرأة عذراء او رتقاء، و بكون الرّجل مجبوباً او عنّيناً۔ و تحرم الشّفاعة فى الحدود۔ و يحفر للمرجوم الى الصّدر۔ و لا ترجم الحبلى حتّى تضع و ترضع ولدها ان لم يوجد من يرضعه و يجوز الجلد حال المرض، و لو بعِثكالٍ و نحوه۔ و من لاط بذكر قتِل، ولو كان بكراً، و كذا لك المفعول به اذا كان مختاراً۔ و يعزّر من نكح بهيمةً۔ و يجلد المملوك نصف جلد الحرّ، و يحدّه سيده اوِ الامام۔

(حد زانی کنوارے آزاد کے سو کوڑے ہیں اور ایک سال کے لئے شہر سے باہر نکالا جائے گا۔ اور اگر بیاہا ہوا ہے تو مثل کنوارے کے کوڑے مارے جا کر پھر سنگسار کیا جاوے گا یہاں تک کہ مر جاوے۔ اور کافی ہے ایک بار اقرار اس کا، اور وہ جو آیا ہے تکرار اقرار وقائع میں وہ بقصد ثابت کرنے کے ہے، لیکن گواہی میں چار گواہ ضرور ہیں۔ اور لا بد ہے کہ اقرار اور گواہی میں صراحت ہو داخل ہونے میں بدن کے بدن میں۔ اور حد ساقط ہو جاتی ہے شبہوں سے جس کا احتمال ہو، اور اقرار سے پھر جانے میں اور عورت کی کنوارے پن یا بدن میں ہڈی ؟؟؟ ہونے سے۔ اور مرد کی بریدہ آلت یا نامرد ہونے سے۔ اور حرام ہے سفارش کرنا حدوں میں۔ اور کھودا جائے ایک گڑھا واسطے سنگسار ہونے والے کے سینہ تک۔ اور نہیں رجم کی جاتی زانیہ یہاں تک کہ بچہ جنے اور اس کو دودھ پلائے جب کہ کوئی دودھ پلانے والی میسر نہ ہو۔ اور جائز ہے کوڑے مارنا حالت بیماری میں بڑی شاخ سے اور جو اس کی مانند ہو۔ اور قتل کیا جاوے وہ جو اغلام کرے اگرچہ کنوارا ہو۔ اور اسی طرح وہ جس سے اغلام کیا جاوے جب کہ مختار ہو۔ اور تعزیر دی جاوے اس کو جو جماع کرے جانور سے۔ اور مارے جاویں غلام کو آدھے کوڑے، اور مارے اس کو اس کا مالک یا امام)

باب السرقه

من سرق مكلّفاً مختاراً من حرزٍ ربع دينار فصاعداً، قطعت كفّه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الیمنی۔ و یکفی الاقرار مرّۃ وا حد ۃً ،او شھادۃ عد لین، و یند ب تلقین المسقط۔ و یحسم مو ضع القطع، و تعلّق الید فی عنق السّارق ۔ و یسقط بعفو المسروق علیہ قبل البلو غ الی السّلطان، لا بعدہ فقد و جب۔ ولا قطع فی ثمر ولا کثرٍ ما لم یووِہ الجرین ، اذا اکل و لم یتخذ خبنۃً، و الّا کا ن علیہ ثمن ما حملہ مرّتین و ضر ب نکا لٍ۔و لیس علی الخا ئن و المنتھِبِ و المختلِس قطع۔ و قد ثبت القطع فی جحد العا ریّۃ

(جس نے چرایا مکلّف مختار ہو کر مال محفوظ سے چوتھائی دینار، اس کا سیدھا ہاتھ کا ٹا جا وے۔ اور کا فی ہے ایک بار اقرار کر نا، یا دو عا دل کا گوا ہی دینا۔اور مستحب ہے تلقین ایسے چور کی جس کے پاس مال مسروق نہیں۔ اور دا غ دیا جائے گا موضع قطع کا ،اور لٹکا یا جا وے گا ہا تھ گر دن میں چور کی۔ اور حد سا قط ہو جا تی ہے چور سے معاف کر دینے سے مدعی کے پہلے پہنچنے سے بادشاہ تک، نہ بعد اس کے کہ اب وا جب ہو گئی۔ اور نہیں کا ٹا جا تا ہا تھ میوہ اور گوند و غیرہ کی چوری میں جب تک کہ خرمن نہیں ہوا۔ جب کہ کھا لیا اور گوہ؟ نہیں بھری، تو لیجاوے گی اس سے دو گنی قیمت اس چیز کی جو اس نے لی ہے، اور مار پڑ ے گی خواری کی، اور نہیں کا ٹا جا تا ہا تھ خیانت کر نے وا لے اور لو ٹنے وا لے اور اچکے کا، اور بے شک ثا بت ہوا ہے کا ٹنا ہا تھ کا انکار عاریت میں)

با ب حدّ القذ ف

من رمی غیرہ بالزّ نی و جب علیہ حدّ القذ ف، ثمانین جلدۃً ان کان حرّاً و اربعین ان کان مملوکاً ۔ و یثبت ذلک باقرارہ مرّۃ، او بشھادۃ عد لین۔ و اذا لم یتب لم تقبل شھادتہ ابداً ۔ فان جاء بعد القذ ف باربعۃ شھود سقط عنہ الحدّ ۔ و ھکذا اذا اقرّ ا لمقذوف با لزّ نا۔

(جو غیر کو تہمت زنا کی لگائے واجب ہوئی اسپر حد قذف کی، اسی (۸۰) کوڑے اگر آزاد ہو اور چالیس کوڑے اگر کسی کا غلام ہے۔ اور ثا بت ہو جا تی ہے حد ایک با ر کے اقرار، یا دو عا دل گواہوں کی گوا ہی سے۔ اور جب تک تو بہ نہ کرے گا اس کی گوا ہی مقبول نہ ہو گی کبھی۔ اور اگر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لا یا بعد تہمت کے چار گواہ تو حد ساقط ہو جاوے گی اس سے۔ اور اسی طرح جب کہ تہمت لگا یا ہوا اقرار زنا کا کرلے گا)

باب حدّ الشرب

من شرب مسکِراً مکلفاً مختاراً جلِد علی ما یراه الامام، امّا اربعین جلدةً او اقلّ او اکثر، و لو بالنعال۔ و یکفی اقراره مرّةً او شهادة عدلین و لو علی القیء۔ و قتله فی الرّابعة منسوخ

(جو کوئی پیئے گا نشہ کی چیز مکلّف مختار ہو کر اس کو کوڑے مارے جائیں گے امام کی رائے پر، چالیس کوڑے یا کم یا زیادہ اگر چہ جوتیاں ہوں۔ اور کافی ہے اقرار ایک بار کا یا گواہی دو عادل کی اگر چہ قئے کرنے پر ہو، اور قتل کرنا شرابی چوتھی بار کا منسوخ ہے)

والتّعزیر فی المعاصی الّتی لا توجب حداً ثابت بحبس او ضربٍ او نحوهما، و لا یجاوز عشرة اسواط۔

(تعزیر دینا معاصی میں جو نہیں واجب کرتیں حدوں کو ثابت ہے قید کرنے اور مارنے اور مانند ان کی میں، اور نہیں زیادہ دس کوڑے سے)

باب حدّ المحارب

و هو احد الانواع المذکورة فی القرآن: القتل، أوِ الصّلب، أو قطع الید و الرجل من خلافٍ، أوِ النّفی من الارض۔ یفعل الامام منها ما رأی فیه صلاحاً، لکل من قطع طریقاً۔ و لو فی المصر، اذا کان قد سعی فی الارض فساداً۔ فان تاب قبل القدرة علیه سقط عنه ذلک

(یہ ایک قسم ان قسموں سے ہے جو مذکور ہیں قرآن: میں جان سے مارنا، یا سولی دینا، یا ہاتھ پاؤں کاٹنا خلاف سے، یا نکال دینا ملک سے۔ غرض کہ وہ کرے گا امام جس میں مصلحت دیکھے گا ہر رہزن کے حق میں، اگر چہ یہ رہزانی شہر میں ہو، جب کہ وہ ساعی ہوتا ہی زمین میں۔ پھر اگر توبہ کرے رہزن پہلے قدرت پانے سے اس پر تو ساقط ہے اس سے یہ حد)

باب من یستحق القتل حداً

هو الحربیّ، و المرتد، و السّاحر، و الکاهن، و السابّ للّه أو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لرسو له ﷺاو للاسلام او للكتاب او للسنّة و الطّا عن في الدّين و الزّ ند يق بعد استتا بتهم، و الزّا نی المحصن و اللّوطيّ مطلقاً، و المحا ر ب۔

(جو مستحق قتل ہے از روئے حد کے وہ حربی ہے، اور مرتد، اور جادوگر، اور کاہن، اور گالی دینے والا خدا اور رسول اور اسلام اور قرآن اور حدیث کا، اور طعن کرنے والا دین میں، اور زندیق اور بعد انکے توبہ کرنیکے، اور زنا کرنے والا بیاہا ہوا، اور اغلام کرنے والا مطلق، اور راہزن)

كتاب القصاص

يجب على المكلّف المختار العامد، ان اختار ذلک الورثة، و الّا فلهم طلب الديّة ۔ و يقتل المرأة با لرّ جل، و العكس؛ و العبد با لحر، و الكا فر بالمسلم، و الفر ع با لاصل، لا لعكس، و يثبت القصاص في الاعضا ء و نحو ها، و الجرو ح مع الامكا ن۔ و يسقط بابراء ا حد الورثة، و يلزم نصيب الآخر ين من الد ية۔ فاذا كان فيهم صغير ينتظِر في القصا ص بلو غه۔ و يهدر ما سببه من المجنیّ عليه۔ و اذا امسک ر جل و قتل آخر ، قتِل القاتل و حبِس الممسِک۔ و في قتل الخطاء الدّ ية و الكفارة۔ و هو ما ليس بعمدٍ ، او من صبیّ ، او مجنو نٍ۔ و هي على العا قلة ،و هم العصبة

(واجب ہے اوپر مکلّف مختار عامد کے اگر اختیار کریں قصاص کو وارث مقتول کے نہیں تو ان لئے مانگنا دیت کا ہے ۔اور ماری جاتی ہے عوض مرد کے عورت اور مرد عوض عورت کے، اور غلام عوض آزاد کے اور کافر عوض مسلمان کے، اور فرع عوض اصل کے نہ برعکس اس کے۔ اور ثابت ہے قصاص اعضاء میں، اور مانند ان کی اور زخموں میں حتی الامکان، اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص بری کر دینے سے ایک کے وارثوں میں سے، اور لازم ہوتا ہے حصہ دوسروں کا دیت سے، اور جب ان میں کوئی چھوٹا ہوگا تو انتظار کریں گے قصاص میں اس کے بالغ ہونے کا، اور رائگاں ہے وہ زیادتی؟ جس کا سبب مجنی علیہ سے ہو اور، اگر ایک نے پکڑا اور دوسرے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مارا تو قاتل مارا جاوے گا اور پکڑنے والا قید ہوگا۔ اور قتل خطا میں دیت ہے اور کفارہ اور قتل خطا یہ ہے کہ عمداً نہ ہو، یا لڑکے یا دیوانے کے ہاتھ سے ہو، اور یہ دیت عاقلہ پر ہے اور وہ اس کی قوم کے لوگ ہیں)

کتاب الدیات

دیة الرّجل المسلم مأة من الابل، او مُئتا بقرةٍ ، او الفا شاةٍ ،او الف دینارٍ ،او اثنا عشر الف درهم ، او مُئتا حلةٍ ۔ و تغلظ دیة العمد و شبهه ، بان یّکون المئة من الابل فی بطون اربعین منها اولادها۔ و دیة الذّمّی نصف دیة المسلم ۔ و دیة المرأة نصف دیة الرّجل۔ و الأطراف وغیرها کذلک، فی الزائد علی الثّلث۔ و تجب الدّیة کاملة فی العینین و الشفتین و الیدین و الرجلین و البیضتین، و فی الواحدة منها نصفها۔ و کذلک تجب کاملة فی الانف و اللسان و الذّکر و الصّلب۔ و أرش المأمومةِ و الجائفةِ ثلث دیة المجنیّ علیه۔ و فی المنقّلة عشر الدّیة و نصف عشرها۔ و فی الهاشمة عشرها۔ و فی کل سنّ نصف عشرها۔ و کذا فی الموضحةِ۔ و ما عدا هذه المسمّاة فیکون أرشه بمقدار نسبته الی احدها تقریباً ۔ و فی الجنین اذا خرج میّتاً الغرّة ۔ و فی العبد قیمته و اِرشه بحسبها۔

(دیت مرد مسلمان کی سو اونٹ ہیں یا دو سو گائیں یا دو ہزار بکریاں یا ایک ہزار دینار، یا بارہ ہزار درہم ، دو سو جوڑے جوڑے کپڑوں کے۔ اور بھاری کی جاتی ہے دیت عمد اور شبہ عمد کی اس طرح منجملہ سو اونٹ چالیس حاملہ ہوں ان میں سے۔ اور دیت ذمی کی آدھی دیت مسلمان کی ہے، اور دیت عورت کی آدھی دیت مرد کی ہے، اطراف وغیرہ کی اسی طرح، زیادہ میں تہائی پر۔ اور واجب ہے پوری دیت دونوں آنکھوں اور دونوں ہونٹوں اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اور دونوں خصیوں میں اور ایک عضو میں ان اعضاء سے آدھی دیت ہے۔ اسی طرح واجب ہے پوری دیت ناک اور زبان اور ذکر اور پیٹھ کی ہڈی میں اور ارش مامومہ (وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چوٹ جو اندر دماغ کے پہونچی ہو) اور جائفہ کے (وہ جو پیٹ کے اندر پہنچے) ...ثلث دیت ہے اور منقلہ (وہ چوٹ جو ہڈی کو اس کی جگہ سے بے جگہ کر دے) میں عشر دیت اور نصف عشر یعنی پندرہ اونٹ اور ہاشمہ (وہ جو ہڈی کو توڑ ڈالے) میں عشر دیت اور ہر دانت میں نصف عشر یعنی پانچ اونٹ اور اسی طرح موضحہ (چوٹ جو ہڈی کو ظاہر کر دے توڑے نہیں) میں اور جو چوٹیں اس کے سوا ہیں ان کی دیت موافق اس اندازہ چوٹ کے ہے بہ نسبت ان چوٹوں کے اور بچہ میں کہ پیٹ سے مردہ نکلے ایک غلام یا لونڈی ہے اور غلام میں قیمت اس کی پس دیت اس کی موافق اس کی قیمت کے ہوگی)

باب القسامة

اذا كان القاتل من جماعةٍ محصورين ثبتت۔ و هى خمسون يميناً ، يختارهم ولىّ القتيل۔ و الدّية ان نكلوا عليهم، و ان حلفوا سقطت۔ و ان التبس الامر كانت من بيت المال

(جب کہ ہو قاتل ایک جماعت محصور میں سے تو قسامت ثابت ہوگی ۔ اور وہ پچاس قسمیں ہیں، اختیار کرتا ہے جس کو والی مقتول کا، یا دیت ہے جب قسمیں نہ کھاویں، اور جو قسم کھالیں گے تو ساقط ہو جاوے گی قسامت، اور صورت اشتباہ میں بیت المال سے دی جاوے گی)

كتاب الوصيّه

تجب على من له ما يوصى فيه۔ ولا تصحّ ضراراً ، و لا لِوارثٍ ، ولا فى معصيةٍ۔ و هى فى القربِ من الثّلث۔ و يجب تقديم قضاء الدّين۔ و من لم يترك ما يقضى دينه قضاه السّلطان من بيت المال۔ (وصیت کرنا واجب ہے اس پر جس کے پاس ایسی چیز ہو کہ اس میں وصیت کرے ۔ اور نہیں صحیح ہے ضرر پہنچانا وارثوں کو، اور نہیں وصیت واسطے وارث کے، اور نہیں وصیت معصیت میں ۔ اور وصیت واسطے قرابت کو تیسرے حصہ مال سے ہے ۔ اور واجب ہے مقدم کرنا فرض کا اور جو مر جاوے اور ایسا نہ چھوڑے کہ اس سے قرض اس کا ادا کیا جاوے تو بادشاہ ادا کرے بیت المال سے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كتاب المواريث

و هى مفصّلة فى الكتا ب العزيز۔ و يجب الابتداء بذوى الفرو ض المقدّرة ۔ و ما بقى فللعصبة۔ و الاخوات مع البنا ت عصبة۔ و لبنت الابن مع البنت السدس تكملةً الثّلثين ۔ و كذا الاخت لابٍ مّع الاخت لابوين۔ و للجدّة اوِ الجدّا ت السّدس، مع عدم ا لأم ۔ و هو للجدّ مع من لا يسقِطه۔ و لا ميراث للاخو ة و الاخوات مطلقاً مع الابن او ابنِ ا لابن اوِ الاب ۔ و فى ميرا ثهم مع الجدّ خلاف۔ و يرثون مع البنا ت الّا ا لاخوة لأمّ ۔ و يسقط الاخ لابٍ مع الاخ لابوين۔ و اولوا لارحام يتوا رثون۔ و هم اقدم من بيت المال۔ فان تزاحمت الفروض، فالعول۔ و لا يرث ولد الملا عنة و الزا نيةِ ا لّا من امّه و قرا بتها۔ و العكس۔

و يرث المولود الّا اذا استهلّ۔ و ميراث العتيق لمعتقه ۔ و يسقط بالعصبا ت۔ و له الباقى بعد ذوى السهام۔ و يحر م بيع ا لولاء وهبته۔ ولا توا رث بين اهل ملّتين۔ و لا ير ث القا تل المقتول۔

(تفصیل میراث کی قرآن شریف میں ہے، اور واجب ہے شروع کرنا اہل فروض مقدرہ سے ،اور جو باقی رہے وہ عصبہ کا ہے۔ اور بہنیں ہمراہ بیٹیوں کے عصبہ ہیں۔ واسطے پوتی کے ہمراہ بیٹی کے چھٹا حصہ واسطے پورا کرنے دوتہائی کے۔ اسی طرح پر علاتی بہن ساتھ اس بہن کے جو سگی ہو۔ اور ایک دادی یا کئی دادیوں کیلئے چھٹا حصہ ہے جب کہ ماں نہ ہو۔ اور چھٹا حصہ ہے دادا کا جب کہ کوئی ساقط کرنے والا نہ ہو۔ اور نہیں میراث بھائیوں کی اور بہنوں کی بالکل، باوجود بیٹی اور پوتے اور باپ کے۔ اور ان کی میراث میں دادا کے ساتھ خلاف ہے۔ اور وارث ہوتے ہیں یہ ہمراہ بیٹوں کے مگر بھائی اخیافی۔ اور ساقط ہوجاتا ہے علاتی بھائی سگے بھائی کے ہونے سے۔ اور رحم والی وارث ہوتی ہیں اور وہ مقدم تر ہیں بیت المال سے۔ جب کہ فرائض متزاحم ہوں گی تو عول کیا جاوے گا۔ اور نہیں وارث ہوتا بیٹا عورت لعان والی اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زانیہ کا مگر اپنی ماں اور اس کی قرابت سے، اور برعکس اس کے۔ اور وارث نہیں مولود مگر جب کہ آواز کرے۔ اور میراث آزاد کی واسطے آزاد کرنے والے کے ہے، لیکن ساقط ہو جاتا ہے عصبہ سے، اور اسی کو ملتا ہے جو باقی رہتا ہے بعد سہام کے۔ اور حرام ہے بیچنا ولاء کا اور ہبہ کرنا اس کا۔ اور نہیں توارث درمیان دوملت والوں کے، اور نہیں وارث ہوتا قاتل مقتول سے)

کتاب الجهاد و السير

الجهاد فرض كفاية، مع كل برّ و فاجرٍ، اذا اذِن الابوان. و هو مع اخلاص النية يكفّر الخطايا، الّا الدّين، و يلحق به حقوق الآدميين. ولا يستعان فيه بالمشركين، الا لضرورةٍ. و تجب على الجيش اطاعة اميرهم، الّا فى معصية اللّه. و عليه مشاورتهم، و الرفق بهم. و كفهم عن الحرام. و يشرع للامام اذا اراد غزواً ان يورّى بغير ما يريده، و ان يذكى العيون، و يستطلع الاخبار، و يرتب الجيوش، و يتخذ الرايات و الألوية. و تجب الدعوة قبل القتال الى احدى ثلاث خصال: اما الاسلام أو الجزية أوِ السيف. يحرم قتل النّساء والاطفال و الشيوخ الّا لضرورةٍ، و المثلة، و الاحراق بالنّار، والفِرار من الزّحف الّا الى فئة. ويجوز تبييت الكفار، و الكذب فى الحرب، و الخداع.

(جہاد فرض کفایہ ہے ہمراہ ہر نیک اور بد کے جب کہ اجازت دیں ماں باپ۔ اور جہاد ساتھ خالص نیت کے کفارہ ہوتا ہے سب خطاؤں کو مگر قرض کو نہیں۔ اور آ گئے قرض میں حقوق آدمیوں کے۔ اور نہ مدد مانگی جائے جہاد میں مشرکوں سے مگر ضرورت کی وجہ سے۔ اور واجب ہے لشکر پر اطاعت امیر کی مگر نافرمانی خدا میں نہیں۔ اور لازم ہے امیر پر مشورہ کرنا اور نرمی کرنا لشکریوں سے، اور روکنا ان کا حرام سے۔ اور مشروع ہے امام کو جب ارادہ کرے جہاد کا، ظاہر کرنا برخلاف اس چیز کے جس کا ارادہ رکھتا ہے، اور مقرر کرنا جاسوسوں کا، اور خبر منگوانا لشکر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دشمن کا، اور مرتب کرنا لشکر کا، اور بنانا جھنڈے اور نشانوں کا، اور واجب ہے بلانا ان کا لڑائی سے پہلے ایک خصلت کی طرف تین میں سے: یا تو اسلام، یا جزیہ، یا تلوار۔ اور حرام ہے مارنا عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کا مگر ضرورت کے لئے، اور ناک کان کاٹنا اور آگ میں جلانا اور بھاگنا مقابلہ دشمن سے مگر اپنے گروہ کی طرف۔ اور جائز ہے چھاپہ مارنا رات کو کافروں پر اور جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا)

و ما غنمه الجيش كان لهم اربعة ا خماسه، و خمسه يصرفه الامام في مصا رفه۔ و يا خذ الفارس من الغنيمة ثلا ثة اسهم، و الرا جل سهماً۔ و يستوى في ذلك القوىّ و الضعيف، و من قاتل و من لم يقا تل۔و يجوز تنفِيل بعض الجيش۔ و للامام الصّفىّ، و سهمه كاحد الجيش ۔ و ير ضخ من الغنيمة لمن حضر۔ و يؤ ثر المؤلّفين ان رّأى في ذلك صلاحاً ۔و اذا رجع ما اخذه الكفار من المسلمين، كان لما لكه۔ ويحرم الانتفاع بشيء من الغنيمة قبل القسمة، الّا الطعام و العلف۔ و يحرم الغلول۔ و من جملة الغنيمة الاسرى، و يجوز القتل و الفداء او المنّ۔

(اور جس چیز کو لشکر نے لوٹا ہو اس میں سے لشکر کے لئے چار حصہ ہیں اور ایک حصہ کو امام اپنے کام میں صرف کرے۔ اور سوار کی غنیمت تین حصہ ہیں اور پیادہ کا ایک حصہ، اور برابر ہے اس حصہ میں قوی اور ضعیف، اور لڑا اور جو نہیں لڑا۔ اور جائز ہے زیادہ دینا مقدار حصہ سے بعض لشکر کو۔ اور امام کے لئے ہے جو چن لیوے مال غنیمت سے، اور سہم امام کا ایک لشکری کی طرح ہے اور غنیمت میں سے گرا پڑا ان کو دیا جائے گا جو حاضر ہوں، اور اختیار کئے جاویں تالیف قلب والے اگر دیکھے امام ان کے دینے میں صلاح۔ اور جب پھر آوے چیز جس کو کافروں نے لیا تھا مسلمانوں سے تو وہ چیز اس کے مالک کی ہے۔ اور حرام ہے نفع لینا کسی چیز غنیمت سے پہلے تقسیم کے، مگر کھانا اور گھاس۔ اور حرام ہے خیانت کرنا۔ اور منجملہ غنیمت کے ہیں قیدی، اور جائز ہے مارنا قیدیوں کا، یا فدیہ لینا، یا احسان رکھنا ان پر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يجوز استرقاق العرب و قتل الجا سوس، واذا اسلم الحربىّ قبل القدرة عليه ا حرِز اموا له۔ و اذا اسلم عبد لكا فر صار حرّاً۔ و الارض المغنو مة امرها الى ا لاما م، فيفعل الأ صلح من قسمتها، او تركها مشتركة بين الغانمين، او بين جمع المسلمين۔ و من ا مّنه ا حد المسلمين صار آ مناً۔ و الرّسو ل كا لمؤمّن۔

وتجوز مهاد نته الكفار، و لو بشرط، و الى ا جلٍ اكثره عشر سنين۔ و يجوز تا بيد المهاد نة با لجز ية ۔ و يمنع المشركون و اهل الذ مة من السّكو ن فى جز يرة العر ب

(اور جائز ہے غلام بنانا عرب کا اور قتل کرنا جاسوس کا۔ اور جب مسلمان ہوجاوے حربی پہلے قدرت پانے سے اس پر تو محفوظ رہے گا مال اس کا۔ اور جب مسلمان ہوجاوے کافر غلام تو آزاد ہوجاوے گا۔ اور زمین غنیمت کا اختیار ہے امام کو وہ کرے جو بہتر جانے، بانٹ دے یا چھوڑ دے مشترک درمیان غنیمت والوں کے یا درمیان سب مسلمانوں کے۔ جس کو ایک مسلمان امان دے گا وہ امن میں ہوجاوے گا۔ اور ایلچی مانند امان دیئے ہوئے کے ہے۔ اور جائز ہے صلح کرنا کافروں سے اگرچہ کسی شرط پر ہو، اور ایک مدت تک اور اکثر دس برس۔ اور جائز ہے ہمیشہ صلح کرنا جزیئے پر۔ اور منع کئے جاویں مشرک اور ذمی رہنے سے جزیرہ عرب میں)

و يجب قتال البغا ة حتّى يرجعوا الى الحقّ ۔ و لا يقتل اسيرهم و لا يتّبع مد بِرهم ، ولا يجاز على جر يحهم ، ولاتغنم اموالهم

(واجب ہے لڑنا باغیوں سے یہاں تک کہ رجوع کریں حق کی طرف، اور قتل نہ کیا جاوے قیدی اور نہ تعاقب کیا جاوے پشت دینے والا ان کا، اور تمام نہ کیا جاوے کام ان کے زخمی کا، اور لوٹا نہ جاوے مال ان کا)

و طاعة ا لآئمة واجبة الّا فى معصية اللّه۔ و لا يجو ز الخرو ج عليهم ما اقاموا الصّلوة و لم يظهروا كفراً بوا حاً، ويجب الصّبر على جورهم ، و بذ ل النّصيحه لهم۔ و عليهم الذ بّ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

عن المسلمین، و کفّ یدِ الظّا لم، و حفظ ثغورھم، و تد بیر ھم بالشر ع فی ا لا بدا ن و ا لاد یان و الا موا ل، و تفریق اموا ل اللّٰہ فی مصا ر فھا، و عدم ا لا ستئثا ر بما فو ق الکفا یۃ بالمعرو ف، و المبا لغۃ فی ا صلا ح السیرۃ و السّریرۃ۔

(اور اطاعت اماموں کی واجب ہے لیکن خدا کی نافرمانی میں نہیں ۔ اور نہیں جائز خروج کرنا ان پر جب تک کہ قائم رکھیں نماز کو اور ظاہر نہ کریں کفر صریح کو۔ اور واجب ہے صبر کرنا ان کے ظلم پر اور خرچ کرنا خیر خواہی کا واسطے انکے۔ اور اماموں پر ہے دور کرنا دشمنوں کا مسلمانوں سے اور باز رکھنا ظالم کے ہاتھ کو، اور نگہبانی کرنا سرحدوں کی، اور بندوبست کرنا موافق شرع شریف کے ابدان اور ادیان اور اموال میں، اور خرچ کرنا اللہ کے مال کا مصارف شرعی میں، اور نہ لینا آپ زیادہ کفاف سے مگر موافق دستور، اور مبالغہ کرنا درستی ظاہر و باطن میں)

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سید نذیر حسین محدث دہلویؒ

(۲۰۰۱ء میں اس فقیر کو مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ کے ایک تربیتی اجتماع میں سید الطائفہ سید محمد نذیر حسین محدث کی حیات مبارکہ سے متعلق چند گذارشات پیش کرنے کا موقع ملا، جنہیں بعد ازاں مرتب کر کے ایک کتابچے کی صورت میں شائع کر دیا گیا تھا۔ ذیل میں اسی کتابچے کے مشمولات بچند حذف و اضافات نذر قارئین کئے جا رہے ہیں۔ بہاء)

ہم اپنی بات کا آغاز تاریخ اسلام کے ابتدائی دور سے کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ جب حضرت رسول اکرم ﷺ نے دنیا کو دعوت اسلام دی تو آپ ﷺ کے اولین مخاطب عرب تھے، اور عربوں میں بھی مکہ معظّمہ کے قریشی آپ کے براہ راست مخاطب تھے۔ ان قریشیوں نے سننے اور طاعت کرنے کی بجائے مخالفت کی حد کر دی۔ آپ ﷺ کو مکہ معظّمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے جانا پڑا۔ اس اقدام سے اسلام کی دعوت کا دائرہ وسیع ہو گیا لیکن اس کے باوجود کم و بیش اہل مکہ ہی کے گرد گھومتا رہا کہ ان قریشیوں کو عربوں میں جو مقام حاصل تھا اس کے مطابق باقی عرب قبائل کا اسلام و کفر بڑی حد تک ان قریشیوں ہی کے اسلام و کفر کے تابع تھا۔ لوگ انتظار میں تھے کہ قریشی کیا کرتے ہیں۔ اگر قریشی مغلوب ہو کر اسلام کے دامن میں آ جائیں تو باقی قبائل عرب بھی مطیع و فرمانبردار ہو جائیں گے۔ اسی بات کو قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے

اذا جاء نصر اللّٰه و الفتح و رأیت النّا س ید خلو ن فی دین اللّٰه افوا جاً۔ (نصر)

اور جب مکہ فتح ہو گیا تو قبائل عرب فوج در فوج در اسلام میں داخل ہونے لگے۔ فتح مکہ اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے درمیان مختصر سے عرصہ میں سارا جزیرہ نما عرب جس میں نجد، حجاز اور یمن وغیرہ شامل ہیں اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا اور مسلمانوں کی اس عظیم سلطنت کا دار الحکومت مدینہ ہو گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت رسول اکرم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اس کے ساتھ ہی ارتداد اور انکار زکوۃ کے فتنے شروع ہو گئے ۔ جس طرح لوگ فتح مکہ کے بعد فوج درفوج اسلام میں داخل ہوئے تھے ، آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اسی طرح فوج درفوج اسلام سے نکلنے لگے ۔ بہت سے لوگ مخالفت پر اتر آئے اور بہت سے لوگ ہوا کا رخ دیکھنے لگے ۔ جو لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے وہ اس قدر سہم گئے تھے کہ مورخین نے لکھا ہے کہ ان کی حالت اس بکری کی سی ہو گئی تھی جو طوفانی اور موسلا دھار کی رات اپنے ریوڑ سے کٹ کر سائیں سائیں کرتے ہوئے جنگل میں بے یار و مددگار کسی شجر و حجر اور چھت کے سائے کے بغیر کھڑی ہو اور اس کا چھوٹا سا کمزور دل خوف سے مزید سکڑتا جا رہا ہو کہ ابھی کوئی بھیڑیا آ کر اسے اچک لے گا اور چیر پھاڑ کر اپنا نوالہ بنا لے گا ۔ خوف و دہشت کے علاوہ حضرت رسول اکرم ﷺ سے جدائی کے صدمے نے بھی ان کے حواس معطل کر دیئے تھے اور حضرت عمر فاروق ؓ جیسی پختہ فکر شخصیت بھی یہ کہتی ہوئی نظر آتی ہے کہ جس شخص نے کہا کہ آپ ﷺ انتقال فرما گئے ہیں ، میں اس کی گردن اڑا دونگا ۔

خوف و دہشت اور حواس کے تعطل کی یہ حالت برقرار رہتی تو کیا ہوتا ؟ پھر نہ مسلمان ہوتے ، نہ خلافت راشدہ ، نہ حضرت عمر فاروق ؓ کو زمام کار ملتی کہ نہ زمام ہوتی اور نہ کار ۔ اور نہ ہی فتوحات اسلامیہ کا وہ سیلاب آتا جو حضرت عمر فاروق ؓ کی شکل میں ایران و روم کی سلطنتوں کو بہا کر لے گیا تھا ۔ اس لئے کہ یہ ریلا اس بکری کا مرہون منت ہے جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد طوفانی رات میں سہمی ہوئی نظر آتی ہے ۔ اس بکری کو بھیڑیئے کا نوالہ بننے سے بچایا گیا ، پھر اس کے دل سے خوف دور کیا گیا ، پھر اس کا ظاہر و باطن بدل کر اپنے جنگل کا شیر بنایا گیا اور جب مقامی جنگل شکار سے خالی ہو گیا تو اسے دنیا بھر کے جنگلوں کا شیر بنا دیا جو حضرت عمر فاروق ؓ کی شکل میں اپنے وقت کی سپر پاورز کا شکار کرنے لگ گیا ۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوئی اور انہوں نے صدیوں وہاں حکمرانی کی ۔ پھر جب ان کی سلطنت رو بہ زوال ہوئی تو علاقے اور صوبے مرکزی حکومت کے قبضے سے نکلنے لگے ۔ بادشاہ دہلی دن بدن کمزور ہوتا چلا گیا اور ہجوم دشمناں میں صرف نام کا حکمران رہ گیا اور سلطنت غیروں کی ہو گئی ۔ حالات کو سنبھالنے اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو بحال کرنے کی ایک تحریک انیسویں صدی کی تیسری دہائی میں حضرت سید احمد بریلویؒ نے شروع فرمائی اور ہندوستان کے ان تمام لوگوں نے جانی و مالی طور پر اس تحریک کا ساتھ دیا جو اسلام کا درد رکھتے اور اسلام کے لئے تڑپتے تھے۔ پورے ہندوستان میں اس تحریک نے جوش، جذبے، امنگوں اور خواہشات کی ایک برقی رو دوڑا دی۔ خلافت اسلامیہ کے احیا کی باتیں ہونے لگیں۔ بلکہ ایک خاص علاقے میں قیام خلافت کا اعلان بھی ہو گیا۔ نگاہ بلند اور دل نواز سخن والا میر کارواں ایک بھٹکی ہوئی قوم کو مل گیا۔ اسلامی فکر و عمل کی ترویج کی باتیں ہونے لگیں، پھر جب منزل سامنے نظر آنے لگی تو دریائے کنہار راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ ہزارے کا بالاکوٹ الفت کی شہادت گاہ بن گیا، اور ۱۸۳۱ء کے مئی کے مہینے میں حضرت سید احمد بریلویؒ اور ان کے خاص رفقاء غازی کے مرتبے سے ترقی پا کر زمرہ شہداء میں شامل ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے جو رجال کار بچ گئے ان میں سے کچھ حالات سے مایوس ہو کر یا اپنے شخصی تحفظ کی خاطر ہجرت کر کے حجاز چلے گئے۔ اور تو اور حضرت سید احمد بریلوی کے بعد ہند میں مجاہدین کے بڑے رہنما شاہ محمد اسحاقؒ دہلوی بھی مایوس ہو کر حجاز ہجرت کر گئے۔ یوں اسلامیان ہند کے ملی منظر پر کامل تاریکی چھا گئی اور اس تاریکی میں مسلم قوم تیزی سے مکمل تباہی کے غار کی طرف بڑھنے لگی۔

سانحہ بالاکوٹ اپنی اثرات کے لحاظ سے کم تر سطح پر انیسویں صدی عیسوی ہندی مسلمانوں کے لئے وہی حیثیت رکھتا ہے جو ساتویں صدی عیسوی کے عرب میں مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد درپیش تھی۔ اس سانحے نے بعض ہندی مسلمانوں کے حواس بھی معطل کر دیئے تھے جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد عرب میں ہوا تھا۔ وہاں حضرت عمر فاروقؓ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ فوت نہیں ہوئے، اور یہاں ہند میں مولانا ولایت علی صادقپوریؒ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ سید احمد بریلویؒ، شہید نہیں ہوئے بلکہ وہ کہیں غائب ہو گئے ہیں اور کچھ عرصہ بعد دوبارہ ظہور فرمائیں گے۔ عرب میں آپ ﷺ کی وفات کے بعد عرب قبائل فوج در فوج اسلام سے نکلے تھے اور بے شمار لوگ غیر جانبدار ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ یہاں ہند میں بھی کئی گروہوں اور مکاتب فکر نے احیاء اسلام کی اس تحریک سے منہ موڑ لیا۔ بعض مخالفت پر اتر آئے اور بعض نے یوں ہی تحریک کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندی مسلمانوں کی کشتی کو بیچ منجدھار چھوڑنے اور اپنے لئے گوشہ عافیت تلاش کرنے کا کام مولوی میر محبوب علی دہلویؒ نامی ایک بزرگ سے شروع ہوا تھا جو انیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں حضرت سید احمد بریلویؒ کے (صوبہ سرحد میں) لشکر سے بھاگ کر جہاد اور تحریک مجاہدین کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ مولانا محمد میاں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> مولانا محبوب علیؒ صاحب دہلوی جب سید احمد بریلویؒ صاحب سے چند جزوی باتوں پر خفا ہو کر (سرحد سے) دہلی پہنچے اور یہاں خفگی کا اظہار شروع کیا تو بقول مصنف، سوانح احمدی، مولوی محبوب علیؒ صاحب کے اغواء سے جو صدمہ کاروبار جہاد کو پہنچا آج تک اس لشکر (مجاہدین) کو کسی سکھ یا درانی کے ہاتھ سے نہیں پہونچا تھا۔ مولوی محبوب علیؒ کے فتنہ کے بعد مدت تک ہندوستان سے (مجاہدین کے) قافلوں کا آنا بند ہو گیا۔
>
> (علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ جلد دوم۔ ۲۴۹۔۲۵۰)

مولوی محبوب علیؒ صاحب اپنے جہاد مخالف نظریات میں اتنے پختہ ہو گئے تھے کہ جب اس واقعہ کے تقریباً بیس سال بعد ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں جنگ آزادی لڑی گئی تو آپ لوگوں کو انگریزوں سے لڑنے سے منع کرتے تھے جیسا کہ ارواح ثلاثہ میں لکھا ہے:

> خان صاحب نے فرمایا کہ غدر (۱۸۵۷ء) میں بہت علماء مخالف تھے اور کہتے تھے کہ یہ جنگ جہاد نہیں ہے۔ انہی میں میر محبوب علیؒ صاحب بھی تھے اور آپ وعظ ونصیحت کے ذریعہ لوگوں کو غدر سے روکتے تھے
>
> (ارواح ثلاثہ، مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ ص ۴۴۵۔۴۴۶)

اسی دور کے ایک اور بڑے بزرگ پیر سلیمان تونسویؒ صاحب کا ذکر جناب غلام رسول مہرؒ نے کیا ہے کہ انہوں نے مجاہدین کے ایک قافلہ سے جو بغرض جہاد اندرون ہند سے سرحد جا رہا تھا کسی بھی قسم کا تعاون کرنے سے معذرت کر لی تھی۔ اس قافلے کے قائد سید جعفر علی نقویؒ تھے۔ بروائت جناب مہرؒ جب یہ قافلہ تونسہ پہنچا تو وہاں:

> وقت کے عظیم مصلح شیخ سلیمان تونسویؒ سے ملاقات کی... وہ فرش پر بیٹھے تھے۔ چاروں طرف لوگوں نے حلقہ باندھ رکھا تھا۔ میں (سید جعفر علیؒ) نے عرض کیا کہ کسی واقف کار رہبر کے ذریعہ آگے پہنچا دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ ارادہ ٹھیک نہیں۔ راستہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خطرناک ہے سکھوں کی فوج کے آدمی چھاپے مار رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا منع ہے۔ساتھ ہی فرمایا لا تلقوا بايد يكم الى التهلكة (بقره : ۱۹۵)۔میں (سید جعفر علی) نے عرض کیا کہ اس آیت کا مضمون میں خوب سمجھتا ہوں، یہ راہ خدا میں خرچ کرنے کے بارے میں آئی ہے۔اس پر وہ خاموش ہو گئے ۔ میں نے اجیر کی درخواست کی تو فرمایا۔اجیر نایاب ہے،لوگ پریشان ہیں۔دشمنوں سے بچ نہیں سکتے ۔نہ آگے جانے کی صورت ہے نہ پیچھے ہٹنے کی ۔اور نہ ٹھہرنے میں محفوظ رہنے کی کوئی امید ہے ۔اور فرمایا کہ بہتر ہے بہاول خان رئیس بہاولپور کی نوکری کرلو۔ راستہ صاف ہو جائے گا تو آگے چلا جانا..(جناب مہر کہتے ہیں) سید جعفر علیؒ نے صاف صاف عرض کر دیا کہ ہم لوگ نوکری کے لئے نہیں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آئے ہیں ۔ہمیں راستہ بتا دیجئے اور رہبر دے دیجئے، ہم رات کے وقت نکل جائیں گے ۔فرمایا اس کا انتظام نہیں ہوسکتا۔ (جماعت مجاہدین ۔ ص ۲۰۰)

ناظرین ! حضرت سید احمد بریلویؒ کی شہادت کے بعد ہندی مسلمانوں کا ایک گروہ تحریک جہاد سے اعلانیہ لاتعلق ہو کر اس کی مخالفت پر بھی اتر آیا تھا۔جیسا کہ وہی سید جعفر علی نقویؒ جو پیر صاحب تونسہ شریف سے حضرت سید احمد بریلویؒ کی زندگی میں مل چکے تھے،سید احمد بریلویؒ کی شہادت کے بعد واپس ہند آتے ہوئے لدھیانہ میں پیش آنے والے ایک واقعہ کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

لدھیانہ پہنچ کر شاہ شجاع کی مسجد میں قیام کیا...امام مسجد مجاہدین کی تکفیر کرتا ہے ..میری صورت دیکھ کر امام نے برا بھلا کہنا شروع کیا۔ (جماعت مجاہدین۔ص ۲۰۶)

یہ مولوی صاحب کسی گاؤں کی مسجد کے دیہاتی قسم کے امام نہیں تھے ۔آپ افغانستان کے جلاوطن بادشاہ، شاہ شجاع کی لدھیانہ میں مسجد کے امام تھے۔شاہی امام بڑا آدمی ہی ہوسکتا ہے ۔ایسے لوگوں نے مجاہدین اور تحریک جہاد کی مخالفت کے ساتھ ساتھ ہر ایسے کام سے اجتناب کیا جس سے کسی بھی سطح پر تحریک مجاہدین سے وابستگی کا شبہ ہوسکتا ہو جیسا کہ جناب ولایت علی صادقپوریؒ کے تذکرہ میں جناب محمد میاں لکھتے ہیں کہ آپ نے:

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادرؒ صاحب کا ترجمہ قرآن اور مولانا شاہ اسماعیلؒ صاحب کے تصنیف فرمودہ رسالے طلب فرمائے ۔ پہلے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطبع حسینی سے ان کو طبع کرانے کی کوشش کی مگر جب اس مطبع کے مالکوں نے ان کو طبع کرنے سے انکار کر دیا تو دورہ بنگال کے دوران آپ نے یہ خدمت اپنے مرید خاص مولانا بدیع الزمانؒ بردوانی کے سپرد کی۔مولانا موصوف نے دس ہزار روپے کا ٹائپ پریس لگا کر ان کتابوں کو بار بار طبع کرایا۔ یہ عجیب معمہ ہے کہ مطبع حسینی نے ترجمہ قرآن کی طباعت سے انکار کر دیا۔ (علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ج ۳۔ص ۲۴۔۲۵)

ناظرین ایسے لوگوں کے علاوہ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے حکومت وقت سے دوسرے طریقوں سے تعاون کیا اور اس کے تعلیمی منصوبوں کی تکمیل اور ثقافتی میدان میں اس کی خدمت کر کے اس کے خلاف چلنے والی تحریک مجاہدین کو کمزور کرنے کی بالواسطہ کوشش کی۔ ایسے لوگوں میں جناب مملوک علی نانوتویؒ اور ان کے بعض احباب اور شاگرد نمایاں ہیں۔ نانوتوی مرحوم دہلی کالج میں پڑھاتے تھے اور ان کے متعلق جناب محمد ایوب قادری نے لکھا ہے کہ:

دہلی کالج کے تمام انگریز پرنسپلوں کے وہ معتمد رہے۔ کالج کی رپورٹوں سے واضح ہوتا ہے کہ انگریز پرنسپل مولانا مملوک علیؒ پر بہت اعتماد کرتے تھے، اور ہر سالانہ رپورٹ میں ان کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے۔ ایک موقع پر گورنر جنرل بہادر نے مولانا مملوک علی کو انعام سے نوازا۔ صورت یہ ہوئی ۱۵، اور ۱۷، نومبر ۱۸۴۵ء کو گورنر جنرل بہادر نے دہلی میں دربار منعقد کیا۔ ۱۷ نومبر کے دربار میں ۲۷ حضرات کو انعام واکرام سے نوازا۔ مولانا مملوک علی مدرس اول کو خلعت سہ پارچہ مرحمت ہوا... اس وقت انگریزی حکومت کا مقصد یہ تھا کہ مغربی علوم اور تعلیم ہندوستان کے مسلمانوں میں اور خاص طور پر دہلی کے مسلمانوں میں مروج ومقبول ہو۔ اس مقصد میں گورنمنٹ کو خاطر خواہ کامیابی ہوئی ... مولانا مملوک علی کے صدر مدرس ہونے کے باعث بھی دہلی کالج کی تعلیمی سرگرمیاں یقینی آگے بڑھیں اور مسلمانوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہوئی کہ جس نے نئے تعلیمی نظام میں منسلک ہو کر خاطر خواہ خدمات انجام دیں۔ مولانا محمد مظہر (مدرس آگرہ کالج) مولانا محمد منیر (مدرس بریلی کالج) مولانا محمد احسن (مدرس بنارس وبریلی کالج) مولانا ذوالفقار علی دیوبندی (مدرس بریلی کالج، وڈپٹی انسپکٹر مدارس) مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی (ڈپٹی انسپکٹر مدارس) تو خاص ان کے اعزہ واحباب تھے۔ ان کے علاوہ شمس العلماء ڈپٹی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شیخ ضیاء الدین ایل ایل ڈی۔ شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ، شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد (ف ۱۹۲۱ء) شمس العلماء محمد حسین آزاد (ف ۱۹۱۰ء) پیرزادہ محمد حسین (سیشن جج) محمد شفیع (جج) خان بہادر میر ناصر علی (۱۹۳۳ء) مولوی کریم الدین پانی پتی (ف ۱۸۷۹ء) مولوی جعفر علی (ف ۱۳۱۴ھ) وغیرہ بہت سے ایسے حضرات ہیں جو اس کالج کے فیض یافتہ ہیں۔ اور کم وبیش ان تمام حضرات نے نئے تعلیمی نظام میں منسلک ہو کر نمایاں خدمات انجام دیں۔ اور گورنمنٹ نے بھی ان کی خدمات کو سراہا اور حسن صلہ سے نوازا۔ مولانا عبید اللہ سندھی کا یہ خیال ہے کہ جب ۱۲۵۷ھ میں شاہ محمد اسحاق حجاز مقدس کو ہجرت کر گئے تو تحریک (جہاد) کی نگرانی کے لئے ایک بورڈ بنایا گیا جس کے صدر مولانا مملوک علی تھے ...اس میں شک نہیں کہ مولانا مملوک علی خانوادہ ولی اللہی کے فیض یافتہ شاہ محمد اسحاق کے معتمد ومعتقد تھے، مگر ان کی سیاسی سرگرمیوں کی تفصیل تو درکنار کہیں اشارہ بھی نہیں ملتا۔ ان کی زندگی تو تمام تر درس وتدریس سے عبارت ہے۔ لہذا یہ صدارت کچھ محل نظر سی معلوم ہوتی ہے۔

(کتاب، مولانا محمد احسن نانوتوی ص۔ ۱۷۶۔۱۷۹)

ناظرین! انیسویں صدی کے وسط میں بعض لوگوں کا منفی کردار اتنا ظاہر و باہر ہے کہ اس کو چھپانا خود ان کے نام لیواؤں کے لئے بھی مشکل ہو رہا ہے مثلاً پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب ہی نے جناب محمد احسن نانوتویؒ کے ذکر میں لکھا ہے کہ:

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء مسلمانان برصغیر کی وہ منظّم اور ہمہ گیر تحریک تھی جس کے ذریعہ سے انہوں نے غیر ملکی اقتدار سے ملک وقوم کو آزاد کرانے کی پوری پوری کوشش کی۔ روہیل کھنڈ کا صدر مقام بریلی روہیلوں کا صدر مقام رہ چکا تھا لہذا جلد ہی یہ مقام تحریک آزادی کا مرکز بن گیا ..(اس شہر میں) ۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسنؒ نے بریلی کی مسجد نومحلّہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ (انگریزوں کی) حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے۔

(کتاب محمد احسن نانوتوی۔ ص ۵۰)

اس کے بعد جناب محمد ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں:

کہ اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگا دی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن کے خلاف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے۔ اگر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

اس دور کے مشہور علماء میں ایک بزرگ شیخ محمد تھانویؒ ہوا کرتے تھے۔ آپ حاجی امداد اللہؒ کے پیر بھائی اور میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ ان کے متعلق جناب حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں:

بدقسمتی سے مولانا کی رائے یہ ہی تھی کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ہم مسلمانوں پر فرض تو درکنار موجودہ احوال (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء) میں جائز ہی نہیں

(نقش حیات۔ کراچی۔ جلد دوم ص ۴۵۱)۔

جناب ڈاکٹر ایوب قادری بھی فرماتے ہیں:

مولانا شیخ محمد تھانوی نے جہاد کے خلاف رائے دی (کتاب محمد احسن نانوتوی۔ ص ۵۳)

شیخ محمد تھانویؒ نے جس مجلس میں یہ رائے ظاہر کی تھی اس کی کچھ تفصیلات قاری محمد طیبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند کی ایک سیاسی یادداشت کی صورت میں ملتی ہیں۔ قاری صاحبؒ کہتے ہیں:

'تھانہ میں مجلس شوریٰ قائم ہوئی جس میں حضرت گنگوہی اور دوسرے علماء شریک تھے ...اس مجلس میں باہم علمی گفتگو چھڑی ...اس موقع پر جہاد کے سب خلاف تھے۔ صرف حضرت نانوتوی مدعیانہ طریق پر اس میں پیش پیش تھے۔'

(سوانح قاسمی۔ حصہ دوم۔ ص ۲۔۱۲۱)

اور ناظرین یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ اس مجلس میں جناب رشید احمد گنگوہیؒ کے علاوہ حضرت حافظ ضامنؒ، جناب شیخ محمد تھانویؒ، اور حاجی امداد اللہؒ وغیرھم بھی شامل تھے۔ قاری صاحبؒ کی اس روایت کی رو سے یہ سب بزرگ مخالفین جہاد آزادی قرار پاتے ہیں۔

ناظرین! انیسویں صدی کے وسط میں بعض اکابرین کے کردار پر کچھ روشنی جناب رشید احمد گنگوہیؒ کی سوانح 'تذکرۃ الرشید' کے مطالعہ سے بھی پڑتی ہے۔ سوانح قاسمی میں اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے:

حضرت گنگوہیؒ کی سوانح عمری تذکرۃ الرشید جسے مولانا عاشق الٰہیؒ نے مرتب فرما کر جماعت دیوبند کے ذمہ دار بزرگوں کی خدمت میں پیش کیا۔ اور کافی تنقیح و تحقیق کے بعد یہ کتاب شائع ہوئی۔' (سوانح قاسمی حصہ دوم۔ ص ۹۹)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اس کتاب میں جو حضرات دیو بند کی مصدقہ ہے جنگ آزادی کے مجاہدین کے بارے میں لکھا ہے:

جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی بہادر (انگریز حکومت) کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم بلند کیا۔' (تذکرۃ الرشید۔ جلد ا۔ ص ۷۳)۔

اور لکھا ہے کہ:

'ایک مرتبہ ایسا اتفاق بھی ہوا کہ حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (محمد قاسم نانوتویؒ) اور طبیب روحانی حضرت حاجیؒ (امداد اللہ) صاحب و نیز حافظ ضامنؒ صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما جتھہ اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔ اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرے جما کر ڈٹ گیا.. حضرت حافظ ضامنؒ صاحب زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔ (تذکرۃ الرشید۔ ج ا۔ ص ۷۵۔۷۴)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۷۶ پر لکھا ہے:

جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیوں کی سرکوبی شروع کی'۔

اور صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے:

آپ حضرات (جناب گنگوہیؒ اور جناب نانوتویؒ) اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے۔ تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے... آپ پر جماعت مفسدین کی شرکت کا محض الزام ہی الزام اور بہتان ہی بہتان ہے۔

ناظرین! انگریزوں کے بارے میں بعض لوگوں کے اس طرز عمل کا باعث شائد یہ روایت ہے جو مولانا حبیب الرحمان شروانیؒ سے مختلف موقعوں پر سن کر مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے سوانح قاسمی میں نقل کی ہے۔ مولانا شروانی کہتے ہیں:

انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے تھے ان میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمانؒ گنج مراد آبادی بھی تھے۔ اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا گیا کہ خود بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چوہدری کا نام لے کر جو باغیوں (یعنی مجاہدین آزادی) کی فوج کی افسری کر رہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے، کہتے جاتے تھے کہ لڑنے کا کیا فائدہ۔ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں

مولانا گیلانی کا کہنا ہے کہ نواب شروانی صاحب ہی دوسرے واقعہ کا ذکر بھی فرماتے تھے کہ:

غدر کے بعد جب گنج مراد آباد کی ویران مسجد میں حضرت مولانا (فضل الرحمانؒ) جا کر مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی راستے سے جس کے کنارے مسجد ہے انگریزی فوج گذر رہی تھی۔ مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے۔ اچانک مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر دیکھا گیا کہ انگریزی فوج کے ایک سائیس سے جو باگ ڈور کھونٹے وغیرہ گھوڑے کا لئے ہوئے تھا اس سے باتیں کر کے پھر واپس آ گئے۔ اب یاد نہیں رہا کہ پوچھنے پر یا خود بخود فرمانے لگے کہ سائیس جس سے میں نے گفتگو کی یہ خضر تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے؟ تو جواب میں (خضر نے) کہا حکم یہی ہوا ہے'۔

حافظ صلاح الدین یوسف ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جب ان کے بزرگ کو روحانی کشف کے ذریعہ حضرت خضر کا نہ صرف انگریزوں کی حمائت و رفاقت کا بلکہ حضرت خضر کے انگریزی فوج کے ادنی خادم (سائیس) ہونے کا علم ہو گیا تو اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ انگریزی فوج کو نصرت ایزدی اور تائید غیبی حاصل تھی۔ اب ایسے مئو ید من اللّٰہ (انگریزوں) سے بھلا علمائے احناف کیونکر برسر پیکار ہوتے اور ان کے خلاف جدوجہد کر کے کیوں غضب الٰہی کا مورد بنتے۔

(تحریک جہاد۔ص ۷۰۔۶۹)

اور ناظرین! لدھیانہ میں بھی علماء کا ایک خاندان آباد تھا۔ اس خاندان کے ایک عالم مولوی عبداللہ لدھیانویؒ ایک جگہ فرماتے ہیں:

چونکہ خدا تعالی کے فضل و کرم سے سرکار دولت مدار (انگریز حکومت) ہمارے دینی امور میں حارج نہیں اس امر کا شکریہ ادا کر کے حاکم وقت سے اس امر کی التجا کرنی چاہیے کہ ایک ایک قاضی و مفتی شہروں میں اور ایک ایک نائب ان کا قصبات میں مقرر کئے جاویں

(فتاوی قادریہ۔طبع لاہور)

ناظرین! دیکھا آپ نے کہ یہ لوگ ایک کافر حکومت سے حیلوں بہانوں سے قضاۃ کے عہدے مانگ رہے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ناظرین! یہ تو ان لوگوں کی باتیں ہیں جو حضرت سید احمد بریلویؒ کی شہادت اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد ملک ہی میں رہے۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے جو ملک ہی چھوڑ گئے تھے اور ان میں تحریک کے بعض خواص بھی شامل تھے۔ جیسا کہ شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

> مولوی نصیر الدین دہلویؒ کی وفات سے تحریک جہاد کا ایک دور ختم ہوتا ہے۔ ان کی وفات ۱۸۳۹ء میں ہوئی اور اس کے دو سال بعد شاہ محمد اسحاقؒ نے (پندرہ سالہ مساعی جہاد کی مسلسل ناکامی دیکھنے کے بعد) خاندان ولی اللہی کے باقی افراد کے ساتھ مکہ معظّمہ ہجرت کی۔ (موج کوثر۔ ص ۴۵)

حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے علاوہ اور بھی کئی نامور لوگ ہندوستان چھوڑ گئے تھے۔ ہم فرداً فرداً ان کے نام نہیں لیتے۔ تاہم یہ کہے بغیر رہ نہیں سکتے کہ ادبار کی اس گھڑی میں ہندی امت مسلمہ کو چھوڑ کر جو لوگ حجاز چلے گئے تھے ان کے اس اقدام کو ہجرت جیسے معزز لفظ سے یاد تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس بات میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگ ہند میں رہ جانے والے شکستہ دل مسلمانوں کے لیڈر، رہنما، پیر، ساتھی اور قائد نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ جس قوم کا دل غلامی نے توڑ دیا تھا ان کی پریشان نظری کا دارو ڈھونڈنے کی بجائے یہ لوگ نہ صرف یہ کہ اپنی دکان بڑھا گئے تھے بلکہ فاذھب انت و ربک فقا تلا کہتے ہوئے قوم کی کشتی کو بیچ منجدھار ہی چھوڑ گئے تھے۔

ناظرین! حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنی حیاۃ مبارکہ میں ایک مرتبہ ایک لشکر کسی جانب روانہ فرمایا۔ اس لشکر کے ایک شخص کو آپ ﷺ نے مدینہ میں دیکھ لیا۔ پوچھا کیا ماجرا ہے؟ تم تو لشکری ہو۔ وہ کہنے لگا میری سواری تیز رفتار ہے۔ میں نے سوچا ہے کہ میں زیادہ وقت آپ کی معیت میں گذار لوں۔ آپ کی امامت میں مزید عبادت کر لوں اور پھر اپنی تیز رفتار سواری کے ذریعے لشکریوں کے ساتھ ان کے منزل پر پہنچنے سے پہلے مل جاؤں۔ آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس کو یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ تمہارا یہ کام بالکل غلط ہے۔ تمہارا مدینہ وہاں ہے جہاں دوسرے لشکری ہیں اور تمہاری مسجد نبوی وہ ویرانہ ہے جہاں دوسرے لشکری اپنی نمازیں ادا کر رہے ہوں گے۔

بالکل اسی طرح جو لوگ حضرت سید احمد بریلویؒ کی شہادت کے بعد کسی بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خواہش یا نیت سے اپنی قوم کو بیچ منجدھار چھوڑ کر حجاز چلے گئے تھے ان کا مکہ اور مدینہ حجاز میں نہیں تھا۔ ان کا مکہ وہ رزم گاہیں تھیں جہاں مجاہدین جان کے نذرانے پیش کر رہے تھے، اور ان کا مدینہ وہ پھانسی گھر تھے جہاں پکڑے جانے والے مجاہدین ملت اسلامیہ کی بقا کی خاطر پھانسی کے رسوں کو چوم رہے تھے۔ کعبہ شریف نے زبان حال سے یہی بات ہند کے ایک بڑے پیر صاحب سے کہی تھی جو ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد ہجرت کر کے ہند سے حجاز چلے گئے تھے۔ ۱۸۹۰ء میں ان کے ایک مرید نے (جو بعد میں خود بھی بہت بڑے پیر ہوئے) کسی بات پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کیا:

مجھے طواف کعبہ کی طرف قلبی توجہ نہیں ہوتی۔ اگر ہو سکے تو اس قدر مہربانی فرمائیں کہ خدا کرے یہ ہو جائے۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا میں بھی تیس سال سے ایسی ہی کیفیت میں مبتلا ہوں۔ (مہر منیر۔ص ۱۲۸)

یعنی بڑے پیر صاحب، چھوٹے پیر صاحب سے فرماتے ہیں کہ میرا تو اپنا حال تیس سال سے (یعنی جب سے ہند سے حجاز آیا ہوں) یہی ہے کہ مجھے طواف کعبہ کی طرف قلبی توجہ نہیں ہوتی۔ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟

ناظرین! آپ کو معلوم ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ان بڑے پیر صاحب کو طواف کعبہ کی طرف دلی توجہ اس لئے نہیں ہوتی ہوگی کہ کعبہ شریف ان سے بے زار ہو کر زبان حال سے کہتا ہوگا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ ہندوستان جاؤ اور وہاں اپنی قوم کے ساتھ جیؤ اور مرو۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ شاہ محمد اسحاق دہلوی مرحوم نے ہند سے حجاز ہجرت کرتے وقت ایک بورڈ بنا دیا تھا جو ان کے بعد تحریک مجاہدین کی قیادت کرتا رہا وہ لوگ حقائق کی دنیا میں نہیں رہتے۔ شاہ صاحب کا احترام سر آنکھوں پر۔ لیکن وہ ہند سے گئے ہی کیوں؟ قوم کو ان کی یہاں ضرورت تھی۔ مکہ میں بیٹھ کر انیسویں صدی کے ہند میں کسی بورڈ کے ذریعے کام نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ کمپیوٹر کا زمانہ تھا، نہ ای میل کا۔ ریڈیو کا اور نہ ٹیلی گرام اور ٹیلی فون کا۔ کہ ملک سے باہر ہزاروں میل دور بیٹھ کر آج کے دور کی طرح اپنے ملک کے اندر اپنی جماعتوں کو چلایا جا سکے یا انہیں کنٹرول کیا جا سکے۔ ذرا سوچئے کہ انیسویں صدی کے پہلے نصف میں ہند کا کوئی لیڈر مکہ میں بیٹھا ہو اور ہندوستان میں اس کی جماعت کو کسی معاملے میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہنمائی کی ضرورت ہو۔تو کیا ہوگا ؟ یہی نہ کہ ہند سے کوئی قاصد بری اور بحری سفر کر کے کئی ہفتوں کے بعد مکہ شریف پہنچے گا۔اور اگر وہ بدووں سے بچ کر اپنے لیڈر سے ملاقات کر کے ضروری ہدایات لینے میں کامیاب ہوگیا تو پھر کئی ہفتوں کے سفر کے بعد وہ ہندوستان واپس اپنے مرکز میں پہنچے گا۔کیا اتنے عرصے میں کار طفلاں تمام خواہد شد والہ معاملہ نہیں ہو چکا ہوگا ؟ کیا جان بلب مریض 'خم آئے گا صراحی آئے گی پھر جام آئے گا' گنگناتے ہوئے عالم عقبی کو نہیں سدھار چکا ہوگا ؟ ان مشکلات اور مسائل کا شاہ اسحاق محدث ؒ دہلوی کو بھی علم ہونا چاہیے اور ان لوگوں کو بھی جنہوں نے ان کی وفات کے بعد ان سے ایک بورڈ تشکیل دلوادیا تھا۔اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ شاہ صاحب جماعت مجاہدین کی ریموٹ کنٹرول قیادت کرنے مکہ شریف نہیں گئے تھے۔وہ قیادت سے دست کش ہوکر گئے تھے۔اور اسی لئے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ انیسویں صدی کے ہندوستان کے بڑے لوگ وہ ہیں جنہوں نے مایوسی اور مشکلات کے دور میں ہند میں بیٹھ کر اپنی قوم کی رہنمائی کی ۔وہ لوگ اتنے بڑے نہیں ہیں جو یہاں سے چلے گئے تھے۔خواہ وہ مکہ اور مدینہ ہی کیوں نہ گئے ہوں ۔اور یہ تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ جناب عبیداللہ سندھی ؒ کے خود ساختہ بورڈ کا سربراہ ایک ایسا شخص بتایا جاتا ہے جس کے متعلق خود انہی کے حلقے کے لوگ مانتے ہیں کہ ان کی کسی سیاسی یا مجاہدانہ سرگرمی کا دور دور تک کوئی نشان نہیں ملتا۔

ناظرین! جب انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں بعض لوگ تحریک کا ساتھ چھوڑ گئے اور کچھ لوگ تحریک سے لاتعلق ہوکر بیٹھ رہے اور کچھ لوگ تحریک کے مخالف ہوکر حکومت وقت کے ساتھ ہو گئے تو کیا تحریک ختم ہوگئی تھی ؟ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوا۔کچھ عرصہ اپنے زخم سہلانے کے بعد تحریک پھر سرگرم ہوگئی تھی ۔اور تمام مشکلات کے باوجود پوری آن بان کے ساتھ عشروں تک جاری رہی ۔لوگ سج دھج کے مقتل کو جاتے رہے۔شکست و فتح تو مقدر سے ہے لیکن مقابلہ جی جان سے کرتے رہے۔اور تحریک کا یہی دور ہے جس کے متعلق آغا عبدالکریم شورش نے لکھا ہے :

> ۱۸۵۷ء میں دہلی مرحوم ہوگئی ۔مسلمانوں کے ہاتھ سے سلطنت نکل گئی اور ان کے لئے ہندوستان کا طول وعرض تنگ ہو گیا تو جس جماعت کو سب سے زیادہ انگریزی استعمار کے چولھے کا ایندھن بننا پڑا پھر علما پر جو مقدمات قائم کئے گئے اور یہ سلسلہ داروگیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انیسویں صدی کی آٹھویں اور نویں دہائیوں تک چلتا رہا تو جن لوگوں نے ہندوستان کے مقتل میں جان دی۔ ان میں پونے دولاکھ وہ افراد تھے جن کا اپنا نام تو اس قتل عام کی زود فراموشی کے باعث محفوظ نہ رہ سکا لیکن ان کی جماعت کا نام رہ گیا۔ اب جو ریکارڈ سامنے آ رہا ہے اس سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ ان کے خون پر جو چھاپ لگائی گئی تھی وہ ان کے وہابی ہونے کی تھی... یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس سب سے بڑی مصلح جماعت اور اس کے غیرت مند رہنماؤں کو برطانوی استیلاء اور بدعتی فضا کے پروردوں نے دشنام واتہام کا ہدف بنا کر اسلام کی طاقت کو کمزور کیا اور اسلام کی حقیقت کو مجروح۔ ورنہ ایک خاص مرحلے سے ایک خاص دور تک ہندوستان میں اسلام کی تاریخ وہابی جماعت ہی کی مرہون سپاس ہے۔ میں اہل حدیث کا اس لحاظ سے معترف ہوں اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اس قسم کے گوہریک دانہ بھی مسلمانوں میں موجود رہے ہیں جنھوں نے دین کو صحیح کیا لیکن خود رسوا ہو گئے۔ جنھوں نے غیر ملکی استعمار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن اپنوں کے ہاتھوں اور پرایوں کے خنجروں سے گھائل ہوتے رہے'۔

(چٹان ۱۳ نومبر ۱۹۶۷ء منقول از تحریک جہاد۔ ص ۱۵۔ ۱۶)

اور ایک دوسری جگہ آغا عبدالکریم شورش لکھتے ہیں:

' الغرض بیسویں صدی کے آغاز تک مسلمانوں میں جہاد کا ذہن اتنا قوی تھا کہ انگریز اپنے لاؤ لشکر سمیت حملہ پر حملہ کرتے رہے لیکن انہیں حسرت رہی کہ مسلمانوں کو صحیح طور پر کچل نہ سکے۔ بعض سرکاری خطوط سے اس حسرت کا سراغ ملتا ہے، مثلاً یہ رپورٹ کہ' پنجاب گورنمنٹ کو افسوس رہا کہ یہ مہم ختم ہوگئی لیکن ہندوستان کے مذہبی مجنوں نکالے نہ جاسکے اور نہ ہم انہیں مطیع کر کے ان کے گھروں میں واپس لا سکے۔

(مسلمانان ہند۔ ہنٹر ص ۴۲' منقول از عطاء اللہ شاہ بخاری مؤلفہ شورش کاشمیری۔ ص ۱۴۳)

اور ناظرین! یہ مذہبی مجنون اور آزادی کے دیوانے گھروں کو واپس نہیں آئے۔ سردی اور گرمی کی پرواہ کئے بغیر پہاڑوں کی چٹانوں پر شاہینوں کی طرح بسیرا کئے رہے۔ ادھر ہند سے ان کے لئے اموال ورجال کی فراہمی کا سلسلہ بھی پیہم جاری رہا۔ یہ کام ایک تنظیم کے تحت ہوتا رہا جس کے مقاصد متعین تھے۔ جس کے باقاعدہ کارکن تھے۔ جس کے مختلف شعبے تھے جن میں سے ہر ایک کا الگ الگ نظم ونسق تھا۔ وہ ایک دوسرے سے مربوط بھی تھے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بظاہر الگ الگ بھی۔ کسی نے درس و تدریس کا چولہ پہن رکھا تھا۔ کوئی قبرستان میں مجاور بنا بیٹھا تھا۔ کوئی فقیر کا روپ دھار کر گلیوں گلیوں بھیک مانگتا پھرتا تھا اور حقیقت میں سفارت اور رابطے کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ کوئی سبزی فروش بنا ہوا تھا اور کوئی وزیر آباد میں حلوائی بنا بیٹھا تھا۔ کسی نے ہوٹل کھول رکھا تھا اور کسی نے سرائے کھول کر سوئے سرحد رواں دواں مجاہدوں کو رات بسر کرنے اور اگلی منزل کے لئے تازہ دم ہونے کا ٹھکانہ قائم کر رکھا تھا۔ کوئی حاکموں کا چپڑاسی بنا ہوا تھا اور کوئی نوابی کی چلمن لگائے کام کئے جا رہا تھا۔ کوئی ٹھیکیدار بن کر حاکموں کی چھاؤنیوں میں گوشت کی فراہمی کے بہانے تحریک کا کام کر رہا تھا اور کوئی تجارت کی آڑ میں مجاہدین کی مالی ضروریات کی بہم رسانی کا سامان کئے ہوئے تھا۔ کسی نے صحافت کا محاذ سنبھال رکھا تھا اور کسی نے قانونی جنگ کا۔ کوئی تاجر کتب بن کر گاؤں گاؤں پھیری لگا رہا تھا اور کوئی تصنیف و تالیف کے ذریعے ملک میں تحریک کا کام کر رہا تھا۔

ناظرین! جو جماعت انیسویں صدی میں ۵۰ سال کے عرصہ میں پونے دو لاکھ جانوں کی قربانی دینے اور کالا پانی کو آباد کرنے کے باوجود بیسویں صدی کا نہ صرف منہ دیکھ لے بلکہ حالت یہ ہو کہ:

> ۱۸۵۰ء سے ۱۸۶۳ء تک حکومت وقت نے بیس دفعہ ۶۰ ہزار لشکر کی مدد سے جہادیوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ تحریک کچلی نہیں جا سکی۔' (اردو میں وہابی ادب۔ ۱۷۔۲۰)۔

اور بیسویں صدی میں بھی پوری آب و تاب کے ساتھ زندہ ہو اس کے نظام کی وسعت، گہرائی اور پیچیدگی کا اندازہ لگانا آج کے دور میں انتہائی مشکل ہے۔ یہ تحریک نصف صدی تک ملت اسلامیہ ہند کے قلوب و اذہان سے حکومت وقت کا رعب و دبدبہ اور ہیبت آہستہ آہستہ کم کرتی رہی اور آزادی کے شعلے کو ہوا دیتی رہی۔ اور بیسویں صدی میں اسی شمع سے روشن ہونے والی قندیلوں نے تاریکی کا سینہ چاک کر کے غیر ملکی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

ناظرین! ساتویں صدی عیسوی کے عرب میں ہجوم دشمناں میں بچے کھچے مسلمان سہمی ہوئی بکری بنے تھے۔ اور انیسویں صدی کے ہند میں تحریک جہاد سے منہ موڑنے والوں کے سلوک اور حکومت کے ظلم و ستم کے باعث اس تحریک کے بچے کھچے لوگوں کے لئے یہ ملک ایک تپتا ہوا تندور بنا تھا۔ ادھر عرب میں اس سہمی ہوئی بکری کو معاندین سے بچا کر ایسا شیر بنایا گیا جس نے وقت کی سپر پاورز کا شکار کیا، ادھر ہند میں پس ماندگان بالاکوٹ اور جنگ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آزادی ۱۸۵۷ء کے زخم خوردوں کے دلوں سے پہلے تو حکومت وقت کا خوف دور کیا گیا اور پھر انہیں اس قابل بنایا گیا کہ وہ حاکموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں اور پھر اس قوم کی کشت ویراں کو اس قابل بنایا گیا کہ یہاں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے حکومت وقت سے مسلمانوں کی حیثیت منوا کر ایک آزاد مملکت کو دنیا کے نقشے کی زینت بنایا۔

آج ہم حضرت عمر فاروقؓ کو تاریخ کے عظیم فاتح کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ لیکن اگر سہمی ہوئی بکری کسی بھیڑیے کا نوالہ بن جاتی تو حضرت عمرؓ کہاں ہوتے؟ آج ہم اقبال، جناح اور ابو الکلام وغیرھم کو جانتے ہیں کہ ان کی کاوشوں سے برصغیر میں اسلام کا مستقبل محفوظ ہوا، لیکن اگر بالا کوٹ کے پس ماندگان اور جنگ آزادی کے زخم خوردہ مجاہد مخالفت کے تپتے ہوئے تندور میں روسٹ ہو گئے ہوتے تو نہ اقبال، حکیم مشرق ہوتا، نہ جناح قائداعظم، اور نہ ابوالکلام امام الہند۔

عرب میں اس سہمی ہوئی بکری کو کس نے دلاسہ دیا۔ کس نے اسے اپنے سایہ عاطفت میں لیا۔ کس نے ہجوم باد و باراں میں اسے چھت مہیا کی؟ کس نے بز کے دل کو بزدلی سے پاک کیا اور کس نے اسے شیر دل بنایا۔ اور کس نے دنیا بھر کے جنگلات کو اس شیر دل کے لئے ہمت آزمانے کے میدان بنا دیا؟ یہ شخص وہی ہے جس نے حضرت عمر فاروقؓ اور باقی مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

من کان یعبد محمّداً فانّ محمّداً قد مات و من کان یعبد اللّٰه فان اللّٰه حیّ لا یموت۔

وما محمّد الّا رسول۔ قد خلت من قبله الرّسل. (آل عمران ۱۴۴)

یہ شخص حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ جو کچھ حضرت عمرؓ کے دور میں ہوا، یا بعد کے خلفاء کے ادوار میں جو چراغ جلتے رہے ان میں بھی انہی کا لہو جلتا رہا ہے۔ یہی وہ شخصیت ہے جو اگر بز کو بھیڑیئے سے بچا کر اسے شیر نہ بناتی تو حضرت عمرؓ وہ نہ ہوتے جسے ہم جانتے ہیں، اور ہم بھی وہ نہ ہوتے جو آج ہم ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی فتوحات اور دور حکومت کی طوالت کے لحاظ سے اتنے بڑے محسوس نہیں ہوتے جتنے حضرت عمرؓ ہیں۔ لیکن حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کی عظمت کا دار و مدار بڑی حد تک حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی کی ان خدمات پر ہے جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد امت کے ایک نہائت

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نازک وقت میں انجام دی ہیں۔

ادھر ہندوستان میں سانحہ بالاکوٹ اور جنگ آزادی میں شکست کے بعد جان کنی میں مبتلا حریت کے متوالوں، مسلمانوں کی عظمت کا خواب دیکھنے والوں، تندور میں تپنے والوں، صحرا کی تپش میں آبلہ پا بھٹکنے والوں اور مرکز ومحور سے محروم لوگوں کو بھی ایک شخص نے اپنے سایہ عاطفت میں لیا۔ انہیں ایک مرکز اور محور مہیا کیا۔ چراغ راہ کی صورت میں ان کے سامنے آیا اور ان کیلئے فکر وعمل کا رخ متعین کیا۔ تپتے ہوئے صحرا میں بھٹکتے ہوئے آبلہ پاؤں کے لئے تپش کو کم کیا۔ اس قوم کو اپنوں اور غیروں کی مخالفت کے تندور میں روسٹ ہونے سے بچایا۔ چکی کی لاٹھ کی طرح آزادی کے متوالوں کو ایک محور مہیا کیا۔ اور شب دیجور میں بھٹکتے ہوئے مسافروں کو قطب صاحب کی لاٹھ کے نواح میں ایک مینارہ نور مہیا کیا۔ جس نے سانحہ بالاکوٹ اور جنگ آزادی میں شکست کے اثرات سے دل شکستہ ہو جانے والی قوم کو مکمل تباہی سے بچا کر اور اس کی نشوونما کر کے اسے پھر سے اتنا زرخیز بنا دیا کہ اس مٹی نے سونا اگلنا شروع کر دیا اور یہاں کلام کے باپ اور ہند کے امام پیدا ہونے لگے۔ یہاں مشرق کے حکیم اور مملکتوں کے بانی پیدا ہونے لگے۔ یہ سب لوگ اور ان کے کارنامے ایک خاص معنی میں اسی طرح اہم ہیں جس طرح ایک وسیع تناظر میں حضرت عمر فاروقؓ کا نام اور مقام ہے۔ لیکن جس طرح حضرت عمرؓ کے کارناموں کی بنیاد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی محنت پر ہے اور جس طرح حضرت عمرؓ سے حضرت ابوبکرؓ بڑے ہیں اسی طرح ہند کے حکماء امت اور بانیان مملکت اور انقلاب کے اماموں سے وہ شخص بڑا ہے جس نے سانحہ بالاکوٹ کے بعد سہمی ہوئی بکری اور حواس باختہ قوم کو اپنی محنت سے اس قابل بنایا کہ وہ ایسی شخصیتوں کو جنم دے سکے جن کا ذکر ہم نے اشارۃً کیا ہے۔ یہ شخص اس جماعت کا قائد ہے جو انیسویں صدی کی اگر واحد نہیں تو اہم ترین سیاسی جماعت ضرور ہے اور جس نے بقول آغا شورش کاشمیری تحریک آزادی کی جدوجہد میں پونے دو لاکھ جانوں کا نذرانہ دیا ہے۔ تاریخ کی یہ بے مثال قربانی دینے والی جماعت اور اس کے قائد کا تذکرہ ہمارا آج کا موضوع تھا لیکن یہ موضوع بہت طویل ہے اور ہمارا آج کا وقت محدود ہے اس لئے آج قائد جماعت کے تذکرے پر ہی اکتفا کیا جارہا ہے جس کا نام نامی سید محمد نذیر حسینؒ ہے۔

سید نذیر حسینؒ ۱۲۲۰ھ موافق ۱۸۰۵ء صوبہ بہار کے ضلع منگیر کے قصبہ سورج گڈھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں پیدا ہوئے ۔ عمر کے سترھویں سال وطن چھوڑا اور پٹنہ کے محلّہ نمو ہیاں میں شاہ محمد حسینؒ کے مکان پر چھ ماہ ٹھہر کر ان سے پڑھتے رہے ۔ پھر ۱۲۳۷ھ میں دہلی روانہ ہوئے ۔ اثناءِ سفر میں کچھ روز غازی پور قیام کیا اور مولوی احمد علی چریا کوٹیؒ سے پڑھا ۔ وہاں سے بنارس گئے اور پھر دائرہ شاہ اجمل میں کچھ عرصہ فروکش رہے ۔ الہ آباد کے بعد ضلع فتح پور میں قیام کیا وہاں سے کان پور اور پھر فرخ آباد، پھول پور، تھانہ سکندرہ، تحصیل بھوگنی پور کے قلعہ کے اندر کچھ عرصہ قیام کیا ۔ یہ اسفار ایک سال کو محیط ہیں اور ۱۲۳۸ھ کے بعد ۱۳ رجب ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۸ء بروز بدھ آپ کے دہلی پہنچنے تک کچھ پتہ نہیں چلتا کہ آپ کہاں کہاں گئے اور کہاں کہاں وقت گذارا ۔ آپ کے تذکرہ نگار اس جانب کوئی اشارہ نہیں کرتے اور صرف آپ کی خدمات اور علمی مقام کا تذکرہ کر کے چپ ہو جاتے ہیں جیسا کہ شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

> پٹنہ میں مولانا سید احمد بریلوی کا وعظ سننے کے بعد آپ نے دہلی کا رخ کیا (۱۲۴۳ھ) اور مسلک ولی اللہی کے کئی بزرگوں سے استفادہ کیا ۔ حدیث کی تکمیل آپ نے شاہ محمد اسحاقؒ مہاجر مکی نبیرہ شاہ عبد العزیز دہلویؒ سے کی ۔ اور جب وہ مکہ معظّمہ ہجرت کر گئے تو آپ نے دہلی کی مسجد اورنگ آبادی میں حدیث اور تفسیر کا درس شروع کیا اور کوئی پچاس برس اس خدمت عظیمہ میں گذار دیئے ۔ شمالی ہندوستان کے اکثر علمائے اہلحدیث کا سلسلہ استناد آپ تک پہنچتا ہے اور اس لئے آپ کو شیخ الکل بھی کہتے ہیں ۔ ۸۱ ۔ ۱۲۸۰ھ میں جب انبالہ کا مشہور مقدمہ شروع ہوا جس میں علمائے صادق پور و دیگر اعیان و انصار اہل حدیث گرفتار ہوئے تو اس کی لپیٹ میں مولانا بھی آ گئے اور قریباً ایک سال تک راولپنڈی میں قید رہے ۔ اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آیا جب گورنمنٹ کو آپ کے علم و فضل کا احساس ہوا اور ۱۳۱۵ھ میں آپ کو شمس العلماء کا خطاب ملا ۔ لیکن آپ اس پر کوئی فخر نہ کرتے ۔ آپ کہا کرتے تھے کہ میں اس سے خوش ہوں کہ لوگ مجھے میاں صاحب یا نذیر کہتے ہیں اس سے میری درویشانہ طرز میں فرق نہیں آتا ۔
>
> (موج کوثر)

ناظرین ! سطحی نظر سے دیکھنے والوں کو سید نذیر حسینؒ ایک عام قسم کے مدرس نظر آتے ہیں جو دہلی میں ایک چھوٹی سی مسجد میں معمول کی درس و تدریس کی سرگرمیوں میں مصروف رہے ۔ آپ کی شخصیت میں بظاہر ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی کہ انہیں ایک بڑی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیاسی اور جہادی جماعت کا رہنما اور قائد کہا جا سکے۔ وہ کسی بڑے علمی گھرانے کے فرد بھی نہیں لگتے اور بعض لوگوں نے تو اس بات کو بھی مشکوک بنانے کی کوشش کی ہے کہ آپ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے شاگرد تھے۔

ناظرین! آیئے دیکھتے ہیں کہ اصل حقائق کیا ہیں؟ سید نذیر حسینؒ کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً سو سال عمر عطا فرمائی۔ وہ ۱۸۲۸ھ میں دہلی پہنچے اور آپ نے ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳، اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ انتقال فرمایا۔ یہ سارا عرصہ وہ پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہے۔ اور دہلی سے کبھی باہر نکلے تو بھی انہی کاموں میں مصروف رہے۔ حج کے لئے تشریف لے گئے، تو وہاں بھی یہی کام کرتے رہے۔ حکومت نے قید کر کے راولپنڈی میں بند کر دیا تو قفس میں بھی دبستان کھول دیا۔ وہاں بخاری شریف پڑھاتے اور قرآن کریم حفظ کراتے رہے۔ ایسے شخص نے اپنی زندگی کے پانچ چھ سال یوں ہی ضائع کر دیئے ہوں ہمیں کچھ عجیب سی بات محسوس ہوتی ہے۔

ناظرین! حضرت سید احمد بریلویؒ حضرت شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ کے ساتھ ۱۲۳۷ھ میں جب پٹنہ تشریف لے گئے تھے تو سید نذیر حسینؒ اس وقت پٹنہ میں ایک طالب علم کی حیثیت سے مقیم تھے۔ سید نذیر حسینؒ نے اس وقت حضرت سید احمد بریلویؒ سے شرف ملاقات حاصل کیا اور تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ آپ نے اس موقع پر شاہ اسماعیلؒ دہلوی کے وعظ بھی سنے۔ سید احمد بریلویؒ کا پٹنہ میں پندرہ روز قیام رہا اور یہی وہ موقع ہے کہ جب جناب ولایت علیؒ وغیرہ سید احمدؒ کے مرید ہوئے تھے۔ سید احمدؒ کے سب مریدوں کے نام تو تاریخ نے محفوظ نہیں کئے جب کہ حقیقت میں لاتعداد لوگ پٹنہ میں قیام کے خاص اس موقع پر بھی مرید ہوئے تھے۔ سید نذیر حسینؒ نے جب کہ سید احمد بریلویؒ سے ملاقات کی ہے اور شاہ اسماعیلؒ کے وعظ بھی اس موقع پر سنے ہیں تو یہ بات بعید از قیاس نہیں ہو سکتی کہ انہوں نے سید احمدؒ سے اس موقع پر بیعت بھی کر لی ہو۔ اس صورت میں سید نذیر حسینؒ، شاہ اسماعیل دہلویؒ اور مولانا ولائت علیؒ صادقپوری وغیرھم کے پیر بھائی بنتے ہیں۔ سید احمدؒ سے مریدی کے تعلق اور شاہ اسماعیلؒ اور جناب ولایت علیؒ سے پیر بھائی ہونے کے تعلق کی بات کو منظر عام پر لانا انگریزی دور کے دہلی میں حکومت کی ناک کے نیچے بیٹھ کر ان کے خلاف کام کرنے والے شخص کے لئے مناسب نہیں تھا۔ دیکھئے۔ جناب ولایت علیؒ سانحہ بالاکوٹ کے بعد ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ دہلی آئے تھے۔ دہلی میں انہوں نے کئی روز قیام فرمایا اور وہاں بادشاہ سے بھی ملاقات کی۔سید نذیر حسینؒ اور جناب ولایت علیؒ ایک دوسرے کو سید احمد بریلویؒ کے دورہ پٹنہ کے زمانے سے جانتے تھے۔ اور اب سید نذیر حسینؒ دہلی میں مسند درس و تدریس سجائے ہوئے تھے اور ان دنوں اس مقام پر تھے جس کا ذکر سر سید احمد خانؒ نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں یوں کیا ہے کہ سید نذیر حسینؒ علم و عرفان میں اپنے اقران سے بازی لے گئے ہیں۔ اس عالم میں جناب ولایت علیؒ دہلی آئیں اور اپنے پرانے شناسا سید نذیر حسینؒ سے ملنے کے لئے ان کے مدرسہ میں تشریف نہ لے جائیں۔ یا سید نذیر حسینؒ، جناب ولایت علی کی قیام گاہ پر ان سے ملنے کے لئے نہ جائیں۔ یہ باتیں قرین قیاس نہیں لگتیں۔لیکن کہیں بھی ان بزرگوں کی دہلی میں ملاقات کا تذکرہ نہیں ہے۔کیوں؟ اس لئے کہ دونوں ہی میدان جہاد میں مختلف طریق سے سرگرم تھے اور ان کا کھلے عام ایک دوسرے سے ملنا حکومت کو چوکنا کر سکتا تھا۔ ان کی ملاقات منظر عام پر ہوتی تو حکومت کو یہ ثابت کرنا مشکل نہ رہتا کہ سید نذیر حسینؒ مجاہدین کے آدمی ہیں۔ اس ثبوت کے بعد انہیں پھانسی پر چڑھانا یا کالا پانی بھجوا کر تحریک مجاہدین کو اس کے قائد سے محروم کرنا کوئی مشکل نہ رہتا۔

ناظرین! سید احمد بریلویؒ نے اپنے بعض مریدوں کو اپنے ساتھ رکھنے اور عملی جہاد میں شرکت کا موقع دینے کی بجائے تحریک کا کام کرنے کے لئے مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیا تھا۔ ان لوگوں کو آپ فرماتے تھے کہ میں تمہیں تخم کر کے فلاں علاقے کی طرف بھیج رہا ہوں۔ جاؤ اور وہاں تحریک کا کام کرو۔ ہوسکتا ہے کہ پٹنہ میں ملاقات کے بعد سید احمد بریلویؒ نے سید نذیر حسینؒ کو بھی تخم کر کے ادھر ادھر کام کے لئے بھیجا ہو۔ اور انگریزی عہد میں ان کے اس طرح کے کام سے نہ خود انہوں نے اور نہ ان کے شاگردوں اور سوانح نگاروں نے پردہ اٹھانا مناسب سمجھا ہو کہ ایسی باتوں کو اس دور میں افشا کرنا خلاف مصلحت تھا۔

ناظرین! لگتا ہے کہ سید نذیر حسینؒ اپنی زندگی کے ان پانچ سالوں میں جو نظر نہیں آتے، ہند میں جا بجا گھومتے رہے۔ لوگوں کو تحریک سے متعارف کراتے رہے۔ علاقائی دفاتر قائم کرتے رہے۔ دور و نزدیک کے دفاتر کو باہم مربوط کرتے رہے۔ اموال و رجال کی فراہمی کا بندوبست کرتے رہے۔ دیوانوں کی طرح جہاد کی آواز لگاتے رہے۔ تخم بوتے رہے۔ اور پانچ سال مسلسل یہ کام کر کے پھر دہلی پہنچ گئے اور وہاں یوں جم کے بیٹھے کہ قطب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا لفظ ان سے زیادہ شائد ہی کسی پر صادق آتا ہو۔ سردی ہو یا گرمی ۔ مخالفت ہو یا حمایت ۔ حکام ناراض ہوں یا خوش ۔ کوئی عزت کرے یا منہ پر گالیاں بکے ۔ وہ دہلی سے نہیں نکلے ۔ مرکز ہی میں بیٹھے رہے ۔ قطب چکی کی اس لاٹھ کو بھی کہتے ہیں جس کے گرد وہ پتھر گھومتا ہے جو گندم کو پیس کر آٹے میں تبدیل کرتا ہے ۔ اس لاٹھ کے بغیر پتھر گھوم نہیں سکتا اور چکی چل نہیں سکتی ۔ اور یہ لاٹھ اپنی جگہ چھوڑ دے تو پھر بھی چکی چل نہیں سکتی ۔ سید نذیر حسینؒ ،قطب صاحب کی لاٹھ کی طرح دہلی میں مجاہدین کے مدار المہام بن کر براجمان رہے ۔ اور مجاہدین کی چکی کا پتھر جو مسلمانوں کی روح کو توانائی عطا کرنے والی غذا تیار کر رہا تھا اس لاٹھ کے گرد گھومتا رہا۔

ناظرین ! جس طرح چکی کی لاٹھ خود حرکت نہیں کرتی اور ساکت و جامد رہتی ہے ۔ سید نذیر حسینؒ بھی ساکت و جامد نظر آتے رہے ۔ حکومت وقت کو شک ہی نہیں یقین تھا کہ یہ شخص وہ نہیں ہے جو نظر آتا ہے اس لئے اس نے آپ کو ساری عمر خفیہ پولیس کی نگرانی میں رکھا ۔ جیسا کہ ایک مجاہد آزادی جناب عبدالعزیز رحیم آبادیؒ کے والد چودھری احمد اللہؒ کا بیان ہے کہ:

> ہمیں (اپنے علاقے میں) شیخ الکل (سید نذیر حسینؒ) کی آمد کی اطلاع شیخ الکل کے پیغام یا خط سے نہیں ملتی تھی بلکہ جاسوسوں کی کثرت اور اپنے علاقہ میں انگریزوں کی شدید نگرانی اور ہر آمین بالجہر کہنے اور رفع الیدین کرنے والے کی داروگیر سے ہو جاتی تھی ۔

اتنی شدید نگرانی کے باوجود بھی کوئی بات ان کے خلاف ثابت نہیں ہوتی تھی جیسا کہ ڈاکٹر قیام الدین نے لکھا ہے کہ ایک سی آئی ڈی رپورٹ یہ ہے:

> ۱۸۸۰ء میں ڈھاکہ میں ایک شخص بدیع الزمان نے مختلف وہابی لوگوں کا ایک جلسہ کرانے کی کوشش کی تھی ۔ جس میں نذیر حسینؒ دہلوی بھی شامل تھے ۔ چونکہ وہ پولیس کی نگرانی میں تھے نذیر حسینؒ نے ڈھاکہ میں جلسہ کرنے سے اختلاف کیا ۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے دور دراز کا اندرونی علاقہ منتخب کرنے کی رائے دی ۔ ابراہیم نے مشورہ دیا کہ جلسہ مظفر پور کے قریب ایک گاؤں تاج پور میں کیا جائے ۔ جلسے میں کوئی تیس ہزار وہابی جمع ہوئے ۔ جلسے کا اصل مقصد یہ تھا کہ بغاوت پھیلانے کے لئے حکمت عملی تیار کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ (ہندوستان میں وہابی تحریک ۔ص ۳۳۴)

اور ڈاکٹر قیام الدین نے ایک اور رپورٹ یوں بیان کی ہے:

کمشنر پٹنہ کو اطلاع دی گئی کہ ممتاز وہابی لوگوں کا ایک جلسہ سراج گنج میں منعقد ہوا۔ جہاں نذیر حسین بھی اپنی بھانجی کی شادی میں شرکت کے بہانے گئے ہوئے تھے۔ اس تقریب نے وہابی لوگوں کے اجتماع کے لئے ایک آسان بہانہ مہیا کر دیا۔ سر برآوردہ حاضرین میں نذیر حسینؒ، محمد حسین بٹالویؒ، اور ابراہیم آرویؒ تھے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کا تعاون حاصل کیا جائے اور اس ملک کے دارالحرب ہونے کا اعلان کر دیا جائے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ سرحد پر وہابی ریاست کا ہندوستان سے رابطہ اور اعانت نسبتاً کمزور ہو گیا ہے اس لئے مزید رضا کار اور امداد کی ترسیل ہونی چاہیے۔ خفیہ اجلاس کی رپورٹ ملی اور مجسٹرٹ مولویوں کو اچانک جا لینے کے لئے جھپٹے۔ مگر وہ پکڑے نہ جا سکے اور نہ کوئی تحریر ہی برآمد ہوئی۔

ناظرین! جب سید نذیر حسینؒ قطبِ وقت بن کر دہلی میں وارد ہوئے تھے۔ اس وقت کا دہلی شہر اہل کمال کا مرکز تھا۔ علماء وقائدین کا مرکز تھا۔ لیکن جس طرح طلوع آفتاب ستاروں کی روشنی کو ماند کر دیتا ہے یہی حال دہلی کے اہل کمال کا ہوا۔ جب سید نذیر حسینؒ نے دہلی میں مسند سجائی تو وہاں سب ستارے ماند پڑ گئے۔ کچھ ادھر ادھر کھسک گئے۔ کوئی خیرآباد چلا گیا، کوئی رامپور، کسی نے سہارنپور میں خانقاہ سجالی اور کسی نے دیوبند میں درس کھول لیا۔ کوئی ہجرت کر کے مکہ معظّمہ چلا گیا اور کوئی مدینہ منورہ۔ اسلئے کہ دہلی میں اب کسی اور کا چراغ جلنا مشکل ہو گیا تھا۔

میں نے سید نذیر حسینؒ کو قطب کہہ دیا ہے۔ اگر واقعتاً یہ کوئی منصب ہے تو ہم ان کے صاحب کرامات ہونے کا ثبوت دینے کے لئے ادھر ادھر کے واقعات و روایات کا سہارا نہیں لیتے۔ اور نہ ہی خانقاہی قصے کہانیاں سناتے ہیں۔ وہ مجاہدین کے آدمی تھے اور ہمیں ان کے قطب ہونے کی شہادت بھی مجاہدین اور حکومت وقت کی باہمی کشمکش کی تاریخ ہی سے مل جاتی ہے۔ ہوا یہ کہ حکومت نے قطب وقت کو گرفتار کیا، اور راولپنڈی پہنچا دیا۔ وہاں تفتیش شروع ہوئی۔ قدرت کو یہ بات پسند نہیں آئی اور اس نے محکمہ تفتیش کے افسر اعلی ہی کو اٹھا لیا۔ مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ نے ۱۸ سال قید کاٹنے کے بعد جو کتاب کالا پانی کے نام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے لکھی ہے اس میں بتایا ہے کہ اس افسر کی موت کے بعد کسی اور کو اس محکمہ کا چارج لینے کی ہمت نہ ہوئی ۔ پھر وہ محکمہ ہی ٹوٹ گیا ۔ اور قطب وقت رہا ہو کر راولپنڈی سے واپس اپنی اصل جگہ دہلی پہنچ کر اپنی جماعت کی قیادت کرنے لگا ۔

ناظرین ! ہم سید نذیر حسین مرحوم کے علو مرتبت کے ثبوت میں خانقاہی قسم کے واقعات بیان کر کے کسی پر رعب نہیں جماتے ۔ ورنہ وہ بھی واقعہ ہے جو متحدہ ہندوستان کے محکمہ تعلیم کے ایک بڑے افسر ڈاکٹر محمد باقر اسسٹنٹ ڈائریکٹر آف ایجوکیشن صوبہ دہلی نے مولانا ابوالکلام آزادؒ سے خود سن کر بیان کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ مولانا آزاد کہنے لگے :

> آج کل کے معجزات کا میں قائل نہیں ۔ لیکن معروف ہے کہ اسی مسجد کے صحن میں مولانا نذیر حسینؒ درس دیا کرتے تھے جسے تم دیکھ آئے ہو ۔ گلی تنگ ہے ۔ سامنے کے مکان کی سب سے اوپر کی منزل سے ایک عورت روز کوڑا کرکٹ پھینک دیا کرتی تھی ۔ جس کا کچھ حصہ کبھی کبھی مسجد کے صحن میں بھی آ گرتا ۔ مولانا نذیر حسینؒ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا ۔ لیکن وہ عورت باز نہ آئی ۔ ایک دن مولانا نذیر حسینؒ درس دے رہے تھے کہ اس عورت نے یہی حرکت دہرائی ۔ مولانا نذیر حسینؒ نے مکان کی چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا ہم نے تمہیں روکا تھا لیکن تم باز نہیں آئیں ۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اسی روز وہ عورت کوڑا کرکٹ پھینکتے ہوئے اس کے ساتھ ہی گلی میں آ گرگری اور وہیں ڈھیر ہو گئی ۔
>
> (بزم ارجمنداں ۔ ص ۹۰ ۔ ۹۱)

ناظرین ! بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے شاگرد نہیں تھے اور اس طرح ان کا شاہ ولی اللہؒ کے گھرانے سے کوئی علمی یا فکری تعلق نہیں بنتا ۔ اس موضوع پر خوب بحث ہوتی رہی ہے ۔ لوگوں نے آپ کو کئی مرتبہ اس بحث میں الجھانے کی کوشش کی تھی کہ تو کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ تو دہلوی نہیں ہے ۔ دلی میں تیرا کیا کام؟ تو خاندان شاہ ولی اللہ کا شاگرد نہیں ہے ۔ تو شاہ اسحاقؒ کے سامنے شاگردوں کی طرح نہیں بیٹھا ۔ تیرے پاس شاہ اسحاقؒ کی عطا کردہ سند نہیں ہے ۔ تیرا شاہ ولی اللہ کی مسند پر کیا کام؟ میاں صاحب اپنے آپ کو اس بحث میں اس لئے الجھانا نہیں چاہتے تھے کہ کہیں حکومت وقت کو ان پر ہاتھ ڈالنے کا موقع نہ مل جائے کہ یہ شخص تو مجاہدین کا آدمی ہے ۔ (ہجرت حجاز سے پہلے کے) شاہ اسحاقؒ کی فکر کا آدمی ہے ۔ اور اس تعلق سے تحریک مجاہدین کا آدمی ہے ۔ اسے پکڑو اور اسے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ختم کرو ۔ سید نذیر حسینؒ زبان حال سے اپنے ناقدین سے کہتے تھے کہ درست ہے کہ شاہ اسحاق کا تلمیذ ہونا باعث فخر ہے لیکن میں نے تو ان سے بڑے بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کی ہوئی ہے ۔ مجھے تو شاہ اسحاقؒ کے بزرگوں کی جوتیاں بھی سیدھا کرنے کا موقع ملا ہے ۔ میں نے شاہ اسماعیلؒ کے وعظ بھی سنے ہیں اور حضرت سید احمدؒ سے بھی براہ راست فیض اٹھایا ہے ۔تم مجھے شاہ اسحاق محدثؒ ہی کی شاگردی پر محدود کیوں کرتے ہو ۔ ان کی سند دکھانے کا کیوں کہتے ہو ۔ کیا شاہ اسحاقؒ کی سند کے بغیر کسی کو دہلی میں مسند آرائی کا حق نہیں ہے؟ وہ زبان حال سے یہ بھی پوچھتے تھے کہ کیا امام شافعیؒ سے کسی نے سند دکھانے کو کہا تھا ۔ کیا امام ابوحنیفہؒ سے کسی نے سند دکھانے کو کہا ۔ اور کیا امام بخاریؒ کے پاس تحریری سند تھی، یا امام مالک کے پاس تھیؒ ۔ اور کیا یہ لوگ محدث نہ تھے؟ اور اگر انہیں بغیر سند دکھانے کے محض ان کے کام کی بنیاد پر تم محدث مانتے ہو تو آؤ:

میرے سامنے بیٹھو، میں پڑھاتا ہوں ۔ اور دیکھو کہ میں طریق محدثانہ رکھتا ہوں کہ نہیں

ناظرین! آپ جانتے ہی ہوں گے یہ بات آپ نے جناب قاسم نانوتویؒ، جناب رشید احمد گنگوہیؒ اور پیر مہر علی شاہؒ کے استاد جناب احمد علیؒ محشی بخاری سے فرمائی تھی ۔

ناظرین! پھر کہا جاتا ہے کہ سید نذیر حسین صاحب نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے دوران دہلی میں ایک زخمی انگریز عورت کی جان بچائی ۔ پہلے کئی ماہ تک اسے علاج کی غرض سے اپنے گھر میں چھپائے رکھا اور جب دہلی پر انگریزوں کا دوبارہ قبضہ ہو گیا تو اسے انگریزوں کو واپس کیا اور اس خدمت کے عوض انعام اور اسناد حاصل کیں جو انگریزوں سے ان کی وفاداری کا ثبوت ہیں ۔

ایسے اعتراضات تاریخ اور اس کے شعور اور تعلیمات اسلامیہ سے بے بہرہ ہونے کا ثبوت ہیں ۔ آپ کو یہ تو معلوم ہی ہو گا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ کے خاتمے پر جب ہندوستان میں مجاہدین آزادی کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو چوراہوں میں اور درختوں پر پھانسیاں نصب کر دی گئی تھیں کہ مجاہدین آزادی کو موت کے گھاٹ اتارا جائے ۔ تاہم آپ کو شائد یہ معلوم نہ ہو کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے اختتام پر سید نذیر حسینؒ کو بھی گرفتار کر کے دوسروں کے ساتھ کوتوالی بند کیا گیا تھا جہاں کے سب قیدیوں کو سلسلہ وار پھانسی دی جاناتھی ۔ وہاں ایک بخشی صاحب تھے جو پھانسی سے پہلے قیدیوں کی نشان دہی کرتے تھے کہ یہ کون ہے اور وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کون۔ جب سید نذیر حسینؒ صاحب کی باری آئی تو معلوم نہیں اس بخشی کے دل میں کیا آئی کہ اس نے کہہ دیا کہ یہ بے چارے بساطی لوگ ہیں۔ان کا جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہے (حیاۃ النذیر۔ص ۵ ۔۴۴)۔ یہ سن کر پھانسی کا حکم جاری کرنے والے افسر نے سید نذیر حسینؒ کو چھوڑ دیا اور اس طرح آپ کی جان بچی تھی۔

ناظرین! اس واقعہ کے دوران سید نذیر حسینؒ صاحب نے حکمرانوں کو یہ نہیں کہا کہ میں تو تمہارا آدمی ہوں، تمہارا وفادار ہوں، تمہارا محسن ہوں کہ میں نے تمہاری عورت کی جان بچا کر اور کئی مہینے اپنے گھر میں چھپا کر اس کا علاج کروایا ہے۔اور اس کی خاطر اپنی جان کو خطرے میں ڈالا ہے۔اور اب تم مجھے اپنے باغیوں میں شمار کرتے ہو؟

ناظرین! ایک عورت کی جان بچانے کا کام آپ نے خدا و رسول کے احکام کی تابعداری میں کیا تھا کہ عورتوں کو جنگ میں نقصان نہ پہنچایا جائے۔انہوں نے زخمی عورت کی تیمارداری احکام دین کے تحت کی تھی۔کسی کی مخالفت یا کسی سے وفاداری کے جذبے سے نہیں۔ نہ ہی انہوں نے یہ کام کر کے کسی پر احسان کیا تھا کیونکہ انہوں نے محض ایک فرض ادا کیا تھا اور اسی لئے انہوں نے اس زخمی عورت کو اپنی اہلیہ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اس کی خوب خدمت کرو کہ ایک زخمی عورت کی تیمارداری موجب خوشنودی خدا و رسول ہے۔

ناظرین! سید نذیر حسینؒ نے احکام دین پر عمل کرتے ہوئے ایک زخمی انگریز عورت کو اس وقت پناہ دی تھی جب دہلی پر شاہی افواج یعنی انگریزوں کے مخالفوں کا قبضہ تھا۔شاہی افواج ہر انگریز کو ختم کرنا چاہتی تھیں۔اس دور میں ان کے کسی فرد کو پناہ دینا انگریزوں سے کسی انعام کی امید پر نہیں ہوسکتا تھا۔ بلکہ ایسا کام اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔اور ہوا بھی یہی تھا کہ جب لوگوں کو شک ہوگیا کہ آپ کے ہاں کوئی انگریز عورت چھپی ہوئی ہے تو انہوں نے ہلڑ بازی کی جس کی خبر بادشاہ تک پہنچی اور بادشاہ نے شرپسندوں سے آپ کی گلوخلاصی کروانے کا حکم جاری کیا۔(۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ مؤلفہ عبداللطیف)

ناظرین! جب ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد انگریزوں کے قدم جم گئے تو اس زخمی عورت نے اپنے ساتھ ہونے والے حسن سلوک کی رپورٹ اپنے افسروں کو دی۔افسروں نے احسان مندی کے جذبے کے تحت سید نذیر حسینؒ کو اسناد عطا کیں۔آپ نے چونکہ یہ کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے کیا تھا اس لئے آپ نے ان اسناد اور انگریز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکام کے جذبات احسان مندی کو زمین، جائیداد یا جاگیر حاصل کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا۔آپ کو جو اسناد ملی تھیں وہ کسی میجر یا کرنل یا کلکٹر وغیرہ کے رینک کے لوگوں سے نہیں ملی تھیں ۔ وہ اسناد ۱۸۵۷ء کی برطانوی افواج کے دو جرنیلوں ، چیمبر لین اور برنارڈ کی طرف سے تھیں ۔انگریز سلطنت میں ان جرنیلوں کے رتبے کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ مغل بادشاہ پر جس فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا تھا اس میں کرنل اور میجر رینک تک ہی کے افراد شامل تھے ۔ میاں صاحب کو دو برطانوی جنرل اپنی قوم کی طرف سے احساس ممنونیت کی اسناد دیتے ہیں اوراس کے بعد میاں صاحب ۴۵ سال تک زندہ رہ کر دہلی میں کرائے کے مکان میں مرجاتے ہیں۔آپ نے ان اسناد کا حوالہ دے کر جائدادیں اور جاگیریں حاصل کرنے کے لئے حکام تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی ۔ مدرسہ کے نام پر بھی فنڈز اور جائیداد نہیں لی ۔ان اسناد کو انہوں نے زندگی میں صرف ایک بار استعمال کیا اور وہ بھی اللہ تعالی کی طرف سے عائد کردہ ایک فریضے کی ادائیگی کے لئے ۔ ہوا یہ تھا کہ جب آپ نے حج کا ارادہ کیا تو چونکہ معلوم تھا کہ حجاز میں مخالفین نے ہجرت کر کے ڈیرہ ڈالا ہوا ہے اور وہ لوگ وہاں تنگ کریں گے ۔تو ان کے شر سے بچنے کے لئے ایک عام ہندوستانی مسلمان کی طرح وہ اپنے وقت کے حکمرانوں کے پاس گئے کہ حجاز میں اپنے سفارتخانے سے مناسب تعاون حاصل کرسکیں ۔ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہ سکیں ۔ یہ دشمن کون تھے اوران دشمنوں نے ایذارسانی کی خاطر حجاز میں آپ کے ساتھ کیا کچھ کیا ؟ یہ ایک الگ موضوع ہے اور ہم اس موقع پر اس بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتے ۔

ناظرین ! سید نذیر حسین نے انگریز زخمی عورت کو پناہ دینے کے واقعہ کو اور پھر ملنے والی اسناد کو اپنی قید و بند اور تفتیش کے دوران بھی استعمال نہیں کیا۔آپ نے کسی تفتیش کرنے والے کو نہیں کہا کہ میں نے تو تمہاری قوم پر اس کے آڑے وقت میں احسان کیا ہے۔تمہاری ایک عورت کی حفاظت میں خود اپنی جان کا خطرہ مول لے کر اپنی وفاداری ثابت کی ہوئی ہے ۔اب تم میرے بارے میں کیا تحقیقات کر رہے ہو؟

اس واقعہ سے انگریزوں سے وفاداری کا ثبوت ملتا تو انگریز آپ کو گرفتار نہ کرتے ۔اور اگر آپ نے یہ کام اظہار وفاداری کے لئے کیا ہوتا تو آپ ان پینتالیس برسوں میں اس کا کہیں نہ کہیں ضرور ذکر کرتے جب آپ سی آئی ڈی کی نگرانی میں تھے ۔ جب انگریز آپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو شک کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ جب آپ کو گرفتار کیا گیا تھا۔ جب آپ کو راولپنڈی میں قید رکھا گیا تھا۔ اور جب آپ کو مزید تفتیش کے لئے پشاور پہنچانے کے احکام جاری کئے گئے تھے۔ لیکن آپ نے کبھی اس واقعے کا حوالہ تک نہیں دیا۔

ناظرین! یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ایک عام قسم کے مدرس تھے جسے ہند کی سیاسی صورتحال سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جن کی نظر حقائق پر نہیں ہے۔ اس دور سے متعلق لٹریچر کا مطالعہ کرنے سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ درس و تدریس کے پردے میں آپ ساٹھ سال تک دہلی میں بیٹھ کر تحریک مجاہدین کا کام کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ وہ مجاہدین کے آدمی تھے۔ ایک سیاسی جماعت کے قائد تھے جس کا کام سرحد میں انگریز سے جہاد کرنا تھا۔ اور ان کی اس طرح کی سرگرمیوں کا ریکارڈ اب منظر عام پر آ رہا ہے جیسا کہ ڈاکٹر قیام الدین نے لکھا ہے:

> نذیر حسینؒ کے گھر کی تلاشی میں بہت سے مشتبہ قسم کے خطوط نکلے۔ ان میں سے بعض معروف وہابی افراد جیسے جعفر تھانیسری اور مبارک علی عظیم آبادی کے نام تھے۔ ایک خط نذیر حسین کا لکھا ہوا سردار عبداللہ امیر المجاہدینؒ کے نام تھا۔ ریلی نے ضابطہ۳ فوجداری کے تحت ان کی گرفتاری کی سفارش کی ..حکومت پنجاب نے ان کو احتیاطی طور پر چھ مہینے کے لئے قید کر دینے کا حکم دیا' اور ' دسمبر ۱۸۶۵ء میں عبداللہ نے جو بیان راولپنڈی میں دیا اس کے مطابق نذیر حسینؒ دہلی میں وہابی افراد کے صدر تھے۔ راج محل کے ایک اور گواہ نے بھی شہادت دی کہ نذیر حسینؒ نے اس کو سرحد جانے پر آمادہ کیا۔
>
> (ہندوستان میں وہابی تحریک۔ ص ۳۱۵)

یہ نذیر حسینؒ جماعت مجاہدین کا قائد تھا۔ فقر غیور کے ساتھ دبدبہ اور تمکنت رکھتا تھا۔ اس کا بانکپن حاکموں کے سامنے بھی قائم رہا۔ اس کو تفتیش کے لئے گرفتار کیا گیا۔ جو ۱۸۶۰ کے عشرے میں ہوئی۔ تفتیش کرنے والوں نے پوچھا کہ تمہارے پاس اتنے خط کیوں آتے ہیں۔ کہنے لگا اس کا جواب خط لکھنے والوں سے لو کہ وہ مجھے خط کیوں لکھتے ہیں۔ تمہیں یا کسی اور کو کیوں نہیں لکھتے۔ مکتوب الیہ ہونا اگر جرم ہے تو تمہارے حکمران بڑے مجرم شمار ہوں گے کہ ان کو لکھے جانے والے خطوط پڑھنے کے لئے باقاعدہ محکمے بنائے جاتے ہیں۔ انہوں نے طنزاً یہ بھی فرمایا کہ مجھے زیادہ خط لکھے جانے کا ایک سبب یہ ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاک کا محصول کم رکھا ہے۔ محصول بڑھا دو خط کم ہو جائیں گے۔ تفتیش کرنے والے نے پوچھا کہ فلاں خط میں مکتوب نگار نے آپ کو نخبۃ الفکر ارسال کرنے کے لئے کہا ہے۔ یہ نخبۃ الفکر تم مجاہدوں کا کوئی کوڈ ورڈ لگتا ہے اس لئے اس کی حقیقت بتاؤ۔ حاناظرین! نخبۃ الفکر مجھے بھی کوڈ ورڈ ہی لگتا ہے کیونکہ یہ کوئی ایسی نادر و نایاب کتب میں سے نہیں ہے کہ مسند الوقت سے اس کے بھیجنے کی فرمائش کی جائے۔ تاہم آپ نے مخالف کا وار اسی پر الٹا دیا۔ اور فرمایا نخبۃ الفکر کیا توپ ہے؟ اور ساتھ ہی حکمرانوں کو درخواست دے دی کہ یہ کس نالائق اور جاہل شخص کو میری تفتیش پر لگا رکھا ہے جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ نخبۃ الفکر کسی توپ کا نام ہے یا کتاب کا۔ کسی پڑھے لکھے کو تفتیش کے کام پر لگایا ہوتا۔

ناظرین! اس طرح کے طرز عمل کی ایسے ہی قیدی سے توقع ہوسکتی ہے جسے تفتیش کرنے والوں کے ظلم و جبر کی ذرا بھی پرواہ نہ ہو، اور جو اپنا سر ہتھیلی پر لئے پھرتا ہو۔ حضرت میاں صاحب کا یہ طرز عمل آج کے دور کی باتیں نہیں ہیں جب جنیوا کنونشن موجود ہے۔ قیدیوں اور جنگی قیدیوں کے بھی حقوق ہیں اور جن کی خلاف ورزی پر عالمی عدالتوں میں مقدمے چلتے ہیں۔ ہیومن رائیٹس کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور کسی کے ساتھ ناروا سلوک کرنا بڑے تلخ نتائج کا حامل ہوسکتا ہے۔ یہ انیسویں صدی کے اس دور کی باتیں ہیں جب حکومت کا ظلم و جبر انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ جب وہ پھانسی گھروں میں تماش بین بن کر جایا کرتے تھے۔ جب قیدیوں اور مخالفوں کو وحشیانہ طریقوں سے اذیت دے کر مارا جاتا تھا اور ان کی آہوں سسکیوں اور چیخوں کو سن کر قہقہے لگائے جاتے تھے۔

ناظرین! اس کے کچھ عرصہ بعد ایک دور آیا جب بیسویں صدی کے شروع میں حاکموں کے طرز عمل میں ذرا نرمی آئی۔ مقامی لوگوں کی ایسوسی ایشنیں اور انجمنیں بننے لگیں۔ تہذیب و شائستگی کی باتیں ہونے لگیں۔ حالات نسبتاً بہتر ہونے لگے۔ لیکن اس وقت بھی یہ حال تھا کہ جب بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں مولانا محمود حسن مرحوم کو گرفتار کیا گیا تو مولانا حسین احمدؒ مدنی فرماتے ہیں:

> انگریز نے اس قدر پیش بندی کر رکھی تھی کہ سیاسیات کی طرف آنکھ اٹھانا سنہ ستاون کا سماں باندھتا تھا۔ آزادی اور انقلاب کا کوئی اگر خواب بھی دیکھ لیتا تھا تو پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ ہوم رول یا خود اختیاری حکومت کی خواہش بھی زبان پر لانا برق جہاں سوز سے زیادہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تباہ کن شمار کی جاتی تھی ۔ برطانوی تشددات اور مظالم کے ہونے نے اس قدر قلوب اور دماغوں کو متاثر کر رکھا تھا کہ بہت سے نفوس میں اللہ تعالی کا خوف اس قدر نہ پایا جاتا تھا جتنا کہ انگریز کا تھا۔خفیہ پولیس اور سی آئی ڈی میں ایسے ایسے لوگ کام کر رہے تھے کہ جن پر شبہ کرنا بھی بے دینی اور کفر سمجھا جا سکتا تھا۔چاروں طرف سی آئی ڈی کا جال بچھا ہوا تھا۔ (نقش حیات۔ج ۲۔ص ۵۵۲)

اس تحریر سے آپ کو محسوس ہو رہا ہوگا کہ حکومت وقت کے ظلم وستم کی حالت بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں کیا تھی ۔ اور جب اس نسبتاً نرمی کے دور میں سیاسیات کی طرف آنکھ اٹھانا سنہ ستاون کا سماں باندھتا تھا اور خوف سے لوگوں کے پتے پانی ہوتے تھے تو ۱۸۵۷ ء اور اس کے بعد کے ان عشروں میں جب کہ سید نذیر حسین ؒ اور ان کے ساتھی دہلی وغیرہ مقامات میں حاکموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تحریک جہاد چلا رہے تھے تو وہ وقت کتنا ہیبت ناک ہوگا اور ان لوگوں کا کیا دل گردہ ہوگا جو اس دور میں بھی کام کرتے رہے ۔ نہ ملک سے بھاگے اور نہ قوم کو اس کے حال پر چھوڑ کر حجروں اور خانقاہوں اور مدرسوں کے گوشہ ہائے عافیت میں چھپے۔

ناظرین ! دن کے وقت جب سورج اپنی روشنی بکھیر رہا ہو اور کسی نے بجلی کا بلب جلا رکھا ہو تو چلنے والے اس کا نوٹس لئے بغیر گذر جائیں گے ۔ اور جو نوٹس لے گا وہ شائد یہی کہے گا کہ یہ کون احمق ہے جو بجلی ضائع کر رہا ہے ۔ اور دن کے اجالے میں چراغ جلائے بیٹھا ہے ۔لیکن اندھیری رات ہو جب چاند اور ستارے بھی روٹھ کر بادلوں کے پیچھے چھپے ہوئے ہوں ۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا ہو ۔ سناٹا اتنا گہرا ہو کہ سوئی کے گرنے کی آواز بھی کانوں کو ایک دھماکے کی طرح لگے ۔ اس ماحول میں میلوں دور جلنے والہ بجلی کا قمقمہ ویرانوں میں بھٹکنے والے مسافر کو منزل کی جانب رہنمائی کرے گا ۔ گہری کھائیوں میں گرنے اور کانٹوں میں الجھنے سے بچا کر سوئے منزل گامزن کر دے گا ۔

جب خون صد ہزار انجم سے سحر پیدا ہو جائے ۔ سورج طلوع ہو کر چار دانگ عالم کو منور کر دے اور مسافر کی رفتار تیز کر کے اسے منزل پر پہنچا دے تو مسافر کو اس بات کا احساس کرنا ضروری ہے کہ اگر بجلی کا قمقمہ رات کی تاریکی میں رہنمائی کر کے اسے کھائیوں میں گرنے سے بچا نہ لیتا تو دن کے اجالے میں منزل کا منہ دیکھنا بھی اسے نصیب نہ ہوتا ۔ وہ رات کی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تاریکی میں کسی کھڈے کی نذر ہو چکا ہوتا۔ یا کسی درندے کا شکار بن چکا ہوتا۔ اور صبح کے وقت طلوع ہونے والہ یہ سورج اور اسکی روشنی اس کے لئے بے معنی ہوتی کہ اس کی تو دنیا ہی اندھیر ہو چکی ہوتی۔ اس کی تو قیامت قائم ہو چکی ہوتی۔ سورج کی روشنی سے مستفید ہونے کے لئے ضروری تھا کہ وہ رات کی گھمبیر تاریکی سے بچ نکلتا۔ ۱۸۳۱ء اور ۱۸۵۷ء کے سانحوں کے باعث تاریکی میں سرگرداں ہندوستان کی ملت اسلامیہ کا بچاؤ اسی قمقمے کی بدولت ہوا ہے جس کا نام سید نذیر حسینؒ ہے۔

ناظرین! آج ہم اس شخصیت کو تحریک آزادی کے ایک مجاہد کی حیثیت سے نہ جانتے ہیں اور نہ پیش کرتے ہیں۔ اسکے بالمقابل ہم نے چند ایسے بزرگوں کو تحریک آزادی کا ہیرو بنا رکھا ہے جو انیسویں صدی میں یا تو موجود ہی نہ تھے یا کسی شمار قطار میں نہ تھے اور بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں بھی ان کا ایسا کوئی کارنامہ نہیں ہے جس کے باعث ایک غیر جانبدار مورخ انہیں مجاہدین آزادی قرار دے سکے۔ ان بزرگوں نے ازخود تو حکومت وقت سے پنجہ آزمائی نہیں کی اور جب قدرت نے انہیں بیٹھے بٹھائے مجاہدین آزادی میں شمار ہونے کا موقع فراہم کیا تو یہ بزرگ استقامت دکھانے کی بجائے مقام رخصت پر چلے گئے تھے۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ جناب قاسم نانوتویؒ اور جناب رشید احمد گنگوہیؒ کے بارے میں جناب قمر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

> مولانا نانوتویؒ اس واقعہ ۱۸۵۷ء کے بعد تقریباً ۲۴ سال تک بقید حیات رہے اور حضرت مولانا رشید احمدؒ تو اس ہنگامہ کے ۵۰ سال بعد تک بقید حیات رہے مگر ان دونوں حضرات کا کسی ملکی اور سیاسی تحریک میں شرکت کرنا ثابت نہیں ہوتا (تذکرۃ الظفر ص ۳۴۱)

اور جناب محمود حسنؒ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں گرفتار ہوئے۔ ان کی گرفتاری کا باعث بعض لوگ جہاد آزادی میں ان کی شمولیت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز میں جو لوگ انگریز کے خلاف اعلانیہ یا در پردہ جدو جہد میں مصروف تھے انہوں نے جناب محمود حسنؒ کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ طرح دے گئے تھے جیسا کہ جناب ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں کہ ۱۹۱۴ء میں:

> حضرت مولانا محمود الحسنؒ سے میری ملاقات بھی دراصل اسی طلب وسعی کا نتیجہ تھی۔ انہوں نے پہلی ہی صحبت میں کامل اتفاق ظاہر فرمایا تھا اور معاملہ بالکل صاف ہو گیا تھا کہ وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس منصب (امارت شرعیہ) کو قبول کر لیں گے۔ اور ہندوستان میں نظم جماعت کے قیام کا اعلان کر دیا جائے گا۔ مگر افسوس کہ بعض زود رائے اشخاص کے مشورہ سے مولانا نے اچانک سفر حجاز کا ارادہ کر دیا اور میری کوئی منت سماجت بھی انہیں سفر سے باز نہ رکھ سکی۔

(خطبات ابوالکلام۔ص ۱۳۷)

ناظرین! جناب محمود حسن بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں گرفتار ہوئے۔ عزت کے ساتھ مالٹا نامی جزیرے میں رکھے گئے۔ ان پر یا ان کے کسی ساتھی پر وہ تشدد نہیں ہوا جو تحریک مجاہدین کے ادنی سے لے کر اعلی کارکنوں کے معاملے میں حکومت وقت کا معمول تھا۔ اس کے باوجود مالٹا کے اسیروں نے پہلے تو حکام سے شکائیتیں کیں کہ ہمیں کھانے میں گوشت کم ملتا ہے۔ گھی کی جگہ زیتون کا تیل کیوں دیا جاتا ہے۔ ہمیں جو سہولتیں حاصل ہیں وہ کم ہیں۔ ہمیں مزید سہولتیں دی جائیں۔ ہمیں مالٹا میں نہیں مصر میں رکھا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور جب ایک دفعہ قیامت کا ذکر چھڑ گیا تو کسی کی جوانی تک بات پہنچنا ہی تھی جو رہائی کی درخواستوں کی صورت میں سامنے آئی۔ رہائی کیلئے دی جانے والی یہ درخواستیں کسی ایک فرد کا کارنامہ نہیں تھا بلکہ اس میں اکابرین دارالعلوم دیوبند نے اجتماعی طور پر حصہ لیا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس کے باوجود ہوا کہ جناب محمود حسن کی گرفتاری کسی تحریک آزادی میں شمولیت کی بنا پر نہیں ہوئی تھی اور آپ کو گرفتار کروانے والے بھی اپنے ہی تھے اور گرفتاری کا باعث بھی ان اکابرین کے آپس کے ہی معاملات تھے۔ جیسا کہ ابوسلمان شاہ جہان پوری نے لکھا ہے:

ارباب اہتمام (دارالعلوم دیوبند) نے حضرت شیخ الہندؒ کے خلاف ریشہ دوانیاں کیں۔ حضرت کے متعلق حکومت کو اطلاعات فراہم کیں۔ حضرت کی گرفتاری کے لئے حکومت کو مشورہ دیا۔ شمس العلماء مولانا محمد احمد مہتمم دارالعلوم نے بہ ذات خود حضرت کے ساتھ دہلی تک کا حضرت کی مخبری کے لئے سفر کیا۔ اور اپنی مرید ڈاکٹر انصاری کی اہلیہ کے ذریعے جاسوسی کی۔ ڈاکٹر صاحب اور حضرت کی گفتگو کا موضوع اور تفصیلات معلوم کرنے کا اسے ذریعہ بنایا۔ عبدالاحد نامی شخص کو جاسوسی کے لئے حضرت شیخ کے ساتھ حجاز بھیجا۔ وہ واپس آیا تو حاصل شدہ معلومات سے ڈپٹی کلکٹر سہارن پور کے ذریعے گورنر یوپی کو مطلع کیا۔ دیوبند کے حالات اور حضرت شیخ الہند کی مصروفیات، مشاغل اور کارگذاریوں کے بارے میں ماہانہ رپورٹیں دی گئیں۔ اور نہائت مستعدی کے ساتھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انگریز کی وفا داری کا ایک ایک عمل بجا لا یا گیا۔ ان خدمات کے صلہ میں شمس العلماء کا خطاب پایا۔ نقد انعام جاگیر اور وظیفہ پایا۔ اور جب محسوس کیا کہ ان انعامات واعزاز کے ساتھ دار العلوم کا منصب اہتمام خطرے میں پڑ جائے گا اور دار العلوم کے خاموش ردعمل کا سامنا کرنا بھی مشکل ہوگا تو ریاست حیدر آباد دکن میں مفتی اعظم کے منصب پر فائز کر دیئے گئے۔ (مولانا سندھی اوران کے چند معاصر۔ص ۷۰۔۷۲)

ناظرین! جناب محمود حسنؒ کی رہائی کی کوششوں کی بات چل نکلی ہے اس لئے ہم آپ کو جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کی ایک تقریر سے وہ اقتباس بھی سنائے دیتے ہیں جو اس موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں جمعیت علماء ہند کا اجلاس جناب احمد سعید کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کا خطبہ استقبالیہ جناب امرتسریؒ نے پڑھا۔ اس خطبے میں جو اس وقت کے دیو بندی اکابرین کے رو برو پڑھا گیا تھا جناب امرتسری نے فرمایا کہ میں نے علماء کے ایک گذشتہ اجلاس میں تجویز پیش کی تھی کہ سیاسیات میں عوام کی مذہبی ضروریات کے پیش نظر علماء کی ایک جماعت بنائی جائے۔ یہ تجویز بعد میں دہلی کے ایک اجلاس علماء میں منظور ہوئی اور جمعیت علماء کا ایک خام سا ڈھانچہ تیار ہو گیا جس کے صدر جناب کفائت اللہؒ اور ناظم جناب احمد سعیدؒ مقرر ہوئے۔ یہ دونوں بزرگ بعد میں ایک مرتبہ امرتسر تشریف لائے (اور جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں کہ) ہم تینوں کی موجودگی میں جمعیت کے ایک اجلاس میں جناب محمود حسنؒ کے متعلق ایک ریزولیوشن پاس ہوئی جس کی تفصیل (بروایت جناب امرتسریؒ) یہ ہے:

حضرت ممدوح اگرچہ ان دنوں مالٹا میں اسیر فرنگ تھے تاہم اپنے شاگردوں کے پاس تشریف لا کر فرماتے تھے کہ بچو! میری رہائی کے لئے کوشش کرو۔ کیسے تشریف لاتے تھے؟ جیسے عرب کا شاعر جو جیل میں محبوس تھا اسی حالت میں اپنی محبوبہ کا وہاں پہنچ جانا بیان کرتا ہے

عجبت لمسرا ھا و انی تخلصت
لدی و باب السجن دونی مغلق

(اس کے رات کے وقت آنے پر مجھے تعجب ہے اور اس پر بھی کہ مجھ تک کیسے پہنچ گئی حالانکہ قید خانے کا دروازہ میرے سامنے بند ہے) اسی طرح حضرت موصوف تشریف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لاتے ہیں اور اپنے خادموں کو خواب غفلت سے بیدار فرماتے ہیں۔اس بیداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان اصحاب ثلاثہ میں سب سے پہلے یہ تجویز پاس ہوئی کہ حضرت ممدوح کی رہائی کے لئے وائسرائے کو تار کیا جائے۔تار کے خرچ کا اندازہ تین روپئے کیا گیا۔یہاں پہنچ کر میں بڑی مسرت کے ساتھ یہ بات ظاہر کرتا ہوں کیونکہ میں اس امر کو باعث عزت اور نجات جانتا ہوں کہ تار کا سارا خرچ میں نے ادا کیا۔ تقبّل اللّٰہ سعینا۔

ابوالوفا ثناءاللہ صدر مجلس استقبالیہ

ناظرین! جناب محمود حسنؒ کی رہائی کے لئے علماء دیوبند کی یہ کوششیں ۱۹۱۷ء کے وسط میں عروج پر تھیں اور انہوں نے کئی مہینوں کی کوشش کے بعد انگریز گورنر سے ملاقات کا وقت لیا اور نومبر ۱۹۱۷ء میں اس کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی۔اس کے علاوہ انہوں نے یکم نومبر کو جناب محمود حسنؒ کو مالٹا خطوط بھی لکھے جن میں بتایا کہ وہ ان کی رہائی کے لئے کیا کچھ کر رہے ہیں۔آج ہم آپ کو یہ داستان بھی سنائے دیتے ہیں اور اس کا آغاز جناب محمود حسن کے خط سے کرتے ہیں جو انہوں نے مالٹا سے منتظمین دارالعلوم دیوبند کے نام لکھا تھا۔یہ خط یوں ہے:

’برادران ومکرمانم رزقکم اللّٰہ خیراً

بندہ محمود سلام مسنون کے بعد عرض کرتا ہے۔آپ حضرات کے آٹھ نو خط جو غالباً سب ۲۳ محرم اور ۱، نومبر کے لکھے ہوئے تھے بندہ کو سب کے سب اب دو مارچ کو ملے اور یہ عذر کیا گیا کہ تمہارے یہ خطوط لندن گئے تھے۔وہاں سے اب واپس آئے۔اس لئے تاخیر ہوئی۔مسٹر برن صاحب غالباً ایک ہفتہ سے کم مالٹا میں قیام پذیر نہیں رہے۔اور اسی عرصہ میں انہوں نے مجھ سے اور میرے رفقا سے بیانات لئے۔اور سب نے انکے استفسارات کے جواب دیئے۔مگر صاحب موصوف نے حالات گذشتہ کے متعلق اکثر سوالات کئے تھے۔اسی کے مطابق جواب بھی دیئے گئے۔یہ امر جو آپ حضرات کے خطوط سے اب معلوم ہوا اس کا اصلاً تذکرہ نہیں آیا۔سو اس کا جواب آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں۔یہ اللہ کو معلوم ہے کہ آپ تلک کب اور کیوں کر پہنچے۔الغرض جو تاخیر ہوئی یا آئندہ ہو اس میں معذور ہوں۔میری طرف سے قصور نہیں۔

آپ حضرات کی جملہ تحریرات کا خلاصہ دو امر سمجھتا ہوں۔اول ہندوستان آنا منظور کرلوں

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

دوسرے وہاں پہنچ کر اپنے قدیمی مشاغل میں مصروف اور حسب طرز قدیم سیاسیات سے الگ تھلگ رہوں ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ میرے مخلص مجھ سے دریافت کرنے سے پہلے ہی ہز آنر سے میری نسبت ان امور کا وعدہ بھی کر چکے ہیں ۔ سو میرے مخلص جو میرے قدیم طرز و تعلقات سے واقف ہیں ان کو میرا صرف ہاں یا نعم کہہ دینا ان کے اطمینان کے لئے بالکل کافی ہے ۔ اسکی حاجت نہیں کہ طویل مضمون لکھوں ۔ مگر تغیرات کا ہجوم ہے اس لئے صرف اپنے مخلصین کے مزید اطمینان کے لئے اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ گو حد حزامت تک پہنچ چکا ہوں مگر اتنا خوب سمجھتا ہوں کہ دوستوں کا اس شان سے مجھ کو پھر ہندوستان بلانا اور میرے جملہ افعال کی کفالت کرنا باہم مترادف ہیں ۔ علی ھذا میرا ہندوستان کی مراجعت کو قبول کرنا اور اپنے احباب کے متعلق تمام ان کی خیر اندیشیوں کو اپنے سر لینا دونوں مساوی ہیں ۔ میں نے حاجت سے زائد لکھ دیا کیونکہ الحمد للہ میرے صحیح مخاطب ہیں ۔ یہ آپ حضرات کی جملہ تحریرات کا جواب ہے جو مجھ کو آپ کی پریشانی سے متاثر ہو کر دینا ضروری ہوا ۔

(شیخ الہند مولانا محمود حسن مؤلفہ ابوسلمان شاہ جہان پوری ۔ص ۸ ۔۱۲۶)

اس خط میں علماء دیوبند کے خطوط کا ذکر ہے جو انہوں نے یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو جناب محمود حسنؒ کو لکھے تھے اور جن کے جواب میں جناب محمود حسنؒ نے یہ خط دارالعلوم کے منتظموں (جناب محمد احمد اور جناب حبیب الرحمان ۔ دیکھئے کتاب مذکور ص ۱۶۷) کو لکھا تھا ۔ اسی دوران علماء دیوبند نے انگریز گورنر سے وقت لیکر جناب محمود حسنؒ کی رہائی کی درخواست پیش کردی ۔ یہ سرگزشت الرشید کے مدیر (سید اصغر حسین) کی زبانی پیش کی جاتی ہے جو انہوں نے رجب ۱۳۳۶ھ کے شمارے میں شائع کی تھی ۔ آپ لکھتے ہیں :

ہم علمائے دیوبند کے اس وفد کا حال اختصار کے ساتھ شائع کر چکے تھے جو ۶ نومبر ۱۹۱۷ء کو بمقام میرٹھ بحضور لاٹ صاحب بہادر صوبہ متحدہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ۔ اور جس نے مئودبانہ حضرت مولانا محمود حسن مدظلہم کے متعلق عرض کیا تھا اور حضور ممدوح نے بکمال تلطف امید افزا جواب دیا تھا ۔ ہم یہ بھی ظاہر کر چکے ہیں کہ وفد کے پیش کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے کئی ماہ پیشتر سے تحریک جاری تھی مگر حضور ممدوح کو کثرت اشغال کی وجہ سے قبل از ۶ نومبر اجازت حاضری وفد کا موقع نہ ملا ۔ اور یہ بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عرض کر چکے ہیں کہ وفد نے حضور ممدوح کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی تھی۔ ہم نتیجہ کے منتظر تھے اور اسی وجہ سے وفد کے متعلق صرف بغرض اطلاع اہل اسلام جن کے قلوب حضرت مولانا ممدوح کی نظر بندی سے بے چین تھے۔ اتنے ہی اعلان کو کافی سمجھا تھا کہ وفد نے حاضر ہو کر عرض کیا اور حضرت ممدوح نے حوصلہ افزا جواب عطا فرمایا۔ اور باوجود تقاضائے ہمدردان اس تحریر کو شائع نہ کیا تھا۔ لیکن باوجود انتظار شدید اب تک نتیجہ کا ظہور نہیں ہوا۔ ادھر اکثر حضرات ہم سے اس تحریر کی نقل طلب کرتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس قدر کثرت کے ساتھ نقول کا بھیجنا سہل نہیں ہے۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس تحریر کو طبع کر کے شائع کر دیا جائے۔ اس تحریر کو دیکھ کر وہ حضرات بھی اپنا اطمینان فرمالیں جن کو بعض روایات غلط کی بنا پر یا بعض اپنے تخیلات ذاتی سے یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ وفد علماء نے حضرت مولانا کے مجرم ہونے کو تسلیم کر کے درخواست ترحم پیش کی تھی۔ تحریر خود اپنے مضمون کو بتلاتی ہے۔ اور زبانی بھی جو عرض کیا گیا تھا وہ یہی تھا کہ مولانا کی طرف جو خیالات منسوب کئے جاتے ہیں مولانا کا یہ طریقہ کبھی نہیں ہوا۔ اور اسی کی تائید میں حضرت مولانا کے قلم کا لکھا ہوا فتوی دکھلا چکے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تحریراً وتقریراً ادب حکومت کو ملحوظ رکھ کر عرض کیا گیا تھا۔ اور اسی طریقہ کو ہم نے پسند کیا

اس نوٹ کے بعد مدیر الرشید نے لاٹ صاحب کو پیش کی جانے والی عرضداشت نقل فرمائی ہے جو یوں ہے:

بحضور جناب معلیٰ القاب ہز آنر سر جیمز اسکار جی میسٹن صاحب بہادر
کے سی ایس آئی لفٹنٹ گورنر مما لک متحدہ آگرہ و اودھ

حضور والا! ہم چند خدام دارالعلوم دیو بند بحیثیت ایک خالص مذہبی جماعت کی مرکزی نمائندگی کے آج ایک ایسے اہم مسئلہ کی طرف ہز آنر کی توجہ گرامی منعطف کرانا چاہتے ہیں۔ جو اپنی بعض سیاسی حیثیات سے اگر چہ ہمارے دائرہ بحث کے اندر داخل نہ ہو۔ لیکن اسکا وہ مذہبی پہلو جس کا تعلق دار العلوم سے اور دارالعلوم کی کارکن جماعت سے اور دارالعلوم کی مدد کرنے والے عام مسلمانوں سے ہے۔ کسی وقت بھی نظر انداز نہیں ہوسکتا

حضور والا! ہم اپنی اسی فطری سادگی اور صفائی کی راہ سے (جس نے ایک دور از تکلف مذہب کے سایہ میں تربیت پائی ہے۔ اور جس کو ہز آنر کی مہربانی سے گورنمنٹ کے عمل نے بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آج تک مرہون ضوابط نہیں بنایا) اس وقت جو نہایت مئودبانہ گزارش کریں گے۔ ممکن ہے کہ وہ حالات حاضرہ پر نظر کرتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے ہزآنر کے یا گورنمنٹ کے بعض دوسرے اعلیٰ حکام کے مزاج کو منغض بنا دے لیکن سچ یہ ہے (اور سچ ہی ہمیشہ ہم کو کہنا چاہیے) کہ حالات حاضرہ ہی وہ چیزیں ہیں جنہوں نے ہم کو ایک ایسے معاملہ میں دخل دینے کی ہدایت کی ہے۔ جس میں اگر ہم کامیاب ہو جائیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مسلمانان ہند کے واحد مذہبی مرکز کا سب سے بڑا اعزاز اور ہندوستان کی عام پبلک کے حق میں نہایت ہی تسکین واطمینان کا باعث اور خود حکام گورنمنٹ کیلئے بھی بجائے اس وقتی تکدر کے بڑی حد تک حقیقی راحت وسہولت حاصل ہونیکی ضمانت اور اس کی مدبرانہ حکمت عملی کا جس سے کہ عام اہل اسلام کے قلوب مسخر ہو جائیں ایک گہرا ثبوت ہوگا۔

ہماری جماعت کے محسن شفیق ہزآنر سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ حضرت مولانا محمود حسن مدرس کی غیر متوقع نظر بندی سے (خواہ وہ گورنمنٹ کے نزدیک کیسی ہی قوی دلیل پر مبنی ہو) دارالعلوم کی اجتماعی حالت کو ایک صدمہ عظیم برداشت کرنا پڑا ہے۔ اور اب بار بار ان کی رہائی کی امیدیں قائم کرتے رہنے کے بعد دارالعلوم کے دوست اور اس کے کثیر التعداد مستفیدین ان کی طویل مفارقت سے نہایت ہی بے چین اور شکستہ خاطر ہو کر دارالعلوم کی مرکزی حیثیت اور اس کے سالار قافلہ شمس العلماء مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے رسوخ و وجاہت خداداد سے اپنی آخری امید وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ جس میں اولاً خدا کی رحمت اور ثانیاً ہزآنر کی عنایات خاصہ سے توقع ہے کہ وہ مایوس نہ کئے جائیں گے.....

حضور والا! تیس چالیس برس کے کامل تجربے کے بعد ہم کو یہ کہنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب ساری عمر تمام جماعت دیوبند ہی کی طرح سیاسی الجھنوں سے الگ تھلگ رہے۔ نہ تو وہ کوئی وطن پرست آدمی ہیں اور نہ قوم پرست بلکہ ایک سچے خدا پرست انسان ہیں۔ اور انسان جب تک انسان ہے سہو ونسیان اور غلط فہمی کا شکار ہوسکتا ہے لیکن ایک پاکباز انسان بدنیت نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے ہمارے واسطے اپنے سابق چہل سالہ تجربہ اور حضرت مولانا کے قلم کی لکھی ہوئی بعض تحریروں پر نظر کرتے ہوئے گورنمنٹ صوبہ جات متحدہ کا یہ اعلان کہ' تحریری اور دوسری قسم کی شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا محمود حسن صاحب نے ہزمیجسٹی ملک معظم کے دشمنوں کو ان کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فوجی تجاویز میں مدد دی ' اگرچہ نہائت حیرت انگیز اور رنج دہ ہے ۔لیکن جبکہ ان تحریری اور دوسری قسم کی شہادتوں سے واقف ہونے اور ان کو پرکھنے کا ہمارے لئے کوئی موقع نہیں ہے ۔تو ہم راستہ کومختصر کرنے کے لئے صرف اسی قدر گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ اگر مولانا ممدوح کی آواز گورنمنٹ کے کانوں میں چند سیاسی لوگوں کی آواز کے ساتھ ملتبس ہوکر پہنچی ہے تب بھی وہ از راہ کرم گستری و رعایا نوازی ایک ایسی شخصیت کے آزاد کرنے میں دریغ نہ کرے جس کی آزادی سے ایک عظیم الشان جماعت اسلام کے جذبات اسیر احسان ہو جائیں گے اور دارالعلوم کے در و دیوار میں سے عمیق شکر گذاری کا ایک ایسا ابلتا ہوا جوش نظر آئے گا جو شاید اس سے پہلے کبھی نظر نہ آیا ہو۔

ہم کو ہز آنر کے ان وسیع اخلاق و الطاف سے جو آج تک ہماری جماعت کی نسبت کام فرمائے گئے ہیں ۔کامل یقین ہے کہ ہماری یہ عرضداشت بے اثر نہیں جائیگی ۔ اور ہز آنر کوئی مہربانی اس معاملہ میں اٹھا کر نہیں رکھیں گے ۔آ خیر میں ہم سمع خراشی کی معافی چاہتے ہیں ۔ دعائے کامیابی وفلاح پر اس ناچیز تحریر کو ختم کرتے ہیں ۔

ہم ہیں آپ کے صادق خیر اندیش اور وفا کیش : علمائے دیوبند ۱۸ ۔محرم ۱۳۳۶ ھ ۔

۶ ۔نومبر ۱۹۱۷ء ۔ (الرشید، دیوبند، رجب ۱۳۳۶ھ)

ناظرین ! اس عرضداشت میں ۱۹۱۷ء کے دیو بندی اکابرین نے خود کو انگریزوں کے خیر خواہ اور وفا کیش قرار دیا تھا اور انگریز حاکم کو اپنا محسن اور شفیق گردانا تھا ۔اور ۱۸۷۷ء سے ۱۹۱۷ء کے چالیس برسوں میں پوری دیوبندی جماعت اور جناب محمود حسنؒ کو ہر طرح کی سیاسی سرگرمیوں اور الجھنوں سے الگ تھلگ بھی قرار دیا تھا ۔جس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ ان چالیس برسوں میں کسی دیوبندی بزرگ نے تحریک آزادی یا کسی اور سیاسی تحریک میں کام نہیں کیا ۔ یہ عرضداشت پڑھنے کے بعد تحریک مجاہدین اور سید نذیر حسینؒ کے آج کے ناقدین اگر اپنے آپ کو عرق ندامت میں غرق کرلیں تو شائد ان کے بزرگوں کے ملی گناہوں کے کفارے کی کوئی صورت نکل آئے ۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری نے لکھا ہے کہ جناب محمود حسنؒ اور مسلم یونیورسٹی کے آفتاب احمد خان کے درمیان :

معاہدہ طے پایا کہ دارالعلوم (دیوبند) کے طلباء علی گڈھ جائیں ..اور علی گڈھ کے فارغ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

التحصیل دیوبند آئیں گے ..اس معاہدے کے تحت جو پہلا طالب علم انیس احمد دیوبند آیا وہ سی آئی ڈی کا شخص تھا ...لیکن اس شخص کے اعمال کے لئے علی گڈھ کو الزام نہیں دیا جاسکتا۔ (کیونکہ) اگر علی گڈھ کے ایک طالب علم نے انگریز کے لئے جاسوسی کا فریضہ انجام دیا تھا تو دارالعلوم کے محترم مہتمم اس سے زیادہ گھٹیا انداز میں جاسوسی اور رپورٹنگ کے ذریعے یہی خدمت انجام دے رہے تھے ..سی آئی ڈی کی ملازمت کو تو کسی نے حرام قرارنہیں دیا..لیکن شمس العلماء حافظ محمد احمد کی خفیہ خبر رسانی کی حرکات خفیفہ کا کیا جواز تھا ..انہوں نے شرمناک اخلاقی اور قومی جرم کیا تھا۔ اتنا بڑا جرم کہ قاسمی، عثمانی یا فاروقی، تھانوی خاندان اور کراچی اور لاہور کے کسی دارالعلوم یا جامعہ کا کوئی مفتی بھی آج تک اس کے جواز کا فتوی نہیں دے سکتا۔ (مولانا سندھی اوران کے چند معاصر۔ص ۹۵۔۹۶)

اور ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں:

افسوس انہیں اس وقت شرم نہ آئی جب قاسمی غیرت اور حمیت ملی کو گورنر یوپی کے حضور میں سپاسنامہ پیش کر کے اور کتب خانہ دارالعلوم کے خلوت کدے میں خوشامدانہ جذبات پیش کر کے لٹا رہے تھے۔اور گورنر انکے چہروں پر ایک نظر حقارت ڈال کر مسکرا رہا تھا۔

(مولانا سندھی اوران کے چند معاصر۔ص ۱۰۱)

ناظرین! ان بزرگوں نے نظر حقارت کی پرواہ نہیں کی کیونکہ کانٹوں کے ساتھ مفادات اور جاگیروں کی صورت میں انگریز حکمران ان بزرگوں کی جھولی میں پھول بھی تو پھینک رہے تھے۔ یہ اکابرین نظر حقارت سے صرف نظر کر کے مفادات اکٹھے کئے جا رہے تھے۔اور جب کسی نے انہیں انگریزوں کی چاپلوسی پر شرم دلانے کی کوشش کی تو غلطیوں کی معافی مانگنے اور جاگیریں واپس کرنے کی بجائے انہوں نے پوری ڈھٹائی کے ساتھ اپنے دیگر بزرگوں کے بعض سربستہ رازوں سے بھی پردہ اٹھا دیا اور کہا کہ جب حمام میں سبھی ننگے ہیں تو ہماری عریانی پر ہمیں طعنے دینے والے تم کون ہوتے ہو۔ ۶ جنوری ۱۹۰۵ء کے روز سر جیمس لاٹوش دیوبند آئے تھے۔اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے جناب محمد احمد کے ایک ساتھی جناب شبیر احمد عثمانیؒ ایک طعنہ زن کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

۶ جنوری ۱۹۰۵ء کو آپ ہی کے الفاظ میں دارالعلماء والمتوکلین میں سرجیمس لاٹوش کا نزول اجلال مولانا احمد صاحب کی سرگرمی درمیانی حضرات کی جدوجہد اوراس کے تمام

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کلیات و جزئیات کا مرقع مدرسہ کے اندر عقیدت مندانہ انتظامات دو رویہ جھنڈیوں کا تسلسل واردین وزائرین کا شدالرحال جو کچھ دیکھا گیا وہ اس سے ہرگز کم نہ تھا جو آپ کے زہری اور سالم وغیرہ نے یکم مارچ 1915ء کو دیکھا۔ مگر حیرت ہے کہ اس وقت کسی نے اس پر کوئی نکتہ چینی کی اور نہ کوئی پیشین گوئی۔ اور اگر آپ اپنے زہری اور سالم سے دریافت کریں گے تو شائد یہ انکشاف بھی آپ کے لئے مشکل نہ ہوگا کہ ۱۹۰۵ء میں جو کچھ پیش آیا اس میں سب سے زیادہ قطب الوقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا دست کرامت کام کر رہا تھا۔ اور اس سے بھی کیا کم کہ حضرت رحمۃ اللہ اور آپ کے زہری وسالم سب اس کے نظم ونسق میں حصہ دار تھے.. بلکہ اس سے بھی زیادہ اگر دور بینی سے کام لیا جائے تو یوں کہا جائے کہ مولانا محمد احمد کے اس فعل کی داغ بیل مہتمم سابق حضرت مولانا رفیع الدین صاحب اپنے زمانے میں لگا چکے تھے۔ جب کہ ان کے عہد میں آرڈن صاحب کلکٹر سہارنپور مدرسہ میں مدعو کئے گئے اور خاص صدر مدرس صاحب کی درس گاہ حدیث میں ان کی نشست کی جگہ ان کی کرسی اور میز لگائی گئی۔ سپاس نامہ پیش ہوا اور مہتمم صاحب مع ممبران مدرسہ مودب کھڑے رہے.. آج اسی قسم کے واقعات پر مولانا محمد احمد صاحب کو کیوں مطعون اور ملام ٹھہرایا جا سکتا ہے؟ ...میں چاہتا ہوں کہ اس جگہ بطور نمونہ ۱۹۰۵ء کے ایڈریس اور اسپیچ کے چند اقتباسات ..نقل کردوں۔ ناظرین ان کو تعمق کی نگاہ سے دیکھیں اور معلوم کریں کہ موجودہ زمانہ کی نزاکت کو خیال کرتے ہوئے مولانا محمد احمد صاحب کی عقیدت کیشی حضرت مولانا رشید احمد کی عقیدت کیشی سے کیا واقعی بڑھی ہوئی ہے۔ ۱۹۰۵ء کی ایڈریس کا یہ فقرہ ملاحظہ ہو کہ 'مسلمانوں کو علوم مروجہ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے اعلیٰ اور پاکیزہ اصول صبر وقناعت راست بازی استقلال توکل دیانتداری اطاعت وفرمانبرداری اولی الامر وفرمانروائے وقت کی عملی تعلیم بھی اس طرح دی جاتی ہے کہ یہ اخلاق ان میں راسخ ہوکر طبیعت ثانیہ اور جزو لاینفک بن جاتے ہیں۔ جو طالب علم اس مدرسہ سے نکلتا ہے وہ اپنی علمی عملی اور اخلاقی حالت سے ایسا رہنما ہوتا ہے کہ جہاں جاتا ہے علم مذہب کے ساتھ ان اوصاف کو بھی پھیلاتا ہے۔ یہ اسی تعلیم کا اثر ہے کہ یہاں کے تعلیم یافتہ باوجود مذہب کے پابند بلکہ ہادی اور پیشوا ہونے کے اپنی گورنمنٹ کی وفاداری اور اطاعت میں ایسے ثابت قدم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں کہ آج تک کسی ایسے پولیٹیکل معاملہ میں جس میں کچھ بھی بو خلاف منشاء گورنمنٹ پائی جاتی ہو شریک نہیں سنے گئے..... یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ آج تک کبھی یہ نہیں سنا کہ اس دار العلوم کے کسی فیض یافتہ نے کسی نا مناسب نزاعی یا سیاسی معاملہ میں حصہ لیا ہو..

حضور والا! دار العلوم نے اپنے مذکورہ بالا مستحکم اصول کو اپنا نصب العین بنا کر اب تک اپنی معتدل خاموش اور نا قابل تزلزل رفتار میں گورنمنٹ عالیہ کے ساتھ نہائت راست بازی اور صدق و دیانت سے اعلی وفادارانہ معاملہ کیا ہے۔ اس نے گورنمنٹ کی اطاعت اور اس کے احکام کی تعمیل کو لازمی سمجھا ہے۔ وہ اور اس کے ارکان کبھی گورنمنٹ کی مشکلات میں اضافہ کا سبب نہیں بنے۔ نہ اس نے کبھی اس کا اقدام کیا کہ خلاف واقع یا خلاف دیانت وراست بازی کوئی بات قوم یا گورنمنٹ عالیہ کے روبرو پیش کرے۔ اس نے ہر موقعہ پر اعتدال وسکون کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی کوشش کی ہے کہ اپنی وفاداری کا ایسے پیرایہ میں یقین دلائے کہ اندر سے خود اس کا ضمیر اس پر نفرین نہ کرے بلکہ جتنی بات وہ منہ سے نکالے اپنے خدا اور رسول کا فرمودہ سمجھ کر نکالے۔

(مولانا سندھی اور ان کے چند معاصر۔ ص۔ ۱۹۶۔ ۲۰۰)

اور ناظرین! جناب شبیر احمد عثمانیؒ کی اس تحریر میں بتایا گیا ہے کہ جناب رشید احمد گنگوہیؒ انگریزوں کے بارے میں عقیدت مندانہ قسم کے جذبات رکھتے تھے۔ ان سے وفاداری کا اظہار فرماتے تھے۔ جناب رفیع الدینؒ بھی انگریزوں کی خوش آمد کرتے تھے اور صدر مدرس کے کمرہ میں انگریز حاکم کے لئے کرسی رکھی گئی۔ جناب رفیع الدینؒ اور ان کے دور کے صدر مدرس خوش آمدی انداز میں ان کے رو برو کھڑے ہوئے اور یہ کہ دار العلوم دیو بند اپنے طالب علموں کو انگریزوں سے وفاداری اور ان کی اطاعت کی تعلیم دیتا رہا اور یہ کہ دار العلوم کے کسی فارغ التحصیل نے کبھی بھی ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے حکومت کے لئے مسائل پیدا ہوں یا جن سے حکومت کی عدم خوشنودی کی بو آئے اور یہ کہ انگریز حاکم اولوالامر تھے۔ شائد آپ یہ کہیں گے کہ یہ سب پرانی باتیں ہیں۔ اس لئے ہم آپ کو دور حاضر کے ایک بڑے عالم کی عبارت بھی سنائے دیتے ہیں یہ جناب اسعد مدنیؒ ہیں جو جناب قاری محمد طیبؒ مہتمم دار العلوم دیو بند کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

'ارباب اہتمام کے معتمد مولانا مناظر احسن گیلانیؒ رقم طراز ہیں ۔ اللہ اللہ وہ کتنی کڑی اور سخت گھڑی تھی جب حکومت قائمہ (برطانیہ) کی طرف سے حضرت مفتی محمد احمد صاحب کے نام یہ فرمان مدرسہ آیا کہ نہری علاقہ میں زمین کا ایک بڑا سرسبز شاداب رقبہ آپکی خدمت میں پیش کرتی ہے ۔ شائد سینکڑوں ہی ایکڑ یا بیگھہ پر حکومت کا یہ موہوبہ رقبہ مشتمل تھا ۔ مشورے کی اس مجلس میں جس میں حکومت کا یہ فرمان غور وغوض کے لئے پیش ہوا اس فقیر (مناظر احسن) کو بھی بلا کر شریک کر لیا گیا تھا قبول کیا جائے یا نہ قبول کیا جائے ۔ اس پر دیر تک بحث ہوتی رہی ۔ آخر میں طے یہی ہوا کہ قبول کرنے کی صورت میں مدرسہ کے اہتمام کا رشتہ حافظ صاحب مرحوم کو منقطع کر دینا پڑے گا ۔ (ماہنامہ دار العلوم شوال ۱۳۷۲ھ) چونکہ اس عطیہ برطانوی کو قبول کر لینے کی صورت میں دار العلوم کا اقتدار و اہتمام جا رہا تھا جیسا کہ شریک مجلس مولانا گیلانی مرحوم اطلاع دے رہے ہیں ۔ اس لئے ایک وفد صورت حال کی نزاکت سے حکومت کو آگاہ کرنے کے لئے روانہ ہوا ۔ چنانچہ حکومت نے ایک ایسی خوبصورت راہ نکال دی کہ عطیہ شاہی سے فیض یابی بھی ہوتی رہے اور دار العلوم کے اہتمام پر بھی آنچ نہ آئے ۔ یعنی حکومت کے اشارے پر نظام حیدر آباد نے مفتی اعظم کے منصب کو تفویض کر کے اچھی خاصی رقم بنام وظیفہ جاری کر دی جو آج کل کے بیسیوں ہزار پر بھاری تھی ۔ اور گھر کے ہر فرد کو پچاس پچاس روپئے کا عطیہ مزید برآں ۔ (مولانا سندھی اوران کے چند معاصر ۔ ص ۱۸۲)

اس کے بعد جناب اسعدؒ مدنی لکھتے ہیں :

ارباب اہتمام (مدرسہ دیوبند) حکومت سے وفاداری جتانے کے لئے گورنر کو دعوتیں دے کر ان کی مدح اور ستائش میں قصیدے اور ایڈریس پیش کر رہے تھے اور اس کے صلہ میں عطیات و خطابات سے نوازے جا رہے تھے اور اس پر دعوی یہ ہے کہ انہوں (ارباب اہتمام) نے صرف جنگ آزادی میں حصہ ہی نہیں لیا بلکہ دوسروں کو بھی حصہ دار بنایا ۔ (مولانا سندھی اوران کے چند معاصر ص ۱۸۳)

ناظرین! انگریز حکمرانوں کی چاپلوسی کرنے ، انہیں سپاسنامے پیش کرنے ، اور ان سے مراعات حاصل کرنے کی پالیسی علماء دیوبند کی کوئی ہنگامی یا اضطراری اور وقتی پالیسی نہ تھی ۔ یہ پالیسی سوچ سمجھ کر اختیار کی گئی تھی اور مدتوں اس پر عمل ہوتا رہا ۔ پالیسی کے اس تسلسل کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک کڑی وہ سپاسنامہ ہے جو گورنر یوپی سرجیمس مسٹن کے حضور علماء دیوبند نے ۲۷ ستمبر ۱۹۱۵ء کو پیش فرمایا تھا۔اس سپاسنامے میں کہا گیا ہے:

' ہم نمائندے ہیں ہندوستان میں قائم واحد اسلامی مرکز کے جس کا کوئی ثانی نہیں اور ہم باوجود ہر قسم کی تخریبی کوششوں اور بدبختانہ کارروائیوں کے نہائت ثابت قدمی اور استقلال سے اس کی قدیم پالیسی پر اسے چلا رہے ہیں۔ یور آنر کی خدمت میں اور ان کے توسط سے ہندوستان کے حکمران ہز ایکسیلینسی وائسرائے کی خدمت میں مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کو شمس العلماء کا خطاب اور خصوصی سند مرحمت فرمانے پر جو کہ علماء کی عزت افزائی اور شاہی عطایا کی روایات کا نمونہ ہے اپنے پرخلوص قلبی جذبات تشکر کا اظہار کرتے ہیں۔..خدا کی مرضی کے مطابق ہمارے موجودہ حکمران اگر ہمیں کوئی اعزاز دیں تو ہم اسے کیوں قبول نہ کریں اور شایان شان طور پر ان کی ستائش کیوں نہ کریں۔اگر ہم ایسا کریں (اعزاز کی قدر اور اس پر شکر گذاری کا اظہار نہ کریں) تو خدا معاف کرے! گویا ہم ممنونیت اور شکر گذاری کے اس فرض سے روگردانی کریں گے جس کی ہمارے پاک مذہب نے ہمیں تعلیم دی ہے..کسی شاہی عطیے اور کسی بلند مرتبت اعزاز کو لینے سے انکار کرنا یا اسے شایان شان طور پر قبول نہ کرنا ناشکر گذاری ہے۔

یہی وہ وجوہ تھے کہ ہم دارالعلوم کے چند بہی خواہ آج یور آنر کے حضور میں حاضر ہیں..جو ایک حقیقی فرض ادا کرنے کے لئے آئے ہیں... یور آنر ہمارے اس چھوٹے سے وفد میں نہ تو کوئی جاگیردار ہے نہ کوئی رئیس۔ یہ وفد ظاہری رکھ رکھاؤ اور شان وشوکت سے بھی عاری ہے۔ پھر بھی یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ یور آنر کے دورحکومت کا فیضان ہے اور شمس العلما مولانا محمد احمد کی منیجر شپ کا طفیل ہے کہ ہم جیسے بوریہ نشینوں کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا کہ گمنامی اور تاریکی کے قعر مذلت سے نکل کر شاہوں کے حضور میں جذبات تشکر وممنونیت پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔...ہمارا ایک اور صرف ایک مقصد ہے۔اور وہ ہے مذہبی آزادی کا تحفظ اور صرف مذہبی آزادی کا تحفظ۔اس سے ہٹ کر کسی تحریک کو مسترد کرنا یا قبول کرنا ہمارے قائم اور ناقابل تبدیل نظریے کے باہر ہے۔اگر حکومت اسلام اور اس کے عقائد ورسوم کو اور ہمارے حقیقی لیڈر' کو واقعی عزت دیتی ہے تو دل اور زبان سے اس کا شکریہ ادا نہ کرنا یا اپنے کسی عمل سے اس کے لئے مشکلات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیدا کرنا انتہائی ناشکری اور معصیت ہے۔

(مولانا سندھی اوران کے چند معاصر، ص ۱۲۱۔۱۲۴)

ناظرین! یہ سپاس نامہ دیو بند کے پانچ مولویوں نے جن میں خود جناب محمد احمد بھی شامل تھے گورنر کے حضور پیش کیا تھا۔ اور باقی مولویوں کے چلے جانے کے بعد محمد احمد صاحب نے تنہائی میں گورنر سے ملاقات کی تھی جس میں انہوں نے مولانا محمود الحسن اور دوسروں کے بارے میں خفیہ رپورٹیں کیں۔

(مراسلہ سکرٹری حکومت یو پی۔مولانا سندھی اوران کے چند معاصر۔ص ۱۳۰۔۱۳۴)

اور مولانا سندھی فرماتے ہیں:

حافظ (محمد) احمد اور مولانا حبیب الرحمٰن جیسے لوگوں سے سابقہ ہے۔ یہ دونوں حضرات اسلام اور مدرسہ کے نام سے اپنی مقصد براری میں کوشاں رہتے تھے۔ وہ حضرت شیخ الہند کے عقیدت مند ہونے کے باوجود ان کے کاموں کو بگاڑ رہے تھے۔مولانا حبیب الرحمٰن بڑے زیرک اور ذہین آدمی تھے۔لیکن ان کی تمام تگ و دو کا مقصد یہ تھا کہ انہیں حکومت کے حلقوں میں بار ملے۔اور وہ کوئی اعلیٰ منصب حاصل کرسکیں۔...انگریز پرستی کو انہیں کے ذریعہ دارالعلوم میں بار ملا۔

(افادات وملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی۔ص ۳۶۴)

ناظرین! آپ سنتے رہتے ہوں گے کہ جناب محمود حسنؒ اور ان کے شاگرد جناب سندھیؒ نے دارالعلوم دیوبند کی سرکاری پالیسی سے ہٹ کر جمعیت الانصار کے نام سے ایک تنظیم قائم کی تھی جسکا مقصد جہاد کی راہ ہموار کرنا اور انگریزوں کی مخالفت کرنا تھا۔ یہ بات بھی سرے سے غلط ہے جیسا کہ مفتی عزیز الرحمٰنؒ نے اپنی کتاب تذکرہ شیخ الہند میں لکھا ہے:

جمعیت الانصار کا قیام ۱۹۰۹ء میں عمل میں آیا...اس تنظیم کا تعلق ایک بہت بڑی اسکیم سے تھا...مولانا سندھی اور حضرت شیخ الہند کی کوششوں سے یہ تنظیم بہت مقبول ہوئی۔ ۱۵۔۱۶۔۱۷، اپریل ۱۹۱۱ء کو اس کے زیرانتظام مرادآباد میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ مولانا سندھی نے اجلاس مرادآباد میں جمعیت الانصار کے اغراض و مقاصد کا اعلان فرمایا۔اس اجلاس کی ایک منظور شدہ تجویز یہ تھی: ایسے چھوٹے چھوٹے رسائل بکثرت مفت شائع کرنا جن میں عقائد اسلام کی تعلیم، فرقہ آریہ کے جوابات، اور وفاداری

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گورنمنٹ کی ہدایات ہوں '۔

چلو! جمعیت الانصار کا قصہ بھی تمام ہوا۔ اور، ہو چکی نماز مصلی اٹھائیے۔ اگر جناب محمود حسنؒ اور جناب عبید اللہ سندھیؒ کی قائم کی ہوئی تنظیم کا مقصد بھی وفاداری گورنمنٹ کے جذبات پیدا کرنا تھا تو وہ لوگ تو ویسے ہی مرفوع القلم شمار ہونے چاہییں جن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں:

> (جناب محمود حسنؒ کے) نہ صرف اجانب بلکہ تلامذہ، مریدین اور عزیز و اقارب کو یقین تھا کہ حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء کو پھانسی دی جائے گی۔ ورنہ کم از کم حبس دوام اور عبور دریا شور کی سزا پائیں گے۔ اس لئے مریدوں اور شاگردوں تک نے نہ صرف تعلق ارادت اور شاگردی سے انکار کر دیا تھا بلکہ تعارف سے بھی منکر ہو گئے تھے۔ خاص خاص لوگ نہ صرف مکان پر آتے ہوئے گھبراتے تھے بلکہ اس محلّہ اور کوچہ میں بھی نہیں گذرتے تھے جہاں حضرت (شیخ الہند) کا دولت خانہ تھا اور حضرت کے لئے تحقیر و ملامت کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ بعض مدعیان اخلاص تو جان و عزت کے خطرہ سے انگریزوں کے سی آئی ڈی اور مخبر بن گئے تھے۔ (نقش حیات۔ ج ۲۔ ص ۸۔۲۵۷)

ناظرین! ایسے لوگوں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر جس شخص نے ٦٠ سال سے زیادہ عرصہ تحریک مجاہدین کے لئے کام کیا اس کا نام نذیر حسینؒ ہے جو بہاری ہے پھر دہلوی ہے لیکن سب سے پہلے آل رسول سے ہے۔

اللّھم صلّ علی محمد و علی آ ل محمّد کما صلّیت علی ابراھیم و علی آ ل ابرا ھیم انک حمید مجید

(درج بالا تحریر میں ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کی روایت سے چند انگریزی دستاویزات کے اردو ترجمہ کے اقتباس نقل کئے گئے ہیں۔ ذیل میں اصل دستاویزات بحروف انگریزی نقل کی جاتی ہیں۔ بہاء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Document No 11: Confidential Letter From The Secretary to Government of U.P. To Secretary Government of India, Home Department, 9 January 1915

With reference to correspondence ending with my D.O. No. 1939, dated the 18th December 1915, I am desired to say that the Government of Bombay telegraphed onJanuary 6th to the effect that Mahmud Hasan and Khalil Ahmed are possibly on the steamship Koweit due at Bombay on 10th January. The Bombay Government have been informed that these two men are highly respected by large numbers of Mussulmans in northern India. They consider that arrest and internment at the present juncture might cause considerable exitement in Mohammedan circles. The Government of Bombay are anxious to avoid this and propose that these persons should be thoroughly searched on arrival, and if nothing definitely incriminating is discovered, they should only be kept under surveillence and their destination telegraphed on their departure. In your D.O. No . 4974 Political, dated the 13th December 1915 you pointed out the risk of Mahmud Hasan bolting to the frontier . His Honour has therefore had a telegram despatched to the Bombay Government asking that Government to make the proposed searches and then to send them under escort to Allahabad under the Ingress into India ordinance. It is proposed to take further action there under the orders of this Government. The action to be taken will depend on the result of the searches in Bombay and further interrogations at Allahabad where Mahmud Hasan and Khalil Ahmed will be interned for the present in the civil jail.

(source . Government of India - Home Department - Political Deposit - Proceedings, January 1916, No . 47. (Volume 5 . Page 40)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

.Document 21: Address Presented to Sir James Meston by the Maulvis of Deoband, 27 September 1915

We, a few representatives (whom it will not perhaps be an exaggeration to call the mouth-piece of the whole of their influential but guileless and unselfish fraternity) of an important but modest body of (Mohammedan) divines, who have at heart the spiritual and mental progress (of the Mahommedan community) and are with great firmness and determination maintaining the harmless unequivocal and old-established policy of the single Islamic-Centre in India (the Darul Ulum, i.e. Arabic College , at Deoband) in spite of all sorts of

destructive accidents and misfortunes, wish to have the honour of expressing our sincere thankfulness to Your Honour and through Your Honour to the ruler of India, His excellency the Viceroy, for the kind distinction and honour conferred, simply as a token of royal grace and regard for the ulama (divines), on Shams-ul-ulama Maulana Maulvi Muhammad Ahmad Sahib, manager of the Dar-ul-ulum, in the shape of the grant of the title and a special sanad. This does not only prove adequately that the Government holds in respect the true guides and leadres of the Mahommedan community but also sheds a clear light on the question whether titles are in fact conferred on persons really entitled to get them, a question which has constantly been a topic of discussion and criticism on the part of some claimants of liberty.

It is true and we ought to have no hesitation in admitting the truth- that it is neither natural inclination of our fraternity nor part of its religious duties to exert ourselves in an inordinate degree for the attainment of mere material benefits or worldly gains, but we see no reason why we should not in a befitting manner appreciate and esteem an honour which, without any unlawful effort and request on our own part, God has caused to be granted to us by our ruler. If we do so (i.e., fail to prize the gift), which

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

God forbid, we will in fact be wantonly violating that duty of thankfulness and gratitude to one's benefactor which our pure religion itself teaches us to perform in very strong and emphatic terms and by ignoring which we shall be liable to be degraded not only in the eyes of the Government but also in the sight of God, the Prophet and all the learned in morals.

We regard it a serious moral weakness, in fact, from one point of view a sin, for true Mussulman- who firmly believe in (the Quranic verse) ' tell (them, O Prophet) that everything is from God' and in the saying ' No atom moves but by His command' and who have made it a rule of their conduct to be submissive to God's will and who sincerely admit the truth of the old saying ' whatever comes from the Friend is agreeable ' - to refuse or to fail to accept with due respect and gratefulness a royal gift and generous distinction of a very high order.

It is for these reasons that we, a few devoted well-wishers of the Dar-al-uloom have come before Your Honour today, not as a few rare characters and isolated individuals but as representative spokesmen of a magnificient fraternity to discharge a real duty of ours, and we think that Your Honour is entitled to our everlasting gratitude also for permitting us to present ourselves before Your Honour.

Your Honour - Our unassuming fraternity (which from the wordly point of view may be called a destitute or helpless body) is not fully conversant with the Ceremonial observances though proper and adequate for giving expression to one's feelings of gratitude, nor owing to its natural simplicity (an attitude encouraged also by its pure and simple religion) does it consider it necessary to make a noise throughout India by means of telegrams and resolutions from the Mahommedans of every district.

We therefore strongly hope that Your Honour may be pleased to regard this feeble voice of a few servants of the Dar-ul-Uloom (which on account of strongly ties of

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

union is the voice of our entire fraternity, and in fact that of all moderate Mussulmans) more weighty and impressive than (the usual) long winded ostentations displays of feelings of joy and gratefulness.

Your Honour - Although our small deputation does not include in it any respectable Jagirdar (land-lord) or rais (nobleman) nor does it possess any prominent position so far as outward show and ceremonial 'pomp is concerned, neverthelless it will not perhaps be out of place to say that it is only Your Honour's regime and period of Shams-ul-Ulama Maulana Muhammad Ahmed's managership that have this distinction that borianashins (those who are in the habit of being seated on mates i.e., devotees), and those of Deoband at that, have been accorded the honour of emerging from their nooks of obsecurity and cramped cells and attending the court of kings to express their thankfulness and gratitude, and this is evidently the result of the ever-increasing usefulness and expanding influence of the Dar-ul-Uloom.

Your Honour - Though we have come before Your Honour today to express our thankfulness for a particular favour (which has been shown not to the Manager Sahib alone, but to our entire fraternity), at the same time the other special favours which it has pleased Your Honour to bestow upon the Dar-ul-Uloom and to a few of which the manager has from time to time drawn our attention are such as tend to enhance the confidence of the Mussulam public with regard to the Dar-ul-Uloom and lend considerable support to our specific policy which has been commended and appreciated by the high European officers who have visited the Dar-ul-Uloom from time to time.

Your Honour- We are thankful to God that on the whole perfect mutual confidence exists between ourselves and our community as it well proved from the ever-increasing sources of the income of the Dar-ul-Uloom and growth of the usefulness of the instructions it imparts. We on our part cannot therefore honestly neglect, as far as lies

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

in our power, to use the right means for the religious and spiritual advancement and well-being of our community. Though some ignorant individuals, having in view the dignity and sanctity of the Dar-ul-Uloom, might some-time regard some of our acts with suspicions, they are at once satisfied and withhold their criticism when the matters are explained to them in conversations or by means of written communications.

we have one and only one object- and it is that we wish always to preserve religious liberty and religious liberty alone, and beyond that it is quite outside the scope of our old establishment and unchangeable ideal to have any connection whatever with any political movement either by way of rejecting or accepting the same.

If the Government has due regard for the Islamic usa

ges and for our true leaders it will be a most ungrateful and iniquitious action on our part not to be thankful to it, both in heart and speech, or to be - God forbid- by any action on our part instrumental in increasing its difficulties.

Your Honour - We have briefly described the single clear policy we have, and at the present time Shams-ul-Ulama, Maulana Muhammad Ahmad is the person who is carrying it out. We believe that owing to the respectability of his family and his personal influence the enthusiastic body of his disciples will firmly maintain that policy.

In conclusion we ask Your Honour's pardon for intruding Your Honour's time and attention and warmly thank Your Honour, an enlightened ruler of the Province full of sympathy for the Dar-ul-Uloom. We think that we are

justified in trusting that Your Honour will take the trouble of communicating our humble but sincere thanks and expressions of our pleasure to His Excellency the Viceroy

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

We pray for the increase of Your Honour's prosperity.

(Source : Government of India- Home Department, Political-Deposit, January 1916, No 47). (The Indian Muslims, Shan Muhammad , v. 5 pp . 46-49)

Document No 22: Notes in The Criminal Intelligence Office On The Address

1. I think that Sir James Meston might inform the Maulvis that His Excellency the Viceroy has read their address with Pleasure.

2. I feel very different as to advising about publication of the address. The spirit at Deoband is a fait accompli and to my mind connotes an ever increasing spirit among Mahommedans in India. The address of the Maulvis will not, I fear, be accepted as pontifical but rather as a sectional manisfesto. It would, in a way, be very natural for Government to identify itself with the loyal section but so far we have been careful to let the Mahommedans arrange themselves with a minimum of interference from Government. That is, I think, a wise policy.

3. I believe there have been and are a great many most dangerous under currents in Mahommedan circles in India and that our want of substantial and memorable success in the war is tending to a removal of the reserve which has been holding back expression and action in the case of many who have been doubting, how far loyalty to the British is compatible with the Islam at present.. Para 6 of Sir James Meston's letter seems to me to over-estimate the remaining Deoband influence which I fear has been weakened by secession of the Mecca Maulvis who carry with them the sympathy of pan-Islamists and fanatics.

4. I should like to see the address published but not by Government. The latter course would, judging by experience, provoke a noxious counter-blast and controversy.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(The Indian Muslims, Shan Muhammad, V. 5 . P 45)

Document No 24 : Letter From the Secretary - Government of U.P. to Secretary, Government of India, Regarding Mahmud Hasan of Deoband

In continuation of my demi-official letter No 1570-C dated 27th September 1915 Government of India may be interested to learn the result of an interview His Honour the Lieutenant-Governor had with Shams-ul-Ulama Maulvi Muhammad Ahmed of Deoband on 27 september last. He came with five of his maulvis to see the Lieutenant-Governor on a formal visit to return thanks for his title and to express their loyalty. One of the maulvis read an address, of which a translation is attached, and which will be referred to in more detail below.

2. With it the Maulvi handed His Honour a pamphlet containing articles extracted from the Zamindar which abused the Shams-ul-Ulama as a man of God for accepting a wordly title from Government. He also gave His Honour a reply rebutting this view, which was written by one of the Deoband maulvis, Shabbir Ahmed. The original pamphlet they all believe to have been written by Maulana Abul Kalam of Al Hilal. They consider that they have pulverized him, as no rejoinder has come.

3.. After the other maulvis have retired, the Shams-ul-Ulama confirmed what he had told the Magistrate of Saharanpur regarding Maulvi Mahmud Hasan and mentioned that the Maulvi had already sailed from Bombay on 18th September. It is however a wild-goose chase on which the man is engaged. He hopes to get an introduction through the Shaikh of Medina to Anwar Beg (Enver Pasha) and thus to encourage frontier trouble.

4. The Shams -ul-Ulama gave His Honour some interesting information about Delhi

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

group which is assisted by his old pupil, the renegade Sikh, M. Ubaid-Ullah Sindhi. He says they got up a great reception for Mahmud Hasan when he was paasing through Delhi en route to Bombay: Dr Ansari was promisent in it and carried Mahmud Hasan to his house in his own motor car. The Shams-ul-Ulama did not follow, but subsequently visited Mrs. Ansari, who is his murid (disciple) and questioned her, She said that Dr Ansari had given Mahmud Hasan a large sum of money, and that she had overheard converasation between them about Medina and Anwar Beg. Dr Ansari's brother escorted Mahmud Hasan down to Bomby.

5. According to the Shams-ul-Ulma, the field of Ubaid-Ullah's mischievous energies now surronds the Fatehpuri mosque at Delhi. It is, he says, the centre of a new society the Nizarat-al-Maarif, of which Ubaid-Ullah is the Nazim; and the association is thoroughly seditios. Unfortunately Ubaid-Ullah gets and boasts of a subsidy of Rs 200 per mensem from Bhopal. The Shams-ul-Ulama strongly urges that Ubaid- Ullah should be cleared out of Delhi and retuned to Sindh.

6. I am now to invite attention to the address presented by the maulvis. It is a document of unusual character, which His Honour thinks will interest the Government of India. It emanates from the members of a college which is known, and enjoys the highest reputation throughout the whole Mahommedan world for its sanctity and its learning. Pupils flock to this institution from Central Asia, Persia, Arabia, Egypt and even China; and alumni carry its theological teaching over an equally wide area. Its influence on pious Moslems of the Sunni section can hardly be eaggerated. The present address, therefore, which the maulvis assured the Lieutenant-Governor that he is at liberty to use and publish in any way he thinks fit, is a declaration which must carry very great weight. It disposes of the idea which has been sedulously propogated by the young Mahemmedan party, that there is something lowering or incongruous in

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

the acceptance by sincere Moslems of distinctions from the British Government. It also lays down definitely the duty which rests on pious Mahommedand of loyalty to the present Government so long as religious liberty is secure. In both respects it is valuable record of the attitude which as orthodox Mahommedan may properly adopt towards the British rule in India; and its value is enhansed by the fact that detemined efforts have been made to sap the loyalty of the Deoband College and to introduce into it pan-Islamic teachings of a declared anti-British tendency. The document is a manisfeto of which use may suitably be made, when necessary, to rebut the theological arguments on which the disloyal sections of Indiam Moslems profess to rely. Sir James Meston would suggest that it should be acknowledged in the name of His Excellency the Viceroy and would ask if Government of India have any special instructions as to the manner in which it should be published or otherwise utilized. It is clearly a document of more than merely provincial interest and value.

7. The Lieutenant-Governor recognizes that it is always delicate, and often indiscreet, to attempt to use theological agencies for the purpose of Government. In the present case however, the line taken by the Deoband College has been spontaneous throughout. A private message was conveyed to His Honour more than a year ago that there was trouble in the College, and that it would be well to visit it. He declined the suggestion until he subsequently received a formal invitation from the Principal and Staff. He then went to the College on 1st March 1915, and was received most cordially by the maulvies in spite of the united presence of Muhammad Ali and other Delhi agitators at the meeting. There was a formal interchange of speeches in the presence of the whole College, followed by much frank private conversation in the College Library. Friendly relations were established, and the position has been definitely cemented by the conferment by the Viceroy of the title of Shams-ul-Ulama on the

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

principla and by the quite unexpected address of thanks which is now submitted. The Lieutenant-Governor hopes that the result will be lasting and satisfactory.

Document No . 25 :Secret Information sent to Home Department by the Collector of Saharanpur Regarding Mahmud Hasan

Moulvi Muhammad Ahmad, Shams-ul-Ulama of Deoband, learnet yesterday that letters have been received from the headmaster announcing that he , Mahmud Hasan, had met the emissaries of Enver Pasha at Medina and that he was returning to Deoband after arranging matters with them. His objects will be -

1 . i.) to forment disturbances on the frontier through his agents there, and

ii) to stir up disaffection in India.

2. He said that a considerable correspondence is carried on between Constantinople and the disloyal Mahommedan party in India through lascars employed on ships plying the Red Sea Ports. . The entry of Bulgaria into the war and expected early collapse of Servia had been a great encouragement to the disloyal party.

3. He said also that Dr. Ansari of Delhi and his relative Abdul Razzak were giving out to their friends:

i) that he (the Shams-ul-Ulama) was giving information to the Government.

ii) that the Lieutenant-Governor had recommended the internment of the headmaster, which the Viceroy had vetoed, and

iii) that papers proving this have been seen in the secretariat,

4. Asked how the headmaster came to posse

ss the influence he ascribes to him, he gave two answers"

i) His age (70) and his reputation for learning and piety. He was the most celebrated of the pupils of his (the Shams-ul-Ulama's father, Maulana Muhammad Kasim, himself

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

a celebrated Moulvi and founder 50 years ago of the Deoband College.)

ii) His connection with Deoband College, which is (he says) the premier institution of the kind in India.

He describes him as a man of bitter and uncompromising temper.

(Source : Government Of India - Home Department , Political Deposit - Proceedings. January 1916, No 47)

Document 26 :Secret Information From the Collector Saharanpur To Government

Moulvi Muhammad Ahmed, Shams-ul-Ulama informs me that Moulvi Mahmud Hasan , headmaster, has not so far returned from Arabia. Abdul Razzak, brother of Dr Ansari, frequently comes to Deoband to see Matlub-ur-Rahman (on leave from well-boring department). This man (Matlub-ul-Rahman) accompanied the headmaster and returned about a month ago. The two are engaged in magnifying the successes of the Germans in the Balkans and further East and telling people that the war will be decided in India. Matlub-ul-Rahman ridicules the lack of precautions taken in India as to arrivals from Arabia (and other places) as compared with stringency there.

The Shams-ul-Ulama said further that an emissary of his own (abdul Ahad, Kashmiri, now in Lukhnow) had been to Mecca with the Headmaster and returned last month along with Matlub-ul-Rahman with the news that the headmaster had had conferences lasting a week with the father of Enver Pasha, who had been appointed head of the Khalifa from Constantinople. He also said that an army of 40,000 or 50,000 Arabs officered by Turks, had been collected near Mecca which had marched eastward via Ta'if while he was at Mecca, with the intention, as was supposed, of cutting the communications of our army in Mesopotamia. Ta'if, I understand, is a place in the hills

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

two marches distant from Mecca.

(Source : Government - Home Department, Political Deposit- Proceedings, January 1916, No 47)

معیار اور اس کا مؤلف

پاکستان میں پہلی مرتبہ میاں نذیر حسینؒ محدث کی تالیف معیار الحق ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی تو اس پر جناب محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ مرحوم امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث (مغربی) پاکستان، نے ایک مفصل مقدمہ تحریر فرمایا تھا جس میں میاں صاحبؒ کی خدمات و خصوصیات اور معیار الحق کے خوبیوں پر بڑا جامع تبصرہ فرمایا تھا۔ اس تاریخی تحریر کو ذیل میں بچند ترامیم نذر قارئین کیا جاتا ہے:

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصّلوۃ والسّلام علی رسولہ خاتم النّبیّین..

آئمہ سنت کے نزدیک بنیادی اصول چار ہیں۔ تمام دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قرآن سنت اجماع امت اور قیاس۔ ان میں بھی اصل قرآن و سنت ہے۔ اجماع اور قیاس کا ماخذ بھی قرآن اور سنت ہے۔ کتاب وسنت کے خلاف نہ اجماع ہوسکتا ہے نہ قیاس۔ قرآن اور سنت دونوں کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے۔ حفاظ قرآن نے قرآن کے الفاظ کو حفظ کیا اور الفاظ کے مختلف لہجوں کو ضبط کیا حرکات اور سکنات کو پوری احتیاط سے امت تک پہنچایا۔ فصحاء عرب اور جن قبائل اور علاقوں کی زبان مستند تھی قرآن عزیز کی قرأت میں اس کا پورا پورا خیال رکھا آج پوری ذمہ داری سے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن عزیز ہمارے پاس پوری طرح محفوظ ہے اس میں کمی ہوئی ہے نہ زیادتی۔

حفاظ حدیث نے سنت کے متون اور اسانید کو پوری ذمہ داری اور محنت سے ضبط کیا جیسے قرآن عزیز میں بعض لوگوں نے خبط پیدا کرنے کی کوشش کی اسی طرح سنت میں بھی بعض غلط کار ہوا پرست اور تعصب پسند حضرات نے وضع و تخلیق کا سلسلہ شروع کر دیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ اپنے مقام کو سمجھتے تھے اور قرآن عزیز کی صریح نصوص اس کی موید تھیں کہ آنحضرت ﷺ کا قول فعل سکوت اجتہاد سب حجت شرعی ہیں یقیناً لوگ اس مقام رفیع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے اور غلط چیزیں حضرت کی طرف منسوب کر کے اپنی بدعات اور خرافات کی ترویج کے لئے بہانہ تلاش کریں گے۔ حضرت ﷺ نے پوری صاف گوئی سے اس کے عواقب کو واضح فرمایا:

عن جابر قال قال رسول اللّٰه ﷺ من کذب علیّ متعمّداً فلیتبوء مقعده من النّار (جس نے میری طرف کوئی جھوٹی اور غلط بات منسوب کی اسے اپنا مقام جہنم میں بنانا چاہیے (سنن دارمی۔ص ۴۲)۔

یہ حدیث حضرت جابرؓ، ابن عباسؓ، حضرت زبیرؓ۔ حضرت مرہؓ، اور انس بن مالکؓ، ابوقتادہؓ و غیرہم سے دارمی اور سنت کے باقی دفاتر میں بتواتر منقول ہے۔ اس کے بعد اس آبرو باختہ گروہ نے آنحضرت ﷺ کی طرف غلط چیزیں منسوب کیں خود عذاب الیم میں مبتلا ہوئے اور عوام کے لئے گمراہی کا سامان بہم پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ نے آئمہ حدیث اور حفاظ سنت کو توفیق مرحمت فرمائی انہوں نے چھان پھٹک کر سچ اور جھوٹ کو الگ الگ کر دیا۔ اس وقت تین قسم کا ذخیرہ امت کے پاس موجود ہے ۱۔ بالکل صحیح جہاں انسانی کوشش اور امکان کی حد تک صحیح احادیث کو ضعاف اور اکاذیب سے الگ کر دیا گیا ہے۔ ۲۔ موضوع اور مختلق جسے چھان پھٹک کر الگ موضوعات کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے۔ اس میں ان لوگوں کی نشان دہی بھی کر دی گئی ہے جنہوں نے اس معصیت کا ارتکاب کیا تاکہ چور کے ساتھ وہ مال بھی برآمد ہو جائے جسے چرایا گیا۔ اللّٰهم ارفع درجاتهم ۳۔ مخلوط مواد۔ ایسا ذخیرہ جس میں صحیح ضعیف مختلق ہر قسم کی احادیث موجود ہیں جو اہل علم کو محنت اور بصیرۃ کی دعوت دے رہی ہیں۔ طالب حق ان اسباب اور ذرائع کو استعمال کریں جو حق و باطل کی پہچان کے لئے بنائے گئے ہیں اور کھرا کھوٹا الگ الگ کر لیں

یہ دین کی بہت بڑی خدمت تھی جو صدیوں کی محنت اور دیدہ ریزی سے کی گئی گویا علمائے امت کے ان کارناموں کی بدولت ہمیشہ کے لئے امت کو آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

اس حفاظت کا تعلق صرف قوت حافظہ سے ہی نہیں بلکہ امت نے اس کے لئے کئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جدید علوم ایجاد کئے ۔علم رجال ،علم موالید،علم وفیات ،معرفت البلدان ،علم الا باء والا بناء ۔ کتابت میں مخصوص اصطلاحات ،علم اصول حدیث ، یہ تمام علوم اوران کے علاوہ کئی اورفنون کی ایجادصرف اسی فن کی حفاظت کیلئے کی گئی ۔شروح حدیث ،لغۃ الحدیث ،سنن اور جوامع احکام، معاجم ،اطراف ،غرض کئی قسم کے تحفظات تھے جوامت نے اس فن کی افادیت وقدر دانی کے لئے ایجادفرمائے ۔ یہ سب اس لئے تھا کہ مقام نبوت کی معرفت اورحفاظت اسی صورت میں ہوسکتی تھی کہ یہ فن محفوظ رہے اگرحدیث شرعی حجت نہ ہوتی ،اس کی حیثیت عام تاریخی ذخیرہ کی سی ہوتی تو ان خطیرمساعی اور عظیم الشان تحفظات کی قطعاً ضرورت نہ تھی ۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ اپنے اکابر کی اس میراث کی حفاظت کی جائے کیونکہ مقام نبوت اور دین کی حفاظت کا اصل طریق یہی ہے۔

تفقہ فی الدین: قرآن کریم اورسنت کی حفاظت کے باوجود دنیا کے حوادث لامتناہی ہیں اورکتاب وسنت کی رہنمائی کے سوا ان حوادث سے عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں، اس لئے لازماً اہل علم اوراصحاب بصیرت کی طرف رجوع کرنا پڑے ۔قرآن عزیز کا ارشاد ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (نحل) جب کسی چیز کا علم نہ ہوتو اہل علم کی طرف رجوع کرو۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا انما شفاء العی السوال ۔انجان آدمی کے لئےصحت مند طریقہ یہی ہے کہ وہ اہل علم کی طرف رجوع کرے ۔ یہ ایک فطری جذبہ تھا ۔ ہرزمانہ میں اہل علم نے اس ذمہ داری کا احساس فرمایا۔ وقت کی ضرورت اور ماحول کے مطابق کتاب وسنت کے تقاضوں کو پورافرمایا۔آوارگی سے بچتے ہوئے غیرمنصوص حوادث کے فیصلے نصوص یعنی کتاب وسنت کی روشنی میں کئے اوراس کے ساتھ وقت کے مصالح اور ضرورتوں کو پوری طرح ملحوظ رکھا۔

صحابہ، تابعین، تبع تابعین کی زندگیاں اسی میں صرف ہوئیں۔ ہرشہر میں اور ہر علاقہ میں حاجت منداپنی مشکلات میں علماء کی طرف رجوع کرتے رہے، بلکہ خود اہل علم دوسرے اہل علم سے مستفید ہوتے رہے ۔اورتمام لوگ بلاتعصب اور بلا تخصیص اپنے اپنے علاقہ اور ماحول کے علماء سے مسائل پوچھتے رہے اوران کے مطابق عمل کرتے رہے ۔ اگر کبھی کسی مسئلہ میں اختلاف بھی ہوا، تو اسے فرقہ بازی کا رنگ نہیں دیا گیا ، بلکہ اساتذہ اور تلامذہ ایک دوسرے کے خلاف فتوی دیتے رہے اوراسے گوارا کیا گیا ۔صحابہ اورتابعین کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد آئمہ اربعہ اور ان کے شاگردوں میں بھی یہ صورت جاری رہی۔ مذاہب اربعہ کی مروجہ کتب فقہ اس کی شاہد ہیں۔ ہر ایک کے فتوے ایک دوسرے کے خلاف ان میں مرقوم ہیں۔ آزادی فکر اور اصلاح وتجدید کا یہ واجبی تقاضا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کلی طور پر کسی کی اطاعت نہ کسی پر فرض ہو، نہ واجب۔ یہ عقیدت کی وابستگی اباحت سے آگے نہیں بڑھنی چاہیے۔ اطاعت کے وجوب وفرضیت کا مقام آنحضرت ﷺ کے لئے مخصوص رہنا چاہیے۔ مقام نبوت کا یہ تقاضا قطعاً قابل تقسیم نہیں۔ جو اطاعت کا مقام آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے وہ کسی کو امت سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

یہ صورت حال پہلی صدی سے چوتھی صدی تک بدستور جاری رہی۔ علماء کے ساتھ عقیدت، مشکلات میں ان کی طرف رجوع، ان کا احترام، یہ دین کا مزاج ہے۔ اس لئے علماء کے ساتھ عقیدت تو قدرتی چیز تھی۔ تاہم بتدریج اس میں غلو آنے لگا۔ جن آئمہ سے تعلق تھا ان کے مقابل دوسرے آئمہ کرام سے عقیدت کم ہونے لگی، بلکہ تنقید اور تیزی کے اثرات بھی زبان اور قلم سے ظاہر ہوتے رہے۔

فقہاء حنفیہ نے اصول فقہ میں ایسے جذبات کا کافی اظہار کیا ہے اور شیخ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد ابن العربی ناکلی (۵۴۳ھ) کی تصنیفات میں امام شافعیؒ، ابن حزمؒ، وغیرہ آئمہ کے خلاف لہجہ خاصا تلخ ہے۔ اس قسم کی تلخی چوتھی صدی سے پہلے کم ہے۔ تاہم جونہی دنیا میں تقلید کا رواج ہوا، علماء کے لہجے تلخ ہونے لگے اور سوء ادب کا انداز بڑھتا گیا۔

آئمہ کے صحیح احترام کا طریق تو یہ چاہیے تھا کہ ان سے محبت کرنے والے بحث ونظر کی راہوں میں ان کے نقش قدم پر چلتے۔ ان کی طرح علوم میں دقت نظر پیدا کرکے مسائل کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے، اور اجتہاد کی راہوں کو کھلا رہنے دیتے۔ ہر وقت اسباب وعلل پر غور فرماتے اور قرآن وسنت کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل حل فرماتے۔

لیکن ہوا یہ کہ آئمہ کی محبت کے ساتھ کچھ بے عمل، بے محنت، غبی ہونے کے ساتھ احساس کہتری کے مریض، علم ودانش کی بستیوں میں آباد ہونے لگے اور یہ ذہن پیدا کرنا شروع کردیا کہ تم دین اور شریعت کو کہاں سمجھ سکتے ہو؟ اجتہاد ونظر کے دروازے کھلے ہونے کی بجائے اس طرح بند کردیئے جیسے نبوت کی راہیں مسدود ہوچکی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابتداء میں تو آئمہ کے اصولوں کو سامنے رکھ کر بعض فروع کی تخریج کی گئی۔ لیکن بتدریج وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مستخرج جزئیات ہی مستقل شریعت قرار پا گئیں۔ ان کے سہارے پر متون اور کچھ شروح محافل درس کی زینت بن گئے۔ ان جزئیات کا حفظ وضبط اور ان حروف والفاظ کی پابندی منتہائے علم تصور ہونے لگی۔ کتاب وسنت سے استخراج مسائل شجر ممنوع تصور کیا جانے لگا۔ جمود کا یہ حال ہوا کہ بارہ بارہ سال مدارس میں صرف کرنے کے بعد ایک عالم متون فقہ کو مقدس ماننے لگا۔ قدوری اور کنز الدقائق اصل دین شمار ہونے لگے۔ گویا احساس کہتری اور جمود نے مزمن مرض کی صورت اختیار کر لی۔ آئمہ کے احترام کے نام سے یہ جو کچھ کیا گیا حضرات آئمہ اور ان کے پاکیزہ مقاصد کو ذبح کرنے کے مرادف تھا۔ گویا علم کی ترقی اور اجتہاد کی سر بلندیوں کے لئے ان بزرگوں نے جو مساعی کی تھیں انہیں غارت کر کے رکھ دیا گیا۔ الفاظ کی پرستش اور حشویت کا نام فقہ رکھ دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک امام یا عالم کی محبت نے دوسرے کے ساتھ بغض کی صورت اختیار کر لی، اور احادیث نبویہ کی تقسیم اس طرح ہو گئی کہ گویا میراث بٹ رہی ہے۔ ہر امام اور اس کے مقتدی اپنے اپنے حصہ پر قابض ہو رہے ہیں، دوسرا اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ اگر کوئی شافعی کسی حدیث پر بحث کرنا چاہے تو استاد یہ کہہ کر مطمئن کر دے گا کہ یہ احناف یا اہل کوفہ کی حدیث ہے اور یہ اہل حجاز کی۔ اور طالب علم اس سے مطمئن ہو جائے گا کہ میرا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں یہ دوسرے امام کی ہے۔

چوتھی صدی کے بعد تقلید کا رجحان عام ہو گیا۔ آئمہ کی علمی اور اجتہادی کوششیں اپنے اپنے حلقوں میں محدود ہو کر رہ گئیں۔ پانچویں چھٹی صدی کی فقہیات بالکل کتاب وسنت کے برابر سمجھی گئیں۔ سائل جب علمائے دین سے شریعت کے متعلق سوال کرتا ہے تو ہمارے ملک کے علماء بلا تامل ہدایہ، درمختار، شامی اور عالمگیری وغیرہ کی عبارات لکھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے شریعت کی بات بتا دی اور حق ادا ہو گیا۔ وہ قرآن یا حدیث کا نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ ایک خاص مکتب فکر کی ترجمانی ہے، جو بالکل ممکن ہے کہ قطعی طور پر غلط ہو۔ یہی حال شافعی، مالکی اور حنبلی فقیہوں کا ہے۔ کسی کو عین شریعت یا شریعت کا مرادف نہیں سمجھا جا سکتا۔

اجتہاد کی بندش: اسی عقیدت اور احساس کہتری کی بنا پر چوتھی صدی ہجری کے بعد اجتہاد کی بندش کا فیصلہ کر دیا گیا۔ رسالہ حمیدیہ فی حقیقۃ الدیانۃ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الاسلامیه و حقیقة الشر یعة المحمد یه میں (ص ۳۲۸) پوری وضاحت سے اجتہاد کی بندش کا ذکر فرمایا:

و لکن من عصر ار بع مأة من الهجرية النبوية علی صاحبها از کی الصلوة و السلام قال بعض العلماء الاعلام کما ينقل عن علماء الحنفية ان باب الاجتهاد قد انسدّ من ذالک التاريخ

بعض علماء خصوصاً علماء حنفیہ سے منقول ہے کہ اس تاریخ سے اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا۔

یہ رسالہ ایک ترک عالم شیخ حسین آفندی جسر نے سلطان عبدالحمید کی حکومت میں سلطان کے لئے لکھا۔ اس کے بعد بڑی تفصیل سے بتایا ہے کہ ہمتیں قاصر ہیں، عزائم ختم ہو چکے ہیں، اس لئے ان لوگوں کی رائے درست ہے کہ اجتہاد بند ہے:

لکن اذا دق النظر يظهر ان ما قاله او لئک الاعلام هو الموافق للصواب و عين الحكمة (ص ۳۲۹)۔ (دقت نظر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی رائے اجتہاد کی بندش کے متعلق صحیح ہے)۔

وقت معین پر اجتہاد کا بند کرنا ایسا معلوم ہوتا ہے گویا یہ کوئی خدائی حکم ہے، حالانکہ قرآن اور سنت میں کوئی حکم نہیں کہ اجتہاد فلاں صدی میں بند ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت یہ قوت مخلوق سے سلب فرمالیں گے۔ یہ ساری جمود کی کارستانی ہے آئمہ مجتہدین نے کب یہ دعویٰ فرمایا تھا کہ ہم مجتہد ہیں یا ہمیں مجتہد سمجھا جائے۔ بلکہ ان کے علمی کارناموں دینی خدمات اور کتاب وسنت کی اشاعت کی وجہ سے آنے والے لوگوں نے انہیں مجتہد سمجھا۔

چوتھی صدی کے بعد واقعی یہ تصور عام ہو گیا کہ اب کوئی مجتہد نہیں ہو سکتا جن لوگوں کے علمی کارنامے آئمہ اجتہاد کی طرح روشن اور نمایاں تھے ان کے متعلق بھی لفظ بولنے کی بظاہر جرأت نہ ہو سکی۔

ارشاد نبوی ہے: لا يزال طائفة مّن امّتی ظاهرين علی الحقّ لا يضرّهم من خذلهم (دنیا میں ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے جو حق کی حمایت کرتے رہیں اور انہیں ناکام اور ذلیل نہیں کیا جا سکے گا)۔

اور طبقات کی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ ہمیشہ رہے جو لوگوں کی نفرت کے باوجود ان پابندیوں سے آزاد رہے، اور براہ راست کتاب وسنت سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

استدلال فرماتے رہے۔تذکرۃ الحفاظ ذہبی، الدیباج المذھب، البدر الطالع، تاج مکلل، شذرات الذھب، طبقات سبکی، طبقات حنابلہ وغیرھم سے واضح ہوتا ہے کہ ایسے لوگ ہر زمانہ میں ملتے رہے ہیں۔

ہندوستان میں اسلام ۔تیسری صدی ہجری کے آخر تک خراسان، ایران میں آئمہ حدیث کی کثرت تھی۔محدثین عموماً وطنیت کے لحاظ سے فارسی تھے۔اسکے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان اطراف میں شوافع کا کافی اثر رہا۔چنانچہ شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی مصنف مہذب فیروز آباد کے رہنے والے تھے۔فیروز آباد فارس کا شہر ہے۔ اور بھی بہت سے مشاہیر آئمہ شوافع ان اطراف میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔اس کے بعد ماوراء النہر میں احناف اور شوافع کی باہمی آویزشوں اور حکومت کے سیاسی مصالح نے یہاں اہلحدیث شوافع کو ختم کر دیا۔جس طرح ایران میں تشیع کو غلبہ حاصل ہوا،اسی طرح بعض علاقوں میں احناف کو غلبہ حاصل ہوا۔اسی طرح جب مغل فاتحین ہندوستان میں داخل ہوئے ان کے اثر سے ہندوستان میں احناف کی کثرت ہوگئی۔

عرب فاتحین جو سمندر کی راہ سے ۹۲ھ کے پس و پیش سندھ میں وارد ہوئے یہ سب اہل حدیث تھے اس وقت تقلید آئمہ کا دور شروع نہیں ہوا تھا۔چند سال بعد مرکز میں خلفشار کی وجہ سے یہ لوگ واپس چلے گئے،ان کے اخلاقی اور دینی آثار زیادہ دیر تک نہ رہ سکے۔سلطان محمود شافعی تھے وہ باطنی فرقہ کی سازشوں اور مسلم آزاریوں کو روکنے اور ان کی قوت ختم کرنے کے لئے آئے اور واپس چلے گئے۔عمومی طور پر مغل بادشاہ حنفی المذہب تھے اور علماء بھی غالباً اسی خیال کے تھے، اس لئے ہندوستان کے علاقوں میں حنفی مسلک کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا اور اب تک ہے۔حکومت اور علماء جب ایک خیال کے ہوں تو عوام کا ان سے متاثر ہونا قدرتی بات ہے۔

تقلید اور جمود : حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کا ایک انداز فکر ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اس مکتب فکر کے بانی ہیں۔اگر عوام اس سے متاثر ہوں تو اس میں کوئی عیب نہ تھا بشرطیکہ اس میں جمود نہ ہو، اور دوسرے مکاتب فکر سے نفرت نہ پیدا کی جائے،اور ان مکاتب فکر پر عمل کے لئے بھی راہیں کھلی ہوں۔افسوس ہے کہ ہندوستان کیا،کہیں بھی ،اس معاملہ میں وسعت ظرف کا ثبوت نہ دیا گیا۔سوڈان،مصر،حجاز،عراق، ایران، ہند

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جہاں ایک مکتب فکر کو تمکن حاصل ہوا، اسنے دوسروں کیلئے زمین کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اگر کبھی وسعت ظرف کا تھوڑا بہت اثر پایا گیا تو یہ انہیں لوگوں میں تھا جن کو فن حدیث کے ساتھ تعلق تھا جیسے علامہ شیخ علی المتقی صاحب کنز العمال (۹۷۵ھ) اور شیخ محمد طاہر پٹنوی مولف مجمع البحار (۹۸۶ھ) حضرت شیخ الامام احمد الفاروقی سرہندی (۱۰۳۴ھ) و غیرھم رحمھم اللّٰہ۔ یہ حضرات فروع میں عملاً حنفیت سے متاثر تھے لیکن ان حضرات میں نہ جمود تھا نہ تعصب۔ لیکن وہ اہل علم جو حدیث سے متاثر نہ تھے ان میں جمود بھی تھا اور تعصب بھی۔ اس لئے ان حضرات کی اصلاحی مساعی کے باوجود جمود اور عصبیت کو فروغ ہوتا رہا۔ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کے دور سے معلوم ہوتا کہ تقلید اور جمود کی مضرتوں کا احساس زیادہ ہوا، اور اس کی اصلاح کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ فرمائی گئی۔ چنانچہ حضرت مجدد کے محترم رفقاء سے شیخ شمس الدینؒ، مرزا مظہر جانجاناںؒ جن کا سلسلہ نسب محمد بن حنفیہ سے ملتا ہے، فروعی مسائل میں احناف کی روش سے انحراف فرماتے اور حضرت مجدد الف ثانی کے چھوٹے لخت جگر شاہ محمد یحیٰؒ وقتی جمود سے کھلا تصادم فرماتے تھے۔ مجدد صاحب کے متعلق نواب صدیق حسن مرحوم نے فرمایا:

ثمّ انّه با حث الملا حدة فی زما نه جا دلهم بقلمه و لسا نه و ردّ علی الرّوا فض و حقق الفرق بین البد عة و السنّة و اقسية المجتهدین و استحسانات المتأخّرین و التّعارف علی القرون المشهود لها با لخیر و ما احد ثه النّاس فی القرون المتأ خرة و تعارفوه فیما بینهم فردّد بذلک المسا ئل ممّا استحسنها المتا خرون من فقهاء مذ هبه و کان فقیها ما ترید یا حریصاً علی السّنّة مجتهداً فیه (ابجد العلوم۔ ج ۳) (حضرت مجدد سرہندی نے ملحدین سے مباحثات کئے اور ان کے ساتھ قلم اور زبان سے جہاد کیا۔ روافض کا رد کیا۔ سنت اور بدعت میں فرق فرمایا۔ آئمہ اجتہاد کے قیاس اور متاخرین کے استحسان میں فرق واضح فرمایا۔ اور قرون خیر کے معروفات اور متاخرین کی بدعات مالوفہ میں امتیاز فرمایا۔ اور اپنے مسلک کے علماء کی بدعات پر رد کیا۔ وہ عقیدۃً ماتریدی تھے اور اتباع سنت کے عاشق)۔

حضرت مجددؒ اور شاہ ولی اللّٰہؒ: حضرت مجدد الف ثانی کی مساعی جو مصالح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکم کے پردوں میں مستور تھیں، حضرت شاہ ولی اللہ کے دور میں اور زیادہ نکھر گئیں۔ احناف اور شوافع میں متاخرین کے جمود کی وجہ سے جو بعد راسخ ہو چکا تھا، اسے حتی المقدور کم کرنے کی کوشش فرمائی، اور علماء اور عوام کو کتاب وسنت سے زیادہ مانوس فرمایا، اور اس امر پر زور دیا کہ یہ مکاتب فکر کوئی مستقل حقیقت نہیں، اصل چیز قرآن اور سنت ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ، تفہیمات، انصاف، اور عقد الجید میں تقلید و جمود کے معمہ کو پوری طرح حل فرمایا۔ اور شاہ صاحب کا اثر یہ ہوا کہ بدعت پسند حضرات نے تو شاہ صاحب کو بالکل نظر انداز کر دیا اور احناف کا توحید پسند گروہ چونکہ حدیث کے ساتھ تعلق اور تعارف کی وجہ سے شاہ صاحب کا ممنون ہے، اس لئے ان سے عقیدت کا اظہار تو کرتے ہیں لیکن حضرت کے اس پروگرام سے وہ متفق نہیں، نہ وہ اس پر مطمئن ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ قرون وسطی کے جمود کو پھر دعوت دیں اور کتاب وسنت سے تعلق کو مشروط رکھیں کہ اگر وہ عراق اور کوفہ کی راہ سے آئے تو اسے منظور کر لیا جائے اور اگر حجاز یا مصر کی راہ سے آئے یا وہ آئمہ سلف اور قرون خیر کے انداز فکر کا ترجمان ہو تو حتی الامکان اسے قبول نہ کیا جائے، اور اس راہ میں ہر رکاوٹ ڈالی جائے۔

شیخ الکل سید نذیر حسین رحمہ اللہ

اس دور کے دو بزرگ ہیں جنہیں خدمت سنت اور طریقہ سلف کے احیاء میں بلند ترین مقام حاصل ہے حضرت نواب صدیق حسن خاں مرحوم بھوپال اور حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی۔ نواب صاحب ریاست میں بااختیار مقام کے باوجود تصنیف وتالیف اور دینی مشاغل کی طرف راغب تھے اور تقلید و جمود کے خلاف ان کے قلم نے اتنا کام کیا جو شائد کوئی جماعت بھی مشکل سے کر سکے۔ مرحوم کی تصانیف مختلف فنون میں سینکڑوں تک پہنچتی ہیں۔ حضرت میاں صاحب کے پاس اللہ پر توکل اور مسجد کی چٹائیوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

میاں صاحبؒ مولانا اسحاقؒ کے شاگرد تھے اور انہیں شاہ ولی اللہؒ کے سلسلہ کے ساتھ والہانہ عقیدت تھی۔ علوم آلیہ اور عالیہ میں پوری مہارت تھی۔ جامع العلوم تھے۔ مزاج میں تواضع اور انکسار تھا۔ تملق لجاجت نام کے لئے طبیعت میں موجود نہ تھا۔ لالچ اور طمع ایسے امراض سے ذہن بالکل صاف تھا۔ فن حدیث کی اشاعت اور مسلک سلف کی خدمت کو زندگی کا مقصد سمجھتے تھے۔ مشاہرات کا یہ دور تھا نہ طبیعت میں اس کے لئے کوئی مقام۔ زمانہ کے اتفاقات سمجھئے کہ حضرت شاہ اسحاقؒ کی ہجرت کے بعد اسی مسند پر دین کی خدمت کا موقعہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میسر آیا۔شاہ اسماعیل شہیدؒ نے تقلید مروج اور جمود کے خلاف جو جرأت مندانہ قدم اٹھایا تھا،لیکن جہاد کی مشغولیت اوراس کے مصالحوں کے تقاضوں کی بنا پراس کی تکمیل نہیں فرما سکے تھے،میاں صاحب نے اسے مقصد حیات قرار دیا اور تمام مشاغل سے فی الجملہ الگ ہوکر اس میں مشغول ہو گئے،اور پوری عمر اس میں صرف فرما دی۔ پوری عمر نہ نقل مکانی کی ضرورت محسوس ہوئی نہ کسی خوف و ہراس نے پروگرام کی تبدیلی پر مجبور کیا۔

۱۸۵۷ء کے انقلاب ایسی ہیبت ناک صورت نے بھی میاں صاحب پر کوئی اثر نہ کیا۔شہر پر توپیں آتش باری کر رہی تھیں ادھر مسند درس گرم تھی، اسباق شروع تھے۔طلبہ خائف تھے لیکن حضرت میاں صاحب پر اس کا کوئی اثر نہ تھا، وہ بدستور تدریس کے سلسلہ میں تشریف لاتے۔۱۸۵۷ء کی جنگ بدنظمی کی وجہ سے ناکامی پر منتج ہوئی۔میاں صاحب نے اس میں انگریز عورت کو باغیوں سے بچایا، اسے پناہ دی۔ یہ بالکل اسلامی تعلیمات کے مطابق تھا۔ عورت پر ہاتھ اٹھانا شرعاً درست نہ تھا۔ باغی اور آوارہ مزاج لوگوں نے اسی بہانہ سے میاں صاحب کے مکان پر حملہ کیا اور ایذاء پہنچائی۔اس کی اطلاع رضی الدولہ بہادر میرزا قدرت اللہ بیگ نے بہادر شاہ ظفر شاہ دہلی کو دی۔ بادشاہ نے شہزادوں کو حکم دیا کہ وہ اس ہنگامہ کو فرو کرائیں اور میاں صاحب سے دعا کیلئے عرض کریں کیونکہ ہمارے بزرگ مشکلات میں اہل اللہ سے دعا کرایا کرتے تھے (روزنامچہ ۱۸۵۷ء مولفہ عبداللطیف)

اسی روزنامچہ میں میاں صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

ہمانا مولانا از سادات حسنی و حسینی است۔ در حدیث پایہ اجتہاد گرفت در فقہ برتری مایہ در اصول آگاہی کمال دارد۔ در علم تفسیر بے مثال است امروز در علم وعمل بے نظیر است شب باز وسفید کار است ہر آئینہ در پرستش ایزدی بزرگی گرفت بہ پژوہش ایزدگی ستردگی یافت۔(روزنامچہ ۱۸۵۷ء۔ص ۱۰۴)

افکار اور مذہبی خیالات میں اختلاف کے باوجود میاں صاحب کے علم وعمل اور اخلاق کی پاکیزگی مسلم تھی۔واقعات دار الحکومت دہلی (جلد۳ ص ۲۵۹) میں میاں صاحب کا ذکر بڑے اچھے الفاظ میں کیا گیا ہے اور انہیں شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ اسحاق کا شاگرد ظاہر کیا گیا ہے اور آپ کی تصنیفات معیار الحق، واقعۃ الفتوی دافعۃ البلوی، ثبوت الحق الحقیق، اور فلاح الولی کا ذکر کیا گیا ہے۔(روزنامچہ۔ص ۲۰۵ بضمن اشخاص)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وفورعلم کے ساتھ میاں صاحب اخلاق فاضلہ میں اکابر ملت سے پوری پوری مماثلت رکھتے تھے۔صحت فکر، تدبر اور دور اندیشی میں میاں صاحب آپ اپنی نظیر تھے۔ مخالفین کی کثرت کے باوجود ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ دہلی سے نہ بھاگنا، متحارب طاقتوں سے نہ الجھنا، نہ مرعوب ہونا انتہائی تدبر تھا۔حکم و دانائی میں میاں صاحب کا مقام بہت ہی اونچا تھا۔ علماء کی جماعت میں میاں صاحب نظریاتی اختلاف کے باوجود بڑی عزت سے دیکھے جاتے تھے۔

میاں صاحب کے تلامذہ کا اثر: میاں صاحب کے تلامذہ کے مزاج اور طریق کار میں عجیب تنوع معلوم ہوتا ہے۔ ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق مرحوم سے اثر لیا۔مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ،مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ،مولانا محمد ابراہیم آرویؒ، حاجی علی جان کا خاندان مخالف تحریک مجاہدین کے حامی بنے۔

ایک جماعت کا رجحان تدریس کی طرف تھا۔جن میں مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ،مولانا عبدالجبار غزنویؒ، مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ ،مولانا حافظ محمد لکھویؒ،مولانا عبدالقادر لکھویؒ و سواهم خلق لا یحصون

بعض کا رجحان تصنیف وتالیف کی طرف تھا۔مولانا شمس الحق ڈیانویؒ،مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ،مولانا محمد حسین بٹالویؒ،مولانا حافظ محمد لکھویؒ،مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ،مولانا احمد غزنوی رحمھم اللہ

بعض کا رجحان مناظرانہ تھا۔مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ،مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ،مولانا عبدالحکیم نصیر آبادیؒ وغیرھم رحمھم اللہ

بعض وعظ وتقریر میں نابغہ دوراں تھے۔مولانا محمد علی بوپڑہؒ،مولانا محمد لکھنویؒ، مولانا عبدالوہاب ملتانیؒ وغیرھم رحمھم اللہ

شیخ نذیر حسین محدث دہلویؒ کی جامعیت کے یہ تاثرات تھے جو تلامذہ میں مختلف طور پر پائے گئے۔ ہر ایک نے شیخ سے حسب استعداد اخذ کیا اور اسی تاثر کے ماتحت اپنے اپنے ماحول میں خدمت فرمائی۔ بنگال،سندھ،آسام وغیرہ ممالک کے تلامذہ کا مجھے علم نہیں، نہ ان کے اسمائے گرامی معلوم ہیں، نہ ان کے اعمال سے واقفیت،لیکن عرب میں شیخ محمد نصیف جدہ، شیخ عبداللطیف آل شیخ نجد، شیخ ابوبکر خوقیر مکہ مکرمہ مسلم دوست اور توحید وسنت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے خادم ہیں اور حضرت میاں صاحب کے علمی فیوض کے شاہد ہیں اور ان کے تلمذ پر نازاں۔

میاں صاحب کا اخلاص: کتاب معیار الحق حضرت میاں صاحب نے تنویر الحق کے جواب میں لکھی تھی (تنویر الحق، شاہ اسماعیل شہید کی تنویر العینین اور ایضاح الحق کے جواب میں لکھی گئی تھی) یہ کتاب حضرت میاں صاحب کے ایک شاگرد محمد شاہ (پاک پٹنی) نے لکھی تھی لیکن نواب قطب الدین مرحوم کے اسم گرامی سے شائع کی گئی تھی۔ محمد شاہ پاک پٹن (ضلع منگمری، پھر ساہیوال، پھر خود ضلع) کے رہنے والے ایک معمولی طالب علم تھے اور نواب قطب الدین مغفور مشہور عالم تھے اور میاں صاحب کے ہم سبق۔ بعض مصالح کی بنا پر یہ کتاب ان کے نام سے شائع کی گئی تھی لیکن میاں صاحب نے اپنی رفعتوں سے بے نیاز ہو کر اپنے شاگرد کو مخاطب کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرمائی۔ آج کل ہمارے علماء کا یہ حال ہے کہ وہ کسی اپنے ہمسر سے بھی خطاب پسند نہیں فرماتے اور یہاں ایک معمولی شاگرد سے تخاطب میں بھی توہین کا احساس نہیں فرمایا گیا۔

حضرت کی متانت: معیار الحق کا لب ولہجہ مصنف کی متانت اور سنجیدگی کا شاہد ہے۔ اس وقت کے تصنیفی انداز کو دیکھا جائے تو معیار الحق ٹھنڈی سنجیدہ کتاب ہے حالانکہ بحث ومناظرہ کی کتاب ہے، لیکن اس کا انداز محققانہ ہے، طعن وتشنیع کے بغیر نفس مسئلہ پر بحث فرمائی گئی ہے۔ اصل مسئلہ میں کوئی خلا نہیں چھوڑا گیا، ہر تشنگی کو علمی حوالوں سے پورا کر دیا گیا ہے۔

معیار الحق کے لہجہ کی پسندیدگی، دلائل کی فراوانی، اور استدلال کی پختگی نے حضرت امام الہند، خطیب الملک، یگانہ روزگار، اپنے وقت کے بلند پایہ عالم، مولانا ابوالکلام آزاد کو اتنا متاثر کیا کہ وہ اپنے آبائی خیالات کو خیر باد کہہ کر میاں صاحب کے ہمنوا ہو گئے، حالانکہ مولانا آزاد کے والد بزرگوار حضرت مولانا خیر الدین سخت قسم کے بریلوی تھے۔ وہ اپنی حنفیت کے سامنے مولوی احمد رضا خان صاحب کی بریلویت کو بھی مشکوک سمجھتے تھے۔ شاہ ولی اللہ کے خاندان سے علمی استفادہ کے باوجود ان کے اصلاحی پروگرام پر تنقید فرماتے۔ لیکن معیار الحق نے اس خاندانی مقلد (آزاد) کو اپنی آغوش عاطفت میں تسکین بخشی۔

میاں صاحب نے تقلید کی متعدد اقسام لکھیں۔ ہر ایک کے حکم کو واضح فرمایا۔ کسی کے مدح وذم میں مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لیا۔ مولانا آزاد نے معیار الحق کے متعلق فرمایا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ معیار الحق سنجیدگی اور دلائل کے لحاظ سے بہت وزنی تھی، فریق مخالف نے اس کے خلاف جو کچھ لکھا اس میں وہ وزن نہ تھا۔ مولانا آزاد کے الفاظ کسی دوسری جگہ مذکور ہیں۔

حضرت کی امن پسندی: میاں صاحب کا ذہن قطعاً تفریق پسند نہ تھا۔ دہلی شہر میں رہتے ہوئے اور تلامذہ کے حلقہ میں بے حد وسعت کے باوجود میاں صاحب نے الگ جمعہ قائم نہیں فرمایا، بلکہ مدت العمر شاہی مسجد کے حنفی امام کے پیچھے نماز جمعہ ادا فرماتے رہے۔ مغل دربار تک تعارف اور شناسائی کے باوجود جمعہ علیحدہ کرنا پسند نہ فرمایا۔ حضرت میاں صاحب کے انتقال کے بعد احناف کے تشدد اور عصبیت کی وجہ سے دہلی میں اہلحدیث اور احناف کے متعدد جمعے قائم ہو گئے۔

دہلی میں علماء کی کثرت تھی، مختلف مکاتب فکر کے جید علماء دہلی میں موجود تھے لیکن کبھی کسی سے کسی اہم اور قابل ذکر آویزش کی اطلاع نہیں ملی۔ نہ ہی مناظرہ بازی اور چیلنج بازی کے آپ عادی معلوم ہوتے ہیں۔ میاں صاحب کے اسی مزاج کو بھانپ کر مرزا غلام احمد نے اپنی شہرت کے لئے دہلی میں میدان مناظرہ گرم کیا۔ مرزا غلام احمد ایسے عوامی اور نمائش پسند آدمی کے لئے یہ بہترین راہ تھی۔ اس اشتہار بازی اور مناظرہ پروری کی اطلاع پا کر مولانا محمد بشیر سہسوانی پہنچ گئے، حیات مسیح پر مناظرہ ہوا، اور مرزا صاحب مناظرہ درمیان میں چھوڑ کر واپس قادیان پہنچ گئے۔

ابتذال اور عوامیت: معیار الحق، فتاویٰ نذیریہ اور بعض دوسری تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کے ذوق میں ابتذال اور عوامیت نہ تھی۔ پوری کتاب علمی مباحث پر مشتمل اور انداز بیان علمی ہے، اسے عوامی بنانے کی کوشش نہیں فرمائی۔ علمی حلقے بھی اس سے متاثر ہو سکتے تھے اور ہوئے، حالانکہ اس دور میں جامع الشواہد، اخراج الوہابین عن المساجد اور انتظام المساجد ایسی مبتذل اور عامیانہ کتابیں شائع کی گئیں مگر میاں صاحب کے ذوق پر ان کو کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ میاں صاحب کے تلامذہ اور متوسلین نے ان کے جواب نرم گرم ہر طرح دیئے۔ جامع الشواہد ایسی گھٹیا کتاب کا بڑا متین جواب مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری مرحوم نے لکھا۔ تاہم افسوس ہے کہ یہ متانت دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ بریلی، بدایوں، لدھیانہ اور دلی کے علمی مراکز اس قسم کا ردّی لٹریچر شائع کرنے لگے۔ علمی مسائل کو بازاری انداز سے شائع کیا جانے لگا۔ حضرت میاں صاحب کے انتقال کے بعد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ان کی حیات کے آخری ایام میں یہ وباء عام ہوگئی۔ نہ اہل حدیث حضرات اس سے بچے نہ بریلی اور دیو بند اس سے محفوظ رہے۔ علمی اور تدریسی مسائل بازار کا سودا بن کر عوام کے لئے بدگمانی اور سنجیدہ حضرات کے لئے مضحکہ کا موجب بنے۔

میاں صاحب کا تحمل: ۱۳۰۰ھ مطابق اکتوبر ۱۸۸۳ء میاں صاحبؒ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اتفاقاً مولوی رحمت اللہ کیرانوی مرحوم اور حاجی امداد اللہ مرحوم اور مولانا خیر الدین مرحوم پہلے سے وہاں موجود تھے۔ کچھ اور علماء ہندوستان سے صرف اس لئے حجاز پہنچے کہ میاں صاحب کو وہاں گرفتار کرادیں۔ رسالہ جامع الشواہد کا عربی ترجمہ کر کے ترک گورنر کے سامنے پیش کیا، حالانکہ وہ ان حضرات ہی نے یہاں ہند میں شائع کرایا تھا۔ تعجب ہوتا ہے مذہبی تعصب کتنے بڑے بڑے اعاظم رجال کو ایسے کبائر پر آمادہ کر لیتا ہے کہ وہ ان غلط بیانیوں میں نہ اپنے مقام کو سوچتے ہیں نہ مستقبل کی بدنامی سے گھبراتے ہیں۔ اس کی تفصیل مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۱۰۔۱۱ میں دی ہے اور الحیات بعد المماۃ میں بھی موجود ہے۔ گورنر ترکی کو جب حقیقت حال کا علم ہوا تو میاں صاحب کو باعزت بری کر کے اپنی نگرانی میں مدینہ منورہ بھیجا، ان حضرات کو سخت تنبیہ کی، لیکن میاں صاحب مرحوم نے اس کے متعلق کوئی انتقامی کاروائی نہ وہاں کی، نہ واپس دہلی آ کر کسی رنج کا اظہار فرمایا، بلکہ صفح جمیل پر عمل فرمایا، حالانکہ یہاں پہنچ کر انتقامی طور پر بہت کچھ کیا جا سکتا تھا، لیکن اس خیر مجسم نے کسی انتقامی کاروائی کے لئے آمادگی کا اظہار نہ فرمایا

او لئک آبائی فجئنی بمثلھم   اذا جمعتنا یا جریر المجامع

معیار الحق کی اشاعت: میاں صاحب کا عام مشغلہ درس و تدریس تھا۔ تنویر الحق کی اشاعت کے بعد ضرورۃً اس موضوع پر قلم اٹھایا اور مسئلہ کے ہر پہلو کو واضح فرمایا۔ اس کا اثر علمی حلقوں پر شدید ہوا۔ مخالف بہت سٹ پٹائے۔ انصاف پسند لوگوں نے سنجیدگی سے اس بات پر غور کیا کہ جب قرآن عزیز اتر رہا تھا اور آنحضرت ﷺ اس کی تبلیغ اور تشریح میں مشغول تھے، اس وقت آئمہ مجتہدین، جن کے مذاہب مروج ہیں، موجود ہی نہ تھے، بلکہ پیدا بھی نہ ہوئے تھے لہذا ان کی تقلید واجب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جب آئمہ پیدا ہوئے، اور ان کے علوم اور فیوض سے دنیا متعارف اور متاثر ہوئی، اس وقت فرضیت اور وجوب کا زمانہ گذر چکا تھا۔ پیغمبر کے سوا کسی کو استحباب کا بھی حق حاصل نہیں، فرض واجب تو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بڑی چیز ہے۔آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ اور تابعین کے وقت ایسے مجتہد صلحاء اور اتقیاء کی جماعت موجود تھی، نہ انہوں نے اپنی تقلید کے لئے دعوت دی نہ آنحضرت ﷺ نے ان کی تقلید کے لئے اشارہ فرمایا، اور فرضاً کوئی اشارہ ہے تو انہیں چھور کر مفضول کو بلا وجہ کیوں ترجیح دی جائے۔

مسئلہ بڑا صاف تھا، اس لئے خواص کیا عوام نے بھی اس سے اثر لیا۔اس اثر کی تلافی کے لئے معیار الحق کے جواب میں مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری نے انتصار الحق کے نام سے ایک کتاب لکھی۔اس کے متعلق مولانا آزاد فرماتے ہیں:

> اسی زمانے میں معیار الحق دیکھی اور اس کا جواب انتصار الحق، مولانا ارشاد حسین رامپوری کا، اور مجھ پر معیار الحق کی سنجیدہ اور وزنی بحث کا بہت اثر پڑا اور صاحب انتصار الحق کا علمی ضعف صاف صاف نظر آ گیا (مولانا آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی۔مولفہ عبد الرزاق ملیح آبادی۔ص ۳۶۶)

انتصار الحق اس وقت میرے سامنے ہے جو مولانا ارشاد حسین نے لکھی۔لیکن مولانا اس پتھر کو نہیں اٹھا سکے جو معیار الحق نے ان کی راہ میں ڈال دیا تھا۔وہ مسئلہ کے منہ پر تشکیک کا غبار بھی نہیں ڈال سکے۔ویسے یہ کتاب معیار الحق سے بڑی تقطیع پر شائع ہوئی ہے اس سے ضخیم بھی زیادہ ہے۔

بتدریج یہ مسئلہ مجلسی اور عوامی ہو گیا ہر طرف سے عامیانہ انداز میں اس پر گفتگو ہونے لگی۔ہر فریق نے جذباتی طور پر عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کیا۔متون اور شروح فقہ کی بعض جزئیات کو اشتہاری صورت میں عوام کے سامنے رکھا گیا۔ہر فریق نے عوامیت اور ابتذال کی راہ اختیار کی، جس کی بدولت یہ نزاع انگریزی عدالتوں تک پہنچ گئی۔مساجد سے اخراج کی نوبت آئی۔دونوں طرف سے اہل علم خالص دینی مسئلہ کے لئے خالص کفر کی عدالتوں میں پہنچ گئے۔اس ہنگامہ کی صدائے بازگشت پریوی کونسل تک اثر انداز ہوئی۔اس صورت پر کسی فریق کو بھی فخر مناسب نہیں، البادی اظلم درست ہے لیکن فاصفح الصفح الجمیل بھی آخر قابل فخر مقام ہے۔۔محمد اسماعیل۔شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ

(مقدمہ معیار الحق، مکتبہ نذیریہ قصور، ۱۹۶۵ء۔بچند تراميم)

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

معیار الحق

(مولفہ سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی)

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

نحمد ك یا من بعث فی الا میین رسولاً مّنھم یتلوا علیھم آیاتک و یز کّیھم و یطھّرھم تطھیراً۔ و نصلّی علی نبیّک محمد ںالّذی او جبت علینا اتّبا عه و جعلته لنا ھا دیاً و سراجاً مّنیراً و علی آ له وصحبه الملتز مین بھد یة المستنین بسنّة الذین جعلت کلاًمنھم شمس الھدی و للدّ ین نصیراً ۔ و علی سا ئر امّته سیما الآ ئمّه الاربعة الّذین ھم لقوام دینه کالعنا صر ا لا ر بعة و لا ینکر غیر المعاند کون کل وا حد منھم له معوا نا و ظھیراً ۔

امّا بعد: فیقو ل العبد الاحقر طالب الحسنیین المبتغی مرضاة خالق الثقلین السیّد محمد نذیرحسین انّه قد وصلت الیّ الرسالة المو سو مة بتنویر الحقّ المنسو بة فی الظّا ھر الی جامع الحسنات المولوی محمد قطب الدّ ین شرح اللّٰه صدره

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بنور اليقين ، المصنّفه فى الحقيقة لمحمّد شاه الفنجا بى الّذى اقام عندى نهاء اربع سنين و استفاد منّى ثمّ اعتزل عنّى كاعتزال واصل بن عطاء عن الامام الحسن البصرى فاطلعت عليها و نزت الى ما فيها فوجدتها مشتملة على المفاسد و الخطور و تذكرت من مطا لعة اسمها قول الشّا عر :

برعکس نہند نام زنگی کافور

اذ وجد ت بعضها، وهو الباب الاول ، مخا لفاً لّما روى عن المحققين من المحدّ ثين و المورّخين من المحتبرين و متضمناً للاحاديث الواهيه الموضوعة الّتى نصّ على حرمة روا يتها عن الحفّا ظ المحققين۔

و بعضها ، و هو البا ب الثّا نى، مخا لفاً لّما صرح به اما منا و سيّد نا ابو حنيفة النّعمان ا فا ض اللّه عليه شآ بيب العفو و الغفران وصاحباه و من تبعهم من جمهور الفقهاء والاصوليين من المتقدّ مين و المتأ خّرين ۔

وبعضها، و هو اكثر الباب الثّا لث، خلاف مسلك المحققين المنّصفين ۔

فتصد يت لتحرير جوا باتها اظهاراً للحقّ لقوله تعالى: لا يخا فو ن لو مة لا ئم۔ ولقو له عليه السّلام: السّا كت عن الحقّ شيطان اخر س۔ فجاء بعون اللّه كتا باً يّنطق با لحقّ فلذا سمّيته باسم كا لمسمى معيار الحق۔

و اعلم ان ما ادعيناه من كون تلك الرّسا لة فى الحقيقة لمحمّد شاه فنجابى يقتضى تفصيلاً و هو انّه ما اعتزل عنّى كان ساعياً من عدّة سنين فى جمع ما اورده فيها من المزخرفات لردّ ما فى الر سا لتين المتبرّ كتين : ايضا ح الحقّ و تنو ير العينين، لمقتدا نا المولوى اسما عيل الشهيد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حا ج الحر مین۔ فلمّا اختتم ما جمعه و تمّ ما یفید قصده اراد اظهاره و افشائه ، لکنّه فهم انّی لست مشهوراً و ملتفتا الیه للنّاس فکیف یظهره ثمرة کبدی و انّی یلتفت الیّ و جه من وجوه النّاس فتجسس من یّنسب الی نفسه ما جمعه و هو من المشهورین و مع ذا لک یکون سا ذ جاً غیر واقف من کید الخا ئنین واقعاً فو جّه موا فقاً لمدعاه مجمع الحیاء و الکر م المو لوی قطب الدّ ین صا نه اللّٰه تعا لی عن مکر الدّ الخصا م فی الدّ ین فالتجا الیه بهذا السّوال نهاره ولیله وکان یذهب فی حضرته ضحاء ه و مساء ه ۔و لمّا کا ن المولوی قطب الدّ ین کذا لک لما صرف مدّ ة عمره فی تا لیف الکتب المتضمّنة للمسا ئل السّهلة المشهورة ولم تیسّر له مطالعة کتا ب کبیر دقیق من کتب ا لاصو ل و مباحث فرو ع العلماء الماهرین بالفقه و الحدیث من العدول حتّی یطلع علی مباحث عضال معرکة آراء المحققین لیعصم نفسه عن اغواء المغو ین اغتر من کید ہ و رضی بقوله فاستجاب دعوته و اخذ ما جمعه و کان فی العبارة العر بیّة فترجمه فی الهند یّة و سمّاه بتنویر الحقّ و نسبه الی نفسه خلافاً للواقع الا حق و لنا الشّهود علی ما اوردناه فی هذا التّفصیل فمن ارتاب فلیحضر عند نا فلیطلب منّا الشّوا هد و الدّ لیل و الّذی له طبع سلیم و عقل مستقیم سیطمئنّ قلبه من مطالعة آ خر تلک الرّسا لة لانّ فی آ خر ها اقرار مّن محمد شاه بما یصدق هذه المقا لة ، و لمّا کا نت الرّسا لة فی العبارة الهند یة ینبغی ان یّکو ن جوا بها ایضاً فی الهند یة ، فا لمأمول من ارباب الفضل و الکمال ان یّنظروا الی ما قیل لا الی من قال فا ن المحققین یعرفون الرّ جال با لحقّ ، لا الحقّ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بالرّجال ۔ والتّوفیق المتعام المفضال ۔

بعد حمد ونعت کے بندہ عاجز طالب حسنات دارین محمد نذیر حسین علماء ماہرین شریعت غرا ومستبصرین ملت بیضاء کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ ۱۲۸۰ھ میں ایک رسالہ مسمی بہ تنویر الحق نامزد بہ نسبت جناب مولوی محمد قطب الدین خان کے چھپ کر جا بجا مشہور ہوا۔ چنانچہ ناگاہ اس عاجز کی نظر سے بھی گذرا تو معلوم ہوا کہ یہ رسالہ حقیقت میں جمع کیا ہوا، اور ترتیب دیا ہوا شیخ محمد شاہ ساکن موضع پیر سکندرہ ضلع پاکپٹن کا ہے ۔لیکن نامبردہ نے بہ سبب غیر مشہور ہونے اپنے کے، آمد رفت اور رابطہ اخلاص کا جناب مولوی صاحب ممدوح سے پیدا کیا اور شیوہ عجز وانکسار اور چاپلوسی وخوشامد سے عرض معروض کر کے انہیں اس پر آمادہ ومستعد کیا کہ آپ بذات خود اس رسالہ کو منسوب کر کے ترجمہ اردو زبان میں فرماویں، اور معرفت اپنی چھپوا دیں کہ عوام الناس بنا بر شہرت فضیلت اور دیانت آپ کی، خواہش کر کے لے لیں، اور دستور العمل اپنا ٹھہراویں ۔

پس جناب مولوی صاحب بپاس حیا وکرم ومروت جبلی اپنی کے، عرض میاں محمد شاہ مقرون بہ اجابت فرما کر اچانک اس میدان جان فرسا میں پا انداز ہوئے ۔اور عادت معہودہ قدیمہ اپنی کو چھوڑ کر، ذات شریف اپنی حیص بیص مباحث دقیقہ معرکہ آراء سے اہل اصول میں ڈالی، حالانکہ جناب ممدوح پہلے اس سے ایام شباب تا بغایت حال، فارس تجربہ وحذاقت اس میدان لق ودق کے نہ تھے ۔صرف بمقتضائے رافت ومروت کے بنظر سرسری نامبردہ کے لکھنے پر کاربند ہو کر ترجمہ کر دیا اور کماحقہ قوت ماخذ اور صحت و ضعف اور راجح مرجوح احادیث اور مسائل متنازع فیہا کہ جن میں شیخ محمد شاہ نے قدم ڈالا، مطلع نہ ہوئے ۔کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

نہ ایں کار بازیچہ وسرسری است

اس واسطے کہ جناب مولوی قطب الدین کو ہمیشہ ورد وظائف اور سرانجام امر ضروری روزمرہ اہل حاجات سے فرصت کہاں ملتی ہے کہ بہ دل جمعی تمام مباحث عضال اور مسائل مشکلہ اصولیہ میں نظر باریک فرماویں اور شیخ محمد شاہ نے جس جس مقام میں بہ سبب خام طبعی اور ناتجربہ کاری کے اس رسالہ کی توجیہات میں لغزش کھائی ہے نیز مولوی قطب الدین سے اوپر اعتماد اس کے لغزش واقع ہوئی ہے، سچ ہے دیکھنے اور سننے میں بڑا فرق ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اورکوئی نادان اس بیان سے نہ سمجھے کہ اس میں مذمت اور منقصت جناب مولوی قطب الدین کی پائی جاتی ہے۔ حاشا کہ یوں نہیں کیونکہ مباحث دقیقہ اصولیہ لوازمات اور ضروریات دین سے نہیں کہ جاننا ان کا ہر اہل صلاح ویقین پر واجب ہو ۔ و مع ھذا لکل فن رجال موقع ومزیب ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

اور پوشیدہ نہ رہے کہ شیخ محمد شاہ نے ظاہر بزعم اپنے اس رسالہ میں تائید مذہب حنفی کی کی ہے، مگر بباعث کج فہمی اور ناواقفیت کہ ہنوز نوآموز ہے ، بیان وجوب تقلید مذہب معین میں خلاف مسلک ورائے امام صاحب اور صاحبین وغیرھم کے چلا۔ خصوصاً در پے ردکرنے رسالہ ایضاح الحق وغیرہ کہ جو منجملہ مصنفات مبارکات جناب فیض مآب قامع شرک وبدعت مجاہد فی سبیل اللہ مولانا وبالفضل اولنا محمد اسماعیل عمریؒ سے ہے، بہمہ تن متوجہ ہوا۔ چنانچہ ناظرین واقفین رسالہ مذکورہ پر خوب روشن اور ہویدا ہے۔

بہر رنگے کہ می آید شناسم

مقام افسوس کا ہے کہ مشارالیہ ہمارے پاس کئی برس رہ کر شب وروز مستفید ہوتا رہا، مگر مذاق تحقیق علماء ربانی سے بے بہرہ رہا

تہدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل

بنا بر اس کے اس عاجز نے واسطے اظہار حق اور خیر خواہی عوام مؤمنین کے کہ افراط وتفریط میں نہ پڑیں، درباب اعتقاد رکھنے حقیت تقلید مذاہب آئمہ اربعہ وغیرھم رحمھم اللہ تعالی کے مطابق تحقیق جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور موافق تقریر دل پذیر مولانا محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ والرضوان اور جس طرح سے کتب اصولی حنفیہ اور مالکیہ اور شافعیہ وغیرہ میں دلیل شرعی کے ساتھ معمول بہ نزدیک علماء محققین منصفین کے چلا آتا ہے، بےکم وکاست لکھ دیا۔ اور اپنی رائے کو اس میں دخل نہ دیا۔ اور نام اس کا رسالہ معیار الحق رکھا۔ خداوند کریم اپنے فضل وکرم سے افراط وتفریط اور تعصب مذہب سے محفوظ رکھ کر توفیق جواب دہی باصواب کی عطا فرماوے

ربّ زدنی علماً آمین ربّ العالمین ثمّ آمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب دانش مندان شرع شریف سے کہ حکمت وحقیقت کتاب وسنت اور تعامل آثار صحابہ اخیار اور آداب وروش تابعین اور تبع تابعین اور مجتہدین نامدار ومحدثین کبار و طریقہ علماء ثقات متأخرین منصفین رضی اللّٰہ عنہم سے بخوبی واقف ہیں، التماس کرتا ہے کہ رسالہ معیار الحق کو بنظر انصاف ملاحظہ فرماویں اور چین بہ جبین نہ لاویں کہ الحق مرّ کلام متین سید المرسلین ہے۔ پس اگر تائید حق میں محلی ومجلی پاویں تو بلا خوف لومۃ لائم اظہار حق میں اغماض نہ کریں، بلکہ صاف دل سے داد حق گوئی کا اس طرح سے ادا کریں۔

هذا كتاب يّنطق بالحقّ وما ذا بعد الحقّ الّا الضّلال، و لكنّ اكثركم للحق كارهون

اور جو کہیں اس میں خطا واقع ہوئی ہو تو بمقتضائے واعفوا واصفحوا اصلاح دے دیں، اور جو اصلاح نہ دے سکیں تو خاموش رہیں۔

امام ابوحنیفہؒ تبع تابعی ہیں

قال المؤلف (صاحبِ تنویر الحق) باب اول بیچ فضائل امام اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ کے۔

اقول (یعنی سید نذیر حسین)۔ ہر چند کہ فضائل سے امام صاحب کے ہم کو عین عزت اور فخر ہے اس لئے کہ وہ ہمارے پیشوا ہیں، اور ہم ان کے امر حق میں پیرو ہیں، لیکن ان فضائل سے جو فی الواقع بھی ہوں، اور ساتھ اسناد صحیح کے ثابت ہوں۔ نہیں تو جھوٹی تعریف شبہ رفض کا ہے، کیونکہ وہ لوگ اسی مرض سے ہلاک ہو گئے ہیں، اور رافضی ٹھہرائے گئے ہیں۔ اس لئے ہم پر ضرور ہوا کہ اس بات کی بھی تحقیق لکھیں کیونکہ کچی پکی باتیں کہ جو پایہ تحقیق سے نزدیک علماء محققین ثقات کے دور ہیں، گردش کر رہی ہیں اور اس میں امام صاحب کے تابعی ہونے کا دعوی کیا ہے۔ اور واسطے اثبات اس دعوی کے احادیث موضوعہ اور معلقہ اور قصے واہیات وارد کئے گئے ہیں۔ اور اس میں کچھ امام صاحبؒ کی کسر شان اور مذمت نہیں ہے، اس لئے کہ ان کی فضیلت تابعی ہونے پر موقوف نہیں۔ ان کا مجتہد ہونا، اور متبع سنت اور متقی اور پرہیز گار ہونا کافی ہے انکے فضائل میں۔ اور آیہ کریمہ انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم زینت بخش مراتب ان کی کے ہے۔ اور اکثر آئمہ نقل امام صاحبؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے تابعی ہونے کے قائل نہیں، چنانچہ آگے بیان اس کا آئے گا۔

❁ قال (المؤلف تنویر الحق) ۔ اور اعلام الاخبار وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تین حدیثیں نقل کیں:

اول حدیث۔ طلب العلم فریضة علی کل مسلم ۔

حدیث دوم۔ انّ اللّٰہ یحبّ اعانة اللھفان۔

تیسری حدیث۔ لو وثق العبد باللّٰہ تعالی ثقة الطیر لرزقه کما یرزق الطّیر تغدو خماصا و تروح بطانا، کما فی الطحطاوی۔

دوسرے حضرت عبد اللہؓ بن ابی اوفی بن علقمہ کہ کوفے میں سن چھیاسی یا ستاسی ہجری میں سب اصحاب کے بعد رحلت فرمائی ۔ اس وقت امام چھ یا سات برس کے تھے اور امام نے ان سے یہ حدیث نقل کی ہے من بنی للّٰہ مسجداً و لو کمفحص قطاة بنی اللّٰہ له بیتاً فی الجنّة ۔کذا فی الطحطاوی ۔

اور مختصر میں ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ پانچ برس کی عمر سماع حدیث میں معتبر ہے ۔ چنانچہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے محمود بن ربیعؓ کی روایت پانچ برس کی عمر میں قبول کی ہے

تیسرے سہل بن سعد الساعدیؓ کہ مدینہ میں سن اٹھاسی یا اکانوے ہجری میں بعد سب اصحاب کے داخل جنت ہوئے ۔ اس وقت امام صاحب آٹھ یا گیارہ برس کے تھے ۔ لاکن ان سے کچھ روایت نہیں کی ۔

چوتھے ابوطفیلؓ عامر بن واثلہ مکہ میں بعد سن ایک سو دو ہجری کے سارے جہان کے اصحاب کے بعد رحلت فرمائی اور پہلا حج امام نے سولہ برس کی عمر میں ۹۶ ہجری میں کیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام نے بے شک حضرت ابوطفیلؓ سے ملاقات کی ہوگی کیونکہ وہی جہان میں ایک صحابی باقی رہے تھے اور لوگ تلاش کر کے اصحاب کو ملاقات کیا کرتے تھے۔

❁ اقول (یعنی نذیر حسین) ۔ و باللّٰہ التّوفیق و منه الوصول الی التّحقیق ۔ یہ چاروں صحابی امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں موجود تھے ۔لیکن ملاقات امام صاحب کی ان میں سے کسی سے ، یا روایت کرنی ان سے نزدیک اکثر آئمہ نقل کے ثابت نہیں ہوتی ۔ چنانچہ شیخ ابن طاہر حنفیؒ صاحب مجمع البحار جن کی تحقیق سے فن حدیث و اخبار

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

میں علماء خوب واقف ہیں، تذکرہ موضوعات میں فرماتے ہیں:

وکان فی ایام ابی حنیفه اربعة من الصحابة انس بن مالک بالبصرة و عبد الله بن ابی اوفی بالکوفه و سهل بن سعد الساعدی بالمدینة و ابو طفیل عامر بن واثلة بمکة و لم یلق واحداً منه و لا اخذ عنه۔ و اصحابه یقولون انه لقی جماعة من الصحابة و روی عنهم و لم یثبت ذالک عند اهل النقل

(ترجمہ بطریق اختصار۔ یہ چاروں صحابی امام کے زمانہ میں موجود تھے۔لیکن ملاقات امام کی ان میں سے کسی ایک سے بھی نزدیک آئمہ نقل کے ثابت نہیں)۔

اور ملا علی قاریؒ نے شرح شرح نخبۃ الفکر میں لکھا ہے:

علامہ سخاویؒ صاحب مقاصد الحسنۃ سے قول معتمد اور صحیح یہی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو کسی صحابی سے روایت کرنی ثابت نہیں۔

اور ایسا ہی ذکر کیا علامہ محمد اکرم حنفیؒ نے بیچ حاشیہ نخبۃ الفکر کے علامہ سخاویؒ سے

نقل علی القاری فی شرح النّخبة عن السّخاوی انّ المعتمد انّه لا روایة للامام عن احدٍ مّن الصّحابة لصغره فی زمن ادراکه ایّاهم ۔ انتهی کلامه ۔ و ذکر محمد اکرم الحنفی فی امعان النّظر و توضیح نخبة الفکر فی ذکر قلّة الوسائط فی الروایة منها الثلاثیات للبخاری و الثنائیات فی مؤطا امام مالک و الواحدان فی حدیث الامام ابی حنیفه قال العلامة السخاوی لکن الاخیر بسند غیر مقبول اذا المعتمد انه لا روایة للامام ابی حنیفه عن احدٍ مّن الصّحابة ۔

اور قاضی علامہ شمس الدین ابن خلکانؒ نے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے۔ چنانچہ وفیات الاعیان میں فرماتے ہیں:

و ادرك ابو حنیفه اربعة مّن الصّحابة رضوان اللّه علیهم اجمعین و هم انس بن مالک بالبصرة ۔ و عبد اللّه بن ابی او

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فی با لکوفه و سهل بن سعد السّاعدی با لمدینة و ابو طفیل عامر بن واثلة بمکة و لم یلق واحداً مّنهم و لا اخذ عنه و اصحابه یقولون لقی جماعة من الصّحابة و لم یثبت ذالک عند اهل النّقل۔

اقول۔ قوله ادرك ابو حنیفة اربعة من الصّحابة معناه ادرك زمانهم کما صرح به الشّیخ ابن طاهر و الّا فلا معنی لما قال بعد و لم یلق واحداً مّنهم و هذا لا یخفی علی من له ادنی لب۔

اور امام نوویؒ شارح صحیح مسلم، تہذیب الاسماء میں فرماتے ہیں:

قال الشیخ ابو اسحاق فی الطّبقات هو النّعمان بن ثابت بن زوطی ابن ماه مولی تیم اللّه بن ثعلبة ولد سنة ثمانین من الهجرة و توفّی ببغداد سنة خمسین و مأة و هو ابن سبعین سنة۔ اخذ الفقه من حمّاد بن ابی سلیمان۔ فکان فی زمانه اربعة من الصّحابة انس بن مالک و عبد اللّه بن ابی اوفی و سهل بن سعد و ابو الطفیل و لم یأخذ عن احدٍ مّنهم۔

اور شیخ ابن طاہرؒ مجمع البحار میں فرماتے ہیں:

و ابو حنیفه النعمان بن ثابت ابن زوطاء بن ماه الامام الکوفی مولی تیم اللّه بن ثعلبة و هو من رهط حمزة الزّیاة و کان خزازاً یبیع الخز و کان جدّه من اهل کابل او بابل مملوکاً لبنی تیم فاعتقه و قال اسماعیل بن حمّاد بن ابی حنیفه نحن من ابناء فارس من الاحرار ما وقع علینا رق۔ و لد جدی سنة ثمانین و ذهب به الی علیّ و هو صغیر فدعا له با لبرکة فیه و فی ذریّته و مات ببغداد سنة خمسین و مأة علی الاصحّ۔ و کان فی ایّامه اربعة من الصّحابة انس بن مالک و عبد اللّه بن ابی اوفی و سهل بن سعد و ابو الطّفیل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و لم يلق احداً مّنهم و لا اخذ عنه ۔ و اصحا به يقولو ن انّه لقى جماعة من الصّحا بة و روى عنهم و لا يثبت ذا لک عند اهل النّقل۔

اقول ۔ نقل الشّيخ مقو لة اسما عيل بن حمّاد بن ابى حنيفه تعريض عليه و تنبيه على كذ به بناء على التّحقيق فانّ مقو لة متضمّنة على حريّة اصله و المحققّ الر ق كما صرح به الشيخ آ نفا و الحا فظ ابن حجر فى التّقريب و الامام النّووى فى التّهذ يب و العلاّ مة ابن خلكا ن فى وفيا ت الاعيان و غير هم و مشتملة على انّ ا لا ما م ا با حنيفه جدّ اسما عيل ذهب به الى علىؓ عنه فدعا له با لبر كة و هو خلاف التّحقيق عند هئو لاء ا لا ر بعة و غيرهم من كا فّة المسلمين بل هو لم يقل به احد من الجهلاء فما ظنّک بالعلماء لا ن عليّاً ما ت قبل و لادة ا لا مام با ر بعين سنة كما صر ح به العسقلا نى فى التّقريب و غير هم فا فهم لا يتوهم ان مراد اسما عيل من الجدّ الذى ذ هب به الى علىّ يحتمل ان يكو ن جداً اعلى لا نّ اسما عيل يعنى با لجدّ الجدّ الّذى ما ت ببغداد سنة خمسين و مائة كما يدلّ عليه كلا مه و هو ليس ا لّا ابا حنيفه

اور اس مقام مزلۃ الاقدام میں حافظ دراز پشاوری بھی پھسلے ، چنانچہ اول ترجمہ فارسی پارہ اول صحیح بخاری میں بیچ مناقب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لکھتے ہیں:

اسماعیل پسر حماد گفت کہ جد من امام ابوحنیفہ در سال ہشتاد متولد شد و اورا پدر او ثابت بخدمت علی شاہ ولایت بردہ بود و درآں حال او را خورد سال بود پس حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ در ہماں حال بدرگاہ ایزد متعال دعا بریں منوال کرد کہ حق تعالی بہ لطف و رحمت بسیار و خیر و برکت بے شمار درو ے و اولاد و ے پائدار نمائد۔ انتہی بحروفہ ۔

عجب یہ لوگ ساتھ حبّک الشّیء یعمی و یصمّ کے موصوف اور ممتاز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ ایسی بے خبری پر اپنی، کہ موجب شرم وحیا کے ہے، خبر نہیں رکھتے۔ کیونکہ سال وفات علی مرتضی کجا؟ اور سال پیدائش امام صاحب کجا؟

آنہا کہ چشم برگل تحقیق وا کنند — از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
در مجثے کہ غیر خموشی علاج نیست — بر ہرزہ است تکیہ بچون وچرا کنند

اور حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانیؒ تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں:

النّعمان بن ثابت الکوفی ابو حنیفه الامام یقال اصله من فارس و یقال مولی بنی تیم فقیه مشهور من السّادسه۔

اقول۔ ابن حجرؒ نے امامؒ کو چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے اور چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کو کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ چنانچہ خود ابن حجرؒ مقدمۃ الکتاب میں فرماتے ہیں:

السّادسه طبقة عاصروا الخامسة لکن لم یثبت لهم لقاء احد من الصّحابة کابن جریج۔

تو دیکھو علماء محققین معتبرین کے کلام سے ظاہر ہوا کہ لقاء امام کا ان چاروں میں سے کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ سو مانع کو اسی قدر سند منع کی کافی ہے۔ اور مدعی کو اثبات دعوی کا ساتھ دلیل قوی کے لازم ہے۔ حالانکہ جناب مؤلف (صاحب تنویر الحق) نے دعوی لقاء ان چاروں صحابہ کو کسی دلیل اور بینہ سے ثابت نہیں کیا۔ یعنی کوئی قول آئمہ نقل سے مثبت اس دعوی کا نقل نہیں کیا۔ سو نہ نقل کرنا جناب مؤلف کا قول کسی امام کا آئمہ نقل سے واسطے اثبات ملاقات امام کے سہل بن سعدؓ اور ابوالطفیلؓ سے تو ظاہر ہی ہے۔ لاکن ملاقات انسؓ اور عبداللہؓ کی جس پر قول طحاوی کا نقل کیا ہے وہ بھی حقیقت میں مجرد از شاہد و بینہ ہے اس لئے کہ طحاویؒ اور مثل اس کے، آئمہ نقل سے نہیں ہیں۔ اور قول ان کا ایسے دعاوی کو مثبت نہیں ہوسکتا جب تک کہ آئمہ نقل سے روایت متصل نہ ہو۔ کیونکہ فقہاء مقلدین اپنے آئمہ کی تعریف میں کیا کچھ نہیں لکھ گئے۔ چنانچہ صاحب الدر نے درمختار میں امام اعظم کی مدح میں کیا کچھ غلو کیا ہے اور کہا ہے کہ عیسی علیہ السلام بھی آخر زمانہ میں امام ہی کے مذہب پر عمل کریں گے حیث قال الی ان یحکم بمذهبه عیسیٰؑ۔

اور اگرچہ اس قول کی حلبیؒ نے تاویل کر دی ہے لیکن وہ تاویل توجیه القول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بما لا یرضی به قائله ہے۔ اسی واسطے امام طحطاویؒ نے بعد نقل کرنے تاویل حلبیؒ کے کہا ہے:

والّذی ینبغی للطّائفة الحنفیّة لا یتکلموا بھذہ الالفاظ الموھمة فانّھا موجبة للتکلم فیھم بل انّ بعض الحمقی یسبّون الامام و ینفون الاجتھاد فالاولی وتجنبه۔

اور بعض حنفیوں نے یہ کہا ہے کہ امام صاحبؒ، خضر علیہ السلام کے استاد تھے۔ خضرؑ نے ان سے تیس برس علم حاصل کیا تھا۔ پانچ برس حین حیات میں اور پچیس برس قبر پر سے۔ چنانچہ امام طحطاویؒ نے نقل کیا ہے:

اعلم انّ اللّه تعالی قد خصّ ابا حنیفه بالشّریعة والکرام و من کراماته انّ الخضر علیه السّلام کان یجیء الیه کلّ یوم وقت الصّبح و یتعلّم منه احکام الشّریعة الی خمس سنین فلمّا توفّی ابو حنیفه ناجی الخضر ربّه الٰھی ان کان لی عندك منزلة فاذن لابی حنیفه حتّی یعلّمنی من القبر علی حسب عادته حتّی اعلم شرع محمد ﷺ علی الکمال لتحصّل لی الطّریقة والحقیقة فنودی ان اذھب الی قبرہ و تعلّم منه ما شئت فجاء الخضر علیه السّلام و تعلم منه ما شاء کذالک الی خمس و عشرین سنة حتّی اتمّ الدلائل و الاقاویل۔

اور اس سے بڑھ کر ہے قصہ قشیری کا جس میں خوب تفصیل سے حضرت خضرؑ کو امام صاحبؒ کا مقلد بنایا ہے چنانچہ وہ بھی طحطاوی میں منقول ہے۔ اور سوائے اس کے بہت ایسی باتیں فقہاء مقلدین مادحین سے اپنے آئمہ کی تعریف میں صادر ہو چکی ہیں۔ اگر مجرد قول مادحین کا کالوحی من السّماء ہوتا اور ایسے امور اہم میں حاجت دلیل اور روائت کی آئمہ نقل سے نہ ہوتی تو پھر قصہ قشیری اور قصہ خضر وامثالہا کو علماء حنفیہ ہی نے کیوں ردّ کر دیا ہے۔ دیکھو کہ طحطاوی میں ان قصوں پر کیا کیا کچھ لے دے ہوئی ہے۔ تو خوب ثابت ہوا کہ طحطاوی ومن مثلہ کا قول امام صاحبؒ کو تابعی نہیں کرسکتا جب تک آئمہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نقل سے ثبوت نہ پہنچے اور اس کا حال تم دیکھ ہی چکے ہو۔

اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ بے شک امام کی ملاقات ان صحابہ سے بہ نقل آئمہ نقل تو ثابت نہیں لیکن ہم عصر تو تھے۔ اور روایت کرنا امام صاحبؒ کا حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفی سے طحاوی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔ سو یہ امر واسطے اثبات دعوی لقائے انسؓ اور عبداللہؓ کے کافی ہے بنا بر مذہب امام مسلم، صاحب صحیح (مسلم) کے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ روایت کرنا حضرت امام ابوحنیفہؒ کا حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہؓ سے طحاوی وغیرہ نے بسند متصل الی الامام، امام سے روایت نہیں کیا۔ اور علم حدیث وسیر میں ملاحظہ حال راویوں کا درجہ درجہ آخر تک پر ضرور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں بیان کرنا اسناد منجملہ دین سے ہے۔ کیونکہ جو اعتبار اسناد کا نہ ہوتا، ہر کوئی جو چاہتا کہہ دیتا، تو جھوٹ اور سچ میں امتیاز نہ ہوتا۔ عبداللہ بن المبارک یقول

الاسناد من الدین ولو لا الا سناد لقال من شاء ما شاء

کذا فی مقدمۃ صحیح المسلم وغیرہ۔ اور روایت معلق بلا سند اسی لئے حجت نہیں ہوتی نزدیک جمہور علماء کے کما فی نخبۃ الفکر و شرحہ و غیرھما تو بنا بر مذہب مسلم کے بھی لقاء ثابت نہ ہوا۔

علاوہ یہ ہے کہ جو تین حدیثیں مروی امام کی حضرت انسؓ سے مؤلف (تنویر الحق) نے طحاوی سے نقل کی ہیں وہ تینوں موضوع ہیں نزدیک اکثر کے۔ خاص کر پہلی حدیث کہ اس کو بہت سے علماء نقاد نے موضوع کہا ہے۔ پس کس طرح ہم عصر سے روایت کرنا ضم کر کے بنا بر مذہب مسلم کے ملاقات امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے ثابت کہو گے۔

اب موضوع ہونا ان احادیث کا سنو۔

شیخ ابن طاہر حنفیؒ صاحب مجمع البحار تذکرہ موضوعات میں فرماتے ہیں:

طلب العلم فریضۃ علی کلّ مسلم روی عن انس بطرق کلھا معلولۃ واھیۃ و قال احمد لا یثبت فی ھذا الباب شیء و کذا قال ابن راھویہ و ابو علی النیشاپوری و الحاکم۔ انتھی مختصراً۔ (یہ حدیث مروی ہے حضرت انسؓ سے کسی طریقوں سے جو سب کے سب واہیات ہیں اور امام احمدؒ نے فرمایا کہ اس مضمون کی کوئی بھی حدیث ثابت نہیں اور ایسا ہی کہا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے ابن راہویہؒ اور ابو علی نیشا پوریؒ نے اور حاکمؒ نے)۔

اقول ۔ایسا ہی کہا ہے نور الدین علیؒ نے مختصر تنزیه الشریعة المر فوعة عن ا لا خبار الشنیعه المو ضو عة میں ۔

اور کہا ابن حبانؒ نے کہ یہ حدیث باطل ہے اس کی کچھ اصل نہیں اور لا یا ہے اس کو ابن الجوزیؒ اپنی موضوعات میں کذا فی الفوا ئد المجموعه فی ا لا حا دیث المو ضوعة للقاضی محمد بن الشو کا نی

اور سید محمد امین المشہو ر با بن عا بدینؒ نے ردالمختار حاشیہ الدرالمختار میں کہا ہے:

و جاء من طرق انه روی عنه احا دیث ثلا ثه لکن قا ل آ ئمة المحد ثین مدار ها علی من اتهمته ا لآ ئمة بو ضع ا لا حادیث ۔ انتهی ۔(روایت کرنا امام کا ان تینوں حدیثوں کو انسؓ سے منقول تو ہے لیکن مدار ان کا بقول آ ئمہ محدثین کے ان راویوں پر ہے جو وضع حدیث کے ساتھ متہم ہیں)

و ما قا ل محمد امین بعد و قا ل بعض الفضلاء و قد اطا ل العلا مة طا ش کبری فی سر د النقول الصحیحة فی اثبا ت سما عه منه و المثبت مقدّم علی النّا فی فعجیب من شا نه ان لم یحمل علی انّه نقله لا علی و جه التّعویل علیه کیف وانّ المثبت انّما مقدّ ماً علی النّا فی اذا کان النّا فی نا فیاً بالاصل و امّا اذا کا ن ممّا یعر ف با لدّ لیل فله صلو ح المعارضة المثبت فی المسلم والمختاران کان النّفی بالاصل فیقدم الا ثبا ت تقدیم الجرح علی التّعدیل کحر یة زو ج بر یرة حین اعتقت لان عبد یته کانت معلو مة فالاخبار بها بالاصل ان کان ممّا یعرف بد لیله تعا رضا و طلب التّر جیح کالاحرام فی تز و یج میمو نة نفی للحل ا للا حق۔ انتهی ۔

و هکذا فی سا ئر الکتب ا لا صو ل فا قو ل متفر عاً علی هذا الا صل ان نفی سماع ا لا مام عن انس لیس کحر یة زو ج بریرة لا ن عبد یته کا نت ثا بتة مستمرة من حین النکا ح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الی ان ا لا عتناق و لیس کذا لک سماع ا لا مام عن انس
بان یکو ن ثا بتاً مستمراً من یو م الولادته الی و فا ت انس و
لم یقبل به احد من الجهلاء فکیف علماء بل هو کا لا حرا م
فی تز و یج میمو نة فکما ان ا لاحرا م نفی للحل اللا حق کذا
لک نفی سما عه نفی لسماع ا للا حق الحا دث فیصلح
لمعار ضة المثبت ثمّ التّر جیح عند نا فیما نحن فیه للنّا فی
لا نّ مدارالسماع عن انس علی الاحادیث المعلقة الموضوعة
کما ر جح ا لا حرا م فی تز و یج میمو نه با ن روا ته کلهم آ ئمة
فقهاء کما قا ل الطحاوی کذا فی المسلم فا فهم و تشکر

(حا شیہ۔حل اس مقام کا یہاں پر ضرور ہے تا کہ ہر خاص و عام کے ذہن میں آ سا نی سے آ جا وے ۔
اقول بتو فیقه جل جلا له۔

علا مہ محمد امین شہیر با بن عا بدینؒ شا می محشی درمختار نے ردالمختار میں صفحہ ۴۴ جلد اول میں اولاً لکھا ہے کہ حضرت امامؒ نے حضرت انسؓ سے تین حدیثیں نقل کی ہیں لیکن آ ئمہ حدیث کے نز دیک وہ تینوں موضوع ہیں ۔ پھر لکھا ہے کہ علا مہ طاش کبریٰؒ نے اس امر کے اثبات میں کہ حضرت امامؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے، بہت کلام کی ہے اور روا یت کر نی امام کی ثابت کی ہے ۔ پھر بعد بیان کر نے اس بات کے قاعدہ اصول کا نقل کیا ہے کہ المثبت مقدم علی النا فی یعنی جو لوگ انکار کر تے ہیں روایت کر نا امام کا ، وہ نا فی ہیں اور جو قا ئل ہیں وہ مثبت ہیں، اور خبر مثبت کی نا فی پر مقدم ہے ۔ پس روا یت کر نا امام کا ثا بت ہوا ۔ مصنف معیارالحق کا کہتا ہے کہ نقل کر نا اس قاعدہ کو علا مہ محمد امین علی وجہ اطلاق کے اس مقام میں تعجب ہے کہ یہ قا عدہ مطلق نہیں ہمیشہ مثبت مقدم ہو نا فی پر، بلکہ یہ علم مقید ہے ۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نز دیک امام کرخیؒ کے مثبت او لی ہے نا فی سے مطلقاً اور ابن ابانؒ کے نز دیک دونوں برا بر ہے اور مختار جمہور حنفیوں کا یہ ہے کہ اگر نفی اس جنس کی ہے کہ بدلیل و علامت و نشان ظا ہر معلوم و مفہوم ہو اس صورت میں نفی اور اثبات برا بر ہیں، تر جیح کسی کو نہیں لا نّ ا لا ثبا ت لا یکو ن ا لّا با لدّ لیل فا ذا کا ن النّفی ایضاً با لدّ لیل کا ن مثله فیتعا ر ضا ن ۔ مثال اس کی حدیث تزویج ام المؤمنین میمونہؓ میں ہے کہ مروی ہے کہ آ نحضرت ﷺ نے نکاح کیا حضرت میمونہؓ کو حالت احرام میں ۔ پس خبر احرام کی نا فی ہے اور اس قسم سے ہے کہ دلیل اور علامت سے معلوم اور مفہوم ہو کیونکہ محرم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کپڑے سلے ہوئے نہیں پہنتا اور بال نہیں کاٹتا۔ اس ہیئت اور علامت سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم تھے۔ پس یہ خبر معارض اور مساوی اس خبر کی ہے کہ حضرت ﷺ نے حالت حل کے نکاح کیا اور خبر مثبت بھی دلیل سے ثابت ہے، کس واسطے کہ جس نے خبر دی اس نے آنحضرت ﷺ کو لباس محلین میں دیکھا ہوگا۔ اور شافعیہ اس حدیث کی سند لے کر کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے احرام توڑ کر نکاح کیا اور حنفی کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ وقت نکاح حالت احرام میں تھے۔ اس خبر نفی کو کہ دلیل سے معلوم ہے معارض کہتے ہیں ۔اخبار حال عارض کے بعد اتفاق کے اس بات پر کہ قبل از تزویج محرم تھے پھر خبر نفی کو بفقاہت روایت ترجیح دیتے ہیں اور اگر نفی اس قسم کی نہ ہو بلکہ ظاہر حال اور اصل معتبرہ سے معلوم ہو پس معارض اثبات کی نہیں۔ بلکہ اثبات مقدم اور راجح ہے۔ مثال اس کی قصہ بریرہؓ میں ظاہر ہے کہ حضرت بریرہؓ ایک کنیز مکاتبہ تھی حضرت عائشہؓ کی ، اور تھی وہ بیچ نکاح ایک غلام کے۔ جب بریرہؓ نے بدل کتابت ادا کیا تو حضرت ﷺ نے اسے فرمایا کہ اب تو اپنے نفس کی مختار ہے، چاہے اپنے اس خاوند کے نکاح میں رہ ، چاہے نہ رہ۔ اب علماء کا اختلاف ہے کہ جب حضرت ﷺ نے بریرہؓ کو اس کے نفس پر اختیار دے دیا ، خاوند بریرہ کا حر ہو چکا تھا یا ابھی غلام ہی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ حر ہو چکا تھا۔ لیکن اس میں سب کا اتفاق ہے کہ پہلے وہ غلام تھا۔ اختلاف صرف حریت عارضہ میں ہے جو لاحق ہونے والی تھی وقت آزاد ہونے بریرہؓ کے۔ اب یہاں دو خبریں ہیں۔ ایک خبر غلام ہونے خاوند بریرہؓ کا ، دوسری خبر آزاد ہونے کی ، اور نفی خبر غلامی کی کرتی تھی اور حریت عارضہ بحکم مختلفہ فیہا کی اور باقی رکھتی ہے غلامی کو اصل غلامی کے کہ جو متفق علیہ ہے۔ اور خبر آزاد ہونے کی ثابت کرتی ہے اس حریت عارضہ مذکورہ کو۔ پس خبر غلام ہونے کی تو نافی ہے اور خبر آزاد ہونے کی تو مثبت ہے۔ اور مدار نافی کا صرف اوپر پہلے غلام ہونے کے ہے کہ جو بہ سبب متفق علیہ ہونے کے اصل قرار دیا گیا اور کوئی دلیل اور کوئی علامت اس کی مؤید نہیں بخلاف مثبت کے۔ یعنی خبر آزاد ہونے کی خاوند بریرہؓ کی وقت مختار ہونے کے اپنے نفس پر۔ کیونکہ مدار اس کا دلیل پر ہے اس لئے کہ جو کوئی اس کے آزاد ہونے کی خبر دیتا ہے وہ خلاف کرتا ہے اصل کا اور خلاف کرنا اصل کا بدون کسی خبر یا شاہد وغیرہ کے ممکن نہیں۔ پس جب مثبت دلیل کا ہے معارض نہ ہوگا نافی کا جو مبنی صرف ظاہر اور اصل پر ہے بلکہ ایسے مثبت کو ترجیح ایسے نافی پر ہے۔ اس لئے حمل کیا ہے حنفیوں نے اس میں مثبت پر اور ثابت کیا ہے انہوں نے اختیار لونڈیوں کو اگرچہ خاونداس کا آزاد ہو)

قال (مؤلف تنویرالحق)۔ اور تہذیب الاسماء میں امام نوویؒ شافعیؒ اور یافعیؒ شافعی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جابر بن عبداللہؓ اور عبد بن انیسؓ اور عائشہ بنت عجردؓ اور واثلہؓ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بن الاسقع اور عبداللہؓ بن جزء بھی امام (ابوحنیفہؒ) کے وقت میں تھے اور روایت بھی کی ہے ۔اور طحطاوی میں مندرج ہے کہ امام نے چودہ برس کی عمر میں عبداللہؓ بن انیس سے کوفے کے چوراہے میں یہ حدیث سنی: حبّک الشّیء یعمی و یصم

اور عائشہؓ بنت عجرد سے یہ حدیث روایت کی ہے:

اکثر جند اللّٰه فی الارض الجراد لا اکله و لا أحرمه

اور واثلہ بن الاسق سے دو حدیثیں نقل کیں، ایک تو یہ:

دع ما یریبک الی ما لا یریبک

اور دوسری حدیث یہ ہے:

لا تظهر شماتة لا خیک فیعا فیه اللّٰه و یبتلیک

اور عبداللہؓ بن حارث بن جزء سے کعبہ کے پاس ۹۶ھ میں کہ امام صاحبؒ اپنے باپؒ کے ساتھ حج کو گئے تھے یہ حدیث سنی:

اعانة المسلم فریضة علی کلّ مسلم۔

اور مسند خوارزمی میں ابن جزءؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے:

من تفقّه فی الدّین کفاه فیه و رزقه

اور حضرت جابرؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک انصاری نے پیغمبر ﷺ کے پاس آکر پوچھا کہ میرے ہاں کبھی بیٹا نہیں ہوا۔آپ ﷺ نے فرمایا:

فاین کنت من کثرة الاستغفار و کثرة الصّدقة یرزق بها الولد

پس اس نے بہت استغفار پڑھنا اور بہت صدقہ دینا شروع کیا تب اسکے نو بیٹے پیدا ہوئے

اقول ۔ عائذاً باللّٰه من الکاذبین ، ہرچند کہ بعد منع کرنے ملاقات و روایات امام کی ان چاروں صحابہ سے جن کی ہم عصری امام سے مسلّم ہے اور بعد ایراد سند منع کے کلام سے ابن طاہرؒ اور ابن خلکانؒ اور نوویؒ اور ابن حجرؒ کے، حاجت رد کرنے کی اس قول کو تو نہ تھی ۔لیکن چونکہ مئولف (تنویر الحق) سے اس قول میں غلطی فاحش واقع ہوئی بسبب عدم امتیاز کے درمیان نقل صحیح اور نقل غلط واہی کے ، افسوس کہ جناب مترجم (نواب قطب الدین) بنا بر اعتماد اور تقلید شیخ محمد شاہ نو آموز کے ایسی غلطی میں پڑے، اس لئے اس کی بھی تحقیق کی جاتی ہے۔تو سنو:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ بات کہ امام ابوحنیفہؒ کے وقت میں جابر بن عبداللہؓ اور عبداللہ بن انیسؓ وغیرہ ھما موجود تھے اور امام نے ان سے روایت بھی کی ہے۔ امام نوویؒ کی طرف اس کو نسبت کرنا جیسا کہ مؤلف نے دعوی کیا ہے کذب صریح اور بہتان قبیح ہے۔ نعوذ باللّٰہ منه۔ اس لئے کہ امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء میں ہرگز نہیں کہا کہ یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ کے وقت میں موجود تھے۔ جس کسی کو شک ہو وہ تہذیب الاسماء کو ملاحظہ کرے۔ بلکہ امام نوویؒ کے کلام سے جو عنقریب منقول ہوگا صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن انیسؓ، امام (ابوحنیفہؒ) سے کئی برس پہلے انتقال کر چکے تھے اور جب کہ جناب مئولف نے یہ سبب حوالہ کرنے طرف امام نوویؒ کے غلطی صریح کھائی تو اسی قیاس پر امام یافعیؒ کی طرف نسبت کرنا اس قول کا بھی محض غلط ہے۔ حاشا کہ امام یافعیؒ نے کہا ہو کہ یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں تھے اور امام کو ان سے لقاء ہوا ہے، اور روایت کی ہے ان سے۔ اب عبارت مرأة الجنان، تاریخ امام یافعیؒ کی نقل کی جاتی ہے کہ جھوٹ سچ معلوم ہو جاوے

قال الیافعی فی تاریخ مرأة الجنان فی حوادث سنة خمسین و مائة و فیها توفّی فقیه العراق الامام ابو حنیفه النعمان بن ثابت الکوفی مولی بنی تیم اللّٰه بن ثعلبه و مولد سنة ثمانین رأی انساً و روی عن عطا بن ابی رباح و طبقته وکان قد ادرك اربعة من الصّحابة هم انس بن مالک بالبصرة و عبد اللّٰه بن ابی اوفی بالکوفة و سهل ابن سعد السّاعدی بالمدینة و ابو الطفیل عامر بن واثلة بمکة قال بعض اصحاب التّاریخ و لم یر احداً مّنهم و لا اخذ عنه و اصحابه یقولون لقی جماعة من الصّحابة و روی عنهم و لم یثبت ذالک عند اهل النّقل۔ انتهی کلام الیافعی مختصراً

تو صاف معلوم ہوا اس تاریخ سے کہ ذکر حضرات جابرؓ بن عبداللہ اور عبداللہ بن انیسؓ کا اوپر بیان لقاء امام صاحبؒ کے اس میں مذکور نہیں تو بجز افتراء پردازی کے کچھ اور متصور نہیں ہوتا۔ روایت قرطاسی پر عمل و اعتماد کرنا موجب ندامت کا ہوتا ہے اور اگر بالفرض والتقدیر امام یافعیؒ نے یہ قول کہا بھی ہو تو یہ قول ان کا نا مقبول اور مخالف عقل اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نقل کے ہوگا، اس لئے کہ لقاء بعض اصحاب کا ان پانچ میں سے، امام سے محال ہے عقلاً اور بعض سے عادتاً۔ تو پھر کس طرح سے قول ان کا سنا جائے گا۔ کیا امام یافعیؒ اگر بالفرض یہ کہہ گئے ہوں کہ امام (ابوحنیفہؒ) کو آدم علیہ السلام سے ملاقات ہے تو قول ان کا مقبول ہوگا؟ حاشا وکلا۔

اب تفصیل محال ہونے ملاقات کی سنو کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ ۷۹ھ میں ایک سال ولادت امام ابوحنیفہؒ سے پہلے انتقال کر چکے تھے کہ امام ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

چنانچہ محقق ابن العابدین شامیؒ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

واعترض بانه مات قبل ولادة الامام بسنة۔

اور ابن شاہینؒ فرماتے ہیں:

هذا وهم صريح فانّ جابر بن عبد اللّه باتّفاق الرّوايات مات فى بضع وسبعين ولم يعش الى ثمانين وهى الّتى ولد فيها الامام ابو حنيفه رضى اللّه تعالى عنه فكيف يتصوّر روايته عنه۔ انتهى قوله على ما نقله الطحطاوى

اور بنا بر تصریح امام نوویؒ کے حضرت جابرؓ بن عبداللہ تولد امام ابوحنیفہؒ سے کئی سال پہلے انتقال کر چکے تھے۔ چنانچہ تہذیب الاسماء میں فرماتے ہیں:

توفّى جابر بن عبد اللّه بالمدينة سنة ثلاث وسبعين و قيل ثمان وسبعين قيل ثمان وستّين وهو ابن اربع وتسعين سنة رضى اللّه عنه وكان ذهب بصره آخر عمره۔

اور وہ حدیث جو مؤلف (تنویر الحق) نے اخیر میں اس قول کے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ نے حضرت جابرؓ سے نقل کی ہے وہ موضوع ہے۔ چنانچہ محقق شامی حنفی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

ومن ثمّ قالوا فى الحديث المروى عن ابى حنيفه عن جابر رضى اللّه تعالى عنه انّه صلّى اللّه عليه وسلّم امر من لم يرزق ولداً بكثرة الاستغفار والصّدقة ففعل فولد له تسعة ذكور، انّه حديث موضوع ابن حجر۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ۷۰ھ میں پیدا ہوئے تھے تو ملاقات حضرت جابرؓ کی ممکن ہوئی۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر مسلک تحقیق اور قول حق اختیار کرو تو اس ۷۰ھ کی روایت کو مردود سمجھو کیونکہ جمہور کے نزدیک یہی حق ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور جناب مؤلف (تنویر الحق) نے بھی کہا ہے کہ

امام ابویوسفؒ سے روایت ہے کہ امامؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ انتہی۔

تو قول ۸۰ھ کا برحق ہے۔ قول ۷۰ھ کا محض باطل۔ اور اگر تحقیق سے کچھ علاقہ نہ ہو تو خصم کو بھی گنجائش ہے کہ وہ روایت منقولہ امام نوویؒ کی جس سے وفات حضرت جابرؓ کی ۶۸ھ میں معلوم ہوتی ہے، اختیار کرے۔

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ حدیث تو بیچ مسند امام کے موجود ہے پھر کیوں کر کہا جاوے کہ یہ موضوع ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث موضوع کو امام ابوحنیفہؒ نے بذات خود مسند نہیں کیا۔ کیونکہ یہ تمام مسند ابوحنیفہؒ کی بذات خود جمع کی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ سن چھ سو چوہتر تک امام کے مسانید کوئی شخصوں نے علیحدہ علیحدہ جمع کر رکھا تھا اور اس سال خوارزمیؒ نے سب کو جمع کر دیا اور مسند امام ابوحنیفہؒ کی مشہور ہوئی جیسا کہ کہا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بستان المحدثین میں:

بر ہر عاقل پوشیدہ نمی ماند کہ مرویات شخص از رطب و یابس مجموع و مخلوط می باشد تاوقتیکہ خود آن شخص کہ اعتقاد بزرگی و فضیلت او داریم آن مخلوط را متمیز نہ کند و بارہا بنظر امعان و تعمق مطالعہ نمائد و شاگردان خود را تعلیم نکند محل اعتماد چہ قسم تواند بود۔ و تفصیل اجمال آنکہ مسند حضرت امام اعظم کہ بالفعل مشہور است تالیف قاضی القضاۃ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی است کہ سن شش صد و ہفتاد و چہار آں را رائج ساختہ مسانید امام اعظم را کہ علماء سابق پرداختہ بودند دریں جمع کردہ بزعم خود ہیچ چیز را از مرویات امام اعظم را ترک نہ کردہ۔ پس ایں مسند را نسبت حضرت امام اعظم کردن ازاں باب است کہ مسند ابی بکر را مثلاً از مسند امام احمد نسبت بحضرت ابوبکر صدیق نمایم واز تصانیف ایشاں انکاریم وآن از مغالطہ بیش نیست

بنا بریں تو کیا جانے کہ یہ غلطی اور درج کرنا حدیث موضوع کا اس مسند میں

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کس جامع سے ہوا۔

اور حضرت عبداللہؓ بن انیس قبل تولد امام ابوحنیفہؒ کے ۲۶ برس، سنہ ۵۴ھ میں انتقال کر چکے تھے کہ پیدائش امام صاحبؒ کی ۲۶ برس کے برس کے بعد ۸۰ھ میں ہوئی تھی۔اور بنا بر بعض روایات کے ۷۴ھ میں انتقال کئے ہیں تو اس صورت میں تولد امام ابو حنیفہؒ کا چھ برس پیچھے ہوا۔

چنانچہ حافظ الحدیث عسقلانیؒ ،تقریب میں فرماتے ہیں:

عبد اللّٰہ بن انیس الجھنی ابو یحی الّذی حلیف الانصار ، صحابی شھد العقبه و احداً و مات بالشّام فی خلافة معاوية سنة اربع و خمسين و وھم من قال سنة ثمانين۔

اور امام نوویؒ تہذیب میں فرماتے ہیں:

قال ابن عبد البرّ توفّی سنة اربع و سبعين و قيل توفّی سنة اربع و خمسين۔

تو جو روایت وفات میں اس حضرت عبداللہؓ کی اختیار کرو گے، اسی سے تقدیم وفات اس کی امام ابوحنیفہؒ کے تولد پر ثابت ہوگی تو پھر کس طرح کہہ سکو گے کہ امام ابوحنیفہؒ نے قبل تولد کے ملاقات حضرت عبداللہؓ بن انیس کی حاصل کی ہے اور ایک حدیث بھی سنی۔

اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ حضرت عبداللہؓ بن انیس جو قبل تولد امام کے وفات پا چکے تھے عبداللہ جہنیؓ تھے تو ہوسکتا ہے کہ امام کے ملاقاتی کوئی اور عبداللہؓ ہوں، تو جواب اس کا یہ ہے کہ جنہوں نے دعوی امام کی ملاقات کا حضرت عبداللہؓ بن انیس سے کیا ہے تو مراد ان کی وہی حضرت عبداللہؓ ہیں جو کوفے میں گئے تھے نہ کوئی اور عبداللہ۔ چنانچہ مؤلف کے کلام میں گزرا ہے کہ طحطاوی میں مندرج ہے کہ

امام نے چودہ برس کی عمر میں حضرت عبداللہؓ بن انیس سے کوفے میں چورانوے ہجری کے بعد حدیث سنی۔ الخ۔

اور ردالمختار وغیرہ میں بھی ایسا ہی منقول ہے اور حال یہ ہے کہ وہ حضرت عبداللہؓ کوفے والے نہیں ہیں مگر جہنی، کیونکہ سوائے ان کے اور کوئی حضرت عبداللہؓ بن انیس کوفے میں نہیں گئے۔ چنانچہ محقق ابن العابدینؒ ردالمختار میں فرماتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واجیب بانّ ھذا الاسم لخمسة من الصّحابة فلعلّ المراد غیر الجھنی ورد بان غیرہ لم یدخل الکوفة۔

اوراس حدیث کوجس کومؤلف نے طحطاوی سے نقل کر کے کہا ہے کہ امام نے چودہ برس کی عمر میں کوفے میں چورانوے ہجری میں حضرت عبداللہؓ سے یہ حدیث سنی اسی نظر سے کہ حضرت عبداللہؓ تو ۵۴ھ میں انتقال کر چکے تھے پھر سن ۹۴ھ میں ان سے کس طرح ملاقات ہوئی؟ اوراس نظر سے کہ جس سند سے وہ حدیث امام ابوحنیفہؒ سے نقل کی گئی اس میں دوراوی مجہول الحال ہیں، محققین نے رد کر دیا ہے۔

چنانچہ محقق ابن العابدینؒ، ردالمختار میں فرماتے ہیں:

واخرج بعضھم بسندہ الی الامام انه قالت ولدت سنة ثمانین وقدم عبداللّٰه بن انیس صاحب رسول اللّٰه ﷺ الکوفه سنة اربع وتسعین وسمعت منه عن رسول اللّٰه ﷺ حبّک الشّیء یعمی ویصمّ واعترض بانّ فی سندہ مجھولین وبانّ ابن انیس مات سنة اربع وخمسین۔

تو دیکھو کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ وعبداللہ بن انیسؓ بالاتفاق قبل تولد امام ابوحنیفہؒ کے وفات پاچکے تھے اور قطع نظر سب محققین کے کلام سے امام نوویؒ ہی کے قول سے تقدیم وفات ان دونوں کی تولد امام پر ثابت ہورہی ہے تو انصاف سے کہو کہ ان موتی (فوت شدگان) سے ملاقات کا دعویٰ کرنا کیا مخالف عقل اور نقل کے ہے اورنسبت اس کی، طرف امام نوویؒ کی، کیسا بہتان عظیم ہے اور شیخ مؤلف (محمد شاہ) کیسا شیر بہادر ہے کہ اکیلا عقل اور نقل دونوں سے لڑتا ہے اور جناب مترجم (نواب مولوی قطب الدین) صاحب نے دھوکا کھایا اس کے اعتماد پر۔

اور حضرت عائشہ بنت عجرد کی ملاقات اگر بالفرض ثابت بھی ہو تو اس کی ملاقات سے امام صاحبؒ تابعی نہیں ہوسکتے۔ اس لئے کہ عائشہ بنت عجرد صحابیہ نہ تھی جیسے کہ شیخ الاسلام حافظ الحدیث واسماء الرجال محمد بن احمد ابوعبداللہ ذہبی ترکمانیؒ کے کلام سے، جن کی جلالت شان اور علو مکان سے سب علماء ادنی اور اعلی واقف ہیں، اور شیخ الاسلام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ محقق ابن العابدینؒ، ردالمختار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں فرماتے ہیں:

قوله بنت عجرد اسمها عائشه و اعترض بان حاصل کلام الذّهبی و شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی انّ هذه لا صحبة لها و انّها لا تکاد تعرف۔

اور اسی نظر سے وہ حدیث جس کو مؤلف نے مروی امام کی عائشہ بنت عجرد سے قرار دیا ہے، وہ نامقبول ہے۔ چنانچہ محقق شامیؒ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

بذلک ردّ ما روی انّ اباحنیفه روی عنها هذا الحدیث الصّحیح اکثر جند اللّٰه فی الارض الجراد لا آکله و لا احرمه ابن حجر الهیثمی۔

اور حضرت واثلہؓ بن الاسقع کی ملاقات عقلاً محال نہیں تو محال عادتاً تو ہے۔ اور منقول نہ ہونا اس کا کسی امام آئمہ نقل میں سے مرجح دوسرا ہے۔ اور وجہ استحالہ عادی کی یہ ہے کہ حضرت واثلہؓ نے بقول متفق علیہ کے سن پچاسی ہجری میں دمشق میں وفات پائی ہے۔ اور امام صاحبؒ اس زمانہ میں پانچ برس کے لڑکے تھے۔ اور یہ بات کہ امام صاحبؒ پانچ برس کے لڑکے ہوکر دمشق میں حضرت واثلہؓ سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے ہوں، ثابت نہیں۔ اور عقل سلیم کو بھی اس سے انکار ہے کہ پانچ برس کے لڑکے سے یہ امر صادر ہو۔

اور سن وفات حضرت واثلہؓ کا اور محل انتقال کا تصریح سے حافظ ابن حجرؒ اور امام نوویؒ کے ظاہر ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ، تقریب میں فرماتے ہیں:

واثلة بن الاسقع بالقاف ابن کعب اللیثی صحابی مشهور۔ نزل الشّام و عاش الی سنة خمس و ثمانین و له مائة و خمس سنین۔

اور امام نوویؒ، تہذیب میں فرماتے ہیں:

و توفّی بدمشق سنة ستة او خمس و ثمانین و هو ابن ثمان و تسعین قاله ابو مسهر و قال سعید بن خالد توفّی سنة ثلاث و ثمانین و هو ابن مأة و خمس سنین۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان روایات میں سے روایت متفق علیھا کو، جس میں امام نوویؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا اتفاق ہے، ہم نے اختیار کیا اور باقی دو روایتیں بھی ہمارے موافق ہیں۔ خاص کر تیسری روایت جو کہ سعید بن خالدؒ سے مروی ہے، بہت مفید ہے۔ اس لئے کہ بنا بر اس کے امام ابوحنیفہؒ کی عمر، حضرت واثلہؓ کی وفات کے وقت تین ہی برس کی ہوتی ہے۔

اب باقی رہے حضرت عبداللہؓ بن جزء۔ سو ان سے بھی ملاقات امام ابوحنیفہؒ کی ۹۶ھ میں جیسا کہ مؤلف اور اس کے اتباع کو دعویٰ ہے عقلاً محال ہے۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہؓ بن جزء نے ۸۶ھ میں مصر میں انتقال کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ، تقریب میں فرماتے ہیں:

عبد اللّٰہ بن الحارث بن جزء بفتح الجیم و سکون الزّاء الزبیدی بضم الزّاء صحابی۔ سکن مصر و ھو آخر من مات بھا من الصّحابة سنة خمس او ستّه او سبع و ثمانین۔ و الثّانی اصحّ۔

اور حضرت عبداللہؓ کا یہی سن وفات محقق شامیؒ نے اور شیخ ابن طاہرؒ نے نقل کیا ہے جیسا کہ عنقریب آوے گا۔

تو علی التحقیق امام صاحبؒ نے کل چھ برس حیات سے حضرت عبداللہؓ بن جزء کے پائے اور امام چھٹے سال میں تھے کہ حضرت ابن جزءؓ نے انتقال کیا۔ پس کیوں کر تسلیم کیا جائے کہ پھر سولہ برس کے ہو کر سن ۹۶ھ میں حضرت عبداللہؓ سے ملاقات کی اور دو حدیثیں سنیں۔ تو دیکھو یہ کیسی غلطی فاحش اور خطا صریح مؤلف مذکور سے واقع ہوئی بنا بر بے تمیزی اور عدم اطلاع اور کتب سیر محققین کے۔

چنانچہ اس دعویٰ کو بنظر اسی کذب بدیہی اور بہتان قطعی کے علماء محققین حنفیہ ہی نے رد کر دیا ہے۔ چنانچہ ابن العابدینؒ حنفی، ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

و امّا ما جاء عن ابی حنیفه من انّه حجّ مع ابیه سنة ست و تسعین و انّه رأی عبد اللّٰہ ھذا یدرس بالمسجد الحرام و سمع منه حدیثاً فردّہ جماعة مّنھم الشّیخ قاسم الحنفی بانّ سند ذالک فیه قلب و تحریف و فیه کذّاب باتّفاق۔ و بان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابن جزء مات بمصر ولابی حنیفه ست سنین۔ وبان ابن جزء لم یدخل الکوفه فی تلک المدّة۔ ابن حجر ۔

اور شیخ ابن طاہرؒ حنفی، تذکرہ موضوعات میں فرماتے ہیں:

فی الذّیل حدثنی عبد الله بن احمد ثنا محمد بن احمد اشعثی ثنا اسماعیل بن محمد ثنا احمد بن الصّلت الحمانی ثنا محمد بن سماعة عن ابی یوسف عن ابی حنیفه قال حججت مع ابی ولی ست عشرین سنة فمررنا حلقة فاذا ظهر فقلت من هذا قالوا عبداللّٰه بن الحارث بن جزء فتقدمت الیه فسمعته یقول سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول من تفقه فی دین اللّٰه کفاه اللّٰه همه ورزقه من حیث لا یحتسب فی المیزان۔ هذا کذب فابن جزء مات بمصر ولابی حنیفه ست سنین والآفة من الحمانی قال ابن عدی ما رأیت فی الکذّابین اقل حیاءً مثله قال الدّار قطنی کان یضع الحدیث وقد وقع لنا هذا الحدیث من وجه آخر وهو باطل ایضاً واخرجه ابن الجوزی فی الواهیات ۔

حضرت جابرؓ سے امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات کا دعویٰ، جو امام کے تولد سے ایک یا دوسال قبل انتقال کر چکے تھے؛ اور ایسا ہی حضرت عبداللہؓ بن انیس سے امام کی ملاقات کا دعویٰ جو تولد سے امام سے ۲۶ برس قبل وفات پا چکے تھے؛ اور ایسا ہی ابن جزءؓ سے سن ۹۶ ھ میں امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات کا دعویٰ ، حالانکہ وہ سن ۸۶ ھ میں رحلت فرما چکے تھے، ایسے بدتمیزوں سے کچھ نئی بات نہیں ہے کیونکہ وہ شخص جس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت خضرؑ نے تیس برس میں امام ابوحنیفہؒ سے علم حاصل کیا، پانچ برس امام کی زندگی میں اور ۲۵ برس ان کی موت کے بعد قبر پر سے ، وہ بھی تو انہیں کا بھائی بےتمیز تھا۔ پھر اگر انہوں نے بھی دو تین فوت شدگان سے امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات کا دعویٰ کیا تو کچھ عجب نہیں کیونکہ تعصب اور بےتمیزی میں دونوں برابر ہیں۔ فتدبر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ مناقب یا مذمت آئمہ کی روایات کی حقیقت

قال (مؤلف تنویر الحق) ۔ الحاصل امام نے بمصداق آیت کریمہ السّابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار والّذین اتّبعوھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری تحتھا الانھار۔ (توبہ : ۱۰۰)۔ علم مفاخرت اور فضیلت کا اوپر ہرسہ مجتہدین کے بلند کیا کہ باقی مجتہدین میں یہ فضیلت نہیں پائی جاتی، اس لئے کہ امام مالکؒ ترانوے یا چورانوے یا ستانوے ہجری میں پیدا ہوئے اور لڑکپن میں مکہ تشریف لے جانا ان کا ثابت نہیں ہوتا کہ ابوطفیلؓ سے ملاقات کا احتمال ہو، بلکہ ابن صلاحؒ نے تصریح کی ہے کہ امام مالکؒ تبع تابعین سے ہیں کہ کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اور امام شافعیؒ کہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے شاگرد امام محمدؒ اور امام مالکؒ کے ہیں ۔ اور امام احمد بن حنبلؒ شاگرد امام شافعیؒ کے ہیں کہ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے ۔ پس ثابت ہوا کہ امام اعظمؒ کا مرتبہ سب مجتہدین میں نہایت ہی بڑا ہے۔

اقول ۔ امام ابوحنیفہؒ اس آیت کے مصداق تب ہوتے جب کہ تابعی ہوتے اور اس کا حال خوب روشن ہوگیا تو فضیلت امام کی باقی تینوں مجتہدوں پر اگر تابعی ہونے کی نظر سے تھی، تو نہ رہی ۔ پھر تابعی نہ ہونے میں چاروں برابر ہیں اور باوجود تابعی نہ ہونے کے اتباع باحسان میں عموماً داخل ہیں ۔ جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ سے مستفاد ہوتا ہے:

والّذین اتّبعو ھم باحسان اللاحقون بالسّابقین من القبیلتین او من اتّبعو ھم بالایمان والطّاعۃ الی یوم القیامۃ

اب اگر کہو کہ امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت بعض حدیثوں سے معلوم ہوتی ہے جیسا کہ جناب مؤلف (تنویر) نے کہا ہے کہ تبییض الصحیفہ میں سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ امام کی فضیلت میں یہ حدیث صحیح بخاری کی کافی ہے

لوکان الایمان عند الثّریا لنالہ رجال من فارس ۔

(بخاری : حدیث نمبر ۴۸۷۹)

تو بھی دیگر اماموں پر فضل نہیں ثابت ہوتا ۔ کیونکہ دیگر آئمہ بھی کئی احادیث صحیحہ کے مصداق ہو سکتے ہیں ۔ چنانچہ امام مالکؒ حدیث

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یو شک ان یّضرب النّاس اکباد ا لا بل یطلبو ن العلم
فلا یجدو ن احداً اعلم من عا لم المدینۃ

کے جو کہ امام ترمذیؒ نے روایت کی ہے، مصداق ہو سکتے ہیں ۔جیسا کہ عبدالرزاقؒ اور سفیان بن عینیہؒ سے، جوراوی ہیں اس حدیث کے، ترمذیؒ نے روایت کی ہے۔

اورامام شافعیؒ تو کئی احادیث صحیحہ کے مصداق ہو سکتے ہیں جیسا کہ امام نوویؒ نے ان احادیث کو تہذیب میں خوب تفصیل سے وارد کیا ہے۔طالب تفصیل کو چاہیے کہ تہذیب کو ملاحظہ کرے۔

اور اگر کہو کہ ان احادیث مذکورہ بالا میں تو نام کسی کا بھی نہیں اور مصداق ہونا کسی امام کا مثلاً ابوحنیفہؒ کا یا شافعیؒ کا ان احادیث میں تو تجویز اور فرع اپنے اپنے عقیدہ کی ہے،لیکن ابوحنیفہؒ کی فضیلت میں بعض ایسی حدیثیں ہیں جو ان میں اسم مبارک پر ان کے تنصیص اورتصریح ہے ۔ایک روایت میں اس طرح آیا ہے:

یکو ن فی امّتی ر جل یقال لہ ابو حنیفہ و ھو سرا ج امّتی

اور ایک میں یوں آیا ہے:

سیأ تی بعد ر جل یقا ل لہ النّعمان بن ثا بت الکو فی و یکنی با بی حنیفہ لیحسن دین اللّٰہ و سنّتی علی یدہ ۔

اور ایک میں یوں فرمایا ہے:

یخر ج فی امّتی ر جل یقا ل لہ ابو حنیفہ و بین کتفیہ خا ل یحی اللّٰہ تعا لی علی یدہ سنّتی ۔

اور حضرت علیؓ سے روایت ہے:

ا لا انبّئکم بر جلٍ مّن کو فتکم ھذہ یکنی با بی حنیفہ قد ملیء قلبہ علماً و حکماً و سیھلک بہ قوم فی آ خر الزّ ما ن الغالب علیھم التّنا فر یقال لھم البنا نیۃ کما ھلکت الرّفضۃ با بی بکر و عمر رضی اللّٰہ عنھما ۔

اور یہ دو روایتیں اخیر کی مؤلف نے نقل کی ہیں۔

سو یہ بات کسی کو سوائے امام صاحبؒ کے میسر نہیں تو اوروں پر فضل ثابت ہوا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ یہ سب واہیات مفتریات اور موضوعات ہیں اور واضعین ان کے مصداق ہیں اس حدیث کے

من کذب علیّ متعمّداً فلیتبوّأ مقعده من النّار (صحیح بخاری:۶۱۹۷)

اور ناقلین ان کے اگر باوجود علم بالوضع کے ان کو نقل کئے ہیں تو فاسق ہیں، بالاجماع۔ کیونکہ روایت کرنا حدیث موضوع کا حرام ہے اتفاقاً۔ اور اگر بہ سبب جہل کے ان کے موضوع ہونے سے نقل کئے ہیں تو جاہل اور مغرور ہیں۔ اور موضوع ہونا ان واہیات کا ان کے الفاظ اور معنی سے ظاہر ہے۔ اور محدثین نے بھی تنبیہ کی ہے۔ چنانچہ امام نورالدین علیؒ کتاب مختصر تنزیہ الشریعة المرفوعه عن الاخبار الشنیعه الموضوعه میں فرماتے ہیں:

حدیث سیأتی بعد رجل یقال له النّعمان بن ثابت و یکنی بابی حنیفة لیحسن دین اللّٰه و سنّتی علی یده حظ من حدیث انس من طریق ابان و عنه ابو المعلی بن المهاجر مجهول و عنه سلیمان بن قیس کذا لک و عنه محمد بن یزید بن عبد اللّٰه السلمی متروك و وجد من طریق الجوئباری و ناهیک به کذاباً

اور قبل اس عبارت کے فرماتے ہیں:

حدیث یکون فی امّتی رجل یقال له محمّد بن ادریس اضرّ علی امّتی من ابلیس یکون فی امتی رجل یّقال له ابو حنیفه و هو سراج امّتی، فامّا من حدیث انس ففیه احمد جوئباری و عنه مامون السلمی واحدهما وضعه و ذکر الحاکم فی المدخل ان ماموناً قیل له الا تری الی الشّافعی و من تبعه الی خراسان فقال حدّثنا احمد الی آخره فبان بهذا انّه الواضع له علیه ما استحقّه و جعلوه ایضاً من حدیث ابی هریره اخرجه الخطیب من طریق محمد بن سعد المروزی البورقی و قال الحاکم و الخطیب و هو من وضعه۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور قاضی محمد بن علی الشوکانیؒ کتاب فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں فرماتے ہیں:

ویکون فی امّتی رجل یقال لہ ابو حنیفہ ھو سراج امّتی وھو موضوع۔ وفی اسنادہ وضاعان مامون السلمی واحمد الجوئباری والواضع لہ احدھما۔

اور شیخ ابن طاہرؒ تذکرہ موضوعات میں فرماتے ہیں:

قال الصنعانی سراج امّتی ابو حنیفہ موضوع۔

اور علامۃ الدہر رئیس المحدثین عصر مجد الدینؒ صاحب قاموس، سفر السعادت میں فرماتے ہیں:

در فضائل امام ابی حنیفہ وامام شافعی رضی اللّٰہ عنہما و ذم ایشاں چیزے صحیح ثابت نشدہ و ہر چہ در آن معنی مذکور است مجموع مفتری در موضوع است۔

تو آئمہ اربعہ میں سے ایک حضرت کو دوسرے پر تفضیل کلی نہیں۔ سب حضرات انصار دین اور مقتدائے شرع متین تھے اس لئے میزان شعرانی میں کہا ہے الآئمہ کلّھم علی ھدی مّن رّبّھم اور کسی صاحب میں کچھ فضل تھا اور کسی میں کوئی فضیلت تھی۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

تنبیہ۔ اس قول کی ایسے انداز پر ردّ لکھی گئی کہ اس میں باقی بعض دیگر اقوال کا بھی جواب ہو گیا ہے۔ جو شخص ادنی بھی فہم رکھتا ہوگا اس رد کو اسی کے باقی کلام پر منطبق کر لے گا۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور امام (ابوحنیفہؒ) کا قول ہے کہ فرمودہ حضرت ﷺ کا اور اصحاب کا سر آنکھوں ہماری پر، اور قول تابعین کا ہمارے قول کے برابر ہے۔ اعنی ان کا قول ہم پر حجت نہیں۔ اس قول سے بھی (امام ابوحنیفہؒ کا) تابعی ہونا ثابت ہے۔

اقول۔ اگر تابعین کے قول کے عدم تسلیم سے امام صاحبؒ کا تابعی ہونا ثابت ہو، تو چاہیے کہ امام کرخیؒ کو اور امام دبوسیؒ کو اور امام شافعیؒ کو اور ایک جماعت عظیمہ کو علماء اصول سے صحابی کہہ دیں۔ کیونکہ امام شافعیؒ سے بنا بر قول جدید اور ان تمام سے، جن کا نام گزرا، یہ مروی ہے کہ قول صحابی کا جس میں رائے کو دخل ہو ہم پر حجت نہیں،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ مغتنم الحصول وغیرہ میں لکھا ہے۔ جب ان لوگوں کو کوئی شخص صحابی نہیں کہتا، تو قول تابعی کے تسلیم کے انکار کے سبب سے امام کو بھی تابعی نہ کہنا چاہیے۔ فافہم۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ پھر ایک روز لڑکوں نے امام صاحبؒ کو دیکھ کر کہا کہ یہ شخص ہزار رکعت ہر شب میں پڑھتا ہے اور تمام شب بیدار رہتا ہے۔ اس روز سے آپؒ ہزار رکعت پڑھتے تھے اور تمام رات جاگتے۔ طحطاوی میں نقل ہے کہ جس مقام پر امام نے وفات پائی وہاں ستر ہزار ختم کئے تھے۔ اور تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ تیس یا چالیس برس تک امام نے ایک وضو سے نماز عشاء اور صبح کی پڑھی ہے۔

اقول۔ یہ سب واہیات ہے اور موجب ذم کا ہے، نہ یہ کہ مدح کا باعث ہو۔ اور جناب حضرت امامؒ کی تو یہ شان نہیں ہے کہ ایسی تکلیف شاق اور بدعات کو ان کی طرف نسبت کیا جائے۔ اور اس عبادت کے بدعت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے عمر بھر میں کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑھے اور نہ کبھی تمام شب جاگے، بلکہ ایک ثلث جاگتے اور دو ثلث سوتے۔ اور اس پر زیادتی کرنے والے کو فرماتے کہ یہ شخص میری سنت سے نفرت کرتا ہے اور یہ ہم میں سے نہیں۔

اور ایسا ہی ختم کرنا قرآن کا بھی سات دن سے کم مدت میں درست نہ رکھتے اور فرماتے کہ تین دن سے کم مدت میں پڑھنے والا قرآن کو سمجھتا ہی نہیں۔

چنانچہ روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے:

قال قال رسول اللّٰہ ﷺ احبّ الصّلوۃ الی اللّٰہ صلوۃ داؤد و احبّ الصّیام الی اللّٰہ صیام داؤد کان ینام نصف اللیل و یقوم ثلثہ و ینام سدسہ و یصوم یوماً و یفطر یوماً

(بخاری: ۱۱۳۱؛ مسلم: ۱۱۵۹)

اور روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے:

قالت کان تعنی رسول اللّٰہ ﷺ ینام اوّل اللیل و یحیی آخرہ ثمّ ان کانت لہ حاجۃ الی اھلہ قضی حاجتہ ثمّ ینام و ان کان عند النّداء الاوّل جنباً وثب فافاض علیہ الماء و ان لم یکن جنباً توضّأ للصّلوۃ ثمّ صلّی رکعتین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(بخاری :۱۹۷۰۔ مسلم: ۷۸۲)

اور روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے، کہ فرماتی تھیں:

لا اعلم انّ نبیّ اللّٰه ﷺ قرأ القرآن کلّه فی لیلة و لا قام لیلة کاملة حتّی الصّباح و لا صام شهراً کاملاً غیر رمضان۔ الحدیث ۔(سنن نسائی:۱۶۴۱)

اور روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے:

انّ النّبیّ ﷺ بعث الی عثمان بن مظعون فجائه فقال یا عثمان ارغبت عن سنّتی قال لا و اللّٰه یا رسول اللّٰه ﷺ و لکن سنّتک اطلب ۔ قال فانّی انام و اصلّی و اصوم و افطر و انکح النّساء فاتّق اللّٰه یا عثمان فانّ لا هلک علیک حقّاً و انّ لضیفک علیک حقّاً و انّ لنفسک علیک حقّاً فصم و افطر و صلّ و نم ۔ (سنن ابو داؤد: ۲۴۲۵)

اور روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے:

انّه قال اخبر رسول اللّٰه ﷺ انّی اقول و اللّٰه لا صومن النّهار و لا قومن اللیل ما عشت فقال رسول اللّٰه ﷺ انت الّذی تقول ذالک فقلت له بابی و امّی قد قلته یا رسول اللّٰه قال فانّک لا تستطیع ذالک فصم و افطر و نم و قم و صم من الشّهر ثلاثة ایّام فانّ الحسنة بعشر امثالها و ذالک مثل صیام الدّهر قلت فانی اطیق افضل من ذالک قال علیه السّلام فصم یوماً و افطر یومین قلت فانّی اطیق افضل من ذالک قال فصم یوماً و افطر یوماً فذالک صیام داؤد علیه السّلام و هو اعدل الصّیام و فی روایة افضل الصّیام قال فانّی اطیق افضل من ذالک فقال رسول اللّٰه ﷺ لا افضل من ذالک و زاد فی روایة فانّ لجسدك علیک حقاً و انّ لزوجک علیک حقّاً و انّ لزورك

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علیک حقّاً و فی اخری له الم اخبر انّک تصوم الدّھر و تقرأ القرآن فی کلّ لیلة فقلت یا نبیّ اللّه و انّی لم ارد بذلک الا خیراً و فیھا قال و اقرأ القرآن فی کلّ شھر قال قلت یانبیّ اللّه انا اطیق افضل من ذالک قال فاقرئه فی سبع لا تزد علی ذالک ۔ الحدیث ۔(بخاری: ۱۹۷۲۔ مسلم: ۱۱۵۹)

اور روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے:

قال یا رسول اللّه ﷺ فی کم اقرأ القرآن قال فی شھر۔ قال فانّی اقوی من ذالک ردد الکلام ابو موسی و تناقضه حتی قال اقرئه فی سبع قال فانّی اقوی من ذالک قال لا یفقه من قرء القرآن فی اقلّ من ثلاث ۔ (سنن ابوداؤد :۱۳۹۰)

اور روایت ہے حضرت انسؓ سے:

قال جاء ثلثة رھط الی ازواج النّبیّ ﷺ یسئلون عن عبادة النّبیّ ﷺ فقد غفر اللّه ما تقدّم من ذنبه و ما تأخّر فقال احدھم اما انا فاصلّی اللیل ابداً و قال الآخر انا اصوم النّھار ابداً و لا افطر و قال آخر انا اعتزل النّساء فلا اتزوج ابداً فجاء النّبیّ ﷺ الیھم فقال انتم الّذین قلتم کذا و کذا و اللّه انّی لاخشاکم للّه و اتقاکم به لکنّی اصوم و افطر و اصلی و ارقد و اتزوج النّساء فمن رغب عن سنّتی فلیس منّی رواہ الشیخان قال سلمان لابی الدرداء نم فلما کان من آخر اللیل قال قم قال النّبیّ ﷺ صدق سلمان ۔ عن عائشة قالت کانت عندی امرأة بنی اسد فدخل علیّ رسول اللّه ﷺ فقال من ھذہ قلت فلانة لا تنام باللیل فذکر من صلاتھا فقال مه علیکم بما تطیقون من الاعمال فانّ اللّه لا یمل حتّی تملوا رواہ البخاری فی باب ما یکرہ من التّشدید فی العبادة ۔ مالک بن اسماعیل بن ابی حکیم انّه

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بلغه انّ رسول اللّه ﷺ سمع امرأة من اللیل تصلّی فقال من هذه فقیل له هذه الخولاء بنت نوبت لا تنام اللیل فکره رسول اللّه ﷺ ذالک حتی عرفت الکراهة فی وجهه ثمّ قال انّ اللّه تبارك وتعالی لا یمل حتی تملوا اکلفوا من العمل مالکم به طاقة۔ رواه مالک فی المؤطا۔

پس اہل بصیرت پر بسبب ملاحظہ ان احادیث مذکورہ بالا کے:

۱۔ مواظبت تمام شب کے جاگنے؛

۲۔اور ساتھ مداومت کے رات بھر میں ہزار رکعت پڑھنے (جس میں طرح طرح کی مشقت اور تکلیف سخت پائی جاتی ہے)؛

۳۔اور ستر ہزار قرآن ختم کرنے (جو ستر برس کی عمر میں سے چار پانچ سال طفولیت کے منہاء کرکے، تین ختم تخمیناً روزانہ ہوتے ہیں)؛

۴۔اور ایک وضو سے عشاء اور فجر کی نماز پڑھنے،

کا بدعت ہونا ظاہر ہے، تو ایسی بدعات کو جناب امام ابوحنیفہؒ کی طرف ہرگز نسبت نہ کرنی چاہیے، کیونکہ امام صاحبؒ سنت کا بہت لحاظ رکھتے تھے اور سنت کا خلاف نہیں کرتے تھے

نیز ایسی عبادت، بدعت ہونے کے علاوہ، عقلاً بھی دشوار ہے۔اس لئے کہ تمام رات کے اوسطاً بارہ گھنٹے ہوتے ہیں اور چار گھنٹے اس میں سے منہا کرنے چاہئیں۔ تین گھنٹہ اول سے شب کے کہ ان میں کھانا پینا شب کا اور استنجا طہارت اور وضو اور نماز عشاء کی ادا ہو۔اور ایک گھنٹہ آخر سے شب کے کہ اس میں وقت فجر کی آمد آمد ہوتی ہے اور نوافل نہیں پڑھے جاتے۔تو باقی آٹھ گھنٹوں میں اگر ہزار رکعت پڑھتے تھے تو فی گھنٹہ سوا سو رکعت ہوئی۔ اور سوا سو رکعت کی ادائیگی مع ادائے ارکان یعنی رکوع وسجود وقیام وقعدہ وقومہ و جلسہ اور قرأت کے اور مع لحاظ واجبات اور سنن اور مستحبات ایک گھنٹہ کی میعاد میں عقل سلیم محال جانتی ہے۔

ہاں اگر یہ کہو کہ امام صاحبؒ نوافل اس کیفیت سے پڑھتے تھے کہ بعد تکبیر تحریمہ کے قرأت بقدر مدھآمتان کرکے، رکوع وسجود میں اشارۃً ذرا سا سر کو جھکا کر رکعت پوری کرتے تھے، تو البتہ امکان ہے۔لیکن یہ کیا عبادت ہوئی اور اس میں کیا تقرب اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثواب ہوا؟

اور ایسا ہی ستر ہزار ختم قرآن جس کے تخمیناً تین ختم ہر روز ہوتے ہیں، بھی دشوار ہے۔ اس لئے کہ امام صاحب کاروبار تجارت بھی کرتے تھے جیسا کہ ابن طاہرؒ کے کلام میں جو مجمع البحار سے نقل کیا گیا ہے، گزر چکا۔ اور اجتہاد مسائل بھی کرتے تھے اور بعد اجتہاد کے مباحثہ اور مشورہ شاگردوں سے کرتے تھے اور تعلیم و تعلم میں بھی شاغل رہتے تھے۔ پس بایں ہمہ ہر روز تین ختم قرآن کے کس طرح کرتے ہوں گے؟ اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ کرامت سے تین ختم ہر روز کرتے تھے۔ اس لئے کہ کرامت تو ایک امر اتفاقی ہے کہ خارق عادت کے ہوتی ہے، نہ مدامی اور عادی۔ حالانکہ یہ شعار امام ابوحنیفہؒ کا بقول خصم کے مدامی تھا۔

ثابت ہوا کہ ایسی شاذ عبادت شرعاً بدعت ہے اور عادۃً دشوار ہے۔ اور نسبت کرنا اس کا طرف جناب امام کے اچھا نہیں۔ اور شان حضرت امام کی اس سے بلند تر ہے۔ اور ثواب کثیر اتباع سنت میں ملتا ہے نہ زیادہ مشقت اٹھانے میں، جیسے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، ترجمہ ارشادالطالبین وغیرہ میں ارشاد فرماتے ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

و منها التّشدد و حقيقة اختيار العبادة الشا قّة لم يا مر بها الشّارع كدوا م الصّيا م و القيا م و التّبتّل و ترك التزو ج و ان يلتز م السنن و ا لآدا ب كا لتزا م الوا جبات و هو حد يث نهى النّبيّ ﷺ عبد اللّه بن عمر و و عثما ن بن مظعو ن عمّا قصدا من العبادات الشّا قة و هو قو له ﷺ لن يشاد الّذين احد الاغلبة فاذا صار هذا المتعمق او المتشدد معلم قوم و رئيسهم ظنّوا انّ هذا امر الشر ع و رضا ه و هذا داء رهبان اليهود و النّصارى ۔ انتهى كلام فى با ب احكا م الدّ ين من التّحريف ۔

عن عا ئشه قا لت كا ن رسول اللّه اذا امر هم امرهم من الا عمال بما يطيقو ن قا لوا انّا لسنا كهيئتک يا رسول اللّه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انّ اللّٰہ قد غفر لک ما تقدّم من ذنبک و ما تأخّر فیغضب حتّی یعرف الغضب فی وجھہ ثمّ یقول انّ اتقاکم و اعلمکم باللّٰہ انا ۔ (صحیح بخاری: ۲۰)

اور صاحب فتح الباری نے اس حدیث کے نو فائدے لکھے ہیں ۔من جملہ اس کے تیسرا فائدہ یہ ہے:

الوقوف عند ما حدّ الشّرع من عزیمۃ و رخصتہ و الاعتقاد انّ الاخذ بالاوفق الموافق اولی من الاشقّ المخالف لہ ۔انتھی ما فی فتح الباری مختصراً۔

پس مداحین جو کچھ قصہ واہیہ بلا سند صحیح کے فضلیت میں امام (ابوحنیفہؒ) صاحب کی نقل کرتے ہیں ، امام صاحبؒ تک ساتھ سند صحیح متصل مسلسل کے نہیں پہنچتا ۔ اور نیز مخالف سنت کے ہو، اور شان امام کی بھی اس کو مقتضی نہ ہو تو پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ کیونکہ فقہاء اور محدثین کے نزدیک اخبار کے لائق قبول ہونے کیلئے سند صحیح متصل کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ سند صحیح متصل الاسناد یہاں پائی نہیں جاتی پھر کیوں کر قابل اعتماد کے ہو۔

اب اہل انصاف سررشتہ عدل کا ہاتھ سے نہ دیں اور خوب غور وفکر کر کے مطابق آیت کریمہ اعدلوا ھو اقرب للتّقوی اظہار حق میں چشم پوشی نہ فرماویں کہ حق اور باطل میں امتیاز ہو جاوے ۔

باب دوسرا : تقلید آئمہ اربعہ کا بیان

فاسئلوا اھل الذّکر .... کی بحث

قال (مؤلف تنویر الحق):

فرماتا ہے اللہ تعالی: فاسئلوا اھل الذّکر ان کنتم لا تعلمون (نحل : ۴۳) (پس پوچھو ان سے جو اہلیت ذکر کی رکھتے ہیں اگر نہیں جانتے ہوتم)

پس یہ آیت ساتھ اجماع امت کے مخصص اور ظنی ہے اس لئے کہ ہرگز اہل سنت اجازت نہیں دیتے کہ پیروی کی جائے روافض وخوارج کی۔ اور اسی طرح روافض وغیرہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نہیں اجازت دیتے کہ پیروی کی جائے اہل سنت کی۔ پس اجماع ہوا امت کا اوپر تخصیص اس آئت کے، پس ہوئی یہ آیت مخصص اور ظنی الدلالۃ۔

اقول۔ اصل غرض مئولف (تنویر الحق) کی عقد باب ثانی سے اثبات وجوب تقلید مجتہد معین ہے۔ لیکن دعوی تخصیص مذاہب اربعہ کو محض واسطہ بنایا ہے۔ تو سنو کہ مقصود مؤلف کا اس دعوی سے کہ یہ آیت مخصص ہے بالاجماع اور ظنی الدلالۃ ہے، یہ ہے کہ جب ایک دفعہ ظنی ہو چکی تو اب جتنی (بار) تخصیص چاہیں گے کیا کریں گے، تو (حتی) کہ تخصیص ایک مذہب خاص کی ثابت ہو جاوے۔ تو سنو کہ دعوی تخصیص کا اور ظنی الدلالۃ ہونے اس آیت کا غلط اور بے اصل ہے، اس لئے کہ لفظ اھل کا اس آیت میں اپنے عموم پر ہے اور اس کی تخصیص پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔ نہ تو کتاب اللہ اور نہ حدیث متواتر یا مشہور یا خبر واحد اور نہ قیاس صحیح کسی مجتہد کا، اور نہ کوئی قرینہ عقلی جس سے عموم آیت میں استحالہ معلوم ہو۔ سو پھر اگر تخصیص کی جائے تو تخصیص اس کی بلا مخصص ہوگی اور تخصیص بلا مخصص نسخ کرنا ہے کتاب اللہ کو، جیسا کہ شرح ابن الحاجب کی عبارت سے معلوم ہوگا۔ اور ایسا کرنا ممنوع ہے باتفاق امت محمدیہ کے کیونکہ رافع ہے امان کو لغت اور شرع سے۔ یعنی جو لفظ باعتبار لغت یا شرع کے عام ہونے پر دلالت کرتا ہو اور کوئی دلیل شرعی اس کے خاص ہونے پر قائم نہیں، پھر جو کوئی اپنے فہم مجرد سے بلا دلیل اس کو خاص کر ڈالے تو اعتبار لفظ عموم کا از روئے لغت اور شرع کے جاتا رہے اور احکام شرعی درہم برہم ہو جاویں۔ اور یہ بات مخالف اہل زبان اور اہل شرع کے ہے۔ تو بلا قرینہ لفظ عام، خاص نہیں ہوسکتا اور مؤلف (تنویر الحق) لفظ اھل کو کہ عام ہے، بلا دلیل خاص کرتا ہے، تو اس میں مخالفت اہل لغت اور شرع کی لازم آئے گی اور یہ مخالفت ممنوع ہے۔ چنانچہ صدر الشریعۃ، توضیح میں فرماتے ہیں:

ولو جاز ارادة البعض بلا قرينة لا رتفع الا مان عن اللغة و الشّرع با لكليّة لا نّ خطا بات الشّرع عا مة (اور اگر بغیر قرینہ کے بعضے معنوں کا مراد لینا جائز ہوتا تو لغت اور شرع سے بالکل امان اٹھ جاتا کیونکہ خطابات شرع کے عام ہیں)۔

اور علامہ تفتازانیؒ تلویح میں فرماتے ہیں:

فتقريره انّه لو جاز ارادة بعض مسمّيا ت العا م من غير قرينة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لا رتفع ا لا مان عن ا للغة لا ن کل ما وقع فی کلام العرب من الا لفاظ العا مّة یحتمل الخصو ص فلا یستقیم ما یفهم السّامعو ن من العمو م و عن الشّر ع لا نّ عا مة خطا با ت الشّر ع عا مّة فلو جو ز نا ارادة البعض من غیر قرینة لما صحّ فهم ا لا حکا م بصیغة ا لعمو م ۔ (تقریر اس کی یہ ہے کہ اگر جائز ہوتا مراد لینا کچھ افراد عام کا بغیر قرینہ کے، تو اٹھ جا تا امان لغت سے، کیونکہ جتنے عام لفظ، زبان میں بو لے جاتے ہیں سب میں خاص ہو جانے کا احتمال ہے، اس لئے وہ معنی ٹھیک نہ رہیں گے جو عام لفظوں سے سننے والوں نے سمجھے ہیں، اور شرع سے بھی امان اٹھ جا تا ہے کیونکہ خطا بات شرع کے عا م ہیں، اس حالت میں اگر جائز رکھیں ہم مراد لینا بعض معنوں کا بغیر قرینہ کے تو ہرگز عام لفظ سے احکام کا سمجھنا صحیح نہ رہے گا)۔

بلکہ یہ تخصیص بلا مخصص عادت یہود اور نصاریٰ کی ہے ۔ کیونکہ وہ لوگ عموماً توریت اور انجیل کی بلا مخصص شرعی تخصیص کرلیا کرتے تھے ۔ چنانچہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا

انّما هلک الّذ ین قبلکم انّهم کا نوا اذا سرق فیهم الشّریف زکوه و اذا سر ق فیهم الضّعیف اقا موا علیه الحدّ رواه البخاری و مسلم عن عا ئشة عن النّبیّ ﷺ فی تمام قصة المرأة المخزو میة (بخاری: ۶۰۸۷۔ مسلم: ۱۶۸۸) (کہ اگلے لوگوں کی ہلاکت کا یہی سبب ہے کہ ان میں سے جب کوئی عزت دار آدمی چوری کرتا تھا تو وہ اسے بری کر دیتے تھے اور جب کوئی غریب چوری کرتا تھا تو اس پر حد قائم کرتے تھے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہؓ سے مخزومیہ عورت کے قصہ میں آنخضرت ﷺ سے روایت کی ہے)

اور آج تک کسی ایک فرد نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ آیت مخصص ہے، پھر اجماع کے کیا معنی؟ اور مؤلف کے دعوی اجماع کو جو محض بے بینہ اور بے سند ہے، کون سنتا ہے؟ اور جو کہ مئولف نے کہا ہے کہ اہل سنت اجازت نہیں دیتے کہ پیروی کی جائے روافض کی اور ایسا ہی بالعکس، اس سے اجماع تخصیص پر لفظ اہل کے اس آیت میں نہیں نکلتا ہے ۔ اس لئے کہ اجازت نہ دینا سنیوں کا واسطے اتباع رفضاء کے اور اجازت نہ دینا رافضیوں کا اتباع اہل سنت کے، مبنی اس پر نہیں ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنے مقابل کو اہل ذکر کا مصداق جان کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر اپنی تخصیص کرتا ہے۔ بلکہ ہر ایک فرقہ اپنے مقابل کو اہل ذکر کا مصداق ہی نہیں جانتا اور اس میں داخل ہی نہیں رکھتا۔ اور جب کہ اپنے مقابل کو اہل ذکر میں داخل نہ مانا تو حاجت اس کے خارج کرنے کی، اور اپنے فرقے کو خاص کرنے کی کہاں ہوئی؟

تقریر مفصل اس کی فرقہ اہل سنت کی طرف سے کی جاتی ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اہل ذکر ہم ہی ہیں، اور کسی پر فرقہ ضالہ سے اہل ذکر صادق نہیں آتا، اس لئے کہ وہ لفظ ذکر کا جو کہ مضاف الیہ لفظ اھل کا ہے فی نفسہ تو مطلق اور شامل تھا ذکر حق صریح کو بھی اور ذکر باطل محض کو بھی، اور ذکر مخلوط اور اور مشوب بہ ہوائے نفسانی کو بھی، لیکن اس آیت میں مقید ہے ساتھ قید حق ہے اور باعث اس تقیید پر آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ بھی ہیں اور عقل نیز تائید کرتی ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ:

ذالک بانّ اللّٰہ نزل الکتاب بالحقّ

(یہ بہ سبب اس کے ہے کہ اللہ نے یہ کتاب حق پر اتاری ہے)۔ (بقرہ: ۱۷۶)

نزل علیک الکتاب بالحقّ

(اتاری اوپر تیرے یہ کتاب حق پر)۔ (آل عمران: ۳)

و لا تلبسوا الحقّ بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون

(اور نہ ملاؤ حق کو ساتھ باطل کے اور چھپاتے ہو تم حق کو جان بوجھ کر)۔ (بقرہ: ۴۲)

و یکفرون بما ورائه و هو الحقّ

(جھٹلاتے ہیں ماسوا توریت کے، حالانکہ وہ حق ہے)۔ (بقرہ: ۹۱)

من بعد ما تبیّن لھم الحقّ فاعفوا و اصفحوا

(بعد اس کے کہ ظاہر ہو گیا انہیں حق، پس معاف کرو اور درگزر کرو ان سے)۔

انّ فریقاً مّنھم لیکتمون الحقّ و ھم یعلمون

(بے شک ایک گروہ ان کا حق کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے)۔ (بقرہ: ۱۴۶)

الحقّ من رّبّک فلا تکوننّ من الممترین (حق وہ ہی ہے جو اللہ کے پاس سے ہے پس تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو)۔ (بقرہ: ۱۴۷)

و انّه للحقّ من رّبّک و ما اللّٰه بغافلٍ عمّا تعملون (اور بے شک یہ حق ہے اللہ کی جانب سے اور اللہ غافل نہیں ہے تمہارے کاموں سے)۔ (بقرہ: ۱۴۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و کذ ب به قو مک و هو الحقّ

(اور جھٹلایا اس کو تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے)۔(انعام:٦٦)

قل الحقّ من رّ بّکم فمن شاء فلیئو من و من شاء فلیکفر

(تو کہہ دے اے محمد کہ حق اللہ کی جانب سے ہے پھر جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے)۔(کہف:۲۹)

حتّی جا ء هم الحقّ و رسول مبین

(یہاں تک کہ آیا ان کے پاس حق اور صاف صاف سنانے والا رسول)۔(زخرف:۲۹)

و لمّا جا ء هم الحقّ قا لوا هذا سحر و انّا به کا فر و ن (اور جس وقت آیا ان کے پاس حق، لوگوں نے کہا یہ تو جادو ہے ہم اس کے منکر ہیں)۔(زخرف:۳۰)

و لذا قا ل فی التفسیر النیسا بوری العا لم با لحقّ یجب علیه اظهاره و یحر م کتما نه (اور اسی واسطے تفسیر نیساپوری میں کہا ہے۔ عالم حق پر اظہار حق واجب ہے اور چھپانا اس کا حرام ہے)۔

قا ل اللّه تعا لی:

وا تّبعوا احسن ما انز ل الیکم من رّ بّکم

(پیروی کرو بہتر وہ جو اتارا گیا تمہاری طرف تمہارے اللہ کی جانب سے)۔(زمر:۵۵)

اتّبعوا ما انز ل الیکم من رّبّکم و لا تتّبعوا من دو نه اولیاء

(پیروی کرو اس کی جو اتارا گیا تمہارے اللہ کی جانب سے اور نہ پیروی کرو سوا اس کے رفیقوں کی)۔(اعراف:۳)

فبشّر عبادی الّذ ین یستمعو ن القول و یتّبعو ن احسنه (سو تو خوش خبری سنا میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات پھر چلتے ہیں اس کے نیک پر)۔(زمر:۱۸)

ارأیت من اتّخذ الهه هواه (بھلا دیکھ تو جس نے پوجنا پکڑا اپنی خواہش کو)۔

و قا ل رسول اللّه ﷺ لیأ تین علی امّتی ما اتی علی بنی اسرا ئیل حذوا لنّعل با لنّعل حتّی ان کا ن منهم من اتی امّه علا نیّة لکان فی امّتی من یّصنع ذا لک و انّ بنی اسرا ئیل تفرّ قت علی ثنتین و سبعین ملّة و تفترق امّتی علی ثلث و

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سبعین ملّة کلّھم فی النّار الّا ملّةً وّا حدةّ قا لوا من ھی یا رسول اللّه قا ل ما انا علیه و اصحا بی ۔ رواہ التر مذی عن عبد الله بن عمرو

(فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ میری امت پر ہو بہو ایسا وقت آئے گا جیسا بنی اسرائیل پر آیا تھا یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے کھلا کھلا اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو میری امت میں سے بھی کوئی ایسا کرے گا۔ اور بے شک بنی اسرائیل بہتر فرقے ہو گئے اور میری امت تہتر فرقوں پر متفرق ہو گی ۔ سب کے سب آگ میں ہوں گے مگر ایک فرقہ، لوگوں نے پوچھا وہ کون سا فرقہ ہے اے رسول اللہ ﷺ ۔ فرمایا وہ، وہ فرقہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں ۔ روایت کی یہ حدیث ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓو سے) ۔ (ترمذی: ۲۶۴۲)

اور سوائے اس کے اور بہت حدیثیں، جو کہ ردّ میں خارجیہ اور مرجئہ اور جہمیہ اور معتزلہ اور قدریہ اور جبریہ کے وارد ہیں، اس تقیید پر باعث ہیں ۔ اور باعث ہونا عقل کا تو ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالی نے بھیجنا رسولوں کا اور نازل کرنا وحی متلو اور غیر متلو کا نہیں کیا مگر واسطے اتباع حق کے۔ تو بالیقین معلوم ہوا کہ اس آیت میں مراد ذکر سے ذکر حق ہے، سو جو کوئی اہل ایسے ذکر کا ہو گا عموماً، خواہ کوئی ہو، اس کا اتباع لاعلمی کے وقت واجب ہو گا ۔ اور وہ نہیں ہے مگر ہمارا فرقہ سنیہ اور ما سوائے ہمارے سب فرقہ اہل ذکر میں داخل ہی نہیں باعتبار عقائد کے، کیونکہ ذکر اور مذہب ان کا باطل ہے اکثر امور میں بنا بر عقیدہ اور اعمال کے ۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم صاحب بحرالرائق نے کتاب اشباہ والنظائر میں ناقلاً عن المصفی کہا ہے:

و اذا سئلنا عن معتقد نا و معتقد خصو منا فی العقا ئد یجب علینا ان نقو ل الحقّ ما نحن علیه و البا طل ما علیه خصو منا، ھکذا نقل عن المشا ئخ ۔ (اور جس وقت پوچھے جائیں ہم اپنے مسلک اور اپنے مقابل کے مسلک کے بارے میں، تو واجب ہے ہم پر یہ کہنا کہ جس پر ہم ہیں وہ حق ہے اور جس پر ہمارا مقابل ہے وہ ناحق ہے ۔ یوں ہی مشائخ سے منقول ہے)

اور ایسا ہی طحطاویؒ نے دعوی کیا ہے اور کہا ہے:

فعلیکم معا شر المئو منین با تباع الفر قة النّا جیة

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

المسمّاة با هل السنّة و الجما عة فا ن نصره ای نصرة اللّه و حفظه و تو فیقه فی موا فقتهم و خذلا نه و سخطه و مقته فی مخا لفتهم (واجب ہے تم پراے گروہ مومنین ، پیروی اس فرقہ نجات یافتہ کی جس کا نام اہل سنت والجماعت ہے کیونکہ اللہ کی مدداور نگہبانی اور توفیق انہی کی موافقت میں ہے اوران کی مخالفت اس کے الٹ نتائج پیدا کرتی ہے)

اور ایسا ہی سب اہل سنت کا دعوی ہے، اور علی ہذا القیاس ہر ایک فرقہ اپنی حقیت کی تقریر کرتا ہے ۔ باقی رہی ترجیح اپنے اپنے دعوی کی کہ فی الواقع کون اہل ذکر حق کا ہے فروع میں سو یہ مبحث دوسرا ہے، اس مقام میں اس سے بحث نہیں ۔اس محل میں تو اتنا معلوم کر لینا چاہیے کہ ہر ایک فرقہ ذکر کو قید حق کی ضم کر کے اس کو اپنے مذہب میں منحصر کرتا ہے اور اپنے لوگوں کو اھل اس ذکر کا ٹھہرا تا ہے با وجو دیکہ اہل اپنے عموم پر رہے۔ یعنی اس طرح کہتا ہے کہ ہمارے ذکر کے جو کہ حق ہے سب اہل عموماً قابل اتباع کے ہیں۔ تو اجازت نہ دینا ہر فرقہ کا واسطے اتباع اپنے مخالف کے، مستلزم تخصیص کو لفظ اھل میں نہ ہوا۔ اور یہ آیت ظنی الدلالۃ نہ ہوئی۔

اجتہاد مطلق آئمہ اربعہ میں منحصر نہیں

قال (مؤلف تنویر الحق)۔پس بعد تخصیص اس آیت کے اور تقرر مذاہب کے پھر مخصص ہوئی با جماع اہل سنت و جماعت کے بایں طور کہ مراد اب اہل ذکر سے آئمہ اربعہ ہیں ۔پس دلالت کی اس آیت نے کہ تقلید ایک کی آئمہ اربعہ میں سے واجب و لازم ہے ۔ اور وہ اجماع اہل سنت کا نقل کیا ہے طحطاوی وغیرہ نے ۔کہا طحطاویؒ نے بیچ شرح درالمختار کے کتاب الذبائح میں:

قال بعض المفسّرین فعلیکم یا معشر المؤ منین اتّباع الفرقه ا لنّا جیة المسمّاة باهل السنّة و الجما عة فا نّ نصرة اللّه تعالی و حفظه و تو فیقه فی موا فقتهم و خذ لا نه و سخطه و مقته فی مخا لفتهم و هذه الطّا ئفة النّا جیة قد اجتمعت الیوم فی المذا هب ا لا ر بعة هم الحنفیّو ن و الما لکیو ن و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الشافعیون و الحنبلیو ن و من کا ن خا ر جاً من ھذہ المذاھب الا ربعۃ فھو من اھل البد عۃ و النّار

(کہا بعض مفسروں نے کہ واجب ہے تم پر اے گروہ مؤمنین پیروی کرنا اس فرقہ نجات یافتہ کا جس کا نام اہل سنت والجماعت ہے، کیونکہ اللہ کی مدد اور حفاظت اور توفیق ان کی موافقت میں ہے اور ذلت دینا اس کا اور خفا ہونا اور بگاڑنا ان کی مخالفت میں ہے۔ اور یہ گروہ نجات یافتہ آج کے دن مجتمع ہو گیا ہے چار مذاہب میں کہ وہ حنفی اور مالکی اور شافعی اور حنبلی ہیں اور جو کوئی نکلا ان چاروں مذہبوں میں سے تو وہ اہل بدعت و اہل نار سے ہے)۔

اقول۔ اس میں دو دعوی کیئے ہیں۔

پہلا یہ کہ اہل سنت کا اجماع ہو گیا ہے اس پر کہ اب اس آیت میں اہل ذکر سے مراد آئمہ اربعہ ہیں۔

دوسرا یہ کہ جب کہ آئمہ اربعہ بالاجماع مراد ہوئے تو تقلید ایک امام کی واجب ہو گئی۔

سو دعوی دوسرا تو باطل اور غلط محض ہے۔ جائے غور ہے کہ فرض کیا کہ مذاہب اربعہ کی تقلید چاہیے، لیکن اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ایک مذہب خاص کی بھی تقلید واجب ہو جائے؟ یہ تو آج تک کسی اہل عقل نے دعوی نہیں کیا۔ جیسا کہ چار کے جفت ہونے سے ایک کے جفت ہونے کا دعوی کسی نے نہیں کیا۔

اور دعوی اول اس سے زیادہ باطل ہے، اس لئے کہ آج تک یہ بھی کسی نے نہیں کہا کہ اس آیت میں آئمہ اربعہ مراد ہیں۔ پھر اجماع کا کیا نام لینا ہے؟ اجماع کے تو تمام اصولیین یہ معنی کرتے ہیں:

ھو اتّفاق المجتھدین من امّت محمّد ﷺ فی عصر وا حد علی امر شر عی

(اجماع، متفق ہونا ہے امت محمدیہ کے مجتہدوں کا ایک زمانہ میں ایک امر شرعی پر)

اور جو عبارتیں شواہد اس دعوی پر طحطاوی وغیرہ سے نقل کیا ہے، ان عبارتوں میں سے ایک سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس آیت میں آئمہ اربعہ کے مراد ہونے پر اجماع اہل سنت کا ہوا ہے۔ طحطاویؒ کے کلام کے تو معنی ظاہری یہ ہیں کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اکٹھا ہو گیا ہے آج کے دن وہ فرقہ ناجیہ مذہب اربعہ میں،

یعنی اگر چہ قبل اس سے سب صحابہ اور تابعین اور مجتہدین آخرین سوائے آئمہ اربعہ اور ان کے اتباع کے فرقہ ناجیہ میں داخل تھے، لیکن چونکہ زمانہ ان کا منقرض ہو گیا ہے اور کسی صاحب مذاہب، کے سوائے آئمہ اربعہ کے، اتباع اور مقلدین نہیں رہے، تو اب اہل سنت میں سے آئمہ اربعہ ہی کے لوگ باقی رہ گئے ہیں اور وہ فرقہ انہیں میں اکٹھا ہو گیا ہے۔

تو انصاف سے کہو کہ اس کلام سے اجماع مراد ہونے پر آئمہ اربعہ کے کہاں نکلتا ہے۔ شائد جناب مؤلف نے لفظ اجتمعت سے کہ جس میں ا ج م ع حروف اجماع کے موجود ہیں، اجماع کو استنباط کیا ہے تو استشہاد مؤلف کا ساتھ کلام طحطاویؒ کے باطل ہوا۔ اور باقی ان عبارتوں کو جن سے اجماع سمجھا ہے، عنقریب نقل کر کے ان سے جواب دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

اب طحطاوی کے اس دعوی کی کہ آج کے دن اہل سنت مذاہب اربعہ ہی میں منحصر ہیں اور سوائے ان کے جو ہو، سو وہ اہل بدعت اور اہل نار میں سے ہے، تحقیق کی جاتی ہے۔ تو سنو کہ اگر اس حصر کو حاوی اور اکثری کہیں تو مسلّم الثبوت ہے جیسا کہ عقائد جلالیہ میں حصر ادعائی محض کیا ہے:

الفرقة النّاجية هم الاشاعرة اجمع و هم السّلف الصّالحون من المحدّثين العارفين باحاديث رسول اللّٰه ﷺ و تمييز اقسامها من الصّحيح و الحسن و الضّعيف وغيرها و نقدها من الموضوعات۔ انتهى ما فى العقائد الجلاليه۔ (فرقہ ناجیہ سب کے سب اشاعرہ ہیں اور وہ اگلے محدثوں میں کے نیک لوگ ہیں کہ ان کو احادیث رسول ﷺ میں شناخت اور اقسام حدیث میں امتیاز اور موضوعات کی جانچ حاصل ہے)۔

حالانکہ ماتریدیہ بھی فرقہ ناجیہ میں بلا ریب داخل ہیں۔ پس مراد عبارت عقائد جلالیہ سے حصر عادی و اکثری ہے نہ کہ حصر حقیقی تنزیلی کہ ماتریدیہ اس سے خارج ہو جاویں۔ كما لا يخفى على الماهر المتفطن۔ اسی طور سے توجیہہ عبارت طحطاوی کی کی جاوے کہ تمام اہل سلف آئمہ اربعہ اور محدثین اصحاب صحاح ستہ وغیرھم فرقہ ناجیہ میں داخل ہو جائیں۔ اور جو بزعم خویش ہر شخص اپنے کو فرقہ ناجیہ ہونے کا دعوی کرتا ہے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کو خلاف اس کے جانتا ہے، تو اس طرح کا دعوی لغو محض ہے شرعاً۔ اور عقیدہ اہل تعصب کا ایسا ہی ہوتا ہے۔

المشهور فی دیار الخراسان و العراق و الشّام و اکثر الاقطار ان اهل السّنّة و الجماعة هم ا لا شاعرة .و فی دیا ر ما وراء النّهر انّ اهل السّنّة و الجماعة هم الما تریدیة اصحاب ابی المنصور الما تر یدی کما ذکر فی حا شیة شر ح العقا ئد الجلالیه هذا هو س من هو سا تهم ما انز ل اللّٰه بها من سلطان بل کلّهم من اهل السّنّة و الجما عة کما لا یخفی علی اهل الخبرة با لشّریعة و احوا ل القرو ن الثّلا ثة و غیر ها۔

(مشہور علاقہ خراسان اور عراق اور شام میں اور اکثر اطراف میں یہ ہے کہ اہل سنت و الجماعت تو اشاعرہ ہیں اور مشہور ماوراء النہر میں یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت ماتریدیہ، ساتھی ابومنصور ماتریدی کے ہیں جیسا کہ مذکور ہے حاشیہ شرح عقائد جلالی میں، یہ ایک ہوس ہے لوگوں کی ہوسوں میں سے۔ اللہ نے اس پر کوئی دلیل نہیں اتاری۔ بلکہ اشاعرہ اور ماتریدیہ سب کے سب اہل سنت والجماعت ہیں۔ چنانچہ یہ امر ماہر حال قرون ثلاثہ اور علم شریعت کے جاننے والے پر مخفی نہیں ہے)۔

اور معنی عادی اکثری کے یہ ہیں کہ فی الواقع تو بموجب حکم خدا و رسول کے سب اہل سنت کے مقتدائے صحابہ اور تابعین اور مجتہدین آئمہ اربعہ اور سوائے ان کے اور مقلدین ان کے فرقہ ناجیہ میں داخل تھے، لیکن آج کے دن عادت ایسی ہوگئی ہے کہ سوائے اہل مذاہب اربعہ کے کوئی نہیں رہا اور روایت بھی کسی مذہب کی سوائے مذاہب اربعہ کے اکثر کو نہیں ملتی تو اس طرح سے حصر کرنا حصر شرعی تنزیلاً نہ ہوا بلکہ عادی اور اکثری بموجب وجوہ مانع کے ہوا تو ارتفاع اس مانع کی سے یہ حصر نہ رہے گا۔ یعنی جب کہ کوئی روائت صحیحہ بنقل متصل ثابت کسی مجتہد سے سوائے آئمہ اربعہ کے ہم کو ملے گی تو اس وقت آئمہ اربعہ اور وہ مجتہد آخر یکساں ہوں گے جیسا کہ کلام بلاغت نظام سے مولانا بحرالعلوم عبدالعلی حنفیؒ کے معلوم ہوتا۔ چنانچہ شرح تحریر ابن الہمام میں فرماتے ہیں:

و امّا المجتهدو ن الّذ ین اتّبعو هم با حسان فکلّهم سواء فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صلوح التّقلید بھم فا ن و صل فتوی سفیا ن بن عینیه او ما لک بن دینار یجو ز ا لا خذ به کما یجوز ا لا خذ بفتوی ا لآ ئمه الا ربعة ا لا انه لم یبق عن ا لآ ئمّة ا لآ خرین نقل صحیح ا لّا اقلّ القلیل و لذا منع من منع من التّقلید ایّا ھم فا ن و جد نقل صحیح منھم فی مسئلة فا لعمل به و العمل بفتوی الآ ئمّه الا ربعة سواء ۔ (لیکن وہ علمائے مجتہدین جو صحابہ کرام کے نیک پیرو ہیں، سو وہ سب کے سب صلاحیت تقلید میں برابر ہیں۔ سو اگر پہنچ جاوے فتوی سفیان ابن عینیہ کا یا مالک ابن دینار کا تو روا ہے اس پر عمل کرنا جیسا کہ روا ہے آئمہ اربعہ کے فتوؤں پر عمل کرنا۔ مگر اتنی بات ہے کہ سوا آئمہ اربعہ کے دیگر اماموں کے اقوال نقل صحیح سے کم تر مہیا ہوتے ہیں، اور اس لئے منع کیا ہے ان کی تقلید سے جس کسی نے منع کیا ہے۔ پھر اگر پائی جائے نقل صحیح کسی مسئلہ میں کسی امام غیر از آئمہ اربعہ سے، تو عمل کرنا اس پر اور عمل کرنا آئمہ اربعہ کے اقوال پر برابر ہے)

اور شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

ثمّ فی کلا مه یعنی ابن الصّلا ح خلل آ خر اذا المجتھدو ن الآخرو ن ایضاً بذ لوا جھد ھم مثل ا لآ ئمّة ا لا ربعة و انکار ھذا مکا برة و سوء ادب بل الحقّ انّه انّما منع من تقلید غیر ھم لا نّه لم یبق روایة مذ ھبھم محفو ظة حتی لو وجد روا یة صحیحة من مّجتھد آ خر یجو ز العمل بھا ا لا تری انّ المتأخّرین افتوا بتحلیف الشّھود اقا مت له موقع التّز کیة علی مذ ھب ابن ابی لیلی ۔ (پھر اس (ابن صلاح) کے کلام میں ایک اور خلل ہے کیونکہ سوائے آئمہ اربعہ کے دیگر مجتہدوں نے بھی مثل آئمہ اربعہ کے کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ انکار کرنا اس بات کا ہٹ دھرمی اور بے ادبی ہے۔ بلکہ حق الامر یہ ہے کہ سوائے آئمہ اربعہ کے دیگر آئمہ کی تقلید سے ممانعت اس لئے ہے کہ ان کے مذاہب کی روایتیں محفوظ نہیں ہیں۔ ہاں کسی اور مجتہد کے مذہب کی روایت صحیح مل جائے تو اس پر عمل روا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ پچھلے علماء نے قائم مقام تزکیہ کے گواہوں کے قسم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دلانے پر بموجب ابن ابی الیلی کے فتوی دے دیا ہے)

اور اگر یہ حصر اس نظر سے نہ ہو جو مذکور ہوا، بلکہ اس نظر سے ہو کہ اجتہاد مستقل آئمہ اربعہ پر ختم ہوگیا ہے، بلکہ سوائے آئمہ اربعہ کے اہل سنت میں کوئی مجتہد ہوا ہی نہیں نہ قبل ان کے اور نہ بعد ان کے۔ یا اس نظر سے ہو کہ مجتہد تو سوائے آئمہ اربعہ کے بہت ہوئے ہیں لیکن سوائے ان چار کے اتباع کسی کا درست نہیں۔ خواہ وہ صحابی ہو، خواہ تابعی خواہ بعد آئمہ اربعہ کے خواہ پہلے ان سے، تو یہ حصر ان دونوں نظروں سے باطل ہے اور اپنے گھر سے نئی شریعت نکالنا ہے ما انزل اللّٰہ بها من سلطان (نہیں اتاری اللہ نے اس پر کوئی دلیل)۔ اور قائل مبتدع اس کا مخاطب اس آیت کریمہ کا ہے:

و لا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هذا حلال و هذا حرام لتفتروا على اللّٰه الكذب (اور نہ کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بتانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو)۔ (نحل:۱۱۶)

اس لئے کہ اگر نظر اول سے ہو تو ہوس محض اور رجم بالغیب ہے۔ اسی واسطے مولانا نظام الدین لکھنوی جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ نے کہا ہے کہ یہ جو متعصبین نے مشہور کر رکھا ہے کہ اجتہاد آئمہ اربعہ پر ختم ہو چکا ہے یہ بات غلط ہے اور رجم بالغیب ہے۔ اگر ان متعصبوں سے اس کی دلیل پوچھی جاوے تو ہرگز دلیل بیان نہ کرسکیں گے۔ معلوم نہیں کہاں سے یہ غیب کی باتیں کہتے ہیں اور اللہ کی قدرت میں تحکم کرتے ہیں۔ سو بچو ایسے تعصّبات سے۔ چنانچہ شرح مسلّم الثبوت میں فرمایا ہے:

اعلم ان بعض المتعصّبين قالوا اختتم الاجتهاد المطلق على الآئمّة الاربعة و لم يوجد مجتهد مطلق بعدهم و الاجتهاد فى المذهب اختتم على العلامة النّسفى صاحب الكنز و لم يوجد مجتهد فى المذهب بعده ۔ و هذا غلط و رجم بالغيب فان سئل من اين علمتم هذا لا يقدرون على ايراد دليل اصلاً ثمّ هو اخبار بالغيب و تحكم على قدرة اللّٰه تعالى فمن اين يحصل علم ان لا يوجد الى يوم القيامة احد يتفضّل اللّٰه عليه بنيله مقام الاجتهاد ۔ فاجتنب عن مثل هذا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التّعصّبات۔

اور مولانا بحر العلوم عبد العلیؒ نے یہی مضمون بعینہ فرمایا۔ بلکہ اس سے زیادہ یہ کہ وہ لوگ مصداق ہیں اس حدیث کے افتوا بغیر علم فضلّوا و اضلّوا ۔ چنانچہ شرح مسلّم الثبوت میں موجود ہے:

ثمّ ان من النّاس من حکم بوجوب الخلو من بعد العلامة النّسفی و اختتم الاجتہاد بہ و عنوا الاجتہاد فی المذھب و اما الاجتہاد المطلق فقالوا اختتم بالآئمة الاربعة حتی اوجبوا تقلید واحد من ھولاء علی الامّة وھذا کلّہ ھوس من ھوساتھم لم یأتوا بدلیل و لا یعباء بکلامھم و انّما ھم من الّذین حکم الحدیث انّھم افتوا بغیر علم فضلوا و اضلّوا و لم یفھموا ان ھذا اخبار بالغیب فی خمس لا یعلمھنّ الّا اللّٰہ تعالی

(بعض لوگ وہ ہیں کہ انہوں نے قطعی حکم لگا دیا ہے کہ بعد علامہ نسفی کے زمانہ مجتہد سے خالی ہے اور اجتہاد کو علامہ نسفی پر ختم ہونا بتاتے ہیں اور مراد رکھتے ہیں وہ لوگ اجتہاد سے اجتہاد مذہب کا ۔ اور اجتہاد مطلق کو کہتے ہیں کہ آئمہ اربعہ پر ختم ہو چکا، یہاں تک کہ واجب کر دی ہے انہیں لوگوں نے تقلید ایک کی ان چاروں میں سے امت پر اور یہ سب ان کی ہوسوں میں سے ایک ہوس ہے ۔ نہیں لا سکتے اس پر دلیل اور ان کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے حق میں حدیث آئی ہے کہ انہوں نے بے جانے بوجھے فتوی دیئے سو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا ۔ اور یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اس قسم کی باتیں ان پانچ باتوں میں غیب گوئی ہے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا)۔

بلکہ یہ انکار اجتہاد سے مجتہدین کے اور یہ گمان کہ سوائے آئمہ اربعہ کے کوئی بھی مجتہد نہیں ہوا کذب ظاہر ہے ۔ اور انکار بدیہی کا ہے کیونکہ تمام اہل علم قائل ہیں کہ سینکڑوں مجتہد سوائے آئمہ اربعہ کے ہوئے ہیں ۔ کئی تو آئمہ اربعہ سے پہلے صحابہ اور تابعین میں ہوئے ہیں اور کئی آئمہ اربعہ کے بعد ہوئے ہیں ۔ جو آئمہ اربعہ سے قبل ہوئے ہیں وہ تو ظاہر ہی ہیں اور ان کا انکار مکابرہ محض ہے۔ اس لئے ان مجتہدوں کو جو کہ آئمہ اربعہ کے بعد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہیں بطور مشت نمونہ خروارے ذکر کیا جاتا ہے۔تو سنو کہ

☆ ایک ان میں امام عالی مقام ابوثورؒ ہیں۔ وہ ابتداء میں حنفی المذہب تھے، پھر شافعی مذہب کو مرجح دیکھ کر اختیار کیا۔ بعد اس کے بذات خود تبحر حاصل کر کے مجتہد مستقل متبوع المذہب ہوئے۔ اور بہت لوگ ان کے مقلد ہوئے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ ابتداء میں انہیں کے مقلد تھے۔ اور قرن خامس تک مقلدین ان کے کثرت سے ہوئے۔ کذا فی اسماء الفقہاء۔

اور کہا حافظ الحدیث ذہبیؒ نے کہ ابوثورؒ امام مجتہد مستقل تھے۔

اور کہا امام نسائیؒ نے کہ ابو ثورؒ ثقہ مامون احد الفقہاء تھے۔

اور کہا ابن حبانؒ نے کہ ابوثورؒ ایک امام تھے آئمہ دنیا سے علم، فضل، فقہ اور ورع میں

اور کہا امام نوویؒ نے تہذیب میں کہ ابوثورؒ صاحب مذہب مستقل تھے۔

اور کہا امام یافعیؒ نے مرأۃ الجنان میں کہ ابو ثورؒ احد الاعلام، بارع فی العلم تھے۔ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، یعنی خود مجتہد مستقل تھے۔

☆ اور ایک ان میں امام المحدثین حامل رایت رسول اللہ ﷺ محمد بن اسماعیل بخاریؒ تھے۔ اجتہاد مستقل ان کا صحیح بخاری کے ناظر پر مخفی نہیں اور اس کے اثبات کے لئے تصریحات سلف کے بیان کی احتیاج نہیں۔ لیکن جن کا یہ مقولہ ہے کہ ہم حدیث کچھ نہیں سمجھتے، ان کی سوائے نقل اقوال کے اطمینان نہ ہوگی اس لئے کچھ اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ تو سنو کہ

علامہ رملیؒ نے امام بخاریؒ کو مجتہد مستقل لکھا ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابومصعبؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ محمد بن اسماعیلؒ ہماری دانست میں علم فقہ وحدیث میں امام احمد بن حنبلؒ سے بڑھ کر ہیں۔ اور کہا کہ اگر میں امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کا موازنہ کروں تو یہ کہوں گا کہ یہ دونوں امام فقہ اور حدیث میں برابر ہیں۔

اور کہا قتیبہ بن سعیدؒ نے کہ وہ بہت سے فقہاء، زہاد اور عباد سے ملے ہیں، لیکن جب سے ہوش سنبھالا ہے کسی کو محمد بن اسماعیلؒ جیسا نہیں پایا۔

قتادہؒ سے کسی نے مسئلہ طلاق سکران پوچھا۔ اتنے میں وہاں امام بخاریؒ آ گئے تو قتادہؒ نے سائل کو کہا کہ اس محمد بن اسماعیلؒ کو امام احمدؒ سمجھ لے۔ اور اسحاق بن راہویہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سمجھ لے اور علی بن المدینیؒ سمجھ لے ۔ بے شک اللہ تعالی ان سب کو تیری طرف لے آیا ہے

☆ اور ایک مجتہد ان میں سے امام داؤد ظاہریؒ ہیں۔ وہ مجتہد مستقل صاحب اتباع کثیرہ تھے ۔امام یافعیؒ مرأۃ الجنان میں کہتے ہیں کہ امام داؤد ظاہریؒ فقیہ، صاحب مذہب مستقل تھے۔ اور بہت لوگ ان کے مقلد ہوئے جو کہ ظاہری مشہور تھے ۔

اور شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ طبقات میں کہتے ہیں کہ داؤد ظاہریؒ مجتہد تھے اور آئمہ متبوعین میں سے تھے ۔

اور قاضی ابن خلکانؒ ، وفیات الاعیان میں کہتے ہیں کہ ابوسلیمان داؤد بن علی بن خلفؒ الاصبہائی امام مشہور تھے اور ظاہری کے لقب سے معروف تھے اور بڑے زاہد اور نفل گذار تھے۔ انہوں نے اسحاق بن راہویہؒ اور امام ابوثورؒ سے علم حاصل کیا تھا ۔ اور امام شافعیؒ کی طرف بہت میلان رکھتے تھے اور ان کی مدح میں کچھ تصنیف بھی کی تھی اور صاحب مذہب مستقل تھے ۔ بہت لوگ ان کے تابع ہوئے جو ظاہری کہلاتے تھے۔ اور ان کا بیٹا ابو بکر محمد انہیں کے مذہب پر تھا۔ اور شہر بغداد کی ریاست علم داؤدؒ پر منتہی ہوئی ۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کی مجلس میں چارسو سبز چادر فروش حاضر ہوا کرتے تھے اور تھے بڑے عقل مند ۔

اور ابوالعباس احمد بن یحیٰ معروف بہ ثعلبؒ ، کہتے ہیں کہ داؤدؒ کی عقل، ان کے علم سے زیادہ تھی ۔ وہ کوفہ میں ۲۰۲ھ یا ۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے ۔نشو ونما بغداد میں ہوئی اور وفات ذی قعد میں یا رمضان ۲۷۰ھ میں ۔

اور کہا علامہ محلیؒ نے شرح جمع الجوامع میں کہ داؤدؒ علم اور دین کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ تھے اور ان کو محکمی نظر کی اور فراخی علم کی اور فوز بصیرۃ کا اور احاطہ اقوال صحابہ اور تابعین کے اور قدرت اوپر استنباط مسائل کے اس قدر تھی کہ اب متعذر اور عظیم ہے وقوع اس کا۔ اور بے شک مدون ہوئیں کتابیں ان کی اور بہت ہوئی اتباع ان کی۔ اور ذکر کیا ہے ان کو شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ نے اپنے طبقات میں ان اماموں میں جو اتباع کئے گئے ہیں فروع میں ۔ ان کے بعد بلاد فارس، عراق اور مغرب میں ان کے متبع بہت ہوئے ۔

اور شیخ بلقانیؒ نے بھی شرح جوہرہ میں داؤد ظاہریؒ کو مجتہد مستقل کہا ہے۔

اور عینی حنفیؒ نے بھی شرح بخاری میں داؤدؒ کو مجتہد مستقل قرار دیا ہے۔

☆ اور ایک ان میں امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ ہیں۔ وہ مجتہد مستقل، بڑے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زبردست عالم اور بڑے مفسر تھے۔ ان کی ایک تفسیر قرآن، بہت بڑے حجم اور ضخامت میں موجود ہے۔

امام یافعیؒ نے مرأۃ الجنان میں کہا ہے کہ ابوجعفر طبریؒ بڑے علماء میں سے تھے۔ اور صاحب تفسیر کبیر اور تاریخ شہیر کے اور صاحب مصنفات عدیدہ اور اوصاف حمیدہ کے۔ وہ مجتہد تھے، کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔

قاضی ابن خلکانؒ نے وفیات الاعیان میں کہا ہے کہ ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید صاحب تفسیر کبیر اور تاریخ شہیر کئی فنون مثل تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ کے امام تھے۔ آئمہ مجتہدین میں سے تھے، کسی کے مقلد نہ تھے اور ابن الفرج معاف بن ذکریا نہروانی (مشہور بہ ابن طرازؒ) انہیں کے مذہب پر تھے۔ آپ کی پیدائش ۲۲۴ھ میں ہوئی تھی اور بغداد میں ۲۷ شوال ۳۱۰ھ کو وفات ہوئی۔

حافظ ابومحمد بن حزم کہتے ہیں کہ میں نہیں دیکھتا ہوں روئے زمین پر محمد بن جریرؒ سے بڑا عالم اور بے شک ظلم کیا حنبلیوں نے اس سے۔

شیخ جلال الدین السیوطیؒ کہتے ہیں کہ محمد بن جریرؒ مرتبہ اجتہاد مطلق کو پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے مذہب مستقل مدون کیا اور بہت لوگ ان کے مقلد ہوئے۔ اور انہیں کے مذہب پر ان مقلدین نے قضا اور فتوے جاری کئے اور وہ لوگ جریریہ کہلاتے تھے۔

اور خطیب بغدادیؒ نے کہا ہے کہ محمد بن جریرؒ ان آئمہ میں سے ایک امام تھے جن کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور ان کے حکم پر چلا جاتا تھا۔

اور شیخ ابواسحاق شیرازیؒ نے ان کو طبقات فقہاء اور محدثین میں ذکر کیا ہے۔

☆ اور ایک ان میں سے شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ ہیں۔

☆ اور ایک ابن دقیق العیدؒ ہیں۔

یہ دونوں صاحب بھی مرتبہ اجتہاد مطلق کو پہنچ گئے تھے۔

چنانچہ فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ مغتنم الحصول میں فرماتے ہیں:

و قال بعضهم لا يختلف اثنان ابن عبد السلام و ابن دقيق العيد بلغا رتبة الاجتهاد (اور بعضوں نے کہا کہ کوئی دو آدمی بھی اس کے خلاف نہ کریں گے کہ ابن عبدالسلامؒ اور ابن دقیق العیدؒ مرتبہ اجتہاد کو پہنچے تھے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشتے نمونہ از خروارے یہ ان مجتہدوں ذکر ہے جو آئمہ اربعہ کے بعد ہوئے ہیں۔ اب طالب شائق کو لازم ہے کہ کتب تواریخ اور طبقات فقہاء کو ملاحظہ کرے۔ ہماری غرض یعنی ابطال حصر مذاہب اربعہ بنظر اول اسی قدر میں حاصل ہوگئی ہے۔

اور اگر یہ حصر بنظر ثانی ہو، یعنی اس نظر سے ہو کہ مجتہد تو آئمہ اربعہ کے سوا کتنے ہی ہوئے ہیں، قبل ان کے صحابہ اور تابعین اور بعد ان سے مجتہدین آخرین، لیکن اتباع کسی کا سوائے ان چاروں کے درست نہیں، تو بھی اس حصر کا باطل ہونا ظاہر ہے۔اس لئے کہ یہ حصر:

نسخ کرتا ہے عام کتاب اللہ کو،

اور ردّ کرتا ہے حدیث:

خیر القرون قرنی ثمّ الّذین یلونھم ثمّ الّذین یلونھم کو،

اور ردّ کرتا ہے حدیث عبداللہ ابن مسعودؓ کو

من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحیّ لا یؤمن علیہ و اولئک اصحاب محمّد ﷺ کانوا افضل ھذہ الامّة و ابرّھا قلوباً و اعمقھا علماً و اقلّھا تکلّفاً اختارھم اللّٰہ بصحبة نبیّہ و اقامة دینہ فاعرفوا لھم فضلھم و اتّبعوھم علی آثارھم و تمسکوا بھا ما استطعتم من اخلاقھم و سیرھم فانّھم کانوا علی الھدی المستقیم ۔ رواہ رزین

(جو شخص کوئی طریقہ اختیار کرے تو چاہیے کہ اس کا طریقہ اختیار کرے جو مر چکا ہو، کیونکہ زندہ آدمی بدگوئی سے مامون نہیں ہوتا۔اور مرے ہوئے لوگ آنحضرت ﷺ کے اصحاب ہیں کہ اس امت میں افضل اور نیک باطن اور بڑے عالم اور بے تکلف تھے۔ اللہ تعالی نے اپنے نبی کی صحبت کے لئے اور نبی کے دین کو قائم کرنے کے لئے ان کو پسند فرمایا تھا، سو تم ان کا مرتبہ پہچانو اور قدم بقدم ان کی پیروی کرو، اور تا بمقدور ان کی عادتیں مضبوط پکڑو، کیونکہ وہ سیدھے راستہ پر تھے)

اور مخالف ہے اجماع صحابہ کے اور اجماع تمام مسلمین کے جو کہ علامہ قرانی نے نقل کیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور مخالف ہے قیاس کے۔
اور برخلاف ہے تصریحات سلف اور خلف کے۔
چنانچہ تقلید شخصی کے مبحث میں بوجہ بسط معلوم ہوگا۔
اسی واسطے علامہ ابن حزمؒ، کتاب ابطال التقلید میں فرماتے ہیں:

فما الّذی خصّ ابا حنیفه و ما لکاً و الشّا فعی بان یقلدوا دو ن ابی بکر و عمر و عثما ن و علی و ابن مسعود و ابن عباس و عائشه و دو ن سعید بن المسیّب و الز هری و النّخعی و الشعبی و عطاء و طاؤ س و الحسن البصری ر ضی اللّه عنهم (سو نہیں معلوم وہ کیا چیز ہے جس نے خاص کر دیا ابوحنیفہؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ کو تقلید کئے جانے میں سوا تقلید ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ اور سوا سعید بن المسیبؒ اور زہریؒ اور نخعیؒ اور شعبیؒ اور عطاؒ اور طاؤسؒ اور حسن بصریؒ کے)

اور مولانا بحرالعلومؒ شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

فانّ المقلّد ان فهم مراد الصّحا بی عمل، و الّا سأل عن مجتهد آ خر (سو اگر مقلد سمجھا مراد صحابی کی، تو عمل کرلے گا ورنہ پوچھ لے گا کسی اور مجتہد سے)

اور شرح تحریر میں فرماتے ہیں:

الصّحا بة احقّ با لتّقلید فا نّهم اقر ب الی اخذ ا لا حکام من صا حب الو حی (صحابہ بہت مستحق ہیں تقلید کئے جانے میں، کیونکہ وہ صاحب وحی سے احکام لینے میں اوروں سے زیادہ قریب ہیں)۔

اور چونکہ تحقیق مذاہب اربعہ کی بنظر ثانی مثل تخصیص مذہب معین کی ہے۔ اور وجہ بطلان ان دونوں کی متحد ہے اس لئے اس مقام میں قدر قلیل بیان کیا گیا اور تفصیل مبحث میں ابطال تخصیص مذہب معین کی آوے گی۔ ان شاء اللہ

تنبیہ۔ کلام طحطاوی کا جس سے مؤلف (تنویرالحق) اجماع اوپر مراد ہونے آئمہ اربعہ کے فاسئلوا اهل الذّ کر سے سمجھتا تھا، خوب منقح ہوا اور یہ بھی خوب ثابت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوا کہ اس سے وہ اجماع نہیں نکلتا۔ اب اور عبارتوں کو جن سے وہ اجماع سمجھا ہے، نقل کر کے ان سے جواب دیا جاتا ہے۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور کہا شیخ محقق ابن ہمام کمال الدینؒ صاحب فتح القدیر نے بیچ کتاب تحریر کے کہ علم اصول میں ہے:

انعقد الاجماع علی عدم العمل بالمذاھب المخالفۃ للائمّۃ الاربعۃ

(منعقد ہو گیا ہے اجماع کہ جو مذاہب اربعہ کے مخالف ہو اس پر عمل نہ کیا جاوے)

اور کہا صاحب الرائق نے بیچ کتاب اشباہ والنظائر کے فن اول میں:

انّ من خالف الآئمّۃ الاربعۃ فھو مخالف للاجماع

(جو کوئی مخالف ہے چاروں اماموں کے پس وہ مخالف ہے اجماع کے)

اور کہا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں بیچ تفسیر اس آیت کے:

و لا یتّخذ بعضنا بعضاً ارباباً مّن دون اللّٰہ

(اور نہ پکڑیں بعضے ہمارے بعضوں کو پروردگار سوائے اللہ کے)۔

فانّ اھل السنّۃ و الجماعۃ قد افترق بعد القرون الثّلاثہ او الاربعۃ علی اربعۃ مذاھب و لم یبق فی فروع المسائل سوی ھذہ المذاھب الاربعۃ فقد انعقد الاجماع المرکّب علی بطلان قول یخالف کلّھم و قد قال رسول اللّٰہ ﷺ لا یجتمع امّتی علی الضّلالۃ۔ و قال اللّٰہ تعالی و من یبتغ غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولّی و نصلہ جھنّم و سائت مصیراً (پس بے شک اہل سنت و جماعت پھیل گئے قرن ثلاثہ یا قرن چہارم کے بعد چار مذہبوں پر اور جزئی مسائل میں سوائے ان چار مذہبوں کے روایت باقی نہیں رہی تو اجماع مرکب منعقد ہو گیا اس پر کہ ان چاروں کا مخالف قول ٹھیک نہیں ہے۔ اور بلاشک آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو گی۔ اور اللہ نے فرمایا ہے اور جو پیروی کرے خلاف راہ مسلمانوں کے، متوجہ کرینگے ہم اسکو جدھر متوجہ ہوا، اور داخل کرینگے ہم اس کو جہنم میں اور وہ بری جگہ ہے پھر جانے کی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجماع بسیط و مرکب

ثم قال (مؤلف تنویر الحق) ۔ اور اسی طرح اجماع مرکب چاروں اماموں کا اس پر ہوا ہے کہ جو بات خلاف ان چاروں کے ہے وہ باطل ہے اور ہونا اجماع مرکب آئمہ اربعہ کا اوپر باطل ہونے عمل کے کہ وہ مخالف ہو ان سب کے پوشیدہ نہیں کسی شخص پر خواہ عوام ہوں خواہ خواص ۔ پس دلیل نقل کرنی اقوال کی اس پر ضرور نہیں، بعض کا قول اس میں کافی ہے ۔ کہا رازیؒ صاحبِ تفسیر کبیر نے بیچ کتاب محصول کے کہ وہ علم اصول میں ہے :

انّ الا مّة اذا اختلف فی مسئلة علی اقوال کا ن اجما عهم علی ان ما عدا ها با طل (بیشک امت جس وقت کسی مسئلہ میں کئی قولوں پر خلاف کرے تو اس پر اجماع ہو جاتا ہے کہ ماسوا ان قولوں کے اور قول ٹھیک نہیں)

پھر آگے کہا:

المراد من الا مّة ، الا ئمّة الا ر بعة (مراد امت سے آئمہ اربعہ ہیں)۔

یعنی جب امت مختلف ہو ایک مسئلہ میں کئی اقوال پر، تو ہوتا ہے اجماع اس امت کا اس پر کہ سوائے ان اقوال کے باطل ہے۔ اور مراد امت سے چاروں امام ہیں۔ پس بہ سبب اس اجماع کے کہ نقل کیا گیا ہے ثقہ لوگوں سے، کہا محدث ابن صلاحؒ نے کہ وہ مشہور ہے درمیان اہلحدیث اور اصول کے انّ التّقلید غیر الاربعة ممنوع (بیشک تقلید سوائے آئمہ اربعہ کے منع ہے) کہا یہ مسلّم الثبوت میں۔ اور مسلم الثبوت میں جو کہا ہے و فیه ما فیه یعنی اس میں شبہ ہے ۔ پس وہ اٹھ گیا شبہ اس کا ساتھ نقل کرنے ان ثقات مذکورین کے اس اجماع کو۔

اقول۔ اس قول ثالث سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے پہلی تین عبارتوں سے یا تو اجماع بسیط سمجھا ہے اس لئے اب کہتا ہے کہ اسی طرح اجماع مرکب بھی ہوا ہے۔ اور یا ان سے بھی اجماع مرکب ہی سمجھا ہے لیکن کسی اور کا سوائے آئمہ اربعہ کے، اس لئے اب کہتا ہے کہ اسی طرح اجماع آئمہ اربعہ کا بھی ہوا ہے۔

تو سنو کہ سمجھنا اس (مؤلف تنویر الحق) کا اول معنی کو ان تین عبارتوں سے غلطی فاحش ہے کیونکہ غلطی سمجھنی معنی اول کی یعنی اجماع بسیط کی عبارت قاضی صاحب سے، تو ظاہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس لئے کہ اس میں ساتھ لفظ اجماع کے لفظ مرکب کا بھی منضم ہے۔اسی طرح عبارت تحریر کی اور اشباہ کی، اگر تسلیم کیا جائے وجود اس کا تو اس میں بھی لفظ اجماع کے سوائے اجماع مرکب کے معنی نہیں کر سکتے، کیونکہ منعقد ہونا اجماع بسیط کا اوپر بطلان حکم مخالف کے واسطے آئمہ اربعہ کے کسی طرح متصور نہیں۔اور آج تک کسی عاقل نے یہ دعویٰ نہیں کیا پھر ایسے معنی باطل ایسے شخصوں کے کلام کے کس طرح کئے جاویں۔اور وجہ نہ متصور ہونے اس اجماع کی یہ ہے کہ اجماع بسیط میں دو امر ضروری ہیں۔ ایک تو مجتہد ہونا اہل اجماع کا ،اور دوسرا ہمعصر ہونا اور ایک عصر میں اتفاق کرنا انکا جیسا کہ صدر الشریعۃ، تنقیح میں فرماتے ہیں:

الرّکن الثّالث فی الاجماع و ھو اتّفاق المجتھدین من امّۃ محمّد ﷺ فی عصر علی حکم شرعی

(اجماع کا تیسرا رکن یہ ہے، اتفاق کرنا تمام مجتہدین ایک عصر کا کسی امر شرعی پر)۔

اور علامہ سعد الدین تفتازانیؒ نے کہا ہے کہ قید ایک زمانہ میں اتفاق کرنے کی بہت ضروری ہے ورنہ قیامت تک اجماع نہیں پایا جائے گا اس لئے کہ اتفاق سب مجتہدین ہر زمانہ کا تو اسی وقت ہوگا جب کہ قیامت برپا ہوگی اور اجتہاد ختم ہوگا۔ چنانچہ تلویح میں فرماتے ہیں:

قولہ فی عصر حال من المجتھدین معناہ زمان ما قلّ او کثر و فائدتہ الاحتراز عما یرد علی من ترک ھذا القید من لزوم عدم انعقاد الاجماع الی آخر الزّمان اذ لا یتحقق اتّفاق المجتھدین الا حینئذ و لا یخفی ان من ترکہ انّما ترکہ لوضوحہ لکن التّصریح بل انسب بالتّعریفات۔ انتھی۔ و ھکذا فی السّامی شرح الحسامی و غیرہ

(ایک زمانہ ہونا، کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ بچاؤ ہو جائے اس سے کہ جس نے اس قید کو چھوڑ دیا ہے اس پر یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ قیامت تک اجماع نہیں ہوسکتا، اسلئے کہ سارے مجتہدوں کا قیامت ہی میں متفق ہونا پایا جائے گا۔اور یہ امر واضح ہے کہ جس نے اس قید کو چھوڑا ہے اس نے ظاہر جان کر چھوڑا ہے۔لیکن مقام تعریف میں اس قید کی تصریح کر دینا بہت مناسب ہے۔اسی طرح سامی شرح حسامی وغیرہ میں ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور جب تک ان دو امروں کو لحاظ کریں گے انعقاد و اجماع بسیط کا اوپر بطلان قول مخالف کے واسطے آئمہ اربعہ کے ممکن نہ ہوگا اسلئے کہ اہل اجماع اگر خود آئمہ کو ٹھہراویں تو بلحاظ امر ثانی یعنی اتحاد زمانہ کے نہیں کہہ سکتے کیونکہ زمانہ آئمہ اربعہ کا ایک نہیں کما لا یخفی ۔ اور اگر مقلدین کو آئمہ اربعہ کے اہل اجماع کہیں، تو بلحاظ امر اول یعنی مجتہد ہونے اہل اجماع کے نہیں کہہ سکتے ۔ اور یہ متصور ہی نہیں کہ اور مجتہدین نے سوائے آئمہ اربعہ کے بطلان پر اس قول کے جو مخالف ہو آئمہ اربعہ کے اجماع کیا ہے ۔ اسلئے کہ اس سے بطلان ان کی اقاویل مخالفہ کا بھی لازم آتا ہے اور اس کا کوئی قائل نہیں کہ مجتہدین اپنے قولوں کو باطل کہیں ۔ اور دوسرے مجتہدین کی تقلید جو کہ حرام ہے ان کے حق میں اختیار کر کے ان کی اقاویل کا اتباع واجب کہیں ۔ تو ثابت ہوا کہ فہم معنی اول کا یعنی اجماع بسیط کا ان تین عبارتوں سے غلط ہے ۔

اب سنو کہ فہم معنی ثانی کا یعنی اجماع مرکب غیر آئمہ اربعہ کا ان تین عبارتوں سے بوجہ اظہر باطل ہے ۔ اس لئے کہ اجماع مرکب نام ہے اختلاف کا ۔ چنانچہ مؤلف ہی کے قول میں، جس میں عبارت محصول کی لایا ہے، موجود ہے ۔ اور جب کہ اختلاف آئمہ اربعہ کا مبطل قول مخالف کا ٹھہرایا گیا، تو اس اختلاف کو اجماع دیگر مجتہدوں کا کس طرح کہا جاوے گا کما لا یخفی علی من له ادنی فطانة (چنانچہ پوشیدہ نہیں اس پر جس میں کچھ بھی سمجھ ہے) ۔

اور جب مؤلف (تنویرالحق) کا فہم دونوں معنوں کو باطل ہوا تو سنو کہ ان چاروں عبارتوں کے معنی یہی ہیں کہ اجماع مرکب آئمہ اربعہ کا ہے اوپر بطلان اس قول کے جو مخالف ہو آئمہ اربعہ کے ۔ تو ان عبارتوں سے بھی معلوم نہ ہوا کہ آئمہ اربعہ کے مراد ہونے پر بیچ آیت اهل الذکر اجماع ہو گیا ہے ۔ لیکن ان عبارتوں سے انحصار بے شک سمجھا جاتا ہے اس لئے جواب دینا ان سے ضرور ہوا ۔ تو سنو کہ

ان عبارتوں سے جواب یہ ہے کہ یہ عبارتیں مخالف ہیں تصریح سب علماء سلف اور خلف کے، اور نسبت پہلی عبارت کی طرف شیخ ابن الہمام ؒ کی اور نسبت چوتھی عبارت کی طرف امام رازیؒ کی معرض منع میں ہے ۔ حاشا کہ شیخ ابن الہمامؒ نے یا امام رازیؒ نے یہ دعوی، جو کہ ان عبارتوں سے مستفاد ہوتا ہے، کیا ہو ۔ تو جیسا کہ سابق میں امام نوویؒ پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہتان مؤلف کا معلوم ہوتا ہے، ایسا ہی یہ بھی کذب معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر جناب مؤلف تصحیح نقل کر بھی دیں اور شیخ ابن الہمامؒ اور امام رازیؒ نے یہ دعوی کیا بھی ہو جیسا کہ قاضی صاحبؒ نے کیا ہے تو دعوی ان کا مخالف دلیل اجماعی کے اور نامقبول عندار باب العقول ہے۔ اور وجہ مخالف ہونے اس دلیل کی دلیل اجماعی سے، یہ ہے کہ ہر اجماع، مرکب ہو خواہ بسیط، اس میں اتحاد زمانہ اہل اجماع کا شرط ہے۔ ورنہ قیامت تک اجماع منعقد ہی نہ ہو۔ چنانچہ ابھی کلام علامہ تفتازانی کا متضمن ان معنی کا گزرا۔ بلکہ خاص کر اجماع مرکب کی تعریف میں بھی یہ امر ملحوظ ہے۔ اس لئے کہ اجماع مرکب عبارت ہے اختلاف سے، تو چاہیے کہ زمانہ اختلاف کرنے والوں کا ایک ہو، ورنہ اجماع مرکب قیامت تک منعقد نہ ہوگا۔ کیونکہ اختلاف مجتہدین مختلفین ہر زمانہ کا تو اسی دن ہو چکے گا جب کہ قیامت بر پا ہوگی اور امید اختلاف کرنے مجتہدین کی منقطع ہوگی۔ چنانچہ عنقریب تفسیر احمدی سے معلوم ہوگا۔ اسی واسطے کتب اصول فقہ کشف بزدوی اور مسلّم الثبوت اور نور الانوار وغیرہ میں اتحاد زمانہ پر تصریح کی ہے۔ کہا مسلّم الثبوت میں:

اذا لم یتجاوز اهل العصر علی قولین فی مسئلة لم یجز احداث ثالث عند الاکثر و خصّه بعض الحنفیة بالصّحابة و جاز عند الطّائفة مطلقاً و مختار الآمدی و الرّازی ان رفع ما اتفقا علیه ممنوع۔ انتهی۔ وهکذا فی الکشف و غیره

(جس وقت کہ زمانہ کے لوگ کسی مسئلہ میں دو قولوں سے تجاوز نہ کریں تو تیسرا قول نکالنا روا نہیں ہے اکثر علماء کے نزدیک۔ اور بعضے حنفیوں نے اس امر کو صحابہ کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور ایک جماعت کے نزدیک ہر صورت میں نکالنا قول ثالث کا روا ہے، اور پسندیدہ آمدی اور رازی کا یہ ہے کہ متقدمین کے دونوں قولوں کے امر اتفاقی کو متاخرین کا اٹھا دینا ممنوع ہے اور کشف وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے)

اور آئمہ اربعہ کا اختلاف ایک زمانہ میں نہیں ہوا۔ اس لئے کہ امام اعظمؒ کے سال وفات میں امام شافعیؒ پیدا ہوئے۔ اور امام احمدؒ ان سے بھی بعد پیدا ہوئے۔ پھر ان کے اختلاف کو کس طرح اجماع مرکب قرار دیا جاوے۔ اور اگر بطور تنزل، اجماع مرکب میں اتحاد زمانہ مشروط نہ کہیں تو بھی لازم آتا ہے کہ فقط آئمہ اربعہ کے اختلاف کو اجماع مرکب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ کہیں، بلکہ یہ کہیں کہ ان کا اختلاف اور امام ابوثورؒ، امام بخاریؒ، امام داؤد ظاہریؒ اور امام محمد بن جریر طبریؒ کا کسی مسئلہ میں اجماع مرکب ہے۔ بطلان قول آخر پر کے تو عدم اعتبار اتحاد زمانہ سے تمہاری ہی دلیل سے خلاف مذاہب اربعہ کا درست ہوا، اور انحصار باطل ہوا۔ اور یہ دلیل الٹی تم پر حجت ہوئی۔ بلکہ اس عدم اعتبار اتحاد زمانہ سے لازم آتا ہے کہ قیامت تک اجماع مرکب پایا نہ جاوے کیونکہ اختلاف سب مجتہدین کا اسی دن ہو چکے گا، تو قبل اس کے ہر مذہب کا اختلاف درست ہوگا۔ تو بنظر اسی اعضال اشکال کے اور بے دلیل ہونے دعوی اجماع مرکب آئمہ اربعہ کے صاحب تفسیر احمدی نے اس دعوی کے اثبات سے عاجز ہوکر اعتراف کیا ہے کہ اس اعتراض کا جواب دینا سخت امر ہے۔ چنانچہ نور الانوار میں بعد بیان اجماع مرکب کے فرماتے ہیں:

عندی ان هذا الاصل هو المنشاء لا نحصار المذا هب فی الا ربعة و بطلا ن الخا مس المستحدث و لكن يرد عليه انه ان اريد بالاختلا ف الا ختلا ف مشا فهة فی زما ن وا حد فينبغی ان يّكو ن مذهب الشّا فعی و احمد بن حنبل با طلاً حين اختلف ابو حنيفه و ما لك فی زما ن وا حد۔ و ان اريد بالاختلا ف اعم من ان يكو ن فی زمان وا حد ام لا فكيف لا يعتبر اختلا فنا كما اعتبر ا ختلا ف الشّا فعی و احمد بن حنبل و الجوا ب عنه صعب و قد با لغت فی تحقيقه فی التّفسير الا حمدی۔

(میرے نزدیک یہ ہے کہ یہی قاعدہ منشاء ہے مذہبوں کا چار میں منحصر ہونے اور نئے پانچویں کے باطل ہونے کا۔ لیکن اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ اگر اختلاف سے منہ در منہ کا اختلاف ایک زمانہ کا ارادہ کیا جائے تو چاہیے کہ جب ابوحنیفہؒ اور مالکؒ ایک زمانہ میں اختلاف کر چکے، تو شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کا مذہب، اختلاف باطل ٹھہرے گا۔ اور اگر اختلاف عام ارادہ کیا جائے کہ ایک زمانہ کا ہو یا نہ ہو، تو ہمارا اختلاف کیوں کر معتبر نہیں ہوسکتا، جس طرح کہ شافعیؒ اور احمدؒ کا اختلاف معتبر ہوا۔ اور جواب اس اعتراض کا دشوار ہے اور اس کی تحقیق تفسیر احمدی میں میں نے خوب کی ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کاتب الحروف (سیدنذیرحسین) التماس کرتا ہے کہ حضرات مدعیان اجماع کو حسرت نہ ہو کہ ملا احمد نے خدا جانے تفسیر احمدی میں کیا کچھ تحقیق کی ہے ۔اس لئے یہ عاجز ان کی اس کلام کو بھی نقل کرتا ہے اور اس کے بعد اس کی جوابدہی سے مشرف ہوگا۔ قال فی التفسیر الاحمدی :

و لیت شعری ما معنی الاختلاف فی الاقوال، اھو فی زمان واحد با لمشا فھة ام مطلقاً ۔ فا ن کا ن مطلقاً فالاختلاف باق الی یوم القیامة فلم تنحصر المذاھب فی الاربعة ۔و ان کا ن فی زمان واحد فمن المعلوم ان زمان الشّافعی و زمان احمد بن حنبل غیر زمان ابی حنیفه و مالک۔ فاذا اختلف ابو حنیفه و مالک ینبغی ان یکون اجماعاً علی بطلان قول الشّافعی و احمد بن حنبل، الا ان یقال الاختلاف المعتبر ھو الّذی فی زمان واحد و الشّافعی و غیره اذا قالوا قولاً انما یقولون اذا جری به رأی ابو یوسف و محمّد مع ابی حنیفه او کان الاختلاف بین الصّحابة فاخذ ابو حنیفه بقول صحابی و الشّافعی بقول صحابی آخر۔

(میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا معنی ہیں اختلاف کے اقوال میں، آیا وہ ایک زمانہ کا منہ درمنہ اختلاف ہے یا مطلق ہے؟ سو اگر مطلق ہو، تو قیامت تک چلا جاوے گا اور چار میں مذہب منحصر نہ ہوں گے۔ اور اگر ایک زمانہ کا منہ درمنہ اختلاف مراد لیا جائے ،تو یہ بات ظاہر ہے کہ شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کا زمانہ، ابوحنیفہؒ اور مالکؒ کے زمانہ سے الگ ہے۔ سو جب اختلاف کیا ابوحنیفہؒ اور مالکؒ نے، تو چاہیے کہ انکا اختلاف، شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کے اقوال کے باطل ہونے پر اجماع تصور کیا جائے۔ ہاں یوں کہا جا سکتا ہے کہ معتبر اختلاف تو ایک ہی زمانہ کا ہے۔ اور امام شافعیؒ وغیرہ نے جب کوئی قول کہا ہے تو یوں کہا جائے کہ اس نے یہ قول اس رائے پر کہا ہے جسے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے مقابلہ میں برتا تھا۔ یا یہ کہ اختلاف صحابہ میں تھا، سو ابوحنیفہؒ نے ایک صحابی کا قول اپنایا اور شافعیؒ نے دوسرے صحابی کا قول لیا)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کلام میں اعتراض تو وہی ہے جو کہ نور الانوار کی عبارت میں گذرا ہے اور جواب اس سے یہ دیا ہے کہ ہم نے شق اول کو یعنی اعتبار اتحاد زمانہ کو اختیار کیا اور دفع اس ایراد کا جو اس شق پر ہوتا تھا دو وجہ سے ہے۔

وجہ اول یہ کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے امام اعظمؒ سے اسی قول میں اختلاف کیا ہوگا جس میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی رائے امام ابو حنیفہؒ سے متحد ہوگی تو اختلاف امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے بعینہ اختلاف ہوا ابو حنیفہؒ سے نظر الی الاتحاد۔ اور اختلاف ان کا امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے تو ایک ہی زمانہ میں ہوا ہے تو لازم آیا کہ امام ابو حنیفہؒ سے بھی ایک ہی زمانہ میں ہوا۔

اور وجہ دوسری یہ کہ بے شک بہ سبب اخذ اتحاد زمانہ کے آئمہ اربعہ کا اپنا خاص اختلاف تو اجماع مرکب نہیں ہوسکتا لیکن چونکہ اختلاف ان کا رجوع کرتا ہے طرف اختلاف صحابہ کے اس لئے یہ اختلاف اجماع مرکب ہوسکتا ہے اس لئے کہ اختلاف صحابہ کا بلاخلاف اجماع مرکب ہونا مسلم ہے۔

اقول فی الجواب عن جوابہ۔ یہ جواب دونوں وجہ سے باطل ہے۔

وجہ اول تو مضحکہ خیز ہے کیونکہ جب ایک دفعہ اختلاف امام مالکؒ اور امام اعظمؒ کا ،مثلاً مقدار مسح سر میں، ایک زمانہ واقع ہوا۔ اور اس کو اجماع مرکب فرض کیا گیا، تو بعد انعقاد اجماع کے ،احداث شافعی کے وقت ،قول ثالث کو ،مسح سر میں، جو مخالف ہے ان دونوں کے، امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ کی امام ابو حنیفہؒ سے موافقت رائے کیا فائدہ کرے گی؟ بلکہ اگر ابو یوسفؒ کو خود امام حنیفہؒ ہی فرض کیا جاوے تو بھی کچھ فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ اجماع مرکب ایک دفعہ منعقد ہوگیا، اور احداث قول ثالث کا باطل ٹھہرایا گیا۔

اور اگر کہو کہ وقت اختلاف امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے فی الفور اجماع نہ ہوا تھا، بلکہ امام شافعیؒ کا انتظار تھا۔ اور جب شافعیؒ کا اختلاف اپنے ہم عصر امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے ہوگیا، تب اجماع مرکب منعقد ہوا۔ ،تو ہم کہیں گے کہ ایسا ہی امام بخاریؒ اور امام طبریؒ اور امام داؤد ظاہریؒ اور دیگر مجتہدوں کا قیامت تک انتظار کرنا چاہیے۔ اور اگر انتظار شافعیؒ کو دیگر مجتہدین کے انتظار سے کوئی مرجح شرعی ہو، تو بیان کرو۔

نیز یہ کہ اس وجہ سے اختلاف سب مجتہدوں کا قیامت تک ایک زمانہ میں ہو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائے گا کیونکہ جس طرح امام ابو یوسفؒ کی ہم عصری امام شافعیؒ سے بواسطہ اتحاد رائے امام ابو یوسفؒ کی امام اعظمؒ سے موجب ہوئی ہم عصری امام شافعیؒ کو امام اعظمؒ سے۔ اسی طرح ہم عصری کسی اور موافق فی الرائے ان کی کے مثلاً امام ابوثورؒ یا امام طبریؒ سے یا کسی اور مجتہد سے قیامت تک موجب ہوگی ہم عصری امام ابوثورؒ وغیرہ کی امام اعظمؒ سے۔ کیا وقت اختلاف امام ابوثورؒ یا امام بخاریؒ کے یا کسی اور مجتہد کے قیامت تک کوئی شخص موافق فی الرائے امام اعظمؒ یا امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا نہ ہوگا؟

علاوہ یہ کہ یہ وجہ اسی صورت اور اسی مسئلہ میں جاری ہوگی جس میں امام ابو یوسفؒ وغیرہ امام اعظمؒ سے متفق ہوں گے۔ اور بہت سے مسائل ہیں جن میں ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ، امام اعظمؒ سے مخالف ہیں۔ ان میں اس وجہ سے اجماع مرکب منعقد نہ ہوگا۔ حالانکہ مدعا یہ تھا کہ مذاہب اربعہ کے کسی مسئلہ کا خلاف درست نہیں۔ اور بجمیع اجزاء مذاہب اربعہ پر اجماع مرکب منعقد ہے۔

اور وجہ ثانی کا لغو ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ وجہ ثانی سے اسی قدر لازم آتا ہے کہ جس مسئلہ میں اختلاف آئمہ اربعہ کا موافق اختلاف صحابہ کے ہوگا، اس میں احداث قول آخر کا ممنوع ہے نہ سب مسائل میں۔ اور بہت سے مسائل قیاسیہ مختلف فیہا آئمہ اربعہ کے ایسے ہیں کہ ان میں ان کا اختلاف، صحابہ کی طرف راجع نہیں ہے۔ پھر ان میں احداث قول آخر کا درست ہوگا تو جواب ملا احمد صاحب کا بوجہ احسن مخدوش اور باطل ہوا اور دعوی انحصار مذاہب کا بزعم اجماع مرکب کے بوجہ اوضح منقوض ہوا۔

فالحمد للّٰه علی توفیقه و الهامه الحقّ بتحقیقه۔ پس ناظرین اہل انصاف اور علماء اصول سے امید غور اور انصاف کی ہے۔

اور یہ جو مؤلف (تنویر الحق) نے قول ثالث کے اخیر دعوی کیا ہے کہ

ابن صلاحؒ نے اس نظر سے کہ مذاہب اربعہ پر اجماع مرکب منعقد ہو گیا ہے تقلید غیر الاربعہ کو ممنوع کہا ہے۔

اور مؤلف نے اس دعوے کو کتاب مسلّم الثبوت کی طرف مسند کیا ہے، یہ غلط محض اور کذب بحث ہے، اس لئے کہ مسلّم الثبوت ہی میں لکھا ہے کہ امام ابن صلاحؒ نے تقلید غیر الاربعہ کو اس نظر سے منع کیا ہے کہ یہ مذاہب اربعہ خوب مدون اور مفصل ہو گئے ہیں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب باب اور فصل فصل کئے گئے ہیں اور خوب مہذب اور منقح اور معلل ہو گئے ہیں۔ اور سوائے ان مذاہب کے یہ تحقیق اور تفصیل اور تعلیل اور تبویب اور تنقیح کسی میں پائی نہیں جاتی۔ اور صاحب مسلّم الثبوت نے ابن صلاحؒ کی اس نظر کو، جو دراصل مبنی اس کا قول امام الحرمین کا ہے، بھی باطل کر دیا ہے بدلیل اجماع صحابہ اور اجماع تمام مسلمین کے۔ اور مسلّم الثبوت کی شرح میں مولانا بحر العلوم لکھنوی حنفیؒ نے خوب تفصیل دلائل سے قول ابن صلاحؒ کو اور اس کے مبنی کو باطل کیا ہے اور اچھی طرح سے تخصیص اور تعیین مذاہب اربعہ کو اٹھایا ہے۔ چنانچہ کہا ہے مسلّم الثبوت اور شرح بحر العلوم میں:

قال الامام اجمع المحققون علی منع العوام من تقلید اعیان الصّحابة فان اقوالهم قد تحتاج من استخراج الحکم منها الی تنقیة کما فی السنة و لا یقدر العوام علیه بل یجب علیهم اتباع الّذین سبروا ای تعمّقوا و بوّبوا ای اوردوا ابواباً لکلّ مسئلة علی حدة فهذبوا مسئلة کل باب و نقحوا کل مسئلة عن غیرها و جمعوا بجامع و فرّقوا بفارق و عللوا ای اوردوا لکلّ مسئلة مسئلة علة و فصلوا تفصیلاً یعنی یجب علی العوام تقلید من تصدی لعلم الفقه لا لاعیان الصّحابة و علیه ابتنی ابن الصّلاح منع تقلید غیر الآئمة الاربعة هم الامام الهمام امام الآئمة ابو حنیفه الکوفی و الامام مالک و الشّافعی و الامام احمد رحمهم اللّٰه تعالی و جزاهم عنّا احسن الجزاء لانّ ذالک المذکور لم یدر فی غیرهم و فیه ما فیه، فی الحاشیة قال القرافی انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یقلّد من شاء من العلماء من غیر حجر و اجمع الصّحابه علی ان من استفتی ابا بکر و عمر امیری المئومنین فله ان یستفتی ابا هریرة و معاذ بن جبل و غیرهما و یعمل بقولهم من غیر نکیر فمن ادّعی برفع هذین الاجماعین فعلیه البیان۔ انتهی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فقد بطل بهذ ین الاجما عین قول الامام و قو له اجمع المحققو ن لا یفهم منه ا لا جماع الّذی هو حجة یقا ل یلزم تعارض الاجما عین بل الّذی یکون مختاراً عند احد ویکون الجما عة متفقین علیه یقا ل اجمع المحققو ن علی کذا ثمّ فی کلا مه خلل آخر، و هو انّ التّبویب لا د خل له فی التّقلید و کذا التّفصیل فا نّ المقلدان فهم مراد الصّحا بی عمل و الّا سأل عن مجتهد آ خر فا فهم و بطل بهذا قو ل ابن الصّلا ح ایضاً۔ ثمّ فی کلا مه خلل آخر اذا المجتهدون ا لآ خرون ایضاً بذ لوا جهد هم مثل ا لآ ئمة ا لا ربعة و انکار هذا مکابرة و سوء اد ب فا لحقّ انّه انّما منع من منع تقلید غیر هم لا نّه لم یبق روا یة مذ هبهم محفو ظة حتی لو و جد روا یة صحیحة من مجتهد آ خر یجوز العمل بها۔ ا لا تری انّ المتأ خرین افتوا بتحلیف المشهود اقا مة له مقا م التّز کیة علی مذهب ابن ابی لیلی۔ فا فهم ۔ انتهی ما فی المسلّم و شرحه لبحر العلوم ۔

(امام نے کہا ہے محقق لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں اس بات پر کہ عام لوگوں کو صحا بہ کی پیروی منع ہے کیونکہ صحا بہ کے قول، حدیث کی طرح حکم کے بر آ مد کر نے میں، بحث وتفتیش کےمحتاج ہیں۔اور عام لوگ اس پر قا در نہیں ۔ بلکہ عام لوگوں پر پیروی ان لوگوں کی وا جب ہے جنہوں نے ہر مسئلہ کے با ب جدا جدا مقرر کر دئے ہیں اور ہر مسئلہ کے وجو ہات بیا ن کر دیئے ہیں اور تفصیل کر دی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عام لوگوں پر پیروی ان کی وا جب ہے جو تدوین علم فقہ کے در پئے ہوئے ۔صحا بہ کی پیروی ان کو نہیں چا ہیے۔اور اسی پر آ ئمہ ار بعہ کے سوا دیگر آ ئمہ کی پیروی کے ممنوع ہو نے کی بنا ابن صلاحؒ نے رکھی ہے۔ اور آ ئمہ ار بعہ یہ ہیں امام عالی ہمت امام ابو حنیفہ کوفیؒ ، امام ما لکؒ ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ہیں۔صرف انہی کی پیروی اس لئے ہے کہ ابواب اور فصول وغیرہ دیگر آ ئمہ کے کلام میں نہیں ہیں ۔ اور اس قول میں بڑا اعتراض ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حاشیہ میں ہے کہ قرافی کہتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ جو مسلمان ہو وہ بلا روک ٹوک جس اعلم علم کی چاہے پیروی کرے۔

اور صحابہ اس پر متفق تھے کہ جس نے حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ سے مسئلہ پوچھا اسے روا ہے کہ وہ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل وغیرہ سے بھی مسئلہ پوچھ کر بلا کھٹکے ان کے اقوال پر عمل کرے۔

اور جس کو ان دونوں اجماعوں کے مرفوع ہونے کا دعوی ہے وہ اس کی دلیل پیش کرے۔ ہو چکی عبارت حاشیہ کی۔

سو بلا شک ان دونوں اجماعوں سے امام الحرمین کا قول جھوٹا پڑ گیا۔ اور امام کے یوں کہنے سے کہ. محقق لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں. وہ اجماع نہیں سمجھا جاتا جو حجت ہے، تاکہ یہ کہہ دیا جاوے کہ دو اجماعوں کا باہم مخالف ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ کبھی کسی شخص کے امر مختار کو جس پر ایک گروہ متفق ہو جاوے کہہ دیتے ہیں کہ محقق لوگ اس پر اکٹھے ہو گئے ہیں۔

پھر اس کے کلام میں ایک اور خرابی ہے۔ وہ یہ کہ ابواب بندی اور اس طرح کی تفصیل کو پیروی میں دخل نہیں ہے، کیونکہ اگر مقلد نے مراد صحابی کو سمجھ لیا تو عمل کرلے گا، اور نہیں تو مجتہد دیگر سے پوچھ لیگا۔ اس سے ابن صلاحؒ کا قول ہی باطل ہو گیا۔

پھر اس کلام میں ایک اور خرابی یہ ہے کہ دیگر مجتہدین نے بھی مثل آئمہ اربعہ کے صرفِ توجہ کیا ہے۔ اور اس بات کو تسلیم نہ کرنا ہٹ دھرمی اور بے ادبی ہے۔

سو سچ تو یہ ہے کہ جس کسی نے آئمہ اربعہ کے سوا، اوروں کی پیروی سے منع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر مذاہب کی صحیح روایات باقی نہیں رہیں۔ اگر کسی مجتہد دیگر کے مذہب کی صحیح روایت مل جائے تو اس پر عمل کرنا روا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ متأخرین نے قائم مقام تزکیہ کے گواہوں کے قسم دلانے پر موافق مذہب ابن ابی لیلیٰؒ کے فتوی دے دیا ہے)

اور ایسا ہی فاضل قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں فرمایا ہے۔ تو مسلّم الثبوت اور اس کی شرح کی عبارات سے جناب مؤلف کی کیسی تکذیب ہوئی؟ اور معلوم ہوا کہ غیر آئمہ اربعہ کی تقلید سے ابن صلاحؒ کا منع کرنا اجماع مرکب پر مبنی نہیں، بلکہ امام الحرمینؒ کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قول پر اور وہ پھر بھی غلط اور مخالف اجماع صحابہ اور اجماع تمام مسلمین کے ہے۔

اور اسی جگہ سے باطل ہوا جو کہ مؤلف (تنویر الحق) نے اعتراض فیہ ما فیہ سے جواب نا صواب دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ اٹھ گیا شبہ اس کا ساتھ نقل کرنے اس ثقات مذکورین کے اس اجماع کو۔ انتہی۔

اور وجہ اس جواب کے باطل ہونے کی یہ ہے کہ مبنی اعتراض مسلّم (الثبوت) کا، صحابہ کا اجماع ہے جس کے بعد کوئی اجماع مخالف اس کے، اور ناسخ اس کا باجماع اہل اصول کے مقبول نہیں ہے۔ اور اجماع تمام مسلمین کا ہے جو کہ قرافیؒ نے نقل کیا ہے۔ اور مبنی مؤلف کے جواب کا اختلاف آئمہ اربعہ کا ہے جس کو بے دلیل و حجت اجماع مرکب نام رکھ لیا ہے اور جس کی قرار واقعی تغلیط کی گئی ہے۔ فتدبر و لا تکن من المغترین (تدبر کر اور ڈگمگانے والوں میں شامل نہ ہو)۔

تنبیہ۔ دعوی اجماع مرکب کی تردید کے بعد، مؤلف (تنویر الحق) کے بقیہ کلام کو رد کرنے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ وہ تمام اسی سے مستنبط اور اسی پر مبنی ہے۔ اور جب مبنی، باطل ہو گیا تو جو کچھ اس پر بنایا گیا ہے اور اس پر متفرع کیا ہے بطریق اولی باطل ہو گیا۔ لیکن چونکہ مؤلف کا باقی کلام، قطع نظر بطلان دعوی اجماع مرکب کے، دیگر دلائل اور وجوہات سے بھی باطل ہے، اس لئے اس کا ردّ کیا جاتا ہے۔

تقلید کے معانی

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ پس ثابت ہوئیں اس سے کتنی باتیں:۔

اول تو یہ کہ باطل ہوا قول ان جہلاء کا کہ کہا انہوں نے تقلید شرک ہے بہ سبب قول اللہ تعالی کے:

قل یا اھل الکتا ب تعا لوا الی کلمۃٍ سوآءٍ بیننا و بینکم الّا نعبد الّا اللّٰہ و لا نشرك به شیئا و لا یتّخذ بعضنا بعضاً ار با باً مّن دو ن اللّٰہ ۔ (آل عمران:۶۴)

(کہہ اے اہل کتاب! آؤ طرف ایک بات کی کہ برابر ہے درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے، یہ کہ نہ عبادت کریں ہم مگر اللہ کی، اور نہ شریک لاویں ساتھ اس کے کچھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور، اور نہ پکڑیں بعضے ہمارے بعض کو پروردگار سوائے اللہ کے)۔

اور بہ سبب قول اللہ تعالی کے:

اتّخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا مّن دون اللّٰہ (توبہ:۳۱)

(پکڑا انہوں نے اپنے عالموں کو، اور اپنے درویشوں کو، پرودگار سوائے اللہ کے)۔

پس حاصل یہ کہ یہ قول باطل ہے بہ سبب اس اجماع کے کہ منقول ہے بڑے علماء سے اور بہ سبب قول اللہ تعالی کے:

یا ایّھا الّذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول و اولی الامر منکم (نساء:۵۹)

(اے ایمان والو، فرمانبرداری کرو اللہ کی اور رسول کی، اور اپنے اولی الامر کی)

اور بہ سبب اس قول اللہ تعالی کے:

فاسئلوا اھل الذّکر ان کنتم لا تعلمون (نحل:۴۳)۔

(اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھو)۔

اقول۔ یہ چوٹ ہے مولوی محمد اسماعیلؒ (دہلوی) صاحب پر، تو ثابت ہوا جو کہ ہم نے خطبہ میں کہا تھا کہ رسالہ مؤلف کا مقابلہ مولوی اسماعیلؒ کی تالیف سے ہوا ہے۔ سو بیان اس کا پھر ہوگا۔ پہلے ایک مقدمہ سن لینا چاہیے۔ وہ مقدمہ یہ ہے کہ

اہل اصول کی اصطلاح میں تقلید کے معنی یہ ہیں:

مان لینا اور عمل کر لینا ساتھ قول بلا دلیل اس شخص کے جس کا قول حجت شرعی نہ ہو۔

تو اس اصطلاح کے بنا پر، عامی کا مجتہدوں کی طرف رجوع کرنا اور کسی مسئلہ میں تقلید کرنا، تقلید نہ ہوگی بلکہ اس کو اتباع اور سوال کہیں گے۔

اور لاعلمی کے وقت کسی اہل علم کا قول مان لینا اور اس پر عمل کرنا عرف میں تقلید کہلاتا ہے۔ اور اسی معنی عرفی سے مجتہدوں کے اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے۔ چنانچہ ملا حسنؒ شرنبالی حنفی عقد الفرید میں فرماتے ہیں:

حقیقۃ التّقلید العمل بقول من لیس قولہ احدی الحجج الاربعۃ الشّرعیۃ بلا حجّۃ منھا فلیس الرّجوع الی النّبیّ ﷺ والاجماع من التّقلید لانّ کلا منھما حجّۃ شرعیّۃ من

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحجج الشّرعيّة و على هذا اقتصر الكمال في تحريره ۔ و قال ابن امير الحاج و على هذا عمل العامی بقول المفتی و عمل القاضی بقول العدول لانّ كلا منهما و ان لم يكن احدی الحجج فليس العمل به بلا حجّة شرعيّة لا يجاب النّصّ اخذ العامی بقول المفتی واخذ القاضی بقول العدول انتهی ما فی العقد الفريد لبيان الراجح من الاختلاف فی جواز التقليد

(تقلید کی حقیقت ایسے شخص کے قول پر بلا دلیل طلب کئے عمل کرنا ہے جس کا قول شرعی حجتوں میں سے نہ ہو، سو آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں شرعی حجتوں میں سے ہیں۔کمال نے اپنی کتاب تحریر اسی پر بس کیا ہے۔ اور ابن امیر الحاج نے کہا ہے کہ اسی نہج پر ہے عمل کرنا انجان کا مفتی کے قول پر اور عمل کرنا قاضی کا ثقہ کے قول پر، کیونکہ یہ دونوں اگرچہ خود حجت شرعی نہیں لیکن ان پر عمل بے حجت شرعی نہیں۔اس لئے کہ لاعلم کے لئے مفتی کے قول پر عمل کرنے کا اور قاضی کیلئے ثقہ کے مقولہ پر عمل کرنیکا واضح حکم شرع میں وارد ہوا ہے)

اور فاضل قندھاریؒ ، مغتنم الحصول میں فرماتے ہیں:

التّقليد العمل بقول من ليس قوله من الحجج الشّرعية بلا حجّة ، فالرّجوع الی النّبیّ ﷺ او الی الاجماع ليس منه ۔ هكذا رجوع العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لوجوبه بالنّصّ ۔ بل رجوع المجتهد او العامی الی مثله۔ لكن العرف علی ان العامی مقلّد للمجتهد قال امام الحرمين و عليه معظم الاصوليين و قال الغزالی و الآمدی و ابن الحاجب ان سمّی الرجوع الی الرّسول و الی الاجماع و الی المفتی و الی الشّهود تقليداً فلا مشاحة

(تقلید اس شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا ہے جس کا قول شرعی حجتوں میں سے نہ ہو ۔سو رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف تقلید نہ ٹھہری۔اور اسی طرح رجوع

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کرنا انجان کا مفتی کے قول کی طرف اور رجوع کرنا قاضی کا ثقہ آدمی کے قول کی طرف، تقلید نہیں ٹھہرے گی کیونکہ یہ رجوع بحکم شریعت واجب ہے ۔ بلکہ رجوع کرنا مجتہد یا انجان کا اپنے جیسے آدمی کی طرف تقلید نہیں ۔لیکن مشہور یوں ہو گیا ہے کہ انجان مجتہد کا مقلد ہے ۔امام الحرمینؒ نے کہا ہے کہ اسی قول مشہور پر بڑے بڑے اصولی ہیں اور امام غزالیؒ اور آمدیؒ اور ابن حاجبؒ نے کہا ہے کہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قرار دیا جائے تو کچھ حرج نہیں)

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا مجوز ہے۔ تمت المقدمہ

اور جب کہ مقدمہ ممہد ہوا تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ تقلید مجتہدوں کی عالم بالحدیث و بالقرآن کو وقت جاننے ایک مسئلہ کے قرآن مجید سے یا حدیث سے اس مسئلہ معلومہ میں نہ چاہیے ۔مثلاً جب کہ عالم بالحدیث و بالقرآن کو معلوم ہو کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے ہر مکلّف پر، تو پھر اس کو اس مسئلہ میں تقلید کسی مجتہد کی نہ چاہیے ۔ بلکہ اس وقت تقلید رسول مقبول ﷺ کی پر ضرور چاہیے، اس لئے کہ جس آیت کے حکم سے تقلید ثابت ہے تو وہ اسی صورت میں ہے جب کہ لا علمی ہو قال اللّٰه تعالی : فاسئلوا اهل الذّکر ان کنتم لا تعلمون (پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم)۔(نحل:۴۳)

اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر کما اشار الیه المحقق ابن الهمام فی التّحریر وغیرہ ۔ اور ظاہر ہے کہ امر بالسوال اس آیت میں مقید بالشرط ہے اور اصول فقہ میں محقق ہے کہ حکم مقید بالشرط متعدی نہیں ہوتا ہے اس فرد میں جو کہ مجرد ہو اس شرط سے ۔چنانچہ مسلّم الثبوت میں لکھا ہے:

الظّاهر انّ التّخصیص بمعنی القصر اتّفاق و انّما الخلاف فی اثبات النّقیض (یہ تو ظاہر ہے کہ تخصیص قصر کے معنوں میں بالاتفاق ہے، بے شک اختلاف نقیض کے ثابت کرنے میں ہے)

اور توضیح میں کہا ہے:

وعندنا لا یثبت به ای بالتّعلیق بل یبقی الحکم علی العدم الاصلی حتّی لا یکون هذا العدم حکماً شرعیاً بل عدماً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اصلیاً (اور ہمارے نزدیک تعلیق سے حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ حکم اپنے عدم اصلی پر باقی رہتا ہے یہاں تک کہ یہ عدم، حکم شرعی نہیں ہوتی بلکہ عدم اصلی رہتا ہے)

اور ایسی کوئی دلیل قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا قیاس سے جو کہ باوجود علم کے تقلید کو واجب یا جائز کر دے اور اس کو عدم اصلی سے نکالے، نہیں ہے۔ بلکہ کئی آیات صریح دلالت کرتی ہیں اس پر کہ بجز دعلم کسی مسئلہ کے قرآن یا حدیث سے بدوں کسی تقلید کے، پیروی قرآن اور حدیث کی لازم ہے۔ قال اللہ تعالی:

و لئن اتّبعت اھواءھم بعد الّذی جاءك من العلم ما لک من اللّٰہ من وّلیّ و لا نصیر (اور البتہ اگر پیروی کرے گا تو ان کی خواہشوں کی بعد اس کے کہ آیا تیرے پاس علم، نہیں تیرے لئے اللہ سے کوئی دوست اور نہ کوئی مدد گار)۔ (بقرہ: ۱۲۰)

اور وجہ استدلال کی اس آیت سے عنقریب شاہ عبدالعزیز کے کلام سے معلوم ہوگی۔ قال اللّٰہ تعالی:

فبشّر عباد۔الّذین یستمعون القول فیتّبعون احسنہ۔ اولئک الّذین ھدا ھم اللّٰہ۔ و اولئک ھم اولوا الالباب۔ (زمر: ۱۸)۔

(سو خوش خبری دے میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات کو پھر پیروی کرتے ہیں بہتر اس کے کی۔ یہ لوگ ہیں جن کو ہدائت کی اللہ نے اور یہی لوگ ہیں بڑی عقل والے)

اسی واسطے آئمہ اربعہ اوران کی اتباع سے نہی اور نکیر مروی ہے چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ، کتاب الرد علی من اخلد الی الارض میں فرماتے ہیں:

ھل اباح مالک و ابو حنیفہ و الشافعی قطّ لاحدٍ تقلید ھم۔ حاشا للّٰہ منھم بل انّھم قد نھوا عن ذالک و لم یفسحوا لاحدٍ فیہ۔

(ہرگز نہیں روا رکھا مالکؒ اور ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ نے کسی کے لئے اپنی پیروی۔ بلکہ بلاشک انہوں نے اس سے منع کیا ہے اور کسی کو اس بات میں ڈھیل نہیں دی)

اور شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ یواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں:

و کان الامام احمد یقول لیس لاحدٍ مّع اللّٰہ و رسولہ کلام۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لا تقلّدنی و لا تقلّدن مالکاً و لا الاوزاعی و لا النّخعی و لا غیرھم و خذا لاحکام من حیث اخذوا من الکتاب و السّنّۃ۔ انتھی علی ما نقلہ فی عقد الجید

(اور امام احمدؒ کہتے تھے کہ اللہ اور رسول کے مقابلہ میں کسی کو تاب سخن نہیں۔ البتہ نہ تو میری پیروی کر اور نہ مالکؒ کی اور نہ اوزاعیؒ کی، نہ نخعیؒ کی اور نہ کسی اور کی۔ قرآن و حدیث سے انہوں نے حکم لئے ہیں تم بھی وہیں سے لو)

اور فاضل بہاریؒ، مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

العدول عن الدّلیل الی التّقلید خلاف المعقول کیف و فیہ ریب و قد امرنا بترکہ فی الحدیث المنقول

(دلیل سے پھر کر تقلید کی طرف آنا خلاف عقل ہے کیونکہ اس میں شک ہے اور شک کے چھوڑ دینے پر ہمیں حدیث میں حکم دیا گیا ہے)

اور تاج الدین عثمانیؒ، جامع الفواد میں فرماتے ہیں:

من یّعمل بقول المجتھدین فھو مثاب فی الدّنیا و الآخرۃ ما لم یجد الحدیث الصّحیح المتّصل الاسناد و اذا وجدہ یعمل بالحدیث۔ (جو کوئی مجتہد کے قول پر عمل کرے گا تو وہ دونوں جہان میں ثواب پاوے گا جب تک کہ حدیث صحیح متصل السند نہ پاوے۔ اور جب حدیث پاوے تو اس پر عمل کرے)۔

اور علامہ مجدالدینؒ صاحب قاموس، سفرالسعادۃ میں فرماتے ہیں:

و در باب عبادات اعتماد کلی براں کنند یعنی برانچہ از حدیث ثابت است و از خلاف زید و عمرو میندیشند۔

اور قاضی عضدؒ شارح مختصر الاصول میں فرماتے ہیں

المستفتی المقلّد و المفتی المجتھد و المستفتی فیہ ھو المسائل الاجتھادیۃ۔

(وہ مسئلہ جس میں کسی کی تقلید چاہیے وہ مسائل اجتہادیہ ہیں نہ منصوصہ)۔

اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، فتح العزیز میں تحت آیت و لئن اتّبعت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اھواء ھم بعد الّذی جاء ك من العلم، فرماتے ہیں:

ازیں آیت معلوم شد کہ بعد از وضوح دلائل وسطوح براہین تقلید باطل است زیرا کہ اتباع ہوا بعد مجیء العلم است۔

مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ، صراط مستقیم میں فرماتے ہیں:

پس در ہر مسئلہ کہ حدیث صحیح غیر منسوخ یابد اتباع ہیچ مجتہد دراں نکند۔

تو ثابت ہوا کہ عالم بالحدیث کو نصوص سے مسئلہ کا علم ہو تو اسے کسی مجتہد کی تقلید نہ کرنا چاہیے اگر چہ اس مجتہد کا قول اس حدیث کے موافق ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جو لوگ حدیث پر عمل کرنے سے منع کرتے ہیں ان کو باوجود وضوح براہین کے حق نہیں سوجھتا تو وہ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ آج کے دن حدیث پر عمل کرنا بہت دشوار ہے کیونکہ حدیث وقرآن ایک دریائے ناپیدا کنار ہے، اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا مجتہد مطلق کا کام ہے، اور ہماری شان ایسی نہیں ہے کہ قرآن وحدیث کو سمجھیں۔ اور اگر کچھ ترجمہ ظاہری سمجھتے بھی ہیں تو پھر ہم کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں حدیث منسوخ ہے یا نہیں؟ یا معنی ظاہر پر محمول ہے یا مؤل ہے؟ یا کوئی اور حدیث اس کی معارض موجود ہے یا نہیں؟

اس عذر کا دو وجہ سے جواب ہے:۔

قرآن وحدیث پر عمل دشوار نہیں

☆ وجہ اول یہ کہ قرآن اور حدیث ایسے مشکل نہیں ہیں کہ سوائے مجتہد مطلق کے کسی کی سمجھ میں نہ آویں۔ بلکہ ایسے آسان ہیں کہ جس کو لغت عرب سے معرفت ہو، خاص کر علماء، تو وہ بخوبی، بشرط قصد سمجھنے کے، معنی سے قرآن وحدیث کے واقف ہو جاتا ہے۔

قولہ تعالی:

و لقد یسّرنا القرآن للذّکر فھل من مّدّکر (قمر:۳۲)

(اور بیشک آسان کیا ہم نے قرآن واسطے نصیحت کے۔ کیا ہے کوئی نصیحت پکڑ نیوالہ؟)

و قال اللّٰہ تعالی:

ھو الّذی بعث فی الامّیین رسولاً مّنھم یتلوا علیھم آیاتہ و یزکّیھم و یعلّمھم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لفی ضلا لٍ مّبین (وہ ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں پیغمبر انہیں میں سے، پڑھتا ہے ان پر نشانیاں اس کی، اور پاک کرتا ہے ان کو، اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت، اور بلا شک تھے اس سے پہلے البتہ کھلی گمراہی میں)۔(جمعہ:۲)

وقال اللّٰہ تعالیٰ:

ولقد انزلنا الیک آیاتٍ بیناتٍ وّما یکفر بھا الا الفاسقون (اور بے شک البتہ نازل کیں ہم نے تیری طرف کھلی نشانیاں، اور اس سے منہ نہیں موڑتے مگر بدکار لوگ)۔(بقرہ:۹۹)

تو جو کوئی اہل علم ہو کر کہے کہ ہم قرآن وحدیث نہیں سمجھتے، تو گویا آیت مذکورہ بالا کی وعید میں داخل ہوا جیسا کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ تقویۃ الایمان میں فرما گئے ہیں۔

اسی واسطے سب محققین نے تصریح کی ہے کہ حکم منصوص کو ہر ایک عالم سمجھتا ہے اور جو کہ ساتھ مجتہد کے مختص ہے وہ قیاس ہی ہے۔

چنانچہ شرح شاشی میں کہا ہے:

کلّ عالم له اصابة الحکم المنصوص علیه مطلقاً سواء کان قطعیّاً او ظنیّاً بحسب الدّلالة والاثبات وما کان ظنّی الثّبوت اعنّی القیاس فھو المختصّ بالمجتھد۔

اور قاضی عضدؒ نے کہا ہے:

اذا دخل الفاء فی لفظ الرّاوی مثل زنی ماعز فرجم فالفقیه وغیره فی ذالک سواء۔

بلکہ شیخ ابن الہمامؒ نے کہا ہے کہ دلالۃ النص کو جو کہ عبارت النص اور اشارۃ النص سے مرتبہ خفاء میں ہے، عوام بھی سمجھتے ہیں چنانچہ تحریر میں فرماتے ہیں:

ان دلالة النّص یخالف القیاس فی انّ القیاس یختصّ بالمجتھد ودلالة النّص یفھمھا العوام۔

تو اسی سبب سے کتب فقہ میں تصریح ہے کہ جو عامی حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے ظاہر معنی پر مطلع ہو کر حجامت کے بعد جان بوجھ کر کچھ کھائے تو اس پر کفارہ نہیں آتا۔ چنانچہ بحرالرائق میں کہا ہے:

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

و ان لم یستفت و لکن بلغه الخبر و هو قوله علیه السّلام افطرا لحا جم والمحجو م و قو له علیه السّلام الغیبة تفطر الصّا ئم و لم یعرف النّسخ و لا تا ویله فلا کفّارة علیه عند هما لا نّ ظا هرا لحدیث وا جب العمل به خلا فاً لّا بی یو سف لا نّه لیس للعا می العمل با لحدیث لعد م علمه با لنّا سخ و المنسوخ ۔

(اور جو فتوی نہ پوچھے، لیکن اسے یہ حدیثیں پہنچ جائیں:

پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ نہیں،

اور غیبت روزہ توڑ دیتی ہے ۔

اور اس شخص کو حدیث کا منسوخ ہونا معلوم نہیں اور اس کی تاویل بھی نہیں جانتا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس پر کفارہ نہیں، کیونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے ۔لیکن امام ابو یوسفؒ نے اس میں خلاف کیا ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جسے حدیث میں ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہو اسے حدیث پر عمل کرنا روا نہیں)۔

اور ہدایہ میں ہے:۔

و لو بلغه الحدیث فا عتمد فکذا لک عند محمّد لا نّ قول الرّسول ﷺ لا ینزل عن قول المفتی

(اور اگر اس کو حدیث ملی اور اس پر اعتماد کیا تو بھی یوں ہے امام محمدؒ کے نزدیک، اس واسطے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کسی مفتی کے قول سے کم نہیں ہو سکتا)

اقول خلاف ابی یو سف انّما هو فی العامی الصر ف الجا هل الّذی لا یعرف معنی ا لا حا دیث و تا ویلا تها و امّا العا رف بمعا نی النصو ص و تا ویلا تها و نسخها و جر حها و صحّتها و سلا متها عن معا رضة اقوی منها فلا خلا ف فی صحّة عمله بها کما قا ل فی خزا نة الرّوا یا ت نقلاً عن دستور السّا لکین۔ و امّا الجوا ب عن قو ل ابی یو سف انّ للعا می الا قتداء با لفقهاء فمحمو ل علی العا می الصر ف الجا هل

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الّذی لا یعرف معنی الا حا دیث و تا و یلا تها لا نّه اشار الیه لعدم الا هتداء فی حقّه الی معرفة الا حا دیث وکذا قوله و له ان عرف عا می تا ویله یجب الکفارة یشیر الی انّ المراد من العا می غیر العا لم و فی الحمیدی العا می منسو ب الی العا مة و هم الجهّا ل فعلم من هذه الا شارات انّ مراد ابی یوسف ایضاً من العا می الجا هل الّذی لا یعرف معنی النّصّ و تا ویله فیما ذکر من قول ابی حنیفه و الشّا فعی و محمد یندفع قو ل القا ئل بو جو ب العمل با لروا یة بخلا ف النّصّ انتھی ما نقله الشیخ الا جل فی عقد الجید

(میں کہتا ہوں کہ ابو یوسفؒ کا خلاف ایسے انجان شخص کے بارے میں ہے جو حدیثوں کے معانی اوران کی تا ویلیں نہیں جا نتا۔ اور واضح آیات اور حدیثو ں کے معنی اور تاویلیں اور ناسخ منسوخ اور صحیح و ضعیف جاننے والے کے عمل کے صحیح ہو نے میں کسی کا خلاف نہیں ۔ چنانچہ بحوالہ دستور السالکین کے خزانۃ الروایات میں کہا ہے ۔

اور رہا امام ابو یوسفؒ کے قول کا جواب کہ انجان کو فقہاء کی پیروی کرنا چاہیے، سو یہ اس انجان پر محمول کی ہے جو بالکل جاہل ہو، حدیث کے معنی اورانکی تا ویلیں نہ جا نتا ہو۔ اس واسطے کو یہ اشارہ کر دیا کہ اسکے حق میں معرفت حدیث کی راہ یابی نہیں ہے۔

اوراسی طرح امام ابو یوسف کا یہ کہنا کہ اگر انجان حدیث کے معنی جا نتا ہے تو اس پر کفارہ ہے، اشارہ ہے کہ انجان سے مراد جاہل ہے ۔

اورحمیدی میں ہے کہ عامی عوام کی طرف منسوب ہوتا ہے اور وہ لوگ جاہل ہوتے ہیں

ان اشارات سے معلوم ہوا کہ امام ابو یوسفؒ کی مراد بھی انجان سے وہ جاہل ہے جونص کے معنی اورتا ویل نہیں جا نتا ۔سوامام ابو حنیفہؒ اورامام شافعیؒ اورامام محمدؒ کے قول مذکور سے کسی کا یہ کہنا کہ نص کے خلاف روایت پر عمل واجب ہے، دفع ہوگیا)۔

اورتلویح اور حاشیہ شیخ الاسلام علی التلویح اورشرح عقائد اورفتاوی فضلیہ اورنقود وغیرہ سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ نصوص کا سمجھنا مجتہدوں پر خاص نہیں بلکہ غیر مجتہد بھی سمجھتے ہیں۔ تو بہر حال سمجھنا علماء کا معانی نصوص کو بلا خلاف ثابت ہوا۔اور جب کہ یہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوا اہل علم نفس معانی احادیث اور قرآن کو خوب سمجھ سکتے ہیں تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ اسی طرح عالم متبع طالب حق کو کتب حدیث اور شروح حدیث اور کتب اسماء الرجال دیکھنے سے غالب ظن سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے، موافق فہم و استعداد کے، کہ فلاں حدیث صحیح ہے یا ضعیف ہے؟ اور معمول بہ ہے یا منسوخ ہے؟ اور اس کے معارض کوئی حدیث صحیح موجود ہے یا نہیں؟ اگر چہ دو چار ہی مسئلہ پر واقف ہو جاوے گو کہ حاوی کل مسائل کے دلائل پر نہ ہو ۔یعنی دس مسئلہ کی دلیل جانتا ہے اور (دیگر) مسائل میں مقلد ہے، تو یہ عیب کی بات نہیں، درست اور حق ہے ۔اس لئے کہ تجزی اجتہاد میں جائز ہے، بنابر قول حق کے جیسا کہ مولانا عبدالعلیؒ وغیرہ شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں، اور مسلّم الثبوت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے:

غیر المجتهد المطلق و لو كان عالماً یلزمه تقلید المجتهد فیما لا یقدر علیه من الاجتهادیات ای تحصیله باجتهاده بناءً على التّجزی فی الاجتهاد و یلزم التّقلید مطلقاً فیما یقدر علیه و فیما لا یقدر علیه بناءً على نفی بالتّجزی و قد عرفت ان الحقّ هو الاول ۔انتهی ما قال مولانا عبد العلی فی شرح مسلّم الثبوت

(غیر مجتہد مطلق کو، اگر چہ کچھ عالم ہو، لازم ہے پیروی مجتہد کی ان مسئلوں میں جن میں اسے اجتہاد کی قدرت نہیں ہے۔اور یہ بات انقسام اجتہاد پر مبنی ہے۔ اور یہ بات کہ اسے سب مسئلوں میں پیروی لازم ہے، نفی انقسام اجتہاد پر مبنی ہے۔ اور یہ تو تجھے معلوم ہے کہ حق پہلی ہی بات ہے)۔

اور اگر کہو کہ اطلاع اس امر کی یقیناً آج کے دن دشوار ہے تو کہا جائیگا کہ علم الیقین تو ان امور کا مجتہدین کو بھی نہیں ہوتا ۔

چنانچہ شاہ ولی اللہؒ نے عقد الجید میں فرمایا ہے:

ورد بانه ان اراد عدم التّیقن ینفی هذه الاحتمالات فالمجتهد ایضاً لا یحصل له فی زماننا التیقن بذلک و انّما یبتنی اکثر امره على غالب الظّن و ان اراد انه لا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یدری ذا لک بغا لب الظّن منعناہ فی صورۃ النّزا ع لانّ المتبحّر فی المذ ھب المتتبع لکتب القو م الحا فظ من الحدیث و الفقہ بجملۃ صا لحۃ کثیراً ما یحصل لہ غا لب الظّن با نّ الحدیث غیر منسو خ و لا مؤ ل بتا ویل یجب القول بہ ۔ (اور یہ قول اس طور پر رو کا گیا ہے کہ اگر ان احتمالات کے عدم وجود سے مراد یقین ہے، تو یقین تو مجتہد کو بھی حاصل نہیں ہوتا۔ وہ بھی اپنے اکثر مسائل غالب ظن پر مبنی کرتا ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ وہ شخص اس کو بغالب رائے نہیں جانتا تو اس کو نزاع کی صورت نہیں مانتے، کیونکہ متبحر فی المذہب جو قوم کی کتابوں کو دیکھتا بھالتا رہے حدیث اور فقہ میں سے مقدار شائستہ کا حافظ ہو، اکثر اوقات یہ بات اسے بہ ظن غالب حاصل ہو جاتی ہے کہ حدیث منسوخ نہیں اور نہ ایسی مأ ول جس کی تاویل کا قائل ہونا واجب ہووے) ۔

بلکہ آج کے دن پہلے سے زیادہ غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے کیونکہ ابتداء زمانہ میں علم حدیث زبانی سیکھا جاتا تھا اور کتب مدون نہ تھیں اور قواعد ممہد نہ تھے اور کتب اسماء الرجال کا نام ونشان نہ تھا۔ اور اب بحمد اللہ سب کچھ ما لا بد منہ للعمل موجو ہے ۔ چنانچہ عبد الرحمٰن بن اسماعیل ابوشامہؒ کی کلام میں آئندہ آئے گا۔

☆ اور وجہ ثانی یہ کہ اگر کوئی شخص اہل علم حسب استطاعت ایک حدیث کو تحقیق کر کے اس پر عمل کرے تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ وہ حدیث منسوخ ہوگی۔ تو ہم کہتے ہیں کہ وہ شخص اس حدیث پر عمل کر کے گنہ گار نہ ہوگا اور اس کا عمل باطل اور قابل اعادہ نہ ہوگا ، جیسا کہ مروی ہے کہ بعد نسخ قبلہ بیت المقدس کے بعض لوگ بدستور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ اور جب آنحضرت ﷺ سے ان کو خبر پہنچی تو پھر مکہ کی طرف متوجہ ہوئے، اور آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ امر نہ کیا کہ جو نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے، باوجود منسوخ ہونے استقبال بیت المقدس کے، پڑھ چکے ہو ان کا اعادہ کرو۔ چنانچہ فاضل قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں کہا ہے:

انّہ علیہ السّلام لم یأ مر الّذین صلّوا الی بیت المقد س بعد التّحو یل جاھلین بہ ان تعیدوا صلو تھم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو جنھوں نے بعد تبدیل جہت قبلہ کے، انجانے میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی، نماز کے دہرانے کا حکم نہیں دیا)

تو عذر ان لوگوں کا جو کہ حدیث پر عمل کرنے سے بالکل منع کرتے ہیں بجمیع وجوہ باطل ہوا اور ثابت ہوا کہ عالم بالحدیث کو وقت جاننے ایک مسئلہ کے حدیث سے، تقلید کسی مجتہد کی نہ چاہیے اس مسئلہ خاص میں۔

☆ باقی رہی تقلید لاعلمی، سو یہ چار قسم ہے (جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں)۔

تقلید کی اقسام

☆ قسم اول۔ واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے کسی مجتہد کی، مجتہد اہل سنت کی سے، لاعلی التعیین، جس کو مولانا شاہ ولی اللہؒ نے عقد الجید میں کہا ہے کہ یہ تقلید واجب ہے۔ اور صحیح ہے باتفاق امت۔ اور اس کی یہ علامت لکھی ہے کہ عمل مقلد کا ساتھ قول مجتہد کے اسی طرح پر ہو جیسے شرط کی ہوتی ہے کہ اگر وہ قول موافق سنت کے ہو تو عمل کئے جاؤں گا، تو جب معلوم ہو کہ مخالف ہے سنت کے تو اس کو پھینک دوں گا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اعلم انّ تقلید المجتهد علی وجهین، واجب و حرام۔ فاحدهما ان یّکون من اتّباع الرّوایة ولو دلالةً۔ تفصیله انّ الجاهل بالکتاب والسّنّة لا یستطیع التّتبّع ولا الاستنباط فکان وظیفته ان یّسأل فقیهاً ما حکم رسول اللّه ﷺ فی مسئلة کذا وکذا بلا تعین فاذا اخبر اتّبعه سواء کان ماخوذاً من صریح نصّ او مستنبطاً منه او مقیساً علی النّصوص فکلّ ذالک راجع الی الرّوایة عنه ﷺ ولو دلالةً وهذا قد اتّفقت الامّة علی صحّته قرناً بعد قرنٍ (بل الامم کلّها اتّفقت علی مثله فی شرائعهم) و امارة هذا التّقلید ان یّکون عمله بقول المجتهد کالمشروط بکونه موافقاً للسّنّة فلا یزال متفحّصاً من السّنّة بقدر الامکان فمتی ظهر حدیث یخالف قوله نبذه واخذ الحدیث (سمجھ لے کہ مجتہد کی پیروی دو قسم کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ واجب اور حرام۔ سوایک تو یہ ہے کہ حدیث کا اتباع ہو خواہ باعتبار دلالت کے ۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص قرآن اور حدیث کو نہیں جانتا اور وہ بذات خود جستجو سے مسائل اور استنباط کی طاقت نہیں رکھتا، تو اس کا یہی وظیفہ ہے کہ کسی بھی فقیہ کو پوچھ لے کہ آنحضرت ﷺ نے فلاں فلاں مسئلہ میں کیا حکم فرمایا ہے۔ جب فقیہ بتا دے تو اس کی پیروی کرے۔ خواہ صریح نص سے لیا ہو، یا اس سے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو۔ یہ سب صورتیں حضرت ﷺ کی روایت کی طرف رجوع کرتی ہیں اگرچہ بطور دلالت کے ہی ہوں۔ اور ایسی تقلید کی صحت پر امت کا ہر طبقہ میں اتفاق ہے بلکہ اور تمام امتیں اپنی اپنی شریعتوں میں ایسی صورت پر متفق ہیں۔ اور اس تقلید کی علامت یہ ہے کہ اس کا عمل مجتہد کے قول پر بایں شرط ہے کہ وہ سنت کے موافق ہو۔ چنانچہ ہمیشہ بقدر طاقت سنت کی تلاش میں رہے، پھر جب ایسی حدیث مل جاوے کہ اس قول مجتہد کے مخالف ہو تو اس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے)۔

☆ قسم ثانی۔ مباح آوردہ تقلید مذہب معین کی ہے بشرطیکہ مقلد اس تعین کو امر شرعی نہ سمجھے بلکہ اس نظر سے تعین کر لے کہ جب کہ امر اللہ تعالی کا واسطے اتباع اہل ذکر کے عموماً صادر ہوا ہے تو جس ایک مجتہد کا اتباع کریں گے، اسی کی اتباع سے عہدہ تکلیف سے فارغ ہو جائیں گے۔ اور اس میں سہولت بھی پائی جاتی ہے۔ اور علامت اس تقلید کی یہ ہے کہ اگر دوسرے مذہب کے کسی مسئلہ پر عمل کر سکے تو اس سے انکار نہ کرے۔ اور کسی شخص عمل کرنے والے کو برا نہ جانے اور ملامت اور نکیر نہ کرے۔ مثلاً حنفی المذہب کو مسئلہ رفع یدین اگر معلوم ہو تو اس کے استعمال سے نفرت اور انکار نہ کرے، بلکہ کبھی کر بھی لے اور حنفی ہو کر کسی کرنے والے پر طعن نہ کرے۔

☆ قسم ثالث حرام و بدعت ہے۔ اور وہ تقلید ہے بطور تعیین کے بزعم وجوب کے برخلاف قسم ثانی کے۔

☆ قسم رابع شرک ہے۔ اور وہ ایسی تقلید ہے کہ وقت لاعلمی کے مقلد نے ایک مجتہد کا اتباع کیا، پھر اس کو حدیث صحیح، غیر منسوخ، غیر معارض، مخالف مذہب اس مجتہد کے مثلاً معلوم ہو گئی تو اب وہ مقلد بدستاویز ان عذرات کے جن سے سابقاً بخوبی جواب دیا گیا ہے یا تو حدیث کو قبول ہی نہیں کرتا اور یا اس میں بدوں سبب کے تاویل و تحریف کر کے اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث کو طرف قول امام کے لے جاتا ہے، غرض کہ وہ مقلد، مذہب اپنے امام کا نہیں چھوڑتا سوان قسموں میں قسم اول اور ثانی تو محتاج اثبات کی نہیں، کیونکہ دونوں کو فریقین تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن قسم ثالث اور رابع بے شک معرکہ آراء اور محط انظار ہے۔ سو دلائل قسم ثالث کے تو مبحث میں تقلید شخصی کے آویں گے۔ فانتظر۔

اور قسم رابع کو اس مقام میں مدلل کیا جاتا ہے۔

☆ قسم رابع۔ تو واضح ہو جاوے کہ شرک ہونے پر ایسی تقلید کے آیات قرآنی اور حدیث نبوی بہت سی دال ہیں اور بہت علماء نے ان آیات اور احادیث سے شرک ہونا ایسی تقلید کا ثابت کیا ہے۔ پس نقل کر دینا اقاویل ان علماء کا جن میں وہ آیات اور احادیث موجود ہیں مستغنی ہے، ذکر کرنے آیات کے سے علیحدہ۔

تو سنو کہ تفسیر نیشاپوری میں ضمن آیت:

اتّخذوا احبا رھم و رھبا نھم ار با باً مّن دو ن اللّٰه

کے مذکور ہے کہ یہ مراد نہیں کہ یہود و نصاری نے اپنے علماء اور درویشوں کو خدا ٹھہرالیا تھا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اطاعت انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کی برخلاف حکم خدا اور رسول کے کی تھی۔ عبارت تفسیر مذکور بعینہ لکھی جاتی ہے:

اختلفوا فی معنی اتّخا ذھم ایّا ھم ار با باً بعد ا لا تّفاق علی انّه لیس المراد انّه جعلوھم آ لھة فقا ل اکثر المفسّرین المراد انّھم اطاعو ھم فی اوا مر ھم و نوا ھیھم و نقل عن عدی بن حا تم کا ن نصرا نیاً فا نتھی الی النّبیّ ﷺ و ھو یقرء سورة براء ة فلمّا و صل الی ھذہ ا لآ یة قال عدی انّا لسنا نعبد ھم فقا ل الیس تحر مو ن ما احلّ اللّٰه و تحلّو ن ما حرّم اللّٰه فقلت بلی ۔ فقا ل تلک عبا د تھم ، قا ل الرّ بیع قلت لا بی العا لیه کیف کا نت الرّبو بیة فی بنی اسرا ئیل فقا ل انّھم ربما و جدوا فی کتا ب اللّٰه ما یخا لف قول ا لا حبار و الرّھبان فکا نوا یأ خذو ن باقوا لھم و ما کا نوا یقبلو ن حکم اللّٰه تعا لی ۔ قا ل العلماء انّما لم یلز م تکفیر الفاسق بطا عة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الشّیطا ن خلاف ما علیه الخوا ر ج لا نّ الفاسق و ان کا ن یقبل دعوۃ الشّیطا ن ا لّا انّه یلعنه و یستخف به بخلاف اولئک ا لا تبّاع المعظّمین قا ل الامام فخر الدّ ین الرّازی قد شا ھد ت جماعة من مقلدۃ الفقھاء قر أ ت علیھم آ یا ت کثیرۃ مّن کتا ب اللّه فی مسا ئل کا نت تلک ا لآ یات مخالفة لمذ ھبھم فیھا فلم یقبلوا تلک ا لآ یا ت و لم یلتفتوا الیھا و کا نوا ینظرو ن الی کا لمتعجب یعنی کیف یمکن العمل بظوا ھر تلک ا لآ یا ت مع انّ الرّوا یة من سلفنا وردت بخلا فھا و لو تا مّلت حقّ التّا مل و جد ت ھذا الدّاء ساریاً فی عر ق الا کثرین ۔ انتھی ما فی تفسیر النیسا پوری و ھکذا فی التفسیر الکبیر۔

(علماء مختلف ہیں یہود ونصاریٰ کے اپنے علماء کو پروردگار ٹھہرانے کے معنوں میں، بعد اتفاق اس بات کے کہ وہ اپنے علماء کو خدا نہیں کہتے تھے۔ سو اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ وہ امر و نہی میں اپنے علماء ہی کا کہنا مانتے تھے۔ حضرت عدیؓ بن حاتم سے منقول ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سورہ براءۃ پڑھ رہے تھے جب اس آیت تک پہنچے اتّخذوا احبار ھم .. تو انہوں نے کہا کہ ایسا تو نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم حرام نہیں ٹھہراتے جسے اللہ نے حلال کیا اور حلال نہیں ٹھہراتے جسے اللہ نے حرام کیا۔ انہوں نے کہا یہ تو ٹھیک ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہی تو بندگی ہے۔

ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہ بنی اسرائیل کا علماء کو پروردگار ٹھہرانا کیونکر تھا؟ انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ میں موجود مسئلے کے خلاف اپنے علماء کے اقوال پر عمل کرتے اور حکم خدا چھوڑ دیتے تھے۔

علماء نے کہا ہے کہ بخلاف خوارج کے، فاسق کی تکفیر اطاعت شیطان میں اس لئے لازم نہیں آتی کہ فاسق اگرچہ شیطان کا کہا مانتا ہے مگر اس کو برا کہتا رہتا ہے۔ بخلاف ان خوارج کے جو اپنے مقتداؤں کی تعظیم کرتے ہیں۔

امام رازیؒ نے کہا ہے کہ میں ایک مقلد گروہ سے ملا اور ان کے مذہب کے خلاف کچھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آیات میں نے ان کے روبرو پڑھیں تو انہوں نے ان آیات کی طرف توجہ نہ کی اور دوسری طرف تکتے رہ گئے، اور یہ حیرانگی یوں تھی کہ ان آیات مخالف مذہب پر بھلا کیوں کر عمل ہوسکتا ہے؟ اگر غور کیا جائے تو یہ مرض اکثر لوگوں میں پھیل رہا ہے)

پس امام فخر الدین رازیؒ کی تقریر سے واضح ہوا کہ اکثر مقلدین متعصبین مخالفت قرآن وحدیث کی کرتے رہے ہیں بسبب غلبہ تقلید کے۔ اور نیز ظاہر ہوا ان کی کلام سے کہ ایسی تقلید کہ مخالف قرآن وحدیث کے ہو وہ مذموم اور واجب الرد ہے۔ اور متعصبین سات آٹھ سو برس سے چلے آتے ہیں کہ باعث تعصب مذہبی کے ظاہر قرآن وحدیث پر عمل کرنا انہیں دشوار ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی مقلدین مصداق اتّخذوا احبا رھم و رھبا نھم ار با باً من دون اللّٰہ کے ہیں۔ اور شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ جس کسی نے کہ اپنے امام کو ایسا سمجھ لیا کہ اس کی شان سے خطا بعید ہے، تو اس نظر سے اگرچہ دلیل خلاف قول اس امام کے ملے تو بھی اس کی تقلید کو نہ چھوڑے، تو وہ شخص داخل ہے اتّخذوا احبار ھم و رھبانھم ار با باً مّن دو ن اللّٰہ میں۔ چنانچہ عقد الجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

من یّکو ن عا میاً و یقلّد ر جلاً من الفقھاء بعینہ یر ی انّہ یمتنع مثلہ الخطاء و ان ما قا لہ ھو الصّوا ب البتہ و اضمر فی قلبہ ان لا یتر ك تقلیدہ ان ظھر الدّ لیل علی خلا فہ و ذا لک ما رواہ التّر مذی عن عدی بن حا تم انّہ قا ل سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقرأ اتّخذوا احبا ر ھم و ر ھبا نھم ار با باً مّن دون اللّٰہ ۔ قا ل انّھم لم یکو نوا یعبدو نھم و لکنّھم کا نوا اذا احلّوا لھم شیئاً استحلو ہ و اذا حرّموا علیھم شیئاً حرّموہ

(اور جو شخص انجان ہو اور فقہاء میں سے کسی ایک کی تقلید کرے یہ سمجھ کر کہ ایسے شخص سے خطا مشکل ہے اور یہ جو کہتا ہے یہی ٹھیک ہے اور دل میں یہ بات ٹھہرا رکھے کہ اس کی تقلید نہ چھوڑوں گا اگرچہ اس کے خلاف پر دلیل قائم ہو۔ وہ مصداق اس حدیث کا ہے جو ترمذیؒ نے حضرت عدیؓ بن حاتم سے روایت کی ہے کہ حضرت عدیؓ نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ یہ آیت پڑھتے تھے کہ اتّخذوا احبارھم ...فرمایا کہ وہ لوگ ان کی بندگی نہیں کرتے تھے لیکن ان کا یہ حال تھا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس چیز کو وہ انہیں حلال بتا دیتے اس کو حلال جانتے اور جب کوئی چیز ان کو حرام بتادیتے تو اسے حرام جانتے)۔

اور شاہ ولی اللہؒ ، حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

و منها تقليد غير المعصوم اى غير النّبىّ ﷺ الّذى يثيب عصمة و حقيقته ان يّجتهد واحد من علماء الامة فى مسئلة فيظنّ متّبعوه انّه على الاصابة قطعاً او غالباً فيردوا به حديثاً صحيحاً و هذا التّقليدغير ما اتّفق عليه الامّة المرحومة فانّهم اتّفقوا على جواز التّقليد المجتهدين مع العلم بانّ المجتهد يخطى و يصيب و مع الاستشراف لنصّ النّبىّ ﷺ فى المسئلة و العزم على انّه اذا ظهر حديث صحيح خلاف ما قلّد فيه ترك التّقليد و اتبع الحديث قال رسول اللّه ﷺ فى قوله تعالى اتّخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا مّن دون اللّه ، انّهم لم يكونوا يعبدونهم و لكنّهم كانوا اذا احلّوا لهم شيئاً استحلّوه و اذا حرّموا عليهم شيئاً حرّموه ۔ (اوراس میں سے پیروی غیر معصوم یعنی غیر نبی کی ہے اورصورت اس تقلید کی یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں کسی عالم کی پیروی کرے اور یہ گمان کرے کہ وہ یقیناً حق پر ہے یا بظن غالب ۔اوراس تقلید کی وجہ سے حدیث صحیح کورد کرے۔ سو یہ تقلید ایسی ہے کہ جس پر امت مرحومہ نے اتفاق نہیں کیا۔امت کا اتفاق اس تقلید کے جواز پر ہے جہاں مجتہد سے خطا اورصواب دونوں کا احتمال تسلیم کیا جائے ،اورحدیث کی تلاش اس ارادے سے جاری رکھی جائے کہ جس وقت حدیث خلاف مذہب کے ظاہر ہوگی تو تقلید کو چھوڑ کر حدیث کو لے گا ۔آنحضرت ﷺ نے اتّخذوا احبارهم ... یہود ونصاری اللہ کو چھوڑ کر، علماء ان کی بندگی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا یہ حال تھا کہ جب ان کو وہ کوئی چیز حلال بتادیتے تو حلال جان لیتے اور جب حرام بتادیتے تو حرام جان لیتے)

اورمولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی کی تقلید اپنے اوپر لازم سمجھ لیوے اوراس کے مخالف حکم خدا معلوم ہوجانے کے باوجود اس کا اتباع نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھوڑے، تو اس نے بحکم آیت اتّخذوا احبار ھم و رھبا نھم ار با باً مّن دو ن اللّٰہ کے خدا کا شریک ٹھہرایا۔ چنانچہ فتح العزیز میں تحت آیت فلا تجعلوا للّٰہ انداداً وّ انتم تعلمو ن (بقرہ:۲۲) کے فرماتے ہیں:

دریں جا باید دانست چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک وکفر است اطاعت غیر او تعالیٰ نیز با استقلال کفر است ومعنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ اورا مبلغ احکام ندانستہ ربقہ تقلید او در گردن اندازد وتقلید اورا لازم شمارد وباوجود ظہور مخالفت حکم او با حکم او تعالیٰ دست از اتباع او بر ندارد وایں ہم نوعیست از اتخاذ انداد کہ در آیت کریمہ اتّخذوا احبا ر ھم و ر ھبا نھم ار با باً مّن دو ن اللّٰہ و المسیح ابن مر یم ۔(تو بہ: ۳۱) نکوہش آن فرمودہ اند۔

اور مولانا اسماعیل صاحب دہلویؒ نے بوجہ بسط شرک ہونا ایسی تقلید کا بدلیل آیت اتّخذوا احبار ھم و ر ھبا نھم اور بہ دلیل حدیث نبوی کے جو کہ ترمذیؒ نے حضرت عدیؓ بن حاتم سے نقل کی ہے، ثابت کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے جناب مؤ لف (تنویر الحق) کی چوٹ کی مولوی اسماعیل صاحبؒ پر۔ تو سنو کہ مولانا اسماعیل دہلویؒ تنویر العینین میں فرماتے ہیں:

و لیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص مّعین مع تمکن الرّ جو ع الی الرّوا یات المنقو لۃ عن النّبیّ ﷺ الصّر یحۃ الدّالۃ علی خلاف قول ا لا مام المقلّد فان لم یترك قول اما مہ ففیہ شا ئبۃ من الشّر ك کما یدّل علیہ حدیث التّر مذی عن عدی ابن حا تم انّہ سأل رسول اللّٰہ ﷺ عن قو لہ اتّخذوا احبارھم و رھبا نھم ار با باً مّن دو ن اللّٰہ ۔ فقا ل انّکم حللتم ما احلّوا و حرّ متم ما حرّ موا ۔ و لیس المراد بالتّقلید التّقلید فی العقا ئد علی ما ینطق بہ لفظ حللتم و حرّمتم فانّ التّحلیل و التّحریم انّما یستعملان فی ا لا فعال و لیس المراد بہ التّقلید مطلقاً و الّا لزم تکلیف کلّ عا می با لا جتھاد و لیس المراد بہ ردّ النّصوص و انکا رھا فی مقا بلۃ قول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آئمتهم و الا لم يكونوا نصارى بل المراد هو تاويل الدّلائل الشّرعية الى قول آئمتهم۔ فعلم من هذا ان اتّباع شخص معين بحيث يتمسك بقوله و ان ثبت على خلافه دلائل من السّنّة و الكتب يأول الى قوله شوب من النّصرانيّة و حظّ من الشّرك و العجب من القوم لا يخافون من مثل هذا الاتّباع بل يحيفون تاركه فما احقّ هذه الآية في جوابهم و كيف اخاف ما اشركتم و لا تخافون انّكم اشركتم باللّه ما لم ينزل به عليكم سلطاناً فايّ الفريقين احقّ بالامن ان كنتم تعلمون ۔(انعام :۸۱)۔ فتدبّر و انصف و لا تكن من الممترين و نعوذ باللّه ان نكون من المتعصّبين

(اور مجھے نہیں معلوم کہ کیونکر روا ہو گیا پیروی کرنا ایک شخص معین کی، باوجود قدرت رجوع طرف ان روایات کے جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں اور صریح دلالت کرتی ہیں قول امام کے خلاف پر۔ پھر اگر مقلد قول امام کو نہیں چھوڑتا تو اس میں شرک کی آمیزش ہے۔ چنانچہ دلالت کرتی ہے اس پر وہ حدیث جس کو ترمذیؒ نے حضرت عدیؓ بن حاتم سے روائت کیا ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس آیت (اتّخذوا احبارهم و رهبانهم) کے معنی میں پوچھا تو فرمایا کہ حلال ٹھہرایا تم نے ان کے حلال ٹھہرائے ہوئے کو اور حرام ٹھہرایا ان کے حرام ٹھہرائے ہوئے کو۔ اور نہیں مراد تقلید سے تقلید عقیدہ کی، جیسا کہ دلالت کرتا ہے اس پر لفظ حلال اور حرام کا ۔ کیونکہ حلال ٹھہرانا اور حرام ٹھہرانا دونوں افعال میں مستعمل ہوتے ہیں۔ اور تقلید مطلق بھی مراد نہیں ہے۔ وگرنہ لازم آئے گا کہ ہر انجان اجتہاد پر مکلّف ہو۔ اور نصوص کا رد کرنا بھی مراد نہیں ہے اماموں کے قول کے مقابلہ میں ۔نہیں تو نصاری اس کے مصداق نہ رہیں گے۔ بلکہ مراد تاویل کرنا ہے دلائل شرعیہ کا اماموں کے قولوں کی طرف ۔ سو اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ پیروی کرنی ایک شخص معین کی، اس طرح کہ جم جاوے اس کے قول پر، اگرچہ اس کا خلاف بھی ثابت ہو جاوے قرآن و حدیث سے، تو اسے تاویل کرے اپنے جماؤ کی طرف ۔ یہ ایک آمیزش ہے نصرانیہ سے اور حصہ ہے شرک کا اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لوگوں پر تعجب ہے کہ ایسی پیروی سے خود تو ڈرتے نہیں ، بلکہ جو ایسی تقلید کو چھوڑے اس پر زیادتی کرتے ہیں ۔ سو کیا ہی ٹھیک بیٹھتی ہے یہ آیت ان کے جواب میں ، اور کیوں کر ڈروں میں اس سے کہ شریک لاتے ہو تم اور نہیں ڈرتے ہو تم یہ کہ شریک مقرر کرتے ہو تم اللہ کے ساتھ اس چیز کو کہ نہیں اتاری اللہ نے اس پر تمہارے اوپر دلیل ۔ سو کون دونوں فریقوں میں بہت لائق ہے اس کے ساتھ، کہہ دو اگر تم جانتے ہو)

اور قاضی ثناء اللہؒ نے بھی ایسی تقلید کو شرک کہا ہے اور اثبات اسکا آیت:

قل یا اھل الکتا ب تعالوا الی کلمةٍ سواءٍ بیننا و بینکم الّا نعبد الّا اللّٰه و لا یشرك به شیئاً و لا یتّخذ بعضنا بعضاً ار با باً من دون اللّٰه ۔(انعام:۶۴)(کہہ کہ اے اہل کتاب آؤ طرف ایک بات کی کہ برابر ہے درمیان ہمارے اور تمہارے ۔ یہ کہ نہ عبادت کریں ہم مگر اللہ کی اور نہ شریک لاویں اس کے ساتھ کچھ اور نہ پکڑیں بعض ہمارے بعض کو پروردگار سوا اللہ کے) ۔

اور آیت اتّخذوا احبا ر ھم سے اور حدیث حضرت عدیؓ بن حاتم سے کیا ہے چنانچہ تفسیر مظہری میں تحت آیت قل یا اھل الکتا ب ، حدیث حضرت عدیؓ بن حاتم نقل کر کے فرماتے ہیں:

و من ھھنا یظھر اذا صحّ عند احد حدیث مر فوع من النّبیّ ﷺ سا لماً عن المعا ر ضة و لم یظھر له ناسخ و کان فتوی ابی حنیفه مثلاً خلا فه و قد ذھب علی وفق الحدیث احد مّن ا لآ ئمة الا ر بعة یجب علیه اتّباع الحدیث الثّا بت ۔ و لا یمنعه الجمود علی مذ ھبه من ذا لک لئلا یلز م اتّخاذ بعضنا بعضاً ار با باً مّن دو ن اللّٰه ۔(جب کسی کے نزدیک حدیث مرفوع آنخضرت ﷺ کی صحیح ہو جاوے اور وہ معارضہ سے سالم ہووے اور نہ ہی منسوخ ہو، اور مثلاً امام ابو حنیفہؒ کا فتوی اس کے خلاف ہو ۔ اور آئمہ اربعہ میں سے کوئی امام اس کے موافق گیا ہو، تو اس حدیث پر عمل واجب ہے ورنہ اتّخذوا ار با باً مّن دو ن اللّٰه کا مصداق ہوگا)۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اقوال آئمہ اربعہ در منع تقلید

اس لئے آئمہ اربعہ نے ایسی ہی تقلید سے منع کیا ہے اوران کے اتباع نے اور صوفیہ اورمحدثین نے اس تقلید کو گمراہی اور باعث غضب الٰہی قرار دیا ہے۔امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی آیت قرآنی یا کوئی حدیث یا قول صحابی کا میرے قول کے مخالف تم کومعلوم ہو، تو میرے قول کو چھوڑ دو۔یعنی میری تقلید مت کرو۔ چنانچہ امام زندیسیؒ نے روضۃ العلماء میں صاحب ہدایہ کی روایت سے امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا ہے:

انّه یعنی ابا حنیفه سئل اذا قلت قولاً وکتاب اللّه یخالفه، قال اترکوا قولی بکتاب اللّه، فقیل اذا کان محمّد الرّسول اللّه ﷺ یخالفه قال اترکوا قولی بخبر رسول اللّه ﷺ۔ فقیل اذا کان قول الصّحابة یخالفه قال اترکوا قولی بقول الصّحابة۔ (امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ جب آپ کوئی مسئلہ کہیں اورقرآن اس کے مخالف ہووے تو کیا کرنا چاہیے؟۔آپ نے جواب دیا کہ میرا قول قرآن کے مقابلہ میں چھوڑ دو۔ پھر پوچھا گیا کہ حدیث مخالف ہووے تو؟ جواب دیا کہ حدیث کے مقابلہ میں بھی میرا قول چھوڑ دو۔ پھر پوچھا گیا کہ اگر آثار صحابہ آپ کے قول کے مخالف ہوویں تو؟ جواب دیا کہ میرا قول صحابہ کے آثار کے مقابلہ میں بھی چھوڑ دو)

اور مدخل میں امام بیہقیؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے نقل کرتے ہیں۔

قال یعنی عبد اللّه بن المبارك سمعت ابی حنیفه یقول اذا جاء عن النّبیّ ﷺ فعلی الرّأس والعین، واذا جاء عن اصحاب النّبیّ ﷺ تختار قولهم، واذا جاء من التّابعین زاحمنا هم۔ انتهی۔ کذا فی التفسیر المظهری

(عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کو کہتے سنا کہ آنحضرت ﷺ سے روایت آوے تو ہمارے سرآنکھوں پر، اور جب صحابہ سے روایت آوے تو ہم اسی کواختیار کرتے ہیں۔ اور جب تابعین سے آوے تو مناقشہ کرتے ہیں)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اپنے قول سے ماخوذ نہ ہو اور وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کلام اس کا اس پر مردود نہ ہو، سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔ یعنی قول غیر صحیح سب کا رد کر دینا چاہیے، چنانچہ یواقیت والجواہر میں شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں:

وکان الامام مالک یقول ما من احد الا و مأخوذ من کلامه و مردود علیه هو الا رسول اللّٰه ﷺ ۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب تم کو حدیث صحیح، مخالف میرے مذہب کے معلوم ہو، تو اس حدیث ہی کو میرا مذہب سمجھنا۔ یعنی میرا مذہب اول چھوڑ دینا۔ چنانچہ نہایہ میں امام الحرمینؒ فرماتے ہیں:

انّه یعنی الشّافعی قال اذا بلغکم خبر صحیح یخالف مذهبی فاتّبعوه و اعلموا انّه مذهبی، نقله مولانا شاه ولی اللّٰه فی عقد الجید ثمّ قال و قد صحّ منصوصاً انّه قال اذا بلغکم عنّی مذهب و صحّ عندکم خبر علی مخالفته فاعلموا انّ مذهبی موجب الخبر (اور شافعیؒ نے کہا جب تمہیں میرے مذہب کے مخالف حدیث صحیح پہنچ جاوے تو اس کی پیروی کرو اور جان لو کہ وہی میرا مذہب ہے۔ اس قول کو شاہ ولی اللہؒ نے عقد الجید میں نقل کر کے کہا ہے کہ اچھی طرح یہ بات صحت کو پہنچ گئی ہے کہ شافعیؒ کہتے تھے کہ جب تمہیں میرے مذہب کا کوئی مسئلہ پہنچے اور حدیث اس کی مخالف ہو تو موافق حدیث کے ہی میرا مذہب جان رکھو)

امام احمد بن محمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ کسی کا کلام، رسول کے کلام کے معارض نہیں ہوسکتا۔ یعنی حدیث کے مقابل کسی کا قول پیش نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ یواقیت والجواہر میں شعرانیؒ فرماتے ہیں:

وکان الامام احمد یقول لیس لاحدٍ مع اللّٰه و رسوله کلام، لا تقلّدنی و لا تقلّدن مالکاً و لا الاوزاعی و لا النّخعی و لا غیرهم و خذ الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب و السّنّة (امام احمدؒ کہتے تھے کہ اللہ اور رسول کے مقابل میں کسی کو بات کی مجال نہیں۔ نہ میری پیروی کرو اور نہ مالکؒ اور اوزاعیؒ اور نخعیؒ کی۔ اور وہاں سے احکام شریعت لو جہاں سے انہوں نے لئے ہیں یعنی کتاب اور سنت سے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقوال آئمہ دیگر در منع تقلید

خیرالمحدثین طیبیؒ شرح مشکوۃ میں حدیث

الا انّی اوتیت القرآن و مثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدّتم فیہ من حلال فاحلّوہ وما وجدّتم فیہ من حرام فحرّموہ ،الی آخر ما رواہ ابو داؤد (رقم حدیث:۴۶۰۴) والدارمی عن المقدام بن معدی کرب عن النبی ﷺ (خبردار ہوا ے لوگو! میں قرآن دیا گیا ہوں اوراسی کے ساتھ اس جیسی اور چیز۔ خبردار ہو کہ تھوڑے دن جاتے ہیں کہ پیٹ بھرے لوگ تخت پر بیٹھ کر کہیں گے کہ قرآن کو مضبوط پکڑو اور جو اس میں حلال پاؤ، حلال جانو اور جو حرام پاؤ،سو حرام جانو)

کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں بڑی جھڑکی اور خفگی ہے جو کہ پیدا ہوئی ہے غضب عظیم سے اس شخص پر جو حدیث کو ترک کرے ، اس نظر پر کہ قرآن ہم کو کافی ہے ،اب حدیث کی کچھ حاجت نہیں ۔ پھر کیا حال ہے اس شخص کا جو کہ حدیث کو اپنے مذہب کی رعائت سے ترک کرے ۔ چنانچہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

فی ھذا الحدیث توبیخ و تقریع ینشأ من غضب عظیم علی من ترك السّنّة و ما عمل بالحدیث استغناء عنھا بالکتاب فکیف بمن رجح الرأی علی الحدیث و اذا سمع حدیثاً من الاحادیث الصّحیحة قال لا علی ان اعمل بھا فانّ لی مذھباً اتبعه

(اس حدیث میں جھڑکی ہے تارک سنت پر، جو قرآن کو کافی جان کر حدیث کو خیال میں نہ لاوے۔سو کیا حال ہے اس کا جو غالب کرے رائے کو حدیث پر اور جب کوئی حدیث سنے تو کہہ دے کہ مجھے حدیث سے کیا کام ،میں تو اپنے مذہب کا پابند ہوں)

شیخ الصوفیہ محی الدین ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے حدیث کے مقابل میں قول کسی امام مجتہد کا یا کسی پیر پیشوا کا پکڑ رکھا اور حدیث کو ترک کیا تو وہ شخص گمراہ ہو گیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور نکل گیا اللہ کے دین سے۔ چنانچہ فتوحات مکیہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اذا صحّ الحدیث و عارضه قول صاحب او امام فلا سبیل الی العدول عن الحدیث و یترك قول ذالک الامام و الصّاحب للخبر ثمّ قال و لا یجوز ترك آیة او خبر بقول صاحب او امام و من یفعل ذالک فقد ضل ضلالاً و خرج عن دین اللّه۔

(جسوقت حدیث صحیح ہو جاوے اور کسی رفیق یا امام کا قول اس کے معارض پڑے تو حدیث سے پھرنا نہ چاہیے بلکہ وہ رفیق اور امام کا قول کا چھوڑ دے، پھر کہا انہیں ابن عربی نے، نہیں جائز چھوڑنا آیت اور حدیث کا کسی رفیق یا امام کے قول کے مقابلہ میں اور جس کسی نے ایسا کیا تو وہ بڑا گمراہ ہوا اور اللہ کے دین سے نکل گیا)

شیخ المشائخ محبوب سبحانی قطب ربانی محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ نے فتوح الغیب میں فرمایا ہے کہ فکر کرو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں، اور فریب مت کھاؤ کسی قول ضعیف یا قوی سے، یعنی حدیث کے مقابل کسی کا قول نہ مانو۔

امام دارکی شافعیؒ سے مروی ہے کہ جب کوئی ان کے سامنے حدیث کے مقابل کسی کا قول پیش کرتا تو فرماتے کہ تجھے ہلاکت، یہ حدیث ہے رسول اللہ ﷺ کی۔ چنانچہ خطیب بغدادیؒ نے سند صحیح سے نقل کیا ہے:

انّ الدّارکی من الشّافعیة کان یستفتی و ربما یفتی بغیر مذهب الشّافعی و ابی حنیفه فیقال له هذا یخالف قولهما فیقول و یلکم حدث فلان عن فلاں عن النّبیّ ﷺ هکذا۔ انتهی نقله فی عقد الجید (دارکی شافعیؒ سے فتوی لیا جاتا۔ اور بسا اوقات وہ مذہب امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے مخالف فتوی دیتے۔ کہا جاتا کہ یہ تو ان دونوں کے قول کے مخالف ہے، تو کہتے تیرا برا ہو، اس باب میں فلان نے فلاں سے اور اس نے آنحضرت ﷺ سے حدیث نقل کی ہے)۔

قاضی شمس الدین ابن خلکانؒ نے یوں نقل کیا ہے:

و کان ای الدّارکی اذا جاءته مسئلة تفکّر طویلاً ثم یفتی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فیها و ربما افتی علی خلاف مذهب الامامین الشّافعی و ابی حنیفه رضی اللّه عنهما فیقال له فی ذالک فیقول و یحة حدّث فلان عن فلان عن رسول اللّه ﷺ هکذا و کذا
(دارکیؒ کا یہ حال تھا کہ جب اس کے پاس کوئی مسئلہ آتا تو خوب فکر کرتے اور پھر فتوی دیتے اور بسا اوقات امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے مخالف فتوی پڑتا۔ اعتراض ہوتا تو کہتے کہ اس مسئلہ میں فلاں فلاں راوی نے حدیث روایت کی ہے)۔

امام مجتہد شیخ عزالدین ابن عبدالسلامؒ کہا کرتے کہ بڑا تعجب ہے کہ فقہاء مقلدین اپنے اماموں کی ضعیف بات پر واقف ہوکر پھر ایسے جم جاتے ہیں کہ اگر کسی دوسرے امام کا قول موافق کتاب اللہ اور حدیث کے ان کے آگے پیش کیا جاتا ہے تو ہرگز قبول نہیں کرتے بلکہ کتاب اللہ اور حدیث کے دفع کرنے کیلئے حیلہ سازیاں کرتے ہیں اور تاویلیں باطلہ پیش کرتے ہیں جیسا کہ کلام ان کا شاہ ولی اللہؒ عقد الجید میں نقل کرتے ہیں:

قال یعنی ابن عبد السّلام و من اعجب العجائب ان الفقهاء المقلّدین یقف احدهم علی ضعف مأخذ امامه بحیث لا یجد لضعفه مدفعاً و هو مع ذالک یقلّده فیه و یترك من شهد له الکتاب و السّنّة و یتاولها بالتّاویلات البعیده الباطلة۔ (ابن عبدالسلامؒ نے کہا کہ بڑا تعجب ہے کہ مقلد فقیہ لوگ اپنے امام کے ایسے ضعیف ماخذ پر واقف ہوجاتے ہیں کہ جس کی کوئی توجیہ نہیں کرسکتے اور پھر بھی اس میں اپنے امام کی پیروی کئے جاتے ہیں، اور جن کے مذہب کی کتاب وسنت اور صحیح قیاس شہادت دیتے ہیں اس کو اپنے امام کی تقلید پر جم کر چھوڑ دیتے ہیں، اور قرآن و حدیث میں بلا وجہ تاویلیں گھڑتے ہیں)

حافظ الفقہ والحدیث عبدالرحمٰن بن اسماعیل ابوشامہؒ ان فقہاء مقلدین کی طرف سے جو احادیث سے مستغنی ہوکر جزئیات پر منیہ اور قنیہ کے اکتفا کررہے تھے اور حدیث کو بہت مشکل جان کر وہی عذرات، جو سابق میں نقل کرکے ان سے جواب دیا گیا ہے، پیش کرتے تھے افسوس اور تحسر کیا کرتے اور ان کی جان پر واویلا کرتے۔ چنانچہ کتاب امول میں فرماتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و قد حرّم الفقهاء فی زما ننا النّظر فی کتب الحد یث و ا لآ ثار و البحث عن فقہھا و معا نیھا و مطا لعۃ الکتب النّفیسۃ المصنّفۃ فی شروحھا و غریبھا بل افنوا زما نھم و عمر ھم فی النّظر فی اقوال من سبقھم من متأ خری الفقھاء و تر کوا النّظر فی نصوص نبیّھم المعصو م من الخطاء و آ ثار الصّحا بۃ الّذین شھدوا الو حی و عا ینوا المصطفی ﷺ و فھموا نفا ئس الشّر عیۃ فلا جر م حرم ھؤ لاء رتبۃ ا لا جتھاد و بقوا مقلّدین علی الآباء و قد کا نت العلماء فی الصّد ر الاول معذو رین فی تر ك ما لم یقفوا علیه من الحدیث لکو ن الاحادیث لم تکن حینئذ فیما بینھم مدوّ نۃ انّما کا نت تلقی من افوا ہ العلماء و ھم یتفرّ قون فی البلدا ن و قد زا ل ذالک العذر و للّه الحمد بجمع ا لا حا دیث المجتمع بھا فی کتب بوّ بو ھا و قسمو ھا و سھلوا الطّریق الیھا و بینوا ضعف کثیر مّنھا و صحته و تکلموا فی عدا لۃ الرّ جا ل و جر ح المجرو ح منھم و فی علل ا لا حا دیث و لم ید عوا للمستعمل ما یتعلل به و فسّروا القر آ ن و تکملوا فی غریبھما و فقھما و کلّ ما یتعلق بھما فی مصنّفا ت عدیدہ جلیلۃ وا لآ لا ت متھیا ت لذی طلب صا دق و ذکاء و فطانت و کذا اللغۃ و صنا عۃ العر بیۃ کل ذا لک فقد حر رہ اھله و حققوہ فا لتو صل الی ا لا جتھاد بعد الجمع و النّظر فی الکتب المعتمدۃ اذا رزق ا لا نسا ن الحفظ و الفھم و معرفۃ ا للسا ن اسھل منه قبل ذا لک ۔ (بلا شک ہمارے زمانہ میں فقہاء نے حدیث اور آ ثار کی کتابوں کو دیکھنا اوران کی شرحوں کا مطالعہ کرنا اورمعانی سمجھنا حرام ٹھہرا رکھا ہے بلکہ اپنی ساری عمر متأ خر فقہاء کے اقوال کے دیکھنے میں ضائع کرتے ہیں اور نبی معصوم کے اقوال اور وہ صحابہ کرام، جنہوں نے آ نحضرت

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کو دیکھا اور کما حقہ شریعت کو سمجھا، کے آثار کو چھوڑ رکھا ہے۔ سو ضرور یہ لوگ رتبہ اجتہاد سے محروم رہ کر اپنے بڑوں کے مقلد رہے۔ اور اگلے علماء مخفی حدیثوں کے عمل نہ کرنے میں معذور ہیں کہ اس زمانہ میں حدیثیں مجتمع نہ تھیں بلکہ حدیثیں تو لوگوں کے منہ سے سنی جاتی تھیں اور لوگ جابجا منتشر تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب یہ عذر جاتا رہا، بہ سبب اس کے کہ اب حدیثیں جمع ہو گئیں اور مسائل کے باب مقرر ہو گئے ہیں اور قوی ضعیف حدیث اور اچھے برے راوی کا حال بیان ہو گیا اور قرآن کی تفسیریں ہو گئیں اور قرآن وحدیث دونوں کی مشکلات اکثر کتابوں میں بیان ہو گئیں، اور سمجھ دار کے لئے ہر طرح کا سامان موجود ہو گیا اور اسی طرح لغت والوں نے علم لغت کو اور عربی دان لوگوں نے علم عربیت کو چھان دیا۔ سو ان کتابوں کی تالیف اور ان کو دیکھنے کے بعد اجتہاد کا رتبہ حاصل ہونا سہل ہو گیا ہے بہ نسبت اگلے عہد کے)

علی النبتیؒ ایک فقیہہ کو کہتے تھے کہ اے بیٹے بچیو اس بات سے کہ حدیث کے مخالف ہو کر رائے پر عمل کرو اور پھر کہو کہ یہ میرے امام کا مذہب ہے۔ اماموں نے تو صاف کہہ دیا ہے کہ جب ہمارے اقوال مخالف ہوں احادیث کے تو ہمارے اقوال کو چھوڑ دو۔ تو اگر تجھے امام ہی کی تقلید منظور ہے تو اس قول کو کیوں نہیں مانتا، اور دلیل یعنی حدیث پر جو متیقن ہے عمل کیوں نہیں کرتا۔ جیسا کہ امام کے قول پر اس احتمال سے کہ امام کو کوئی دلیل معلوم ہوگی، جس کی مجھ کو اطلاع نہیں، عمل کرتا ہے۔ چنانچہ شیخ شعرانیؒ مشارق الانوار القدسیہ میں فرماتے ہیں:

وسمعت سيّدی علی النبتی يقول لفقيه ايّاك يا ولدی وان تعمل برأی رأية مخالفاً لّما صحّ فی الاحاديث وتقول هذا مذهب امامی فانّ الآئمّة كلّهم تبرؤا من اقوالهم اذا خالفت صريح السّنّة وانت مقلّد لاحدهم بلا شکّ فما لک لا تقلّدهم فی هذا القول، وتعمل بالدّليل كما تعمل بقول امامک لاحتمال ان يكون له دليل لم تطلع انت عليه

(میں نے سیدی علی نبتیؒ سے سنا کہ وہ ایک فقیہ کو کہتے تھے کہ اے لڑکے اس بات سے بچ کہ مخالف حدیث کے جو رائے ہو اس پر تو عمل کرے، اور کہے کہ یہ میرے امام کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب ہے، کیونکہ سارے امام اپنے ان اقوال سے بے زار ہیں جو صریح حدیث کے مخالف پڑیں۔ اورتو ان آئمہ سے کسی کا پیرو ہے تو اس قول میں ان کی پیروی کیوں نہیں کرتا۔ اوراس یقینی دلیل (حدیث) پر جو تجھے مل گئی کیوں عمل نہیں کرتا۔ جب کہ تو آئمہ کے اقوال پر بایں احتمال عمل کرتا ہے کہ امام کو دلیل معلوم ہوگی، گو مجھے معلوم نہیں)

علامہ اکملؒ صاحب عنایہ ناقلاً امام علائیؒ سے فرماتے ہیں کہ جب کہ کسی مقلد کو دوسرا مذہب موافق حدیث کے معلوم ہو اور اپنا مذہب مخالف حدیث کے، تو اس مقلد کو چاہیے کہ اپنے مذہب سے انتقال کرے اس مذہب کی طرف جو موافق حدیث کے ہو۔ چنانچہ تقریر میں فرماتے ہیں:

وذکر الامام العلائی انه یرجح القول بالانتقال فی صورتین احدهما اذا کان مذهب غیر امام یقتضی تشدیداً علیه واخذاً بالاحتیاط والثّانیة اذا رای بخلاف مذهب امامه دلیلاً من حدیث صحیح ولم یجد فی مذهب امامه جواباً قویّاً ولا معارضاً راجحاً علیه اذ لا وجه لهجر الحدیث الصّحیح محافظة علی مذهب التزمه قلت هذا موافق لما نصّ علیه احمد والقدوری الحنفی ومشی علیه ابن الصّلاح وغیره (امام علائیؒ نے ذکر کیا کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونے کا قول دو صورتوں میں غلبہ دیا جاتا ہے۔ ایک تو جب اس کے امام کے سوا کا قول تکلیف آمیز ہو اور دوسرے اس وقت جب مذہب کے خلاف کوئی حدیث صحیح مل جائے اور اس کے مذہب میں جواب قوی نہ پایا جائے، کیونکہ اپنی مذہب کا التزام کرنے میں حدیث صحیح کے چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول موافق مقولہ احمدؒ اور قدوری حنفیؒ کے ہے اور ابن صلاحؒ وغیرہ علماء کا بھی یہی مشرب ہے)۔

فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ نے بھی اسے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ دوسری صورتوں میں انتقال کرنا واجب ہے۔ چنانچہ مغتنم الحصول میں فرماتے ہیں:

اقول یجب الفرق بین الصّورتین بانّ الانتقال فی الاولی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احتیا ط و فی الثّا نی وا جب کما ھو ظا ھر کلام العلا ئی ۔
(میں کہتا ہوں کہ واجب ہے فرق کرنا دونوں صورتوں میں، اس طرح کہ پہلی صورت میں انتقال مذہبی احتیاط ہے اور دوسری صورت میں واجب ہے۔ چنانچہ ظاہر کلام علائی کا یہی ہے)

زبدۃ المحدثین حافظ ابو محمد بن حزمؒ نے اسی قسم کی تقلید کو حرام فرمایا ہے اور حرمت اس کی دلائل سے ثابت کی ہے۔ چنانچہ نبذ الکافیہ میں فرماتے ہیں:

التّقلید حرام و لا یحلّ لاحدٍ ان یّأ خذ قول احد غیر رسول اللّٰہ ﷺ بلا بر ھا ن لقو لہ تعا لی:اتّبعوا ما انز ل الیکم من ربّکم و لا تتّبعوا من دو نہ اولیاء ، وقولہ تعالی : و اذا قیل لھم اتّبعوا ما انز ل اللّٰہ قا لوا بل نتّبع ما الفینا علیہ آبا ء نا، و قا ل تعا لی ما د حاً لمن لم یقلد ، فبشّر عبادی الّذین یستمعو ن القول فیتّبعون احسنہ ، او لئک الّذین ھدا ھم اللّٰہ و اولئک ھم او لوا الالبا ب ۔ و قا ل اللّٰہ تعا لی : فا ن تنازعتم فی شیء فر دّوہ الی اللّٰہ و الرّسو ل ان کنتم تؤ منو ن با للّٰہ و الیو م ا لآ خر۔

فلم یبح اللّٰہ تعا لی الرّدّ عند التّنا زع الی احدٍ دون القر آن و السّنّۃ و حر م بذا لک الرّدّ عند التّنا زع الی قول قا ئل لا نّہ غیر القر آ ن و السّنّۃ و قد صحّ اجماع الصّحا بۃ کلّھم اوّ لھم عن آ خر ھم و اجماع التّا بعین اوّ لھم عن آ خر ھم و اجماع تا بعی التّا بعین اوّلھم عن آ خر ھم علی ا لا متناع و المنع من ان یّقصد احد مّنھم الی قو ل انسا ن منھم او ممّن قبلھم فیأ خذ کلّہ فلیعلم من اخذ بجمیع اقوا ل ابی حنیفہ او جمیع اقوال ما لک او جمیع اقوال الشّا فعی او جمیع اقوا ل احمد ولا یتر ك شیئا من اقوال من اتّبع منھم الی قو ل غیرہ و لم یعتمد علی ما جاء فی القر آ ن و السّنّۃ غیر صا رف لذلک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الی قول انسان بعینه انه قد خالف اجماع الامّة اوّلها عن آخرها بیقین لا اشکال فیه وانّه لا یجد لنفسه سلفاً ولا اماماً فی جمیع الاعصار المحمودة الثّلاثة وقد اتّبع غیر سبیل المؤمنین نعوذ باللّٰه من هذه المنزلة ۔ انتهی علی ما فی عقد الجید

(تقلید حرام ہے اور کسی کو حلال نہیں ہے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کے قول کو بلادلیل لیوے بدلیل آیت ، اتّبعوا ما انزل الیکم من ربّکم ولا تتّبعوا من دونه اولیاء ۔ چلو اسی پر جو اترا تم کو تمہارے رب سے اور نہ چلو اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے ،

اور بہ دلیل اس آیت کے ، واذا قیل لهم اتّبعوا ما انزل اللّٰه قالوا بل نتّبع ما الفینا علیه آباءنا اور جو کہا جاتا ہے ان کو کہ چلو اس پر جو اتارا اللہ نے ، کہتے ہیں چلیں گے ہم جس پر دیکھا ہم نے اپنے بڑوں کو ۔

اور اللہ تعالی اس کی مدح میں جو تقلید نہ کرے فرماتا ہے: فبشّر عبادی الّذین یستمعون القول فیتّبعون احسنه ، اولئک الذین هدا هم اللّٰه و اولئک هم اولوا الالباب تو خوشی سنا میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات اور پھر چلتے ہیں اسکے نیک پر ، وہی ہیں جن کو راہ دی اللہ نے اور وہی ہیں عقل والے ۔

اور اللہ تعالی فرماتا ہے ، فان تنازعتم فی شیءٍ فردّوه الی اللّٰه و الرّسول ان کنتم تؤمنون باللّٰه والیوم الآخر ۔ پھر اگر جھگڑو تم کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو اللہ اور رسول کی طرف ، اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر ، اور آخرت کے دن پر ، ۔

سو اللہ تعالی نے جھگڑے کے وقت رجوع سوا قرآن اور حدیث کے کسی طرف مباح نہیں کیا اور اسی سے جھگڑے کے وقت کسی قائل کے قول کی طرف رجوع کرنا حرام ہو گیا اس لئے کہ وہ قرآن اور حدیث کے مغائر ہے ، اور بے شک تمام صحابہ کا اجماع اول سے آخر تک اور تابعین کا اجماع اول سے آخر تک اور تبع تابعین کا اجماع اول سے آخر تک اس تقلید سے باز رکھنے پر اور منع کرنے پر ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی شخص

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے میں سے کسی انسان کے قول یا اپنے سے پہلے کے قول کی طرف قصد کرے، پھر وہ تمام اقوال کو لیوے، سو جس شخص نے امام ابوحنیفہؒ کے سارے قول یا امام مالکؒ کے سارے قول یا امام شافعیؒ کے سارے قول یا امام احمدؒ کے سارے قول لئے، اور ان میں سے یا ان سے علاوہ اپنے مقتداء کا قول چھوڑ کر غیر کا قول نہیں لیتا، اور جو قرآن اور حدیث میں آیا ہے اس پر اعتماد نہیں کرتا، جب تک کہ اسے کسی انسان معین کے قول کے موافق نہ کر لے، تو وہ خوب سمجھ لے کہ اس نے تمام امت اول سے آخر تک کا یقیناً خلاف کیا، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، اور وہ اپنے واسطے محمود زمانوں نہ کوئی پیشوا پائے گا نہ امام۔ سو اس نے بے شک مؤمنوں سے الگ راہ اختیار کی۔ اس درجہ سے خدا کی پناہ ہے)۔

اور وجہ محمول ہونے اس کلام کی تقلید بمعرض نصوص پر ظاہر ہے اس لئے کہ مطلق تقلید کو جو کہ لاعلمی کے وقت کی جاوے اور اس میں مخالفت احادیث کی نہ ہو، کوئی ممنوع یا شرک نہیں کہتا۔ اسی واسطے جناب شاہ ولی اللہؒ، امام ابن حزمؒ کے اس کلام کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ کلام ابن حزمؒ کا اسی شخص کے حق میں ہے جو قرآن اور حدیث کے استنباط سے بھاگے اور ایک مسئلہ بھی حدیث سے استنباط نہ کرے اور نہ کسی اہل حق کو کرنے دے، یا اس کے حق میں ہے جس کو کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف مل جاوے اور وہ منسوخ بھی نہ ہو، پھر وہ شخص امام کی اتباع کو نہیں چھوڑتا اور حدیث کو ہرگز ہرگز نہیں قبول کرتا، تو یہ خصلت ہے منافقوں کی اور احمقوں کی۔ چنانچہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

انّما یتم (یعنی کلام ابن حزم) فیمن له ضرب من الاجتهاد و لو فی مسئلة واحدة و فیمن ظهر علیه ظهوراً بیّناً انّ النّبیّ ﷺ امر بکذا او نهی عن کذا و انّه لیس بمنسوخ امّا بان تتبع الاحادیث و اقوال المخالف و الموافق فی المسئلة فلا یجد لما نسخاً او بان یّری جمّاً غفیراً من المتبحّرین فی العلم یذهبون الیه یری المخالف له لا یحتج الّا بقیاس و استنباط او نحو ذالک فحینئذ لا سبب لمخالفة حدیث النّبیّ ﷺ الا نفاق خفیّ او حمق جلیّ و هذا هو الّذی اشار الیه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الشّیخ عزّ الدّ ین بن عبد السّلام حیث قا ل و من عجب العجائب انّ الفقهاء المقلّد ین یقف احد هم علی ضعف مأ خذ اما مه بحیث لا یجد لضعفه مد فعاً و هو مع ذا لک یقلّده فیه و یتر ك من شهد له الکتا ب و السّنّة و الا قسیة الصّحیحة لمذ هبهم جموداً علی تقلید اما مه بل یتحیل لدفع ظاهر الکتاب و السّنّة و یتأ و لها بالتّاویلا ت البعیدة البا طلة (یہ ابن حزمؒ کا قول اس شخص کے حق میں پورا ہوتا ہے جس کو کچھ اجتہاد حاصل ہے اگر چہ ایک ہی مسئلہ میں ہو، اور اس کے حق میں ہے جس پر خوب ظاہر ہو جاوے کہ نبی ﷺ نے یہ امر فرمایا ہے اور اس امر سے منع کیا ہے اور یہ منسوخ نہیں ہے ۔ یا تو احادیث کی جستجو اور مسائل میں مخالف اور موافق اقوال کی تلاش سے ظاہر ہو جاوے کہ اس کا نسخ کہیں نہیں ہے، یا اس طور سے کہ وہ متبحر علماء کے گروہ کثیر کو دیکھتا ہے کہ سب نے اس حدیث کو اختیار کر رکھا ہے اور اس کا مخالف صرف قیاس یا استنباط وغیرہ کو دلیل بنا رہا ہے ۔ اس صورت میں حدیث نبوی ﷺ کی مخالفت کا سوائے نفاق باطنی اور حماقت ظاری کے اور کوئی سبب نہیں ۔ اور یہ وہی مضمون ہے جس کی شیخ عزالدینؒ ابن عبدالسلامؒ نے اشارہ کیا ہے، چنانچہ کہا ہے کہ

نہایت تعجب خیز بات ہے کہ بعض مقلد فقہاء اپنے امام کی ایسی ضعیف بات پر اتنے واقف ہوتے ہیں کہ اس کا کوئی جواب نہیں پاتے ، اس کے باوجود اس مسئلہ میں اس کی تقلید کئے جاتے ہیں اور جن کے مذہب پر کتاب وسنت اور صحیح قیاس شاہد ہوں ، اس کو اپنے امام کی تقلید پر جمود کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں ۔ بلکہ ظاہر کتاب و سنت تک کو ٹالنے کے لئے حیلہ سوچتے ہیں او اپنے امام کی طرف داری کے لئے دور دراز کی باطل تاویلیں اختراع کرتے ہیں)

اور حضرت شاہ ولی اللہؒ ایک جگہ یہ فرماتے ہیں کہ فقہاء کی تفریعات کو کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ پر عرض کر کے جو موافق قرآن وحدیث کے دیکھو اس کو قبول کرو اور جو مخالف قرآن اور حدیث کے ہو وہ متاع بد اور کھوٹی ہے، اس کو انہیں کی ریش پر دے مارو اور ایسے فقہاء متقشفہ سے جنہوں نے تقلید کو دست آویز بنا کر قرآن وحدیث میں غور اور تتبع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو ترک کر رکھا ہے، التفات مت کرو، اور ان سے دور رہنے میں خدا کی قربت سمجھو۔ چنانچہ رسالہ وصیۃ اور نصیحہ میں فرماتے ہیں:

ودائماً تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنت عرض کردن آنچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند دادن۔ امت را بہ ہیچ وجہ از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغناء حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہاء را کہ تقلید عالمے را دست آویز ساختہ تتبع کتاب وسنت را ترک کردہ نہ شنیدن وبدیشاں التفات نہ کردن وقربت خدا جستن بدوری ایں ہا۔

اور عقد الجید میں فرماتے ہیں کہ جو کوئی کسی امام کی تقلید کو اپنے ذمہ پر لازم سمجھ کر التزام کر لے اور اس امام کو ایسا سمجھے کہ وہ خطا سے پاک ہے اور اسی جہت سے کوئی حدیث صحیح، مخالف قول اپنے امام کے دیکھ کر حدیث کو قبول نہ کرے، تو یہ عقیدہ اس کا فاسد اور یہ قول اس کا کھوٹا ہے۔ کوئی اس کا گواہ نہیں، نہ عقل سے اور نہ نقل سے، اور ایسے ہی شخص کے حق میں یہ آیت وارد ہے:

انّا وجدنا آباءنا علی امّۃ وانّا علی آثارھم مقتدون۔ اور پہلے دینوں میں جو فساد ہوا ہے تو اسی عقیدہ سے ہوا ہے چنانچہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

والوجه الثّانی ان یّظنّ بفقیه انّه بلغ الغایة القصوی فلا یمکن ان یّخطیء فمهما بلغه حدیث صحیح صریح یخالف مقاله یترك او ظنّ انّه لمّا قلّده کلفه اللّٰه بمقاله کالسفیه المهجور علیه فان بلغه حدیث واستیقن بصحّته لم یقبله لکون ذمّته مشغولة بالتّقلید فهذا اعتقاد فاسد وقول کاسد لیس له شاهد من النّقل والعقل وما کان احد من القرون السّابقة یفعل ذالک وقد کذب فی ظنّه من لیس بمعصوم من الخطاء معصوماً حقیقة او معصوماً فی حقّ العمل بقوله وفی ظنّه انّ اللّٰه تعالی کلّفه بقوله وان ذمّته مشغولة بتقلیده وفی مثله نزل قوله تعالی وانّا علی آثارهم مقتدون۔ وهل کان تحریفات الملل السّابقة الا من هذا الوجه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(اور دوسری قسم یہ ہے کہ کسی فقیہ کے حق میں یہ گمان کر لے کہ یہ نہایت اونچے درجے پر پہنچ گیا ہے اور ممکن نہیں کہ یہ خطا کرے۔ پھر جب اس مقلد کو صحیح صریح حدیث ایسی ملی کہ اس فقیہہ کے قول کے خلاف ہو تو قول کو نہیں چھوڑتا۔ یا یہ خیال کرتا ہے کہ جب میں اس کا مقلد ہو گیا تو میرے حق میں اللہ کا حکم اسی کا قول ہے۔ یہ مقلد ایسا ہے جیسا سفیہہ مجھور۔ جب اسے حدیث ملتی ہے اور اس کی صحت کا یقین بھی کر لیتا، تب بھی اپنے ذمہ کو تقلید سے متعلق سمجھے اور حدیث کو قبول نہیں کرتا۔ سو یہ اعتقاد فاسد ہے۔ اس کا عقل و نقل سے کوئی شاہد نہیں ہے۔ اور قرون سابقہ میں کوئی ایسا نہ کرتا تھا۔ اور اس نے اپنے گمان کاذب میں خطا سے غیر معصوم کو حقیقی معصوم یا اس کے قول پر عمل کرنے میں معصوم ٹھہرا لیا ہے۔ اور اس کے گمان میں یہ ہے کہ اللہ کا حکم اسی فقیہہ کا قول ہے اور اس کا ذمہ اسی فقیہ کی تقلید سے متعلق ہے۔ ایسے ہی کے مقلد کے حق میں یہ آیت اتری ہے و انّا علی آثار هم مقتدون (ہم انہی کے نشان قدم پر چلتے ہے) اور کیا ملل سابقہ کی تحریفات اسی وجہ کی نہیں تھیں؟)

تو اب غور کرو کہ ایسی تقلید کو کتنے بڑے اکابر نے شرک کہا ہے۔ اور کتنوں نے اس کی مذمت کی ہے۔ پس اگر جناب مؤلف (تنویر الحق) ایسی تقلید کے شرک کہنے والوں کو جاہل جانتے ہیں تو پھر عالم کون ہوگا؟ اور معلوم نہیں کہ جناب مؤلف اس پر کیا دلیل رکھتے ہیں؟ مجرد قول جس میں اتنے بڑے اکابر پر جہل کا دعوی کیا ہے، کس طرح سنا جائے؟ اور جو مؤلف نے اس دعوی پر آیات اور حدیث اور بزعم خود اجماع کو نقل کیا ہے ان سے مطلق تقلید وقت لاعلمی کے ثابت ہوتی ہے، نہ یہ تقلید جس کا شرک ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ فافہم

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور دوسری بات اس اجماع مذکور سے یہ بھی نکلی کہ باطل ہے یہ قول نادانوں کا بھی کہ کہتے ہیں اللہ تعالی نے نہیں حکم کیا ہم کو ابو حنیفہؒ کی اتباع کرنے کا اور نہ کسی کا، بلکہ ارشاد کیا ہے ہم کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے کا۔

اقول (یعنی سید نذیر حسین)۔ قائل اس قول کے ایک تو شاہ ولی اللہؒ ہیں جیسا کہ رسالہ قول سدید میں فرماتے ہیں:

اعلم انّه لم یکلّف اللّه تعالی احداً مّن عباده بان یّکون

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حنفیّاً او ما لکیّاً او شا فعیاً او حنبلیاً بل او جب علیھم الا یمان بما بعث بہ سیّد نا محمداﷺ

(اللہ نے کسی کو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی، بلکہ ان پر واجب کیا ہے کہ جن احکام کو آنحضرت ﷺ لائے ہیں، وہ ان پر ایمان لاویں)

اور ایک ملاعلی قاریؒ ہیں، چنانچہ شرح عین العلم میں فرماتے ہیں:

و من المعلوم انّ اللّٰہ سبحا نہ و تعا لی ما کلّف احداً ان یّکو ن حنفیّاً او ما لکیاً او شا فعیاً او حنبلیاً بل کلّفھم ان یّعملوا با لسّنّۃ ان کا نوا علماء او یقلّدوا علماء ان کان جھلاء

(یہ بات معلوم ہے کہ اللہ نے کسی کو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی، بلکہ یہ تکلیف دی ہے کہ حدیث پر عمل کریں اگر عالم ہیں، اور اگر انجان ہیں تو علماء کی پیروی کریں)

اور شیخ ابن الہمامؒ نے اور علامہ ابن امیر حاجؒ نے اور علامہ سید باد شاہؒ نے اور شیخ ابن الحاجبؒ نے اور قاضی عضدالملۃؒ نے اور صاحب مسلم الثبوت، محبّ اللہ بہاریؒ نے اور مولانا بحرالعلوم عبدالعلی لکھنویؒ نے اور صاحب مغتنم فاضل قندھاریؒ نے اور بہت سے علماء خلف اور سلف نے بھی کہا ہے کہ اللہ تعالی نے کسی کو حکم نہیں کیا کہ ایک ہی امام کی آئمہ مجتہدین میں سے تقلید کرے جیسا کہ مبحث تقلید شخصی میں عنقریب سب کے کلاموں کو نقل کیا جائے گا، تو غرض سب کی یہی ہے کہ اللہ تعالی نے کسی کی تخصیص نہیں کر دی، بلکہ عموماً اہل ذکر حق کا اتباع ناواقف پر واجب کیا ہے اور یہ دعوی ان حضرات کا بدیہی ہے اور ازالہء خطا کا اس سے مبحث تقلید شخصی میں کیا جائے گا۔ یہ معلوم نہیں کہ جناب مؤلف کس دلیل سے ان سب حضرات کو نادان کہتے ہیں۔

قال (مؤلف تنویرالحق)۔ اور نام رکھتے ہیں اپنا فرقہ محمدیہ جیسے کہ نام رکھتے ہیں معتزلہ اپنا اہل توحید۔

اقول۔ یہ ایک اور چوٹ ہے مولوی اسماعیل دہلویؒ پر اس لئے کہ انہوں نے ایضاح الحق میں ہدایت کی ہے کہ اپنا شعار محمدیہ خالصہ مقرر کر لینا چاہیے۔ چنانچہ عنقریب کلام تمام ان کا نقل کیا جائے گا۔ تو افسوس ہے کہ مولوی اسماعیل دہلویؒ کہ جس کی سعی سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالی ایک عالم کو راہ راست پر کر دیا، معتزلی ہوں اور جناب مؤلف (تنویر الحق) سنّی ۔

جواب اس کا لائق جناب مؤلف کے تو یہی تھا کہ ان کا بھی کوئی ایسا ہی لقب متعین کر کے اس کو ثابت کرتے، لیکن سبّ وشتم سن کر خاموش رہنا اور صبر کرنا طریق اہل اللہ کا ہے۔ رزقنا اللّٰہ اقتفاء اثرھم: قال اللّٰہ تعالی

فاصبر کما صبر اولو العزم۔ (احقاف: ۳۵)

وقال اللّٰہ تعالی:

فاصبر علی ما یقولون وھجرھم ھجراً جمیلاً۔ (مزمل: ۱۰)

روایات اکابرین در عدم التزام مذہب معین

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور تیسری بات اس اجماع سے یہ نکلی کہ ثابت ہوئی تقلید بطریق تعیین مذہب معین کے اور باطل ہوئی تقلید بطریق عدم تعین کے، اس پر ثبوت تقلید کا بطریق تعین کے پس اس سبب سے کہ جب منعقد ہوا اجماع اہل سنت والجماعت کا اور اجماع آئمہ اربعہ کا اوپر نہ عمل کرنے اس عمل کے کہ مخالف ہوا آئمہ اربعہ کے تو ثابت ہوئی ان دونوں اجماعوں سے تقلید مذہب معین، اسلئے کہ یہ ایک فرد ہے افراد ان دونوں اجماعوں کے سے۔

اقول۔ یہ ایک اور چوٹ ہے مولوی اسماعیل دہلویؒ پر کیونکہ انہوں نے اس تقلید کو بدعت اور شعبہ رفض کا کہا ہے۔ چنانچہ عنقریب کلام ان کا آوے گا۔ اور حق بھی یہی ہے کہ وجوب تقلید مذہب معین پر کوئی دلیل شرعی کتاب اللہ یا حدیث یا اجماع یا قیاس سے نہیں۔ اور نہ کوئی نقل کسی مجتہد یا فقیہہ متقدم معتمد علیہ سے، اور ظاہر ہے کہ جناب مؤلف نے بھی کوئی دلیل شرعی نہیں لکھی، مگر یہی کہ جب کہ چار مذہب کی تخصیص ثابت ہوئی تو ایک مذہب کی بھی ثابت ہوگئی۔ تو یہ دلیل ایسی ہے کہ قابل التفات اور جواب کے نہیں۔ کیونکہ یہ تو ایسی بات ہوئی کہ جب کہ چار جفت ہوئے تو ایک بھی جفت ہوگیا۔

اور بطلان اس ملازمۃ کا ظاہر ہے ہر عاقل پر، اور قطع نظر اس بطلان صریحی سے بنا اس کی تخصیص پر مذاہب اربعہ کی ہے اور اس کا حال بوجہ احسن معلوم ہو چکا ہے، تو دعوی وجوب تقلید مجتہد معین کا بے دلیل ہوا۔ اس لئے اس دعوی کو ہم نہیں مانتے۔ بلکہ ہم

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

دعوی کرتے ہیں کہ واجب جان کرایک مجتہد کی تقلید کرنا بدعت ہے اور حرام۔ اور حرمت اس کی ثابت ہے کتاب اللہ سے اور حدیث سے اوراجماع سے اور اس قیاس سے جس کو جمہور دلالۃ النص کہہ کرتعبیر کرتے ہیں، اورامام رازیؒ قیاس نام رکھتے ہیں۔ اورتمام اکابر سلف اورخلف کی تصریحات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عدم التزام مذہب معین طریق عمل ہے قرون ثلاثہ کا، تو بہ نظراسی تعامل قرون ثلاثہ کے ہمارے آئمہ ثلاثہ نے فرمایا ہے کہ عدم التزام مذہب معین مقلد کو درست ہے۔

پس پہلے اقاویل سلف نقل کئے جاتے ہیں، اس کے بعد دلائل کتاب اللہ اور حدیث اوراجماع اور قیاس بیان کئے جائیں گے۔اس واسطے کہ ان دنوں میں نقل روایت سے لوگ بہت مطمئن ہوتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین سے مروی ہے کہ جوشخص اپنی عورت کے کسی حادثہ میں مبتلا ہو اوراس نے حکم اس حادثہ کا کسی فقیہ سے پوچھا، اورفقیہ نے ایک حکم کہہ دیا کہ تیری عورت تجھ پرحلال ہوئی یا حرام ہوئی، تو اس شخص نے اس حکم کو اس حادثہ میں جاری کر دیا۔مثلاً اس عورت کو حرام سمجھ کرچھوڑ دیا۔ پھر وہی حادثہ اس کو دوسری عورت میں پیش آیا، تو اس نے اسی فقیہ سے یا دوسرے سے حکم پوچھا،تو اس فقیہ نے یا دوسرے نے اب ایک اورحکم، مخالف پہلے حکم کے دیا، مثلاً اس عورت کوحلال کہہ دیا، تو اب اس شخص مبتلا کو اختیار ہے، چاہے تو اس دوسرے حادثہ میں پہلے فقیہ کی تقلید کرے، چاہے دوسرے فقیہ کی تقلید کرے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں کہا ہے:

و فی نوا در داؤد بن رشید عن محمد فی ر جل لیس بفقیه ابتلی بنا زلة فی المرأة فسئل عنها فقیهاً فا فتاه با مر من تحریم او تحلیل فعز م علیه و امضاه ثمّ افتا ه ذا لک الفقیه بعینه او غیره من الفقهاء فی امرأة اخری له فی عین تلک النّا زلة بخلاف ذا لک فا خذ به و عز م علیه وسعه الامرا ن جمیعاً و لو کا ن هذا الرّ جل سأ ل بعض الفقهاء عن نا زلة فا فتاه بحلا ل او حرا م فلم یعزم علی ذالک فی زو جته و ترك فتوی ا لاوّل و سعه ذا لک و لو کا ن امضی قو ل ا لاوّل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فی زوجته و عزم علیه فیما بینه و بین امرأته ثمّ افتاه فقیه آخر بخلاف ذالک لا یسعه ان یدع ما عزم علیه و یاخذ بفتوی الآخر قال محمّد و ھذا کله قول ابی حنیفه و ابی یوسف و قولنا

(نوادر ابن رشید میں امام محمدؒ سے روایت ہے ایسے شخص کے حق میں کہ جو انجان ہے اور اسے ایک عورت کے باب میں ایک مسئلہ درپیش آیا اور اس نے کسی عالم سے پوچھا اور اس نے کچھ فتوی دیا حرام یا حلال اور اس شخص نے اس پر عمل کر لیا۔ پھر اسی عالم نے یا کسی اور نے ایک دوسری عورت کی نسبت اسی صورت میں اور طرح کا فتوی دیا اور اس نے اس پر بھی عمل کر لیا تو اس شخص کے لئے دونوں امر جائز ہیں۔ اور اگر اس شخص نے کسی عالم سے ایک مسئلہ میں فتوی پوچھا اور اس نے حرام حلال کا کچھ فتوی دیا اور اس نے اس پر اپنی زوجہ کی نسبت عمل نہیں اور وہ فتوی بلا عمل چھوڑ یا تو اس کے لئے یہ روا ہے۔ اور اگر اس فتوی پر عمل کر چکا ہے اور دوسرے عالم نے اسی عورت خاصہ کی نسبت اور فتوی دیا تو دوسرے پر عمل جائز نہیں۔ امام محمدؒ نے کہا یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اور ہمارا قول ہے)

جناب مؤلف (تنویر الحق) نے اس روایت کو باب ثانی کے اخیر میں نقل کر کے اس سے دو وجہ سے جواب دیا ہے:۔

وجہ اول یہ کہ اس عبارت میں وسعه الامران سے مراد یہ ہے کہ گنجائش ہے سائل کو نفاذ اس حکم کا، اور نفاذ حکم سے جواز اس فعل کا لازم نہیں آتا۔

وجہ دوسری یہ کہ یہ عبارت علی العموم تو نہیں، خواہ مخواہ روافض وخوارج مستثنی ہونگے اور اہل سنت متعین ہوں گے، اور جب کہ ایک دفعہ تخصیص ہو چکی تو اب ہم کہتے ہیں کہ اس میں دوسرے فقیہ سے مجتہد فی المذہب مراد ہے۔ تمّ جوابه بکلا الوجھین۔

☆ سو جواب وجہ اول کا یہ ہے کہ لفظ امران سے جو تثنیہ کا صیغہ ہے ارادہ نفاذ مفرد کا خلاف نقل اور عقل کے ہے۔ اور علاوہ اس کے وہ نفاذ وسعت میں سائل کے کہاں ہے۔ اور چاہیے وہ دو امر جو سائل کی وسعت میں ہوں کما تقتضیه قوله وسعه الامران۔ اور وہ دو امر نہیں ہیں مگر عمل کرنا پہلے فقیہ کے فتوی پر، اور عمل کرنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرے فقیہ کے فتوی پر۔ فافہم۔

☆ اور وجہ ثانی کا جواب یہ ہے کہ تخصیص پر اہل سنت کی تو یہ باعث ہے کہ روافض و خوارج اہل حق نہیں ہیں نزدیک اہل سنت کے، تو اس تخصیص سے تخصیص مجتہد فی المذہب کی کس طرح بلا قرینہ اور بلا باعث کی جاوے؟ اور جو کہ مؤلف نے جامعین فتاوی عالمگیری کے کلام کو قرینہ قرار دیا ہے وہ مفید نہیں کیونکہ قرینہ مخصص اس قول میں قائلین یعنی امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا کلام ہونا چاہیے۔

☆ ۲۔ امام مجتہد شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں کہ جب کوئی مقلد کسی مسئلہ میں کسی امام کی تقلید کر لے تو اس کو یہ ضروری نہیں کہ دیگر مسائل میں بھی اسی امام کی تقلید کا التزام کرے کیونکہ زمانہ صحابہ سے لے کر زمانہ اصحاب مذاہب تک یہی طریق عمل تھا کہ بدون تخصیص ایک مذہب کے تقلید کیا کرتے۔ چنانچہ سید بادشاہؒ شرح تحریر ابن الہمامؒ میں فرماتے ہیں:

افتی الشّیخ المتّفق علی علمه و صلا حه العلا مة عز الدّ ین بن عبد السّلام فی فتاواه لا یتعیّن علی العا می اذا قلّد اما ماً فی مسئلة ان یّقلّده فی سا ئر مسا ئل الخلا ف لا نّ النّاس من لد ن الصّحا بة الی ان ظهر ت المذا هب یتسا ءلو ن فیما یستنح لهم العلماء المختلفین من غیر نکیر۔ انتهی کلا م السّیّد بنوع من الا ختصار و یجیء تما مه عنقریب۔

(شیخ عزالدین ابن عبدالسلامؒ، جن کے علم اور صلاحیت کا سب کو اقرار ہے، نے اپنے فتاوی میں یہ فتوی دیا ہے کہ عامی جب کسی مسئلہ میں کسی مجتہد امام کی تقلید کر لے تو اس پر متعین نہیں ہوتا کہ بقیہ تمام مسائل خلافیہ میں اس کی تقلید کرے۔ کیونکہ تمام لوگ عہد صحابہ سے مذاہب کے ظاہر ہونے تک اپنی ضرویات میں بلا روک ٹوک علماء مختلف سے فتوی لیتے رہے ہیں)

اور مولانا شاہ ولی اللہؒ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

و قا ل الشّیخ ابن عبد السّلام لم یز ل النّاس یسئلون من اتّفق من العلماء من غیر تقیید بمذ هب و لا انکار علی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احدٍ مّن السّائلین الی ان ظھرت المذاھب و متعصبوھا من المقلّدین

(شیخ عبدالسلامؒ نے کہا کہ لوگ ہمیشہ بلا قید مذہب جس عالم سے اتفاق پڑ گیا فتوی لیتے رہے ہیں اور کوئی مانع نہیں ہوا یہاں تک کہ مذہبوں کی ہٹ دھرمی پیدا ہوئی)

☆ ۳۔ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے یہ بات، جو ابن عبدالسلامؒ نے کہی ہے، ایک جماعت عظیمہ سے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ عدم التزام مذہب معین ایسا متفق علیہ ہوگیا ہے جس کا خلاف درست نہیں یعنی بحکم آیت

و یتبع غیر سبیل المؤ منین نو له ما تو لی و نصله جهنم و سا ئت مصیراً (نساء: ۱۱۵)

(اور پیروی کرے خلاف راہ مسلمانوں کی، متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہوا ہے، اور داخل کریں گے ہم اس کو جہنم میں۔ اور بری جگہ ہے پھر جانے کی)۔

چنانچہ مولانا شاہ ولی اللہؒ، عقدالجید میں فرماتے ہیں:

ثمّ نقل (یعنی الشّیخ عبد الوھّا ب الشّعرانی) عن جماعت عظیمة مّن العلماء المذا ھب انّھم کا نوا یعملون و یفتون بالمذا ھب من غیر التزا م مذھب معین من زمن اصحاب المذاھب الی زما نه علی و جه یقتضی کلا مه انّ ذا لک امر لم یزل العلماء علیه قدیماً و حدیثاً حتّی صار بمنز لة المتّفق علیه فصار سبیل المؤ منین الّذی لا یصحّ خلا فه ۔

(اور شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے ایک عظیم جماعت سے نقل کیا کہ فتوی دیتے تھے اور عمل کرتے تھے بغیر کسی مذہب معین کا التزام کئے اصحاب مذاہب سے لے کر ان (شیخ شعرانی) کے زمانہ تک۔ شیخ کے کلام کا مقتضی یہ معلوم ہوتا ہے کہ علماء سلف اور حال ہمیشہ سے اسی طریق پر ہیں۔ یہاں تک کہ یہ امر متفق علیہ اور گویا مسلمانوں کا ایسا طریق ہوگیا ہے کہ اس کا خلاف صحیح نہیں)

☆ ۴۔ شیخ کمال الملۃ محقق ابن الہمامؒ، جن کی رفعت شان اور علو مکان سے سب اہل علم واقف ہیں، فرماتے ہیں کہ جب کوئی کسی مسئلہ میں کسی مجتہد کی تقلید کرے تو اس کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درست ہے کہ دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی تقلید کرے۔ کیونکہ یقیناً معلوم ہے کہ سب لوگ قرون اولی میں کبھی کسی کی تقلید کرتے، کبھی کسی کی تقلید کرتے۔ اور اگر کوئی اپنے نفس پر خود بخود التزام کرے کہ میں ایک ہی مذہب کی تقلید کروں گا، تو اس کے حق میں تین قول ہیں ۔اول یہ کہ اس کو التزام لازم ہے ۔ دوسرا یہ کہ لازم نہیں۔ اور تیسرا یہ کہ التزام اور عدم التزام برابر ہیں۔ اور یہی غالب ہے او پر ظن کے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

لا یرجع عمّا قلّد فیه اتّفاقاً ۔ هل یقلّد غیره فی غیره المختار نعم للقطع با نّهم کا نوا یستفتو ن مرّة وا حداً و مرةً غیره غیر ملتزمین مفتیاً وا حداً فلو التز م مذ هباً معیناً کا بی حنیفه او الشّا فعی فقیل یلزم، و قیل لا ، و قیل مثل من لم یلز م و هو الغا لب علی الظّن

(نہ رجوع کرے بالاتفاق اس مسئلہ میں جس میں عمل کر چکا ۔ رہی یہ بات کہ اور دوسرے مسئلہ میں مجتہد دیگر کی تقلید کرے، تو جواب اس کا مذہب مختار پر یہی ہے کہ ہاں کرے بہ سبب یقینی ہونے اس بات کے کہ لوگ بغیر التزام مذہب معین کے فتوی پوچھتے آئے ہیں، اور اگر کوئی التزام کرے ایک مذہب کا جیسے حنفی یا شافعی کا، تو کہا گیا ہے کہ لازم نہیں، اور کہا گیا ہے کہ ہاں التزام کرے، اور التزام نہ کرے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ التزام اور عدم التزام یکساں ہیں اور یہی بات جی کو لگتی ہے)۔

تنبیہ ۔ قو له لا یر جع عمّا قلّد ۔معنی اس کے یہ ہیں کہ جس حادثہ معینہ میں تقلید کر چکا ہے اس حادثہ خاص میں رجوع نہ کرے، اگر چہ اسی مسئلہ میں دوسرے حادثہ میں اور دوسرے وقت میں رجوع کرلے، جیسا کہ حسن شرنبالی حنفیؒ، سید علی السمہو دیؒ، سید ابن العابدینؒ، سید احمد طحطاویؒ، سید بادشاہؒ شارح تحریر اور فاضل قندھاریؒ نے خوب دلائل اور تفصیل سے لکھا ہے جیسا کہ مبحث رجوع بعد العمل میں آئیگا، ان شاء اللّٰہ

☆ ۵۔ سید بادشاہؒ شارح تحریر نے بھی ایسا ہی کہا ہے کہ صحابہ کے زمانہ سے لے کر آج تک یہی حال اور مسلک چلا آیا ہے کہ کبھی کسی کی تقلید کرتے اور کبھی کسی کی بدون انکار کے، اور ان تینوں قولوں میں سے اس قول کو کہ التزام سے بھی لزوم نہیں ہوتا، خوب دلائل سے ثابت کیا ہے، تو کہ خصم کو گنجائش اختیار کرنے قول اول کی، یعنی لزوم کی نہ رہے ۔اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہا ہے کہ یہ تین اقوال اس شخص کے حق میں ہیں جو از خود ایک مذہب کا التزام کرلے۔ اور جو کوئی سرے ہی سے التزام نہ کرے تو اس پر بالاتفاق تعیین مذہب معین کی لازم نہیں، بدلیل اجماع صحابہ و من بعد ھم کے۔ اور کہا ہے کہ عامی محض کو تو تعین مذہب کی سراسر بے معنی اور باطل ہے، اس لئے کہ اس کو مذہب سے کیا خبر؟ اور اس کے اصول اور قواعد سے کیا اطلاع؟ پھر اس کا یہ قول کہ میں حنفی ہوں یا شافعی ہوں، ایسا ہوگا جیسا کہ کہے میں نحوی ہوں۔

چنانچہ شرح تحریر مختصر الشرح ابن امیر حاج میں فرماتے ہیں:

لا یر جع المقلّد فیما قلّد فیه من احکا م المجتهدین ای عمل به تفسیر لقلد و الضمیر المجرور را جح الی المو صو ل اتفا قاً نقل الآ مدی و ابن الحا جب ا لا جماع علی عدم جواز الرّجوع المقلّد فیما قلّد فیه

و قا ل الزّ ر کشی لیس کما قا لا ففی کلام غیر هما ما یقتضی جر یا ن الخلا ف لعدم العمل ایضاً۔ و هل یقلّد غیره ای غیر من قلّده فی حکم غیره ای غیر الحکم الّذی عمل به اوّ لاً۔ المختار فی الجوا ب نعم للقطع با لا ستقراء با نّهم ای المستفتین فی کلّ عصرٍ مّن زمن الصّحا بة الی ا لآ ن کانوا یستفتو ن مرةً وا حداً من المجتهدین و مرةً غیره ای غیر المجتهد ا لاوّل حا ل کو نهم غیر ملتز مین مفتیاً وا حداً و شا ع ذا لک من غیر نکیر و هذا اذا لم یلتز م مذ هباً معیّناً فلو التز م مذ هباً معیّناً کا بی حنیفه او الشّا فعی فهل یلز م الا ستمرار علیه فلا یقلّد غیره فی مسئلة من المسا ئل ام لا فقیل یلز م کما یلز م ا لا ستمرار فی حکم حا دثة معیّنة قلّده فیه لا نه اعتقد انّ مذ هبه حق ّ فیجب علیه العمل بموجب اعتقا ده و قیل لا یلز م و هوا لا صحّ لا نّ التزا مه غیر ملز م اذ لا وا جب ا لّا ما او جبه اللّٰه و رسو له و لم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يوجب على احد ان يّتمذ هب بمذ هب رجل مّن الا ئمّة فيقلّد
ه فی کلّ ما یأ تی و یذر غیره و التزا مه لیس بنذ ر حتی یجب
الو فاء به قلت و لو نذره لا یلز مه کما لا یلز م البحث عن
الاعلم و اسد المذاهب علی المعتمد قا له السّیّد السمهودی
و قا ل ابن حز م انّه لا یحلّ لحا کم و لا مفت تقلید ر جل
فلا یحکم و لا یفتی الّا بقو له و قول ابن حز م لو یؤ خذ به و
هو کما حکی عنه من دعواه ا لا جماع علی ان متتبع
الرّخص فاسق و هو مردود بما افتی به الشّیخ المتّفق علی
علمه و صلا حه العلا مه عزّ الدّ ین بن عبد السّلام فی فتاواه
لا یتعیّن الی العا می اذا قلّد اماماً فی مسئلة ان یقلّده فی
سائر مسا ئل الخلاف لا نّ النّاس من لد ن الصّحا بة الی
ان ظهرت المذا هب یسئلو ن فیما یستنح علیهم العلماء
المختلفین من غیر نکیر و سواء اتّبع الرّ خص فی ذا لک او
العزا ئم لان من جعل المصیب وا حداً و هو الصّحیح لم
یعینه و من جعل کل مجتهد مصیباً فلا انکار علی من قلّد
فی الصّوا ب او قا ل ایضاً و اما ما حکا ه بعضهم عن ابن
حزم حکایة ا لا جماع علی منع تتبع الرّ خص من المذا هب
فلعلّه محمو ل علی من تتبعها من غیر تقلید لمن قا ل بها
او علی الرّ خص المر کبة فی الفعل الوا حد کذا فی العقد
الفرید فی احکام التّقلید للسّیّد علی السّمهو دی الشّا فعی
بل قیل لا یصحّ للعا می مذ هب لا نّ المذ هب لا یکو ن ا لا
لمن له نو ع نظر و بصیرة با لمذ هب او لمن قرء کتا باً فی
فروع مذ هب و عرف فتاوی اما مه و اقواله وا ما من لم یتا
هل لذا لک بل قا ل انا حنفیّ او شا فعیّ لم یصرّ من اهل
ذالک المذ هب بمجرد هذا کما لو قا ل انا فقیه و نحوی لم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یصر فقیهاً او نحویاً و قا ل الا مام صلا ح الدین العلا ئی و الّذی صرح به الفقهاء فی مشهور کتبهم جواز ا لا نتقا ل فی احاد المسائل و العمل فیها بخلا ف مذ هبه اذا لم یکن علی و جه التتبع للرّ خص انتهی ۔ قلت و المراد بخلاف مذهبه المسا ئل التی عمل بها لا الّتی اعتقد ها بدو ن عمل قول الکما ل ثمّ حقیقة ا لا نتقا ل ای عن المذ هب انّما یتحقق فی حکم مسئلة خا صة قلّد فیه و عمل به و الا فقوله قلّدت ابا حنیفه فیما افتی به من المسا ئل مثلاً و التز مت العمل به علی ا لا جما ل و هو لا یعرف صور ها لیس حقیقة التّقلید بل هذا حقیقیة تعلیق التّقلید او وعد به لا نّه التز م ان یعمل بقو ل ابی حنیفه فیما یقع له من المسا ئل الّتی تقین فی الوقا ئع فا ن ارادوا یعنی المشا ئخ القا ئلین من الحنفیّة با ن المنتقل من مذ هب الی مذ هب آ ثم یستو جب التّعزیرات ارادوا هذا الا لتزا م فلا دلیل علی و جو ب اتباع المجتهد المعیّن با لتزا مه نفسه ذا لک قو لاً او نیّة شر عاً قلت و کذا لا یلز م با لعمل علی الصّحیح کما تقدّ م بل الدّ لیل اقتضی العمل بقول المجتهد فیما اذا احتا ج الیه لقوله تعا لی:

فا سئلوا اهل الذّ کر ان کنتم لا تعلمو ن ۔

و السؤا ل انّما یتحقق عند طلب الحکم الحا دثه المعیّنة و حینئذ اذا ثبت عنده قول المجتهد و جب عمله به انتهی کما نقله السّیّد السمهودی ۔

ثمّ قا ل السمهودی و اذا افتا ہ مفتیا ن و اختلفا یخیّر علی ا لا ظهر۔ انتهی ۔

و قیل الملتزم کمن لم یلتز م بمعنی انّه ان عمل بحکم تقلید المجتهد لا یرجع عنه ای عن ذا لک الحکم و فی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

غیره ای غیر ذالک الحکم له تقلید غیره من المجتهدین و هذا القول فی الحقیقة تفصیل لقوله و قیل لا قال المصنّف یعنی ابن الهمام و هو یعنی هذا القول الثالث علی الظّن کنایة عن کمال قوّته بحیث یجعل الظّن متعلّقاً بنفسه فلا یتعلّق بما یخالفه ثمّ بین وجه غلبته بقوله لعدم ما یوجبه ای لزوم اتباع من التزم تقلیده شرعاً ای ایجاباً شرعیاً اذ لا یجب علی المقلّد الا اتباع اهل العلم لقوله تعالی: فاسئلوا اهل الذّکر ان کنتم لا تعلمون

و لیس التزامه من الموجبات شرعاً و یتخرج منه ای یستنبط منه ای من جواز اتّباع غیر مقلده الاوّل و عدم التّضییق علیه جواز اتّباعه رخص المذهب ای اخذه من المذاهب ما هو الاهون علیه فیما یقع من المسائل و لا یمنع منه مانع شرعی اذ للانسان ان یسلک المسلک الاخفّ علیه اذا کان له ای للانسان الیه ای ذالک المسلک سبیل ثمّ بین السبیل بقوله بان لم یکن عمل بآخر ای بقول آخر مخالف لذالک الاخف فیه ای فی ذالک المحل المختلف فیه ۔ انتهی عبارة السّیّد بادشاه۔
هکذا فی العقد الفرید للعلامه ملا حسن الشرنبالی الحنفی

(نہ پھرے مقلد اس مسئلہ میں جس میں عمل کر چکا بالاتفاق، ابن حاجبؒ اور آمدیؒ نے اس نہ پھرنے پر اجماع نقل کیا ہے، اور زرکشیؒ نے کہا ہے کہ جس طرح یہ دونوں کہتے ہیں یوں نہیں ہے، بلکہ ان دونوں کے سوا اوروں کے کلام سے اس صورت خاص میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ دیگر مسئلہ میں اور کی تقلید کر سکتا ہے تو جواب پسندیدہ یہی ہے کہ ہاں، کیونکہ جستجو کے بعد یقینی یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ زمانہ صحابہ سے آج تک ہر زمانہ میں میں بغیر التزام ایک مذہب کے فتوی اور استفتاء چلا آیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ گفتگو تو اس میں تھی کہ ایک مذہب معین کا التزام نہیں کیا، اور اگر ایک مذہب معین جیسے ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا التزام کر لیا تو یہ بات لائق گفتگو ہے کہ اس مذہب پر جمود ہے یا نہیں۔ سو بعض نے کہا کہ جمود ہے جیسا کہ جس حادثہ معین میں عمل کر چکا ہے اس میں جماؤ ہے۔ کیونکہ اسے حق جان چکا ہے اور بعض نے کہا جماؤ لازم نہیں اور یہ قول بہت صحیح ہے۔ کیونکہ مقلد کا التزام مذہب ضروری نہیں اس لئے کہ سوائے واجبات الٰہیہ کے کچھ واجب نہیں اور واجبات الٰہیہ میں سے یہ نہیں کہ اماموں میں سے کسی کا مذہب لے کر دیگر کے مذاہب کو چھوڑ دیا جائے۔ اور مقلد کا التزام کر لینا نذر کی طرح نہیں ہے کہ واجب الوفاء ہو۔

میں کہتا ہوں کہ اگر نذر بھی ہو تو بموجب مقولہ سید سمہودی کے، قول معتمد پر واجب الوفا نہیں ہے۔

اور ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ مفتی اور حاکم کو حلال نہیں کہ ایک مجتہد کا مقلد بن کر اس کے قول پر فتوی دیوے۔ اور ابن حزمؒ سے کسی نے دعوی اجماع اس پر نقل کیا ہے کہ رخصتوں کا ڈھونڈنے والہ فاسق ہے اس کا قول نہیں لیا جاتا۔ اور یہ قول اجماع ابن حزمؒ کا قابل رد ہے بہ سبب اس کے کہ شیخ عز الدین ابن عبد السلامؒ نے اپنے فتاوی میں فتوی دیا ہے کہ ان پڑھ جو کسی مسئلہ میں ایک مذہب پر عمل کرے تو اسے ضروری نہیں کہ دیگر مسائل خلافیہ میں بھی اسی کی تقلید کرے۔ اس لئے کہ عہد صحابہ سے ظہور مذاہب تک کے لوگ ضروریات میں علماء مختلف سے فتوی لیتے آئے ہیں۔

اور یہ بھی برابر ہے کہ جستجو رخصت کی ہو یا عزیمت کی کیونکہ جس نے ایک مجتہد کو مصیب ٹھہرایا ہے اور یہی مذہب صحیح ہے اور اس نے تعیین نہیں کی اور جس نے ہر مجتہد کو مصیب ٹھہرایا ہے تو پیروی کرنی ٹھیک بات میں کیا جھگڑا ہے اور یہ بھی عز الدینؒ نے کہا ہے کہ وہ جو کسی نے ذکر کیا ہے کہ ابن حزم نے رخصتوں کی جستجو پر ممانعت بحوالہ اجماع بتائی ہے، سو شائد اس کے معنی یہ ہیں کہ بغیر پیروی اس مجتہد کے، جو ان رخصتوں کا قائل ہے، لاابالی ان پر عمل کرنا منع ہوگا۔ یا یہ کہ ان رخصتوں کو ایک فعل میں جمع کرے۔ یوں ہی ہے عقد الفرید سمہودی شافعی میں بلکہ کہا گیا ہے کہ عامی کا کوئی مذہب ہی نہیں کیونکہ مذہب اسی کا ہوتا ہے جسے مسائل مذہبی میں کچھ سمجھ بوجھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو، یا اس نے مسائل مذہبی میں کوئی کتاب پڑھ کر اپنے امام کے فتوی جانے ہوں اور جس میں یہ اہلیت تو نہیں ہے بلکہ یوں ہی کہتا ہے کہ میں حنفی ہوں یا شافعی ہوں، تو فقط اس کے کہنے سے وہ اس مذہب میں نہیں ہوسکتا۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ کوئی کہے کہ میں فقیہ ہوں یا نحوی ہوں، تو محض ایسا کہہ دینے سے کوئی فقیہ اور نحوی کب ہوسکتا ہے؟

امام صلاح الدین علائیؒ نے کہا ہے کہ مشہور کتابوں میں فقہاء نے جس امر کو کھول کر بیان کیا ہے وہ تو انتقال مذہب کا جزئیات مسائل میں اور برخلاف اپنے مذہب کے جو مسئلے ہیں ان پر عمل کرنا ہے بشرطیکہ رخصتوں کو نہ ڈھونڈے۔ میں کہتا ہوں کہ مراد خلاف مذہب وہ مسئلے ہیں جن پر عمل کر چکا، نہ وہ مسائل جن پر بغیر عمل کے مقلد ہونا جی ہی میں ٹھانا ہے بسبب کہنے کمال الدین یعنی ابن ہمامؒ کے کہ حقیقت انتقال مذہب کی اسی مسئلہ میں ہوتی ہے جس میں عمل کر چکا۔ ورنہ بغیر مسئلوں کی صورت جانے بوجھے مجمل طور پر یہ کہنا کہ میں نے اپنے ذمہ پر یہ التزام کرلیا کہ مثلاً امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہوں یہ تقلید کی حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ تقلید کا وعدہ ہے کیونکہ اس نے یہ التزام کیا ہے کہ جو آگے کو صورتیں پیش آویں گی ان میں امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کروں گا۔ پھر اگر مشائخ اپنے اس قول سے کہ انتقال کرنے والا ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف گنہ گار لائق تعزیز ہے، یہ التزام ارادہ رکھتے ہیں تو شرع کے طور پر از خود التزام کرکے ایک معین مجتہد کی تقلید کرنے پر کوئی دلیل نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ عمل سے بھی صحیح مذہب پر تقلید شخصی لازم نہیں ہے۔ چنانچہ اوپر گذرا، بلکہ دلیل تو حاجت کے وقت کسی مجتہد کے قول پر عمل کرنا چاہتی ہے بہ سبب اس آیت کے کہ فاسئلوا اھل الذّکر .... پوچھو اہل ذکر سے جو تم نہیں جانتے ہو، اور پوچھنا تو حاجت کے وقت ہوتا ہے۔ اور عندالحاجت جب کسی مجتہد کا قول اسے ملا اس پر عمل ٹھہر گیا۔ وہ عبارت ہوچکی جو سید سمہودیؒ نے نقل کی۔

پھر سمہودیؒ نے کہا ہے کہ کسی آدمی کو جب مختلف دو مفتیوں نے فتوے دیئے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ عمل میں مختار ہے اور کہا گیا ہے کہ التزام کرنے والا اور نہ کرنے والا دونوں یکساں ہیں۔ اس کے معنی کرکے کہ جس مسئلہ میں کسی مجتہد کے قول کے موافق عمل کر لیا تو اس سے نہ پھرے۔ رہا دوسرے مسئلہ اس میں اس کو دیگر مجتہد کی تقلید روا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور یہ قول حقیقت میں تفصیل ہے اس بات کی کہ التزام سے تقلید لازم نہیں ہوتی ہے ۔ابن الہمامؒ نے کہا ہے کہ یہی قول جی کو لگتا ہے اور یہ مقولہ ابن ہمامؒ کا اشارہ ہے کہ یہ قول بہت زبردست ہے۔ اور یہ اشارہ یوں ہے کہ ابن ہمام نے اپنے گمان کو اسی قول سے لگایا ہے، دوسرے سے نہیں ۔ پھر وجہ اس قول کے زبردست ہونے کی یوں بیان کی ہے کہ جس کی پیروی کا التزام کرے وہ شرعاً لازم نہیں ہوتا اس سبب سے کہ بموجب اس آیت کے فاسئلوا اھل الذّ کر... پوچھو تم اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے ۔

مقلد پر صاحبان علم کا اتباع واجب ہے اور اس کا التزام موجبات شرعی میں سے نہیں ہے ۔اور یہ تنگی جب نہ رہی تو اسی سے پیروی رخصتوں کی یعنی ان سہل باتوں مذاہب کی جن میں کوئی مانع شرعی نہ ہو، نکل آئی۔ اس لئے کہ آدمی کو روا ہے کہ جب اسے کوئی سہل طریقہ نظر آوے تو اسے اختیار کرے۔ پھر وہ سہل طریقہ اپنے اس قول سے بیان کیا ہے کہ ضرورت میں عزیمت پر عمل کرنے کی نوبت نہ پہنچی ہو)

☆ ۶۔علامہ ابن امیر حاجؒ نے کہا ہے کہ مختار یہی ہے کہ ایک مسئلہ میں ابوحنیفہؒ کی تقلید کرنا اور دوسرے مسئلہ میں کسی دوسرے امام کی تقلید کرنا مباح اور مجوز ہے واسطے یقین اس بات کے کہ تمام مخلوقات زمانہ صحابہ سے لے کر آج تک کبھی کسی کی تقلید کرتی تھی اور کبھی اور کسی ۔اور یہ امر شائع ہوگیا اور متکرر ہوگیا ہے۔ اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا یعنی گویا سبیل مؤمنین کا یہی ہوگیا ہے ۔اور فرمایا کہ ایک مذہب کے التزام سے وہ مذہب لازم نہیں ہوجاتا، اس واسطے کہ واجب اور لازم وہی امر ہوتا ہے جسے اللہ اور رسول لازم اور واجب کریں، حالانکہ اللہ اور رسول نے کسی کو حکم نہیں دیا کہ ایک مذہب کی خاص کر تقلید کرو۔ اور فرمایا کہ دلیل شرعی سے تو فقط یہی ثابت ہوتا ہے کہ وقت حاجت قول کسی مجتہد کا اخذ کیا جاوے۔ چنانچہ تحبیر شرح تحریر میں فرماتے ہیں:

و ھل یقلّد غیرہ ای من قلّدہ اوّلاً فی شیء فی غیرہ ای غیر ذا لک الشّیء کا ن یعمل اوّلاً فی مسئلۃ بقول ابی حنیفہ و ثانیاً فی اخری بقول مجتھد آ خر المختار کما ذکرہ ا لآ مدی و ابن الحا جب نعم للقطع با لا ستقراء التّا م با نّھم ای

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المستفتين فی كل عصر مّن زمن الصّحابة و هلمّ جراً كانوا يستفتون مرةً واحداً و مرةً اخرى غيره غير ملتزمين مفتياً واحداً و شاع و تكرّر و لم ينكر۔

(کیا جس مسئلہ پر عمل کر چکا ہے اس کے سوا اور مسئلوں میں مجتہد دیگر کی تقلید کر سکتا ہے؟ مثلاً ایک مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے قول پر عمل کرلیا اور دوسرے مسئلہ میں دیگر مجتہد کے قول پر؟ تو بموجب نقل آمدیؒ اور ابن حاجبؒ کے مختار مذہب یہی ہے کہ اس کو روا ہے ۔اس لئے کہ کامل جستجو سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ہر زمانہ کے لوگ صحابہ سے یہاں تک بغیر التزام ایک مذہب کے مختلف مفتیوں سے فتوے لیتے رہے اور بلا انکار یہ بات جاری رہی ہے)۔

اور دوسری جگہ تحریر کے وقیل لا کے تحت فرماتے ہیں:

اذ لا واجب الّا ما اوجبه اللّه تعالى و رسوله و لم يوجب اللّه و رسوله على احدٍ ان يّتمذهب بمذهب رجلٍ من الآئمّه فيقلّده فی كلّ ما يأتی و يذر غيره۔ (واجب وہی ہے جو اللہ اور رسول نے واجب کیا اور انہوں نے یہ واجب نہیں کیا کہ ایک مذہب معین کر کے اس کی تقلید کرے اور سب کو چھوڑ دے)

اور تیسری جگہ تحت قول تحریر لعدم ما يوجبه کے تحت فرماتے ہیں:

بل الدّليل الشّرعی اقتضى العمل بقول المجتهد و تقليده فيه فيما يحتاج اليه و هو قوله فاسئلوا اهل الذّكر و السّؤال انّما يتحقق عند طلب حكم الحادثة المعينة فاذا ثبت عنده قول المجتهد وجب عمله و اما التزامه فلم يثبت من السّمع اعتباره ملزما انّما ذالک فی النّذر و لا فرق فی ذالک بين ان يّلتزمه بلفظه او بقلبه على ان قول القائل مثلاً قلّدت فلانا فيما افتى به تعليق التّقليد و الوعد به ذكر المصنف۔

(بلکہ دلیل شرعی حاجت کے وقت بموجب اس آیت (پوچھو اہل ذکر سے..الخ)

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کسی مجتہد کی تقلید چاہتی ہے اور پوچھنا حاجت کے وقت ہوتا ہے۔ سو اس وقت جو قول مجتہد کا ملے اس پر عمل ٹھہر گیا اور التزام کا نقلاً لازم ہو جانا درجہ اعتبار کو نہیں پہنچا۔ التزام تو نذر میں ہوتا ہے اور اس میں کچھ فرق نہیں کہ التزام زبان سے کرے یا دل سے۔ علاوہ یہ کہ مقلد کا یہ کہنا کہ میں فلاں مجتہد کی تقلید حاجت کے وقت کروں گا یہ تو تقلید کا وعدہ ہے۔ یہ قول مصنف نے یعنی ابن ہمامؒ نے ذکر کیا ہے)

☆ ۷۔ ابن الحاجب مالکیؒ نے کہا ہے کہ ایک مسئلہ میں ایک مجتہد کی تقلید کرنا اور دوسرے مسئلہ میں کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا تعامل قرون اولی سے ثابت ہے کیونکہ یقیناً معلوم ہے کہ قرون اولی میں ایسا ہی ہوتا تھا۔ اور اگر کوئی ایک مذہب کا التزام بھی کر لے تو وہ التزام ایسا ہے جیسا عدم التزام۔ چنانچہ مختصر الاصول میں فرماتے ہیں:

و لا یرجع عنه بعد تقلیده اتفاقاً و فی حکم آخر المختار جوازه لنا القطع بوقوعه و لم ینکر فلم التزم مذهباً معیّناً کمالک و الشّافعی و غیره فشانها کالاوّل۔

(بعد عمل کے بالاتفاق نہ پھرے اور دیگر مسئلوں میں مذہب مختار پر دوسرے مجتہد کی پیروی روا ہے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ یوں ہی ہوتا رہا ہے۔ اور اگر کسی مذہب معین کا التزام کر لے جیسے مذہب مالکؒ یا شافعیؒ کا تو وہ بھی پہلی ہی صورت کی طرح ہے)

☆ ۸۔ قاضی عضد الملۃ والدین شافعیؒ نے بھی یہی کہا ہے کہ زمانہ صحابہ سے لے کر ہر عصر میں یہی مسلک تھا کہ بدون التزام ایک مذہب کی تقلید کیا کرتے تھے۔ اور ابن حاجبؒ کے کلام کی خوب تفصیل سے شرح کی ہے۔ چنانچہ شرح مختصر میں فرماتے ہیں:

اذا عمل العامی بقول مجتهد فی حکم مسئلة فلیس له الرّجوع فیه الی غیره اتفاقاً و امّا فی حکم مسئلة اخری فهل یجوز له ان یقلّد غیره؟ المختار جوازه لنا القطع بوقوعه فی زمن الصّحابة فانّ النّاس فی کلّ عصر یستفتون المفتیین کیف ما اتفق و لا یلزمون سوال مفت بعینه و قد شاع و تکرّر و لم ینکر فلو التزم مذهباً معیناً و ان کان لا یلزم کمذهب مالک و مذهب الشّافعی و غیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

هما ففيه ثلاث مذاهب ۔ احدها يلزم و ثانيها لا يلزم و ثالثها انّه كالا وّل و هو من لم يلتزم فان وقعت واقعة يقلّده فيها ليس له الرّجوع و امّا في غيرها فيتبع فيها من شاء۔

(جب عمل کرے کوئی انجان ایک مسئلہ میں کسی مجتہد کے قول پر تو اس مسئلہ میں اب بالاتفاق وہ نہ پھرے۔ اور رہا مسئلہ دوسرا تو مذہب مختار پر اس کے لئے اور مذہب دیگر پر عمل کرنا روا ہے ۔کس لئے کہ ہمیں درجہء یقین کو یہ بات پہنچ گئی ہے کہ زمانہ صحابہ میں یوں ہی تھا۔کیونکہ لوگ ہرعہد میں حسب اتفاق بلا التزام مفتی واحد کے فتوی لیتے رہے ہیں اور یہ بات خوب پھیلی رہی ہے اور اگر ایک مذہب معین کا التزام کرلے، اگرچہ لازم نہیں ہوتا، مثلا مذہب امام مالکؒ اور شافعیؒ ، کا تو اس میں تین قول ہیں ۔ایک تو یہ کہ التزام سے مذہب لازم ہوجاتا ہے، دوسرے یہ کہ نہیں لازم ہوتا، تیسرے یہ کہ التزام اور عدم التزام دونوں یکساں ہیں، اور اگر کسی مسئلہ میں عمل کرلیا تو اس میں نہ پھرے اور اور مسائل میں جس کی چاہے پیروی کرے)

☆ ۹۔ فاضل جامع و ماہر اصول ومعقول محبّ اللہ حنفی بہاریؒ نے، کہ ان کی جلالت شان سے اہل علم کابل وقندھار و ہندوستان وغیرہ کے خوب واقف ہیں، ویسا ہی کہا ہے جو کہ کلام سے ان ثقات مذکورین بالا کے لائح ہوا۔ چنانچہ مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

و هل يقلّد غيره في غيره، المختار نعم ، لما علم من استفتائهم مرّة وا حداً و اخرى غيره بلا نكير و لو التزم مذهباً معيناً كمذهب ابي حنيفه او غيره فهل يلزم الا ستمرار عليه فقيل نعم لا نّ الا لتزام لا يخلوا عن اعتقاد غلبة الحقيقة فيه ۔ و قيل لا اذ لا واجب ا لا ما او جبه اللّه و لم يوجب على احدٍ ان يتمذهب بمذهب رجلٍ من ا لا ئمة و قيل من التزم كمن لم يلتزم فلا يرجع عما قلّده فيه و في غيره يقلّد من شاء و عليه السّبكى

و في التّحرير و هو الغالب على الظّن لعدم ما يوجبه شرعا و يتخرج منه جواز تتبع رخص المذاهب و لا يمنع فيه مانع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شرعی اذ للانسان ان یسلک الاخف علیه اذا کان له الیه سبیل بان لم یکن عمل فیه بآخر وکان علیه السّلام یحب ما خفف علیهم۔ انتهی
وما نقل عن ابن عبد البرّ انّه لا یجوز للعامی تتّبع الرّخص اجماعاً فاجیب بالمنع اذ فی تفسیق متتبع الرّخص عن احمد روایتان وما اورد ربما یکون المجموع ممّا لم یقل به احد فیکون باطلاً اجماعا کما تزوّج بلا صداق ولا شهود ولا ولیّ فاقول مندفع بعدم اتّحاد المسئلة ولانّه لو تمّ لزم استفتاء مفت بعینه هذا۔
(اور کیا دیگر مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی تقلید کرسکتا ہے ؟ تو مذہب مختار پر جواب روا ہونے کا دیا جاوے گا، اس لئے کہ بلا روک ٹوک ہمیشہ مختلف مفتیوں سے فتوی پوچھنے کا طریق چلا آیا ہے۔
اور اگر التزام کرے کسی مذہب کا، جیسے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا، تو کیا اس پر جمود لازم ہوجاتا ہے؟ تو بعض نے کہا ہے کہ ہاں اس واسطے کہ التزام حق جان کر کیا ہوگا۔ اور بعض نے کہا ہے نہیں، اس لئے کہ واجب وہی ہے جو اللہ نے واجب کیا۔ اور اللہ نے یہ واجب نہیں کیا کہ اماموں سے ایک کا مذہب معین کرے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ التزام اور عدم التزام یکساں ہے۔
ہاں جس مسئلہ میں عمل کر چکا اس میں نہ رجوع نہ کرے اور دیگر مسئلوں میں جس کی چاہے پیروی کرے۔ اور سبکیؒ اسی پر ہے۔
اور تحریر میں ہے کہ یہی جی کو لگتا ہے بہ سبب نہ ہونے اس دلیل شرعی کے جو اس کے سوا کو واجب کرے، اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ مانع شرعی نہ ہو تو رخصتوں پر بھی عمل ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ آدمی کو جائز ہے کہ سہل طریقہ اختیار کرے، جو سہل طریقہ ہاتھ لگ سکے اور یہاں ہاتھ لگنا یوں ہوگا کہ اس میں اور مسئلہ پر عمل نہ کیا ہو۔ اور آنحضرت ﷺ امت کیلئے سہل کو درست رکھتے تھے۔ ہو چکی عبارت تحریر کی۔ اور وہ جو ابن عبد البرؒ سے منقول ہے کہ بالاجماع ان پڑھ کیلئے رخصتوں کا تجسس منع ہے، سو اس کا جواب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیا گیا ہے کہ رخصتوں کے متلاشی کو فاسق قرار دینے کے باب میں احمدؒ سے دو روایتیں ہیں۔ اور وہ جو اس طرح اعتراض کیا گیا ہے کہ کبھی مجموع ایسا ہو جاوے گا کہ کسی کے مذہب پر نہیں رہے گا تو بالاجماع باطل ٹھہریگا۔ مثلاً ایک شخص نے بغیر مہر اور بلا گواہ اور ولی کے نکاح کیا۔ سو میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض مندفع ہو گیا بہ سبب ایک نہ ہونے مسئلہ کے، اور بہ سبب اس بات کے کہ اگر یہ اعتراض پورا ہو، تو لازم آوے گا ایک مفتی معین سے فتوی پوچھنا)

☆ ۱۰۔ مولانا بحر العلوم عبد العلی حنفیؒ، جن کی تحقیق سے علوم نقلیہ اور عقلیہ میں کسی اہل علم کو انکار نہیں۔ جن کا نام ان کا ہر مدرسہ اور اہل علم کی ہر مجلس میں وظیفہ زبان ہو رہا ہے، نے فرمایا ہے کہ امت کا اجماع اس بات پر تھا کہ کبھی ایک امام کی تقلید کرتے اور کبھی دوسرے امام کی تقلید کرتے۔ اور ان تین اقوال میں سے، جو سب کی عبارتوں میں گزرے ہیں، اس قول کو کہ

التزام کر لینے سے مذہب لازم نہیں ہو جاتا، خوب ثابت کیا ہے۔ اور اس کو اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے کسی شخص پر ایک مذہب معین کی تقلید واجب نہیں کی، تو اس کا واجب کہنا گویا نئی شریعت نکالنی ہوئی۔

اور اس قول کو کہ التزام کرنے سے ایک مذہب لازم ہو جاتا ہے، بوجہ معقول باطل کیا ہے۔

اور قول ثالث کو، یعنی التزام مثل عدم التزام کو، تو تسلیم کیا ہے۔ لیکن ان سب کے کلام فلا یرجع عمّا قلّده فيه و فی غيره يقلّد من شاء کو رفع اور ردّ کیا ہے۔ اور فرمایا کہ بعض متأخرین نے جو تشدید کی ہے کہ اگر حنفی ہو کر شافعی ہو جاوے تو قابل تعزیر کے ہوتا ہے، یہ ان کے اپنے گھر کی شرع ہے۔ اور بہت دھوم دھام سے اس التزام مذہب معین کو باطل کیا ہے۔ چنانچہ شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

وهل يقلّد غيره ای من قلّد به فی غيره ای غير ما قلّد فيه ؟ المختار نعم ان شاء لما علم من استفتائهم مرةً اماماً واحداً و مرةً اخرى اماماً غيره من غير نكير من احد فصار اجماعاً و تواتر هذا البحث لا مجال للمماراة فيه و لو التزم مذهباً

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

معیّناً ای عہد نفسہ انّہ علی ہذا المذ ہب کمذ ہب ابی حنیفہ او غیرہ من غیر ان یکو ن ہذا ا لا لتزا م لمعرفۃ دلیل کل مسئلۃ و ظنّہ را جحاً علی د لا ئل المذاہب ا لآ خرالمعلو مۃ مفصلاً بل انّما یکو ن العہد من نفسہ بظنّ الخطاء اجہا لاً او بسبب آ خر فہل یلز مہ ا لا ستمرار علیہ ام لا ؟ فقیل نعم یجب ا لا ستمرار و یحر م ا لا نتقال من مّذ ہب الی مذ ہب آخر حتّی شدد بعض المتأ خر ین المتکلّفین ۔ و قا لوا الحنفی اذا صار شا فعیاً یعزّر و ہذا تشریع من عند انفسہم لان الالتزا م لا یخلوا عن اعتقاد غلبۃ الحقیۃ فیہ قلت لو تم ذالک فان الشّخص قد یلتزم من المتساویین امر المنفعۃ لہ فی الحا ل و دفع الحرج عن نفسہ و لو سلم فہذا الاعتقاد لم ینشأ بد لیل شر عی بل ہو ہوس من ہو سات المعتقد و لا یجب الا ستمرار علی ہو سہ ، فا فہم ۔

و قیل لا یجب ا لاستمرار و یصحّ ا لا نتقا ل و ہذا ہو الحقّ الّذی ینبغی ان یّؤ من و یعتقد بہ و لکن ینبغی ان لا یکون الانتقا ل للمتلہی فا ن التلہی حرا م فی التمذ ہب کا ن او فی غیرہ اذ لا وا جب ا لا ما او جبہ اللّٰہ تعا لی و الحکم لہ و لم یو جب علی احدا ن یتمذ ہب بمذ ہب ر جل من ا لآ ئمۃ فا یجا بہ تشریع جد ید و قیل من التز م کمن لم یلتز م فلا یرجع اما قلدہ فیہ و فی غیرہ یقلد من شا ء و علیہ السبکی من الشا فعیۃ ۔

و فی التحریر و ہو الغا لب علی الظّن لعد م ما یو جبہ شرعاً ای لا نہ لیس لا تبا ع مذ ہب وا حد مو جب شر عی و ہذا انّما ید ل ّ علی جزء الدعوی و ہو انّہ یقلّد من شا ء ثم البیا ن قطعی اذا لم یو جبہ الشّر ع با طل لا نّ التّشریع با لرّای

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حرام و اما انّه لا یرجع عمّا قلّد فیه فلم یلزم منه قطعاً فلا ینطبق الدّلیل علی الدّعوی فتامّل۔

و یتخرج منه ای ممّا ذکر انّه لا یجب الاستمرار علی مذهب جواز اتباع رخص المذاهب قال فی فتح القدیر لعلّ الما نعین للانتقال انما منعوا لئلا یتتبع احد رخص المذاهب و قال هو حجر رحمة اللّه و لا یمنع منه ما نع شرعی اذ للانسان ان یسلک الاخف علیه اذا کان له الیه سبیل بان لو یظنّها من الشّرع منع التحریم و ان لّم یکن عمل فیه بآخر هذا مبنی علی منع الانتقال عما عمل به و لو مرّة۔ وکانؐ یحبّ الاخف علیهم۔ انتهی۔

لکن لا بدّ ان لا یکون اتّباع الرّخص المتلهی کعمل حنفی بالشطرنج علی رای الشافعی قصد الی اللهو وکشافعی شرب المثلث المتلهی به و هذا حرام بالاجماع لانّ التلهی حرام بالنّص القاطع۔ فافهم۔

و ما نقل عن ابن عبد البرّ انه لا یجوز للعامی تتّبع الرّخص اجماعاً فقد وجد ما نع شرعی عن اتباع الرّخص المذاهب فاجیب بالمنع ای بمنع هذا الاجماع اذ فی تفسیق متتبع الرّخص عن الامام احمد روایتان فلا اجماع ولعلّ روایة التّفسیق انّما هو فی ما اذا قصد التّلهی فقط لا غیره۔

و ما اورد انّه علی تقدیر جواز الاخذ بکلّ مذهب احتمال وقوع الخلاف المجمع علیه اذ ربما یکون المجموع الّذی یعمل به ممّا لم یقل به احد فیکون باطلاً اجماعاً کمن تزوّج بلا صداق للاتباع بقول الامامین ای ابی حنیفه و الشّافعی و لا شهود اتباعاً بقول الامام مالک و لا ولیّ علی قول اماما ابی حنیفه فهذا النکاح باطل اتفاقاً اما

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عند نا فلا نتفاء شهود و اما عند غیر نا فلا نتفاء الو لیّ فاقول مند فع بعدم اتحاد المسئلة و قد مرّ انّ ا لا جما ع علی بطلا ن القو ل الثّا لث انّما یکو ن اذا اتحد ت المسئلة حقیقةً او حکماً فتد بّر و لا نّه لو تمّ لز م استفتاء مفت بعینه و ا لا لا حتمل الوقوع۔

(اور کیا پیروی کرے دوسرے مجتہد کی سوا اس مسئلہ کے جس پر عمل کر چکا؟ تو مذہب مختار پر جواب روا ہونے کا ہوگا، اسلئے کہ بلا روک ٹوک ہمیشہ سے لوگ مختلف مفتیوں سے مسئلے پوچھتے آئے ہیں، تو یہ اجماع ہوگیا اور متواتر ہوگئی یہ بحث یہاں تک کہ جھگڑے کو اس میں گنجائش نہیں رہی۔

اور اگر کسی نے ایک مذہب معین کا التزام کرلیا، بغیر اس کے کہ یہ التزام تمام مسائل کے دلائل جان کر ہو، بلکہ گمان خطاء کے ساتھ جی میں ٹھان لے کہ میں فلاں مذہب پر ہوں، تو کیا اس التزام پر جمود لازم ہوجاتا ہے؟

تو بعض نے کہا ہے کہ ہاں جمود لازم ہے اور انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف حرام ہے۔ یہاں تک کہ بعض متاخرین نے کہا ہے کہ حنفی جب شافعی ہوجاوے تو اسے سزا دی جائے۔

ایسا کرنا گھر سے شریعت بنانا ہے۔ کیونکہ التزام اس میں حق کو غالب جان کر ہوتا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ امر مسلم نہیں اس لئے کہ کبھی آدمی برابر کی دو چیزوں میں سے ایک کا نفع وغیرہ کے لئے التزام کرلیتا ہے۔ اور اگر وہ امر تسلیم بھی کیا جاوے تو وہ حق کو غالب جاننا کچھ دلیل شرعی سے نہیں پیدا ہوا، بلکہ اعتقاد کرنے والے کی ایک خواہش ہے، اور خواہش پر جمود واجب نہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ التزام سے جماؤ لازم نہیں آتا اور یہی وہ امر حق ہے جس پر ایمان لانا اور اعتقاد کرنا چاہیے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ انتقال مذہب کھیل کے طور پر نہ ہو کیونکہ کھیل، مذہب اور غیر مذہب سب جگہ حرام ہے۔

اور جن لوگوں نے جمود کو لازم نہیں کیا انہوں نے یہ دلیل بیان کی ہے کہ واجب وہی ہے جو اللہ نے واجب کیا کیونکہ حکم اسی کو سزاوار ہے۔ اور اللہ نے ایک مذہب پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

استقلال واجب نہیں کیا۔سو ایسے امر کو واجب کہنا نئی شریعت بنانا ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ التزام اور عدم التزام یکساں ہے۔سو کسی مسئلہ پر عمل کے بعد رجوع نہ کرے اور اس مسئلہ کے سوا دوسرے مسائل میں جس کی چاہے پیروی کرے۔اور شافعیوں میں سے سبکیؒ یہی کہتا ہے۔

اور تحریر میں ہے کہ یہی بات مناسب معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ کسی ایک مجتہد کی پیروی واجب ہونے پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔ اور یہ مذکور اس خبر دعوی پر کہ جس کی چاہے پیروی کرے قطعی دلالت رکھتا ہے اس سبب سے کہ جس امر کو شرع نے واجب نہیں کیا اس کو محض رائے سے واجب کہنا شریعت بالرائے ہے اور وہ حرام ہے۔ اور یہ بات کہ بعد عمل کے نہ پھرے، یہ دلیل سے یقین کے طور پر نہیں لازم آتا، سو دلیل اور مدعا میں مطابقت نہ رہی۔

اور یہ جو مذکور ہوا کہ ایک مذہب پر جماؤ لازم نہیں ہے، اس سے رخصتوں پر عمل کرنا بھی نکل آیا۔ فتح القدیر میں کہا ہے کہ شائد انتقال مذہب سے منع کرنے والوں نے اس لئے منع کیا ہے کہ کوئی مذاہب کی رخصتیں نہ ڈھونڈنے لگے۔ یہ اللہ کی رحمت کو تنگ کرنا ہے اور اس پر کوئی مانع شرعی نہیں ہے۔ اس لئے کہ آدمی کو جائز ہے کہ سہل طریقہ مل سکے اس پر چلے، اس طرح کہ حرمت شرعی گمان میں نہ ہو اور عزیمت پر عمل نہ کر چکا ہو۔آنحضرت ﷺ سہل عمل کو امت پر دوست رکھتے تھے۔ ہو چکی عبارت فتح القدیر کی۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ یہ رخصتوں کی تلاش اور پیروی بطور لہو و لعب کے نہ ہو، جیسے حنفی کا شطرنج کھیلنا لہو ولعب کے ارادہ سے شافعی مذہب پر اور شافعی کا مثلث پینا لہو و لعب کے طور پر۔ایسا کرنا بالاجماع حرام ہے کیونکہ لہو ولعب نص قطعی سے حرام ہے۔

اور وہ جو ابن عبدالبرؒ سے منقول ہے کہ ان پڑھ کے لئے بالاجماع رخصتوں کا تلاش کرنا جائز نہیں کیونکہ اس پر مانع شرعی پایا گیا ہے۔سو اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اس اجماع کا دعوی کرنا درست نہیں، اس لئے کہ امام احمدؒ سے رخصتوں کے عمل کرنے والے کے فسق میں دو روایتیں ہے۔ تو اجماع کہاں رہا؟ اور شائد روایت فسق کی فقط لہو ولعب کی صورت سے متعلق ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور یہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ ہر مذہب سے رخصتیں تلاش کر کے ان پر عمل کرنے کی حالت میں اجماع کا اس لئے خلاف ہوتا ہے کبھی مجموعہ عمل کا ایسا ہو جائے گا کہ کسی کے مذہب پر نہ رہے گا۔ جیسے ایک شخص نے ایسا نکاح کیا کہ موافق مذہب ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے مہر نہ باندھا، اور موافق مذہب امام مالکؒ کے گواہ نہ کئے، اور موافق مذہب ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے ولی نہ ٹھہرایا، تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہے۔ حنفی کے نزدیک تو گواہوں کے نہ ہونے کے سبب اور دوسروں کے نزدیک ولی کے نہ ہونے کے سبب۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض دفع ہے بہ سبب ایک نہ ہونے مسئلے کے۔ اور یہ بات پہلے گذر چکی کہ جب تک حقیقت میں یا بطور حکم کے مسئلہ ایک نہ ہو تو قول ثالث کے باطل ہونے پر اجماع قرار نہیں پاتا۔

اور ایک بات یہ ہے کہ یہ اعتراض پورا ہو جائے تو مفتی معین سے فتوی پوچھنا لازم آئے گا)۔

نکتہ شناس محققین کو مولانا بحر العلوم کے اس کلام بلاغت نظام سے التزام تقلید کے باب میں اقوال ثلاثہ کی تحقیق خوب معلوم ہوئی اور خوب متیقن ہوا کہ امر حق یہی ہے کہ التزام سے بھی تقلید مجتہد معین کی لازم نہیں ہو جاتی۔

☆ ۱۱۔ حافظ الفقہ والاصول فاضل اخوند حبیب اللہ قندھاری حنفیؒ نے بھی یہی کہا ہے کہ بالاجماع التزام مذہب معین لازم نہیں۔ اگر کوئی اپنی طرف سے التزام کرے تو پھر اس میں تین قول ہیں۔ لیکن حق یہی ہے کہ لازم نہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے کسی بشر پر واجب نہیں کیا کہ ایک ہی مذہب کو پکڑے رہے۔ اور فرمایا ہے کہ عامی کو یہ درست ہی نہیں کیونکہ مذہب تو اس کا ہوتا ہے جس کو دلیل اور احکام کی کچھ معرفت ہو۔ سو اگر عامی ہو کر کہے کہ میں حنفی المذہب ہوں تو وہ ایسا ہے جیسا کہے میں نحوی ہوں۔ یعنی وہ جھوٹا ہے۔ چنانچہ مغتنم الحصول میں فرماتے ہیں:

و هل يقلّد المقلّد العامل بمذهب فی حكم غيره؟ المختار نعم للقطع. بانّ المستفتين من عصر الصّحابة و هلمّ جراً كانوا يستفتون مرةً واحداً و اخرى غيره غير

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملتزمین مفتیاً واحداً و شاء ذالک و تکرّر و لم ینکر فکان اجماعاً علی انّ التزام مذهب معین غیر لازم ۔ و اختلف فی انّه هل هو ملزم بمعنی انّه لو التزم فهل یلزم الاستمرار علیه علی ثلاثة اقوال فقیل نعم لانّ الالتزام یبتنی علی ظن حقیة فیجری علی موجبه و قیل لا اذ لا واجب الّا ما اوجبه اللّٰه تعالی و لم یوجب علی احدٍ ان یّتمذهب بمذهب امام بعینه فیقلده فی کل ما یأتی و یذر غیره و الالتزام لما لم یعهد ملزماً من الشّرع کان بمنزلة التزام کذا لفلان من غیر ان یّکون له علیه فی التّقریر و هوالاصحّ فی الرافعی و غیره بل قال ابن حزم اجمعوا علی انّه لا یحلّ لحاکم و لا مفت تقلید معین فلا یحکم و لا یفتی الّا بقوله انتهی ۔ و قد انطوت القرون الفاضلة علی عدم القول بذلک بل لا یصحّ للعامی مذهب و لو تمذهب به لانّ المذهب انّما یکون لمن له نوع نظر و استدلال و معرفة باقوال امامه و احکامه۔ و اما من لم یتاهل لذالک و قال انا حنفی او شافعی کان لغواً کقوله انا فقیه او نحوی و غایته ان یکون وعداً ۔ الی آخر ما قال مثل ما قال الاولون

(اور کیا پیروی کرسکتا ہے مقلد ایک مذہب کا کسی مسئلہ میں دیگر مجتہد کی؟ تو مذہب مختار پر جواب یہی ہے کہ ہاں کرسکتا ہے ۔ کیونکہ زمانہ صحابہ سے آج تک لوگ بغیر التزام ایک مذہب کے فتوی پوچھتے چلے آئے ہیں ۔ یوں اس بات پر اجماع ہوگیا ہے کہ ایک مذہب کا التزام لازم نہیں ۔

اوراس بات میں علماء کا باہم اختلاف ہے کہ بعد التزام کے استمرار لازم ہے یانہیں؟ سو اس میں تین قول ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ ہاں استمرار ہونا چاہیے اور یہ دلیل بیان کر تے ہیں کہ التزام اپنے گمان میں حق جان کر اس نے کیا ہے تو اسکو اس پر رہنا چاہیے اور بعض نے کہا ہے کہ استمرار لازم نہیں کیونکہ واجب وہی ہے جو اللہ تعالی نے واجب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے اور اللہ نے یہ واجب نہیں کیا کہ کوئی شخص مجتہد معین کی تقلید کرے اور دیگر سب کو چھوڑ دے۔

اور التزام جب شرعی نہیں تو اس طرح ہوگا کہ جیسے کوئی یوں کہہ دے کہ فلاں شخص کے مجھے اتنے روپے دینے ہیں، اور دینا اس کا کچھ بھی نہیں۔ تقریر میں ہے کہ یہی بات بہت صحیح ہے۔ رافعی وغیرہ میں ہے کہ بلکہ ابن حزم نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حاکم اور مفتی کیلئے تقلید ایک مجتہد معین کی حلال نہیں۔ ہو چکی تقریر ابن حزم کی اور قرون سابقہ اس تعین مذہب سے خالی رہے ہیں۔ بلکہ ان پڑھ کا کوئی مذہب متعین ہوتا ہی نہیں۔ کیونکہ مذہب تو اس کا ہوتا ہے جسے اقوال امام کی کچھ شناخت ہو۔ اور جو اس کا اہل نہیں اور وہ کہے کہ میں حنفی یا شافعی ہوں تو یہ اس کا کہنا لغو ٹھہرے گا۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہہ دے کہ میں فقیہ ہوں یا نحوی ہوں)۔

☆ ۱۲۔ شیخ الفقہاء والامام الاصولیین مولانا اکملؒ صاحب عنایہ (حاشیہ ہدایہ) نے بھی تقریر الاصول میں ایسا ہی کہا ہے کہ التزام مذہب معین لازم نہیں۔ چنانچہ حبیب اللہ قندھاریؒ نقل کرتے ہیں۔

ثمّ فی التّقریر من المعلوم انّه لا یشترط ان یکون للمجتهد مذهب مدوّن و انّه لا یلزم احداً ان یّتمذهب بمذهب احد من الآئمة بحیث یأخذ باقواله کلها و یدع اقوال غیره کلّها کما قدّمناه بابلغ من هذا و من ههنا قال القرافی انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یّقلّد من شاء من العلماء من غیر حجر و اجمع الصّحابة علی ان من استفتی ابا بکر و عمر و قلّدهما فله ان یّستفتی ابا هریره و معاذ بن جبل و غیرهما فمن ادّعی رفع هذین الاجماعین فعلیه البیان ۔ اقول و انت تعلم ان اجماع الصّحابة لا یحتمل النّسخ باجماع آخر ۔ انتهی ما فی المغتنم۔

(تقریر میں ہے کہ یہ بات معلوم ہے کہ مجتہد کے لئے شرط نہیں کہ اس کا مذہب کتابوں میں مجتمع ہو اور یہ کہ کسی پر لازم نہیں کہ اماموں میں سے ایک امام کا مذہب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معین ٹھہرا لے اور باقی سب کو چھوڑ دے، اس طرح کہ ایک امام کے تمام اقوال پر عمل کرے اور دوسرے کے سب اقوال چھوڑ دے، چنانچہ پہلے اس کی تقریر اچھی طرح ہم کر چکے ہیں۔ اور یہیں سے قرافیؒ نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ جو مسلمان ہے وہ بلا روک ٹوک علماء میں سے جس کی چاہے پیروی کرے، اور صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فتوی پوچھے اور ان کی تقلید کرے، اسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل وغیرہ سے فتوی پوچھنا بھی جائز ہے ۔اب جس کو ان دونوں اجماعوں کے رفع کا دعوی ہے، وہ اپنے دعوی کی دلیل پیش کرے اور میں کہتا ہوں کہ صحابہ کا اجماع کسی اجماع متأخر سے اٹھ نہیں سکتا)

تنبیہ ۔ جو تین قول در باب التزام تقلید گذرے ہیں، وہ اس صورت میں ہیں جب کوئی اپنے نفس پر التزام کسی مذہب کا کرے۔ اور کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ یہ تین قول لزوم تقلید میں ہیں خواہ کوئی التزام کرے خواہ نہ کرے، اس لئے کہ قبل التزام کے بالاجماع تعیین مذہب لازم نہیں ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا ہر ایک عبارت سے ایسا ظاہر ہو رہا ہے جس کو ادنی طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو کہ تینوں اقوال میں سے بھی قول حق اور مدلل بدلیل یہی ہے کہ التزام سے بھی لزوم ایک مذہب کا نہیں ہو جاتا، اور قول باللزوم محض غلط و بیدلیل شرعی ہے اگر کچھ دلیل ہے تو اسی قدر کہ لانّ الا لتزام لا یخلوا عن غلبة ظنّ الحقیة سو اس کی بھی مولانا بحر العلومؒ نے خوب تحقیق کی ہے، پس کیونکر قول غلط و بیدلیل بلکہ مخالف دلیل، مقابل قول حق اور مدلل کے ہو سکتا ہے ۔

☆ ۱۴۔شرح شیخ ابن حاجب میں لکھا ہے کہ یوں کہنا کہ جسکی ایک دفعہ کسی مسئلہ میں تقلید کی جاوے تو پھر دیگر مسئلوں میں بھی اسی کی تقلید واجب ہے، یہ منسوخ کرنا نص کا ہے، یعنی فا سئلوا اھل الذّ کر کا، اور مخالف ہے اجماع سلف کے اور مخالف ہے حدیث کے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

لا یر جع بعد تقلید فیما قلّد اتفاقاً و فی حکم آ خر المختار جوازہ لقولہ تعالی فاسئلوا اھل الذّکر ان کنتم لا تعلمو ن۔ فا لقول بو جو ب الرّ جوع الی من قلّد اوّلاً فی مسئلة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یکون مقیّداً للنّصّ و هو یجری مجری النّسخ علی ما تقرر فی الاصول و لقوله ﷺ اصحابی کالنّجوم بایّهم اقتدیتم اھتدیتم و انّ العوام فی السّلف کانوا یستفتون الفقہاء من غیر رجوع الی معین من غیر نکیر فحل محل الاجماع علی الجواز۔ کذا فی شرح ابن الحاجب کذا فی عقد الجید۔

اقول لنا فی ھذا الحدیث بناء علی ما قال ابن حزم و البزاز و الامام احمد کلام و انّما نقلناہ محافظۃ علی النّقل۔ فیبقی مستندنا فی کلامہ عموم النص القرآنی و اجماع السّلف۔

(جس مسئلہ میں عمل کرلیا تو بالاتفاق اس میں نہ پھرے اور دیگر مسئلوں میں مذہب مختار پر غیر مذہب پر عمل کرنا جائز ہے، بسبب اللہ کے فرمانے کے کہ پوچھو تم اہل ذکر سے اگر تم انجان ہو۔ سو پہلے ہی مجتہد کی طرف دیگر مسئلوں میں رجوع کو واجب جاننا نص کو مقید کرنا ہے، کہ جو قائم مقام نسخ کے ہے۔ اور بسبب آنحضرت ﷺ کے فرمان کے کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی تم پیروی کروگے راہ یاب ہوگے۔ اور بسبب اس کے کہ لوگ ہمیشہ سے بلاتعین مذہب، فتوی پوچھتے چلے آئے ہیں۔ تو یہ جواز پر اجماع ہوگیا۔ یہ شرح ابن حاجب میں ہے عقدالجید میں یوں ہی ہے میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس حدیث میں بموجب مقولہ ابن حزمؒ اور بزازؒ اور امام احمدؒ کے کلام ہے۔ اور ہماری سند عموم آیت اور اجماع سلف سے ہے)

☆ ۱۴۔ ابوالاخلاص ملاحسن الشرنبالی حنفیؒ نے دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت کیا ہے کہ مذہب معین کا التزام ضروری نہیں اور اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بنام العقد الفرید لبیان الراجح من الخلاف فی جواز التقلید تالیف کیا ہے۔ چنانچہ خطبہ کے بعد اس رسالہ کے فرماتے ہیں:

و بعد فیقول العبد الواثق بکرم ربّہ الوفی ابو الاخلاص حسن الشرنبالی الحنفی قد ورد سؤال فی رجل حنفی المذہب یسیل منہ دم او نحوہ اراد تقلید الامام مالک فی عدم نقض الوضوء بذلک الخارج و تقلیدہ ایضاً فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عدم النّقض با للمس ا لّذی لا لذّ ة معه کما قا ل ا لا مام الاعظم مطلقاً فھل یجو ز له التّقلید و ما الحکم فی ذا لک ۔ ابسطوا الجوا ب و لکم الثوا ب من الکر یم الوھا ب

فا جبت بجواز التّقلید من غیر تقلید با لعذ ر مجا نباً للتّلفیق مصا حباً للتّو فیق با لتّحقیق و سأ ذکر عن آ ئمّتنا جواز ذا لک بجملة من الفرو ع کقو ل اھل ا لا صو ل ان شا ء اللّه تعا لی و جمعته بھذہ ا لاوراق امتثا لاً لا مر النّبیّ ﷺ حیث امر بجمع العلم و التّقیید و سمّیته با لعقد الفرید لبیا ن الرّا جح من الخلا ف فی جواز التّقلید را جیاً مّن اللّه سبحانه القبو ل فھو خیر مسئو ل واکر م ما مو ل

فقلت نعم یصحّ تقلید ا لامام ما لک فی عد م نقض الو ضوء بما یسیل من دم و قیح سواء کا ن من المخر ج او غیرہ و سواء کا ن التّقلید لمعذور او سا لم من العذر و سواء کان التّقلید بعد العمل بما یخا لفه من مذ ھب ابی حنیفه او کا ن قبل العمل به و لکن علی المقلّد ا لا یتا ن بما ھو مسنو ن او مستحب عند ا لا مام ابی حنیفه و ھو شر ط عند الا مام مالک کان یتو ضأ تا ویا مر تبا موا لیاغسله مد لکا لجسدہ ۔

(حسن شرنبالی حنفیؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص حنفی کے حق میں یہ سوال آیا کہ خون نکلنے اور بغیر لذت عورت کو چھونے سے وضوٹوٹنے کے حکم میں امام مالکؒ کی تقلید کر سکتا ہے؟ میں نے اس کے جواز کا فتوی دیا بشرطیکہ وہ تلفیق سے بچے۔ اور میں اپنے آئمہ اور اہل اصول سے اس جواز پر دلائل نقل کر کے ایک رسالے میں جمع کرتا ہوں۔ سو میں نے کہا، کہ ہاں صحیح ہے تقلید امام مالکؒ کی وضو کے نہ ٹوٹنے میں خون اور پیپ کے بہنے سے، خواہ خون پیپ نکلنے کی جگہ سے ہو یا نہ ہو، اور خواہ یہ تقلید معذور کرے یا بلا عذر والہ، اور خواہ بعد عمل کے ہو یا نہ ہو، ہاں مقلد پر ضرور ہے ادا کرنا ان باتوں کا جو مسنون یا مستحب ہیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور شرائط میں سے ہیں امام مالک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک جیسے نیت کر کے پے بہ پے ترتیب وار اعضا کو مل کر وضو کرنا)۔

پھر اس کے بعد ہر دعوے کے ہر جزء کو دلائل سے ثابت کر کے رسالہ کے آخر میں فرماتے ہیں:

فتحصل ممّا ذکرنا انّه لیس علی الانسان التزام مذهب معیّن و انّه یجوز له العمل بما یخالف ما عمله علی مذهبه مقلّداً فیه غیر امامه مستجمعاً شروطه و یعمل بامرین متضادین فی حادثین لا تعلق الواحدة منهما بالاخری و لیس له ابطال عین فعله بتقلید امام آخر لان امضاء الفعل کامضاء القاضی لا ینقض۔

(تمام مذکور سے حاصل کلام یہ ہوا کہ التزام مذہب معین کا آدمی پر ضروری نہیں اور اپنے مذہب کے مخالف دیگر مجتہد کی بات پر عمل کرنا جائز ہے۔ ہاں شرائط کا لحاظ رکھے۔ اور دو مختلف حادثوں میں دو متضاد اقوال پر عمل کرسکتا ہے۔ لیکن خاص ایک ہی فعل میں دوسرے امام کی تقلید نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ کسی فعل کا اجراء قاضی کے صحیح حکم کی طرح ہے جو ٹوٹتا نہیں)۔

☆ ۱۵۔ سید محمد امین المشہور با بن العابدین الشامی حنفیؒ نے بھی ایسا ہی کہا ہے کہ تعین مذہب معین انسان پر لازم نہیں اگر چہ خود التزام کرے۔ اور اسناد اس دعوی کی تحریر شیخ ابن الہمامؒ اور شرح تحریر ابن امیر حاجؒ سے اور عقد الفرید ملا حسن شرنبالی حنفیؒ سے لائے ہیں۔ مگر چونکہ کلام شیخ ابن الہمام کا اور شارح ابن امیر حاج کا اور ملا حسن شرنبالی کا ابھی گذرا ہے، اس لئے نقل کرنا عبارات شامی کا جو مشتمل ہے اوپر کلام ان اکابر کے، ضروری نہیں۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ عامی کو مذہب سے کیا علاقہ اس لئے کہ مذہب تو اس شخص کا ہوتا ہے جس کو کچھ بصیرت مذہب میں ہو۔ پھر عامی ہو کر اگر کوئی کہے کہ میں حنفی ہوں یا شافعی ہوں، تو وہ حنفی فی الواقع تھوڑا ہی ہو جاوے گا۔ جیسا کہ کہے کہ میں نحوی ہوں۔ چنانچہ ردالمحتار حاشیہ الدرالمختار میں عبارت تحریر اور تحبیر نقل کرنے کے بعد ارشاد کرتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قلت و ایضاً قالوا العامی لا مذهب له بل مذهبه مذهب مفتیه و علله فی شرح التّحریر بانّ المذهب انّما یکون لمن له نوع نظر و استدلال و بصر بالمذاهب علی حسبه اولمن قرأ کتابا فی فروع ذالک المذهب وعرف فتاوی امامه و اقواله۔ و اما غیره ممن قال انا حنفی او شافعی لم یصر کذالک بمجرد القول کقوله انا فقیه او نحوی ۔و تقدّم تمام ذالک فی المقدّمة اوّل هذا الشّرح و انّما اطلنا ذالک لئلّا یغتر بعض الجهلة بما یقع فی الکتب من اطلاق بعض العبارات الموهمة خلاف المراد فیحملهم علی تنصیص الائمّة المجتهدین۔

(میں کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں، بلکہ مفتی کا مذہب عین اس کا مذہب ہے۔ اورشرح تحریر میں مشائخ کے اس مقولہ کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ مذہب تو اس کا ہوتا ہے جوایک طرح کی واقفیت مذاہب پر رکھے اور صاحب بصیرت ہو، یا مسائل جزیہ مذہب میں کوئی کتاب پڑھی ہو اوراپنے امام کے قول اورفتوے جانتا ہو۔اور اس اہلیت کے بغیر جوکوئی کہے کہ میں حنفی یا شافعی ہوں ،تو فقط اس کہنے سے حنفی شافعی نہیں ہوسکتا، بلکہ یہ تو ایسی بات ہے کہ کوئی کہہ دے کہ میں فقیہ ہوں یا نحوی ہوں ۔آخر عبارت شرح تحریر تک۔

اور اس باب میں ہم نے اس لئے طول کلامی کی ہے کہ بعض جاہل کہیں بھٹک نہ جائیں ۔ کیونکہ فقہ کی بعض کتابوں میں کچھ بے قید عبارتیں وہم میں ڈالتی ہیں، اور جہلاء ان عبارات کو آئمہ کی رائے پر محمول کرسکتے ہیں)

☆ ۱۶۔شیخ عابد سندھی حنفیؒ فرماتے ہیں کہ تقلید مجتہد معین کے واجب ہونے پر نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی ۔ اور بہت علماء نے عدم وجوب پر تصریح کی ہے۔ شیخ عابد سندھیؒ اپنے اس قول کو فقہاء حنفیہ اور مالکیہ اورشافعیہ کی طرف مستند کرکے فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر قرون اولی کا اجماع تھا کسی کوایک ہی مجتہد کی تقلید کرنا حلال نہیں ہے۔ اوراس قول کو علامہ ابن امیر حاجؒ کی طرف مستند کرتے ہیں۔ چنانچہ طوالع الانوار حاشیہ الدر

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

المختار میں ارشاد فرماتے ہیں:

نا قلاً عن الشّیخ ابی المعا لی من علماء السّند و وجوب تقلید مجتهد معین لا حجّة علیه۔ لا من جهة الشّریعة و لا من جهه العقل کما ذکره الشّیخ ابن الهمام من الحنفیه فی فتح القدیر و فی کتا به المسمّی بتحریر ا لا صو ل و بعدم وجو به صر ح الشّیخ ابن عبد السّلام فی مختصر منتهی الاصو ل من الما لکیة و المحقق عضد الدّ ین من الشّا فعیة و ذکر ابن امیر الحا ج فی التّحبیر شر ح التّحریر انّ القرو ن الما ضیة من العلماء اجمعوا علی انّه لا یحلّ لحا کم و لا مفت تقلید ر جل وا حد بحیث لا یحکم و لا یفتی فی شیء من ا لا حکام ا لّا بقو له ۔

(شیخ ابوالمعالیؒ نے علمائے سند سے نقل کیا کہ واجب ہونے تقلید مجتہد معین پر کوئی دلیل نہیں، نہ شریعت کی رو سے نہ عقل کی رو سے، جیسا کہ ذکر کیا اس امر کو شیخ ابن ہمامؒ نے حنفیوں میں سے اپنی کتاب فتح القدیر میں اور دوسری کتاب میں جس کا نام تحریرالاصول ہے، اور مالکیوں میں سے شیخ ابن عبد السلامؒ نے اپنی کتاب منتہی الاصول میں اس کی تصریح کی ہے کہ مجتہد معین کی تقلید واجب نہیں ہے اور اسی طرح شافعیوں میں سے عضدالدین محققؒ نے اس کی تصریح کی ہے اور تحبیر شرح تحریر میں ابن امیر حاجؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگلے زمانے کے سارے علماء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ حاکم اور مفتی کو حلال نہیں ایک مجتہد معین کی تقلید اس طرح پر کرے کہ سوا اس مجتہد کے قول کے اور کسی کے قول پر حکم نہ کرے۔ ہو چکی عبارت شامی کی۔

☆ ۱۷۔صفوۃ المحدثین امام ابن حزمؒ نے فرمایا ہے کہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا اجماع اس پر ہوا ہے کہ التزام ایک مذہب معین نہ چاہیے۔ پھر جو کوئی کہ ایسا التزام کرے تو اس نے مخالف کیا اجماع کے، اور اس کا اس امر میں کوئی پیشوا اور امام نہیں، اور اس نے مؤمنین کی رائے کے خلاف راہ اختیار کی۔ چنانچہ نبذ الکافیہ میں فرماتے ہیں:

و قد صحّ اجماع الصّحا بة کلّهم اوّ لهم عن آ خر هم و اجماع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التّا بعین اوّلھم عن آ خرھم و اجماع تبع التّا بعین اوّ لھم عن آ خر ھم علی ا لا متنا ع و المنع من ان یّقصد احد قو ل انسان منھم او ممن قبلھم فیأ خذ کلّه فلیعلم من ا خذ بجمیع اقوا ل ابی حنیفه او جمیع اقوا ل ما لک او جمیع اقوا ل الشّا فعی او جمیع اقوا ل احمد و لا یترك قو ل من اتّبع منھم او من غیر ھم الی قو ل غیرہ و لم یعتمد علی ما جا ء فی القر آ ن و السّنّة غیر صا رف ذا لک الی قو ل انسان بعینه انّه قد خا لف اجماع ا لا مة کلّھا اوّ لھا عن آخرھا بیقین لا اشکا ل فیه و انّه لا یجد لنفسه سلفاً و لا اماماً فی جمیع ا لا عصار المحمودة الثّلا ثه فقد اتّبع غیر سبیل المو منین ۔ نعو ذ باللّه من ھذہ المنز لة ۔ (سارے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا اول سے آ خر تک یہ اجماع صحیح ہو چکا ہے کہ اس سے خود بھی باز رہا جائے اور دوسروں کو بھی منع کیا جائے کہ وہ کسی ہم عصر یا سلف میں سے کسی کے سارے اقوال مان لیں ۔ جان لو کہ جو شخص امام ابو حنیفہؒ یا امام ما لکؒ یا امام شا فعیؒ یا امام احمدؒ کے سارے اقوال لے لیتا ہے، اور جس کی اتباع کر رہا ہے، اسے چھوڑ کر دوسرے کا قول تسلیم نہیں کرتا، اور قر آ ن و حدیث پر بھی اس وقت تک عمل نہیں کرتا جب تک اس کو انسان معین کے قو ل کی طرف نہیں لے جائے ، بے شک اس شخص نے اجماع امت کی مخالفت کی ۔ ایسا شخص قرون ثلاثہ میں اپنا کوئی مقتدا نہ پائے گا اس نے مسلمانوں کے راستے کے سوا دیگر راستہ اختیار کیا)۔

☆ ۱۸۔ بحر العلوم عبد الحی لکھنوی حنفیؒ فرماتے ہیں کہ عمل کے باب میں ایک مجتہد کی تخصیص دھینگا دھینگی ہے، اس کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ شریعت کے حکم کا بدل دینا ہے اور خدا کی رحمت واسعہ کا بند کرنا ہے، اسلئے کہ شارع نے بندوں کو یہی تکلیف دی ہے کہ جس مجتہد غیر معین کی چاہیں تقلید کریں۔ چنانچہ شرح تحریر میں فرماتے ہیں:

اعلم انّک قد علمت انّ التّکلیف من الشّا رع لیس ا لّا العمل بفتوی مجتھد علی التّخییر و تخصیص العمل بفتوی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجتهد دون مجتهد تحکم لا یلتفت الیه بل هو تغیر لحکم الشّارع من دون برهان و حجر رحمة اللّٰه الواسعة (شارع کی طرف سے فقط اتنی تکلیف ہے کہ کسی مجتہد کے قول پر عمل کرے، اور ایک مجتہد کے قول کو دوسرے کی بہ نسبت خاص کرنا، سینہ زوری ہے۔ اسکی طرف کچھ خیال نہ کرنا چاہیے۔ ایسا کرنا شریعت کے حکم کو بلا دلیل بدل ڈالنا ہے اور اللہ کی رحمت کو تنگ کرنا ہے)۔

☆ ۱۹۔ مولانا رئیس المحققین المتأخرین شاہ ولی اللہؒ نے بدلائل عدیدہ اس التزام تقلید مذہب معین کو باطل کیا ہے اور کتاب مستطاب عقد الجید اور انصاف اسی کی تحقیق اور تفصیل میں تالیف فرمائی ہے۔ سو ان کتابوں کی تمام عبارات کی اس جگہ کہاں ہوسکتی ہے۔ طالب حق کو اور شائق تحقیق اور تدقیق کو چاہیے کہ ان کتابوں کے مطالعہ سے مشرف ہو۔ لیکن کچھ قدرے قلیل بطور تیمن اور تبرک کے ہم بھی ذکر کرتے ہیں، مگر پہلے اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ عامی کے حق میں تو شاہ صاحبؒ یوں فرماتے ہیں کہ اس کا کوئی مذہب ہی نہیں۔ اور اس کے عمل کی سبیل یہی ہے کہ وہ علماء وقت سے سوال کرے، جیسا کہ قبل ازیں ساتویں روایت (کلام سید بادشاہؒ) اور گیارھویں روایت (کلام اخون قندھاریؒ) اور پندرھویں روایت (کلام محقق شامیؒ) سے معلوم ہوا، تو مذہب اختیار کرنا ان کے نزدیک علماء ہی کی شان ہے، جو مسائل فروع و اصول امام سے واقف ہیں۔ سو اس کے حق میں عقد الجید میں فرماتے ہیں:

اذا اراد هذا المتبحّر فی المذ هب ان یّعمل فی مسئلة بخلا ف مذ هب اما مه مقلداً فیها لا مام آ خر هل یجوز له ذا لک؟ اختلفوا فیه، فمنعه الغزا لی و شر ذمة و هو قول ضعیف عند الجمهور لا نّ مبنا ه علی انّ الا نسا ن یجب علیه ان یّأخذ با لدّ لیل فا ذا فا ت ذالک لجهله با لدّ لیل ا قمنا اعتقاد ا فضیلة اما مه مقا م الدّ لیل فلا یجوز له ان یخرج من مّذ هبه کما لا یجوز له ان یخا لف الدّ لیل الشّرعی و ردّ بان اعتقا د ا فضیلة الا مام علی سا ئر الآ ئمة مطلقاً غیر لازم فی صحّة التّقلید اجما عاً لا نّ الصّحا بة و التّا بعین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كانوا يعتقدون ان خير هذه الامة ابو بكر ثمّ عمر وكانوا يقلّدون فى كثيرٍ من المسائل غيرهما بخلاف قولهما و لم ينكر على ذالك احد فكان اجماعاً على ما قلناه۔

و امّا افضلية قوله فى هذه المسئلة فلا سبيل الى معرفتها للمقلّد الصّرف فلا يجوز ان يّكون شرطاً للتّقليد اذ يلزم ان لا يصحّ تقليد جمهور المقلّدين۔ فلو سلم ففى مسئتلنا هذه هذا عليكم لا لكم لان كثيراً ما يطلع على حديث يخالف مذهب امامه او يجد قياساً قوياً يخالف مذهبه فيعتقد الا فضيلة فى تلك المسئلة لغيره و ذهب الاكثرون الى جوازه منهم الآمدى و ابن الحاجب و ابن الهمام و النووى و اتباعه كابن حجر و الرملى و جماعات من الحنابلة و المالكية ممن يفضى ذكر اسمائهم الى التطويل و هو الذى انعقد عليه الاتفاق من مفتى المذاهب الاربعة من المتأخرين و استخرجوه من كلام اوائلهم۔

(اگر متبحر فی المذہب کسی مسئلہ میں اپنے امام کے خلاف کسی اور امام کا مقلد ہو کر عمل کرے تو کیا اسے اجازت ہے؟ اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ امام غزالیؒ اور ایک گروہ نے منع کیا ہے۔ جمہور کے نزدیک عدم جواز کا قول ضعیف ہے کیونکہ اس کی اصل یہ ہے کہ انسان پر مذہب کا دلیل کے ساتھ قبول کرنا واجب ہے، اور وہ اختیار دلیل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ختم ہو گیا۔ تو ہم نے اس کے امام کی افضلیت کے اعتقاد کو دلیل کے قائم مقام کر دیا۔ تو اب اس کو اپنے امام کے مذہب سے نکلنا جائز نہیں، جیسا کہ اس کو دلیل شرعی کی مخالفت جائز نہیں۔

یہ قول اس طور پر رد کیا گیا ہے کہ خود صحت تقلید تمام آئمہ پر اپنے امام کی افضلیت کا اعتقاد رکھنا باتفاق لازم نہیں ہے، کیونکہ صحابہ اور تابعین اعتقاد رکھتے تھے کہ اس امت میں افضل حضرت ابو بکرؓ ہیں، پھر حضرت عمرؓ۔ اس کے باوجود وہ بہت سے مسائل میں ان دونوں کے خلاف تقلید کرتے تھے اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ ،تو گویا ہمارے قول پر اجماع ہو گیا۔

رہا اس مسئلہ میں امام کے قول کا افضل ہونا، تو مقلد محض کے لئے اس کی پہچان کی کوئی صورت نہیں ہے، سو یہ شرط تقلید نہیں ہوسکتی۔ اگر یہ شرط درست ہوتو لازم آتا ہے کہ عام مقلدین کی تقلید درست نہ ہو۔ اور اگر ہم تسلیم بھی کر لیں تو ہمارے اس مسئلہ میں یہ تم کو مضر ہے، مفید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اکثر اپنے امام کے مذہب کے خلاف حدیث پاتا ہے، یا قیاس قوی خلاف مذہب پاتا ہے۔ پھر وہ اس مسئلہ میں دیگر کی فضیلت کا معتقد ہو جاتا ہے۔

اور اکثر علماء اس کو جائز کہتے ہیں جن میں سے آمدیؒ، ابن حاجبؒ، ابن ہمامؒ، نوویؒ اور انکے متبعین ہیں جیسے ابن حجرؒ، رملیؒ اور حنابلہ اور مالکیہ کی جماعتیں، جن کے اسماء کا ذکر موجب طوالت ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس پر چاروں مذہب کے متأخر مفتیوں کا اتفاق ہو چکا ہے اور انہوں نے اس بات کو اپنے متقدمین کے کلام استنباط کیا ہے)

☆ ۲۰۔ شہید فی سبیل اللہ الجلیل مولانا محی الدین محمد اسماعیلؒ نے ایسی ہی تقلید کو بدعت حقیقی قرار دیا ہے اور شعبہ رفض کا ٹھہرایا ہے۔ اور جناب مؤلف (تنویر الحق) کو انہیں سے مقابلہ ہے اور انہیں کے کلام کے مقابلہ میں دعوی وجوب تقلید مجتہد معین کا کیا ہے۔ اور یہ نہ سمجھا کہ اس عدم وجوب کا تمام عالم قائل ہے۔

اب سنو کلام بلاغت نظام مدلل بدلائل عظام مولوی اسماعیلؒ صاحب کا۔ آپ ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح میں احادیث صحیحہ سے استدلال کر کے مسائل متفرع کرتے جاتے ہیں اور بعد تفریح چند مسائل کے فرماتے ہیں:

مسئلہ خامسہ۔ استحسانات اکثر متأخرین از فقہاء صوفیہ کہ محض بنا برظن حصول بعضے منافع دینیہ ومصالح شرعیہ بدون تمسک بدلیلے از دلائل شرعیہ عبادات یا معاملات اختراع می نمایند یا تحدید اصلی از اصول دینیہ بحدود خاصہ احداث می کنند، یا ترویج امرے کہ خامل درقرون سابقہ بود برروئے کارمے آرند یا اخمال امرے کہ دراں از منہ مروج بود بعمل مے آرند۔ مثل نماز معکوس و وجوب تقلید شخصی معین از آئمہ مجتہدین وہبہ ثواب عبادات احیاء برائے اموات بخلاف نیابت درعبادت مالیہ کہ آن ثابت الاصل است ومثل تحدید ذکر کلمہ تہلیل باوضاع مخصوصہ از اعداد وضربات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وجلسات وتحدید ماء کثیر بعشر فی عشر و تزویج انزدار بنا بر اشتغال بعبادت ومطالعہ کتب وترویج مسائل قیاسیہ وکشفیہ واستغراق بجمیع ہمت خود دراں واخمال ظاہر کتاب وسنت مگر بطریق تبرک وتیمن واخمال امر معروف ونہی عن المنکر وعدم مبالات باقامۃ جہاد لسانی وسنانی وامثال ایں امور محدثہ شان ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است۔

اور دوسری جگہ اسی ایضاح الحق میں ارشاد فرماتے ہیں:

بخلاف قسم ثانی کہ ہر کس را تحقیق احکام قیاسیہ واشغال صوفیہ وقوانین عربیہ ضرور نیست وارادۃ و تقلید شخصی معین از مجتہدین ومشائخ درارکان دین نہ بلکہ ہمیں قدر کافی ست کہ وقتے کہ حاجتے پیش آید از کسے از ایشاں استفسار کردہ شود نہ آنکہ ارادۃ و تقلید ہم مثل ایمان بالانبیاء از ارکان دین شمردہ شود و لقب حنفی وقادری بمشابہ لقب مسلمان وسنی اظہار کردہ شود وامتیاز از شافعیاں وچشتیاں مثل امتیاز از کفار وروافض از لوازم تدین شمردہ شود وانتقال را از مذہبے بمذہبے یا از طریقہ بطریقہ مثل ارتداد و ابتداع وبغی موجب قتل وہتک معدود کردہ شود۔ یا دعوی اجتہاد وولایت را مثل دعوی نبوت یا دعوی امامت بطریق بغی برامام حق باعث قتال واہانت قرار دادہ شود آیا نمی بینی کہ باطاعت قاضی جبر کردن میرسد نہ براطاعت مجتہد کہ رد حکم قاضی دیگر را ہم نمیرسد چہ جائے احاد رعایا را بخلاف حکم مجتہد کہ بر ہر کسے قبول آن واجب نیست لاسیما در وقتیکہ آن کس خود مجتہد باشد کہ او را تقلید مجتہد اول اصلاً جائز نیست وبغی برامام حق اگر چہ آن باغی لیاقت امامت داشتہ باشد اصلاً جائز نیست برخلاف دعوی اجتہاد کہ وقتیکہ ملکہ اجتہاد حاصل شود لابد دعوی اجتہاد باید کرد وتقلید را از گردن خود دور باید انداخت۔

بالجملہ غرض ازیں کلام آنکہ اشتغال بہ تفتیش ظاہر کتاب وسنت وتعلم تعلیم آں خواہ بخواندن باشد خواہ باستماع مضامین وسعی دراشاعت آں از جنس اکل شرب ولباس است کہ مدار زندگانی برآنست واشتغال باحکام فقہیہ معتبرہ واشغال صوفیہ نافعہ از قبیل مداواۃ ومصالحہ است کہ عندالضرورت بقدر حاجت بعمل آرند وبعدازاں بکار اصلی خود مشغول باشند وعنوان وشعار خود محمدیت خالصہ وتسنن قدیم باید داشت، نہ تمذہب بمذہب خاص وانسلاک درطریقہ مخصوصہ، بلکہ مذاہب وطرق را مثل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دکاکین عطارین باید شمرد وخود را از منسلکان جند محمدی باید ساخت پس چناں کہ سپاہیان را عنوان سپہ گری شعار است واعلاء کلمہء سلطانی کاروبار و وقت کہ بہ دوائی محتاج مے شوند از ہر دو کانے کہ بدست آمد مے گیرند وبقدر حاجت بعمل آرند و باقی را برائے وقت ضرورت نگاہ میدارند و بہ کاروبار خود مشغول مے باشند۔ ہم چنیں محمدیہ خالصہ را شعار خود باید کرد واقامۃ ظاہر سنۃ را کاروبار خود باید داشت واحکام فقہیہ صحیحہ واشغال صوفیہ معتبرہ را کہ خالی از شوب فساد و بدعت باشد بقدر حاجت استعمال باید کرد وزائدازاں بآن توغل نباید کرد۔

سبحان اللہ مولانا مرحوم نے کیا اچھی تمثیل عمل بالحدیث کی امور مدار زندگانی کے ساتھ، اور عمل باقوال مجتہدین کی دوا کے ساتھ دی ہے۔ سو وجہ تشبیہ اول کی تو ایسی ہے کہ اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں۔ لیکن وجہ تشبیہ ثانی کی پس یہ ہے کہ جیسے کوئی دوا در ذات الجنب کے وقت کار آمد ہوتی ہے، ایسے ہی تقلید کسی مجتہد کے قول کی دل کے مرض، جہالت، کے وقت درکار ہوتی ہے۔ اور مذاہب مجتہدین کی تشبیہ عطاروں کی دوکانوں سے بہت خوب ہے۔ بنظر باریک غور کرنا چاہیے کہ جب کوئی شخص التزام کر رکھے کہ میں عبداللہ نامی عطار ہی سے، مثلاً، دوا لیا کروں گا دوسرے سے کبھی نہیں لوں گا تو وہ بے شک ایک نہ ایک ہلاک ہی ہو جائے گا۔ یعنی کسی روز ذات الجنب میں مبتلا ہو رہا ہے اور عبداللہ عطار کے پاس اس کی دوا نہیں ہے۔ ایسا ہی وہ شخص جس نے التزام کر رکھا ہو کہ میں تمام عمر امام ابو حنیفہؒ ہی کی (مثلاً) تقلید کروں گا امام شافعیؒ، امام مالکؒ کی ہرگز نہیں کروں گا تو وہ کسی نہ کسی دن گناہ میں مبتلا، یا کسی فرض کا تارک بھی ہو جائے گا۔ مثلاً ایک عورت حنفیہ ہو، جوان، مشتہاۃ، اور اس کا خاوند مفقود الخبر ہو، اور عرصہ چار برس کا گذر گیا ہو اور اس کو شہوت کا ایسا غلبہ ہو کہ زنا کے صادر ہونے کا خوف غالب ہو۔ تو دیکھو کہ اس عورت کو زنا سے بچنے کا امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں کوئی علاج نہیں۔ وہ تو یہی فرماتے ہیں کہ ۹۰ برس تک خاوند کی منتظر رہے۔ تو وہ خواہ مخواہ زنا میں مبتلا ہوگی۔ اور اگر التزام نہ ہوتا تو بے شک زنا سے بچ جاتی اس لئے کہ امام مالکؒ کے مذہب میں اس کی دوا، یعنی تجویز نکاح ثانی، بعد چار برس کے موجود ہے۔ ایسا ہی ایک شخص حنفی کو سفر میں ایسا موقعہ آن پڑا کہ نماز ظہر و عصر کی اپنے اپنے وقتوں میں ادا نہیں کر سکتا اور اس کو التزام تھا کہ شافعی مذہب کی تقلید کبھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ کرے گا اور جمع بین الظہر والعصر ہرگز نہ کریگا، تو وہ بے شک ایک نماز کو ان دونوں میں سے قضا ہی کرے گا۔ اور اگر اس کو التزام حنفیہ کا نہ ہوتا تو بے تامل دونوں نمازوں کو شافعی مذہب پر جمع کر کے ادا کرتا اور ترک فرض سے محفوظ رہتا۔

☆ ۲۱۔ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ رسالہ تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین میں، جس میں ایسی تقلید کو شبہ رفض کا فرمایا ہے، یہ ارشاد فرماتے ہیں:

و قد غلا النّاس فی التّقلید و تعصّبوا فی التزام تقلید شخص معیّن حتّی منعوا الاجتهاد و منعوا تقلید غیر امامه فی بعض المسائل و هذا هی الدّاء العضال الّتی اهلکت الشّیعة هئولاء ایضاً اشرفوا علی الهلاك الا ان الشیعة قد بلغوا اقصاها فجوّزوا ردّ النّصوص بقول من یّزعمون تقلیده و هئولاء اخذوا فیها و اولو الرّوایات المشهورة الی قول امامهم ۔ (بے شک زیادتی کی ہے لوگوں نے تقلید کے باب میں اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں ایک مجتہد معین کی تقلید کے التزام میں، یہاں تک کہ وہ قائل ہو گئے ہیں اجتہاد کے ممتنع ہونے کے، اور منع کرتے ہیں اپنے امام کے سوا تقلید سے بعضے مسئلوں میں، اور یہ وہ سخت مرض ہے کہ اس میں فرقہ شیعہ ہلاکت کو پہنچے ہیں اور اسی طرح یہ لوگ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ ہاں اتنی بات ہے کہ شیعہ نے مبالغہ کر کے نصوص کو رد کیا ہے اپنے مقتدا کے قول کے مقابلہ میں، اور یہ لوگ مشہور روایتوں کی تاویل کر کے اپنے امام کے قول کی طرف کرلاتے ہیں)۔

☆ ۲۲۔ شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی حنفی بھی مقر ہیں کہ طریق متقدمین کا یہی تھا کہ کسی ایک کی خاص کر تقلید نہیں کیا کرتے تھے اور اس قول کو آیت اور حدیث اور اجماع کی طرف مستند فرماتے ہیں۔ اور حافظ الحدیث ابن حزمؒ کی کلام سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ انصاف اور عدل اس میں ہے۔ چنانچہ تحصیل التّعرف فی معرفة الفقه و التّصوّف میں ارشاد فرماتے ہیں:

لزوم اتّباع المجتهدین و الاقتداء بهم فیه طریقتان۔ فکان طریق المتقدمین انّهم لا یرون التزام مذهب معیّن و اتباع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجتهد واحد بل کا ن للمجتهدین العمل با جتهادهم و کا ن سبیل العوا م ان یستفتوا الفقهاء و یر جعوا الیهم من غیر متابعة احد بعینه ۔ قا ل الحافظ ابو محمد بن حز م الظّا هری ما نعلم احداً فی زمان القرو ن الثّلا ثة الّذین هم خیر القرو ن اخذ بقول احد بعینه و انّما حد ث ذا لک بعد تلک القرو ن من غیر انکار احد فحل ذا لک محل ا لا جماع دلیلهم علی ذا لک قوله سبحا نه فا سئلوا اهل الذّ کر ان کنتم لا تعلمو ن و یقو لو ن انّ النّاس ما مورو ن با لعمل با لکتا ب و السّنّة و الاجماع و ا لاقتداء با لعلماء فیما یفتو ن فما و جه التّعیین و التّخصیص و هذا اشارة قول النّبیّ ﷺ اصحا بی کا لنّجو م با یّهم اقتدیتم اهتدیتم ۔ و العلماء کلّهم فی حکمهم و هذا القول اقر ب الی ا لا نصا ف و العد ل۔

اقول قد مرّ الکلام فی هذا الحدیث فبقی مستند نا فی کلام الشیخ الآ یة و ا لا جما ع۔ (اتباع اور پیروی مجتہد معین میں دو طریقہ ہیں ۔ اگلے لوگوں کا تو یہ ہے کہ ان کے نز دیک تقلید مجتہد معین کی نہیں ہے بلکہ اس زمانے کے مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے اور عوام بغیر التزام ایک مجتہد معین کے علماء سے فتوی پو چھتے تھے۔

ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ قرون ثلاثہ میں ہم کسی کو نہیں جانتے کہ وہ ایک معین امام کے قول پر عمل کرتا ہو، بلکہ یہ امر ان زمانوں کے بعد پیدا ہوا ہے، تو یہ بمقام اجماع کے ہو گیا۔ اور ان لوگوں کی دلیل اللہ کا یہ فر مانا ہے کہ (تر جمہ). اہل ذکر سے پو چھ لو اگر تم نہیں جانتے ۔ اور ان کا مقولہ یہ بھی ہے کہ لوگ قر آن اور حدیث اور اجماع امت اور اقوال علماء پر عمل کر نے کے ما مور ہیں، سو کوئی وجہ تعین اور تخصیص کی نہیں ہے ۔ اور اسی طرف اشارہ کرتی ہے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث کہ میرے اصحاب ستاروں کی مثل ہیں جس کی تم پیروی کرو گے ہدایت پا ؤ گے ۔ اور علماء سب صحابہ کے حکم میں ہیں۔ اور یہ انصاف کے بہت قریب ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ ۲۳۔ ملا علی قاریؒ نے بھی اعتراف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو حنفی یا شافعی ہو جانے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ اگر اہل علم ہو تو قرآن و حدیث پر عمل کرو اور اگر عامی ہو تو کسی اہل علم سے پوچھ لے۔ چنانچہ شرح عین العلم میں فرماتے ہیں۔

و من المعلوم انّ اللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ ما کلّف احداً ان یّکون حنفیاً او مالکیاً او شافعیاً او حنبلیاً بل کلّفھم ان یّعملوا بالکتاب و السّنّۃ ان کانوا علماء او یقلّدوا العلماء ان کانوا جھلاء (اللہ نے کسی کو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی بننے کی تکلیف نہیں دی، بلکہ اس بات کا مکلّف کیا ہے کہ اگر عالم ہو تو قرآن و حدیث پر عمل کرے، اگر لاعلم ہو تو علماء سے پوچھ لے)۔

اور سم القوارض فی ذم الروافض میں فرماتے ہیں:

ثم اغرب ایضاً فی نقلہ انّہ لو انتقل حنفی الی الشّافعی لم یقبل شھادتہ و ان کان عالماً کما فی اواخر الجواھر۔ و ھذا کما تری لا یجوز لمسلم ان یتفوہ بمثلہ۔ فانّ المجتھدین من اھل السّنّۃ و الجماعۃ کلّھم علی الھدایۃ و لا یجب علی احدٍ مّن ھذہ الامۃ ان یّکون حنفیاً او شافعیاً او مالکیاً او حنبلیاً بل یجب علی احاد النّاس اذا لم یکن مجتھداً ان یقلّد احداً مّن ھئولا الاعلام لقولہ تعالیٰ: فاسئلوا اھل الذّکر ان کنتم لا تعلمون۔ وبقول بعض مشائخنا من تبع عالماً لقی اللّٰہ سالماً (اور جامع الرموز والے نے یہ نقل کر کے نہایت غریب بات کی ہے کہ اگر کوئی حنفی سے شافعی ہو جائے تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اگرچہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو۔ جواہر کے خاتمہ پر یوں ہی لکھا ہے۔

ایسی بات زبان سے نکالنا کسی مسلمان کو جائز نہیں کیونکہ اہل سنت و جماعت کے تمام مجتہد ہدائت پر ہیں، اور امت میں سے کسی پر واجب نہیں کہ حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی ہو۔ بلکہ جو مجتہد نہ ہو اس پر واجب ہے کہ کسی عالم کی تقلید کرے بسبب اس آیت کے پوچھ لو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے،

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور بسبب ہمارے بعض مشائخ کے مقولہ کے کہ جو کسی عالم کی پیروی کرے گا وہ قیامت کے دن گرفت سے بچ جائے گا)۔

☆ ۲۴۔ علماء حنفیہ عراق اور ماوراء النہر نے سات مسئلوں میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے قول پر فتوی دے رکھا ہے۔ پھر اگر تقلید ایک ہی مجتہد کی واجب ہوتی تو وہ علماء حنفیہ کیوں مذہب مالک اور شافعی پر فتوی دیتے۔ جیسے کہ فرمایا شرح اسپیچاپی میں نقلاً عن جامع الفتاوی۔

افتی علماء العرا ق و ما وراء النهر علی قول ما لک و الشّافعی فی سبعة مسا ئل، منها تفریق امرأة الغا ئب با ر بع سنین (کہ علمائے عراق اور ماوراء النہر نے سات مسئلوں میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے اقوال پر فتوی دے رکھا ہے۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ غائب مرد کی عورت کو چار برس بعد علیحدگی کا حکم دے دیا جائے)۔

اس روایت سے ان مقلدین مخصصین کا عذر دفع ہوا جو کہتے تھے کہ جس نے اپنے مذہب کے خلاف پر فتوی دیا ہے تو ایک یا دو مسئلوں میں دیا ہے، اور اس سے زائد ممنوع ہے۔ اور وجہ دفع ہونے کی ظاہر ہے اس شخص پر جو کہ دو میں اور سات میں فرق کر سکتا ہے۔

☆ ۲۵۔ فتاوی حسب المفتین میں بھی فرمایا ہے کہ مسئلہ نکاح زن مفقود میں امام مالکؒ کے مذہب پر حنفیوں نے عمل کر رکھا ہے چنانچہ بعد بیان مذہب امام مالکؒ کے درباب نکاح زوجہ مفقود کے فرمایا ہے:

قو ل ما لک معمول بها فی هذه المسئلة و هو احد قو لی الشّا فعی و لو افتی به الحنفیّ یجو ز فتواه۔

(مسئلہ نکاح زن مفقود میں امام مالکؒ کے قول پر عمل ہوتا ہے، اور ایک قول امام شافعیؒ کا بھی یہی ہے، اور حنفی المذہب اگر اس پر فتوی دیوے تو جائز ہے)

☆ ۲۶۔ خوارزم کے بعض علماء حنفیہ نے اختیار کر رکھا تھا کہ جو کوئی نماز میں خطاء سے قرأت غلط پڑھ جائے تو نماز اس کی فاسد نہیں ہوتی، یعنی اس مسئلے میں امام شافعیؒ کے مذہب پر فتوی دے رکھا تھا۔ چنانچہ فتاوی بزازیہ میں کہا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان من علماء خوا ر زم یعنی من اصحا بنا من اختار عدم فساد الصّلوۃ با لخطاء فیھا اخذ بمذ ھب الشّا فعی فقیل له مذھبه فی غیر الفا تحة فقا ل اختر ت من مذ ھبه ا لا طلاق و تر کت القید ۔ انتھی ۔ نقله العلا مة خا تم المتأ خرین ابن نجیم فی بعض رسا ئله فی الموقف و نقل الفھا مة ایضاً فی قول السّدید (خوارزم کے حنفی علماء میں سے ایسے بھی ہیں کہ بموجب مذہب شافعی کے صدور خطا سے نماز نہ ٹوٹنے کے قائل تھے۔ جب لوگوں نے ان سے کہا کہ امام شافعی کا یہ مسلک سوائے سورۃ فاتحہ کے اور باتوں میں ہے، تو جواب دیا جا تا کہ امام شافعیؒ کے مذہب سے مطلق بات لے کر سورۃ فاتحہ کی قید کو میں نے چھوڑ دیا ہے۔ نقل کی ہے یہ عبارت ابن نجیمؒ نے وقوف کی بحث میں اپنے بعض رسائل میں، اور صاحب قول سدید نے بھی اس کو نقل کیا ہے)۔

تعین مذہب ضروری ہوتی تو یہ فتوی بعض علماء خوارزم کا بلانکیر کیوں جاری ہوتا؟

☆ ۲۷۔ قضاۃ متأخرین نے فتوی دے رکھا ہے تزکیہ کی جگہ گواہوں کو قسم کھلانے کا، بنا بر مذہب ابن ابی لیلیؒ کے۔ چنانچہ مولانا بحرالعلومؒ شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

لو وجد روا یة صحیحة من مجتھد آ خر یجوز العمل بھا ۔ الا تری انّ المتأ خرین افتوا بتحلیف الشّھود اقا مة له مقا م التّز کیه علی مذ ھب ابن ابی لیلی

(سو اگر مذہب کی تعیین ضروری ہوتی، بلکہ اگر تعین مذاہب اربعہ کی لازم ہوتی، تو یہ فتوی امام ابن ابی لیلیؒ کے مذہب پر کیوں جاری ہوتا؟)

جب ملتزمین مذہب معین ان روایات کو دیکھتے ہیں تو اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ علماء حنفیہ کے یہ فتوے اور احکام مذہب امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام ابن ابی لیلیؒ پر بنابر ضرورت تھے اور الضرورا ت تبیح المحظورات۔ چنانچہ حضرت مؤلف (تنویر الحق) نے اپنی کتاب کے باب ثانی کے آخر میں آخری روایت کا یہی جواب دیا ہے، اس لئے ضروری ہوا کہ ان کے اس عذر کے جواب میں وہ روایات بھی نقل کی جائیں جن سے بلاضرورت، امذہب مخالف پر فتوی دینا ثابت ہو۔ تو سنو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ ۲۸۔ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہؒ سے ایک شخص نے ایک مسئلہ برخلاف حنفی مذہب کے دریافت کیا اور کہا کہ،

واسطے اجرائے اس حکم کے جو مخالف حنفیہ کے ہے، حنفی قاضی کسی شافعی المذہب کے پاس مقدمہ بھیجے، کہ وہ شافعی اپنے مذہب موافق کے حکم جاری کرے، اور حنفی قاضی اپنے مذہب کی مخالفت سے باز رہے،

(ابن حمزہؒ نے) جواب دیا کہ حنفی قاضی کا شافعی المذہب کے پاس مقدمہ بھیجنا درست ہے۔ اور اگر وہ حنفی قاضی خود ہی اس مقدمہ میں اپنے مذہب کے خلاف حکم جاری کردے تو بھی درست ہے۔ چنانچہ مجموع النوازل میں ذکر کیا ہے:

سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ عن الصّغیرۃ زوجھا من صغیر و قبل ابوہ ۔ و کبرا الصغیران و بینھما غیبۃ منقطعۃ۔ و قد کان النّکاح بشھادۃ الفسقۃ ۔ ھل یجوز للقاضی ان یّبعث الی شافعی المذھب لیبطل ھذا النکاح بسبب انّہ کان بشھادۃ الفسقۃ؟ قال نعم و للقاضی الحنفی ان یّفعل ذالک بنفسہ اخذاً بھذا المذھب و ان لم یکن مذھبہ ۔ انتھی کذا فی عالمگیریہ (عطاء بن حمزہؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی چھوٹی عمر کی بیٹی کا نکاح ایک چھوٹی عمر کے لڑکے سے کردیا اور وہ دونوں بڑے ہوئے اور ان دونوں میں جدائی منقطعہ فقہی ہے، اور فاسقوں کی گواہوں سے یہ نکاح منعقد ہوا تھا۔ کیا قاضی کو جائز ہے کہ شافعی مذہب کے پاس اس مسئلہ کو بھیجے تاکہ گواہوں کے فاسق ہونے کی بنا پر اس نکاح کو باطل کرادے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں جائز ہے۔ اور حنفی قاضی خود بھی اس باب میں مذہب شافعی کو لے کر یہ حکم لگا سکتا ہے اگرچہ خود اس مذہب کا نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں یوں ہی ہے)۔

تو غور کرو کہ اگر عمل اور فتویٰ بمذہب مخالف، ضرورت ہی کے وقت جائز ہوتا تو اس سائل کو شیخ الاسلام عطاء بن حمزہؒ نے، باوجودیکہ شافعی المذہب موجود تھا، اور حنفی کو اپنے مذہب کا خلاف کرنے کی ضرورت نہ تھی، کیوں حکم دیا کہ حنفی قاضی خود ہی اس نکاح کو برخلاف اپنے امام کے مذہب کے باطل کردے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ ۲۹۔ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہؒ نے قضا علی خلاف المذھب کو بلا ضرورت بھی درست کیا ہے ایسا ہی اور فقہاء نے بھی درست کیا ہے۔ چنانچہ غدہ میں فرمایا ہے:

یجوز للقا ضی ان یّبعث الی شا فعی المذ ھب لیبطل النّکا ح اذا کا ن التّز و یج بشھادۃ الفسقۃ و للحنفی ان یفعل ذالک و ھی مسئلۃ القضاء علی خلا ف مذ ھبہ ۔ کذا فی الفصو ل العما دیہ ۔ (قاضی کو جائز ہے کہ فاسق گواہوں کی گواہی سے ہونے والے نکاح کو باطل کرنے کے لئے شافعی قاضی کے پاس مقدمہ بھیج دے۔ اور حنفی قاضی بھی ایسا حکم لگا سکتا ہے اور یہ مسئلہ خلاف مذہب پر فتوی دینے کا ہے)۔

☆ ۳۰۔ امام طرطوسی نقل کرتے ہیں کہ ایک روز جمعہ کی اقامت ہوگئی تھی اور قاضی ابو الطیبؒ طبری شافعی تکبیر کہنے کو مستعد ہوئے تو ناگاہ ایک جانور نے ان کے اوپر بیٹ کردی اور ظاہر ہے کہ شافعی مذہب میں جانوروں بیٹ کی نجس ہوتی ہے، لیکن قاضی ابوالطیبؒ نے اس بیٹ کے نجس نہ ہونے میں امام احمدؒ بن حنبل کی تقلید کر لی، اور کہا کہ میں اب حنبلی ہوں، اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں داخل ہوگئے۔ چنانچہ امام سید شریف علی السمہودیؒ نے نقلاً عن الکتاب الخادم فرمایا ہے:

انّ ا لا مام الطر طوسی حکی انہ اقیمت صلوۃ الجمعۃ و ھم القا ضی ابو الطّیب الطبری با لتّکبیر فا ذا طا ئر قد ذرق علیہ فقال انا حنبلی ثم احر م و د خل ، قلت و معلوم انہ انما کا ن شا فعیاً یجتنب الصلوۃ بذر ق الطا ئر فلم یمنعہ عملہ ای السا بق بمذ ھبہ فی ذا لک من تقلید المخالف انتھی علی ما نقلہ العلا مہ الحسن الشر نبا لی الحنفی فی العقد الفرید

☆ ۳۱۔ اور ایسا ہی مروی ہے کہ قاضی ابو عاصم عامریؒ حنفی نماز مغرب کے وقت قفالؒ شافعی کی مسجد میں تشریف لے گئے، تو قفالؒ شافعی نے انہیں دیکھ کر مؤذن کو حکم دیا کہ تکبیر میں دو دو کلمہ کہے واسطے خاطر داری قاضی حنفی کے باوجود کہ شافعی مذہب میں تکبیر میں ایک ایک کلمہ کہا جاتا تھا۔ اور قاضی حنفی کو امام بنایا تو انہوں نے بھی اپنے مذہب کے خلاف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پاس خاطر قفال شافعی کے جہر بسملہ مع القرأۃ اور رفع الیدین وغیرہ شافعیوں کے موافق نماز میں ادا کیا۔ چنانچہ سید شریف علی السہمو دیؒ کتاب خادم سے نقل فرماتے ہیں:

انّ القاضی ابا عاصم العامری الحنفی کان یفتی علی باب مسجد القفال والمؤذن یؤذن المغرب فترك و دخل المسجد فلما رآہ القفال امر المؤذن ان یّثنی الاقامة وقدم القاضی فتقدّم و جھر بالبسملہ مع القرأۃ و اتی شعار الشّافعیة فی صلوته و معلوم انّ القاضی ابا عاصم انما یصلّی قبل بشعار مذھبه فلم یمنعه سبق عمله بمذھبه فی ذالک ایضاً۔ انتھی علی ما نقله العلامة الشرنبالی الحنفی فی العقد الفرید۔

اور طحطاویؒ نے بھی اس قصہ کو نقل کیا ہے۔

تنبیہ۔ حضرت مؤلف (تنویر الحق) نے روایت قفالؒ اور ابو عاصمؒ کے جواب میں یہ ارشاد کیا ہے کہ یہ روایت مخالف ہے اجماع کے۔ تو اس کو تم خوب دیکھتے چلے آتے ہو کہ اجماع امت کا کس طرف ہے۔ التزام کی طرف ہے یا عدم التزام کی طرف۔

اور مؤلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

جائز ہے کہ کیا گیا ہو یہ فعل بنظر نفوذ کے، نہ بنظر اس کے یہ فعل درست ہے۔

سو بطلان اس قول کا صریح ہے اس لئے کہ یہ فعل اور اپنے امام کے مذہب کا ترک قاضی ابو عاصمؒ وغیرہ سے باوجود ممنوع جاننے کے واقع نہیں ہوا۔ ان پر کیا جبر ہوا تھا کہ باوصف علم عدم جواز اقدام کے مرتکب اس گناہ کے، یعنی ترک تقلید کے، بزعم مؤلف ہوئے تھے؟۔ راست فرمایا حضرت ﷺ نے:

من یّرد اللّٰه به خیراً یفقهه فی الدّین (ترمذی: ۲۶۴۵)

(جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کو دین کی سمجھ دیتا ہے)

☆ ۳۲۔ خاتم المتأخرین زین العابدین ابن نجیمؒ صاحب بحر الرائق، حکم ملفق کی صحت کے قائل ہیں اور ظاہر ہے کہ جو شخص تلفیق کو، جو جمع بین المذھبین فی حادثه واحدہ سے عبارت ہے، جائز رکھے وہ اختیار عمل بمذاہب مختلفہ میں بطریق اولی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائز رکھے گا، کیونکہ جمع اول میں تو اختلاف بھی ہے اور ثانی مجمع علیہ ہے۔ چنانچہ رسائل زینیہ میں فرماتے ہیں:

و یمکن ان یؤخذ صحّة الاستبدال من قول ابی یوسف و صحّة البیع بغبن فاحش بقول ابی حنیفه بناء علی جواز التّلفیق فی الحکم بین القولین (اور ممکن ہے کہ استبدال کی صحت امام ابی یوسفؒ کے قول پر اور باوجود نقصان صریح کے بیع کی صحت امام ابوحنیفہؒ کے قول پر لی جاوے بنابر جواز تلفیق کے دونوں قولوں کے حکم میں)۔

☆ ۳۳۔ خانیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ جس عورت کو میں نکاح میں لاؤں گا اس کو طلاق ہے۔ پھر اس نے ایک عورت سے نکاح کر لیا اور کسی فقیہ سے پوچھا کہ اب اس کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ تو فقیہ نے حکم دے دیا کہ طلاق نہیں ہوئی (چنانچہ مذہب شافعی کا ہے) تو اس شخص نے اس عورت کو اپنی زوجیت میں رکھا۔ اور پھر آئندہ ویسی ہی قسم کھالی اور بعد اس کے دوسری عورت سے نکاح کر کے حکم اس کا کسی دوسرے فقیہ سے پوچھا، تو اس دوسرے فقیہ نے برخلاف پہلے فقیہ کے حکم دیا کہ طلاق واقع ہوگئی (جیسا کہ مذہب حنفی میں ہے)، تو اس شخص کے حق میں ہمارے آئمہ کا یہ فتوی ہے اور حکم ہے کہ وہ شخص پہلی عورت کو پہلے فقیہ کی تقلید سے اپنے نکاح میں سمجھے اور دوسری عورت کو دوسرے فقیہ کی تقلید سے مطلقہ سمجھ کر چھوڑ دے۔

سو یہ حکم صریح دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ کبھی ایک فقیہ کی تقلید کرے اور کبھی دوسرے کی۔ اور ایک مسئلہ میں حنفی ہونا اور دوسرے مسئلہ میں شافعی ہونا درست ہے۔ اور ایک ہی امام معین کی تقلید واجب نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی حنفی تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف میں فرماتے ہیں:

و نقل عن الخانیه فی مسئلة تعلیق الطّلاق بالتّزوج انّه قال اصحابنا انّ صاحب الحادثة اذا ستفتے عدلاً من اهل التقوی فافتی ببطلان الیمین وسعه ان یأخذ بفتواه و یمسک المرأة۔ فان تزوج اخری بعدها و قد حلف بطلاق کل امرئة تزوجها فاستفتے فقیها آخر مثله فافتاه بصحّة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الیمین و وقوع الطّلاق المضاف الیه بالتزوج۔ فانه یمسک الاولی و یفارق الثانیة و هذا کله دلیل علی انه یجوز الرجوع من فقیه الی فقیهه و ان یکون الشخص حنفی المذهب فی مسئلة و شافعی المذهب او غیره فی اخری و لا یجب تقلید امام بعینه۔

اور یہ روایت ذخیرہ، اورنوادر رستم میں اورقول سدید وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

☆ ۳۴۔ مولوی سید حیدر علی ٹونکیؒ جو بڑے عالم متبحر جامع معقول اورمنقول شاگرد رشید مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور مولانا شاہ رفیع الدینؒ دہلوی کے تھے، اپنے رسالہ صیانة الاناس من وسوسة الخناس کہ جو ردّ میں مولوی فضل رسول بدایونی کے تحریر کیا ہے، فرماتے ہیں:

قول موسوس۔ بعض متر ددین نے یہ حال سن کر استدعا کی کہ چند باتیں مولوی اسماعیل کی اس طرح سے نقل کر دیجئے کہ موافق مخالف سے تحقیق کی جاویں۔ ہر چند دانش مندوں پر مولوی اسماعیل (دہلوی) کے کلام سے ظاہر ہے کہ ان کو اصلاً قید مذہب وملت کی نہیں ہے اور سیف الجبار وغیرہ رسائل میں محقق ہو چکا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ حال رسائل مذکور کا تو دیکھنے سے معلوم ہوگا، پر اتنا کہا جاتا ہے کہ ملت سے اگر مراد یہ ہے کہ مولوی اسماعیلؒ (دہلوی) کو قید دین اسلام کی نہیں تھی، کبھی مسلمان کبھی یہودی کبھی نصرانی کبھی مشرک بنتے تھے، تو یہ بات قابل جواب کے نہیں۔ اس کو ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔

اور اگر مراد ملت سے وہی مذہب ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ قید ایک مذہب کی اکثر لوگوں کے حق میں اکثر احوال میں اولی اور مستحسن بلکہ ضرور ہوتی ہے، کیونکہ دین پر چلنا سہل ہو جاتا ہے، لیکن ہر شخص کے واسطے ضرور نہیں۔ جس کو اللہ تعالی مرتبہ تحقیق کا دے وہ کیوں تقلید کرے۔ پھر تقلید ایک شخص معین کی اس پر اگر کوئی ادلہ شرعیہ اربعہ سے ہو تو لاؤ ذکر کرو۔ تقلید تو واسطے بے علم کے ہے۔ فاسئلوا اهل الذّکر ان کنتم لا تعلمون (پوچھو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے)

سید شریفؒ نے حکمة العین کے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ اولاد رسول اللہ ﷺ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک جسمی ہے اور وہ سادات کرام ہیں، ان پر صدقہ زکوۃ حرام ہے۔ دوسری اولاد روحی ہے اور وہ علماء عظام ہیں، ان پر تقلید، جو دوسرے عالم کا صدقہ ہے، حرام ہے۔ اور جو تحقیق اصل ہوئے اور تقلید ضروری یعنی وقت نہ ہونے مرتبہ تحقیق کے ضرورت پڑے تو ہوئی، تو اس لئے مجتہد مخطی کو بھی ایک اجر ہے اور اگر مصیب ہو تو دو اجر، بخلاف عامی مقلد کے کہ اس کو خطا میں نہ دوگنا اجر، نہ ایک۔ محقق کے حق میں کلام برسبیل تنزل کیا گیا ورنہ عامی اور مقلد کو بھی موافق تحقیق متأخرین اور متقدمین کے تقلید ایک شخص کی لازم اور واجب نہیں، اگرچہ اولی اور بہتر اور موجب سہل ہونے عمل کے ہے۔ اس ہمارے دعوے پر صحابہ کا اجماع حجت اور دلیل ہے تو جو شخص کہ تقلید ایک شخص کی لازم اور واجب کہتا ہے، وہ غلط کہتا ہے۔ جو عدم وجوب پر اجماع صحابہ کا ہے اس پر اس کو علم نہیں۔ اب سنو اس کا بیان مسلم کتاب علم اصول الفقہ کی جس خوبی سے ہے اور اخیر اور پچھلی کتابوں میں حاجت بیان کی نہیں۔ اس میں ہمارا مطلب ہے اور تحریر محقق ابن ہمام اور اس کی شرح میں بھی ایسی ہے۔ اب پہلی کتاب اور اس کی شرح کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح میں یوں ہے:

قال الامام اجمع المحققون علی منع العوام من تقلید اعیان الصّحابۃ رضوان اللّٰہ تعالی علیھم فانّ اقوالھم قد تحتاج فی استخراج الحکم الی تنقیۃ کما فی السّنّۃ ولا یقدر العوام علیہ۔ بل یجب علیھم اتّباع الّذین سبروا ای تعمّقوا و بوّبوا ای اوردوا ابواباً لکلّ مسئلۃ علی حدّۃ فھدبوا مسئلۃ کل باب و نقحوا کل مسئلۃ من غیرھا و جمعوا بجامع و فرّقوا بفارق و عللوا ای اوردوا لکل مسئلۃ مسئلۃ علۃ و فصلوا تفصیلاً یعنی یجب علی العوام تقلید من تصدی لعلم الفقہ لا لاعیان الصّحابۃ المجملین القول۔ و علیہ ابتنی ابن الصّلاح منع تقلید غیر الآئمّۃ الاربعۃ الامام الھمام امام الآئمّہ اما منا ابو حنیفہ الکوفی و الامام مالک و الامام شافعی و الامام احمد رحمھم اللّٰہ و جزاھم عنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احسن الجزاء لانّ ذا لک المذ کور لم یدر فی غیر ھم و فیه ما فیه فی الحا شیة قا ل القرا فی انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یقلّد من شاء من العلماء من غیر حجر و اجمع الصّحا بة علی انّ من استفتی ابا بکر و عمر امیر المؤ منین فله ان یستفتی ا با ھریرہ و معا ذ بن جبل و غیر ھما و یعمل بقو لھم من غیر نکیر فمن ا دّ عی برفع ھذ ین ا لا جما عین فعلیه البیا ن انتھی۔ فقد بطل بھذین ا لا جما عین قو ل الا ما م

و قو له اجمع المحققو ن لا یفھم منه ا لا جماع الّذی ھو الحجّة حتی یقا ل یلز م تعا ر ض ا لا جما عین بل الّذی یکو ن مختاراً عند احد و لکو ن الجما عة متّفقین علیه یقا ل اجمع المحققو ن علی کذا۔

ثمّ فی کلا مه خلل آ خر اذ المجتھدو ن ا لآ خرو ن ایضاً بذ لوا جھد ھم مثل ا لآ ئمة ا لا ربعة و انکار ھذا مکا برة و سوء اد ب۔ بل الحقّ انّه انّما منع من منع تقلید غیر ھم لا نّه لم یبق روا یة مذ ھبھم محفو ظة حتی لو و جدوا روا یة صحیحة من مجتھد آ خر یجوز العمل بھا ا لا تر ی انّ المتأ خّرین افتوا بتحلیف الشّھود اقا مة له مو قع التّز کیة علی مذ ھب ابن ابی لیلی۔

(امام الحرمینؒ نے کہا ہے کہ محققین اس پر متفق ہیں کہ عام لوگ صحابہ کی پیروی نہ کریں کیونکہ ان کے اقوال سے حکم، حدیث کی طرح بدقت نکلتا ہے اور عام لوگ اتنی قدرت نہیں رکھتے۔ غرض فقہاء کی پیروی چاہیے صحابہ کی نہیں۔ اور ابن صلاحؒ نے اسی وجہ سے آئمہ اربعہ، یعنی امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ، کے سوا دیگر کی تقلید سے منع کیا ہے کیونکہ دیگر مذاہب میں مذاہب اربعہ کی سی باتیں نہیں ہیں۔

اس پر اعتراض ہے۔ حاشیہ میں ہے کہ بقول قرافی اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جو مسلمان ہے، اسے کو روا ہے کہ علماء میں سے جس کی چاہے تقلید کرے۔ اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ جو امیر المؤمنین ابو بکرؓ اور عمرؓ سے فتویٰ پوچھے، اسے ابو ہریرہؓ اور معاذؓ بن جبل وغیرہ سے بھی فتویٰ پوچھنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ جس کسی کو ان دونوں اجماعوں کے اٹھ جانے کا دعویٰ ہو، اسے ضروری اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کرنا چاہیے۔ تو ان دونوں اجماعوں سے امام الحرمینؒ کا قول باطل ہو گیا۔

اور امام الحرمینؒ کے قول، محقق جمع ہو گئے ہیں، سے وہ اجماع مراد نہیں ہے جو حجت ہے۔ کہ یہ کہا جائے کہ دو اجماعوں میں مخالفت لازم آتی ہے۔ بلکہ جو امر کسی کا مختار اور پسندیدہ ہوتا ہے اور ایک گروہ خاص اس پر متفق ہو جاتا ہے تو یوں کہہ دیتے ہیں کہ اس بات پر محقق جمع ہو گئے ہیں۔

پھر اس کے کلام میں ایک خلل یہ ہے کہ مثل آئمہ اربعہ کے دیگر مجتہدین نے بھی کوششیں کی ہیں جس کا انکار ہٹ دھرمی اور گستاخی ہے۔ اس لئے سچی بات یہ ہے کہ آئمہ اربعہ کے علاوہ، دیگر کی تقلید سے جس کسی نے منع کیا ہے اس نے یہ وجہ ٹھہرائی ہے کہ دیگر مذاہب کی روایتیں محفوظ نہیں رہی ہیں، یہاں تک کہ اگر کسی اور مجتہد سے روایت صحیح مل جائے تو اس پر عمل جائز ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ متأخرین نے امام ابن ابی لیلیٰؒ کے مذہب پر تزکیہ کی جگہ گواہوں کو قسم دلانے پر فتویٰ دے دیا ہے)۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ طعنہ زنی، خصوصاً ایسے علماء پر عدم تقلید مذہب اور ملت کے، اور دوسرے مطاعن کا منشاء وہی نشہ وشراب قہر الٰہی کا ہے جیسے مکرر معلوم ہوا (تمام ہوئی تقریر مولانا حیدر علی ٹونکیؒ کی صیانۃ الاناس میں)۔

اور نیز مولانا حیدر علی ٹونکیؒ نے ۱۲۷۰ھ میں کسی سائل کے جواب میں ایک فتویٰ تحریر فرمایا تھا جو ۱۲۷۱ھ میں مع مواہیر علماء ٹونک اور دہلی طبع ہوا تھا۔ اسے بھی نقل کیا جاتا ہے:

چہ مے فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین در بارہ کسے کہ ایمان بر خدا ورسول آوردہ بر اتباع احکام شرعیہ بلا تقلید مذہبی از مذاہب اربعہ بدل وجان کمر بستہ وآئمہ اربعہ را پیشوائے خود مے داند وخود را محمدی مے گوید ومقلد مذہب معین را کہ خود را حنفی یا شافعی مثلاً می گوئد نیز محمدی مے داند مثل عبداللہ نومسلم ومانند آں آں شخص مسلمان سنی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہست یا نہ و ہر کہ اورا مشرک یا کافر یا مردود گوید آں کیست ۔ بینوا توجروا۔

جواب ازیں استفتاء آنست کہ ایں سوال متضمن سہ سوال است ۔

اول ، آنکہ ہر کہ با وجود ایمان بخدا و رسول بر اتباع احکام شرعیہ بلا تقیید مذہب از مذاہب اربعہ بدل و جان کمر بستہ و آئمہ اربعہ وغیرھم از آئمہ اہل سنت و جماعت را بر حق میداند وخود را محمدی می گوید ایں اتباع جائز است یا نہ؟

دوم۔ آنکہ اورا کافر یا مشرک یا مردود گفتن و اورا از فرقہ اہل سنت خارج دانستن روا است یا نہ؟

سوم۔آنکہ در صورتیکہ اورا کافر یا مشرک یا مردود گفتن روا نباشد حکم ایں گوینده چیست

جواب از سوال اول آنکہ در کتاب مسلم الثبوت کہ در اصول الفقہ بمذہب حنفی مثل آں تا ایں زمان تالیف نہ گشتہ در منہیہ آں از امام قرافی نقل کردہ ترجمہ اش اینست کہ اجماع منعقد است بریں کہ ہر کہ اسلام آورد برائے او روا است تقلید ہر مجتہد کہ بخواہد بغیر تعین من غیر حجر و نیز اجماع صحابہ است براینکہ شخصے کہ استفتاء از حضرت ابو بکر و حضرت عمر می کرد وتقلید ایں ہر دو مے نمود برائے او روا ست کہ استفتاء از ابی ہریرہ و معاذ بن جبل بکند وعمل باقوال ایناں نماید من غیر نکیر۔پس کسے کہ رفع ایں ہر دو اجماع را دعوی کند براو واجب است کہ دلیل دعوی خود بیان نماید۔انتہی

ترجمہ حاصلش اینست کہ اتباع احکام شرعیہ واخذ آنہا از ہر مجتہد کہ خواہد بلا تقلید مذہب از مذاہب اربعہ وغیر ہا جائز است با جماع صحابہ۔پس منکر ومخالف آن منکر ومخالف اجماع صحابہ است و در خوف تردی و ہلاک است ،لیکن باید دانست کہ چنانکہ عدم تعین مجتہد در تقلید جائز است ہم چنیں تعین نیز جائز است ۔ بلکہ تعین دریں زمانہ موجب سہولت عمل در دین ست و نیز در تقلید مجتہد معین فائدہ دیگر است کہ چوں بر مسئلہ ہر کتاب عمل جائز نیست بلکہ کتاب معتبر متداول در اہل سنت و جماعت درکار است وہم چنیں بر قول ہر اہل علم عمل روا نیست کما صرح بہ المحققون از اینجا ست کہ فتوی مجتہد فاسق چنانکہ حجاج واجب التوقف است صرح بہ علی البزدوی وغیرہ و نیز حق تعالی میفرماید ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا ۔(حجرات:۶) (اگر آوے تمہارے پاس فاسق خبر لے کر تو تحقیق کرو) ۔ ازایں جاست کہ قول فاسق در روایات و در دیانات معتبر نیست،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلکہ عالم موثوق بہ در دین ضرور ست ۔ واین معنی در تقلید مجتہد سہل ست و در غیر دشوار۔ مبادا بقول فاسق عمل واقع گردد۔ و در ینجا غرض ما بیان عدم وجوب تعین مجتہد است و اینکہ ہر کہ تعین نکند او گمراہ نیست ۔

جواب از سوال دوم ۔ آنکہ چوں آن شخصے متبع احکام بر وجہ مذکور ایمان بر خدا و رسول وے ﷺ میدارد و بسبب اتباع مذکور کہ با جماع صحابہ جائز است از ایمان خارج نگشت ، سنی مومن صحیح الایمان باشد۔

جواب از سوال سوم آنکہ مومن صحیح الایمان را کافر یا مشرک گفتن حسب فرمودہ رسول اللہ ﷺ روا نباشد، بلکہ خود کافر یا مشرک گوئندہ کافرے گردد۔ در جمع الجوامع است

اذا قال الرّجل لا خیه یا کافر فقد باء به احد هما (بخاری:۶۱۰۳، ترمذی) (جس وقت ایک آدمی نے دوسرے کو کہا اے کافر۔تو وہ کفر دونوں میں سے ایک کی طرف رجوع کرے گا)

اذا قال الرجل لا خیه یا کافر فقد باء به احد هما ان کان الذی قیل له کافر فهو کافر و الا یرجع الی من قال (طبرانی) (جس وقت ایک شخص نے اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہا تو وہ کفر ایک کی طرف جوع کرے گا۔جس کو کافر کہا گیا ہے اگر وہ کافر ہے تو کافر ہے۔اورنہیں تو کہنے والے کی طرف رجوع کرے گا)۔

این ست حکم گوئندہ لفظ کافر و چوں مشرک مستلزم کفر است نیز حکم مشرک گوئندہ ہمیں باشد اگر شرک خفی مرادش نباشد آنچہ امام قرافی دو اجماع نقل کردہ وصاحب مسلم الثبوت آنرا ہم مسلم داشتہ اگرچہ بر تمامی اہل سنت و جماعت حجت است لیکن بسبب بودن نقل از عالم متبحر شافعی و محقق متبحر حنفی الزام حجت بر مقلد حنفی و شافعی اتم واکمل ست ۔ و بر اہل علم مخفی نیست کہ از صحابہ کرام چند صحابہ معدود مجتہد بودند و باقی ہمہ مقلد باز اکثر و بیشتر ازیں ہا تقلید یک کس معین از صحابی مجتہد لازم نگرفتہ بودند باز اگر کسی مقلد یک کس معین اتفاقاً مے بود ایں تقلید خاص را بالخصوص واجب و لازم نمیدانست کہ خلاف اجماع صحابہ بود بلکہ تقلید دیگرے ہم جائز میدانست پس ایں مردم بے باک کہ خود ہارا با وجود بے علمی از اہل علم می شمارند آنچہ لفظ ومعنی لا مذہب قرار دادہ اند در اکثر صحابہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

باعتبار عمل و در جمیع صحابہ اعتقاد جوازش متحقق بود۔ و نیز متأخرین علماء حنفیہ تحلیف شہود موافق مذہب ابن ابی لیلی قائم مقام تزکیہ لازم شہود گردانیدہ اند۔ وقضاۃ امصار و اعصار بریں عمل می کنند با آنکہ در ہر چہار مذہب تحلیف شہود ناروا ست۔ پس ایں لفظ لامذہب درمقام طعن برزبان آوردن قدحی و جرحی است۔ العیاذ باللّٰہ تعالی۔

درصحابہ کرام ومفتیان وقضاۃ علماء متأخرین حنفیہ پس مومن صادق راازاہل علم لازم است کہ دریں آیت کریمہ:

افرأیت من اتّخذ الهه هواه و اضله الله علی علم و ختم علی سمعه و قلبه و جعل علی بصره غشاوة فمن یّهد یه من بعد اللّٰه ا فلا تذ کرو ن((جاثیہ:۲۳) (بھلا دیکھ تو جس نے اپنی خواہش کی پرستش کی اور راہ سے بھٹک گیا، اللہ نے اس کے کان اور دل پر مہر کردی اور آنکھ پر اندھیرا ڈال دیا۔ اب اللہ کے سوا کون اسے راہ پر لاوے)

غور کند و خائف و خاشی باشد کہ خدانخواستہ باشد مصداق ہمیں آیہ کریمہ گردد۔ و این کاتب الحروف خود مقلد مذہب حنفی است۔ اگر کسے بریں مذہب طعن کند خود خصم اویم۔ لیکن ازحق چارہ نیست خصوصاً ..کہ درحدیث وارداست :السّاکت عن الحقّ شیطا ن اخرس (حق بات سے چپ رہنے والہ گونگا شیطان ہے)۔ نیز درحدیث مرفوع است :من علم و کتم الجم بلجا م من النّار (جو کوئی جان بوجھ کر چھپاوے، آگ کی لگام دیا جائے گا)۔حق تعالی از رحمت خود ما را بر عداوت شیطان مطلع فرمودہ باینکہ ما ہم باو عداوت کنیم مامور فرمودہ۔

انّ الشّیطا ن لکم عدوّ فا تّخذوه عدواً ۔ انّما ید عو حز به لیکو نوا من اصحا ب السّعیر (فا طر :٦) (بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، سوتم بھی اس کو دشمن سمجھو۔ وہ تو بلاتا ہے اپنے گروہ کو اسی واسطے کہ ہوویں دوزخ والوں میں)

این شیطان ملعون عوام وامیان را بکید ے دردام خودمی آرد و با اہل علم بازی دیگر پیش میکند۔بعضے ازیں ہا بمحدثین بےادب مے باشند وبعضے دیگر بمجتہدین۔ نعو ذ باللّٰه تعا لی منهما ۔ و نیز ایں ظاہراست نزداہل علم کہ ہرکسے کہ از اظہاردین مطابق

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تا کیدا حا دیث نبوی علی صا حبہا الصلوۃ والسلام و اجماع صحا بہ کرا م نا خوش گردد او را خواص وعوام مؤمنین خناس من الجنۃ والناس دا نند حق تعا لی ما را درا ظہار دین منجملہ لا یخا فو ن لو مۃ لا ئم بفضل خود سا زد۔ و اللہ تعا لی اعلم ۔ ودرشرح تحریر ابن ہمام صا حب فتح القدیراست

اعلم انک قد علمت انّ التّکلیف من الشّا رع لیس ا لّا العمل بفتوی مجتھد علی التّخییر و تخصیص العمل بفتوی مجتھد دون مجتھد تحکم لا یلتفت الیہ بل ھو تغییر حکم الشّا ر ع من دو ن بر ھا ن و حجر رحمۃ اللّٰہ الوا سعۃ و الصّحابۃ احقّ با لتّقلید فا نّھم اقرب الی اخذ ا لا حکام من صا حب الو حی لکن لا یخلوا بعض احکا مھم عن اشارات خفیۃ فیحتا ج الی تبیین المجتھدین ا للا حقین و امّا المجتھدون الّذین اتّبعو ھم با حسا ن فکلّھم سواء فی صلو ح التّقلید بھم فا ن و صل فتوی سفیا ن بن عینیۃ او ما لک بن دینار او غیر ھم یجوز ا لا خذ بہ کما یجوز ا لاخذ بفتوی ا لآ ئمۃ الا ربعۃ ا لا انّہ لم یبق عن ا لآ ئمہ الآ خرین نقل صحیح ا لّا اقل القلیل و لذا منع من منع التقلید ایا ھم فا ن و جد نقل صحیح منھم فی مسئلۃ فا لعمل بہ و العمل بفتوی ا لآ ئمۃ الا ربعۃ سواء۔ ھذا آ خر ما قصد ت تر قیمہ فی شر ح کتا ب التحریر ۔انتھی۔ و اللّٰہ اعلم با لصّوا ب

(شا رع کی طرف سے تکلیف فقط اتنی ہی ہے کہ بلا قید کسی مجتہد کے قول پر عمل کیا جاوے۔ اورکسی مجتہد کی تخصیص کر نا سینہ زوری ہے اس کی طرف التفات نہ چا ہیے۔ یہ طریق ،حکم شا رع کو بلا دلیل تبد یل کر نے کے اور اللہ کی رحمت واسعہ کو تنگ کر نے کے مترا دف ہے۔

اور صحا بہ تقلید کئے جا نے کے زیادہ مستحق ہیں ،کیونکہ وہ اخذ حکم میں صا حب وحی کے قریب ہیں۔لیکن ان کے بعض کلا م ایسے ہیں کہ ان کی تشریح کے لئے مجتہدین کی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

اور مجتہدین ، صحابہ کے اچھے پیرو ہیں، اور سب کے سب تقلید کئے جانے کا مساوی استحقاق رکھتے ہیں۔ سو اگر سفیان بن عینیہؒ کا یا مالک بن دینارؒ وغیرہ کا فتوی مل جائے تو آئمہ اربعہ کی طرح ان کے فتوے پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔

ہاں اتنی بات ہے کہ مذاہب اربعہ کے سوا، دیگر مذاہب کی روایات کم ملتی ہیں۔ اوران کی تقلید سے منع کرنے والوں نے اسی بنا پر منع کیا ہے۔ سو اگر ان میں سے کسی سے نقل صحیح مل جائے تو اس پر اور آئمہ اربعہ کے قول پر عمل کرنا برابر ہے)

۳۵۔ میزان کبری مؤلفہ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ میں ہے:

کان ا لا مام ابن عبد البر یقول لم یبلغنا عن احد من ا لآ ئمة انه امر اصحا به با لتزا م مذ هب معین لا یری صحةخلافه بل المنقول عنهم تقریر هم النّاس علی العمل بفتوی بعضهم بعضاً لا نّهم کلّهم علی هدی من رّ بّهم و کا ن یقول ایضاً لم یبلغنا فی حد یث صحیح و لا ضعیف انّ رسو ل اللّه ﷺ امر احداً من ا لآ ئمة با لتزا م مذ هب معیّن لا یری خلا فه و ما ذالک ا لّا لانّ کل مجتهد مصیب ۔ انتهی ۔

و نقل القرا فی ا لا جماع من الصّحا بة علی ان من استفتی ابا بکر و عمر و قلّد هما فله بعد ذا لک ان یستفتی غیر هما من الصّحابة و یعمل به من غیر نکیر ۔ و اجمع علی ان من اسلم فله ان یقلّد من شا ء من العلماء بغیر حجر و من ادّعی رفع هذین الاجماعین فعلیه الدلیل ۔ انتهی ۔

و کا ن ا لا ما م الزما نی من آ ئمة ا لما لکیة یقو ل یجوز تقلید کل من اهل المذا هب فی النّوازل انتهی ما فی کتا ب المیزا ن الکبری للا مام الشّعرا نی ۔

و ایضاً فیه ۔ و ان قا ل احد من الما لکیة الیو م بئس ما صنع من انتقل من مذ هبه الی غیره قلنا له بئس ما قلت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انت لا ن امام مذ هبک الشّیخ جما ل الدّ ین بن الحا جب و الا ما م القرا فی جوزا ذا لک فقو لک هذا تعصب محض ۔ فا ن ا لآ ئمة کلهم فی الحق سواء فلیس مذ هب اولی بالشّریعة من مذ هبه

و قد سئل ا لجلا ل الدّ ین السّیو طی عن حنفی یقول یجوز للا نسا ن ان یتحو ل حنفیاً و لا یجوز للحنفی ان یتحو ل شافعیاً او ما لکیاً او حنبلیاً ۔ فقا ل قد تقدم آ ننا قلنا ان هذا تحکم من قا ئله لا دلیل علیه من کتا ب و لا سنّة لم یرو لنا فی حد یث صحیح و لا ضعیف تعین احد عن آ ئمة المذا هب علی غیره علی التّعیین و ا لا ستد لا ل بتقدیم زمن ابی حنیفه لا تنتهض حجّة و لو صحّ لو جب تقلیده علی کلّ حا ل و لم یجز تقلید غیره البتة و هو خلاف ا لا جماع و خلاف ما روا ه البهیقی فی کتا ب المد خل عن ابن عباس انّ رسو ل اللّه ﷺ قا ل مهما او تیتم من کتا ب اللّه فا لعمل به وا جب لا عذر لاحدٍ فی تر که فا ن لم یکن فی کتا ب اللّه فسنّة لی ما ضیة فا ن لم یکن فی سنّة لی فما قا ل اصحا بی لا نّ اصحا بی کالنّجو م فی السّماء فا یّما اخذ تم به فقد اهتدیتم و اختلاف اصحا بی لکم ر حمة ۔ انتهی ۔

قا ل الجلال السیو طی ثمّ انّه یلز م من تخصیص تحریم الا نتقا ل بمذهب ا لا مام ابی حنیفه طر د ذا لک فی بقیة المذا هب فیقا ل بتحریم ا لا نتقا ل من مذ هب المتقدّم بالزّمن الی مذ هب المتأ خر کا لشّا فعی یتحو ل ما لکیاً و الحنبلی یتحو ل شا فعیاً دو ن العکس و کل قو ل لا دلیل علیه فهو مردود علی صا حبه۔ قا ل ﷺ کل عمل لیس علیه امر نا فهو ردّ ۔ انتهی ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

و رأیت فتوی اخری لہ مطولۃ قد حث فیھا علی اعتقاد ان سائر آئمۃ المسلمین علی ھدی مّن رّبھم و ان تفاوتوا فی العلم و الفضل و لا یجوز لا حد التّفضیل الّذی یؤدی الی نقص فی غیر اما مہ قیاساً علی ما ورد فی تفضیل الا نبیاء علیھم الصّلاۃ و السلام ۔ فقد حرّم العلماء التّفضیل المؤدی الی نقص نبی او احتارہ لا سیّما ان ادی ذالک الی خصام و وقیعۃ فی الا غراض و قد وقع الا ختلاف بین الصّحابۃ فی الفروع و ھم خیر الا مۃ و ما بلغنا ان احداً مّنھم خاصم من قال بخلاف قولہ و لا اعداہ و لا نسبہ الی خطاء و لا قصور و فی الحدیث اختلاف امتی رحمۃ و کان الا ختلاف علی من قبلنا عذاباً او قال ھلاکاً ۔

(امام ابن عبد البرؒ کہتے تھے کہ ہم کو کسی امام سے ایسی روایت نہیں پہنچی کہ انہوں نے اپنے رفیقوں کو التزام مذہب معین کا امر کیا ہو، اس طرح پر کہ دیگر کے مذہب کو صحیح نہ جانے۔ بلکہ ان سے منقول ہے کہ وہ مخالفوں کے فتووں پر عمل کا بھی کہتے تھے کیونکہ وہ سب اللہ کی جانب سے ہدایت پر ہیں۔

اور یہ بھی ابن عبد البرؒ کہتے تھے کہ کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں ہم کو یہ مضمون نہیں ملا کہ آنحضرت ﷺ نے امت میں سے کسی کو التزام مذہب معین کا اس طرح امر فرمایا ہو کہ اس کے سوا کسی کو حق نہ جانے۔ اور یہ مقولہ اسی وجہ سے ہے کہ مجتہد ٹھیک راہ پر ہے اور قرافیؒ نے صحابہ سے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے کہ جو شخص حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فتوی پوچھ کر عمل کرے، اسے دیگر صحابہ سے فتوی پوچھ کر عمل کرنا بھی جائز ہے ۔ اور اس پر بھی اجماع ہے کہ جو مسلمان ہے اسے روا ہے کہ علماء میں سے جس کی چاہے بلا روک ٹوک تقلید کرے۔ اور جس کو ان دونوں اجماعوں کے اٹھنے کا دعوی ہے، وہ دلیل لاوے۔

آئمہ مالکیہ میں امام زمانیؒ کہتے تھے کہ سب اہل مذہب کی تقلید حاجات میں روا ہے ۔ ہو چکی عبارت میزان شعرانی کی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بھی میزان الکبری میں ہے کہ اگر کوئی مالکیوں میں سے کہے کہ آج کل جس نے انتقال مذہبی کیا، اس نے برا کیا، تو ہم کہیں گے کہ تو نے برا کیا جو ایسی بات کہی۔ کیونکہ تیرے مذہب کے امام شیخ جمال الدین ابن حاجبؒ اور امام قرافیؒ انتقال مذہبی کو جائز رکھتے تھے۔ سو تیرا یہ قول محض ہٹ دھرمی ہے، کیونکہ سب کے سب امام حق میں برابر ہیں۔ اور ایک مذہب از روئے شریعت کے دوسرے سے بہتر نہیں ہوسکتا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی حنفی یوں کہے کہ دیگر مذہب والہ حنفی ہو جائے تو مضائقہ نہیں، مگر حنفی المذہب کو مالکی یا شافعی یا حنبلی نہ ہونا چاہیے۔ اس کے جواب میں سیوطیؒ نے کہا کہ یہ ہٹ دھرمی ہے۔ قرآن وحدیث سے اس پر کوئی دلیل نہیں۔ اور کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں ہمیں یہ بات نہیں ملی کہ علی التعیین ایک مذہب کو دوسرے پر فوقیت دی جاوے۔

اور اس بات سے دلیل پکڑنا کہ امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ مقدم تھا، درست نہیں۔ کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہو جاوے تو ان کی تقلید ہر حال میں واجب ٹھہرے گی، اور کسی اور کی تقلید جائز نہ رہے گی، اور یہ بات اجماع کے بھی خلاف ہے، اور اس روایت کے بھی جسے امام بیہقیؒ نے کتاب مدخل میں حضرت ابن عباسؓ سے یوں روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تک بات ملے تمہیں قرآن سے تو اس پر عمل واجب ہے، اس کے چھوڑنے کے لئے کوئی حیلہ نہیں ہوسکتا، اور اگر قرآن میں نہ ملے تو میری حدیث۔ اور حدیث میں بھی نہ ملے تو جو میرے اصحاب نے کہا ہو۔ کیونکہ میرے اصحاب ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے۔ جس صحابی کا قول تم لوگے ہدائت پاؤ گے، اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔

سیوطیؒ کہتے ہیں کہ مذہب امام ابو حنیفہؒ سے انتقال کو حرام کہا جائے تو دیگر مذاہب کے معاملہ میں بھی یہ مسئلہ جاری ہوگا۔ اور متقدم زمانہ کے مذہب سے متاخر زمانہ کے مذہب کی طرف انتقال کرنا حرام ٹھہرے گا۔ چنانچہ شافعی المذہب، مالکی ہو جاوے، نہ اس کا الٹا۔ اور اس طرح کا ہر قول جس پر دلیل نہ ہو، کہنے والے کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر وہ کام جس پر ہمارا امر نہیں، مردود ہے۔

اور سیوطی کا ایک طویل فتوی میں نے دیکھا ہے جس میں یہ بتایا گیا کہ سب کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سب امام اللہ کی طرف سے ہدایت پر ہیں اگرچہ ان کے علم وفضل میں فرق ہو۔ اور کسی کو یہ مناسب نہیں کہ اپنے امام کی ایسی فضیلت بیان کرے جس سے دیگر آئمہ کی کسر شان ہو۔ اور اس کو فضیلت انبیاء پر قیاس کرنا چاہیے کہ علماء نے ایسی فضیلت ایک نبی کی جس سے نقص دوسرے نبی کا لازم آوے، حرام کہا ہے۔ خصوصاً اس وقت کہ یہ بحث موجب جھگڑے کا ہو، اور جزئی مسائل میں صحابہ، جو امت کے بہترین لوگ ہیں، باہم مختلف رہے ہیں، لیکن یہ نہیں سنا کہ ان میں سے کوئی اپنے مخالف سے لڑا ہو یا اس کی خطا گیری اور دشمنی کا درپے ہوا ہو اور حدیث میں تو یوں آیا ہے کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے اور اگلے لوگوں کا اختلاف، عذاب یا ہلاک بیان کیا گیا ہے)

اب کہاں تک روایتیں نقل کرتے جائیں۔ منصف ذی علم کو اسی قدر بس ہے اور متعصب جاہل کو چاروں مذہب کی کتابوں سے ہدایت نہیں ہوگی بلکہ ہر قول و دلیل میں تاویل پیش کرے گا۔

☆ منع تقلید میں دلائل

اب بعض اہل بصیرت کے لئے جو کہ قرآن وحدیث کے سمجھنے کا قصد رکھتے ہیں اور اسی کو مقصود اصلی اور کافی سمجھتے ہیں، دلائل شرعیہ کا بیان ہوتا ہے۔

منع تقلید میں پہلی دلیل: آیت قرآن

ما آتاکم الرّسول فخذوہ و ما نہاکم عنه فانتہوا (حشر: ۷)

(جو دے تم کو رسول، لے لو اور جس سے منع کرے، چھوڑ دو)۔

اور قول اللہ تعالی کا

اتّبعوا ما انزل الیکم من رّبکم۔ (اعراف: ۲)۔

(چلو اسی پر جو اترا تم کو تمہارے رب سے)

وجہ استدلال بعد میں بیان ہوگی۔ پہلے چند مقدمات کی تمہید ہو جائے:۔

مقدمہ اولی۔ جو شئے اللہ تعالی کے امر سے واجب ہو، اس کا ترک کرنا حرام ہوتا ہے۔ چنانچہ تلویح میں کہا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حاصل هذا الکلام انّ وجوب الشّیء یدلّ علی حرمة ترکه وحرمة الشّیء یدلّ علی وجوب ترکه وهذا ممّا لا یصور فیه النزاع (کسی چیز کے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا چھوڑ دینا حرام ہے۔اور حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا چھوڑ دینا واجب ہے)

مقدمہ ثانیہ۔آئمہ اربعہ کے مذاہب حق ہیں اور مصداق ہیں

ما آتاکم الرّسول اور ما انزل کے علی سبیل الدوران اس لئے کہ حق عنداللہ ایک ہی ہے۔اور یہ مقدمہ عندالجمہور مسلم ہے اور محتاج ایراد نقل کا نہیں۔

مقدمہ ثالثہ ۔ بعض آئمہ نے بعض احادیث کو اس لئے ترک کیا ہے کہ انہوں نے ان احادیث کو اپنی تحقیق میں بدعوی نسخ یا بدعوی ضعف وغیرہ، قابل عمل احادیث نہیں سمجھا۔ نہ یہ کہ وہ حدیث کو قابل عمل سمجھ کر پھر اپنے اقوال کی پابندی کی وجہ سے نہ مانتے تھے۔حاشا للّه عنهم

مقدمہ رابعہ۔ جو مقلد محض کہ حدیث سے کچھ خبر نہ رکھتا ہو، اگر حدیث کو قبول نہ کرے تو اسکا عدم قبول فرع تحقیق کی مثل آئمہ اربعہ کے نہ ہوگی بلکہ ترک کرنا حدیث کا ہوگا

مقدمہ خامسہ ۔ آج کل کے بعضے متعصب جو بعض احادیث میں تاویل بے باعث اور دعوی نسخ اور ضعف کا بے دلیل بلکہ بمجرد پابندی قول امام کی سے کر کے حدیث کو ترک کرتے ہیں، وہ ویسے نہیں جیسے کہ آئمہ۔ اس لئے کہ آئمہ سے دعوی نسخ وضعف اور تاویل کا خالصاً لتحقیق دین اللہ اور جمعاً بین الادلہ تھا اور آج کل کے لوگوں کو تاویل کرنا مراعاۃ لقول الامام مقابل قول رسول کے ہے، چنانچہ کلام بلاغت نظام مولوی اسماعیل صاحبؒ میں جو تنویر العینین سے نقل کیا گیا ہے، گذرا۔

مقدسہ سادسہ ۔آئمہ اربعہ کے مقلدین کو لازم ہے کہ چاروں اماموں کو برابر سمجھیں، نہ یہ کہ اپنے امام کے مذہب کو صواب اور محتمل خطاء اور دوسرے آئمہ کے مذاہب کو خطاء محتمل الصواب سمجھیں جیسا کہ علامہ نسفیؒ کے قول کا مقتضاء ہے جو اشباہ اور درمختار میں منقول ہے:

اذا سئلنا عن مذهبنا ومذهب خصومنا قلنا وجوبا مذهبنا صواب یحتمل الخطاء ومذهب مخالفنا خطاء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یحتمل الصواب ۔ انتھی ما فی الدر و ھکذا فی الا شباہ

(جس وقت ہمارے اور ہمارے مقابل کے مذہب کو کوئی پوچھے تو بطریق واجب ہونے کے ہم جواب دیں گے کہ ہمارا مذہب ٹھیک ہے فقط غلطی کا گمان ہے، اور ہمارے مخالف کا غلط ہے، ٹھیک ہونے کا گمان ہے)۔

اس لئے کم وبیش نہ سمجھے اور برابر سمجھے۔ کہ یہ قول بظاہر معنی نامقبول ہے جیسا کہ ابن حجرؒ اور محقق شیخ ابن الہمامؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ سید محمد امین المشہور بابن العابدینؒ، ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

اذا علمت ذا لک ظھر لک ان ما ذکر عن النّسفی من وجوب اعتقاد ان مذ ھبہ صواب یحتمل الخطاء مبنی علی انہ لا یجوز تقلید المفضول و انہ یلزم التزام مذ ھبہ و ان ذا لک لا یتاتی فی العامی و قد رأیت فی آخر فتاوی ابن حجر الفقیہ التّصریح ببعض ذالک فانّہ سئل عن عبارۃ النّسفی المذکورہ ثمّ حرّر ان قول الا ئمۃ الشّافعیۃ کذا لک ثمّ قال ان ذا لک مبنی علی الضّعیف من انّہ یجب تقلید الا علم دون غیرہ و الا صحّ انّہ یتخیّر تقلید ای شاء و لو مفضولاً و ان اعتقدہ کذلک و حینئذ فلا یمکن ان یّقطع او یظنّ انّہ علی الصّواب بل علی المقلّد ان یعتقد ان ما ذھب الیہ امامہ یحتمل انّہ الحقّ قال ابن حجر ثمّ رأیت المحقق ابن الھمام صرح بما یؤیّدہ حیث قال فی شرح الھدایۃ ان احدالعامی بما یقع فی قلبہ انہ اصوب اولی و علی ھذا اذا استفتے المجتھدین فاختلفا علیہ الاولی ان یأخذ بما یمیل الیہ قلبہ منھما و عندی انہ لو اخذ بقول الذی لا یمیل الیہ جاز لان میلہ و عدمہ سواء و الواجب علیہ تقلید مجتھد و قد فعل ۔

(جب تو نے یہ جان لیا تو تجھے ظاہر ہوگیا کہ نسفی کی بات:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اعتقاد رکھنا اس بات کا واجب ہے کہ اپنا مذہب ٹھیک ہے فقط غلطی کا گمان ہے،
کی بنا اس پر ہے کہ پیروی کم درجہ مجتہد کی جائز نہیں ہے اور اپنے مذہب کا التزام ضروری ہے۔ اور یہ بات ان پڑھ آدمی میں ہو نہیں سکتی اور میں نے آخر فتاوی ابن حجرؒ فقیہ میں دیکھا ہے کہ ان سے کسی نے نسفی کی اس عبارت نسفی کا حال پوچھا، تو اس نے لکھا کہ علماء شافعی بھی یوں ہی کہتے ہیں،
پھر کہا کہ اس مقولہ کی بنا ضعیف ہے اور وہ یہ ہے کہ تقلید زیادہ علم والے کی واجب ہے، غیر کی نہیں۔ حالانکہ صحیح تر بات یہ ہے کہ تقلید میں آدمی مختار ہے جس کی چاہے کرے، خواہ کم درجہ ہی ہو۔ اور وہ شخص اپنے عقیدہ میں بھی اس کم درجہ کو گھٹیا جانتا ہو، اور اس حالت میں یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ یقین یا گمان کے طور پر یہ جانے کہ وہ ٹھیک پر ہے، بلکہ مقلد پر یہ بات ہے کہ وہ اعتقاد کرے کہ جس طرف اسکا امام گیا ہے وہ محتمل حق کو ہے۔
ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ ابن ہمامؒ بھی میری تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ شرح ہدایہ میں کہا ہے کہ عمل کرنا ان پڑھ کا اس قول پر جو اس کے جی میں ٹھیک معلوم ہو بہتر ہے اور اس بنا پر جب اس نے دو مجتہدوں سے فتوی پوچھا اور انہوں نے باہم اس کے جواب میں خلاف کیا، تو بہتر یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں سے جدھر اس کا دل مائل ہو، اس پر عمل کرے۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ اگر اس نے اس قول پر عمل کرلیا جس پر اس کا دل مائل نہ تھا، تو بھی جائز ہے کیونکہ اس کے دل کا مائل ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اس پر واجب اسی قدر تھا کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے۔ سو وہ کر چکا)

اور طحطاویؒ نے بھی ظاہر معنی کو رد کر کے تاویل کر دی ہے۔ چنانچہ کہا ہے:
و المراد انّ ما ذهب الیه امامنا صوا ب عنده مع احتما ل الخطاء اذ كل مجتهد یصیب و قد یخطیء فی نفس ا لا مر و اما بالنظر الینا فكل وا حد من ا لا ربعة مصیب فی اجتهاده فكل مقلد یقول هذه العبارة لو سئل عن مذ هبه عن لسا ن امامه الّذی قلده ولیس المراد انه یكلّف كلّ مقلد اعتقا د خطاء المجتهد ا لآ خر الّذی لم یقلّده لا نّ تقلیده وا حداً مّنهم انّما یسو غ بقدر ضرورة التقلید و هی كو ن المقلّد لیس من

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اهل النّظر فی الا دلّة لا ستنبا ط ا لا حکا م الظنّیّة فیقلده فی العمل فقط فا ن قلت انه مکلّف به ایضاً و ا لالز م اداء التّکلیف مع اعتقا ده عدم صحّتها قلت لا یلزم ذلک ا لا لو اعتقد عدم صحتها ما قلّد فیه و نحن لا نقول بل هو علی الصّوا ب ظاهراً و اما تخطیة خلاف مذ هبه فما هو مکلّف بها ۔کذا لخّصه شیخنا من القول السدید لا بن ا لملا فر وخ مکی الحنفی اه ابو السعود ۔ انتهی کلام الطحطاوی فی حا شیة الدرالمختار

(اورمراد یہ ہے کہ جدھر ہمارا امام گیا ہے وہ ٹھیک ہے اس کے نزدیک مع گمان خطا کے کیونکہ ہر مجتہد درست اور نا درست پر ہوتا ہے حقیقت میں اور جب بنظر ہماری دیکھا جائے تو ہر ایک آئمہ اربعہ میں سے اپنے اجتہاد میں ٹھیک راہ پر ہے تو ہر مقلد عبارت مذکور کو مذہب کے سوال کے وقت گویا اپنے امام کی زبانی کہتا ہے، اور یہ مراد نہیں ہے کہ ہر مقلد اس کا مکلّف ہے کہ اور مجتہدوں کو خطا پر جانے کیونکہ تقلید کسی ایک مجتہد کی بقدر ضرورت روا ہے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ مقلد صا حب بصیرت نہ ہو کہ دلائل شرعی میں سے حکم نہ نکال سکے، سو فقط عمل میں مجتہد کی تقلید کر لی ۔ اور اگر تو یوں کہنے لگے کہ مقلد اس بات کا بھی مکلّف ہے ورنہ باوجود عقیدہ عدم صحت کے ادا کرنا تکلیفات شرعیہ کا لازم آوے گا تو میں جواب دونگا کہ وہ بات لازم نہیں مگر اس حالت میں کہ جس پر عمل کیا ہے اسے غیر صحیح جانے اور ہم یہ نہیں کہتے بلکہ وہ ٹھیک ہے بظاہر رہا غیر کو خطا پر جاننا، سو یہ امر تکلیف دادہ نہیں، یوں ہی ہمارے شیخ نے ابوسعود کے قول سدید سے ملخص کیا ہے۔ ہو چکی عبارت طحطاوی کی)

اور ابن الملا المکی حنفیؒ کہتے ہیں:

و لیس المراد ان یکلّف کل مقلّد ان یعتقد ذا لک فیما قلّد فیه اذ ذا لک تقلید فیما لا یحتا ج الیه و هو ممنو ع کما افد تک من قبل انّ التّقلید انّما یسو غ بقدر الضّرورة و هو محتا ج الی العمل فلا بدّ من التّقلید فی حصو له ۔ و امّا اعتقا د

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحّۃ ما قلّد فیه و بطلا ن کل ما عداہ فلیس من مکلفاۃ۔ فان قلت بل ھو مکلّف به و ا لا یلز م اداء التّکلیف مع اعتقا د عدم صحتھا قلت لا یلز م ذلک ا لا لو اعتقد عدم صحّۃ ما قلّد فیه و نحن لا نقول به بل ھو علی الصوا ب ظا ھراً حیث فعل ما علیه و ھوا لا خذ بقول مجتھد و اما تخطیئۃ من اخذ بخلا ف قو ل مجتھد مقلد به فما ھو مکلف بھا ۔

(یہ مرادنہیں کہ جس امر مسئلہ میں مقلد کسی مجتہد کے قول پر عمل کرے اس میں وہ اعتقا د کرے کیونکہ یہ ایسی بات میں تقلید کرنا ہے جس کی حاجت نہیں ہے اور یہ منع ہے چنانچہ پہلے گذر چکا کہ تقلید بقدر ضرورت روا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کی عمل میں حاجت ہو، سو ضرور ہے کہ تقلید سے وہ حاصل ہو۔ اور یہ عقیدہ کہ جس پر میں نے عمل کیا وہ صحیح ہے اور جو ماوراء اس کے ہے وہ غیر صحیح ہے، سواس کی تکلیف نہیں دی گئی ۔ اور اگر کوئی کہے کہ وہ بھی تکلیف میں داخل ہے، نہیں تو باوجود عقیدہ نادرستگی کے ادائے تکلیف لازم آئے گی تو میں جواب دونگا کہ یہ امر لازم نہیں آتا مگر اس صورت میں کہ جس پر عمل کیا ہے اس کو غیر صحیح جانے ، اور ہم یہ نہیں کہتے بلکہ وہ بظاہر ٹھیک راہ پر ہے اس لئے کہ جو اس کے ذمہ تھا وہ کر چکا اور وہ عمل کرنا ہے کسی مجتہد کے قول پر، رہا اوروں کا خطا پر جاننا سو یہ تکلیف میں داخل نہیں)

اور ایسا ہی ملاعلی قاریؒ نے بھی شرح عین العلم میں نسفیؒ کے اس قول کی تغلیط کی ہے ۔ تو مقلد کو چاہیے کہ چاروں مذاہب کو برابر جانے ۔ پس جب یہ ممہد ہولیا تو اب وجہ استدلال بیان ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ

جو شخص حنفی المذہب (مثلاً) ہوکر ایسی تخصیص اپنے مذہب کی کرتا ہے کہ شافعی مذہب کا (مثلاً) کسی مسئلہ میں اتباع نہیں کرتا، اور اس کو ناروا جانتا ہے، اور کرنے والے کو طعن کرتا ہے۔تو

ترک کیا اس نے بعض ما آتی به الرّسو ل کو بحکم مقدمہ ثانیہ کے،

اور ترک کرنا بعض ما آتی به الرسو ل کا حرام ہے بحکم مقدمہ اولی کے۔

تو تخصیص کرنا اس حنفی کا اپنے مذہب کو اس طرح کہ شافعی کے کسی مسئلہ کا اتباع نہیں کرتا ،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ناروا جان کر، حرام ہوا، بحکم دونوں مقدموں کے۔

اور یہ دلیل جاری نہیں ہوسکتی آئمہ اربعہ وغیرھم من المجتہدین کے حق میں بسبب ترک کرنے ان کے بعض احادیث کو بحکم مقدمہ ثالثہ کے۔

اور مقلد محض عامی یہ بات نہیں کہہ سکتا بحکم مقدمہ رابعہ کے۔

اور بعض مقلدین صاحب علم آج کے زمانہ کے جیسا کہ مؤلف (تنویرالحق) ہے، وہ بھی نہیں کہہ سکتا بحکم مقدمہ خامسہ کے۔

اور دونوں قسم کے مقلدوں کی طرف سے یہ عذر کہ

ہم اپنے امام کے سوا دوسرے امام کا مذہب یقیناً ما آتی به الرّسول جانتے ہی نہیں بنا برقول علامہ نسفی، تو ترک کرنا ہمارا مذہب شافعی کے مسئلہ کو موجب ترک ما آتی به الرّسول کا نہ ہوا،

نہیں بن سکتا بحکم مقدمہ سادسہ کے۔ فافهم و تشکر۔

اور اس جگہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کو واجب ہوا کہ ہر مذہب کے تمام مسائل پر عمل کیا کرے ورنہ ترک بعض ما آتی به الرّسول کا لازم آوے گا۔ سنو کہ یہ دلیل اس مقلد کے حق میں جاری ہوتی ہے جو کہ قسم ثالث کو اقسام تقلید سے اختیار کرے اور جو مقلد تخصیص مذہب معین کی بطور قسم ثانی کے اختیار کرے، وہ حقیقۃً تارک بعض ما آتی به الرسول کا نہیں ہے۔ بلکہ عامل بمقتضائے عموم نص کے ہے۔ اس لئے کہ تخصیص اس کی بنظر عدم استطاعت کے ہوگی کہ نص سے عموماً اتباع ما آتی به الرسول کا ثابت ہوتا ہے۔ پھر اگر حنفی مذہب کے مسئلہ کے ضمن میں اخذ ما آتی به الرسول کرلیا تو بھی کافی ہے، تو اس نظر سے ترک بعض کا نہ ہوا۔ نظیر اس کی یہ ہے (مثلاً)

عموم آیت فاقرؤا ما تیسّر من القرآن۔ (مزمل: ۲۰) سے نماز میں قرأۃ کی فرضیت بدون تعین کے ثابت ہوتی ہے، تو اگر کسی شخص نے بنظر اس کے کہ تحقق عام کا ایک فرد میں ہوجاتا ہے بنظر اس کے کہ مجھے تمام قرآن کے حفظ پر طاقت نہیں، پارہ عم کو واسطے قرأۃ کے نماز میں خاص کر رکھا، تو اس شخص نے باقی قرآن کی قرأۃ کو ترک نہیں کیا۔ ہاں اگر کوئی شخص تمام قرآن پر قدرت کے باوجود پارہ عم کو اس نظر سے خاص کرلے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ اس پارے کا نماز میں پڑھنا واجب ہے اور باقی قرآن پڑھنا درست نہیں، تو بیشک اس نے باقی قرآن کو ترک کیا اور مرتکب ممنوع کا ہوا۔ جیسا کہ مقلد بتقلید قسم ثالث باوجود علم ایک مسئلہ کے بموجب مذہب دوسرے امام کے، اس نظر سے کہ ہم کو اپنے امام کے سوا کسی کی پیروی درست نہیں، اس مسئلہ کو عمل میں نہیں لاتا تو بے شک ترک کیا اس نے بعض ما آتی به الرّسول کو، بخلاف مقلد مخصص بتقلید قسم ثانی کے، کہ تخصیص اس کی بنظر کفایت یا عدم استطاعت وعملاً بعموم النص ہے۔

تو ثابت ہوا کہ ایسے مقلدین تارک بعض ما آتی به الرسول کے نہیں اور ان پر تقلید ہر مذہب کے ہر مسئلہ کی واجب نہیں۔ فافهم۔

منع تقلید میں دوسری دلیل: حدیث حضرت ابن مسعودؓ:

قال لا يجعل احدكم للشّيطان شيئاً من صلوته يرى حقاً عليه ان لّا ينصرف الّا عن يمينه لقد رأيت رسول اللّه ﷺ كثيراً ينصرف عن يساره (بخاری:۸۵۲) (حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو کوئی امام یہ التزام کرے کہ نماز سے فراغت کے بعد داہنے ہی طرف کو پھر کر بیٹھے اور بائیں طرف نہ بیٹھے تو اس نے اپنی نماز میں سے شیطان کا حصہ ٹھہرا دیا اس واسطے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہت دفعہ بائیں طرف پھرتے بھی دیکھا ہے)۔

شیخ الاسلام عینی حنفیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن مسعودؓ کی اس کے حق میں ہے جو داہنی طرف ہی کے پھرنے کو ضروری اور واجب جانتا ہے اور اگر واجب نہ جانے تو دونوں طرف برابر ہیں۔ لیکن داہنی طرف اولی ہے۔ چنانچہ شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فكانّه يرى حتمه و وجوبه و اما اذا لم يتوخ ذالك فيستوى فيه الامران و لكن جهة اليمين اولى

(گویا وہ اس کو ضروری اور واجب جانتا ہے اور اگر یوں نہ ہو تو دونوں امر برابر ہیں لیکن سیدھی طرف اولی ہے)۔

اور طیبیؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کوئی ایک امر مستحب پر،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی جیسا کہ اس مقام میں اختیار کرنا جانب یمین کا ہے، یوں اصرار کر رکھے کہ کبھی اس کو نہ چھوڑے تو اس سے شیطان نے حصہ پایا اضلال کا، پھر کیا حال اس شخص کا جو امر منکر اور بدعت پر مصر ہو رہے۔ چنانچہ شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

و فیہ ان من اصرّ علی امر مندوب و جعل غرما و لم یعمل با لرّ خصۃ اصاب منہ الشیطان من الا ضلال فکیف من اصرّ علی بدعۃ و منکر

(اور اس حدیث میں یہ ہے کہ جو کوئی اصرار کرے ایک امر نفل پر اور اس کو ضروری ٹھہرا لے، اور رخصت جو اس کے مقابلہ میں ہے اس پر عمل نہ کرے تو اس کو شیطان گمراہی پہنچاتا ہے۔ پھر خیال کرنا چاہیے کہ جو شخص بدعت پر اصرار کرے اس کا کیا حال ہے)

اور اسی جگہ سے ہے جو فقہاء نے لکھا ہے کہ سجدہ شکر فی نفسہ مستحب ہے، لیکن بعد نماز کے مکروہ ہے اس لئے کہ عوام دیکھ کر واجب جانیں گے، یا سنت سمجھیں گے۔ چنانچہ درالمختار میں فرماتے ہیں:

و سجدۃ الشّکر مستحبۃ بہ یفتی لکنّھا تکرہ بعد الصّلوۃ لانّ الجھلۃ یعتقدو نھا سنّۃ او واجبۃ و کلّ مباح یؤدّی الیہ فمکروہ۔ و ھکذا فی سائر کتب الفقہ

(سجدہ شکر کا مستحب ہے اس پر فتوی دیا گیا ہے لیکن بعد نماز کے مکروہ ہے تاکہ انجان اس کو سنت اور واجب نہ ٹھہرا لیں، اسلئے کہ جو مباح اس درجہ پر پہنچ جائے تو وہ مکروہ ہے)

اور طحطاویؒ نے کہا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے تو اس حدیث کے فحوائے سے ان محدثین اور فقہاء کی تصریحات کے جب کسی امر مستحب کا التزام اور اس پر اصرار کرنا، فعل شیطانی اور مکروہ تحریمی ہوا، تو ایک مجتہد کے مذہب کا التزام اور حتماً اور وجوباً اصرار، جو مخالف اجماع قرون ثلاثہ کے اور مخالف قرآن کے ہے، کیونکر بدعت نہ ہوگا۔

☆ منع تقلید میں تیسری دلیل: اجماع صحابہ

قرافیؒ نے نقل کیا ہے:

و اجمع الصّحابۃ علی انّ من استفتے ابا بکر و عمر و قلّد ھما

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فله ان یستفتی ابا هریرة و معاذ بن جبل (اور جمع ہو گئے ہیں صحابہ اس پر کہ جو شخص حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فتوی پوچھ کر ان کے قول پر عمل کرے، اسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے فتوی پوچھنا بھی روا ہے)۔

چنانچہ صاحب مسلّم الثبوت نے حاشیہ منہیہ میں نقل کیا ہے۔

اور فاضل قندھاریؒ نے ناقلاً عن التقریر، مغتنم الحصول میں نقل کیا ہے۔

اور مولانا عبدالعلیؒ نے شرح مسلّم الثبوت میں نقل کر کے اس پر تفریعات کی ہیں۔

اور عبدالوہاب شعرانیؒ نے میزان میں نقل کیا ہے۔

اور تمام کتب اصول میں مذکور ہے۔ فالا قوی اجماع الصّحابة۔ یعنی قوی تر اجماع صحابہ کا ہے۔ خلاف اس اجماع کا مقبول نہیں بلکہ مردود ہے۔

اور اجماع تمام مسلمین کا قرون اولی میں روایت نمبر ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ سے بوجہ بسط معلوم ہوا۔ پس جب کہ کل صحابہ اور تمام مؤمنین کا قرون اولی میں اس پر اجماع ثابت ہوا کہ کبھی ایک مجتہد کی تقلید کرتے اور کبھی دوسرے مجتہد کی۔ پھر اب:

ایک ہی مذہب کا التزام کرنا؛ اور اس کو واجب جاننا؛ اور اس التزام کے تارک کو گمراہ جاننا اور لا مذہب نام رکھنا اور لائق تعزیر جان کر تعزیر دینا اور مردود الشہادۃ کہنا؛

بدعت ضلالۃ اور حرام نہیں تو کیا ہے؟ اور ایسے عقیدے اور عمل والہ مصداق اس آیہ کریمہ و یتبع غیر سبیل المؤمنین۔ (نساء:۱۱۵) کا کیونکر نہ ہوگا؟ اور تحت حدیث:

اتّبعوا سواد الا عظم و من شذّ شذّ فی النّار، من شذّ شذّ فی النّار

کا مصداق کس طرح نہ ہوگا؟

منع تقلید میں چوتھی دلیل: قیاس

یعنی قیاس مجتہد معین کا آئمہ اربعہ میں سے مجتہد معین پر خلفاء اربعہ میں سے

تصویر اس کی یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ، کہ جن کے اجتہاد سے کسی کو انکار نہیں اور فضائل ان کے اظہر من الشمس ہیں، باجماع اہل سنت کے تقلید بالتخصیص ان کی واجب نہ ہوئی۔ اور کوئی مذہب ان کا خاص کر التزام نہیں کرتا تھا، تو اب (مثلاً) امام ابو حنیفہؒ کی تقلید بالتخصیص بطریق اولی واجب اور لازم ہر مسئلہ میں نہ ہوگی۔ پس قول اس کے واجب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہونے کا حرام ہوگا بحکم آیت کریمہ

و لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذ ب ھذا حلال و ھذا حرا م لتفتروا علی اللّٰه الکذ ب (نحل: ۱۱۶) (اور نہ کہو اس چیز کو جس سے تمہاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تا کہ نہ باندھو اللہ پر جھوٹ)

اور ہمارے اس استدلال سے کسی کو یہ شبہ نہ گذرے کہ غیر مجتہد ہوکر قیاس کیوں کیا؟ اس لئے کہ یہ وہ قیاس نہیں جو کہ مستنبط علیہ سے ہو اور جو مجتہد کے ساتھ مختص ہوتا ہے، بلکہ یہ دلالۃ النص ہے کما فی قولہ تعالی:

فلا تقل لّھما افّ ۔(بنی اسرائیل: ۲۳) ۔(سو نہ کہو ماں باپ کو اف)۔

دلالۃ علی نھی الضّر ب اور دلالۃ النص کو عوام بھی سمجھتے ہیں چنانچہ شیخ ابن الھمامؒ تحریر میں فرماتے ہیں:

دلالۃ النّصّ یخالف القیاس فی انّ القیاس یختصّ با لمجتھد و دلالۃ النّصّ یفھمھا العوام ۔(دلالۃ النص قیاس سے بایں طور جدا ہے کہ قیاس مجتہد کے ساتھ خاص ہے اور دلالۃ النص کو عام لوگ سمجھتے ہیں)۔

اور قیاس کہنا اس کو امام رازیؒ کے مذہب پر مبنی ہے۔ چنانچہ مسلم میں کہا ہے

و جمھور الحنفیّۃ و الشّافعیۃ علی انّہ نعنی بہ دلالۃ النّصّ لیس بقیاس، و قیل قیاس جلیّ و اختارہ الامام الرّازی ۔و ھکذا فی مغتنم الحصول

(احناف اور شوافع کی اکثریت کا کہنا ہے کہ دلالۃ النص، قیاس نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ قیاس جلی ہے اور اس کو امام رازیؒ نے پسند کیا ہے)۔

تنبیہ۔ جناب مؤلف (تنویر الحق) نے دعوی وجوب تعین پر دلیل بیان کی تھی کہ جب چار مذہب کا تعین واجب ہوا تو ایک کی تقلید بھی ہوگئی کیونکہ یہ ایک بھی تو انہیں چار میں سے ہے۔

اس کی مثال ایسی ہوئی کہ جب چار جفت ہوئے تو ایک بھی جفت ہوگیا۔ سو یہ تو ایسی دلیل ہے کہ آج تک کسی جاہل سے بھی صادر نہیں ہوئی، چہ جائے علماء سے۔ اور اس سے ہرگز وجوب ثابت نہیں ہوتا اور اس ہیچمدان نے عدم التزام مذہب معین کو باستدلال

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چار دلیلوں کے اور باستشہاد ۳۵ روایات سلف اور خلف کے، (جن میں ہر ایک بدلائل ہے، بعض روایتوں میں اجماع امت کو حجۃ ٹھہرایا ہے اور بعض میں عدم وجود دلیل وجوب تعین کو سند پکڑا ہے، اور بعض میں عموم آیت قرآنی کو دلیل گردانا ہے، اور کسی میں قواعد اصولیہ اجماعیہ کو حجت ٹھہرایا ہے) ثابت کر دیا۔ تو اب قول کسی کا (جو مصداق ہے من شذ شذّ فی النّار کا) بلا دلیل کس طرح مقابل دلائل اور مدلل روایات کے ہوسکتا ہے۔ اور جو ایک دو قول ضعیف جناب مؤلف نے میں اس باب کے اخیر نقل کئے ہیں، کیونکر معارض ایسے حصن حصین دلائل و روایات کے ہو سکتے ہیں۔ اسی واسطے اس قدر تحقیق کے بعد مؤلف کے ضعیف اقوال کے ردّ کرنے حاجت نہیں رہی۔ لیکن چونکہ بعض طبائع کو جو کہ اصول فقہ سے واقف نہیں، اس کے باقی کلام سے دھوکہ ہو جائے گا، اس لئے مناسب ہے کہ مؤلف تنویر الحق کے باقی کلام کو معہ ان روایات کے ردّ کیا جاوے۔

ابطال دلائل وجوب تقلید معین

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور بیان باطل ہونے تقلید کا بطریق عدم تعین کے، ہے ساتھ کئی طریقوں کے۔ طریق اول یہ ہے کہ جب تقلید ثابت ہوئی آیت سے فاسئلوا اھل الذّکر وغیرھا سے تو مقتضائے اس کا یہ ہوا کہ اس پر عمل کر کر بری الذمہ ہو جائیں ہم بالیقین عہدہ تکلیف تقلید کے سے۔

ثم قال (مؤلف تنویر الحق)۔ سو یہ بات حاصل ہوتی ہے تقلید مذہب معین میں ساتھ چھ وجہوں کے۔ وجہ اول یہ ہے کہ اس میں احتمال ہے پڑنے کا خلاف اجماعیات میں، یعنی ایسی بات کرے گا کہ اس سے سب کے نزدیک عمل باطل ہو۔ جیسے کہ ایک شخص نے عمل کیا بموجب مذہب امام مالک کے کہ وضو کیا قلتین کے کم سے، کہ اس میں نجاست پڑی تھی۔ اور مسح کیا بموجب مذہب شافعی کے چند بالوں پر۔ پھر نماز پڑھی تو یہ نماز چاروں اماموں میں سے کسی کے نزدیک جائز نہ ہوئی۔

اقول (یعنی سید نذیر حسین)۔ غرض مؤلف کی وجہ اول سے یہ ہے کہ عدم تعین مذہب میں احتمال ہے پڑنے کا ان صورتوں میں جو باطل ہیں باجماع مرکب آئمہ اربعہ کے، جیسا کہ صورت مذکورہ میں گذرا۔ اور جب کہ تقلید غیر معین میں ایسا احتمال ہوا تو تقلید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معین واجب ہوئی۔

پس معلوم کرنا چاہیے کہ یہ قول مؤلف کا باطل ہے۔ اور یہ وجہ اول ہرگز مفید اور مثبت وجوب تقلید معین کو نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں ترکب اجماع مرکب کا ممنوع ہے، اس لئے کہ اجماع مرکب میں اتحاد مسئلہ کا شرط ہے۔ اور اس جگہ مسائل مقلد فیھا مختلف ہیں۔ مسئلہ پانی کا علیحدہ ہے۔ اور مسح کا علیحدہ۔

اسی جگہ سے ہے کہ محققین اصولین نے صورت نکاح بلا مہر اور بلا گواہ اور بلا ولی کا باطل باجماع مرکب ہونا تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ مسلّم الثبوت میں کہا ہے:

و ما اورد انه ربما یکون المجموع ممّا لم یقل به احد فیکون باطلاً اجماعاً کمن تزوّج بلا صداق و لا شهود و لا ولیّ۔ فاقول مندفع بعدم اتّحاد المسئلة و لانه لو تمّ لزم استفتاء مفت بعینه (اور وہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ بسا اوقات مل جل کر ایسی صورت ہو جاتی ہے جس کا کوئی بھی قائل نہیں ہوتا بالاجماع، جیسے کہ ایک آدمی نے مہر اور گواہ اور ولی کے بغیر نکاح کر لیا۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اعتراض مندفع ہے مسئلہ ایک نہ ہونے کے باعث۔ نیز اگر یہ اعتراض درست ہو تو لازم آوے گا کہ ایک ہی مفتی سے فتوی پوچھا جاوے)۔

اور کہا شرح بحرالعلوم میں:

و ما اورد انّه علی تقدیر جواز الاخذ بکلّ مذهب احتمال وقوع الخلاف المجمع علیه اذ ربما یکون المجموع الّذی یعمل به ممّا لم یقل به احد فیکون باطلاً اجماعاً، کمن تزوّج بلا صداق للاتّباع بقول الامامین ای ابی حنیفه و الشّافعی، و لا شهود اتباعاً بقول الامام مالک، و لا ولیّ علی قول امامنا ابی حنیفه۔ فهذا النّکاح باطل اتفاقاً۔ اما عندنا فلانتفاع الشّهود و اما عند غیرنا فلانتفاع الولی فاقول مندفع بعدم اتّحاد المسئلة و قد مرّ انّ الاجماع علی بطلان القول الثّالث انّما یکون اذا اتحدت المسئلة حقیقةً او حکماً۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فتدبر ۔ و لا نّه لو تمّ لز م استفتاء مفت بعینه و الا لا حتمل الوقوع ۔ (اور وہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ بر تقدیر جائز ہونے عمل جملہ مذاہب کے، احتمال ہے کہ کبھی کسی امر اجماعی کی مخالفت پڑ جاوے اور مل جل کر ایسی صورت ہو جائے جس کا کوئی بھی قائل نہ ہو۔ جیسے ایک شخص نے مذہب ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کے مطابق نکاح میں مہر مقرر نہ کیا، مذہب امام مالکؒ کے مطابق گواہ بھی مہیا نہ کئے، ابو حنیفہؒ کے قول پر ولی بھی نہ کیا۔ سو یہ نکاح بالاتفاق باطل ٹھہرے گا۔ حنفیوں کے نزدیک تو گواہوں کے نہ ہونے کے سبب اور دوسروں کے نزدیک ولی کے نہ ہونیکے سبب۔ میرا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض مندفع ہے کیونکہ یہاں مسئلہ ایک نہیں ہے۔ اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ تیسرے قول کے باطل ہونے میں حقیقۃً یا حکماً مسئلہ ایک ہونا چاہیے اور یہ بھی ہے کہ اگر یہ اعتراض پورا ہو جاوے تو لازم آئے گا کہ ایک ہی مفتی سے فتوی پوچھا جاوے ورنہ وہی خرابی پیش آوے گی)۔

یہ عبارت مؤلف تنویر الحق کی وجہ اول کو لفظاً لفظاً ردّ کر رہی ہے اور کس طرح سے احتمال کو بیان کر کے رد کر دیا ہے۔

اور مغتنم الحصول میں کہا ہے:

ثمّ ما یتعلق به بعض المتفقهة فی المنع بین المذ هبین و لو فی مسئلتین من انّه خلاف ا لا جماع المر کّب مردود با نّ شر ط ترکب ا لا جماع اتحاد المسئلة و ایضاً لو تمّ لز م استفتاء مفت بعینه فی جمیع المسا ئل و قد عر فت بطلا نه با لا جماع کذا فی المسلّم الثبو ت)۔ (پھر بعض فقیہہ دو مسئلوں میں بھی خلاف اجماع مرکب کو دلیل ٹھہرا کر دو مذہبوں پر عمل کرنے کو منع کرتے ہیں، تو یہ بات مردود ہے اس طرح پر کہ اجماع مرکب میں اتحاد مسئلہ ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی ہے کہ اگر یہ اعتراض پورا ہو جاوے تو لازم آئے گا کہ سب مسئلوں میں ایک مفتی سے پوچھا جائے۔ اور اس کا بالاجمع باطل ہونا تجھے معلوم ہو چکا ہے)۔

اگر کوئی کہے کہ تحقق اجماع مرکب کا اوپر بطلان ایسے وضو کے اس طرح ہوسکتا ہے کہ: بمذہب امام مالک مقدار مسح کا کم ہونا، یعنی ایک دو بال کا، مانع صحت وضو ہے، نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کمی مقدار پانی کی، یعنی کم ہونا قلتین سے۔؛ اور بمذہب امام ابوحنیفہؒ دونوں مقداروں کی کمی مانع ہے صحت وضو سے۔؛ اور امام احمدؒ کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک پانی کا قلتین سے کم ہونا مانع صحت وضو ہے، نہ مقدار مسح کی۔

تو جو کوئی اس طرح کا وضو کرے گا تو اس نے یہ سمجھا کہ ان میں سے کوئی چیز بھی مانع صحت وضو نہیں ہے، یعنی شمول عدم کرے، جیسا کہ توضیح میں ایسی صورت لکھی ہے۔ اور اس کو شمول عدم سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ شمول عدم باجماع مرکب آئمہ اربعہ کے باطل ہے۔ تو یہ وضو بھی ان کے اجماع مرکب سے باطل ہوا۔ تو عدم التزام مذہب معین باطل ہوا کیونکہ اس میں احتمال ہے پڑنے کا ایسی باطل صورتوں میں۔

تو اب جواب اس کے چار ہیں :۔

اول یہ ہے کہ اسی طرح بعض اور صورتوں میں بھی شمول عدم متحقق ہے حالانکہ وہ صورتیں تمہارے نزدیک بھی مسلم الصحۃ ہیں۔

جیسا کہ ایک شخص نے پانی بقدر قلتین سے، جس میں کچھ نجاست تھی، امام مالکؒ کا مقلد ہو کر وضو کیا۔ اس لئے کہ جب ان کے مذہب میں قلتین سے کم پانی نجس نہیں ہوتا تو بقدر قلتین کے بطریق اولیٰ نجس نہ ہوگا۔ اور مسح ربع سر کا امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہو کر کیا۔

تو ظاہر ہے کہ صحت وضو کی تجویز میں بھی شمول عدم میں موجود ہے۔ اس طرح کہ امام مالکؒ کے مذہب میں کمی ربع مسح کی مانع صحت وضو کو تھی اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں مقدار پانی کی کمی مانع تھی۔ تو گویا اس وضو کے جائز کرنے والے نے کہا کہ یہ دونوں امر مانع نہیں ہیں، تو شمول عدم بوجہ اظہر اس صورت میں متحقق ہو گیا۔

اور جب تمہارے نزدیک یہ صورت صحیح ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اپنی بیان کی ہوئی صورت کو فاسد کہو، اور ہماری بیان کردہ صورت کو صحیح کہو، باآنکہ شمول عدم دونوں صورتوں میں متحقق ہے۔ بلکہ پہلی صورت میں اہل اختلاف ایک عصر میں نہیں اور صورت ثانی میں اہل اختلاف کا ایک زمانہ میں اختلاف ہوا ہے۔ فلیس ذالک الا ترجیح المرجوح۔

اور اگر کہو کہ یہ صورت بھی باطل اور فاسد ہے تو بڑی مصیبت میں پڑو گے کہ تخصیص ایک مذہب کی ثابت کرتے کرتے مذاہب اربعہ سے ہاتھ دھو بیٹھو گے، کیونکہ یہ وضو امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مذہب میں درست ہے، اس لئے کہ ان کے مذہب میں کمی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدار پانی اور کمی مقدار مسح دونوں مانع صحت وضونہیں ہیں۔ پس اگر اس صورت کو فاسد کہو گے تو مذہب شافعی اور احمد کا باطل ہو جائے گا اور انحصار مذاہب اہل سنت کا مذاہب اربعہ میں نہ رہے گا۔ بلکہ امام مالکؒ اور امام اعظمؒ ہی کے مذاہب پر مذہب اہلسنت منحصر ہوگا۔

دوسرا یہ کہ صورت شمول عدم مقلد کو بالا جماع درست ہے۔تصویر اس کی یہ ہے کہ جب ایک شخص نے امام مالکؒ کا مقلد ہوکر قلتین سے کم پانی نجاست افتادہ سے وضو کیا، تو اس پانی سے ہونے والے وضو کو امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ ہرگز فاسد نہیں جانتے، بنا بر اس بات کے کہ وضو کرنیوالے اس شخص نے اس مسئلہ میں امام مالکؒ کی تقلید کی ہے۔اگر چہ وہ آئمہ اس پانی کو اپنے حق میں اور اپنے مقلدین کے حق میں نجس جانتے ہیں۔

اور ایسا ہی جب اس شخص امام شافعیؒ کا مقلد ہوکر دو بال پر مسح کیا، تو اس مسح کو امام مالکؒ اور امام اعظمؒ اس کے حق میں ناقض نہیں جانتے، اس نظر سے کہ وہ شخص اس مسح میں امام شافعیؒ کا مقلد ہے، اگر چہ امام اعظمؒ اور امام مالکؒ اس مسح کو اپنے حق میں اور اپنے مقلدین کے حق میں ناقص جانتے ہیں۔ تو یہ وضو باجماع آئمہ اربعہ کے درست ہوا۔

اسی واسطے اور اسی طور پر بعض محققین نے نکاح بلا صداق، بلا ولی اور بلاشہود کو جو شمول عدم پر مشتمل ہے، بعد تسلیم اتحاد مسئلہ کے بھی درست کہا ہے، چنانچہ سید بادشاہؒ شرح تحریر میں فرماتے ہیں:

و اعترض عليه بانّ بطلا ن الصّورة المذ كورة عند هما غير مسلّم فا نّ ما لكاً مثلاً لم يقل ان من قلّد الشّا فعی فی عدم الصّداق انّ نكا حه با طل و لم يقل الشّا فعی ان من قلّد ما لكاً فی عدم الشّهود ان نكا حه با طل ـ انتهی۔ و اورد عليه ان عدم قو لهما با لبطلا ن فی حقّ من قلّد احد هما و راعی مذهبه فی جميع ما يتو قف عليه صحّة العمل و ما نحن فيه من قلّد هما و خا لف كلا منها فی شیء و عدم القول بالبطلان فی ذا لك لا يستلز م عدم القول به فی هذا و قد يجا ب عنه بان الفارق بينهما ليس ا لا ان كل وا حد من

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المجتهد ین لا یجد فی صورة التّلفیق جمیع ما شر ط فی صحّتها بل یجد بعضها دو ن بعض و هذا الفارق لا یسلم ان یکو ن مو جباً للحکم با لبطلا ن و کیف یسلم و المخا لفة فی بعض الشرو ط اهو ن من المخا لفة فی الجمیع فیکو ن الحکم فی الصحة فی ا لا هون با لطریق اولی و من یدعی و جود فارق آ خر و و جود دلیل آ خر علی بطلا ن صورة التّلفیق علی خلاف الصّورة ا لا ولی فعلیه با لبرها ن فا ن قلت لا نسلم کو ن المخا لفة فی البعض اهو ن من المخا لفة فی الکلّ لا نّ المخا لف فی الکلّ یتبع مجتهداً وا حداً فی جمیع ما یتوقف علیه صحّة العمل و هنا لم یتّبع وا حداً۔

قلت هذا انّما یتمّ لکـ اذا کا ن معکـ دلیل من نصّ او اجماع او قیاس قوی ید لّ علی انّ العمل اذا کا ن له شرو ط یجب علی المقلّد اتّباع مجتهد وا حد فی جمیع ما یتوقف علیه ذا لکـ فأ ت به ان کنت من الصّا دقین و اللّه اعلم۔ انتهی کلام السّید بادشاه علی ما نقله ا لملّا حسن الشر نبالی الحنفی فی العقد الفرید۔ و ما اورد علیه فنجیب عنه ان شا ء اللّه تعا لی فی مبحث التلفیق۔

(اوراس پر یہ اعتراض ہے کہ اس طرح پرصورت مذکور کا باطل ہونا ان دونوں کے نزدیک مسلم نہیں ہے کیونکہ امام مالک یہ نہیں کہتے کہ جس نے مہر مقرر نہ کرنے میں امام شافعیؒ کی پیروی کی تو اس کا نکاح باطل ہوگیا، اور امام شافعیؒ یہ نہیں کہتے کہ جس نے گواہ مقرر نہ کرنے میں امام مالکؒ کی پیروی کی اس کا نکاح باطل ہے۔

اس تقریر پر یوں اعتراض کیا گیا ہے کہ ان دونوں کا باطل نہ کہنا اس کے حق میں ہے جس نے ایک کی پیروی کر لی، اور اپنے امام کی ساری باتوں کی رعائت رکھی۔ اور ہم جس بات کے درپئے ہیں وہ اس کے حق میں کہ جس نے دونوں کی پیروی کی اور بعض باتوں میں ہر ایک کے مخالف ہوا۔ اور پہلی صورت کو باطل نہ کہنا اس کے باطل نہ کہنے کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لازم نہیں کرتا۔

اور کبھی اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ کوئی مجتہد تلفیق کی صورت میں صحت عمل کی ساری شرطیں نہیں پاتا بلکہ بعض شرطیں پاتا ہے، اور یہ نہیں مانتے کہ فقط اتنا فرق باطل ہونے کی وجہ بن سکتا ہے۔ اور کیوں کر یہ امر مذکور مانا جاوے جب کہ بعض باتوں میں مخالفت، ساری باتوں میں مخالفت کی نسبت آسان ہے، تو سہل میں بطریق اولی صحت کا حکم دیا جائے گا۔ اور جس کو کسی اور فرق کا دعوی ہے اور تلفیق کے باطل ہونے کی دلیل اس کے پاس ہے تو وہ پیش کرے۔

پھر اگر کوئی اعتراض کرے کہ بعضی باتوں میں مخالفت کا سہل ہونا بہ نسبت ساری باتوں کے ہمیں مسلم نہیں ہے، کیونکہ مخالفت کرنے والہ ساری باتوں میں ایک مجتہد کی پیروی کرتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ میں جواب دونگا کہ یہ بات تب ہوگی جب تیرے پاس کوئی دلیل آیت یا اجماع یا قیاس قوی سے ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ جب کسی عمل کی کئی شرطیں ہوں تو مقلد پر سب شرطوں میں ایک ہی مجتہد کا اتباع واجب ہے۔، اگر ایسی دلیل ہے تو لاؤ۔، ہو چکی عبارت سید بادشاہ کی جو ملا حسن شرنبالی نے عقد الفرید میں نقل کی ہے۔ اور اس پر جو اعتراض کیا ہے اس کا جواب ہم ان شاء اللہ بحث تلفیق میں دیں گے)۔

اور علامہ اکمل ؒ صاحب عنایہ، تقریر میں فرماتے ہیں:

و تعقب الاول بان الجمع المذکور لیس بضارّ لان ما لکاً لم یقل ببطلان انکحة الشّافعیة و لا الشّافعی ببطلان انکحة المالکیة بلا شهود و لکن فیه نظر ظاهر علی ما نقله القندهاری فی مغتنم الحصول۔

اقول وجه النظر ما مر فی کلام السّیّد باد شاه من ایراد و قد مر جوابه ایضاً۔

(پہلی رائے کا تعاقب یوں کیا گیا ہے کہ جمع مذکور اس لئے مضر نہیں کہ مالک نے شافعیوں کے نکاح باطل ہونے کو نہیں کہا اور نہ شافعی نے مالکیوں کے بلا شہود نکاحوں کو باطل کہا۔ لیکن اس میں اعتراض ظاہر ہے جیسا کہ نقل کیا قندھاری ؒ نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مغتنم الحصول میں۔

میں کہتا ہوں کہ وجہ اعتراض وہی ہے جو سید بادشاہؒ کے کلام میں گذری اور اس کا جواب بھی ہو چکا)۔

☆ تیسرا جواب یہ ہے کہ فرض کیا کہ ایک امام کے مقلد کے فعل کو دوسرا امام فاسد کہتا ہے اور شمول عدم مقلد کو درست نہیں، لیکن مآل اور مبنی اس عدم جواز شمول عدم کا تو یہی ہے کہ اختلاف آئمہ اربعہ کا مستلزم بطلان شق مخالف کا ہوتا ہے اور اس کا بطلان، اجماع مرکب کے مبحث میں بوجہ بسط معلوم ہو چکا۔

☆ چوتھا جواب یہ ہے کہ فرض کیا کہ اجماع مرکب آئمہ اربعہ کا بھی درست ہوسکتا ہے اور یہ صورت وضو کی باطل ہے۔

پھر بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تقلید ایک مجتہد کی ہر مسئلہ میں واجب ہو جاوے، بلکہ ہوسکتا ہے کہ مقلد ایسی صورتوں سے جن میں جمع بین المذاہب لازم آوے پرہیز رکھے اور اس کے باوجود التزام ایک مذہب کا نہ کرے۔ مثلاً کوئی شخص یوں کرے کہ فجر کے وضو میں امام مالکؒ کے مذہب کے تمام مسائل پر اس طرح عمل کرے کہ جتنے شرائط اور ارکان اور سنن اور مستحبات ان کے مذہب میں ہیں، سب کو ادا کرے۔ اور کوئی امر ایسا نہ کرے کہ جس سے امام مالکؒ کے مذہب میں وہ وضو فاسد ہو جاتا ہے۔

اور ظہر کے وضو میں امام شافعیؒ کے مذہب کے تمام مسائل پر اسی کیفیت سے عمل کرے جو امام مالکؒ کے مذہب کے عمل میں گذری ہے۔

اور عصر کے وضو میں احمد بن حنبلؒ کی تقلید اسی کیفیت سے کرے۔

اور مغرب کے وضو میں ابو حنیفہؒ کی تقلید اسی کیفیت اور شرائط سے کرے جو گذرے ہیں، تو اس شخص کے حق میں مؤلف (تنویر الحق) کی وجہ اول کیوں کر جاری ہو گی؟

اور اس پر شخص معین کی تقلید اس دلیل سے کیوں کر واجب ہو گی؟

اسی لئے ملا حسن شرنبالی حنفیؒ نے عقد الفرید میں کہا ہے:

فتحصل ممّا ذکرنا انه لیس علی الانسان التزام مذهب معیّن و انّه یجوز له العمل بما یخالف ما عمله علی مذهبه مقلّداً فیه غیر امامه مستجمعاً شروطه و یعمل بامرین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

متضا دین فی حا دثتین لا تعلق لوا حدۃ منھما با لا خری ۔

انتھی کما نقل سا بقا (جو ہم نے ذکر کیا اس کا حاصل کلام یہ ہے کہ ایک مذہب معین کا التزام کسی پر لازم نہیں ۔ اور جس پر عمل کر چکا ہو، اس کے مخالف عمل کرنا مع لحاظ شرائط کے، جائز ہے۔ اور جائز ہے عمل دو امر متضاد پر ایسے دو حادثوں میں کہ ایک کو دوسرے سے تعلق نہیں)۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مذہب غیر معین پر عمل کریگا تو احتمال ہے پڑنے کا غیر صواب میں نزدیک آئمہ اربعہ کے جیسا کہ ایک شخص نے عمل کیا بموجب مذہب شافعی کے، کہ پڑھا نماز میں ساتھ جہر بسم اللہ کے اور عمل کیا بموجب مذہب امام اعظم اور امام مالک کے ترک کیا جہر آمین کو تو نماز چاروں کے نزدیک خراب ہوئی

اقول ۔ ظاہر ہے کہ مآل اور مرجع اس وجہ کا وجہ اول ہی کی طرف ہے اور جب وجہ اول کی خاک اڑائی گئی تو اس کا کیا ذکر باقی رہا۔ اس لئے وجہ اول کے جواب کو اس پر منطبق کر لیں۔

رجوع بعد العمل

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ رجوع کرنا تقلید سے بعد عمل کرنے کے ممنوع ہے بالاتفاق، کہا یہ شیخ ابن حاجب مالکی نے بیچ مختصر الاصول کے اور قاضی عضد الدین شافعی نے شرح اس کی میں، اور شیخ ابن ہمام حنفی نے بیچ تحریر الاصول کے اور صاحب در المختار نے بیچ درمختار کے، اور سوائے ان کے اور علماء نے مانند آمدی وغیرہ کے اور عبارت تحریر کی یہ ہے:

لا یر جع عمّا قلّد ای عمل بہ اتّفاقاً

(اس بات پر اتفاق ہے کہ نہ پھرے کوئی شخص اس مسئلہ سے جس پر عمل کر چکا)۔

اور کہا صاحب بحر الرائق نے بیچ رسائل زینیہ کے:

نقل الشّیخ فی تصحیحہ عن جمیع ا لا صو لیین انّہ لا یصحّ الر جوع عن التّقلید بعد العمل با لا تفاق ۔

(نقل کیا شیخ قاسم نے بیچ تصحیح اپنی کے جمیع اصولیین سے کہ بلا شبہ نہیں صحیح ، رجوع کرنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقلید سے بعد عمل کرنے کے بالاتفاق)

مثلاً ایک شخص نماز پڑھے بتقلید امام اعظمؒ کے، تو نہیں درست ہے کہ نماز پڑھے اور امام کے طریق پر۔ اور یاد اور نگاہ رکھنا اعمال کا کہ ہم نے فلا نے مذہب پر عمل کیا ہے فلانے وقت، اب اس کے خلاف نہ کریں، مشکل ہے بسبب کم ہونے دینداری کے اور سستی ہونے کے امور دین میں۔ پس جب کہ یاد نہ رہا اس طور تو پڑے گا اس میں جو ممنوع ہے بالاتفاق، یعنی بالاجماع۔ پس اس لئے تعین مذہب ضروری ہوئی۔

اقول۔ جواب اس کے دو ہیں:۔

اول جواب ساتھ اثبات اختلاف کے رجوع بعد العمل میں اور ساتھ توڑ دینے دعوی اجماع کے اس کے ممنوع ہونے پر۔

تو کہتے ہیں ہم کہ اولاً دعوی اس اتفاق کا ابن الحاجبؒ اور آمدیؒ نے کیا ہے اور باقی صاحب جن کا مؤلف نے ذکر کیا ہے، اور سوائے ان کے، سب ابن الحاجبؒ اور آمدیؒ کے اتباع ہیں۔ تو معلوم کرنا چاہیے کہ رجوع بعد العمل کے منع ہونے پر اجماع کا دعوی محققین نے رد کر دیا ہے اور وہ اس مسئلہ میں اختلاف کے قائل ہیں۔ چنانچہ زرکشیؒ نے کہا ہے کہ جو ابن الحاجبؒ اور آمدیؒ نے کہا ہے، غلط ہے۔ یعنی اجماع کا دعوی ٹھیک نہیں کیونکہ دوسروں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ رجوع بعد العمل میں اختلاف ہے۔ بعض رجوع بعد العمل کو درست بعض نادرست کہتے ہیں۔ پس ہمیں جائز ہے کہ اتباع کریں اس شخص کا جو قائل ہے جواز کا۔ چنانچہ ملا حسن شرنبالی حنفی ناقلاً شرح تحریر سے فرماتے ہیں۔

قال الزركشي ليس كما قالا يعني الآمدي و ابن الحاجب ففي كلام غيرهما ما يقتضي جريان الخلاف اى فلنا اتّباع القائل بجواز التّقليد بعد العمل بقول غير من قلّده و عمل به

(زرکشی نے کہا ہے کہ آمدی اور ابن حاجب نے جیسا کہا ہے ویسا نہیں ہے، کیونکہ ان کے سوا دیگر کے کلام میں وہ عبارت ہے کہ جس سے خلاف کا جاری ہونا پایا جاتا ہے، یعنی ہم کو جائز ہے اتباع اس کا جو یہ کہتا ہے کہ بعد عمل کے بھی دیگر کی تقلید روا ہے)

اور فاضل بہاریؒ، منہیہ مسلم میں ارشاد فرماتے ہیں:

قال الزركشي الاتفاق ذكره الآمدي و ابن الحاجب و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیس کما قا لاہ ففی کلام غیر ھما ما یقتضی جر یا ن
الخلاف بعد العمل ایضاً ۔ انتھی ما فی الحا شیۃ المنھیہ
(کہا زرکشی نے آمدی اور ابن حاجب نے اتفاق نقل کیا ہے، اور جیسا انہوں نے کہا یوں نہیں ہے، کیونکہ دیگر کے کلام میں بعد عمل کے بھی خلاف جاری ہے)

فاضل اکمل صاحب عنایہ نے تقریر میں زرکشی کا کلام نقل کر کے اس کی تائید کی ہے، اور کہا ہے کہ رجوع کرنا کیونکر ممنوع ہوگا جس حالت میں کہ غیر کے مذہب کو صحیح جانے ۔ چنانچہ فاضل قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں کہا ہے:

و فی التّقریر الا تفاق ذکرہ ا لآ مدی و ابن الحا جب و تعقبہ الز ر کشی با ن کلام غیر ھما یقتضی ا لا ختلاف بعد العمل ایضاً و کیف یمتنع الرّ جوع اذا اعتقد صحّۃ غیرہ (تقریر میں ہے کہ آمدیؒ اور ابن حاجبؒ نے اتفاق نقل کیا ہے اور اس پر زرکشیؒ نے یوں اعتراض کیا ہے کہ اوروں کے کلام سے عمل کے بعد بھی خلاف کا جواز ثابت ہے ۔ اور جب دوسرے مذہب کے صحیح ہونے کا اعتقاد جم جائے تو رجوع کیوں کر منع ہوگا؟)

اور ایسا ہی امام تقی الدین سبکیؒ نے بھی دعوی اجماع کو رد کر دیا ہے ۔ اور کہا ہے کہ سوائے ابن الحاجبؒ اور آمدیؒ کے اوروں کے کلام سے رجوع بعد العمل میں اختلاف معلوم ہوتا ہے ۔ اور کہا کہ کس طرح سے رجوع ممنوع ہوگا جب کہ صحت مذہب غیر کی معلوم ہوگی ۔ چنانچہ سید شریف علی السمہو دیؒ ، عقد الفرید فی احکام التقلید میں فرماتے ہیں:

ثمّ رأیت فی فتاوی السّبکی انّہ سئل عن ذا لک فی ضمن مسا ئل (الی ان قا ل)انّ السّبکی و دعوی ا لا تّفاق فیھا نظر و فی کلام غیر ھما ما یشعر با ثبا ت الخلاف بعد العمل ایضاً و کیف یمتنع اذا اعتقد صحّتہ ۔انتھی ،کذا فی العقد الفرید للشر نبا لی ۔(پھر میں نے فتاوی سبکی میں دیکھا کہ .. ان سے رجوع کا مسئلہ پوچھا تو سبکیؒ نے کہا کہ دعوی اتفاق میں بحث ہے کیونکہ آمدیؒ اور ابن حاجبؒ کے سوا اوروں کے کلام میں وہ عبارت ہے جس سے بعد عمل کے بھی خلاف سمجھا جاتا ہے اور کیوں کر رجوع منع ہوگا جب اس کی صحت پر اعتقاد ہو جائے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

اور ایسا ہی محقق شامیؒ نے بھی کہا ہے کہ دعویٰ اجماع میں نظر ہے اس لئے کہ اختلاف مروی ہے۔ پس جائز ہے اتباع قول بالجواز کا۔ چنانچہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

علی ان فی دعوی ا لاتفاق نظر فقد حکی ا لا ختلاف فیجوز اتّباع القا ئل با لجواز ۔ (علاوہ یہ کہ دعویٰ اتفاق میں بحث ہے کیونکہ خلاف بھی نقل کیا گیا ہے، لہذا جواز کے قائل کی پیروی ہوسکتی ہے)

بلکہ خود شیخ ابن الہمامؒ نے اگرچہ تحریر میں موافق ابن الحاجبؒ کے کہا ہے، لیکن فتح القدیر میں ابن حاجبؒ کے اتباع کو طاق پر رکھ کر حق کو اختیار کیا ہے، اور قائل اختلاف کے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مولانا بحرالعلومؒ، شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

لا یر جع المقلّد عمّا عمل به من حکم جزیء اتفاقاً کذا فی المختصر و التّحریر للشّیخ و ان ذکر ھھنا موا فقاً للمختصر و تنز لاً علی رأیه لکن کلام فی فتح القدیر مشعر با لخلاف بعد العمل (نہ رجوع کرے مقلد اس مسئلہ سے جس پر بطور حکم جزئی کے عمل کر چکا، بالاتفاق۔ یوں ہی ہے مختصر اور تحریر ابن ہمام میں۔ اور یہاں موافق مختصر کے مذکور ہوا ہے لیکن فتح القدیر میں اس کے کلام سے بعد عمل بھی خلاف کی خبر ملتی ہے)۔

بلکہ جمہور کے کلام سے رجوع بعد العمل میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ لزوم تقلید میں بعد التزام کے، جمہور کے تین قول ہیں

قیل یلز م و قیل لا و ھو ا لا صحّ و قیل کمن ھو لم یلزم ۔ (بعض نے کہا ہے کہ لازم ہو جاتا اور بعض نے کہا ہے کہ نہیں۔ اور یہ بہت صحیح ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ التزام کرنا اور نہ کرنا یکساں ہے)۔

جیسا کہ سابق میں نو دس کتابوں کی عبارتوں سے معلوم ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ جب لزوم بعد الالتزام میں تین قول ہوئے تو منع رجوع میں کیوں کر اختلاف نہ ہوگا۔ چنانچہ مسلّم الثبوت میں کہا ہے:

و قیل مختلف فیه یعنی الرّ جوع بعد العمل اقول ید لّ علیه التّثلیث فی ا لا لتزا م فا ن و جوده لیس اولی من عدم ضرورۃ (بعض نے کہا ہے کہ رجوع کرنا بعد عمل کے اختلافی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دلالت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں اس اختلاف پر اوپر کے تین قول، سو بلا شک التزام اور بلا التزام دونوں یکساں ہیں)۔

اور شرح بحر العلوم نے کہا ہے:

اقول یدلّ علیه التّثلیث فی المذاهب فی الالتزام رأی مجتهد فان وجوده ای الالتزام لیس اولی من عدم ضرورة ولا معنی الاتفاق عند وجوده والاختلاف عند عدمه۔

(میں کہتا ہوں کہ دلالت کرتے ہیں اس پر تین قول مذہبوں میں جو درباب التزام ایک مذہب کے گذر چکے۔ تو التزام کرنا، نہ کرنے سے اولی نہیں ہوسکتا ہے اور التزام کے وقت اتفاق اور عدم التزام کے وقت اختلاف کی کوئی وجہ نہیں)

پس جب کہ زرکشیؒ اور شیخ تقی الدین سبکیؒ کے کلام سے، بلکہ خود شیخ ابن الہمامؒ کے کلام سے، بلکہ تمام قائلین بالتثلیث کے کلام سے ثابت ہوا کہ رجوع بعد العمل کے منع ہونے اجماع کا دعوی غلط ہے۔ تو یہ امر مختلف فیہ ٹھہرا۔ سو ہم نے بقول ملا حسن شرنبالیؒ حنفی کے جواز کو اختیار کیا۔ اس لئے کہ جواز رجوع مدلل ہے بعینھا ان دلائل سے جو عدم التزام تقلید معین پر گذر چکی ہیں۔ اور امتناع رجوع پر کوئی دلیل، ادلہ شرعیہ سے نہیں ہے۔ ما انزل اللّٰه بها من سلطان۔ (یوسف: ۴۰)

☆ دوسرا جواب۔ یہ کہ اگر فرض بھی کیا جاوے کہ اجماع کا دعوی ثابت ہے تو بھی اس سے تقلید معین نہیں ہوتی کہ نقاد محققین، امتناع رجوع بعد العمل کے یہ معنی کرتے ہیں کہ: جب کوئی شخص ایک حادثہ میں کسی مجتہد کی تقلید کرے تو اس کو درست نہیں کہ اس حادثہ خاص میں اس تقلید سے رجوع کرے۔

مثلاً ایک شخص نے ظہر کا وضو مسح ربع سر کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہو کر کیا، تو اب اس کو درست نہیں کہ اس وضو خاص میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید سے رجوع کرے، اور اس مسح کو باطل کہے اور تمام سر کا مسح بنا بر مذہب امام مالکؒ وضو میں واجب جانے۔

اور امتناع رجوع بعد العمل کے یہ معنی نہیں کہ جب اس شخص نے مثلاً فرض ظہر میں، جمعہ کے دن، مسح ربع سر میں امام ابو حنیفہؒ کی تقلید اختیار کی تو اب اس کو دوسرے وضو میں مثلاً ہفتہ کے ظہر کے وضو میں یا جمعہ ہی کے عصر کے وضو میں بھی ربع سر کے مسح سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رجوع کرنا ممنوع ہے۔ جیسا کہ حضرت مؤلف (تنویر الحق) سمجھے ہیں۔

اور بعض محققین اس امتناع کو اس محل میں جاری کرتے ہیں جس جگہ کسی کا ضرر لازم آوے۔ جیسے کہ ایک شخص نے بنا پر مذہب امام مالکؒ بلاشہود نکاح کیا۔ جب عورت نے مہر طلب کیا تو وہ شخص تقلید مالکؒ سے رجوع کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ میں حنفی مذہب کا مقلد ہو کر اس نکاح کو ناجائز ٹھہرا کر مہر دینے سے بچ جاؤں۔ تو اس محل میں اس کا مذہب مالک رجوع کرنا عورت کے لئے باعث ضرر ہے۔

اور بعض کے نزدیک یہ امتناع رجوع محمول ہے صورۃ تلفیق پر۔ لیکن یہ محمل خلاف تحقیق کے ہے، چنانچہ مبحث تلفیق میں آوے گا۔ اس لئے اسانید پہلے دونوں معنی کے نقل کئے جاتے ہیں۔

تو سنو کہ کہا محقق شامیؒ نے ردالمحتار میں بعد قول عدم جواز رجوع کے

او ھو محمول علی منع التّقلید فی تلک الحادثه بعینها لا مثلها کما صرح به الامام السّبکی و تبعه علیه جماعة و ذالک کما لو صلّی ظهراً بمسح ربع الرأس مقلد للحنفی فلیس له ابطالها باعتقاده لزوم مسح الکل مقلداً للمالکی۔ و اما لو صلّی یوماً علی مذهب و اراد ان یّصلّی یوماً آخر علی غیره فلا یمنع منه علی ان فی دعوی الاتّفاق نظراً۔ فقد حکی الخلاف فیجوز اتّباع القائل بالجواز کذا افاده العلامة الشرنبالی فی عقد الفرید ثمّ قال بعد ذکر فروع من اهل المذهب صریحة بالجواز و کلام طویل فتحصل مما ذکرناه انه لیس علی الانسان التزام مذهب معیّن و انّه یجوز له العمل بخلاف ما عمله علی مذهب غیر اما مه مستجمعاً لشروط و العمل بامرین متضادین فی حادثتین لا تعلق لواحدة مّنهما بالاخری۔

(وہ حمل کیا گیا ہے منع تقلید پر جو بعینہ اسی مسئلہ میں ہو، نہ اس کے مثل اور دوسرے مسئلہ میں۔ چنانچہ امام سبکیؒ نے اس کی تصریح کی ہے اور ایک جماعت سبکی کی پیرو ہوئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے چنانچہ ایک شخص نے بموجب مذہب چوتھائی سر کا مسح کر کے ظہر کی نماز پڑھی تو اب اسے نہیں چاہیے کہ امام مالکؒ کے مذہب کا اعتقاد کر کے اس نماز کو باطل ٹھہرادے۔ ہاں اگر ایک دن ایک مذہب کے موافق پڑھے اور دوسرے دن دوسرے مذہب کے موافق پڑھنے کا ارادہ کرے تو اسے منع نہ کیا جاوے۔

نیز اتفاق کے دعوی میں بحث ہے، کیونکہ اختلاف بھی نقل کیا گیا ہے۔ تو جو علماء رجوع بعد العمل کو جائز کہتے ہیں ان کی اتباع جائز ہے۔ یوں ہی کہا علامہ شرنبالیؒ نے عقد الفرید میں۔ پھر اصحاب مذاہب کے جزئی مسئلہ ذکر کر کے جس سے صریح جواز رجوع کا نکلتا ہے، کہا ہے کہ۔ انسان پر ایک مذہب معین کا التزام ضروری نہیں۔ الخ)۔

اور کہا طحطاویؒ نے حاشیہ درمختار میں

قلد الحنفی ما لکاً مثلاً فی نکا ح بغیر شھود ثمّ اراد الرّ جوع عن التقلید ای و یحکم بمذ ھبه با نّ المھر لا یلز م فلیس له ذالک بز یادة ۔

و اعلم انّه لیس المراد نفی جواز التّقلید مطلقاً بل فی نحو ما ذکر ناه لا نّ الرّ جوع ھھنا یلز م منه ضرر الغیر ۔

و اعلم انّ تقلید الحنفی الشا فعی مثلاً فی مسئلة عبارة عن ا لا خذ بقو له مع بقا ئه علی مذ ھبه فی المسئلة حتّی لو استفتی عن خصوص ھذه المسئلة الّتی قلّد فیھا لا یجیب السّا ئل ا لا بطبق مذ ھب ا لا ما م و معنی بقا ئه علی مذ ھبه فیھا ان یّکو ن وقت العمل بمذھب الشّا فعی فی المسئلة الّتی قلّده فیھا باقیة علی اعتقاد متا بعة الا مام فی حکم المسئلة الّتی قلّد الشّا فعی فیھا ای با لنّسبة لما عساه ان یقع له فی المستقبل فا ن قلت ان بقائه علی مذ ھب و لا یجیب الّا بقول امام یتضمّن الرّ جوع عمّا قلّده فیه قلت الممتنع الرّجوع عن عین تلک الواقعة المنقضیة لا ما یحد ث بعد ھا من جنسھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(چنانچہ تقلید کرے حنفی امام مالکؒ کی، مثلاً بے گواہی کے نکاح میں، پھر ارادہ کرے رجوع کا یعنی اپنے مذہب کے موافق کہے کہ مجھ پر مہر لازم نہیں، تو یہ اسے نہیں چاہیے، اور جان لے کہ بالکل غیر کی تقلید سے ممانعت مراد نہیں ہے، بلکہ ایسی صورتوں میں ہے جو ہم نے ذکر کی ہیں، کیونکہ ایسے رجوع میں ایک کا نقصان ہے۔

اور تقلید کرنا حنفی کا مثلاً امام شافعیؒ کا کسی مسئلہ میں یہ ہے کہ شافعی مذہب کا قول لے کر بھی اپنے مذہب پر باقی رہے اس مسئلہ میں یہاں تک کہ اس خاص مسئلہ میں اگر کوئی فتوی پوچھے تو اپنے امام کے قول کے موافق جواب دیوے۔

اور معنی باقی رہنے اپنے مذہب کے یہ ہیں کہ امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کریں گے اس مسئلہ کے وقت۔ لیکن اپنے امام کے تابعدار و معتقد رہیں گے آئندہ۔

پھر اگر تو کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنے اور فتوے کا جواب اپنے امام کے موافق دینے کا مطلب اس صورت سے رجوع ہے جس پر عمل کر چکا۔ تو میں جواب دوں گا کہ ممتنع وہ رجوع ہے جو عین اسی حادثہ میں ہو نہ اس میں جو اسکی جنس سے پیدا ہوا ہو)

اور کہا فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں:

ثمّ انّ الشر نبا لی الحنفی قرّر انّ المنع عن الرّ جوع بعد العمل انّما هو فی تلک الحا دثة بشخصها لا فی مثلها

(شرنبالی حنفیؒ نے قرار دیا کہ منع رجوع بعد عمل اسی صورت میں ہے کہ جب اسی مسئلہ خاص میں ہو۔ اس کی مثل میں نہیں ہے)

اور کہا سید شریف علی السمہودیؒ نے عقد الفرید فی احکام التقلید میں:

المختار انّ کل مسئلة اتصل عمله بها فلا ما نع من اتباع غیر مذهبه ا لا وّل و به یعلم ما فی حکا یة ا طلاق ا لا تّفاق علی المنع ۔ و لعل المراد اتّفاق ا لا صو لیین ۔ ثمّ ان کا ن المراد من منع الرّ جوع حیث عمل فی الوا قعة عین تلک الواقعة المتقضیة لا ما یحد ث بعد ها من جنسها فهو ظاهر۔

کحنفی سلم شفعته با لجوار عملاً بعقیدته ۔ ثمّ عنّ له تقلید الشا فعیؒ حین ینز ع العقار ممن سلم له فلیس له

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذالک کما انّہ لا یخا طب بعد تقلیدہ للشا فعیؒ باعادۃ ما مضی من عباداۃ الّتی یقول الشافعیؒ ببطلا نہا المضیہا علی الصحّۃ فی اعتقا دہ فیما مضی فلو شری ہذا الحنفی بعد ذالک عقاراً اخر و قلّد الشّا فعی فی عدم القول بشفعۃ الجوار فلا یمنعہ ما سبق من ان یّقلدہ فی ذا لک فلہ ان یّمنع من تسلیم العقار الثّا نی ۔

فان قا ل ا لآ مدی و ابن الحا جب و من تبعہما با لمنع فی مثل ہذا و عمموا ذا لک فی جمیع صور ما وقع العمل بہ اولا فہو غیر مسلم و دعوی ا لاتفاق علیہ ممنو عۃ ۔ ففی الخا دم ان ا لا ما م الطر طوسیؒ حکی انہ اقیمت صلوۃ الجمعۃ و ہم القا ضی ابو الطّیّب الطبری با لتّکبیر فاذا طا ئر قد ذرق علیہ فقا ل انا حنبلی۔ ثمّ احر م و د خل فی الصّلوۃ ۔ انتہی ۔

قلت و معلوم انہ انّما کا ن شا فعیاً یتجنب الصّلوۃ بذرق الطّا ئر فلم یمنعہ عملہ السّا بق بمذ ہبہ فی ذا لک من تقلید المخالف عند الحا جت الیہ ۔

و فی الخا دم ایضاً انّ القا ضی ابا عا صم العا مری الحنفی کا ن یفتی علی با ب مسجد القفال و المؤ ذن یؤذن المغر ب فنز ل و دخل المسجد فلما رآ ہ القفال امر المؤ ذّ ن ان یّثنی ا لاقا مۃ و قدم القا ضی فتقدم وجہر با لبسملہ مع القرأۃ و اتی بشعار الشّا فعیۃ فی صلوۃ ۔

و معلوم انّ القا ضی ابا عا صم انّما یصلّی قبل بشعار مذ ہبہ فلم یمنعہ سبق عملہ بمذ ہبہ فی ذا لک ایضاً

ثمّ قا ل السّید السمہودی ثم رأیت فی فتا وی التقی السّبکی انّہ سئل عن ذا لک فی ضمن مسا ئل الی ان قا ل السّبکی و دعوی ا لا تّفاق فیہا نظر ۔ و فی کلام غیر ہما ما

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

يشعر با ثبا ت الخلا ف بعد العمل ايضاً۔ و كيف يمنع اذا اعتقد صحّته و لكن و جه ما قا لا ه انّه با لتزا م مذ هب امام مكلّف به ما لم يظهر له غيره و العا مى لا يظهر له الغير بخلاف المجتهد حيث ينتقل من امارة الى امارة هذا و جه ما قا له الآمدى و ابن الحا جب و لا بأس به لكنى ارى تنز يله على خصو ص العين فلا يبطل عين ما فعله و له فعل جنسه بخلا فه ۔ انتهى عبارة السّيد ملخّصاً نقلاً عن عقد الفريد للعلا مه الشر نبا لى حنفى۔

(مذہب مختار یہ ہے کہ جس مسئلہ پر عمل کر چکا اس میں دیگر مذہب کے موافق عمل کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے، اور حکایت اتفاق منع میں جو شبہ ہے وہ اسے اوپر کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے شائد اتفاق سے اصولیوں کا اتفاق مراد ہے، پھر اگر منع رجوع سے وہی مسئلہ خاص بعینہا مراد ہے نہ اس کی جنس کا دوسرا، تو ظاہر ہے جیسے ایک حنفی مذہب نے موافق اپنے عقیدہ کے حق شفع پڑوسی کو دیا۔ پھر امام شافعیؒ کی تقلید کرکے وہ گھر چھین لیا تو اسے یہ روا نہیں، جیسا کہ نہیں کہا جاتا اس حنفی کو بعد تقلید مذہب شافعی کے ان مسئلوں کے اعادہ کو جن کو وہ کر چکا ہو اس وجہ سے کہ وہ مذہب حنفی میں ٹھیک تھے اگرچہ موافق مذہب شافعی کے ٹھیک نہ تھے، ہاں اگر یہ حنفی اس کے بعد کوئی اور گھر خریدے اور پڑوسی کے شفع نہ ہونے میں امام شافعیؒ کی تقلید کرے تو اسے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اب بھی حنفی کے موافق عمل کرے، سو اسے پہنچتا ہے کہ دوسرا گھر پڑوسی کو نہ دیوے۔ سو اگر آمدیؒ اور ابن حاجبؒ اور ان دونوں کے پیرو نے ایسی صورتوں میں رجوع کو منع کہہ کر تمام سورتوں میں یہ حکم عام رکھا ہے تو یہ امر غیر مسلّم ہے، اور دعوی اتفاق کا ماننے کے قابل نہیں، کیونکہ خادم میں ہے کہ امام طرطوسیؒ نے حکایت کی کہ جمعہ کی نماز کی جماعت کھڑی ہوئی اور قاضی ابوالطیب طبریؒ نے تکبیر تحریمہ کا ارادہ کیا، یکایک ایک جانور نے ان پر بیٹ کر دی، تو انہوں نے کہا کہ میں حنبلی ہوں، اور نیت باندھ کر نماز میں داخل ہو گئے۔ ہو چکی عبارت خادم کی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات معلوم ہے کہ وہ شافعی تھے، جانور بیٹ کر دے تو بغیر دھوئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نماز نہیں پڑھتے تھے، سو ان کے مذہب کے عمل درآمد سابق نے ان کو مخالف مذہب پر عمل کرنے سے وقت ضرورت کے باز نہ رکھا۔

اور یہ بھی خادم میں ہے کہ قاضی ابو عاصم عامری حنفی قفالؒ کی مسجد کے دروازہ پر فتوی دیتے تھے اور موذن نے مغرب کی اذان دی تو وہ دروازے پر سے اتر کر مسجد میں آ گئے۔ سو قفالؒ نے جب ان کو دیکھا تو موذن سے کہہ دیا کہ اقامت کے لفظ دو، دو، دفعہ کہے، اور قاضی کو امام بنایا، قاضی صاحب امام بن گئے اور بسم اللہ اور قرأت پکار کر پڑھی، اور باقی باتیں موافق مذہب امام شافعی کے برتیں۔ ہو چکی عبارت خادم کی۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ پہلے قاضی ابو عاصمؒ اپنے مذہب حنفی کے موافق عمل درآمد رکھتے تھے، سو پہلے کے عملدرآمد نے ان کو اس عمل سے منع نہ کیا۔

پھر سمہودیؒ نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے تقی الدین سبکیؒ کے فتوی میں کہ ان سے کسی نے بشمول اور مسائل کے رجوع مذہبی کا فتوی پوچھا، تو سبکیؒ نے جوابات دے کر اس باب میں یہ کہا کہ دعوی اتفاق میں بحث ہے، کیونکہ اوروں کے کلام میں وہ عبارت ہے جس سے خلاف سمجھا جاتا ہے عمل کے بعد بھی، اور بھلا کیونکر رجوع منع ہوگا جب مخالف کی صحت کا عقیدہ جم جاوے، لیکن وجہ ان دونوں کے کہنے کی یہ ہے کہ جس مسئلہ میں عمل کر چکا بالتزام مذہب ایک امام کے تو جب تک اسے اس کے سوا اور نہ معلوم ہو اسی کا مکلّف رہے گا، برخلاف مجتہد کے کہ دم بھر میں ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف پھر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے اس قول کی جسے آمدیؒ اور ابن حاجبؒ نے کہا ہے اور اس مقولہ میں کچھ ڈر نہیں لیکن میرے عقیدہ میں لگاؤ اس مقولہ کا خاص مسئلہ میں ہے تو جو کچھ کر چکا ہے بعینہ اس کو باطل نہ کرے، اور دوسرا مسئلہ اس جنس کا جو پیش آوے تو اس میں اس کو رجوع پہنچتا ہے۔ ہو چکی عبارت سمہودیؒ کی بطور تلخیص کے شرنبالیؒ کی عقد الفرید سے)

اور خود ملا حسن الشرنبالی الحنفیؒ نے عقد الفرید میں بنقول روایات صحیحہ معتمدہ کے ان معنی کو ثابت کیا ہے جس کو شوق ہو عقد الفرید کو ملاحظہ کرے۔ اس مختصر میں ان کے تمام کلام کا نقل کرنا دشوار ہے۔ مگر قدرے قلیل تیمناً کہا جاتا ہے۔ تو سنو کہ شروع میں تحقیق منع رجوع بعد العمل کے فرماتے ہیں:

فان قلت كيف هذا مع قول العلامة الشّيخ الامام كمال

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الدّ ین ابن الهما م فی تحریر مسئلة لا یر جع فیما قلّد فیه ای عمل به اتفاقاً۔ انتهی ۔

قلت لا یمنع ذا لک ما قلته من صحّة التّقلید لحمل المنع علی خصو ص العین لا خصو ص الجنس ۔ انتهی

(اگر کوئی کہے کہ کیوں کر ہوگا یہ باوجود قول ابن ہمام کے تحریر میں کہ نہ رجوع کرے اس مسئلہ میں جس پر عمل کر چکا بالا تفاق ۔ میں کہتا ہوں کہ رجوع کا منع کرنا خاص بعینہ اسی مسئلہ میں ہے نہ اس کی جنس میں)۔

اور اس کے بعد چند معتمدہ روایتیں اپنے جواب کی تائید میں نقل کی ہیں۔اس کے ابن الحاجب شیخ خالداز ہریؒ کے کلام کے ظاہری معنی کو ردّ کیا ہے ۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

و لمّا فیه من ردّ ما یتو هم من ظا هر عبارة ابن حا جب و من رد ما صرح به فی شرح جمع الجوا مع للشّیخ خا لد ا لا ز هری مستنداً لذا لک الایها م حیث قا ل و اذا عمل العا می بقول مجتهد فی حا دثة فلیس له الرّ جوع عنه الی فتوی غیره فی مثل تلک الواقعة اجماعاً کما نقله ابن الحا جب و غیره ۔ انتهی عبارة الشیخ خا لد

و انت تر ی انّه لیس فی کلام متن جمع الجوا مع و لا کلام ابن الحا جب التّصریح با لمنع عن مثل ما قلّد فیه بل احتمال له ۔ و لنا ان یّمنع ذا لک ا لا حتما ل و نقول لیس فی کلام ابن الحا جب و لا جمع الجوا مع ا لّا المنع عن الرّ جوع عن عین ما قلّد فیه و عمل به لا نّ عبارة ابن الحا جب التّقلید هو العمل بقول الغیر من غیر حجّة۔ ثمّ قا ل و لا یر جع عنه بعد تقلیده اتفاقاً   و فی حکم آ خر المختار جوازه لنا القطع بوقو عه و لم ینکر۔ انتهی ۔

لا نّ قو له   و فی حکم آ خر یراد به حا دثة اخری ا عم من ان تما ثل ما فعله او تخا لفه و ان ارید به ما یخا لفه فقط قلنا

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

المنع و کذا ا لکلام علی عبارۃ جمع الجوا مع و سنذ کر ما یحقق ھذا انشا ء اللّٰہ تعا لی فھذا قد علمت بہ جواز التّقلید بعد العمل فی جنس ما عمل بخلا فہ انتھی کلام الشّر نبا لی الحنفی ۔

(اس عبارت میں رد ہے اس کا جو وہم ہوتا تھا ظا ہر عبارت ابن حا جبؒ سے اور رد ہے اس کا جس کی تصریح کی شیخ خا لد از ہریؒ نے شر ح الجوا مع میں اس وہم کو دلیل ٹھہرا کر۔ چنا نچہ کہا ہے کہ جب عمل کر ے عا می کسی مجتھد کے قول پر کسی مسئلہ میں تو اسے اس مسئلہ کے مثل دوسرے مسا ئل میں مجتھد دیگر کے فتوی کی طر ف ر جوع کر نا بالا جماع جا ئز نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ متن جمع الجوا مع اور کلام ابن حا جب میں مثل کی تصریح نہیں بلکہ اس کا احتما ل ہے، تو ہمیں اختیا ر ہے کہ اس احتما ل کو ہم نہ ما نیں اور کہیں کہ ابن حا جبؒ کے کلام اور جمع الجوا مع میں منع ر جوع خا ص مسئلہ بعینہ میں ہے جس پر عمل کر چکا۔ کیونکہ عبارت ابن حا جبؒ کی تو یہی ہے کہ تقلید عمل کر نا ہے غیر کے قول پر بغیر دلیل کے ۔ پھر کہتا ہے کہ نہ ر جوع کر ے بعد تقلید کر لینے کے با لا جماع ۔ اور دوسرے مسئلہ میں غیر کے قول پر عمل کر نا موا فق مذ ہب مختار کے جا ئز ہے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ اگلے زما نہ میں بلا روک ٹوک یوں ہی ہوا ہے ۔ ہو چکی عبارت ابن حا جبؒ کی ۔

اب اس کے قول سے مرا د ہے کہ دوسرے مسئلہ میں عام با ت ہے خوا ہ وہ مسئلہ پہلے کے موا فق ہو یا مخا لف ۔ اور اگر کوئی فقط مخا لف ہی لیوے تو ہم نہیں ما نتے ۔ اور اسی طرح کی گفتگو عبارت جمع الجوا مع میں ہے ۔ اور انشا ء اللہ ہم عنقریب امر تحقیقی کو ذکر کر یں گے ۔ یہاں اتنی با ت تو تو نے جان لی کہ عمل کر لینے کے بعد اس جنس کے دیگر مسا ئل میں دیگر مجتھد کی تقلید جا ئز ہے)

حا صل کلام یہ کہ اگر دعوی اجماع کا تسلیم بھی کیا جا وے تو معنی اس کے یہی ہیں کہ جس حا دثہ خا ص میں تقلید کر چکا اس میں اس سے ر جوع نہ کر ے، اگر چہ دوسرے حا دثہ میں جو مثل اس کی ہو ر جوع درست ہے ۔ چنا نچہ اتنے اکا بر حنفیہ اور شا فعیہ کے کلام میں گذرا ۔ تو پھر بھی تقلید معین ہر مسئلہ میں ہر حا دثہ میں ثا بت نہ ہوئی ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تتبع رخص

قال (مؤلف تنویرالحق) ۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ تلاش کرنا مذاہب کی رخصتوں کا ممنوع ہے بالا جماع، کہا ہے اس کو ابن عبدالبر مالکیؒ نے کہا یہ بیچ مسلم کے، اور لوگوں کا یہ حال ہے کہ جو کچھ ان کے نفسوں کے موافق ہے اسی کی طرف بہت دوڑتے ہیں بسبب کمی دین داری کے اور سستی کے امور دین میں، خصوصاً اس زمانے میں ۔ پس پڑینگے لوگ بیچ ممنوع کے کہ بالا جماع ہے، پس کیونکر بری الذمہ ہوں گے عہدہ تقلید کے سے بالیقین ۔

اقول ۔ جناب مؤلف (تنویرالحق) نے اس قول میں یہ خیانت کی ہے کہ لا تقربوا الصّلوٰۃ کو تو لے لیا ہے اور انتم سکاری کو چھوڑ دیا ہے، اس طرح سے کہ کتاب مسلّم الثبوت میں سے اجماع ابن عبدالبرؒ کا لے لیا ہے اور مسلّم الثبوت میں اس کا جو جواب لکھا ہے اس کو چھوڑ دیا ہے ۔ خیر یہ چالاکی ان سے کچھ نئی نہیں ہے ۔ ہمیں اس چالاکی سے کچھ تعرض نہیں ۔ اصل بات کا جواب دینا چاہیے، تو سنو کہ

اس چوتھی وجہ کے جواب دو ہیں:۔

اول جواب تو یہ ہے کہ ابن عبدالبرؒ کا دعوی اجماع منقوض ہے

☆ اثبات اختلاف امام احمدؒ کا اختلاف ثابت ہونے کے باعث

☆ اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کے باعث ۔

اس کا بیان یہ ہے کہ امام احمدؒ سے روایت ہے کہ مذاہب کی رخصتوں کا تلاش کرنے والہ فاسق نہیں، تو تتبع رخص ان کے نزدیک ممنوع نہ ہوا، تو اجماع کہاں ہوا بنا بر اس قاعدہ متفق علیہا کے خلاف الواحد مانع کذا فی جمیع کتب الاصول ایک کا خلاف بھی مانع اجماع ہے یوں ہی اصول کی سب کتابوں میں ہے ۔

اگر چہ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ وہ فاسق ہے ۔ لیکن قاضی ابویعلیؒ و غیرہ نے روایت مفسقہ اس شخص کے حق میں محمول کی ہے جو غیر مأول ہو ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ روایت متلہی کے حق میں ہے ۔ اور روضۃ النووی میں سرے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شخص فاسق نہیں ہے ۔ چنانچہ ہر ایک قول پر شاہد نقل کیا جاوے گا ۔

نیز اجماع کے واسطے قرآن یا حدیث یا قیاس سے کوئی سند چاہیے ۔ اور تتبع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رخص کے ممنوع ہونے پر کوئی سند و دلیل شرعی نہیں۔ چنانچہ عنقریب جہابذہ فن کی تحریروں سے معلوم ہوگا۔

نیز چند احادیث صحیحہ بھی موجود جن سے تتبع رخص جائز معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ عنقریب شارح تحریر کے کلام میں آئیں گی۔

کہا شیخ ابن الہمامؒ نے تحریر میں:

و یتخرج منه جواز اتباع رخص المذاهب و لا یمنع منه مانع شرعی اذ للانسان ان یّسلک الاخفّ علیه اذا کان له الیه سبیل بان لم یکن عمل فیه بآخر و کان علیه السّلام یحب ما خفف علیهم۔ (اس سے رخصتوں کی پیروی کا جواز نکلتا ہے، اور کوئی مانع شرعی اس سے منع نہیں کرتا، اسلئے کہ انسان کو حق پہنچتا ہے کہ وہ سہل طریق پر چلے اگر عزیمت پر عمل نہ کر چکا ہو۔ اور آنحضرت ﷺ امت پر تخفیف کو پسند کرتے تھے)۔

اور کہا سید بادشاہؒ نے شرح تحریر میں:

و کان رسول اللّه ﷺ یحبّ ما خفف علیهم فی صحیح البخاری عن عائشة بلفظ عنهم و فی روایت بلفظ ما یخفف عنهم ای امّته و ذکروا عدّة احادیث صحیحة دالة علی هذا المعنی قلت و ذالک لقوله تعالی یرید اللّه بکم الیسر و لا یرید بکم العسر ۔ و روی الشّیخان و غیرهما حدیث انّما بعثتم میسرین و لم تبعثوا معسرین ۔ و لاحمد بسند صحیح خیر دینکم ایسره ۔و روی الشّیخ نصر المقدسی فی کتاب الحجّة مرفوعاً اختلاف امّتی رحمة۔ و نقله ابن الاثیر فی مقدمّة جامعة من قول مالک ۔و فی المدخل للبیهقی عن القاسم ابی محمّد انّه قال اختلاف امة محمد ﷺ رحمة ۔ و یترجح ما قاله بعضهم علی حمله علی الاختلاف فی الاحکام بما فی مسند الفردوس عن ابن عباس مرفوعاً اختلاف اصحابی رحمة لان فی المدخل للبیهقی عن عمر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بن عبد العزیز قا ل ما یسر نی ان اصحا ب محمد ﷺ لم یختلفوا لا نهم لو لم یختلفوا لم تکن رخصة و اخر ج البهیقی فی حد یث لا بن عباس قا ل فیه ان اصحا بی بمنز لة النجو م فا یما اخذ تم به اهتدیتم و اختلاف اصحا بی لکم رحمة۔

قلت و اختلاف الصحا بة هو منشاء اختلاف ا لا مة و لما ارا د ها رو ن الر شید حمل الناس علی مؤ طا ا لا مام ما لک کما حمل عثما ن الناس علی القر آ ن قا ل له ما لک لیس علی ذا لک سبیل لا ن اصحا ب رسو ل اللّٰه افترقوا بعده فی الامصار فحد ثوا عند اهل کل مصر علمه و قد قا ل ﷺ اختلاف امّتی ر حمة و هذا کا لصریح فی ان المراد الاختلاف فی ا لا حکام قا له السید علی السمهودی۔

و قا ل الکمال فی فتح القدیر فی با ب ا لاعتکا ف انّ اللّٰه یحبّ ا لا ناۃ و الرّفق فی کلّ شیء حتّی طلبه فی المشی الی الصّلوۃ و ان کا ن ذالک یفوت بعضها معه با لجما عة و کره ا لا سراع و نهی عنه و ان کا ن محصلاً لها کلّها با لجما عة تحصیلا لفضیلة الخشو ع اذ هو یذهب با لسّر عة۔ انتهی۔

قلت و هو معنی حدیث فی الجا مع الصغیر السیو طی عن عمر مر فو عاً افضل الذین یعملو ن با لر خص۔ انتهی

(اور آنحضرت ﷺ ان کے لئے آسان باتوں کو پسند فرماتے تھے۔صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت یوں ہے کہ دوست رکھتے تھے ہلکی باتوں کو امت سے اور ایک روایت میں امت کی تفصیل بھی آئی ہے۔

اور علماء نے بہت سی حدیثیں اس باب میں ذکر کی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ یر ید اللّٰه بکم الیسر و لا یرید بکم العسر کی وجہ سے ہے۔ اور بسبب روایت بخاری اور مسلم اور دیگر کے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اور سخت گیر نہیں۔ اور امام احمدؒ نے سند صحیح سے روائت کیا ہے کہ اچھا دین تمہارا وہ ہے جو سہل تر ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور مرفوع روایت کیا شیخ نصر مقدسیؒ نے کتاب الحجۃ میں آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ اور نقل کیا ابن اثیرؒ نے امام مالکؒ کا قول اپنے جامع کے مقدمہ میں اور بیہقیؒ کی مدخل میں قاسم ابو محمدؒ سے کہ آنحضرت ﷺ کی امت کا اختلاف رحمت ہے۔

اور بعض نے جو یہ کہا ہے کہ اس اختلاف سے احکام میں اختلاف مراد ہے، اس کو ترجیح ہے بسبب اس مرفوع روایت کے جو حضرت ابن عباسؓ سے مسند فردوس میں آئی ہے کہ اختلاف میرے صحابہ کا رحمت ہے، کیونکہ بیہقی کی مدخل میں ہے کہ حضرت عمرؒ بن عبد العزیز نے کہا کہ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ باہم اختلاف نہ کرتے۔ اسلئے کہ اگر وہ اختلاف نہ کرتے تو رخصت کہاں سے آتی۔
اور امام بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں، جس کے قول پر تم عمل کرو گے، ہدایت پاؤ گے اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔
میں کہتا ہوں کہ صحابہ ہی کے اختلاف سے امت کا اختلاف پیدا ہوا ہے۔
اور جس وقت ہارون رشید نے لوگوں کو مؤطا پر عمل کرانا چاہا جیسا کہ حضرت عثمانؒ نے لوگوں کو قرآن پر جمع کیا تھا، تو امام مالکؒ نے ہارون رشیدؒ سے کہا کہ یہ بات نہیں ہو سکتی۔ اس سبب سے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ ادھر ادھر پھیل گئے اور ہر شہر والوں کو ہر ایک نے اپنے علم کی روایت کی، اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے تو یہ بمنزلہ صریح کے ہو گیا اس باب میں کہ مراد اختلاف سے احکام کا اختلاف ہے۔ سید سمہودیؒ نے یہ کہا ہے۔
اور ابن ہمامؒ نے فتح القدیر کے باب اعتکاف میں کہا ہے کہ اللہ تعالی نرمی کو ہر کام میں پسند کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو نماز کی طرف جانے میں بھی پسند کیا ہے اگر چہ اس سے جماعت وغیرہ میں ہرج پڑ جائے، تو جلدی مکروہ ہے اور اس سے نہی آئی ہے۔
میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے جو جامع صغیر سیوطی میں حضرت عمرؓ سے مرفوع آئی ہے یہ معنی ہیں کہ اچھے لوگ میری امت کے وہ ہیں جو رخصتوں پر عمل کرتے ہیں)
اور سید بادشاہؒ شارح تحریر کہتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ما نقل عن ابن عبد البرّ من انه لا یجوز للعا می تتبع الرّخص اجماعاً فلا نسلم صحّة النقل عنه و لو سلم فلا نسلم صحة دعوی ا لا جماع کیف و فی تفسیق متتبع الرّخص روا یتا ن عن احمد و حمل القا ضی ابو یعلی الروا یة المفسقة علی غیر متأ ول و لا مقلد۔ انتھی ، ھکذا فی العقد الفرید للعلا مه الشر نبا لی (اور وہ جو ابن عبدالبرؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ عامی کے لئے رخصتوں کا ڈھونڈ نا با لا جماع جا ئز نہیں ہے۔تو اول تو اس نقل کو ہم صحیح نہیں مانتے ۔اور اگر صحیح مان بھی لیں تو دعوی اجماع کا نہیں ما نتے ۔اس لئے کہ امام احمدؒ سے رخصتوں کے ڈھونڈ نے والے کے فاسق ہونے کے باب میں دو روا یتیں ہیں ۔ اور ابو یعلیؒ نے روایت فسق کو غیر متأ ول اور غیر مقلد پر حمل کیا ہے)

اور کہا فاضل بہاریؒ نے مسلّم الثبوت میں:

و ما عن ابن عبد البرّ انه لا یجوز للعا می تتبع ا لرّ خص اجماعاً فا جیب با لمنع اذ فی تفسیق متتبع الرّ خص عن احمد روا یتان

(اور وہ جو ابن عبدالبرؒ سے منقول ہے کہ عامی کو رخصتوں کا ڈھونڈ ھنا با لا جماع جا ئز نہیں ۔تو اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم دعوی اجماع کو نہیں مانتے اس لئے کہ رخصتوں کے ڈھونڈ ھنے والے کے فاسق ہونے کے باب میں امام احمدؒ سے دو روائتیں ہیں)۔

اور کہا بحر العلومؒ نے شرح مسلّم الثبوت میں:

اذ فی تفسیق متتبع الرّ خص عن ا لا مام احمد روا یتا ن فلا اجما ع و لعلّ روا یت التفسیق انّما ھو فی ما اذا قصد المتلھی فقط لا غیره

(جب رخصتوں کے ڈھونڈ نے والے کے فاسق ہونے کے بارے میں امام احمدؒ سے دو روا یتیں ہیں، تو اجماع نہ رہا۔ اور شائد فاسق بنانے والی روایت اس صورت سے متعلق ہے جب لہو ولعب کا قصد ہو)۔

اور کہا فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قا ل و يتخر ج منه جواز اتباع ر خص المذا هب و لا يمنع منه ما نع شر عی اذ للا نسا ن ان يسلک ا لا خف عليه اذا کا ن له سبيل اليه با ن لم يکن عمل بآ خر فيه و کا ن عليه وآله الصّلوة و السّلام يحب ما خفف عليهم۔ فی التّقرير اخر جه البخاری عن عا ئشه بلفظ عليهم و فی لفظ ما يخفف عنهم ای عن امّته و يد ل عليه عدة احا ديث صحيحة لکن ما عن ابن عبد البرّ لا يجوز للعا می تتبع الرّخص اجماعاً ان صح احتا ج الی جوا ب و يمکن ان يمنع صحةدعوی ا لا جماع اذ فی تفسيق متتبع الرّ خص عن احمد روا يتا ن و حمل القا ضی ابو يعلی الروا ية المفسقة علی غير متأ ول و لا مقلد و فی روضة النووی انه لا تفسيق ۔

(اس سے مذاہب کی رخصتوں پر چلنا جائز ثابت ہوتا ہے، اورکوئی مانع شرعی اس سے منع نہیں کرتا کیونکہ آدمی کوآسان طریقہ، جوممکن ہو، اختیارکرنا جائز ہے۔اور یہاں ممکن کا مطلب یہ ہے کہ وہ عزیمت پرعمل نہ کر چکا ہو۔

آنحضرت ﷺ امت پرآسان بات کو پسند کرتے تھے۔اوراس مضمون پر چند صحیح حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔

لیکن ابن عبدالبرؒ کا قول کہ بالاجماع عامی کورخصتوں کا ڈھونڈھنا جائزنہیں ہے، اگر درجہ صحت کوپہنچ جائے تواس کا جواب دینے کی ضرورت پڑے گی۔

جواب یہ ہے کہ دعوی اجماع کے صحیح ہونے کورد کیا جاناممکن ہے کیونکہ رخصتوں کے ڈھونڈنے والے کےفسق کے بارے میں امام احمدؒ سے دوروایتیں ہیں۔ اورحمل کیا ہے قاضی ابویعلیؒ نے فاسق بتانے والی روایت کواس شخص پرجو تاویل نہ کرتا ہو اور پابندکسی کی تقلید کا نہ ہو۔اورروضہ نووی میں ہے کہ فاسق بتانا ثابت نہیں)

رویانیؒ نے تتبع رخص سے منع کیا ہے۔ اس کے جواب میں ابن امیرحاجؒ فرماتے ہیں:

و تعقب هذا ای منع الرو يا نی عن تتبع الرّ خص با نّه ان اراد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

با لرّخص ما ینتقض فیہ قضاء القاضی و ھو اربعۃ ما خالف الاجماع او القواعد او النص او القیاس الجلی فھو حسن متعین فان ما لم نقرہ مع تاکدہ بحکم الحاکم فاولی ان لا نقرہ قبل ذالک و ان اراد بالرّخص ما فیہ سھواً علی المکلّف کیف ما کان یلزم ان یکون من قلّد الامام مالکاً فی المیاہ و الارواث و تلک الالفاظ فی العقود مخالفاً لتقوی اللّٰہ و لیس کذالک۔ انتھی ماقال ابن امیر الحاج فی شرح التحریر۔ کذا فی عقد الفرید للشرنبالی۔ (اور رویانیؒ نے رخصتوں کے ڈھونڈنے پر جو ممانعت کی ہے، اس پر یوں اعتراض جو کیا گیا ہے کہ اگر اس نے رخصتوں سے وہ مسائل ارادہ کئے ہیں جس میں قاضی کی قضا ٹوٹ جائے (اور وہ چار مواقع ہیں۔ یا تو مخالف اجماع کے ہو یا قواعد شرعیہ یا نص کے یا قیاس جلی کے)، تو یہ خوب متعین بات ہے۔ کیونکہ جس چیز کا باوجود تاکید حکم حاکم کے ہم اقرار نہیں کرتے، تو اس سے پہلے اولی ہے کہ ہم اقرار نہ کریں۔۔اور اگر سہولت کا ارادہ کیا ہے تو یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ جس نے پانی اور لید کی طہارت وغیرہ میں امام مالک کی تقلید کر لی تو تقوی خلاف ہو گیا۔ ہرگز یوں نہیں)

اور ایسا ہی قرافیؒ نے بھی رویانیؒ کے مقابل ہوکر اس کے منع تتبع رخص کو رد کر دیا ہے چنانچہ تقریر میں صاحب عنایہ نے فرمایا ہے:

و تعقب القرافی الاخیر بانّہ ان اراد بالرّخص ما ینتقض فیہ قضاء القاضی فحسن متعین و ان اراد ما فیہ سھولۃ علی المکلّف کیف ما کان یلزم ان یّکون من قلّد مالکاً فی المیاہ و الارواث مخالفاً لّتقوی اللّٰہ تعالی و لیس کذالک۔ کذا نقلہ الفاضل القندھاری فی المغتنم (اور تعاقب کیا ہے قرافیؒ نے اخیر میں اس طرح کہ اگر ارادہ کیا ہے رخصتوں سے وہ مسائل، جس میں قاضی کی قضا ٹوٹتی ہے، تو یہ خوب متعین بات ہے۔ اور اگر سہولت کا ارادہ کیا ہے تو یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ جس نے پانی اور لید کی طہارت میں امام مالکؒ کی تقلید کر لی تو تقوی خلاف ہو گیا)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نے فرض کیا کہ تتبع رخص ممنوع ہے لیکن اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ تقلید مجتہد معین کی واجب ہو جاوے؟ کیا عدم تعین مذاہب کو تتبع رخص لازم ہے۔ اور احتمال اور ظن جیسا کہ مؤلف (تنویر الحق) کہتا ہے اس سے وجوب تعین ثابت نہیں ہو جاتا۔ مثلاً ایسے شخص کے حق میں جو ایک مذہب خاص کی تقلید تو نہیں کرتا اور چاروں مذاہب کے عزائم مسائل کو حوادث مختلفہ میں عمل میں لاتا ہے، یہ چوتھی وجہ جو مبنی بر احتمال ہے، کس طرح جاری ہو گی۔ فتدبر

تقلید بطریق تعین

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ تقلید بطریق تعین کے جائز ہے بالاجماع اور تقلید بدوں تعین کے مختلف ہے درمیان علماء کے۔

اقول۔ مؤلف تنویر الحق کی غرض اس قول سے یہ ہے کہ

تقلید بطریق تعین، جس کا جواز مجمع علیہ ہے، کر کے بری الذمہ ہو سکتے ہیں نہ غیر معین کہ وہ مختلف فیہ ہے۔

اس کا جواب بہت ظاہر ہے۔ اس لئے کہ کلام اس تعین تقلید میں ہے جو بنظر وجوب کے ہو، جیسا کہ مؤلف دعوی کرتا ہے۔ اور اس کے جواز پر اجماع ہونے کے کیا معنی جب کہ باعتبار اعتقاد رکھنے وجوب شرعی کے بدعت ہونا اس کا قبل ازیں چاروں دلیلوں اور ۳۵ روایتوں سے ثابت ہو چکا ہے۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور وجہ چھٹی یہ ہے کہ تقلید بدون تعین کے، کھولنا دروازہ فساد کا ہے دین میں، اور بند کرنا دروازہ فساد کا واجب ہے بالاجماع۔

اقول۔ مقدمہ اولی اس کا مردود ہے بلکہ تقلید بدون تعین کے عین مصلحت پر مشتمل ہے اور محافظ ایمان ہے ساتھ خدا اور رسول کے۔ اور مانع ہے اشراک فی الحکم سے۔

اور تقلید بطریق تعین کے بزعم وجوب رأس المفاسد ہے۔ اور منجر ہوتی ہے طرف شرک کے، جیسا کہ آج کل کے بعض لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے ہیں، کہ روایت کیدانی کے مقابل میں اگر حدیث صحیح پیش کرو تو نہیں مانتے۔ بعض تو یہ عذر کرتے ہیں کہ ہمارا منصب ہی نہیں کہ حدیث کو سمجھیں۔ حلوا خوردن را روئے باید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باوجود اس کے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کے موافق حدیثوں کو سمجھتے ہیں اور حدیث کی کتابوں کا ترجمہ کرتے ہیں اور بعضے تاویلیں کرتے ہیں۔

اور شرک ہونا ایسی تقلید کا سابق میں مدلل بدلائل بیان ہو چکا ہے، وہاں پر دیکھنا چاہیے۔

اب بتاؤ کہ تقلید بدون تعین مذہب معین سے فساد کا دروازہ کھلتا ہے یا تقلید بتعین ایک مذہب کے بزعم وجوب متضمن فساد ہے؟

اور تقلید غیر معین کے اختیار کرنے سے فساد کا دروازہ بند ہوتا ہے یا تقلید معین کے اختیار کرنے سے؟

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ جب کہ ہوئی تقلید غیر معین ایسی جو اوپر گذر گئی تو اقل مرتبہ یہ ہے کہ ہوگی مرجوح۔

اقول۔ (سید نذیر حسین) جب کہ تقلید معین وجوباً کا بدعت ہونا ثابت ہو گیا تو اس کے راجح ہونے کے اور غیر معین کے مرجوح ہونے کے کیا معنی؟ یہ بات تو ظاہر ہی تھی لیکن اس مقام میں قابل اعلام اور تنبیہ کے یہ بات ہے کہ اس دلیل کے قبل کوئی دلیل پہلی اور دوسری اور تیسری نہیں گذری۔ اس لئے کہ مؤلف نے پہلے اس سے تین باتیں اپنے واہی اجماع سے استنباط کر کے بیان کی ٹھہرا دیں۔ اور تیسری بات اگرچہ ان معنی پر متضمن ہے لیکن وہ ایک ہے نہ تین۔ پھر اس دلیل کو جو حضرت مؤلف چوتھی دلیل فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہو گیا کہ یا تو ایسے جاہل ہیں کہ ایک دو تین چار کی گنتی سے ناواقف ہیں، اور یہ نہیں جانتے کہ چار کے پہلے تین درجے احاد اعداد کے بھی ہوا کرتے ہیں، اور یا جھوٹ کہدیا کہ چوتھی دلیل، تاکہ عوام سمجھیں کہ اس سے پہلے تین دلیلیں گذر چکی ہیں اور تعداد دلائل ثابت ہو۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور پانچویں دلیل یہ ہے کہ جب کہ ہوئی یہ تقلید غیر معین مرجوح، تو ترک کرنا اس کا واجب ہوا ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے:

ولکلّ وّجهة هو مولّيها فاستبقوا الخيرات (بقرہ:۱۴۸)۔(اور ہر کسی کے لئے ایک طرف ہے کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے سو تم بھلائی کی طرف دوڑو)۔

اور ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے ویسارعون فی الخیرات (آل عمران:۱۱۴)۔(دوڑ دوڑ لیتے بھلائیاں)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقول (سید نذیر حسین)۔ جواب تو اس کا بھی ظاہر ہے کہ تقلید بطریق عدم تعین ہی سبیل مؤمنین، (صحابہ اور تابعین اور مجتہدین)، ہے۔ اور تقلید معین بزعم وجوب بدعت ہے اور کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ اور اجماع اور قیاس کے مخالف ہے۔ تو تقلید بطریق عدم تعین کا مرجوع ہونا اور اس کے ترک کرنے کا خیر ہونا کیونکر ہوسکتا ہے۔ لیکن ایک یہ امر اس میں بھی قابل تنبیہ ہے کہ جناب مؤلف نے ترک امر مرجوح کو خیر ٹھہرا کر واجب کہا اس آیت سے جو گذری ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ جناب مؤلف کے نزدیک جو خیر ہے خواہ وہ سنت ہو خواہ وہ مستحب ہو، سب واجب ہے بحکم اس آیت کے، اور مستحب اور واجب میں فرق کرنا، جیسا کہ اجماع امت کا ہے، یہ سب بے معنی ہے، حالانکہ یہ بات زمانہ رسول اللہ سے لے کر آج تک کسی مسلمان نے، خواہ وہ جاہل ہو خواہ عالم نہیں، کہی۔ اسلئے جس شخص نے اس بات کو سنا، اس نے سوائے قہقہہ کے کچھ جواب نہیں دیا۔ تنویر الحق کے ناظرین اگر مؤلف تنویر الحق کی اس دلیل پر مطلع ہوکر بھی ان کی لیاقت سے مطلع نہ ہوں تو خدا حافظ۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ چھٹی دلیل۔ ...... الی آخرہ

اقول۔ مدار اس دلیل کا اس مقدمہ پر ہے کہ تقلید غیر معین سے عہدہ تکلیف سے براءۃ نہیں ہوتی اور تم خوب دیکھ چکے ہو کہ تقلید غیر معین ہی سبیل مؤمنین کی ہے زمانہ صحابہ سے لے کر زمانہ اصحاب مذاہب تک، اور اسکا خلاف بدعت ہے۔ پھر کس طرح عہدہ برآئی نہ ہوگی تقلید غیر معین سے۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور طریقہ دوسرا.... الخ

اقول۔ مدار اس کا اس مقدمہ پر ہے کہ اپنا اپنا مذہب غلبہ ظن سے احسن ہوتا ہے مذہب غیر سے، جیسا کہ کہا ہے علامہ نسفیؒ نے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ نسفیؒ کا یہ قول نامقبول ہے بظاہر معنی۔ اور ہر مقلد کی یہ شان نہیں کہ اپنے مذہب کو غیر مذہب سے بہتر سمجھ رکھے بلکہ اس کے نزدیک سب آئمہ حق میں برابر ہیں۔ چنانچہ اس کی تحقیق بوجہ بسط مقدمہ سادسہ میں مقدمات دلیل اول سے اوپر بطلان تقلید معین بزعم وجوب کے گذر چکی ہے۔ شائق کو چاہیے کہ وہاں پر دیکھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بحث تلفیق

قال (مؤلف تنویرالحق)۔طریق تیسرا.... ۔الخ۔

اقول۔ اس طریق کا مبنی کئی امر ہیں:۔

ایک تو بطلان حکم مخالف للآ ئمۃ الا ربعہ ہے؛ اور ایک امتناع رجوع بعد العمل؛ اور ایک امتناع تتبع رخص۔

ان تینوں امور کی تحقیق بوجہ بسط علیحدہ علیحدہ گذر چکی اور ثابت ہو چکا ہے کہ یہ امور اولاً تو باطل ہیں۔ ثانیاً باوجود تسلیم صحۃ مستلزم وجوب تعین مذہب معین کے نہیں ہوتے اور ایک معنی جدید اس طریق کا یہ ہے کہ حکم ملفق باطل ہے بالا جماع، تو اس مبنی کی بنا بر اس طریق کی تقریر، قطع نظر صحت اور غلطی کے، یہ ہوگی کہ تلفیق باطل ہے بالاجماع۔ پس تقلید ایک مذہب کی واجب ہوگئی تو جواب اس کے دو ہیں۔

اول یہ کہ تلفیق امر مختلف فیہ ہے۔ بعض کے نزدیک جائز ہے اور بعض کے نزدیک باطل۔ تو جس نے کہ بالاجماع باطل کیا ہے تو دعوی اس کا مردود ہے، اسی واسطے طحطاوی نے کہا ہے:

قوله باطل بالاجماع لعلّه لم يعتبر القول بجوازه

(شائد کہ اجماع کے مدعی نے قول جواز کو خیال نہیں کیا)۔

اور پھر کہا وهو باطل خلافاً لابن الهمام افاده ابو السّعود۔

اور جب مدعی کا دعوی اجماع مردود ہوا اور حکم ملفق مختلف فیہ ہوا، تو اب ہم دعوی کرتے ہیں کہ جواز ہی تلفیق کا محقق ہے اور یہی مدلل بدلائل ہے۔ اور مختار ہے محقق ابن الہمام کا؛ اور سید بادشاہ شارح تحریر کا؛ اور خاتم المتأخرین ابن نجیم صاحب بحر کا؛ اور بعض آئمہ کا علماء خوارزم سے؛ اور ان سب علماء کا جو قضاء علی الغائب بصحۃ النکاح بعبارۃ النساء تجویز کرتے ہیں۔ بلکہ ثابت ہے جواز اس کا امام ابو یوسفؒ کے فعل سے۔ کہا صاحب بحر نے رسالہ بیع الوقف لا علی وجہ الا ستبدال میں:

و يمكن ان يؤخذ صحّة الاستبدال من قول ابی يوسف

و صحة البيع بغبن فاحش بقول ابی حنيفه بناء على جواز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التّلفيق في الحكم بين القولين قال في الفتاوى البزّازيه من كتاب الصّلوة من فصل زلة القارى و من علماء خوارزم من اختار عدم الفساد بالخطاء في القرأة اخذ بمذهب الامام الشّافعي فقال له اليا قوجي مذهبه من غير الفاتحه۔ فقال لليا قوجي اخذت من مذهبه الاطلاق و تركت القيد لما تقرّر في كلام محمّد انّ المجتهد يتبع الدليل لا القائل حتّى صحّ القضاء بصحّة النكاح بعبارة النّساء على الغائب۔ انتهى و ما وقع في آخر التّحرير من منع التلفيق فانّما عزاه الى بعض المتأخرين و ليس هذا المذهب ۔انتهى كلام صاحب البحر الرائق ۔

(اور ممکن ہے کہ صحت استبدال قول امام ابو یوسفؒ سے لیا جاوے اور صحت بیع نقصان صریح کا امام ابوحنیفہؒ کے قول پر تلفیق جائز ہونے کی بنا پر دو قولوں میں، کہا فتاوی بزازیہ میں کتاب الصلوۃ فصل زلۃ القاری میں۔

اور ایک خوارزمی عالم نے اختیار کیا نماز کا عدم فساد، قرأت کی خطا سے امام شافعیؒ کے مذہب پر۔ اس عالم سے یاقوجیؒ نے کہا کہ شافعیؒ کا مذہب تو فاتحہ کے سوا میں ہے۔ اس نے یاقوجیؒ کو جواب دیا کہ میں نے امام شافعیؒ کے مذہب کو مطلق لے لیا ہے اور فاتحہ کی قید چھوڑ دی ہے۔

مقرر ہو گیا یہ امر امام محمدؒ کے قول میں کہ مجتہد دلیل کا پیرو ہوتا ہے نہ کہ قائل کا۔ یہاں تک کہ صحیح ہے نکاح غائب کا حکم صحت عورتوں کے بیان پر۔ اور وہ جو آخر تحریر میں منع تلفیق کی بحث واقع ہوئی تو وہ بعض متأخرین کی طرف صاحب تحریر نے منسوب کی ہے اور یہ مذہب نہیں ہے)۔

اور کہا سید بادشاہؒ نے شرح تحریر میں:

و اعترض عليه بانّ بطلان الصّورة المذكورة عندهما غير مسلم فان مالكاً لم يقل ان من قلّد الشّافعي في عدم الصّداق ان نكاحه باطل و لم يقل الشّافعي ان من قلّد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مالكاً فی عدم الشّهود ان نكا حه با طل ۔ انتهی ۔

و اورد عليه ان عد م قو لهما با لبطلا ن فی حقّ من قلّد احد هما ورا عی مذ هبه فی جميع ما يتوقّف عليه صحّة العمل و ما نحن فيه من قلّد هما و خا لف كلاّ مّنهما فی شیء و عد م القول با لبطلا ن فی ذا لک لا يستلز م عدم القول به فی هذا و قد يجا ب عنه با نّ الفارق بينهما ليس ا لا ان كل وا حد من المجتهد ين لا يجد فی صورة التّلفيق جميع ما شرط فی صحّتها بل يجد بعضها دو ن بعض و هذا الفارق لا يسلم ان يكو ن مو جباً للحكم با لبطلا ن

و كيف يسلم و المخا لفة فی بعض الشرو ط اهون من المخا لفة فی الجميع فيلز م الحكم با لصّحة با لا هو ن با لطّريق ا لاولی و من يّد عی و جود فارق آ خر و و جود دليل آخر علی بطلا ن صورة التّلفيق علی خلاف الصّورة الاولی فعليه با لبر ها ن

فا ن قلت لا نسلم كو ن المخا لفة فی البعض اهو ن من المخا لفة فی الكلّ لا نّ المخا لف فی الكلّ يتبع مجتهداً واحداً فی جميع ما يتوقف عليه صحّة العمل و ههنا لم يتبع وا حداً ۔ قلت هذا انّما يتمّ لک اذا كا ن معک دليل من نصّ او اجماع او قياس قویّ يد لّ علی انّ العمل اذا كا ن له شروط يجب علی المقلّد ههنا اتبا ع مجتهد وا حد فی جميع ما يتوقف علی ذا لک فأ ت به ان كنت من الصّاد قين ۔ انتهی كلا مه كما مرّ من قو ل الغير انّ الملّا حسن الشر نبا لی يدعی خلاف ما ادعاه السّيّد بادشاه فلذا نقل كلام السّيّد فی رسا لة العقد الفريد ثمّ اورود عليه كلا ماً طو يلاً لكن مبنی جميع ذا لک علی ا لا جماع المر كب للآ ئمة الا ر بعة و قد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رأيت فساده و ما اورد على سند منهية بو جود الفارق من انه مع التلفيق لا نجد شيئاً لنحكم عليه با لصّحّة او الفساد و ادعاه اهو نية التقليد فى البعض من الكل يستلزم و جود موصو ف ليقا ل بو صفه با لا هو نية و لا و جود لشىء حالة التلفيق۔ فا نتهى ۔

ادعاه ا لا هوينة فلا نحتا ج لا قا مة دليل من نصّ او اجماع او قياس على منع التّلفيق۔ انتهى

ايراده فلا يخفى انّه با طل صريحاً و بعيد من شا نه كل البعد و مصا درة على المطلو ب اذ لا يخفى على من له اد نى مسكة ان منا ط الايراد على انّه لا و جود لشىء حا لة التّلفيق و هو عين الدّ عوى اعنى بطلا ن التّلفيق فكيف يصلح لكو نه دليلاً و منع السّيّد رحمه اللّه ليس ا لا ايّاه و لا يطلب السّيّد الدّ ليل من نصّ او اجماع او قياس قوى ا لا على هذا فكيف ا لا ستغناء للمورد من اقا مة الدّ ليل كما لا نحتاج لا قا مة الدّليل من نصّ او اجماع ۔ الخ ۔ فا لقول قول السّيّد بادشاه من جواز التّلفيق و اللّه اعلم بما هو التّحقيق

(اوراعتراض کیا گیا ہے اس پراس طرح سے کہ باطل ہونا صورت مذکور کا ان دونوں کے نزدیک غیرمسلم ہے کیونکہ امام مالک نے نہیں کہا کہ جس نے امام شافعیؒ کی تقلید کر کے بلا مہر کے نکاح کر لیا تو نکاح اس کا باطل ہے ۔ اور امام شافعیؒ نے نہیں کہا کہ جو امام مالکؒ کی تقلید کر کے بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا تو نکاح اس کا باطل ہے ۔ ہو چکی عبارت اعتراض شرح تحریر کی اور اعتراض کیا گیا ہے اس پر یوں کہ ان دونوں کا باطل نہ کہنا اس کے حق میں ہے جو ایک کی تقلید کر کے مذہب کی تمام ضروری باتوں کی رعایت رکھے اور اس صورت میں جس میں ہماری تمہاری بحث ہے باطل نہ کہنا لازم نہیں، اور کبھی جواب اس اعتراض کا یوں دیا جاتا ہے کہ ان دونوں میں فرق فقط اتنا ہے کہ کوئی مجتہد صورت تلفیق میں اپنے مذہب کی صحت کی ساری شرطیں نہیں پاتا

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بلکہ بعضی پا تا ہے بعضی نہیں۔ اور یہ فرق ہم نہیں مانتے کہ باطل ہونے کا سبب پڑ سکے اور کیوں کر مانا جاوے حالانکہ مخالفت بعض شرطوں میں سہل ہے پوری مخالفت سے۔ سو لازم آئے گا حکم صحت کا دینا سہل پر بطریق اولی، اور جو شخص دعوی رکھتا ہے کہ اور بھی فرق ہے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ پھر اگر کوئی کہے کہ ہم نہیں مانتے کہ بعضی باتوں کی مخالفت پوری مخالفت سے سہل ہے، کیونکہ پوری مخالفت میں ایک مجتہد کے مذہب کی ساری شرطیں نہیں ہیں تو میں جواب دونگا کہ یہ بات تو جب پوری ہو کہ تیرے پاس آیت یا اجماع یا قیاس قوی سے ایسی دلیل ہو کہ دلالت کرے اس پر کہ کسی عمل کے لئے جب شرطیں ہوں تو مقلد پر واجب ہے کہ ان سب شرطوں میں ایک مجتہد کی پیروی کرے۔ اگر سچا ہے تو دلیل لا۔ ہو چکا کلام سید بادشاہؒ کا اور آمدیؒ کا کلام بھی اسی مضمون کا گذر چکا ہے۔ جاننا چاہیے کہ ملا حسن شرنبالیؒ، سید بادشاہؒ کے خلاف کا مدعی ہے اس لئے اپنے رسالہ عقدالفرید میں سید بادشاہؒ کا کلام نقل کیا پھر اس پر بڑا اعتراض کیا ہے، لیکن مبنی اس سب کا آئمہ اربعہ کا اجماع مرکب ہے اور اس کا فساد تجھے معلوم ہو چکا اور وہ جو حاشیہ کی سند پر اور فاسق ہونے کا اعتراض کیا گیا ہے اس طرح پر کہ میں تلفیق میں کوئی خبر نہیں پاتا کہ اس پر صحت اور فساد کا حکم لگایا جاوے اور یہ دعوی کہ مخالفت بعض کے ساتھ بہ نسبت مخالفت پوری کے سہل ہے، یہ کسی موصوف کو چاہتا ہے تا کہ سہل ہونے کی صفت اس کے متعلق کی جاوے، اور حالت تلفیق میں کوئی چیز نہیں ہے، سو سہل ہونے کا دعوی جاتا رہا، سو ہمیں کسی دلیل کی حاجت نہیں آیت اور اجماع سے تلفیق کے منع پر۔ ہو چکا اعتراض۔ سو یہ بات واضح ہے کہ یہ اعتراض صریح باطل ہے اور معترض کی شان سے بہت بعید ہے اور مطلوب پر مصادرہ ہے کیونکہ جسے کچھ بھی سمجھ ہے اسے معلوم ہے کہ مدار اعتراض کا اس پر ہے کہ حالت تلفیق میں کوئی چیز نہیں ہے اور وہ عین دعوی ہے یعنی باطل ہونا تلفیق کا سو یہ کیوں کر دلیل ہو سکتا ہے اور منع کرنا سید بادشاہؒ کا اس سے لگتا ہے اور اس پر آیت اور اجماع اور قیاس قوی سے سیدؒ نے دلیل طلب کی ہے تو اس اعتراض کرنیوالے کو دلیل سے بے پروائی کیوں کر ہو سکتی ہے کہ اس نے کہہ دیا کہ ہمیں دلیل قائم کرنے کی آیت اور اجماع سے حاجت نہیں۔ سو اب بات تو سید بادشاہؒ ہی کی بات ہے کہ تلفیق جائز ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اورکہا مولانا المحقق ابن الملافروخ المکی حنفیؒ نے قول سدید میں:

قد استفاض عند فضلاء العصر منع التّلفیق فی التّقلید و ذا لک با ن یّعمل مثلاً فی بعض اعمال الطّھارۃ و الصّلوۃ او احد ھما بمذ ھب امام و فی البعض بمذ ھب امام آ خر، و لم اجد علی امتناع ذا لک برھا ناً ۔ بل قد اشار الی عدم منعہ المحقق ابن الھما م فی التّحریر و انّہ لم یدر ما یمنع منہ و نقل منع التّلفیق عن بعض المتأ خرین قا ل شا رح تحریرہ العلامۃ ابن امیر الحا ج ھو العلا مہ العراقی ۔ انتھی ۔

قلت و ھو من فضلاء ا لا صو لیین من الما لکیۃ و لا علینا ان نأ خذ بقو لہ خصو صاً قد و جدت عن بعض آ ئمتنا ما ید لّ علی جوازہ بل وقوعہ و ھو ما نقلہ فی البزّا زیۃ انّ من علماء خوارزم یعنی اصحا بنا من اختار عدم فساد الصّلوۃ با لخطاء فی القرأۃ فیھا اخذاً بمذھب ا لا مام الشّافعی فقیل لہ مذ ھبہ فی غیر الفا تحۃ ۔ فقا ل اختر ت من مذ ھبہ ا لا طلاق و تر کت القید لما تقرر فی کلا م محمّد ان المجتھد یتبع الدّ لیل لا القا ئل حتّی صحّ القضاء بصحّۃ النّکا ح بعبارۃ النّساء علی الغا ئب۔ انتھی نقلہ عنھا العلا مۃ خا تم المتأ خرین ابن نجیم فی بعض رسا ئلہ فی الوقف فانظر حیث لفق با ن اخذ بمذ ھبہ ای بمذھب نفسہ الحنفی فی انّ الفا تحہ لیست برکن فلا یضرّ نقصا ن بعضھا فیما اخطا فیہ یعنی اخطا خطاءً فا حشاً با ن قا ل مثلاً ایّاك نقعد و ایّا ك نستعین لسبق ا للسا ن فا خطا فا نّ الفا تحۃ نقصت بلفظ نقعد فلم یجز صلوۃ علی مذ ھب الشّا فعی ما لم یعد قرأۃ نعبد ۔ فا ذا اعاد ھا صحت و لم تفسد صلوتہ عندہ بھذا اللفظ لا ن عندہ الکلام الخطاء لا یفسد اذا کا ن قلیلاً و عند نا

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

هو مفسد فا ذا اعاد ها علی الصحّة لا یفید لا نّ الصّلوۃ قد فسدت ھذا و قد قا ل بعدم الفساد بعض المشا ئخ اذا اعاد ها علی الصّحّة کما نقله الزاهدی و لکن ظاهر ما فی البزّا زیة عن بعض علماء خوارزم انّه لا یفسد و لو لم یعد علی الصّحّة اخذاً بمذ هب الشّا فعی فی عدم الفساد با لخطاء و هو عین التّلفیق۔ و کذا لک مسئلة النّکا ح فا نّه لا یصحّ بعبارة النّساء عند الشّا فعی و یصحّ عنده علی الغا ئب۔ و عند نا الحکم با لعکس فی المسئلتین۔ فا ذا حکم بصحّة و قوعه بعبارة النّساء علی الغائب فقد لفق و مع هذا فقد حکموا بصحة الحکم الملفق من المذ هبین

و کذا لک مسئلة ا لا مام ابی یو سف لما صلّی با لنّاس الجمعة و اخبر بو جود فارة میتة فی ماء الحمام الذی اغتسل منه للجمعة فقا ل نأخذ بقول اخوا ننا من اهل المد ینة اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثاً ۔

قا ل فی المحیط البر ها نی و الفتاوی الظهیریه و لم یکن ذالک مذ هبه و ذکر المسئلة فی الظهیریة و غیر ها فی کتا ب النّکا ح مستشهداً بها فی مسئلة من مسا ئل النّکا ح سیأ تی ذکر ها للحنفی ان یعمل بغیر مذ هبه فهذا ابو یوسف امام المذ هب و کبیره المجتهد الکا مل قد قلّد عند الضّرورة و لم یکن ذا لک مذ هباً له بل مذ هبه تنجس الماء القلیل و ان لم تغیّر بو قوع ما ینجسه فیه و لا شک عند الظّاهر انّه فعل الطّهارة و صلّی الصّلوة علی مقتضی مذ هبه و انّما قلّد فی خصو ص الماء فقد حصل التلفیق منه و هو او فی حجة ۔

(مشہور ہو گیا علماء میں تقلید میں تلفیق کا منع ہونا اور اس کی صورت یہ ہے کہ عمل کرے وضو، غسل، نماز وغیرہ میں یا ان میں سے کسی ایک میں ایک مذہب کے موافق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور بعض چیزوں میں دوسرے امام کے موافق۔

مجھے اس کے منع پر کوئی دلیل نہیں ملی بلکہ اس کے نہ ہونے پر ابن ہمام نے تحریر میں اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے کہ معلوم نہیں ہوتا کہ تلفیق سے کون سی چیز منع کرتی ہے۔ ہاں بعض متاخر لوگوں نے اس کا منع نقل کیا ہے۔ اور ابن امیر حاجؒ نے کہ وہ متأخر، علامہ عراقیؒ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ عراقیؒ، مالکیوں کا ایک فاضل اصولی ہے، اور ہم پر ضروری نہیں کہ اس کے قول پر عمل کریں، خصوصاً اس حالت میں کہ اپنے مذہب کے بعض آئمہ کا ایسا کلام موجود ہے جو اس کے جواز بلکہ وقوع پر دلالت کرتا ہے۔

اور وہ کلام وہ ہے جو بزازیہ میں منقول ہے کہ خوارزم کے حنفی علما نے امام شافعیؒ کے مذہب قرأت کی خطا سے نماز کا فاسد نہ ہونا اختیار کیا۔ جب ان سے کہا گیا کہ امام شافعیؒ کا تو یہ مذہب سورۃ فاتحہ کے علاوہ کی قرأت میں ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے ان کو مذہب کو بلا قید اختیار کیا ہے، اور قید سورۃ فاتحہ کو چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ امام محمدؒ کے کلام میں یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ مجتہد دلیل کا پیرو ہوتا ہے، نہ کہ کہنے والے کا ۔ یہاں تک کہ عورتوں کے بیان پر غائب پر نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ نقل کیا اس کو ابن نجیمؒ نے اپنے بعض رسالہ میں۔

سو دیکھ کہ کیسی تلفیق ہوئی کہ اپنے مذہب حنفی سے یہ بات لی کہ سورہ فاتحہ رکن نہیں ہے تو ضرر نہیں پہنچا تا جب کہ اس میں کچھ صریح نقصان پڑ جائے، مثلاً تیزی زبان سے ایّا ك نقعد و ایّاك نستعین کہہ دے تو خطا کیا، سو سورۃ فاتحہ کہ لفظ نقعد کی رو سے گھٹ جاوے گی، سو نماز ایسے کی بموجب امام شافعیؒ کے جائز نہ ہوگی تاوقتیکہ لفظ نعبد کو پھر نہ کہہ لے۔ جب پھر کہہ لے گا تو نماز درست ہو جاوے گی۔

اور اس کی نماز فاسد نہ ہوگی شافعی کے نزدیک کیونکہ بموجب ان کے مذہب کے بھول چوک کا کلام نماز کو نہیں بگاڑتا جبکہ تھوڑا ہو،

اور ہمارے نزدیک وہ مفسد ہے، اور جب اس لفظ کو ٹھیک ٹھیک کہہ لیا تو فائدہ نہ دے گا کیونکہ نماز تو (پہلے ہی) بگڑ چکی۔ یاد رکھنا چاہیے اس بات کو۔

اور بلا شک بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ نماز نہیں بگڑتی اگر ٹھیک ٹھیک اس لفظ کو پھر کہہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لے ۔ چنانچہ زاہدیؒ نے نقل کیا ہے۔لیکن ظاہروہی ہے جو بزازیہ میں بعض علماء خوارزم سے ہے کہ اس لفظ کو دوبارہ ٹھیک نہ کہنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور یہ بات انہوں نے امام شافعیؒ کا مذہب لے کر کہا ہے کہ خطا سے نماز نہیں بگڑتی اور یہ عین تلفیق ہے۔

اوراسی طرح ہے مسئلہ نکاح کا کہ وہ عورتوں کے بیان پرامام شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہوتا اور غائب پر صحیح ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے مذہب میں حکم الٹا ہے دونوں مسئلوں میں ۔سوبموجب عورتوں کے بیان پر جب صحت نکاح کا حکم غائب پر دیا تو یہ تلفیق ہوئی۔ اور باوجوداسکے دونوں مذہب کے تلفیقی مسئلہ کا حکم صحت دیا گیا ہے۔

اوراسی طرح یہ مسئلہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے جمعہ کی نماز پڑھی اور جس حمام کے پانی سے نہائے تھے اس میں مردار چوہے کے ہونے کی خبر دی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے بھائیوں اہل مدینہ کے اس قول پر عمل کرتے ہیں کہ جب پانی دوقلوں کو پہنچ جائے تو ناپاک نہیں ہوتا۔محیط برہانی اور فتاوی ظہیریہ میں کہا ہے کہ یہ انکا پہلے مذہب نہ تھا۔

اور ظہیریہ اورفقہ کی دیگر کتابوں میں یہ مسئلہ بحث نکاح میں بطوراستشہاد کے مسائل نکاح پر مذکور ہے کہ حنفی مذہب کو غیر مذہب پر عمل کرنا جائز ہے چنانچہ اس کا ذکر عنقریب آویگا۔

سو دیکھو کہ ابو یوسفؒ کہ امام مذہب اور مجتہد کامل ہیں، اورانہوں نے ضرورت کے وقت غیر کی تقلید کر لی ۔اور یہ ان کا مذہب نہ تھا ۔ بلکہ مذہب تو یہ تھا کہ تھوڑا پانی اگرچہ نجاست کے پڑنے سے بگڑے نہیں تو بھی نجس ہو جاتا ہے۔ اوراس میں شک نہیں کہ انہوں نے پانی کو پاک جانا اوراپنے مذہب کے موافق نماز پڑھی، فقط پانی کے مسئلہ میں دیگرامام کی تقلید کی ۔سواس سے تلفیق حاصل ہوگئی۔اور یہ بڑی حجت ہے)۔

واضح ہو کہ جواز تلفیق پر دلالت کرنے والی یہ روایات مستندہ الی الآئمہ محض الزاماً نقل کی گئی ہیں اور تحقیقی دلائل ہمارے نزدیک وہی ہیں جو تقلید شخص معین کے بطلان پر اور تقلید بدوں التزام کی حقیّت پر نقل کئے گئے ہیں، اس لئے کہ ان دلائل سے عموماً تخصیص و جوب باطل ہوتی ہے خواہ حادثہ واحد میں۔

☆ دوسرا جواب ۔فرض کیا کہ تلفیق باطل ہے لیکن اس سے وہ عدم تعین جس میں

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تلفیق نہ پائی جاوے کیونکر باطل ہوگی؟ کیا عدم التزام مستلزم تلفیق کو ہوتا ہے؟

مثلاً ایک شخص ایک محل میں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی اس طرح تقلید کرتا ہے کہ دوسرے مذہب کو اس میں خلط نہیں کرتا۔ اور دوسرے محل میں شافعی کی تقلید اسی طرح پر تقلید کرتا ہے تو اس شخص کے حق میں بطلان تلفیق کیا ضرر کریگا؟ اور اس کے مسلک کو کیونکر باطل کرے گا؟

تنبیہ۔ جناب مؤلف (تنویر الحق) نے ایک دلیل خاص اپنی طرف سے، جس میں کوئی ان کا مقتداء نہیں، بھی ارشاد فرمائی ہے۔سو نقل کرنا اس کا سوائے تضعیع اوقات کے کچھ نہیں ہے اور رد میں اس کے اسی قدر کافی ہے کہ مدار اس دلیل کے تین امر ہیں۔

اجماع مرکب آئمہ کا،

اور منع ہونا رجوع بعد العمل کا بمعنی ظاہر،

اور منع ہونا تتبع رخص کا بالا جماع۔

بطلان ان تینوں امروں کا بوجہ بسط گذر چکا۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور یہ جو گمان کیا گیا ہے کہ تلفیق نزدیک صاحب بحر الرائق اور شیخ ابن الہمامؒ کے جائز ہے، سو یہ بات ان کے صریح کلام سے ثابت نہیں۔

اقول (سید نذیر حسین)۔ مذہب صاحب بحر کا بھی ان کے کلام سے صاف معلوم ہوا اور مذہب ابن الہمام کا بھی ان کے کلام سے، اور کلام شاہ ولی اللہؒ کے کلام بلاغت نظام سے معلوم ہو چکا۔ پھر اگر مؤلف تنویر الحق ان کے کلام کو سمجھنے کی استعداد نہ رکھتا ہو تو صاحب بحر، اور ابن الہمامؒ کا کیا قصور؟

اور اگر تقلید مذموم کی پٹی کے سبب، جو آنکھ اور دل پر باندھ رہا ہے، نظر نہ آوے تو ہمارا اس میں کیا اختیار؟ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

اور مؤلف تنویر الحق، ابن الہمامؒ اور صاحب بحر کے جن اقوال سے بطلان تلفیق نکالتا ہے ان میں سے ہرگز تلفیق کا بطلان مفہوم نہیں ہوتا۔

اور چونکہ مؤلف تنویر، باب ثانی کے اخیر میں ابن الہمامؒ کا قول، فتح القدیر سے بواسطہ عالمگیری اور صاحب بحر کا رسائل زینیہ سے مکرر لایا ہے اس لئے ردّ اس کا وہاں پر ہی ہوگا۔ تو اس جگہ صاف معلوم ہوگا کہ ان اقوال سے عدم التزام مذہب معین مطلقاً باطل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتا، چہ جائے باطل ہونا تلفیق کا۔ فا نتظر۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ چوتھا طریق..... الخ۔

اقول۔ اس طریق میں یہ خرافات کیا ہے کہ ہر مجتہد کو اپنے مذہب کے مخالف حکم نہ دینا چاہیے جیسا کہ کہا مسلّم الثبوت میں:

و لو حکم بخلاف اجتهاده کا ن با طلاً اتفاقاً و ان قلّد غیره، لا نّه یجب علیه العمل بظنّه و لا یجوز له التّقلید مع اجتهاده اجماعاً۔ کذا فی شرح المختصر

(اور اگر حکم کیا اپنے اجتہاد کے خلاف تو باطل ٹھہرے گا بالاتفاق اگرچہ غیر کی تقلید ہی کیوں نہ کرے۔ کیونکہ اس پر واجب ہے کہ اپنے گمان کے موافق عمل کرے اور بالاجماع اس کو تقلید جائز نہیں باوجود اس کے اجتہاد کے)۔

اور پھر مقلد کو مجتہد پر قیاس کر کے کہا ہے کہ جب کہ مجتہد کو اپنے مذہب کے خلاف پر عمل نہ چاہیے تو اس کے مقلد کو بھی خلاف اپنے امام کے نہ چاہیے۔ انتہی حاصل کلامہ۔

لیکن ہم نے ایسا غافل کہیں نہیں دیکھا کہ مقلد کو مجتہد پر قیاس کرتا ہے، حالانکہ مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید حرام ہے اور مقلد کو وقت عدم العلم کے تقلید کسی مجتہد کی لاعلی التعین واجب ہے فا سئلوا اهل الذّ کر ان کنتم لا تعلمو ن (نحل:۴۳) کے تحت۔ پس ردّ کیا اس غافل نے اس قیاس کرنے سے ادلہ اربعہ شرعیہ مذکورہ سابقہ کو جو تعین مذہب معین سے بزعم وجوب منع کر رہی ہیں اور سابق میں نقل کی گئی ہیں۔ اور ردّ کیا اقوال آئمہ کو جو ۳۵ روایتوں کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اور قطع نظر ان ادلہ اور روایات سے نفس مختصر الاصول میں خاص کر یہ تصریح کی ہے کہ اگر حکم کرے مقلد مخالف اجتہاد امام اپنے کے تو حکم اس کا جائز ہے۔ چنانچہ کہا مغتنم الحصول میں فی المختصر

و لو حکم المقلّد بخلا ف اجتهاد اما مه جری علی جواز تقلید غیره ۔ انتهی۔، ای ابتنی الحکم علی ما یجیء من المقلّد هل له تقلید غیره ۔ انتهی (اور اگر حکم کرے مقلد اپنے امام کے اجتہاد کے مخالف تو حکم اس کا جاری ہوگا بنا بر جائز ہونے تقلید غیر کے۔ یعنی بنا پاوے گا یہ حکم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس تقریر پر جو آگے آوے گی کہ مقلد کو غیر کی تقلید جائز ہے یا نہیں)۔

پھر مخالف دلائل اربعہ کے اور ۳۵ روایات سلف کے اور باوجود خاص مختصر الاصول کی اس بات پر تصریح کے کہ اگر مقلد اپنے امام کے اجتہاد کے خلاف حکم کر دے تو حکم اس کا جاری ہو جاوے گا، قیاس مع الفارق جناب مؤلف کا سوائے غفلت اور کم فہمی کے کیا تصور کیا جاوے؟ ذرا اس مقام میں غور کرنا چاہیے۔

قال (مؤلف تنویر الحق) ۔نقل کیا حمویؒ نے بیچ شرح اشباہ والنظائر کے فن ثانی میں بیچ کتاب التعزیر کے وفی الفتح

قالوا ان المنتقل من مذهب الی مذهب باجتهاد و برهان آثم یستوجب التعزیر فبلا اجتهاد و برهان اولی۔

(مشائخ نے کہا ہے کہ انتقال کرنے والا ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف، گو اجتہاد اور دلیل سے ہو، گنہ گار ہے۔سو بغیر اجتہاد اور دلیل کے ایسا کرنیوالہ بدرجہ اولی گنہ گار ہوگا)

اقول۔ فتح القدیر سے اس نقل میں بھی وہی نقشہ ہوا ہے کہ لا تقربوا الصّلوة کو تو لے لیا ہے اور انتم سکاری کو چھوڑ دیا ہے، اس لئے کہ شیخ ابن الہمامؒ نے مشائخ کا یہ قول فتح القدیر میں نقل کر کے اس کو ردّ کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تشدیدات محض الزامات ہیں۔یعنی کوئی امر شرعی اور حجت دینی نہیں ۔ چنانچہ ابن امیر الحاجؒ شرح تحریر میں شیخ ابن الہمامؒ سارا کلام نقل فرماتے ہیں جیسا کہ ملاحسن شرنبالی حنفیؒ، جناب ابن امیر حاجؒ کا کلام نقل کرتے ہیں:

و قال ابن امیر الحاج عقب کلام الماتن ابن الهمام فی هذا المحل ما نصّه و قال ایضاً یعنی شیخه ابن الهمام فی شرح الهدایة عقب ما قدمناه من بیان حقیقة الانتقال و الغالب ان مثل هذه یعنی التشدیدات الّتی ذکروها فقالوا المنتقل من مذهب الی مذهب باجتهاد و برهان آثم یستوجب التّعزیر فبلا اجتهادو برهان اولی و لا بد ان یراد بهذا الاجتهاد معنی التحری و تحکیم القلب لانّ العامی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیس له اجتهاد فتلک التّشدیدات الزا مات منهم ای من المشا ئخ لکف النّا س عن تتبع الرّ خص و الاّ اخذ العا می فی کل مسئلة بقول مجتهد یکو ن قو له اخف علیه و انا لا ادری ما یمنع هذا من العقل و السّمع کو ن ا لا نسا ن یتتبع ما هو اخف علی نفسه من قول مجتهد مسمو غ له ا لا جتهاد ما علمت من الشر ع ذمه علیه ۔ انتهی ما نقله الشر نبا لی عن ابن امیر حا ج فی العقد الفرید

(ابن ہمامؒ نے شرح ہدایہ میں کہا ہے کہ غالب امکان یہ ہے کہ مشائخ سے منقول اس طرح کے تشددات (ایک سے دوسرے مذہب میں انتقال کرنے والہ، گو باجتہاد اور بالدلیل ہو، گنہ گار لائق تعزیر ہے۔ سو بلا اجتہاد اور بلا دلیل کے بدرجہ اولی گنہ گار ہوگا) میں اجتہاد سے تحری و تحکیم القلب کے معنی مراد لئے جاویں کیونکہ عامی کے لئے اجتہاد نہیں ہوتا سو یہ تشدات اس لئے کہ لوگ رخصتیں نہ ڈھونڈیں۔ ورنہ عامی ہر مسئلہ میں بموجب مذہب اس مجتہد کے عمل کرے گا جو اس پر سہل ہو۔

اور میں نہیں جانتا کہ اسے عقل اور نقل سے کون مانع ہے۔ اور مجتہد، اگر جائز التقلید، کے اقوال سے سہل بات کو لینے پر شرع میں کچھ مذمت نہیں)۔

سو دیکھو تصرف حضرت ناقل (مؤلف تنویر الحق) کا کہ قا لوا کے سر سے حرف ف کو اڑا دیا ہے اور خبر سے فتلک الشدیدات الزا ما ت منهم کو چھوڑ دیا۔ نعو ذ با للّه من هذه الخیا نة فی الدّ ین ۔

اور جب فتح القدیر سے نقل میں سرقہ اور خیانت ثابت ہو چکی تو اب سنو نفس مسئلہ انتقال کی تحقیق۔

جواز انتقال مذہب

ادلہ اربعہ اور سلف و خلف سے ۳۵ روایات سلف و خلف سے حقیۃ تقلید بدون تعین کے اثبات کے بعد اس امر کی حاجت نہیں رہی کہ جواز انتقال کو علیحدہ ثابت کریں۔ لیکن چونکہ عند القوم و العلماء اصولیین یہ مسئلہ کتب اصول میں مستقلاً درج ہے اس لئے ہم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

معلوم کرنا چاہیے کہ انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب کے طرف بلاارتیاب درست ہے انہیں دلائل سے جن سے تقلید بطور عدم تعین کے ثابت ہو چکی ہے۔ اور علماء مذاہب میں سے بہت لوگوں سے جواز پر روایتیں ہیں۔

اور سب محقق لوگ جواز انتقال کے قائل ہیں اگرچہ بعض متأخرین، جیسے صاحب قنیہ وقہستانی وغیرہ کہ جو حدیث وقرآن بے بہرہ ہیں، منتقل کے حق میں تعزیر کی بات کرتے ہیں۔لیکن صاحب مذہب اور ان کے شاگردوں ایسی کوئی بات منقول نہیں۔ اور ملاعلی قاریؒ، اپنے رسالہ سم القوارض میں لکھتے ہیں:

و فی الظهیریة روی عن ابی حنیفه انّه قال لا یحلّ لا حد ان یفتی بقولنا ما لم یعلم من این قلنا۔ انتهی ۔ فاذا کان لا یجوز تقلید الامام من غیر دلیل فی الاحکام فکیف یجوز تقلید المقلدین الذین ما وصلوا الی مقام المجتهدین۔ نعم یجوز للعامی ان یقلد العالم و لو مقلد الضرورة امر الدین، انتهی (ظہیریہ میں امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کسی کو جائز نہیں کہ ہمارے قول پر فتوی دے جب تک کہ یہ نہ جان لے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے۔(ہو چکا مقولہ امام کا)۔ سو جب احکام شرعی میں امام کی تقلید بے دلیل جائز نہیں تو ان مقلدوں کی تقلید جو مقام اجتہاد تک نہیں پہنچے کیونکہ جائز ہوسکتی ہے۔ہاں انجان آدمی کو یہ جائز ہے کہ ضرورت دینی کیلئے کسی عالم کی تقلید کرے اگرچہ وہ عالم مقلد ہو)

پس ملاعلی قاریؒ کی عبارت کو غور سے دیکھو کہ منتقل کے حق میں قنیه وغیرہ کی تجویز تعزیز بلادلیل شرعی وبغیرنقل مجتہدین سابقین کے کیوں کرمقبول ہو؟

شیخ ابن الہمامؒ اور شارح ابن امیر حاجؒ کا کلام جس میں مانعین انتقال پر ردّ ہے وہ تو عبارت شرح ابن امیر حاجؒ سے جوملاحسن شرنبالیؒ نے نقل کی ہے، معلوم ہوگیا۔ اب سنو کہ کہا سید بادشاہؒ نے شرح تحریر میں:

فان ارادوا یعنی المشائخ القائلین من الحنفیة بان المنتقل من مذهب الی مذهب آ ثم یستوجب التعزیرات ان

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ارادوا هذا الالتزا م فلا دليل على و جو ب اتّباع المجتهد المعيّن با لتزا مه نفسه ذا لک قو لاً او نيةً شر عاً ۔ انتهى كما نقله الشّر نبا لى فى العقد الفريد (اگر مشائخ حنفیہ نے مذہب تبدیل کرنیوالے کو واجب التعزیر کہہ کر التزام مذہب معین ارادہ کیا ہے، تو پیروی مجتہد متعین پر کوئی دلیل شرعی نہیں کہ زبان یا نیت سے التزام کر کے ایک مجتہد کی پیروی کرے)۔

اور امام نوویؒ اور امام رافعیؒ سے بھی یہی منقول ہے کہ انتقال جائز ہے۔ اور امام نوویؒ نے روضہ میں کہا ہے کہ جب مذاہب مدون ہو گئے تو اب مقلد کو ایک مذہب سے دوسرے میں منتقل ہونا جائز ہے۔ چنانچہ شیخ جلال الدین السیوطیؒ، جزیل المواہب میں فرماتے ہیں:

الا نتقا ل من مذ هب الى مذ هب هو جا ئز كما جز م به الرّافعى و تبعه النّووى و قا ل فى الرّو ضة اذا دونت المذا هب قيل يجوز للمقلد ان يّنتقل من مذهب الى مذ هب ان قلنا يلزم الاجتهاد فى طلب ا لا علم و غلب على ظنّه انّ الثّا نى اعلم ينبغى ان يّجوز بل يجب و ان خير ناه فينبغى ان يجوز ايضاً (ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا جائز ہے جیسا کہ رافعیؒ کا قول ہے۔ جس کی پیروی میں نوویؒ نے روضہ میں کہا ہے کہ مذاہب مدون ہو گئے مقلد کا ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کرنا جائز بتایا گیا ہے۔ اگر ہم کہیں کہ زیادہ علم والے کی تلاش مقلد کیلئے ضروری ہے اور اسے گمان غالب ہو جائے کہ دوسرا مجتہد بڑا عالم ہے تو اسکو انتقال جائز بلکہ واجب ہوگا اور اگر مقلد کو مخیّر کریں تو بھی جائز ہے)

سیوطیؒ کے اس کلام میں غور کرنا چاہیے کہ سیوطیؒ نے جواز انتقال کو کیسا محقق کیا ہے۔ پس اگر اس کا بعض مالکیوں کے منع انتقال پر متضمن قول کو نقل کرنا، جیسا کہ مؤلف نے نقل کیا ہے، تسلیم بھی کیا جائے تو وہ اس مالکی پر بطور طعن اور تعریض پر ہوگا۔

اور کہا مولانا بحر العلوم لکھنویؒ نے شرح مسلّم الثبوت میں:

لا يجب ا لاستمرار و يصحّ ا لا نتقا ل وهذا هو الحقّ الّذى ينبغى ان يّؤ من و يعتقد به و لكن يّنبغى ان لا يكو ن ا لا نتقا ل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المتلهی فا ن التّلهی حرا م قطعاً فی التمذ هب کا ن او غیره

(تقلید میں جمود ضروری نہیں ۔ اور انتقال درست ہے ۔ اور اسی بات کا ایمان اور اعتقاد کرنا چاہیے۔ تاہم انتقال بطورلہوولعب ہوتو حرام ہے ۔ مذہب میں ہو یا کسی اور چیز میں)۔

اور قبل اس عبارت کے فرمایا:

حتّی شد د بعض المتأ خرین المتکلّفین و قا لوا الحنفی اذا صار شا فعیاً یعزر و ھذا تشریع من عند انفسھم۔

(یہاں تک بعض متاخرین نے تشدد یہاں تک سختی کی ہے کہ کہتے ہیں کہ اگر ایک حنفی المذہب ، جب شافعی ہو جائے تو اسے سزا دی جائے ۔ایسا کہنا خودساختہ شریعت ہے)

ان روایات سے ان روایات کا جواب ہوگیا جن میں انتقال مذہب کرنے والے کوسزا دینے کا حکم دیا گیا ہے، اورجنہیں مؤلف تنویرالحق نے نقل کیا ہے۔

اب مشائخ سے تعزیر کی تنصیص کا سبب معلوم کرتے ہیں۔ وہ سبب یہ ہے کہ انتقال کرنے والے کا ایسا کرنا کسی نیک شرعی غرض سے نہ ہو بلکہ اتباع نفس کے لئے ہو۔ جیسا کہ ابوبکر جوز جانی کے عہد میں ایک شخص سے ہوا تھا۔ چنانچہ محقق شامیؒ نے ردالمحتار حاشیہ درمختار میں نقل کیا ہے :

قولہ ارتحل الی مذ ھب الشا فعی یعزر ای اذا کا ن ار تحا لہ لا لغر ض محمود شر عاً ، کما فی التتار خا نیہ حکی انّ ر جلاً من اصحا ب ابی حنیفہ خطب الی ر جلٍ من اصحا ب الحدیث ابنتہ فی عھد ابی بکر الجوز جا نی۔ فا بی ا لا ان یتر ك مذ ھبہ فیقرء خلف الا مام و یر فع یدیہ عند ا لا نحطا ط و نحو ذا لک۔ فا جا بہ فز و جہ ۔ فقا ل الشّیخ بعد ما سئل عن ھذہ ، و اطرق رأسہ ، النکا ح جا ئز و لکن اخا ف علیہ ان یّذھب ایما نہ وقت النّزاع لا نّہ استخفف بمذ ھبہ الّذی ھو حق عندہ و تر کہ لا جل جیفۃ منتنۃ و لو ان ر جلاً برء من مذھبہ با جتھاد و ضح لہ کا ن محمودا ما جوراّ ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(جس وقت کہ منتقل ہوا مذہب شافعی کی طرف تعزیر دیا جاوے گا، یعنی جس وقت کہ انتقال کسی اچھی شرعی غرض سے نہ ہو۔جیسا کہ تاتارخانیہ میں بتایا گیا ہے کہ ابوبکر جوزجانی کے زمانے میں ایک حنفی المذہب نے ایک اہل حدیث کے ہاں اس کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا۔اہل حدیث نے یہ شرط ٹھہرائی کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے اور رفع یدین کیا کرے۔ اس نے قبول کر لیا۔سو اس نے نکاح کر دیا۔ابوبکر جوزجانی سے کسی نے یہ تذکرہ کیا تو اس نے سر ہلا کر کہا کہ نکاح تو جائز ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ نزع کے وقت اس کا ایمان نہ جاتا رہے، کیونکہ اس نے اپنے اس مذہب کو ہلکا ٹھہرا کر ایک سڑی ہوئی چیز کی خاطر چھوڑ دیا۔ اگر کوئی آدمی دل کی گواہی سے اپنے مذہب سے بےزار ہو کر انتقال مذہب کرے تو یہ اچھی اور باعث اجر بات ہوگی)

اقول:

خذ ما صفا من هذا النقل و دع ما كدر۔ و اعلم ان معنى الاجتهاد فى كلام الشّامى هو الّذى قا له العلا مه ابن امير الحا ج فى شرح التّحرير للشيخ ابن الهما م كما مرّ فى العقد الفريد اعنى به التحرى و تحكيم القلب لا ن العا مى اين له الاجتهاد (میں کہتا ہوں کہ اس روایت سے صاف بات لے لو اور گدلی کو چھوڑ دو۔ اور اجتہاد کے معنی وہی ہیں جو شامی کی عبارت سے معلوم ہوتے ہیں جسے امیر ابن حاج نے شرح تحریر میں نقل کیا ہے۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ اجتہاد تحری و تحکیم القلب کو کہتے ہیں۔اور عامی کے لئے اجتہاد کہاں ہے؟)۔

اب معلوم کرنا چاہیے کہ بعض آئمہ نے اس انتقال مذاہب میں بعض شروط بھی بیان کی ہیں۔ چنانچہ رویانیؒ نے کہا ہے کہ جواز انتقال میں تین شرطیں ہیں:

۔اول یہ کہ انتقال کرنے والا تلفیق نہ کرے۔

دوسرے یہ کہ تتبع رخص نہ کرے۔

اور تیسرے یہ کہ جس کی طرف انتقال کرتا ہے اس کو اہل علم وفضل سے اعتقاد کرے۔ پس اس کی تقلید نہ کرے جس کو جاہل جانتا ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور ابن دقیق العیدؒ نے کہا ہے کہ انتقال کرنے والہ تلفیق نہ کرے اور وہ مسئلہ جس میں مقلد تھا، حکم سے نقض کے قابل ہو۔ یعنی ایسا مسئلہ ہو جو اجماع، قواعد، نص اور قیاس جلی کے مخالف ہو۔

اور شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ نے ایک ہی شرط کو اختیار کیا ہے یعنی یہ کہ وہ مسئلہ، کہ جس میں مقلد تھا، اس قبیل سے ہو جو منقوض بحکم ہو سکے۔

اور بعض نقل کرتے ہیں کہ انشراح صدر بھی ان کی شرط ہے۔

اور امام صلاح الدین العلائیؒ نے کہا ہے کہ دو صورت میں انتقال مرجح ہے۔

اول یہ کہ مقلد پر مذہب ثانی میں تشدید سوائے ہو۔

اور دوسرے یہ کہ مذہب اول کے معارض کوئی حدیث صحیح معلوم ہووے۔

اور فاضل قندھاریؒ کہتے ہیں کہ دوسری صورت میں مرجح کیا، بلکہ واجب ہے۔

سو تمام یہ تحقیق کتاب تقریر میں بھی ہے اور شرح ابن امیر حاج میں بھی ہے۔ مگر شرح ابن امیر حاج میں بہت طوالت سے ہے۔ اس لئے عبارت تقریر کی نقل کی جاتی ہے۔

کہا تقریر میں:

و قا ل الرو یا نی یجوز ا لا نتقا ل بثلاثة شرو ط ان لا یجمع بین مذ هبین علی صورة تخا لف ا لا جماع ۔ کمن تز و ج بغیر صداق ولا ولی و لا شهود ۔ و ان یعتقد فیمن قلّده ا لفضل بو صول اخباره الیه فلا یقلد امیاً فی عما ئه ۔ و ان لا یتبع الرّخص ۔ و تعقب القرا فی لـلاخیر با نّه ان اراد با لرّ خص ما ینقض فیه قضاء القا ضی فحسن متعین۔ و ان اراد ما فیه سهولة علی المکلف کیف ما کا ن یلز م ان یکون من قلّد مالکاً فی المیا ه و الا روا ث مخا لفاً للتّقوی اللّه تعا لی و لیس کذا لک و تعقب ا لاول با نّ الجمع المذ کور لیس بضارّ لا ن ما لکاً لم یقل ببطلا ن انکحة الشّا فعیة بلا صداق و لا الشّافعی ببطلا ن انکحة الما لکیة بلا شهود ۔ لکن فیه نظر ظا هر و ۔ وافق ابن دقیق العید الرو یا نی علی الشّر ط ا لاول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ابد ل الثّا لث با ن لا يكو ن ما قلّد فيه مما ينقض فيه الحكم لو رفع و اقتصر الشّيخ عزّ الدّ ين بن عبد السّلام على اشتراط هذا ۔ و ذكر ا لا مام العلا ئی انّه یر جح القول با لانتقال فی صورتين۔ احد هما اذا كا ن مذ هب غير اما مه يقتضی تشديد او اخذاً با لا حتياط و الثّا نية اذا رأی لخلاف مذ هب اما مه دليلاً من حديث صحيح و لم يجد فی مذ هب اما مه جوا باً قو ياً منه و لا معا ر ضاً را جحاً عليه اذ لا و جه لهجر الحديث الصّحيح محا فظة على مذ هب التز مه ۔ قلت و هذا موا فق لما نصّ عليه احمد و القدوری الحنفی و مشی عليه ابن الصّلا ح و غيره۔ انتهى ما فی التقرير نقله الفا ضل القندهاری ثم قا ل اقول يجب الفر ق بين الصورتين با ن الانتقا ل فی ا لا ولی احتيا ط و فی الثا نی وا جب كما هو ظاهر كلام العلا ئی ۔ انتهى ما فی المغتنم ۔

(رویانی نے کہا ہے انتقال تین شرطوں سے جائز ہے:۔

اول تو یہ کہ دو مذہبوں میں اس طرح پر جمع نہ کرے کہ اجماع کے مخالف پڑ جائے۔ جیسے ایک شخص نے بغیر مہر اور بغیر ولی اور بلا گواہ کے نکاح کیا۔

اور جس کی تقلید کی ہے اس کی بزرگی کا اعتقاد رکھے ۔سو امی کی تقلید نہ کرے۔

اور رخصتوں کو نہ ڈھونڈے ۔

قرافی نے آخری شرط پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر رخصتوں سے مراد وہ مسئلے ہیں جس کے اندر قاضی کا حکم نہ چلے تو بات ٹھیک ہے لیکن اگر وہ مسئلے مراد لئے ہیں جس میں سہولت ہو تو یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ جس نے پانی اور لید کے باب میں امام مالکؒ کی تقلید کر لی تو تقوی کی مخالفت ہو جائے ۔ ہرگز یوں نہیں ہے ۔

اور پہلی صورت پر یوں اعتراض کیا گیا ہے اس طرح کا جمع کرنا مضر نہیں ہے کیونکہ امام مالکؒ نے یہ نہیں کہا ہے کہ شافعی مذہب والوں کے بغیر مہر کے نکاح باطل ہیں ۔اور نہ امام شافعیؒ نے یہ کہا ہے کہ مالکیوں کے بغیر گواہوں کے نکاح باطل ہیں ۔لیکن اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں بحث ہے۔
اور ابن دقیق العیدؒ نے پہلی شرط میں رویانیؒ کی موافقت کی ہے اور تیسری کو یوں بدل دیا ہے کہ جسکی تقلید کی ہے وہ ایسا مسئلہ نہ ہو کہ قاضی کا حکم اس میں مرافعہ کی حالت میں ٹوٹے۔ اور شیخ عزالدین ابن عبدالسلامؒ نے پہلی شرط پر کفایت کی ہے۔ اور علائیؒ نے کہا ہے انتقال مذہب والا قول دو صورتوں میں غالب ہے۔ ایک تو یہ کہ انتقال کرنے والے کے امام کے غیر کا مذہب محتاط ہے؛ دوسرے یہ کہ غیر کے مذہب کی دلیل حدیث صحیح سے ہو اور اپنے امام کے مذہب میں اس کا قوی جواب نہ اور نہ کوئی معارض راجح ہو۔ کیونکہ التزام مذہب کے لئے حدیث چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں۔
میں کہتا ہوں کہ یہ احمدؒ اور قدوری حنفیؒ اور ابن صلاحؒ وغیرہ کے قول کے موافق ہے۔ ہو چکی وہ عبارت جسے فاضل قندھاری نے نقل کیا ہے۔ پھر کہا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ دونوں صورتوں میں بایں طور پر فرق کرنا ضروری ہے کہ پہلی صورت میں انتقال، احتیاط کا درجہ ہے اور دوسری صورت میں واجب ہے۔ اور کلام علائی ہی سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ مغتنم کی عبارت ختم ہوئی)۔

تو ظاہر ہے کہ رویانی کے پہلی دو شرطیں بوجہ اظہر باطل ہیں جیسا کہ تقریر کی عبارت میں گذرا۔ اور اس سے پہلے شرح تحریر وغیرہ متعدد مقامات میں ذکر ہوا۔ اور اس کی تیسری شرط بیشک مسلم الثبوت ہے۔ ظاہر ہے کہ امی کی تقلید کیوں کر درست ہوسکتی ہے۔

اسی جگہ سے شرط اول ابن دقیق العید کی بھی باطل ہوگی، اور اس کی شرط ثانی، جس میں شیخ عبدالسلام موافق ہیں، باعتبار مفہوم موافق کے تو صحیح ہے اور مسلّم، لیکن باعتبار مفہوم مخالف کے وہ بھی باطل ہے ابن عبدالسلام کے نفس کلام سے جو روایت نمبر ۲ میں گذری ہیں۔ بلکہ یہ شرط باعتبار مفہوم مخالف کے مخالف ہے ان ۳۵ روایات کے اور ادلہ اربعہ کے۔ اور انشراح صدر جو بعض روایات سے شرط ابن عبدالسلامؒ کے معلوم ہوتی ہے راجع ہے طرف ثالث شرط رویانیؒ کے، اور ہمارے موافق ہے۔

اب رہیں دونوں شرطیں امام علائیؒ کی۔ سو وہ شرطیں جواز کی نہیں بلکہ ترجیح انتقال کی ہیں۔

الحاصل ان شرطوں سے، جو کہ حق ہیں، بھی انتقال مذہب ممنوع نہیں ہوتا اور تقلید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب معین واجب نہیں ہوتی۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور کہا ملا علی قاریؒ نے بیچ شرح عین العلم کے:

فلو التزم احد مذهباً کابی حنیفه او الشافعی رحمهما الله فلزم علیه الاستمرار فلا یقلّد غیره فی مسئلة من المسائل۔ (پھر اگر التزام کرے کوئی کسی مذہب کا مثلاً جیسے مذہب ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا، تو اس کو استمرار لازم ہے۔ سو کسی اور کی تقلید کسی مسئلہ میں نہ کرے)۔

اقول۔ اس کے دو جواب ہیں۔

☆ اول یہ کہ ملا علی قاریؒ نے شرح عین العلم میں یہ بھی کہا ہے:

و من المعلوم انّ الله سبحانه و تعالی ما کلّف احداً ان یکون حنفیاً او مالکیاً ... الخ ما نقلنا سابقاً (کہ اللہ تعالی نے کسی کو حنفی یا شافعی ہونے کا مکلّف نہیں کیا)

تو دیکھو کہ یہاں تو یہ اعتراف ہے کہ اللہ تعالی نے کسی پر خاص کر ابوحنیفہؒ کی تقلید واجب نہیں کی۔ اور مؤلف کی روایت میں، اگر تسلیم کی جاوے، قول بالوجوب ہے بسبب التزام کرنے کے۔ اور ظاہر ہے کہ التزام حجت شرعی موجب وجوب کے نہیں۔ تو دونوں کلام ان کے متعارض ہوئے۔ واذا تعارضا تساقطا۔

☆ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو لوگ دلیل کے مخالف، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا قول نہیں مانتے۔ ان کے آگے قرآن، حدیث، اجماع، قیاس ۳۵ روایات آئمہ سلف اور خلف کے مخالف، ملا علی قاریؒ کا قول پیش کرنا سوائے مضحکہ کے کیا تصور کیا جاوے۔

جائے انصاف ہے کہ تمام جہان کے مقابل اکیلا ملا علی قاریؒ کس طرح ہوسکتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ نقار خانہ میں طوطی کی کون سنتا ہے۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور کہا صاحب بحر الرائق نے بیچ رسائل زینیہ کے

فوجب علی مقلّد ابی حنیفه ان یّعمل به و لا یجوز له العمل بقول غیره (واجب ہے مقلد امام ابوحنیفہؒ پر یہ کہ انہی کے قول پر عمل کرے۔ غیر کے قول پر عمل کرنا اس کو جائز نہیں)۔

اقول۔ صاحب بحر الرائق کا یہ قول مطلق تقلید ابوحنیفہؒ میں نہیں ہے۔ بلکہ ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ خاص میں فرمایا ہے۔ یعنی وقت عصر میں، کیونکہ ان کے نزدیک اس مسئلہ میں مذہب امام ابوحنیفہؒ کا قوی اور مدلل ہے۔ چنانچہ یہ کلام صاحب بحر کا اسی رسالہ کے اخیر میں اس امر پر تصریح کررہا ہے:

فاذا ظهر لنا مذهب الامام الاعظم ابی حنیفه فی هذین الوقتین و ظهر ایضاً دلیله و قوّته و صحّته و انّه اقوی من دلیلهما واجب علینا اتّباعه و العمل به و الاختیار به،

(سو جب ظاہر ہوگیا ہمیں مذہب امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ان دونوں وقتوں میں۔ اور ان کی دلیل اور اس کی قوت اور صحت بھی ظاہر ہوئی، اور یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ صاحبین کی دلیل سے ان کی دلیل قوی ہے، تو ہمیں انہیں کی پیروی اور انہی قول پر عمل کرنا اور اسی کو اختیار کرنا واجب ٹھہرا)۔

سو دیکھو چالاکی حضرت مؤلف (تنویر الحق) کی کہ ایک مسئلہ میں وجوب اتباع کو ہر مسئلہ میں وجوب اتباع کی دلیل قرار دے رہے ہیں۔

فان قلت ان تعلیله بعد بقوله لما نقله القاسم فی تصحیح.. الخ۔ نص علی کون التزام التقلید علة لوجوب الاتباع مع قطع النظر عن کون مذهبه قویاً او صحیحاً قلت قد دریت انّ الرّجوع الممتنع انّما هو فی عین الحادثه الّتی قلّده فیها فالتّعلیل به لا یفید الا وجوب الاتباع فی حادثة خاصة قلده فیها فاذا لم یکن قوله فوجب۔ الخ ۔ ایضاً فی وجوب الاتباع فی جمیع الحوادث بل فی حادثه جزم فیه حقیة الامام ابی حنیفه و قلده فیها فحصل المطلوب من انه لم یحکم بوجوب الاتباع فی کل مسئلة بل فی مسئلة وقت العصر و هذا مفاد تعلیلنا بتقویة الدلیل۔ و لم یحکم ایضاً فی کل الحوادث بل فی حادثه خاصة قلده فیها ۔ و هذا مفاد تعلیله بقوله لما نقله ۔ الخ

(اگر یوں اعتراض کیا جائے کہ جس قول کو قاسم نے اپنی تصحیح میں نقل کیا ہے اس کو مذکورہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بالا قول کی علت ٹھہرانا صریح دلالت کرتا ہے کہ التزام سے تقلید واجب ہو جاتی ہے خواہ وہ مذہب قوی اور صحیح ہو یا نہ ہو۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو معلوم ہو ہی چکا کہ وہی رجوع منع ہے جو خاص اس مسئلہ میں ہو جس پر عمل کر چکا۔ تو یہ تعلیل اسی مسئلہ میں وجوب تقلید کا فائدہ دے گی جس پر حادثہ خاص میں عمل کر چکا۔ پھر جب جملہ مسائل میں وجوب تقلید مصرح نہ ہوئی بلکہ اسی مسئلہ میں مصرح ہوئی جس میں امام ابوحنیفہؒ کے حق پر ہونے کا یقین کر کے عمل کر چکا ہے، تو یہ بات حاصل ہوئی کہ اس نے ہر مسئلہ میں وجوب تقلید کا حکم نہیں کیا۔ بلکہ مسئلہ وقت عصر میں کیا ہے۔ اور یہی فائدہ ہماری اس بات میں ہے، تقویت دلیل کو ہم نے علت ٹھہرایا ہے۔ اور اس نے مسئلہ خاص میں وجوب تقلید کا حکم لگایا ہے۔ تو یہی فائدہ اس کو قاسم کی نقل سے ہوا)

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور کہا تفسیر احمدی کے مؤلف نے، جو استاد ہیں عالمگیر بادشاہ کے، بیچ تفسیر احمدی کے

اذا التزم مذهباً يجب عليه ان يدوم على مذهب التزامه و لا ينتقل الى مذهب اخر (اور جب کسی نے ایک مذہب کا التزام کیا تو اس پر واجب ہے کہ ہمیشہ اسی مذہب پر رہے، دوسرے مذہب کی طرف انتقال نہ کرے)

اقول۔ اس کا جواب بھی وہی ہے جو کہ ملا علی قاریؒ کے قول کا دوسرا جواب دیا گیا علاوہ یہ کہ اس شخص کا کلام اس قابل کہاں کہ علماء اصول کے اقوال کے مقابل بیان کیا جاوے۔ یہ تو ایسے حضرت ہیں کہ تفسیر احمدی میں صاف فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن اور حدیث اور اجماع پر عمل کرے گا تو وہ بھی امام ابوحنیفہؒ ہی کا مقلد ہو جائے گا، اس لئے کہ قرآن وحدیث واجماع پر عمل کرنا امام ابوحنیفہ ہی نے بنایا ہے۔ تو گویا سب صحابہ اور تابعین کو امام ابوحنیفہؒ کا مقلد بناتے ہیں۔ اور ایسا ہی شیخ سدو کی بکری کو حلال طیب فرماتے ہیں۔ اور اسی تفسیر میں جا بجا ایسی خرافات ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔ ایسے شخص کا بے دلیل کلام کس طرح ادلہ اربعہ اور جمہور مسلمین کے مقابل ہو سکے گا۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور مولانا عبدالعلیؒ شرح تحریر میں لکھتے ہیں۔

و كذا للعامى الانتقال فى الحكم من مذهب الى مذهب فى

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زما ننا لا یجوز لظھور الخیا نۃ (ہمارے زمانے میں عامی (ان پڑھ) کو ایک مذہب سے دوسرے کی طرف انتقال کرنا بسبب ظہور خیانت جائز نہیں)۔

اقول (سید نذیر حسین)۔ گذشتہ صفحات میں تم دیکھ چکے ہو کہ شرح مسلّم الثبوت اور شرح تحریر میں مولانا عبدالعلیؒ کا کلام باعلیٰ ندا منادی ہے کہ بحرالعلوم ایک مذہب کی تخصیص تو کہاں، مذاہب اربعہ کی تخصیص کی بھی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے مگر بعض وقت جو مذہب غیر سے نقل صحیح نہ ملے۔

اور تتبع رخص اور رجوع بعدالعمل کو دھوم دھام سے جائز رکھتے ہیں۔ اور مانعین کے حق میں فرماتے ہیں کہ منع کرنا ان کا، اور تشدید ان کی، اپنے گھر کی شرع ہے۔ غرضیکہ ہر امر میں ہمارے موافق اور شاہد ہیں۔

اور محمل اس قول (جو صاحب تنویر نے نقل کیا) کا متلہی کے حق میں ہے جیسے کہ شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

لا کن ینبغی ان لا یکو ن ا لا نتقا ل للمتلھی فان التلھی حرا م (لیکن انتقال لہو ولعب کے طور پر نہ ہو، کہ لہو ولعب حرام ہے)۔

بلکہ تعلیل ان کے ساتھ اس قول کی بظھور الخیانۃ شاہد بین ہے کہ یہ منع کرنا ان کا اسی شخص کے حق میں ہے جو مظنون خیانت اور تلہی کا ہو۔ کما لا یخفی

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور کہا بیچ فتاوی عالم گیری کے

ھذا کلّہ فی القا ضی المجتھد و امّا المقلّد فا نّما ولاہ لیحکم بمذ ھب ابی حنیفہ مثلاً فلا یملک المخا لفۃ فیکو ن معزو لاً بالنّسبۃ الی ذا لک الحکم ۔ ھکذا فی الفتح القدیر

(کہ یہ سب باتیں قاضی مجتہد کے باب میں ہیں، اور مقلد کو تو ولائت قضا اس شرط پر دی گئی ہے کہ (مثلاً) امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر حکم کرے۔ وہ تو مخالفت کا اختیار نہیں رکھتا۔ ورنہ معزول ہو جاوے گا بہ نسبت اس حکم خلاف شرط کے)۔

اقول۔ معزول ہونا قاضی حنفی مقلد کا اس حکم میں جو برخلاف مذہب ابوحنیفہؒ کے ہو، اس جہت سے نہیں کہ اس پر تقلید ابوحنیفہؒ کی واجب تھی تو کہ مفید مدعا مؤلف کے ہو، بلکہ اس جہت سے ہے جو خود کلام ابن الہمام میں موجود ہے۔ یعنی مخالفت ولایت خاصہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی جہت سے۔ اوراس میں کسی کی تاویل کو دخل نہیں اس لئے کہ

تصنیف را مصنف نیکو کند بیان آوردہ

خود فرماتے ہیں فانّما و لاہ لیحکم بمذھب ابی حنیفہ ۔اوراسی پر تفریع کرتے ہیں فیکون معزو لاً کو۔اور یہ بات ایسی ہے کہ اس سے کوئی ادنی طالب علم بھی انکار نہ کرے، جیسا کہ کوئی بادشاہ کی طرف سے قاضی کسی شہر کا مقرر اور متعین ہو۔ پھر وہ قاضی اس شہر کا دوسرے شہر کے قضایا میں حکم دے تو بھی معزول ہوگا بہ نسبت اس حکم کے بسبب مخالفت کے ولایۃ خاصۃ سے۔ تو اس سے تھوڑا ہی لازم آتا ہے کہ اس شہر کی تخصیص اس کو شرعاً قطع نظر ولایت سے واجب ہو جاوے ۔ یہ تو کوئی اہل عقل نہیں کہے گا

اور لکھا ہے اشباہ ونظائر وغیرہ میں اگر حکم سلطان روم کا اس طرح پر صادر ہو کہ ممالک محروسہ سلطانیہ کے قضاۃ کسی کا دعوی پندرہ برس کے بعد نہ سنا کریں، بلکہ بعد پندرہ برس کے اس کے دعوی کو باطل سمجھیں، تو واجب ہے ان پر کہ اس دعوی کو نہ سنیں۔

تو دیکھو کہ قضاۃ خلاف حکم سلطانی حکم نہیں دے سکتے اس امر خاص میں۔ تو اس سے اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ حکم شرع کا ہے کہ قضاۃ اپنے فرمان اور کاغذ میں اس حکم کو نافذ فرماتے ہیں، محض نادانی ہے اس کی ۔

لو امر السّلطان بعدم سماع الدّعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ لا تسمع و یجب علیہ عدم سماعھا کذا فی الا شباہ (اگر بادشاہ حکم کرے کہ پندرہ برس کے بعد دعوی نہ سنا جاوے تو قاضی پر واجب ہے کہ نہ سنے)

پھر جو کوئی اس وجوب سے وجوب شرعی سمجھے اس کی اپنی بے وقوفی ہے، صاحبِ اشباہ کا کیا قصور؟

قال (مؤلف تنویر الحق) ۔اور کہا درالمختار میں بیچ کتاب القضا کے:

و فی الو ھبا نیۃ للشر نبا لی یفتی من لیس بمجتھد کحنفیۃ زما ننا بخلا ف مذ ھبہ عا مداً فلا ینفذ اتفا قاً ۔ (وہبانیہ میں ہے کہ، جو شرنبالی نے تالیف کی ہے، فتوی دے وہ شخص کہ نہیں مجتہد مانند حنفی زمانہ ہمارے کے بخلاف مذہب اپنے کے قصداً، پس نہ جاری کیا جاوے حکم اس کا اتفاقاً)۔

اقول مستعیذاً با للّٰہ من المحرّ فین الضا لین المضلّین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الّذین یحرّ فو ن الکلم عن موا ضعه و لا یخا فو ن یو م الدّ ین

شرنبالی کے کلام میں یفتی کا لفظ نہیں ہے جیسا کہ مؤ لف نے نقل کیا ہے یفتی من لیس ... الخ ۔ اور ترجمہ بھی یفتی کا کیا ہے کہ فتوی دے ۔ بلکہ ان کے کلام میں لفظ قضا کا واقع ہے ۔ چنانچہ درمختار میں موجود ہے :

و فی شر ح الو هبا نیة للشّر نبا لی قضی من لیس مجتهداً کحنفیة زما ننا بخلاف مذ هبه عا مداً لا ینفذ اتفاقا و کذا لک ناسیا عند هما الی آ خر ما فی الدر المختار ۔

سو جب کہ لفظ قضی کا ہوا تو معنی یہ ہوئے کہ قضا اپنے مذہب کے خلاف عمداً نافذ نہ ہوگی تو سبب اس کا وہی ہے جو شیخ ابن الہمامؒ کے کلام میں گزر چکا ۔ یعنی مخالفت ولایۃ خاصہ کی، تو ہم کو یہ روایت کسی طرح مضر نہ ہوئی ۔ لیکن مؤ لف رئیس المحر فین کی چالاکی دیکھو کہ قضی کو یفتی بنا کر ترجمہ اس کا یہ کردیا ہے کہ فتوی دے ۔

اس لئے جو قضا علی خلاف المذاہب کے عدم نفاذ سے وجوب تقلید مذہب معین کا ثابت کیا تھا، اس کا جواب تو صریح کلام ابن الہمام سے واضح ہی تھا، تو سمجھا کہ شائد کوئی مطلع ہو جائے گا ۔ اس واسطے اس عبارت میں قضی کو یفتی بنا دیا تا کہ عدم نفاذ فتوی خلاف المذہب کا بھی ثابت ہو اور التزام مذہب معین واجب ہو ۔ لیکن یہ نہ سمجھا کہ کوئی درالمختار کو بھی دیکھ سکتا ہے ۔ بریں عقل و دانش بباید گریست ۔ اگر ناظرین اس تحریف صریح پر مطلع ہوکر بھی اس کی خیانت سے متنبہ نہ ہوں تو خدا حافظ ۔

واضح ہو مسئلہ قضاء علی خلاف المذہب ہر چند کہ قابل تحقیق تھا، لیکن چونکہ اس محل سے کچھ تعلق نہ رکھتا تھا اس لئے اس سے سکوت واقع ہوا ۔

تنبیہ ۔ پس اب دلائل واہیہ مؤ لف کے تمام ہوئے اور جیسے ان کا حرفاً حرفاً ردّ ہوگیا ہے وہ بھی علماء کو معلوم ہوگیا ۔ اب آگے اس کی آخر بات تک کا جو خرافات کیا ہے تو وہ ہماری بعض روایتوں سے جواب دیا ہے ۔

پہلی روایت عالم گیری کا جواب دیا ہے دو وجہ سے ۔ سو جواب ان دونوں وجھوں کا ہم دے چکے بعد نقل کرنے اس روایت کے ۔

اور پھر تحلیف شہود پر مذہب ابن ابی لیلی سے جواب دیا ہے دو وجہ سے ۔ سو وجہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اول کا جواب تو اسی مقام میں دے دیا ہے کہ جہاں روایت نقل کی تھی اور وجہ ثانی کا جواب اب دیتے ہیں۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور وجہ دوسری یہ ہے کہ قسم کھلانا گواہوں کا ایک قسم ہے تزکیہ کا اور تزکیہ گواہوں کا آئمہ اربعہ کا مذہب ہے۔

اقول۔ اگر اس طرح کا اتحاد اقوال و مذاہب میں معتبر ہو تو کوئی صورت مخالف آئمہ اربعہ کے جہان میں نہیں نکلے گی۔ مثلاً وہی صورت جو مئولف نے وجہ اول میں طریق اول سے بیان کی تھی اور کہا تھا کہ یہ نماز چاروں کے نزدیک باطل ہے اس دلیل سے باطل نہ ہوگی کہ یہ نماز شق آخر ہے مذاہب آئمہ اربعہ سے۔ اسلئے کہ جواب مؤلف کا اس میں بھی جاری ہوسکتا ہے اس طرح کہ یہ بھی ایک نماز ہے اور نماز کے چاروں آئمہ قائل ہیں۔ غرض کہ جتنی صورتیں اجماع مرکب کے قائل نکالتے ہیں، جیسا کہ توضیح میں بیان کی گئی ہیں سب واہی ہو جائیں گی۔ اسلئے کہ اس طرح کا اتحاد سب صورتوں میں پیدا ہوسکتا ہے۔

قال۔ اور پھر قاضی ابی عاصم عامری کی روایت سے جواب دیا ہے، دو وجہ سے

اقول۔ سو جواب ان دونوں وجھوں کا ہم پہلے مقام میں دے چکے ہیں۔

قال (مؤلف تنویر الحق) اور بعض لوگ شبہ کرتے ہیں اس عبارت سے کہ نقل کیا اس کو قرافیؔ نے

انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یقلّد من شاء من العلماء من غیر نکیر۔

پس جواب اس کا یہ ہے کہ عبارت مقید ہے ساتھ نو مسلم ہونے کے، یعنی جو نیا مسلمان ہوا اس کو اختیار ہے کہ اختیار کرے تقلید کسی عالم مجتہد کی آئمہ اربعہ میں سے۔ سو اس میں کسی کو کلام نہیں اور مراد علماء سے آئمہ اربعہ ہیں، اس واسطے کہ اجماع منعقد ہوا ہے اوپر نہ کرنے اس عمل کے کہ مخالف ہوا آئمہ اربعہ کے اور کلمہ من کا تبعیضیہ ہے۔ پس معنی اس کے یہ ہوئے کہ جو شخص نو مسلم ہو پس اس کو لازم ہے یہ کہ تقلید کرے ایک عالم کی آئمہ اربعہ میں سے۔

اقول۔ یہ اخیر تلبیس ہے جناب مؤلف کی باب ثانی میں عصمنا اللّٰه منه۔

پس پہلے تمام کلام قرافی کا جس کا مؤلف نے جواب دیا ہے عبارت مسلّم الثبوت اور شرح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

بحرالعلوم سے سننا چاہیے کہ بعد اس کے مؤلف کی خیانت ظاہر ہو جائے گی۔
کہا مسلّم الثبوت میں اور شرح بحرالعلوم میں:

فرع قال الامام اجمع المحققون علی منع العوام من تقلید اعیان الصحا بة فانّ اقوا لهم قد تحتا ج فی استخرا ج الحکم منها الی تنقیة کما فی السّنّة و لا یقدر العوا م علیه بل یجب علیهم اتبا ع الّذین سبروا ای تعمّقوا و بوّ بوا ای اوردوا ابواباً لکلّ مسئلة علی حدة فهذّ بوا مسئلة کل با ب و نقحوا کل مسئلة من غیر ها و جمعوا بجا مع و فر قوا بفارق و علّلوا ای اوردوا لکل مسئلة ممسئلة علّة و فصّلوا تفصیلاً یعنی یجب علی العوا م تقلید من تصدی لعلم الفقه لا لاعیان الصحا بته و علیه ابتنی ابن الصلا ح منع تقلید غیر ا لآ ئمة الا ربعة هم ا لا مام الهمام امام ا لآ ئمة ابو حنیفه الکو فی و الامام ما لک و الشا فعی و ا لا مام احمد لا ن ذا لک المذکور لم یدر فی غیر هم و فیه ما فیه فی الحا شیة قا ل القرا فی انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یقلّد من شاء من العلماء من غیر نکیر و اجمع الصّحا بة علی ان من استفتی ابا بکر و عمر امیری المؤمنین فله ان یستفتی ابا هریره و معا ذ بن جبل و غیر هما و یعمل بقو لهم بغیر نکیر فمن اد عی بر فع هذین الا جما عین فعلیه البیا ن۔ انتهی۔ فقد بطل بهذ ین ا لا جما عین قول ا لا مام

و قو له اجمع المحققون لا یفهم منه ا لا جماع الّذی هو حجّة حتّی یقا ل یلز م تعا ر ض ا لا جما عین بل الّذی یکو ن مختا راً عند احد و یکو ن الجما عة متفقین علیه یقا ل اجمع المحققون علی کذا۔

ثمّ فی کلا مه خلل آ خر و هو انّ التّبویب لا د خل له فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التّقليد وكذا التّفصيل فانّ المقلد ان فهم مراد الصحابى عمل والّا سأل عن مجتهد آخر فافهم۔ وبطل بهذا قول ابن الصّلاح ايضاً ثم فى كلامه خلل آخر اذا المجتهدون الآخرون ايضاً بذلوا جهدهم مثل الآئمة الاربعة وانكار هذا مكابرة وسوء ادب فالحقّ انه انما منع من منع التقليد غيرهم لانه لم يبق رواية مذهبهم محفوظة حتى لو وجد رواية صحيحة من مجتهد آخر يجوز العمل بها الا ترى ان المتأخرين افتوا بتحليف الشهود اقامة له مقام التزكية على مذهب ابن ابى ليلى۔

(امام الحرمینؒ نے کہا ہے کہ محققین اس پر متفق ہیں کہ عام لوگ صحابہ کی پیروی نہ کریں کیونکہ ان کے اقوال سے حکم، حدیث کی طرح بدقت نکلتا ہے اور عام لوگ اتنی قدرت نہیں رکھتے، بلکہ عوام کو فقہاء کی پیروی چاہیے صحابہ کی نہیں۔ اور ابن صلاحؒ نے اس بنیاد پر آئمہ اربعہ کے سوا دیگر کی تقلید سے منع کیا ہے۔ کیونکہ مذاہب اربعہ ان کے سوا دیگر مذاہب میں مسائل صاف نہیں پائے جاتے۔ اور اس میں اعتراض ہے۔

حاشیہ میں ہے کہ قرافیؒ کہتے ہیں کہ اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جو مسلمان ہے اس کو روا ہے کہ علماء میں سے جس کی چاہے تقلید کرے۔ اور صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ جو امیر المؤمنین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فتوی پوچھے اسے حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل وغیرہ سے فتوی پوچھنا اور بلا دھڑک ان کے اقوال پر عمل کرنا جائز ہے۔ جو کوئی ان دونوں اجماعوں کے اٹھ جانے کا دعوی کرے، اسے لازم ہے کہ دلیل لائے۔ تو ان دونوں اجماعوں سے امام الحرمین کا قول باطل ہو گیا۔

اور امام الحرمین کے قول محقق جمع ہو گئے ہیں، سے وہ اجماع مراد نہیں ہے جو حجۃ ہے، کہ یہ کہا جاوے کہ دو اجماعوں میں مخالفت لازم آتی ہے۔ بلکہ جو امر کسی کا مختار اور پسندیدہ ہوتا ہے اور ایک گروہ خاص اس پر متفق ہو جاتا ہے تو یوں کہہ دیتے ہیں کہ اس بات پر محقق جمع ہو گئے ہیں۔

پھر اس کے کلام میں ایک اور خرابی ہے، وہ یہ کہ ابواب بندی کو پیروی میں کیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دخل ہے۔ کیونکہ اگر مقلد، مراد صحابی کو سمجھ لے تو عمل کر لے گا اور نہیں تو اور مجتہد سے پوچھ لے گا۔ اور اس سے ابن صلاحؒ کا قول بھی باطل ہو گیا۔

پھر اس کے کلام میں ایک اور خلل یہ ہے کہ مثل آئمہ اربعہ کے اور مجتہدوں نے بھی کوششیں کی ہیں، اور اس کا انکار ہٹ دھرمی اور گستاخی ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ سوائے آئمہ اربعہ کے دیگر کی تقلید سے جس کسی نے منع کیا ہے، اس نے یہ وجہ ٹھہرائی ہے کہ دیگر مذاہب کی روایتیں محفوظ نہیں رہی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی اور مجتہد سے روایت صحیح مل جائے تو اس پر عمل جائز ہے۔ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ متاخرین نے قائم مقام تزکیہ کے ابن ابی لیلیٰؒ کے مذہب کے موافق گواہوں کے قسم دلانے پر فتوی دے دیا ہے)۔

تو معلوم کرو کہ حضرت مؤلف (تنویر الحق) نے اس جواب میں دو فریب کئے ہیں۔ اول یہ کہ جس اجماع قرافی کا یہ مضمون ہے کہ اجماع مسلمین کا قرون اولی سے لے کر اب تک منعقد ہے کہ نو مسلم کو اختیار ہے کہ جس کی چاہے تقلید کرے، اسی اجماع سے اکابر حنفیہ ناقلین اس اجماع کے اسی کتابوں میں تخصیص مذاہب اربعہ کو جو مختار ہے ابن صلاح کا باطل کرتے ہیں۔ جیسا کہ عبارت مسلم الثبوت اور شرح مسلم الثبوت سے اور سابق میں عبارت تقریر اور مغتنم الحصول سے معلوم ہوا۔ جناب مؤلف اسی اجماع مبطل سے تخصیص مذاہب اربعہ میں فرماتے ہیں کہ اس میں لفظ علماء سے آئمہ اربعہ مراد ہیں اور باعث اس تخصیص مراد پر کیسے واہی اجماع مرکب مصنوعی جعلی بے دلیل کو ٹھہراتے ہیں جس کی قرار واقعی خاک اڑائی گئی ہے۔ اور اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ اجماع زمانہ صحابہ اور تابعین سے منعقد ہے، حالانکہ اس وقت آئمہ اربعہ کا تولد بھی نہیں ہوا تھا۔ پھر قبل تولّد کے ان کو واسطے تقلید کے خاص کرنا، معنی لفظ علماء سے مراد رکھنا، بڑی چالاکی اور جھوٹ دلیرانہ ہے۔ ایسی توجیہہ اور تاویل اور تلبیس اور تسویل آج تک سوائے مؤلف کے کسی سے صادر نہیں ہوئی۔

دوسرا فریب یہ ہے کہ دوسرے اجماع کو جو قرافیؒ نے نقل کیا ہے، جس کا یہ مضمون ہے کہ جو لوگ تقلید کرتے تھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تو وہی لوگ تقلید کر لیتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت معاذؓ کی، اور اس سے وجوب تخصیص ایک مذہب کا باطل ہوتا ہے، اس کو جناب مؤلف نے اڑا دیا۔ اور کہا کہ من تبعیضیہ ہے۔ تو معنی یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئے کہ کسی ایک کی تقلید کرے۔ اور یہ نہ سمجھا کہ من تبعیضیہ ہونے سے تقلید بعض غیر معین کی ایک وقت میں اور ایک مسئلہ میں تو بے شک ثابت ہوتی ہے، لیکن یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اسی بعض معین کی تقلید بالتخصیص ہر مسئلہ اور ہر حادثہ میں واجب ہو جائے۔ کیا تبعیض مستلزم ہے تعیین کو؟ باوجودیکہ خود اجماع صحابہ کا اس تعیین کو باطل کر رہا ہے۔ پس مؤلف کی تخصیص ساتھ کسی عالم کے آئمہ اربعہ میں سے بھی باطل ہوئی، اور من تبعیضیہ کہہ کر پھر اس کو ایک بعض میں منحصر کہنا بھی غلط ہوا۔ اور معنی اس اجماع کے جو قرافی سے نقل کیا ہے بانضمام اجماع ثانی کے، جو ہم نے نقل کیا ہے، یہ ہوئے کہ جو کوئی نو مسلم ہووے تو اس کو جائز ہے تقلید کسی عالم غیر معین اہل حق کی خواہ وہ آئمہ اربعہ میں سے ہوں خواہ غیر ان کا۔ اور اس کو جائز ہے کہ کبھی کسی ایک عالم اہل حق کی تقلید کرے اور کبھی دوسرے کی۔ اور یہی ہے مقتضائے کتاب اللہ کا اور حدیث رسول اللہ ﷺ کا اور قیاس کا اور تصریحات جمہور سلف اور محققین خلف کا، جیسا کہ دلائل اور نقول عدم التزام میں پہلے گزرا۔ پھر اب جو مخالف ہوا اس سبیل کا اور طاعن ہوا اس پر، تو وہ مخالف صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و علماء مجتہدین کا ہوگا۔ اور جب ان لوگوں سے مخالف ہوا تو تتبع غیر سبیل المؤمنین کا ہوا اور ایسی مخالفت سے خدا تعالیٰ سارے مسلمانوں کو محفوظ رکھے

واللّٰہ اعلم بالصّواب۔ فاعتبروا یا اولی الالباب

اصل مطلب صاحب رسالہ تنویر الحق کا دوسرے باب میں یہ ہے کہ تقلید ایک مجتہد خاص کی واجب ہے اور اس پر اجماع پایا گیا، اور مخالف اس کا مردود اور لا مذہب اور منکر اجماع کا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں دعوے مؤلف رسالہ مذکورہ کے لغو اور پایہء اعتبار شرعی سے ساقط ہیں۔ اسلئے کہ اس میں نہ کوئی دلیل وجوب شرعی اور نہ دلیل اجماع شرعی کی پائی جاتی ہے کہ دعویٰ مؤلف کا نزدیک واقفان قواعد شرعیہ کے قابل حجت اور سماعت کے ہو۔

وجوب شرعی اور اجماع شرعی

اب حقیقت حال وجوب شرعی اور اجماع شرعی کی کان لگا کر سنو کہ بطلان اس کا ہر ادنی اور اعلی پر واضح ہوگا۔ پس تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وجوب ایک حکم ہے احکام شرعی میں سے،

اور حکم نزدیک اہل سنت و جماعت کے خطاب الٰہی ہے، کہ متعلق ہوتا ہے ساتھ فعل مکلّف کے ازروئے وجوب کے یا ازروئے اباحت کے۔

حق تعالیٰ فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

ان الحکم الّا للّٰہ (نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے)۔ اور اس کی شرح یوں ہے:

الحکم عندنا خطاب اللّٰہ تعالیٰ المتعلق بفعل المکلّف اقتضاءً او تخییراً کذا فی مسلّم الثبوت و تحریر ابن الھمام و غیرھما من کتب الاصول (حکم ہمارے نزدیک اللہ کا خطاب ہے، مکلّف کے کام سے تعلق رکھتا ہے واجب یا مستحب کے طور پر)۔

اور دلائل قرآن وحدیث کے باعتبار شرعیہ کے چار طرح پر ہیں:

☆ دلیل اول قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ کہ احتمال تاویل کا اس میں نہیں ہوسکتا، جیسے کہ آیات صریحہ اور احادیث متواترہ صریحہ۔ اور اس دلیل سے فرض قطعی اور حرام ثابت ہوتا ہے۔

☆ اور دلیل دوسری قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ، جیسی کی آیات و احادیث کہ جن میں تاویل کو دخل ہے۔ اور اس دلیل سے فرض عملی ثابت ہوتا۔

☆ اور تیسری دلیل ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ۔ چنانچہ اخبار احاد صریحہ کہ مجال تاویل کی اس میں نہیں ہوسکتی اور اس دلیل سے وجوب اصطلاحی اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا۔

☆ چوتھی دلیل ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ۔ جیسے کہ اخبار احاد کہ جن میں احتمال تاویل کا پایا جاتا ہے اور اس سے سنت اور مستحب ثابت ہوتا ہے۔

اعلم ان الادلۃ اربعۃ انواع۔ الاول قطعی الثبوت والدلالۃ کالآیات القرآنیہ والاحادیث المتواترۃ الصّریحۃ الّتی لا تحتمل التاویل

من وجہ الثانی قطعی الثّبوت ظنی الدلالۃ کالآیات و الاحادیث المؤلۃ،

الثالث ظنّی الثبوت قطعی الدلالۃ کالاخبار الاحاد الصریحۃ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الرابع ظنی الثبوت والدلالۃ ، کالاخبار الاحاد المحتملۃ المعانی ۔

فالاول یفید القطعی۔ والثانی یفید الظنی ای ھو الفرض العملی۔ والثالث یفید الواجب والمکروہ تحریماً ۔ والرابع یفید السنۃ والاستحباب ۔ ھکذا فی الطحطاوی وغیرہ من کتب الاصول والفروع الحنفیہ ۔

اب علماء حقانی بعد وضوح و بیان دلائل اربعہ شرعیہ کے راہ انصاف سے غور فرما کر ارشاد کریں کہ اگر کوئی بھی دلیل ان دلائل اربعہ مذکورہ بالا سے وجوب تقلید ایک مجتہد خاص پر پائی جاتی ہو تو صاف بیان کریں کہ حق ظاہر ہو جاوے۔ و برائے خدا کتمان حق نہ کریں اسی واسطے سلف سے خلف تک کسی نے کوئی دلیل شرعی اس وجوب تقلید ایک مجتہد خاص پر قائم نہیں کی ۔ ہاں اگر ہو تو مؤلف رسالہ کا بیان کرے کہ حق و باطل میں امتیاز ہو جاوے۔ اور بلا دلیل شرعی کے غلو کرنا دین میں سراسر مذموم ہے جیسا کہ خدا تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم۔(نساء:۱۷۱)

حکم وجوب شرعی کا تو حال معلوم ہو چکا، اب آگے حکم اجماع شرعی کا حال سنو۔

پس اجماع شرعی کے واسطے دو امر ضروری ہیں:۔

پہلا امر یہ کہ اتفاق سارے مجتہدین ہم عصر کا اس مت سے اوپر امر شرعی کے متحقق ہو۔ اور دوسرا امر یہ کہ سند اس کی قرآن وحدیث سے پائی جاوے ، کیونکہ نہ پایا جانا سند کا مستلزم خطاء کو ہوگا، اور حکم کرنا دین میں بلا دلیل خطا ہے۔

پس اگر یہ دو امر ثابت نہ ہوں تو اجماع شرعی متصور نہ ہوگا ، اگر چہ ہزاروں جمع ہو جاویں دین کے کسی کام پر، مگر اہل اجتہاد سے نہ ہوں ، اور سند اس کی کتاب و سنت سے نہ پائی جاتی ہو، تو ایسے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں شرع میں، اس واسطے کہ اجماع شرعی عبارت ہے قول کل سے، اور قول کل کا بلا دلیل شرعی کے باطل ہے۔ تو یہ اجماع بھی باطل ہوگا۔ اور ایسا اجماع بے سند کہ جس پر اتفاق تمام مجتہدین ہم عصر کا نہ پایا جائے اور نہ کوئی سند اس کی کتاب وسنت سے پائی جاوے، باوجود اس کے ایسے اجماع کو من جملہ ادلہ شرعیہ سے جاننا اور حکم اجماع شرعی میں شمار کرنا سراسر کج فہمی اور نادانی ہے ۔ بلکہ ایسا اجماع ما

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وجدنا علیه آباءنا ۔(المائدہ:۱۰۴) کے حکم شامل ہوگا کہ جس پر خدا تعالیٰ نے الزام دیا ہے اور غصہ فرمایا۔ توضیح اور تلویح کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

اما الخامس ففی السند والناقل جمعهما فی بحث واحد لانّهما سببان۔ فالاول سبب ثبوت الاجماع۔ والثانی سبب ظهوره۔ والجمهور علی انه لا یجوز الاجماع الا عند سند من دلیل او امارة لان عدم السند یستلزم الخطاء اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطا۔ انتهی ما فی التلویح مختصراً

الاجماع وهو لغة العزم والاتفاق کلاهما من الجمع و اصطلاحاً اتفاق المجتهدین من هذه الامة فی عصر علی امر شرعی ولا ینعقد باهل البیت وحدهم خلافاً للشّیعة ولا بالشّیخین عند الاکثر ولا بالخلفاء عند الاکثر ولا بالخلفاء الاربعة خلافاً لاحمد۔ وعن مالک الانعقاد بالمدینة فقط لا اجماع الا عن مستند علی المختار لنا اولا الفتوی بلا دلیل شرعی حرام الی آخر ما فی مسلّم الثبوت فان حجیة الاجماع لیست الّا لانّه اتّفاق المجتهدین من حیث هم مجتهدون واذا کان الفتوی لا عن دلیل واجتهاد فلیس هو قول المجتهد من حیث هو مجتهد۔ انتهی ما قال العلامه عبد العلی لکهنوی مختصراً فی شرح مسلّم الثبوت

قال الشیخ ابن الهمام فی التحریر الاجماع العزم والاتفاق لغة واصطلاحاً اتفاق مجتهدی عصر علی امر شرعی ولا ینعقد باهل البیت وحدهم خلافاً للشیعة ولا ینعقد بمجتهدی المدینة طیبة وحدهم خلافاً لمالک ولا اجماع الّا عن سند۔ انتهی کلامه

وبالجملة یلزم احد الامرین کون الباطل صواباً اوکون

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الا جماع خطاءً لا ن ا لا جماع قول کل و قول کل بلا دلیل محر م فقول وا حد بلا دلیل با طل البتۃ کذا افاد العلا مۃ عبد العلی الکھنوی فی شرح التحریر للشیخ ابن الھمام ۔

(پانچویں بحث ۔ سند اور ناقل میں دونوں ایک ہی بحث میں ہے، اس لئے کہ دونوں سبب ہیں۔اول سبب ثبوت اجماع ہے اور دوسرا اس کے ظہور کا۔ اور جمہور اس پر ہیں کہ اجماع جائز نہیں بغیر دلیل اور قرینہ کے کیونکہ بغیر سند کے اجماع میں خطا لازم ہے، کیونکہ حکم دین میں بغیر دلیل کے خطا ہے۔ ہوچکی عبارت جو تلویح میں ہے ۔

لغت میں اجماع، قصد اور اتفاق کو کہتے ہیں اور دونوں جمع سے ماخوذ ہیں۔ اور اصطلاح میں اس سے مراد امت کے مجتہدوں کا ایک امر شرعی پر ایک زمانہ میں جمع ہونا ہے۔ اور فقط اہل بیت سے اجماع منعقد نہیں ہوتا جیسے کہ اہل تشیع کہتے ہیں ۔ اور نہ فقط شیخین سے نزدیک اکثر لوگوں کے ۔ اور نہ فقط خلفاء اربعہ سے جیسا کہ امام احمدؒ کہتے ہیں ۔ اور امام مالکؒ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ سے ہی اجماع ہے، مگر مذہب مختار یہ ہے کہ بغیر سند کے اجماع نہیں اور ہماری دلیل پہلی یہ ہے کہ فتوی بغیر دلیل کے حرام ہے چنانچہ پوری عبارت مسلم الثبوت میں ہے کیونکہ حجت ہونا اجماع کا اس وجہ سے کہ وہ اتفاق مجتہدین کا ہے، اس حیثیت سے کہ وہ مجتہد ہیں۔ جب فتوی بغیر دلیل اور اجتہاد کے ہوا تو وہ مجتہد کا اجتہادی قول نہ رہا۔ ہوچکی عبارت جو مولوی عبدالعلی لکھنوی نے شرح مسلّم الثبوت میں کہی ہے ۔

شیخ ابن ہمامؒ نے تحریر میں کہا ہے کہ اجماع لغت میں عزم و اتفاق کو کہتے ہیں اور اصطلاح کے طور پر اتفاق کرنا مجتہدین کا ایک زمانے میں ایک امر شرعی پر اجماع کہلاتا ہے، اور فقط اہل بیت سے اجماع منعقد نہیں ہوتا جیسا کہ رافضی کہتے ہیں اور نہ اکیلے مجتہدین مدینہ سے جیسا کہ امام مالک کہتے ہیں۔ البتہ اجماع بغیر سند کے نہیں ہوتا ۔ ہوچکی عبارت تحریر کی ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات لازم آئے گی ۔ یا جھوٹ کا سچ ہونا ، یا اجماع کا خطا پر ہونا، کیونکہ اجماع سب کے قول کو کہتے ہیں اور ایک بات کا سب کو مل کر بغیر دلیل کے کہنا حرام ہے، تو ایک کی بات بھی بے شک حرام ہے ۔ یوں ہی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہا عبدالعلی نے شرح تحریر میں)۔

اور جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ، حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ اتباع کرنا اجماع بغیر سند شرعی کا تحریفات دین کا موجب ہوتا ہے:

و منها اتباع الاجماع و حقيقته ان يتفق قوم من جملة الملة الّذين اعتقد العامة فيهم الاصابة غالباً او دائماً على شيء فيظن ان ذالك دليل قاطع على ثبوت الحكم و ذالك فيما ليس له اصل من الكتاب و السّنّة و هذا غير الاجماع الذى اجمعت الامة عليه فانّهم اتفقوا على القول بالاجماع الذى مستنده الكتاب او السنة او الاستنباط من احدهما و لم يجوزوا القول بالاجماع الّذى ليس مستند الى احدهما و هو قوله تعالى و اذا قيل لهم آمنوا بما انزل اللّه قالوا بل نتّبع ما الفينا عليه آبائنا

(اور ان میں سے ایک اتباع اجماع کا ہے اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ متفق ہوں ایسے لوگ جن پر ظن غالب صواب کا ہے ایک امر پر اور گمان کیا جاوے کہ یہ ضرور ثبوت حکم کیلئے ایک دلیل قاطع ہے اور یہ ان مسئلوں میں جن میں آیت اور حدیث سے کوئی اصل نہیں ہے اور یہ وہ نہیں جس پر امت نے اتفاق کیا ہے کیونکہ انہوں نے اس اجماع پر اتفاق کیا ہے جس کی سند قرآن یا حدیث یا ان دونوں کے امر مستنبط پر ہو، اور وہ لوگ اس اجماع کو جائز نہیں رکھتے جس کی سند بطور مذکور نہ ہو، بلکہ وہ اس آیت کا مصداق ہے ۔ و اذا قيل لهم ...)۔

اور جناب قاضی ثناء اللہ قدس سرہ رسالہ اصول فقہ ، جو بنا بر فرمائش اپنے پیر مرشد جناب مرزا جانجاناںؒ دھوم دھام سے لکھا ہے، میں فرماتے ہیں:

کسے کہ لازم گیرد برخود مذہبی معین مثل مذہب ابی حنیفہ۔ پس بعضے گویند کہ جائز نیست آنرا تقلید دیگرے ۔ و بعضے گویند کہ در مسائلے کہ موافق فتوی ابی حنیفہ دراں عمل کردہ است تقلید دیگرے جائز نیست ۔ و در آنچہ عمل نہ کردہ است ہر کرا خواہد تقلید نماید۔ و کسیکہ برخود مذہبی لازم نگرفتہ است بر تمام اقوال مذکورہ وے را جائز ست کہ تقلید ہر کہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

خواہد بکند۔ لیکن بعد ازاں کہ در بعضے مسائل تقلید ابی حنیفہ کرد و در بعضے تقلید شافعی پس جائز نیست اورا کہ درانچہ تقلید شافعی کردہ تقلید ابی حنیفہ بکند بالعکس وبعضے گویند کہ مذہب لازم گرفتہ باشد یا نہ وعمل نمودہ باشد یا نہ جائز است ہر مقلد را تقلید ہر مجتہد۔ وایں اقرب ست بتحقیق چہ حق تعالی دریں باب ہیچ لازم نہ کردہ است وبدون التزام ہیچ لازم نشود قولہ تعالی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ (نحل:۴۳)۔ عام است مقید ہیچ یکے ازیں قیود نیست ودر صدر اول عوام از خواص عند الحاجت استفتاء مے نمودند وعمل مے کردند ومبالات ازیں قیود مروی نیست۔

پس قول مؤلف تنویر الحق کا کہ آیہ فاسئلوا اھل الذکر خاص ہے اور تقلید ایک مجتہد کی واجب ہوئی ہے بالاجماع، رد ہو گیا ساتھ قول قاضی صاحب قدس سرہ کے اور جاء الحق و زھق الباطل۔ واضح ہوا۔ اللھم ارنا الحق حقاً و الباطل باطلاً برحمتک۔

اب وصیت شیخ اکبر، کبریت احمر، جن کو مولانا عبد العلیؒ اور مولانا نظام الدینؒ وغیرہ خاتم ولایت احمدیہ کہتے ہیں، آخر فتوحات مکیہ سے نقل کی جاتی ہے:

و صیّۃ الّذی او صیک بہ ان کنت عا لماً فحرا م علیک ان تعمل بخلاف ما اعطا ك اللّٰہ دلیلک و یحر م علیک تقلید غیر ك من تمکنک من حصو ل الدّ لیل فا ن لم تکن فی ھذہ الدّر جۃ و کنت مقلداً فا یّا ك ان تلتز م مذ ھبا بعینہ بل اعمل کما امر ك اللّٰہ و ھو ان تسأ ل اھل الذّ کر ان کنت لا تعلم۔ و اھل الذّ کر ھم العلماء با لکتا ب و السّنّۃ و ا طلب رفع الحر ج فی ناز لتک ما استطعت و اسأ ل عن الرّ خصۃ فی ذا لک حتی تجد ھا فانّ اللّٰہ یقول ما جعل علیکم فی الدّین من حرج۔ و ان قا ل لک المفتی ھذا حکم اللّٰہ او حکم رسولہ فی مسئلتک فخذ بہ۔ و ان قا ل لک ھذا رأی فلا تأخذ بہ و سل غیرہ۔ (تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اگر تو عالم ہے تو تجھ پر حرام ہے کہ تو بر خلاف اس دلیل کے جو تجھے اللہ نے دی ہے عمل کرے، اور حرام ہے تجھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر تقلید غیر کی اس حالت میں کہ تجھے حصول دلیل پر قوت ہے۔ اور اگر تو اس درجہ میں نہیں بلکہ مقلد ہے تو ایک مذہب خاص کا التزام کرنے سے بچو۔ بلکہ عمل کر جس طرح پر تجھ کو اللہ تعالی نے حکم کیا ہے، وہ یہ کہ اگر تو نہیں جانتا ہے تو اہل ذکر سے پوچھ لے، اور اہل ذکر قرآن اور حدیث کے جاننے والے علماء ہیں۔ سو تو اپنی ضرورت میں رفع حرج کی خواہش کر جب تک قوت ہے اور رخصت کی تلاش کر یہاں تک کہ پائے کیونکہ اللہ فرماتا ہے دین میں تجھ پر تنگی نہیں کی گئی، ۔ اور اگر تجھے مفتی کہے کہ یہ اللہ تعالی یا اس کے رسول کا حکم ہے تیرے فلاں مسئلہ میں تو، تو اس پر عمل کر اور اگر کہے کہ یہ میری رائے ہے تو اس کو مت لے اور دوسرے سے پوچھ لے)

اور قاضی ثناء اللہ صاحب قدس سرہ کا مہر کیا ہوا ایک مختصر رسالہ ہمارے ہاتھ لگا ہے۔ چنانچہ اس رسالہ سے تھوڑی سے عبارت اس مقام میں نقل کی جاتی ہے:۔

و اما اذا لم یکن اہلیته ففرضه ما قال اللّٰه تعالی فاسئلوا اہل الذّکر ان کنتم لا تعلمون۔ و اذا جاز اعتماد المستفتی علی ما یکتب له المفتی من کلامه او کلام شیخه و ان علا فلان یجوز اعتماد الرّجل علی ما کتبه الثّقات من کلام رسول اللّٰه ﷺ اولی بالجواز و اذا قدر انه لم یفهم الحدیث فکما لم یفهم فتوی المفتی فسل من یعرف معناه فکذالک الحدیث و ان کان الرّجل متبعاً لابی حنیفه او مالک او الشّافعی او احمد رضی اللّٰه عنهم و رأی فی بعض المسائل ان مذهب غیره اقوی منه فاتبعه کان قد احسن فی ذالک و لم یقدح ذالک فی دینه و لا فی عدالته بلا نزاع بل هذا اولی بالحقّ و احبّ الی اللّٰه تعالی و رسوله ﷺ فمن یّتعصّب بواحد معین غیر الرّسول ﷺ و یری ان قوله هو الصّواب الّذی یجب اتباعة دون الآئمة الآخرین فهو ضال جاهل غایة ما یقال انه یسوغ او یجیب علی العامی ان یقلد واحداً من الآئمة من غیر تعین زید و لا عمرو۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتہی ما فیھا ۔ (جو اہل علم نہ، تو اس کے ذمہ پر یہ بات ہے کہ جو اللہ تعالی نے فرمائی ہے کہ اہل ذکر سے پوچھ لے اگر نہ جانے ۔، اور جب سائل کا اعتماد شرعاً اس پر جائز ہے جو مفتی اپنے یا اگلوں کے کلام سے لکھ دیوے، تو یہ بات بدرجہ اولی جائز ہے کہ ثقات دین نے جو آنحضرت ﷺ کا کلام لکھا ہے اس پر اعتماد کیا جائے ۔

اور جو یوں کہا جاوے کہ حدیث تو سمجھ میں نہیں آتی۔ تو جس طرح مفتی کا فتوی سمجھ میں نہیں آتا اور کسی ماہر سے اس کے معنی پوچھ لئے جاتے ہیں، اسی طرح حدیث سمجھ نہ آئے تو کسی سے پوچھ لو۔

اور اگر کوئی شخص ابو حنیفہؒ یا مالکؒ یا شافعیؒ یا احمدؒ کا مقلد ہو اور دیکھے کہ مذہب غیر کا اس کے مذہب سے قوی ہے اور اس کا اتباع کرے تو یہ اس نے اچھا کیا۔ نہ اس کے دین میں کوئی قدح نہیں ہوا اور نہ اس کی عدالت میں ۔ اور اس میں کسی اہل علم کا نزاع نہیں ہے بلکہ بہ نظر حق کے اولی ہے اور اللہ اور رسول کا پسندیدہ۔ سو جس کسی نے رسول کے سوا کسی شخص معین کے مذہب پر تعصب کیا اور یہ عقیدہ رکھا کہ یہی مذہب صواب اور واجب الاتباع ہے، دیگر آئمہ کا نہیں، تو وہ شخص گمراہ جاہل ہے ۔

انتہاء یہ کہ یوں کہا جاوے کہ ان پڑھ پر واجب ہے کہ بغیر تعین ایک کے آئمہ میں سے تقلید کرے اور کچھ زید و عمر کی تعین نہ کرے)

اور یہ عبارت بھی اسی رسالہ سے نقل کی جاتی ہے:

و من تعصّب بوا حد بعینه من الائمّة دون البا قین کا لرّا فضی و النّا صبی و الخارجی فھذه طریق اھل البدع و الا ھواء الذین ثبت با لکتا ب والسّنّة۔ والا جماع انّھم مذ مو مو ن خا رجون عن الشّریعة انتھی ما فی الرسالة فی العمل بالحدیث للقاضی الا جل ثناء الله صا حب تفسیر المظھری فمن شاء فلیرا جع الیھا

(جس نے رافضیوں اور ناصبیوں اور خارجیوں کی طرح دیگر آئمہ کو چھوڑ کر ایک کے مذہب کا تعصب کیا تو یہ طریقہ اہل بدعت اور نفسانیت کا ہے جن کے حق میں قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہو چکا کہ وہ ملامتی ہیں، شریعت سے خارج ہیں)

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بحث قلتین

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ مسئلہ پہلا بیچ بیان قلتین کے شبہ کرتے ہیں بایں طور کہ روایت کی گئی ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے

اذا کان الماء قلتین فانّه لا ینجس ۔(ابو داؤد : ۶۳)

(جس وقت پہنچے پانی دو قلے کو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا)

اور روایت کی گئی حضرت ابن عمرؓ سے کہ کہا:

سمعت رسول اللّٰه ﷺ سئل عن الماء یکون فی الفلاۃ من الارض وما ینوبه من الدّواب والسّباع فقال رسول اللّٰه ﷺ اذا بلغ الماء قلتین لم ینجسه شیء (ابو داؤد : ۶۴)

(سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ ﷺ سے کسی نے جنگل کے پانی کے باب میں پوچھا جس میں چوپایہ پیتے پلاتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب پانی دو قلوں کو پہنچ جائے تو اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی)

پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ جب کہ ہو پانی بقدر قلتین کے تو ناپاک نہ ہوگا جیسا کہ مذہب امام شافعیؒ کا ہے اور ہمیں نہیں معلوم ہوا ہے کہ امام اعظمؒ نے کس حدیث سے سند پکڑی ہے کہ پانی قلتین کا ناپاک ہو جاتا ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

اذا استیقظ احدکم من نومه فلا یغمس یده فی الاناء حتی یغسلها ثلاثاً فانه لا یدری این باتت یده (بخاری:۱۶۲۔مسلم:۲۳۷)

جس وقت تم میں سے کوئی نیند سے جاگے، تو ہاتھ کو تین دفعہ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں نہ ڈالے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ رات کو کہاں رہے)۔

کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں، نیچے اس حدیث کے:

وانّ اهل الحجاز کانوا یستنجون بالاحجار فاذا نام احدهم عرق فلا یامن النائم من ان یطوف یده علی ذالک الموضع النّجس فاذا وقع یده علی ذالک الموضع النّجس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يتجنس يده فا ذا يغمس يده تنجس ماء

(اہل حجاز ڈھیلوں سے استنجا کرتے تھے۔ جب وہ لوگ سوتے تو موضع نجاست پر ہاتھ پہنچتا تھا۔ پھر وہی ہاتھ پانی میں پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا تھا)۔

اور روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

لا يبولنّ احدكم فى الماء الدّا ئم الّذى لا يجرى ثمّ يغتسل فيه ـ متفق عليه ـ(صحیح بخاری:۲۹۳۔صحیح مسلم:۲۸۲)

(ہرگز پیشاب نہ کرے کوئی ٹھہرے پانی میں اور پھر اس میں نہاوے)

اور روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے:

اذا شرب الكلب فى اناء احدكم فليغسله سبع مرّات(بخاری: ۱۷۲۔مسلم:۲۷۹) (جس وقت کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھوڈالے)

اور روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے:

اذا ولغ الكلب فى اناء احدكم فليرقه ثم يغسله سبع مرّات (صحیح مسلم:۲۷۹)

(جس وقت کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کا پانی پھینک کر سات دفعہ دھو ڈالے)

اور روایت ہے حضرت عطاؒ سے:

ان حبشياً وقع فى زمزم فمات۔ قال فامر ابن الزّبير ان ينزو ماء زمزم ـ قال فجعل الماء لا ينقطع ـ قال فنظر فاذا هو عين تنبع من قبل الحجر الاسود قال ابن الزّبير حسبكم ـ رواه ـ ابو بكر بن ابى شيبه فى مصنّفه

(ایک حبشی زمزم میں گر کر مر گیا، عطاء کہتے ہیں کہ اس پر ابن زبیرؓ نے حکم دیا کہ چاہ زمزم کا پانی نکالا جائے۔ کہتے ہیں کہ پانی ٹوٹ نہ سکا۔ دیکھا تو حجر اسود کی طرف سے پانی کی ایک سوت ابلی چلی آتی ہے۔ تو ابن زبیرؓ نے لوگوں سے کہا کہ تمہیں اسی قدر پانی کا نکل جانا کافی ہے)۔

اور روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انّ زنجیاً وقع فی زمزم فما ت قا ل فا نزل الیه ر جل فاخرجه ثمّ قا ل انز حوا ما فیها من ماء زمزم ثمّ قا ل للذی فی البئر ضع دلو ك من قبل العین الّتی تلی البیت او الرّ کن فا نّها من عیو ن الجنّة رواه ابو بکر بن ابی شیبه فی مصنّفه

(ایک حبشی زمزم میں گر کر مر گیا۔ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ پھر ایک آدمی کنویں میں اتارا گیا جس نے اسے نکالا، پھر اس کا سارا پانی نکالنے کو لوگ مامور ہوئے، پھر اس آدمی سے جو کنویں میں تھا کہا کہ اس سوت کی طرف جو رکن کے پاس ہے اپنا ڈول رکھ دے۔یہ سوت چشمہ ہائے جنت سے ہے)۔

اور روایت ہے حضرت ابن عباسؓ وحضرت ابن الزبیرؓ سے

امر بنزح ماء زمزم عند وقوع زنجی و موته فیه ۔ رواه الدارقطنی

(امر کیا گیا زمزم کا پانی نکالنے کا جب ایک حبشی اس میں گر کر مر گیا تھا)

اور روایت ہے:

انّ زنجیاً وقع فی بئر زمزم فمات فیها ۔ فا مر ابن عباس و ابن الزّ بیر ان اخرج و امرا ان ینزح قا ل غلبتهم عین جا ء ت من الرّکن فا مر بها فدست با لقبا طی و المطارق حتّی نزحوها و الصّحا بة متوا فرو ن من غیر نکیر و لم ینکر منهم احد و کا ن ذا لک الافتاء بمحضر الصّحا بة و لم ینکر منهم احد ر ضی اللّه تعا لی عنهم ۔ رواه الطحاوی

(ایک حبشی زمزم کے کنویں میں گر کر مر گیا۔ پس حکم کیا ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ نے کہ کنویں سے حبشی کو نکالا جائے اور اس کا پانی کھینچا جائے۔راوی کہتا ہے کہ وہ سوت جو رکن کی طرف سے آتی تھی اس کا پانی نہ ٹوٹا۔سو اس سوت میں باریک کپڑے ٹھونس کر پانی نکالا۔اور صحابہ جمع تھے کسی نے انکار نہیں کیا)

اور روایت کیا ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے خالد بن مسلمہؒ سے:

انّ علیاً ر ضی الله تعا لی سئل عمن با ل فی بئر قا ل ینزح

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

۔ (حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ کوئی کنویں میں پیشاب کردے تو کیا کیا جائے۔آپؓ نے فرمایا کہ اس کنویں کا سارا پانی کھینچا جائے)

یہ صحیح حدیثیں، کہ بعض ان میں سے متفق علیہ ہیں اور بعض غیر متفق علیہ ہیں، اس بات پر صریح دلالت کرتی ہیں پانی اور پانی کا باسن نجس ہو جا تا ہے نجاست کے پڑنے سے۔ اور یہ پانی عام ہے جو شامل ہے قلیل کو اور کثیر کو۔ برابر ہے کہ کم ہو قلتین سے یا زیادہ یا برابر ۔پس واقع ہوا تعارض درمیان حدیثوں قلتین کے اور درمیان ان حدیثوں صحیحین کے ۔پس ضرور ہوا یہ کہ ترجیح دیویں حدیثوں صحیحہ کو اوپر ضعیفوں کے اور عمل کیا جاوے ان حدیثوں صحیحہ پر ۔

اقول۔ بتوفیق اللّٰہ و توفیقہ ۔

اول تو یہ تمام حدیثیں، حدیث قلتین کے معارض ہی نہیں ۔

حدیث اذا استیقظ اور حدیث اذا ولغ اس لئے معارض نہیں کہ ان میں تو فقط حکم باسن کے پانی کا بیان کیا گیا ہے ، نہ پانی عام کا، جیسا کہ مؤلف (تنویرالحق) کو اشتباہ ہوا ہے۔ پس پانی بقدر قلتین کے اگر حوض میں ہو تو وہ مورد ان دونوں حدیثوں کا نہیں ہوسکتا ہے، کیونکہ حوض کو کسی بولی (زبان) میں باسن نہیں کہتے جیسا کہ پہلی حدیث کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کہا ہے:

قولہ فی وضوئہ ای اناء الّذی اعد للوضوء وفی روایۃ الکشمیہنی فی الاناء وھو روایۃ مسلم من طرق اخری ولابن خزیمۃ فی انائہ او وضوئہ علی الشّک والظّاھر اختصاص ذالک باناء الوضوء ویلحق بہ اناء الغسل لانّہ وضوء وزیادۃ وکذا باقی الآنیۃ قیاس لکن فی الاستحباب من غیر کراھۃ لعدوم ورود النّھی فیھا عن ذالک واللّٰہ اعلم وخرج بذکر الاناء البرك والحیاض التی لا تغیر بغمس الید فیھا علی تقدیر نجاستھا فلا یتناولھا النھی۔

(یعنی وضو کا برتن اور کشمیہنی کی روایت میں برتن ہے اور مسلم میں بھی اور طریق سے یہی ہے۔ اور ابن خزیمہ کی روایت میں وضو اور برتن شک کے طور پر آیا ہے۔اور ظاہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ یہ وضو کے برتن کے ساتھ تخصیص ہے، اور غسل کا برتن اس کے ذیل میں آ گیا کیونکہ غسل میں وضومع بڑھوتری کے ہوتا ہے۔ اور قیاساً اسی طرح اور برتن۔ لیکن بطریق استحباب کے ہے کراہۃً نہیں، اس لئے کہ اس باب میں نہی وارد نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم۔ اور برتن کا ذکر کرنے سے وہ حوض وغیرہ، جن میں ناپاک ہاتھ ڈالنے کی نہی نہیں فرمائی، نکل گئے۔ سو ان کو نہی شامل نہیں)

اور اگر وہ پانی بقدر قلتین کے سوائے حوض کے کسی اور باسن میں ہو جیسا کہ پیپا (کنستر) وغیرہ تو بھی ان دونوں حدیثوں کے حکم سے خارج ہے۔ اس لئے کہ ان میں مراد وہ باسن ہیں جو ان کی عادت اور استعمال میں تھے اور وہ قلتین سے بہت چھوٹے ہوا کرتے تھے جیسا کہ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے تحت اسی حدیث کے

وكانت عادتهم استعمال الاوانی الصّغيرة الّتی تقصر عن القلتين بل لا تقاربها ۔ انتهی ۔

فان قلت الاناء عام يشتمل الصّغير والكبير وقد تقرّر انّ العبرة لعموم الالفاظ لا لخصوص المورد فما وجه التّخصيص بالصّغير۔ قلنا لا نسلم عموم الاناء مع وجود العهد الخارجی وقد قال فی مسلّم الثبوت واسم الجنس كذالک حيث لا عهد ۔ انتهی ۔

فان قلت ما القرينة على العهد الخارجی قلنا العهد الخارجی هو الاصل ما لم توجد قرينة على عدمه تقتضی العموم كذا فی التّلويح والتّوضيح والمحلّی شرح المؤطا للمحدث الشيخ سلام اللّه الحنفی وههنا ليست قرينة على نفی العهد ووجود العموم وسيجیء تحقيق هذه المسئلة فی الحديث الماء طهور لا ينجس شیء ۔ ان شاء اللّه تعالی ۔ فانتظر على انه على تقدير عموم الاناء هذا عليكم فان الاناء الذی يكون طوله عشراً وعرضه عشراً ووجوده ليس بمحال يكون داخلاً فی هذا الحكم ۔ فما هو جوابكم هو جوابنا ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ان لوگوں کی عادت تھی کہ دوقلوں سے چھوٹے برتن استعمال کرتے تھے ۔

پھر اگر کوئی یوں کہہ بیٹھے کہ برتن کا لفظ عام ہے، بڑے چھوٹے سب برتنوں کو شامل ہے اور یہ بات طے ہوچکی ہے کہ خصوصیت محل ورود کی نہیں ہوتی بلکہ لفظوں کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے۔تو ہم جواب دیں گے کہ یہ امر مسلم نہیں کہ باوجود مسلم ہونے عہد خارجی کے برتن عام رہے۔مسلم الثبوت میں کہا ہے اسم جنس عام ہے جہاں عہد نہ ہو۔

اگر کوئی یوں کہے کہ عہد خارجی پر کیا قرینہ ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ عہد خارجی اصل ہے جب تک اس کے نہ ہونے کا قرینہ باقتضاء عموم کے نہ ہو۔یوں ہی ہے توضیح تلویح اور محلی شرح مئوطا شیخ سلام اللہ حنفی میں۔

اور یہاں عہد کے نہ ہونے پر کوئی قرینہ نہیں ہے اور تحقیق اس مسئلہ کی انشاء اللہ حدیث الماء طھور میں آوے گی۔

علاوہ یہ کہ جب برتن عام رہے تو تمہیں مضر ہے کیونکہ وہ برتن جو دہ در دہ ہو اس حکم میں داخل ہوگا۔سو جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا)۔

پس ثابت ہوا کہ پانی بقدر قلتین کے،خواہ حوض میں ہو خواہ کسی بڑے باسن میں، مورد حکم ان دونوں حدیثوں کا نہیں اور وہ حدیثین معارض حدیث قلتین کے نہیں۔

اور حدیث لا یبو لن اس لئے معارض قلتین کے نہیں کہ وہ حدیث اپنے عموم پر باقی نہیں، بلکہ محمول ہے اس پانی پر جو قلیل ہو باجماع فریقین۔جیسا کہ حضرت مؤلف نے بھی آگے چل کر کہا ہے کہ

جب منعقد ہوا اجماع امت کا اس پر کہ حکم پانی کثیر کا، حکم پانی جاری کا ہے۔ پس حدیث لا یبو لن .. الخ، اپنے عموم پر باقی نہ رہی۔ انتھی کلا م محمد شاہ۔

اور جناب مترجم تنویر الحق کے یعنی مولوی قطب الدین صاحب مظاہر الحق ترجمہ مشکوۃ میں تحت حدیث لا یبو لن کے فرماتے ہیں:۔

مراد پانی سے یہاں پانی قلیل ہے۔اگر کثیر ہو،حکم جاری کا رکھتا ہے اور نجس نہیں ہوتا پیشاب وغیرہ سے،اور نہانا اس میں جائز ہے۔انتھی کلا مہ۔

اور حافظ عسقلانیؒ نے فتح الباری میں کہا ہے تحت حدیث لا یبو لن کے

و ھذا کلّه محمول علی الماء القلیل عند اھل العلم علی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اختلا فھم فی حدّ القلیل و قد تقدّ م من لا یعتبر ا لا التغیر و عد مه و ھو قوی لکن الفصل با لقلتین اقوی لصحّة الحدیث فیه و قد اعتر ف الطحاوی من الحنفیة بذ لک

(اور یہ محمول کیا گیا ہے تھوڑے پانی کے حکم میں علماء کے نزدیک مع اختلاف حد قلیل کے۔ اور پہلے اس مذہب کا ذکر ہو چکا ہے جس میں پانی کے تغیر اور عدم تغیر کا اعتبار ہے۔ اور یہ مذہب قوی ہے لیکن حد قلتین بہت قوی ہے کیونکہ اس میں حدیث صحیح ہوگئی ہے اور طحاوی حنفی نے بھی اس کی صحت کا اقرار کیا ہے)۔

اور جب کہ عموم پر نہ ہوئی تو قلتین کے معارض کیوں کر ہوئی؟

اور زمزم والی حدیث دو وجہ سے معارض قلتین کے نہیں ہوسکتی:

☆ وجہ اول۔ یہ کہ اس قصہ کے ثبوت ہی میں کلام ہے۔ خاص کر اس روایت میں جو کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اس لئے کہ کہا امام شافعیؒ نے کہ حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت معلوم نہیں ہوتی اور ہم نے کبھی نہیں سنا کہ زمزم کا پانی کھینچا گیا ہے حالانکہ زمزم ہمارے پاس ہے، جیسا کہ امام بیہقیؒ نے سنن کبری میں کہا ہے۔

قا ل الزعفراقی قا ل ابو عبد اللّه الشّا فعی لا نعرفه عن ابن عباس و زمزم عند نا ما سمعنا بھذہ۔

اور پھر محدث سلام اللہؒ نے محلی (شرح مؤطا) میں کہا ہے:

و قا ل الشا فعی لا نعرف ھذا عن ابن عباس۔

اور تابع تابعین سفیانؒ بن عینیہ (جن کا ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں یہ ترجمہ کیا ہے۔ ثقہ، حافظ، فقیہ، امام حجۃ) مکہ میں ستر برس رہا لیکن کبھی کسی چھوٹے یا بڑے سے یہ حدیث نہ سنی اور نہ کسی سے یہ سنا کہ پانی کھینچا گیا تھا جیسا کہ بیہقی نے سنن کبری میں کہا ہے

و اخبر نا ابو عبد اللّه الحا فظ نا ابو الو لید الفقیه حد ثنا عبد اللّه بن شبر ویه قا ل سمعت ابا قدا مة سمعت سفیا ن بن عینیه یقول انا بمکة منذ سبعین سنة و لم ار احداً صغیراً و لا کبیراً یعرف حدیث الزّ نجی الّذی قا لوا انّه وقع فی زمز م ما سمعنا احداً یقول نز ح زمزم (سفیان بن عینیہؒ کہتے تھے کہ میں مکہ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ستر برس سے ہوں اور میں کسی چھوٹے بڑے کونہیں جانتا جو اس حدیث حبشی سے واقف ہو کہ زمزم میں حبشی گرا، اور میں نے پانی نکلوانا بھی نہیں سنا)۔

اور محدث سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں کہا ہے:

و نقل عن ابن عينيه انا بمكة منذ سبعين سنة لم ار صغيراً و كبيراً يعرف حديث الز نجي و ما سمعت احداً يقول نز حت زمزم ۔(ابن عینیہؒ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ میں مکہ میں ستر برس سے ہوں۔ میں نے کسی چھوٹے بڑے سے حبشی کا زمزم کے کنویں میں گرنا اور پانی نکلوانا نہیں سنا)

اور ابن طاہر حنفیؒ نے مجمع البحار میں کہا ہے:

و ما روى ابن ابى شيبة انّ زنجياً وقع فى بئر زمزم فنزح الماء ضعفها البهيقى و روى عن سفيا ن بن عينية قا ل انا بمكة سبعين سنةً لم ار احداً صغيراً ولا كبيراً يعرف حد يث الزنجى (وہ جو ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حبشی زمزم کے کنویں میں گرا اور پانی نکا گیا، اس کو بیہقیؒ نے ضعیف کہا ہے۔ اور سفیان بن عینیہؒ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں مکہ میں ستر برس سے ہوں۔ میں نے کسی چھوٹے بڑے کونہیں دیکھا کہ حدیث حبشی کو جانتا ہو)۔

اور کہا ابو عبیدؒ نے کہ یہ روایت نزح زمزم کی، لائق شان زمزم کے نہیں۔ اس لئے کہ اس کی نعت میں حدیثیں اس مضمون کی آئی ہیں کہ وہ نہ کھینچا جاوے۔ جیسا کہ سنن کبری میں ہے:

قا ل ابو عبيد و كذا لك لا ينبغى لا ن الآ ثار قد جا ء ت فى نعتها انها لا تنزح ۔(ابوعبید نے کہا ہے یہ روایت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ آثار میں آیا ہے کہ وہ کھینچا نہ جائے گا)۔

اور جو روایتیں حضرت ابن عباسؓ سے در باب نزح زمزم کے مؤلف (تنویر) نے مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ سے اور شرح معانی الآثار طحاوی سے نقل کی ہیں وہ سب نامقبول ہیں، اس لئے کہ وہ منقطع ہیں۔ کیونکہ راوی ان کا ابن عباسؓ سے قتادہ ہے، اور بعض روایتوں میں ابن سیرین ہے اور ان دونوں کو حضرت ابن عباسؓ سے ملاقات نہیں جیسا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیہقیؒ نے سنن کبری میں بعد روایت ابن سیرینؒ اور قتادہؒ کے ابن عباسؓ سے کہا ہے:

فا نهما لم يلقيا ابن عباس و لم يسمعا منه ۔

(وہ دونوں حضرت ابن عباسؓ سے نہیں ملے اور نہ ان کو سماعت ہے ان سے)۔

پھر کہا

و رواه جا بر الجعفی عن ابی الطفيل عن ابن عباس و مرة عن ابی طفيل تفسر ان غلا ماً وقع فی زمز م فنز حت و جا بر الجعفی لا يحتج به و رواه ابن لهيعه عن عمر و بن دينار عن ابن عباس و ابن لهيعه لا يحتج به ۔

(اور روایت کی جابر جعفی نے ابی الطفیل سے اور اس نے ابن عباسؓ سے، اور کبھی ابی طفیل سے کہ ایک غلام زمزم میں گرا اور پانی کھینچا گیا۔ حالانکہ جابر جعفی وہ ہے جس کی روایت حجت نہیں گنی جاتی۔ اور روایت کیا اسے ابن لھیعہ نے عمرو بن دینار سے اور اس نے ابن عباسؓ سے۔ اور ابن لہیعہ کی روایت بھی حجت نہیں گنی جاتی)۔

اور محدث سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں کہا ہے:

و قد روی ابن ابی شيبة عن قتاده عن ابن عباس ان حبشياً وقع فی زمز م فما ت فا نز ل اليه ر جلاً فا خر جه ثمّ قا ل اخرجوا ما فيها من ماء و هذا منقطع ۔

(اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے قتادہ سے اور اس نے ابن عباسؓ سے کہ ایک حبشی زمزم میں گر کر مر گیا اور ایک آدمی نے اتر کر اس کو نکالا اور ابن عباسؓ نے کہا کہ اس کا پانی نکالو۔ یہ روایت منقطع ہے)۔

اسی انقطاع کی نظر سے مؤلف (تنویر الحق) نے روایتوں کے سر سے نام اس راوی کا، جو ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے، اڑا دیا ہے۔ یہ چالا کی کام نہ آئی اور چوری پکڑی گئی۔

☆ وجہ ثانی۔ حدیث زنجی کے حدیث قلتین سے معارض نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے فرض کیا کہ یہ روایت بجمیع طرق ثابت ہے۔ لیکن فعل صحابی کا ہے جس کو حدیث موقوف کہتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ حکم میں مرفوع کے (جس کی یہ پہچان ہے کہ اس میں اجتہاد کو دخل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو جیسا کہ خبر دینا امور ماضیہ کا یا آئندہ کا یا خبر دینا کہ فلانے کام سے اتنا ثواب ہوتا ہے اور اس قدر عذاب ہوتا ہے) نہیں ہے ۔اور حدیث قلتین کی مرفوع ہے۔یعنی قول پیغمبر ﷺ کا اور صحیح موصول الا سناد جید جس پر کسی طرح کا غبار نہیں ۔ چنانچہ عنقریب خوب ثابت کریں گے ۔ اور اہل اصول دین کا قاعدہ ہے کہ حدیث موقوف، حدیث مرفوع کے ہوتے ہوئے، حجت نہیں ہوتی ، اور اس کے معارض نہیں ہوتی ۔جیسا کہ ابن نجیم حنفی، بحرالرائق میں فرماتے ہیں:

و حدیث النّبیّ ﷺ مقدّم علی غیرہ ۔ انتھی ۔ و ھکذا فی کتب الا صول ۔(اور نبی ﷺ کی حدیث، غیر کے کلام پر مقدم ہے)

اور آخری حدیث جو حضرت علیؓ سے مروی ہے، وہ بھی اسی وجہ سے قلتین کے معارض نہیں ہوسکتی، کہ وہ موقوف ہے۔اور حدیث قلتین کی مرفوع۔

اور اگر بطور فرض محال کے فرض بھی کیا جاوے کہ یہ تمام حدیثیں، حدیث قلتین کی معارض ہیں تو بھی یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث قلتین ترک کی جائے ان حدیثوں کو ترجیح دے کر ۔ اس لئے کہ حدیث قلتین کی بھی صحیح اور جید ہے، چنانچہ عنقریب ثابت کیا جائے گا ۔اور جمع اور موافقت اس کے ساتھ ان حدیثوں کی ممکن ہے، چنانچہ علی التفصیل بیان کیا جاوے گا۔

اور یہ قاعدہ اصول حدیث کا ہے کہ جب تک احادیث صحیحہ متعارضہ میں جمع اور موافقت ہو سکے، ترجیح کی طرف رجوع نہیں کرتے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں کہا ہے:

و الترجیح لا یصار الیہ مع امکان الجمع (جب تک دو حدیثوں میں جمع ممکن ہو تو ایک حدیث کی ترجیح کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا)۔

اور نخبۃ الفکر میں کہا ہے:

و ان عو رض بمثلہ فلا یخلوا ما ان یمکن الجمع بین مدلولیھما بغیر تعسف اولاً فا ن امکن الجمع فھو النّوع المسمّی بمختلف الحدیث و ان لم یمکن الجمع فلا یخلوا ا ما ان یعرف التّا ریخ اولاً فا ن عرف و ثبت المتأ خر بہ فھو النّا سخ وا لآ خر المنسوخ ۔ و ان لم یعرف التّا ریخ فلا یخلوا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اما ان یمّکن تر جیح احد هما بو جه من و جوه التّر جیح المتعلق با لمتن تعیین او با لاسناد اولاً فا ن امکن التّر جیح تعین المصیر الیه و ا لا فلا ۔ انتھی مختصراً ۔

(اور معارض ہووے برابر کے درجہ کی حدیث، تو یا تو بلا تکلف دونوں حدیثوں میں جمع ممکن ہوگی، یا نہیں۔ سو اگر جمع ممکن ہو تو اس قسم کا نام مختلف الحدیث ہے ۔ اور اگر جمع ممکن نہ ہو تو ہوسکتا ہے کہ تاریخ معلوم ہو ۔ سو اگر تاریخ معلوم ہو بعد والی ناسخ ہے اور دوسری منسوخ ۔ اور اگر تاریخ معلوم نہ ہو تو ہوسکتا ہے کہ ایک کی ترجیح قوت سند یا صحت متن حدیث کے سبب سے ممکن ہو۔ سو اگر ترجیح ممکن ہے تو اسی کی طرف رجوع متعین ہوگا۔ اور نہیں تو نہیں)۔

اور شیخ محمد اکرم حنفیؒ کتاب امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:

قال ملا الھداد فی شرح البزدوی التوفیق مقدم علی التر جیح

(ملا ہداد شرح بزدوی میں کہتے ہیں کہ موافقت کرنا حدیثوں میں مقدم ہے ترجیح پر)

اور تفصیل موافقت ہر ایک حدیث کی حدیث قلتین سے یہ ہے کہ حدیث لا یبو لن کو معہ دونوں پہلی حدیثوں کے بزعم مؤلف (تنویر الحق) عام کہیں گے اور حدیث قلتین کو ان کے حکم سے مخصوص ٹھہراویں گے ۔ یعنی یوں کہیں گے کہ قلتین کے ماسوائے ہر پانی پیشاب وغیرہ سے نجس ہو جاتا ہے اور جو بمقدار قلتین کے ہو وہ نجس نہیں ہوتا۔

کذا قا ل الحافظ ابن حجر کما مرّ فی کلا مه عن فتح الباری ۔

(یوں ہی کہا حافظ ابن حجر نے چنانچہ فتح الباری سے ان کا کلام نقل ہو چکا)

اور حدیث زنجی کو یوں موافق کریں گے کہ عادات عوام وخواص کی سے ہے، کہ جب پینے کے پانی میں کوئی چیز مکروہ طبعی، اگر چہ وہ شرعاً پاک ہی ہو، جیسے خاک دھول، گاد وغیرہ پڑ جاتی ہے تو اس پانی کو صاف کئے بغیر نہیں پیتے ۔ اسی واسطے جب بزعم مخالف، زنجی کنویں میں گرا اور اس کا خون اور اس کی نجاست کنویں میں پانی پر ظاہر ہوئی تو اس کا ازراہ نظافت اور لطافت کے پانی کھنچوایا ۔ ایسا ہی امام مجدد حضرت امام شافعیؒ نے اور جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں حدیث زنجی سے جواب دیا ہے ۔ جیسا کہ سنن کبری میں ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قا ل الشّا فعی لمخا لفیه قد رویتم عن سماك عن حر ب عن عکر مه عن ابن عباس عن النّبیّ ﷺ انّه قا ل الماء لا ینجسه شیء فتری ان ابن عباس رو ی عن النّبیّ ﷺ خبراً و ترکه ان کا نت هذه روا یته و یروو ن عنه انه تو ضأ من غدیر یدا فع جیفة و یرو ن عنه الماء لا ینجس فا ن کا ن شیء من هذا صحیحاً فهو یدل علی ان لم ینزح زمزم للنّجا سة و لکن للتنظیف ان کا ن فعل و زمزم یشر ب و قد کا ن الدّم ظهر علی الماء۔

(امام شافعیؒ نے اپنے مخالفوں سے کہا کہ تم نے سماک اور حرب اور عکرمہ کے واسطے سے جو ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی، سو تمہیں کیا یہ گمان ہے کہ ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ سے ایک حدیث روایت کریں اور باوجود اس کے کہ وہ ان کی روایت صحیحہ ہو پھر اس کو چھوڑ دیں۔ اور انہیں سے ایسے حوض کے پانی سے وضو کرنا روایت کرتے ہو جس میں نجاست پڑی تھی۔ اور انہیں سے یہ روایت کرتے ہو کہ پانی نجس نہیں ہوتا۔ پھر اگر ان میں سے کوئی روایت صحیح ہے تو وہ دلالت کرتی ہے تو وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زمزم کا پانی بسبب ناپاک ہونے کے نہیں کھینچا گیا۔ بلکہ اگر کھینچا گیا ہے تو ظاہر صفائی کیلئے کھینچا گیا ہے کیونکہ وہ پینے کا پانی تھا اور اس حبشی کا خون اس پر چھا گیا تھا)

اور کہا محلی میں:

قا ل الشّا فعی لا یعرف هذا عن ابن عباس و ان کا ن قد فعل فلنجا سة ظهرتعلی الماء للتنظف

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ یہ ابن عباسؓ سے یہ بات معلوم نہیں۔ اور اگر کیا بھی ہو تو نجاست کی وجہ سے ہے جو پانی پر ظاہر ہوگئی واسطے لطافت طبع کے تھا)۔

اور کہا جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں:

و امّا الآ ثار المنقوله عن الصّحا بة و التّا بعین کا ثر ابن الزبیر فی الزّ نجی و علی ر ضی اللّه فی الفارة و النخعی و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الشعبی فی نحو السنور فلیست مما یشھد له المحد ثو ن بالصحة و لا مما اتفق علیه جمھور اھل القرو ن ا لا ولی و علی تقدیر صحتھا یمکن ان یکون ذا لک تطیباً للقلو ب و تنظیفاً للماء لا من جھت الو جو ب الشّر عی کما ذکر فی کتب الما لکیة و دو ن نفی ھذا ا لا حتمال خر ط القتاد و با لجملة فلیس فی ھذا البا ب شیء یعتد به و یجب العمل علیه و حدیث القلتین اثبت من ذا لک کلّه بغیر شبھة و من المحا ل ان یکو ن اللّه تعا لی شر ع فی ھذہ المسا ئل لعبادہ شیئاً زیادة علی ما لا ینفکو ن عند من ا لا ر تفا قا ت و ھی ممّا یکثر و قوعه و یعم به البلوی ثم لا ینص علیه النّبیّ ﷺ نصاً جلیاً و لا یستفیض فی الصحا بة و من بعد ھم و لا حدیث واحد فیه و اللّه اعلم۔

(اور وہ آ ثار جو صحا بہ اور تا بعین سے منقول ہیں جیسے اثر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا زنجی کے باب میں اور اثر حضرت علیؓ کا چوہے کے باب میں اور اثر نخعیؒ اور شعبیؒ کا بلی کے باب میں ۔ سو وہ آ ثار ویسے نہیں جن کی صحت پر محد ثین نے گواہی دی ہو۔ اور نہ قرون اولی کے لوگ ان پر متفق ہوئے ہیں۔ اور اگر وہ آ ثار صحیح بھی ہوں تو ممکن ہے کہ وہ دلی صفائی اور پانی کی نظا فت کے لئے ہوں اور وجوب شرعی کے اعتبار سے نہ ہوں ۔ چنا نچہ یہی ما لکی مذ ہب کی فقہ میں مذکور ہے ۔ اور اگر یہ احتمال صحیح نہیں تو کچھ کہنا دشوار ہے۔

الحاصل اس باب میں کوئی ایسی روایت نہیں جس پر اعتماد اور عمل کیا جا وے۔ اور بلا شبہ قلتین کی حدیث ان سب سے زیادہ ثا بت ہے ۔ اور یہ بات محال ہے کہ ایسے روزمرہ کے مسائل میں اللہ تعا لی نے کوئی حکم اپنے بندوں پر مشروع کیا ہو اور با و جود ان چیزوں کے کثرت وقوع اور عموم بلوے کے، آنحضرت ﷺ نے اس کی صاف صاف تصریح نہ فرمائی ہو اور صحابہ اور تا بعین کو اس سے استفادہ نہ ہوا ہو اور ایک حدیث بھی اس میں مروی نہ ہوئی)

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

و قال بعضهم ان الفاء علی لفظ نزح بعد لفظ مات فی حدیث الزّنجی یقتضی ان علّة الامر با لنزح المو ت لا امر آ خر کما فی قو له زنی ما عز فر جم و سهی رسول اللّه ﷺ با لهاجرة بالبطحاء فتو ضا رواه الشیخا ن لیس الخرو ج علة التو ضی و الا فمقتضاه انه لو لم یخر ج الی البطحاء فی الهاجرة لم یتو ضأ للصلوة و ان حا ن وقت الظّهر و لم یقل به عا قل و ثا نیاً انا سلمنا ان المعنی الظا هر کما قا ل هذا القائل لکنا صر فنا الحدیث عن المعنی الظّا هر الی المؤ ل جمعاً بین الد لا ئل ای جمعا بین هذا الحدیث للز نجی علی تقیدیر صحتها وحدیث القلتین الصحیح الثابت کمایثبت صحته عنقریب وحدیث بئربضا عة الصحیح کماسیجیء ذکره ۔

(اور بعض کہتے ہے کہ حرف فا لفظ نز ح پر بعد لفظ مات کے، حبشی کی حدیث میں دلالت کرتا ہے کہ سبب پانی نکالنے کے حکم کا ،سوا حبشی کے پانی میں مر جانے کے، اور کوئی سبب نہیں جیسے کہ اس حدیث میں زنی ما عز فر جم ۔اور اس حدیث میں سھی رسول الله فسجد ۔تو میں پہلے تو یہ کہتا ہوں کہ اس بات کا کلی ہونا مسلم نہیں کیونکہ حدیث ابی جحیفہ میں ہے جسے شیخین نے روایت کیا خر ج رسول الله با لھا جرۃ با لبطحاء فتو ضأ اور یہاں آ پ ﷺ کا نکلنا سبب وضو کا نہیں، ورنہ یہ ہوگا کہ جو آپ نہ نکلتے تو باوجود نماز کے وقت آ نے کے وضو نہ کرتے اور یہ تو کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا ۔اور دوسرے یہ کہ ہم نے مانا کہ ظاہر معنے ویسے ہی ہیں جیسے بعضے لوگوں کے قول سے اوپر بیان ہوئی لیکن ہم نے دلیلوں کی موافقت کرنے کے لئے معنی ظاہر سے تاویل کر لی اور وہ دلیلیں بر تقدیر صحت کے ایک تو حبشی والی حدیث ہے اور دوسری حدیث قلتین کی جو ثابت اور صحیح ہے چنانچہ اس کی صحت آ گے مذکور ہوگی اور حدیث بئر بضاعۃ کی جس کا ذکر آ گے آوے گا)

اور حضرت علیؓ کی حدیث سے یوں موافق کریں گے کہ حکم دینا حضرت علیؓ کا واسطے اخراج پانے اس کنویں کے جس میں کوئی پیشاب کر دے، اس نظر سے نہیں تھا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کنواں پیشاب سے نجس ہو جاتا ہے بلکہ اس نظر سے تھا کہ اگر اس آدمی کے پیشاب کر دینے سے درگذر کیا جاوے تو آئندہ کو اور کوئی پیشاب کر دے گا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ پانی کے اوصاف میں تغیر واقع ہو گا اور یہ طبع کے بھی مخالف ہے ۔ایسا ہی جواب دیا ہے محققین شافعیہ نے حضرت علیؓ کے قول سے جیسا کہ محلی میں ہے:

و اجاب الشافعیۃ عن حدیث النھی عن البول بانّہ انما نھی عنہ لئلا یکون منجراً الی تنجس الماء و تغیرہ باقتداء الناس بذلک الرّجل و لئلا یتنفر عنہ طبعاً لا شرعاً (اور جواب دیا ہے شافعیوں نے پانی میں پیشاب کرنے کی حدیث سے اس طرح کہ وہ نہی اس لئے ہے کہ رفتہ رفتہ آخر کو پانی متغیر ہو کر نجس نہ ہو جاوے کیونکہ دیکھا دیکھی اور لوگ بھی پیشاب کرینگے اور اس طرح کہ اس نہی میں نفرت طبعی ہے، شرعی نہیں)۔

اور ایسا ہی کہا ہے مولوی قطب الدین نے مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ میں در باب نہ نجس ہونے پانی کثیر کے پیشاب وغیرہ سے ۔چنانچہ بذیل حدیث لا یبولن احدکم فی الماء الدائم (نہ پیشاب کرے کوئی کھڑے پانی میں) فرماتے ہیں: ۔

مراد پانی سے یہاں پانی قلیل ہے ۔اگر کثیر ہو، حکم جاری کا رکھتا ہے اور نجس نہیں ہوتا پیشاب وغیرہ سے ۔اور نہانا اس میں جائز ہے ۔اور بعضوں نے کہا اکثر بھی ہو اگر چہ وہ نجس نہیں ہوتا لیکن اس میں پیشاب کرنا خوب نہیں ۔ شائد کہ اس کی دیکھا دیکھی اور بھی پیشاب کریں اور عادت اس کی پکڑیں ۔اور رفتہ رفتہ پانی متغیر ہو جاوے یعنی رنگ اور مزہ اور بو بدل جاوے ۔انتہی

پس جب کہ ہمارے نزدیک پانی کثیر ٹھہرا کنویں کا، تو ہم کو کون مانع ہے اس تاویل سے بیچ حدیث علیؓ کے جو اختیار کی ہے مترجم صاحب نے حدیث لا یبولن میں اور اگر اس حدیث اور حدیث زنجی میں تاویلیں نہ کریں تو سوائے بربادی حدیث صحیح قلتتین کے ایک اور صحیح حدیث جس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں (یہاں تک کہ حضرت مؤلف بھی اس کی صحت کے مقر ہیں، یعنی حدیث بئر بضاعۃ کی) باطل ہو جائے گی ۔

بیان اس کا یہ ہے کہ ایک کنواں جس کو بئر بضاعۃ کہتے ہیں ایسا تھا کہ اس میں حیض کے لتے اور کتے مرے ہوؤں کا گوشت اور ناپاکیاں متعفن پڑ جایا کرتی تھیں ۔ پھر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے پانی کا حال کسی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا، تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔ جیسا کہ روایت کی ہے ترمذی نے ساتھ ایسی اسناد کے جس کے سب راوی ثقہ ہیں ابوسعید خدری سے:

قال قیل یا رسول اللّٰہ انتوضأ من بئر بضاعۃ و ھی بئر یلقی فیھا الحیض و لحوم الکلاب و النتن فقال رسول اللّٰہ ﷺ انّ الماء طھور لا ینجسه شیء (ترمذی:٦٦)(ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا بئر بضاعۃ سے وضو کریں ہم لوگ کیونکہ وہ ایسا کنواں ہے جس میں ناپاک کپڑے اور مردار گوشت ڈالے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بلاشک پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی)۔

روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے بھی۔ اور کہا ترمذیؒ نے:

ھذا حدیث حسن و فی الباب عن عائشه و ابن عباس

(یہ حدیث حسن ہے اور اس باب میں سیدہ عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے بھی روایت ہے)

اور امام احمدؒ اور یحی بن معینؒ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ بحر الرائق میں کہا ہے قال الامام احمدؒ ھو حدیث صحیح۔

اور محلی میں کہا ہے: و صححه احمد و ابن معین۔

اور جناب مؤلف کا کلام جس میں اس کی صحت کا اقرار ہے، آگے آوے گا۔

پھر اگر کہو کہ ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ نے کنویں کو وقوع نجاست سے نجس سمجھ کر تمام پانی کے نکالنے کا حکم دیا تھا تو مقتضائے اس حدیث مرفوع کا بھی باطل ہوتا ہے۔

اگر کہو کہ بئر بضاعۃ اس جہت سے پاک تھا کہ وہ باغوں کی طرف جاری تھا، پس وہ نہر جاری کے حکم میں ہوا، تو حدیث زنجی وغیرہ کے بظاہر معنی معارض بئر بضاعۃ کے نہ ہوئے، اور حدیث بئر بضاعۃ کی باعث تاویل کی حدیث زنجی میں نہ ہوئی، تو کہا جاوے گا کہ راوی اس بات کا کہ بئر بضاعۃ باغوں کی طرف جاری تھا، واقدی ہے جیسا کہ ذکر کیا ہے محلی میں:

ان ماءھا کانت طریقاً للماء جاریاً الی البساتین علی ما اخرجه الطحاوی فی شرح معانی الآثار عن جعفر بن ابی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمرا ن عن محمد بن الشجاع البلخی بسنده الی الوا قدی۔ انتھی ۔ و کذا فی بحر الرا ئق ۔(پانی بئر بضا عة کا باغوں کی طرف جاری تھا بنا بر اس روایت کے جسے طحاوی نے شرح معانی الآ ثار میں جعفر بن ابی عمران سے اوراس نے محمد بن شجاع بلخی سے اوراس نے اپنے سلسلے کو واقدی تک پہنچایا)

اورنسائی نے کہا ہے کہ واقدی متروک الحدیث ہے اور حدیثیں وضع کیا کرتا تھا ۔ جیسا کہ کہا ابن حجر نے تقریب میں:

محمد بن عمر بن واقد ا لا سلمی الوا قدی المد نی القا ضی نزیل بغداد متروک مع سعة علمه من التا سعة

(محمد بن عمر بن واقد اسلمی واقدی مدنی قاضی باشندہ بغداد کی روایت باوجود اس کے وسیع العلم ہونے کے ترک کردی گئی ہے اور وہ نویں طبقہ میں سے ہے)۔

اور امام نور الدین علیؒ، مختصر تنز یه الشریعه المر فوعة عن الاخبار الشنیعه الموضوعة میں کہتے ہیں:

محمد بن عمر واقد واقدی، قا ل النّسا ئی یضع الحدیث۔

(محمد بن عمر واقدی کے متعلق نسائی نے کہا کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا)۔

اور بیہقی کہتے ہیں کہ واقدی کی حدیث سے حجت نہ پکڑنی چاہیے، خاص کر اس حدیث میں کہ مرسل ہو جیسا کہ ذکر کیا ہے محلی میں۔

و لکن قا ل بھیقی الوا قدی لا یحتج بحدیثه فضلاً عما یرسله۔ و کذا قا ل فی بحر الرا ئق و ما قا ل بعد قلنا قد اثنی علیه الداؤدی و ابو بکر بن العر بی و ابن الجوزی فجوا به ما فی المحلی من انهم لیسوا من آ ئمة الجر ح و التعدیل و ان سلم فا لجر ح مقدم علی التعدیل حیث عین ا لجا رح ای النسا ئی مثلاً سبب الجرح ای و ضعه ا لا حا دیث و لم ینف المعد لون ذا لک السبب الخا ص و لا یکفی مجرد الثناء و سجیء عنقریب تحقیق تقدیم الجر ح علی التعدیل مع الشاھد و الدّ لیل فا فهم و انتظر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(لیکن بیہقی نے کہا ہے کہ واقدی کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی، خصوصاً وہ حدیث جو مرسل ہو، ہو چکی عبارت محلی کی ۔اور یوں ہی ہے بحر الرائق میں ۔اور وہ جو پھر کہا ہے کہ داؤدی اور ابو بکر بن عربی اور ابن جوزی نے اس کی تعریف کی ہے، تو اس کا جواب وہی ہے جو محلی میں ہے کہ یہ لوگ جرح اور تعدیل کے امام نہیں ہیں۔ اور اگر یہ امر مان بھی لیا جائے تو جرح، تعدیل پر مقدم ہے جب جرح کرنے والہ سبب جرح کا بیان کر دے۔ مثلاً یہاں نسائی نے جرح کا سبب، حدیث کا وضع کرنا بتا دیا ہے ۔اور تعدیل کرنے والوں نے اس کی نفی نہیں کی۔ اور فقط یوں ہی تعریف کرنا کفایت نہیں کر سکتا۔ اور عنقریب تحقیق اس کی آوے گی کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور اس کی دلیل بیان ہو گی ۔اور نظیر پیش کی جائے گی)۔

اور نقل کیا ہے ابن طاہر حنفی نے کہ واقدی بڑا جھوٹا ہے۔ اور اپنی رائے کی خاطر حدیثوں کے باطل کرنے میں حیلہ سازیاں کیا کرتا تھا جیسا کہ مجمع البحار میں فرماتے ہیں

قیل کذا ب احتا ل فی ابطا ل الحدیث نصرۃ للرأ ی فا ن بیر بضا عۃ مشھور فی الحجاز بخلاف ما حکی عن الوا قدی (کہا گیا ہے کہ بڑا جھوٹا ہے۔اپنی رائے کی تائید کیلئے حدیثوں کو جھٹلانے میں حیلہ کیا کرتا تھا کیونکہ بیر بضاعۃ لوگوں کا عرب میں دیکھا ہوا ہے اور وہ اسکے خلاف روایت کرتا ہے)

پس ثابت ہوا کہ کوئی حدیث متفق علیہ، یا غیر متفق علیہ، حدیث قلتین کو ساقط اور متروک العمل نہیں کرتی اگر صحت حدیث قلتین کی ثابت ہو جاوے ۔لہذا اب حدیث قلتین کی صحت کی جاتی ہے اور مؤلف کی چاروں وجہوں کو نقل کر کے ان سے جواب دیا جاتا ہے ۔ تو سنو۔

قال المؤلف (تنویر الحق)۔ پس کہتے ہیں کہ ہم کو حدیث قلتین کی نہیں ہے قابل سند کے اور قابل قبول کرنے کے ساتھ چار وجہ کے ۔

وجہ اول یہ ہے کہ تحقیق حدیث قلتین کی ضعیف ہے کہ ضعف بیان کیا اس کا ایک جماعت نے محدثین سے کے جیسا کہ کہا زیلعی نے بیچ شرح کنز الدقائق کے

ان حدیث قلتین ضعیف ضعفہ جماعۃ المحد ثین حتّی قا ل البھیقی من الشّا فعیۃ انّہ غیر قویّ و تر کہ الغزا لی و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رویانی من شدّ ة اتباعهما الشّا فعی ر حمهم اللّٰه لضعفه(حدیث قلتین کی ضعیف ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے اس کوضعیف کہا ہے۔ یہاں تک کہ بیہقی شافعی نے کہا ہے کہ وہ حدیث قوی نہیں ہے اورامام غزالیؒ نے اس کو بسبب ضعف کے چھوڑ دیا ہے ۔ اور ردیانیؒ نے بھی باوجودیکہ وہ شافعی پیرو ہیں)۔

اور کہا شیخ کمال الدینؒ نے بیچ فتح القدیر میں کہتے ہیں:

ھذا الحدیث ضعیف ضعفه الحا فظ ابن عبد البر و القا ضی اسما عیل بن ابی اسحاق و ابو بکر بن العر بی الما لکیو ن۔ انتہی کلام ابن الھمام ۔ (یہ حدیث ضعیف ہے حافظ ابن عبدالبرؒ اور قاضی اسماعیل بن ابی اسحاقؒ اورابوبکر بن عربیؒ مالکیوں نے اسے ضعیف کہا ہے)۔

اورکہا صاحب قاموس نے، کہ وہ شافعی مذہب ہے، بیچ سفرسعادت میں کہتے ہیں کہ حاصل اس کا یہ: ہے

ضعفه بعض المحدثین و صححه بعضھم ۔

(بعض محدث اسے ضعیف کہتے ہیں اوربعض صحیح)۔

اور کتاب تمہید میں کہا:

ما ذھب الیه الشّا فعی من حدیث قلتین مذ ھب ضعیف

(وہ قلتین کی حدیث جس کی طرف شافعی گئے ہیں مذہب ضعیف ہے)۔

اورکہا دبوسیؒ نے اپنی کتاب اسرار میں

و ھو حدیث ضعیف ۔ (وہ حدیث ضعیف ہے)

اور صاحب ہدایہ نے ہدایہ میں کہا ہے:

انه ضعیف ضعفه ابو داؤد ،

(کہ وہ ضعیف ہے، امام ابوداؤدؒ نے اسے ضعیف کہا ہے)۔

اورکہا علی ابن المدینیؒ نے کہ وہ امام ہے اماموں حدیث کے سے اور شیخ ہے بخاریؒ وغیرہ کا(نقله الشیخ عبد الحق فی شرح المشکوة العر بی و الفارسی)۔

انه لم یثبت ھذا الحدیث عن رسول اللّٰه ﷺ

(یہ حدیث نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہوئی)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حاصل کلام کا یہ ہے کہ تحقیق حنفیہ اور مالکیہ متفق ہیں اوپر ضعف اس حدیث قلتین کے اگرچہ مختلف ہیں بیچ بیان کرنے وجہ ضعف کے۔

اقول۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ضعیف کہنا اس کو بے وجہ معقول اور بے دلیل، نامقبول ہے۔ پس اولاً صحت ثابت کی جاتی ہے۔ بعد اس کے مضعفین کے کلام سے جواب دیا جائے گا۔

سنو کہ روایت کیا ہے اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ وغیرھم نے۔ اور سب کی اسانید قوی اور جید ہیں۔

ترمذی کی یہ اسناد ہے۔

حدّثنا هناد۔ نا عبدة عن محمد بن اسحاق عن محمد بن جعفر بن الزّبير عن عبيد اللّه بن عبد اللّه بن عمر عن ابن عمر قال سمعت رسول اللّه ﷺ.. الخ (روایت کی ہمیں ہناد نے، کہا روایت کی ہمیں عبدہ نے محمد بن اسحاق سے انہوں نے محمد بن جعفر بن زبیر سے انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے ابن عمرؓ سے۔ کہا کہ سنا میں نے آنحضرت ﷺ سے)

اور راوی اس کے سب ثقہ اور صادق ہیں۔

امّا الاول فهو ثقة و امّا الثّا نى فهو ثقة ثبت و الثّا لث صدوق و الرا بع ثقة و الخا مس ثقة و السادس هوابن عمر و هو احد المكثرين من الصحا بة ۔ كل ذا لك فى تقريب التهذيب ۔ (پہلا اور چوتھا اور پانچواں شخص ثقہ ہے اور دوسرا شخص ثقہ اور ثبت، اور تیسرا شخص صدوق ہے۔ اور چھٹے حضرت ابن عمرؓ ہیں جو مکثرین صحابہ میں سے ہیں)

اور ابوداؤد کی ایک اسناد تو یہ ہے:

حدثنا ابن العلاء و عثمان ابن ابى شيبة و الحسن بن على و غيرهم قا لوا حد ثنا ابو اسا مة عن الوليد بن كثير عن محمد بن جعفر بن الز بير عن عبيد اللّه بن عبد اللّه بن عمر عن ابيه .... الحديث (روایت کی ہمیں ابن علاء اور عثمان بن ابی شیبہ اور حسن بن علی وغیرہ نے اور کہا کہ روایت کی ہم کو ابواسامہ نے ولید بن کثیر سے، انہوں نے محمد بن جعفر

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بن زبیر سے، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے اپنے باپ سے)

اس کے بھی سب راوی ثقات ہے:

امّا الاول فھو ثقة حافظ و الثّا نی ای فی الذ کر دو ن المر تبة ثقة حافظ و الثا لث ثقة حافظ له تصانیف و الرا بع اسمه حماد بن اسا مه و مشھور با بی اسا مه و ھو ثقة ثبت و الخا مس صدوق و الباقون مرّ ذکر ھم فی ر جا ل التر مذی

(کہ پہلا شخص ثقہ حافظ ہے اور دوسری جگہ جو شخص مذکور ہے وہ بھی ثقہ حافظ ہے، اور تیسرا بھی حافظ ثقہ ہے اور صاحب تصانیف ہے، اور چوتھے کا نام حماد بن اسامہ ہے اور ابی اسامہ کر کے مشہور ہے وہ ثقہ اور ثبت ہے، اور پانچواں صدوق ہے ۔اور بقیہ کا ذکر ترمذی کے راویوں کے ذیل میں گذر چکا)۔

اور (ابوداؤد کی) دوسری اسناد یہ ہے:

حدّ ثنا مو سی بن اسما عیل قا ل حدّ ثنا حمادح و حد ثنا ابو کا مل ثنا یز ید یعنی ابن زریع عن محمد بن اسحاق عن محمد بن جعفر قا ل ابو کا مل بن الزبیر عن عبید الله بن عبد الله بن عمر عن ابیه نحوه

(روایت کی ہم کو موسی ابن اسماعیل نے اور کہا کہ روایت کی ہمیں حماد ح نے اور کہا روایت کی ہمیں ابو کامل نے، کہا روایت کی ہم کو یزید یعنی ابن زریع نے محمد بن اسحاق سے، انہوں نے محمد بن جعفر سے کہا ابو کامل بن الزبیر اور انہوں نے روائت کی عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر سے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے)

اس کے راوی بھی سب ثقہ ہیں:

ا مّا ا لاوّل فھو ثقة ثبت قا له العسقلا نی ثمّ قا ل و لا التفات الی قول ابن خرا ش تکلم الناس فیه ۔ الثا نی ھو ابو اسا مة حماد بن اسا مه ثقة ثبت ۔ و الثا لث و ھو فضیل بن حسین ابو کا مل ثقة حافظ ۔ و الرا بع ثقة ۔ و الباقون مرّ ذکر ھم ۔

(پہلا شخص ثقہ اور ثبت ہے یہ ابن حجر عسقلانیؒ نے کہا ۔ پھر کہا اس نے کہ نہیں خیال

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہیے اس طرف وہ جو ابن خراش نے کہا ہے کہ لوگوں نے اس شخص کے باب میں کلام کیا ہے ۔اور دوسرا ابواسامہ حماد بن اسامہ ثقہ اور ثبت ہے ۔اور تیسرا فضیل بن حسین ابوکامل ثقہ حافظ ہے۔ اور چوتھا ثقہ ثبت ہے اور باقی کا ذکر گذر چکا)،

اور تیسری اسناد یہ ہے:

ثنا موسی بن اسماعیل قال حدثنا حماد قال ثنا عاصم بن المنذر عن عبيد الله بن عبد الله بن عمر قال حدثني ابی ---- الحدیث ۔ (روایت کی ہم کو موسی بن اسماعیل نے اور کہا کہ روایت کی ہمیں حماد نے اور کہا روایت کی ہمیں عاصم بن منذر نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر سے اور کہا کہ مجھے میرے باپ نے)

اس کے راوی بھی وہی ہیں جن کا ذکر گزرا۔مگر ایک عاصم بن المنذر ہیں سو وہ بھی صدوق ہیں و کذا لک فی التقریب للعسقلانی (یہ سب تقریب میں ہے)

اورنسائی کی اسناد یہ ہے:

اخبرنا هنا دبن السری و الحسین بن حریث عن ابی اسامة عن الولید بن کثیر عن محمد بن جعفر عن عبيد الله بن عبد الله بن عمر عن ابیه

اس کے راوی بھی وہی ہیں سوائے حسین بن حریث۔سو وہ بھی ثقہ ہیں۔قاله فی تقریب التھذیب۔

ایسا ہی ابن خزیمہ اور ابن ماجہ کی اسناد کو سمجھنا چاہیے۔

حاصل یہ کہ یہ حدیث جتنے طریقوں سے مروی ہے سب کے سب ثقات ہیں۔ اور اگر بالفرض کسی ایک راوی میں کچھ عیب نکالو گے تو اس کی تقویت دوسرے راوی سے قائم مقام اس کے ہو جاوے گی۔

غرض کہ روایت کے جہت سے حدیث قلتین میں ضعف کا نام نہ لے سکو گے اور حدیث کی صحت، سقم، قوت اور ضعف کا مدار راویوں پر ہوتا ہے اسلئے اسی قدر تعدیل رواۃ سے حدیث قلتین کا صحیح ہونا ثابت ہوگیا۔تاہم آئمہ جرح اور تعدیل کے اقوال جو اس حدیث کی صحت کے متضمن ہیں، بھی سن لو۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واضح ہو کہ اس حدیث پر عمل ہے امام شافعیؒ، امام احمدؒ بن محمد بن حنبل، امام اسحاقؒ، امام ابو عبیدؒ، امام ابو ثورؒ اور ایک جماعت کا محدثین میں سے، اور تمام آئمہ شافعیہ کا سوائے غزالیؒ اور رد یانیؒ کے جیسا کہ کہا محلی میں:

و قال الشّافعی و احمد ما بلغ القلتین فھو کثیر لا ینجس بوقوع النّجاسۃ و بہ قال اسحاق و ابو عبید و ابو ثور و جماعۃ من اھل الحدیث منھم ابن خزیمہ

(شافعیؒ اور احمدؒ کہتے ہیں کہ جو پانی حد قلتین تک پہنچ جاوے، وہ کثیر ہے۔ نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔، اور ایسا ہی کہا ہے اسحاقؒ اور ابو عبیدؒ اور ابو ثورؒ اور ایک جماعت اہل حدیث نے ان ہی میں سے ابن خزیمہؒ ہیں)۔

اور باقی آئمہ کا، سوائے غزالیؒ اور رد یانیؒ کے، عمل سب پر روشن ہے اور ردالمحتار میں لکھا ہے

انّ المجتھد اذا استدلّ بحدیث کان تصحیحاً لہ کما فی التحریر و غیرہ۔ یعنی عمل کسی مجتہد کا اوپر کسی حدیث کے تصحیح ہے اس حدیث کی۔

پس امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق اور ابو ثور اور جماعت دیگر مصحح ہوئی اس حدیث کی، اور تصحیح کی ہے اس حدیث کی ابن خزیمہؒ، ابن حبانؒ، دارقطنیؒ اور حاکمؒ نے جیسا کہ کہا محلی میں و صححہ ابن خزیمۃ و ابن حبان و الدار قطنی۔

اور کہا بلوغ المرام میں و صححہ ابن خزیمۃ و ابن حبان و الحاکم

اور کہا حاکم نے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، اور شیخین نے اس لئے روایت نہیں کی کہ اس میں ولید سے اسناد میں کچھ اختلاف واقع ہو گیا ہے جیسا کہ کہا محلی میں

و قال الحاکم صحیح الاسناد و لم یخرجاہ لخلاف فیہ عن الولید بن کثیر۔ (اس اختلاف کا جواب ہم عنقریب دینگے۔ نذیر حسین)۔

اور کہا یحیی بن معین نے کہ یہ حدیث خوب پختہ ہے۔ اور کہا بیہقی نے یہ حدیث موصول الاسناد اور صحیح ہے۔ اور کہا منذری نے اس کی اسناد جید ہے اور اس پر کسی طرح کا غبار نہیں جیسا کہ کہا محلی میں:

و قال ابن معین جید و قال البیھقی موصول صحیح و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قال المنذری اسناده جید لا غبار علیه ۔

اور کہا ابن ماجہؒ نے کہ یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ بحرالرائق میں ضمن میں ایک اعتراض کے کہ جس کا جواب بے دلیل ہے

قد صححه ابن ماجه و ابن خزیمه و الحاکم و جماعة من اهل الحدیث ۔ (بلاشک صحت کی ہے اس کی ابن ماجہؒ اور ابن خزیمہؒ اور حاکمؒ اور ایک جماعت اہل حدیث نے)۔

بلکہ حضرت طحاویؒ حنفی (جس نے تائید حنفی مذہب کی اپنے نفس پر واجب کر لی ہے اور جہاں تک بن آتی ہے حنفی مذہب ہی کی مددگاری کرتا ہے، جس کے حق میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، بستان المحدثین میں فرماتے ہیں: بہرحال تصانیف مفیدہ در مذہب دارد و بزعم خود در نصرت ایں مذہب مساعی جمیلہ بتقدیم رسانیدہ) نے لاچار ہو اقرار کرلیا ہے کہ حدیث قلتین کی صحیح ہے اور ثابت، اگرچہ عذر اضطراب معنی قلتین کا پیش لایا ہے (جس کا ہم جواب دیں گے۔ان شاءاللہ۔نذیر حسین)۔ یہ ہے کلام طحاویؒ کا شرح معانی الآثار میں

خبر القلتین صحیح و اسناده ثابت لکن انّما ترکناه لانّا لا نعلم ما القلتان ۔ (حدیث قلتین کی صحیح ہے اور اسناد اس کی ثابت ہے، لیکن ہم نے اس پر عمل اس لئے نہیں کیا کہ ہم نہیں جانتے کہ قلتین کیا ہے)۔

اور محلی میں ہے:

و اعترف الطّحاوی بصحته (طحاویؒ نے اس کی صحت کا اقرار کیا ہے)۔

اور فتح الباری میں ہے:

الفصل بالقلتین اقوی بصحة الحدیث فیه و قد اعترف الطحاوی من الحنفیة بذالک

(حد فاصل قلتین کی بہت قوی ہے اس باب میں حدیث کے صحیح ہو جانے کے باعث۔ اور احناف میں سے طحاوی اس کی صحت کا قائل ہے)۔

اعتراف طحاوی حنفی کا سخت حجت ہے حنفیہ پر۔ الحاصل حدیث قلتین کی صحیح اور ثابت اور اسناد اس کی جید اور راوی اس کے ثقات اور اسی وجہ اور اسی نظر سے صحیح کہا ہے اس کو امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ اور امام ابوعبیدؒ اور امام ابوثورؒ اور امام ابن خزیمہؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اورامام ابن حبانؒ اورامام ابن ماجہؒ اورامام دارقطنیؒ اورامام بیہقیؒ اور امام حاکمؒ اور امام یحیٰ بن معینؒ اورامام منذریؒ اورامام طحاویؒ نے ۔پس اب ان لوگوں کے کلام کا جواب دینا چاہیے جو ان احادیث کوضعیف کہتے ہیں۔

تو واضح ہو کہ جن کا مؤلف (تنویرالحق) نے ذکر کیا ہے ان سب کے کلام سے حدیث قلتین کا ضعف ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ امام بیہقیؒ کے اس قول کے، جو امام زیلعیؒ نے نقل کیا ہے، یہ معنی ہیں کہ یہ حدیث ایسی قوی نہیں کہ علی شرط الشیخین ہو، نہ یہ کہ ضعیف ہے۔ ورنہ وہ کلام بیہقی کا جو محلی میں منقول ہو چکا، بے معنی ہو جائے گا۔اور ضعیف کہنا غزالیؒ، ردیانیؒ، دبوسیؒ، صاحب ہدایہ، شیخ ابن الہمام، اور بعضے مالکیوں کا حدیث کوضعیف نہیں کر دیتا کیونکہ یہ لوگ مقلدین ہیں، آئمہ جرح وتعدیل میں سے نہیں ہیں۔ ایسے سینکڑوں علماء شافعی اس کی تصحیح کر رہے ہیں۔ تو جیسا کہ ہم نے ان سب کی تصحیح پر اعتماد نہیں کیا ایسا ہی ان علماء، جن کا مؤلف نے شمار کیا ہے، کا بھی خیال نہ چاہیے۔

اب رہا ضعیف کہنا ابن عبد البرؒ اور ابو داؤدؒ اور علی بن المدینیؒ کا۔سو البتہ جرح ان کا پایہ اعتبار میں ہے۔لیکن اگر با بیان سبب اور با دلیل ہو تو معتبر ہے ورنہ بے بیان سبب ان کی جرح بھی مقبول نہیں جیسا کہ وجیہ الدین علویؒ اسی ابن عبد البرؒ سے حاشیہ شرح نخبہ میں نقل کرتے ہیں اورفرماتے ہیں:

> و قد عقد ابن عبد البر فی کتاب العلم بابا لکلام المعاصرین بعضهم فی بعض و رأی ان اهل العلم لا یقبل جرحهم الا ببیان واضح ۔(ابن عبدالبرؒ نے ہم عصر لوگوں کے کلام کرنے میں ایک باب منعقد کر کے کہا ہے کہ اہل علم ان ہمعصروں کی جرح بغیر واضح بیان کے قبول نہیں کرتے)

اورسوائے ان کے اوروں کا بھی یہی مذہب ہے کہ جرح کسی کا بے بیان سبب کے قبول نہیں کیا جاتا جیسا کہ کہا ہے شرح نخبہ اور حاشیہ علوی میں:

> و الجرح مقدّم علی التّعدیل و اطلق ذالک جماعة لکن محله التفصیل و هو انه مقدم ان صدر مبینا سببه من عارف باسبابه لانه کان غیر مفسر ای لم یبیّن سببه مثل قولهم فلان ضعیف و فلان لیس بشیء او نحو ذالک مقتصراً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علی ذا لک لم یقدح فیمن ثبت عدا لته لا نّ النّاس یختلفون فیما یجرح و ما لا یجرح فیطلق احد هم الجرح بناء علی امر اعتقده جرحا و لیس بجرح فی نفس الامر فلا بدّ من بیا ن سببه و ان صدر من غیر عا رف با لا سبا ب لم یعتبر ایضاً و هو الظا هر ۔ (اور جرح مقدم ہے تعدیل پر اگرچہ ایک جماعت نے علی الاطلاق یہی کہا ہے لیکن یہ بات تفصیل طلب ہے۔ وہ یہ ہے کہ جرح جب مقدم ہے کہ کوئی جرح کے اسباب کو جاننے والہ مع سبب کے جرح کرے ۔کیونکہ اگر سبب جرح کا بیان نہ کیا، مثلاً صرف کہہ دیا کہ فلان ضعیف ہے یا فلاں ہیچ پوچ ہے یا اورکوئی ایسا ہی لفظ کہہ دیا، تو کسی شخص ثابت العدالت کے بارے میں ایسی بات مضر نہ ہوگی کیونکہ لوگ ان باتوں میں جو مجروح کرتی ہیں اورنہیں کرتیں، مختلف ہیں۔ سو بعضوں نے وہ باتیں جو ان کے اعتقاد میں جرح ہیں بہرحال جرح ٹھہرا رکھی ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں جرح نہیں ہے۔سو اس بنا پر جرح کا بیان ضرور ہے اور اگر انجان سے جرح ہوگی تو اس کا اعتبار نہ ہوگا)۔

اور کہا شرح نخبہ میں قبل اس کلام کے:

قال الذ هبی و هو من اهل الا ستقراء التا م فی نقد الرجال لم یجتمع اثنا ن من علماء هذا الشا ن قط علی تو ثیق ضعیف و لا علی تضعیف ثقة ۔ انتہی۔ و لهذا کا ن مذ هب النّسا ئی ان لا یترك حدیث الرّجل حتی یجتمع الجمیع علی ترکه و لیحذر المتکلّم فی هذا الفنّ فا نّه ان عدّ ل بغیر تثبت و تجنبب عن التسا هل کا ن کا لمثبت حکما لیس بثا بت فیخشی علیه ان ید خل فی زمر ة من روی حدیثاً و هو یظن انه کذ ب و ان جرح بغیر تحرز اقدم علی الطعن فی مسلم بری من ذا لک و دمه بمیسم سوء یبقی علیه عاره ابداً و لآ نة ید خل فی هذا تارةً من الهوی و الغرض الفاسد و کلام المتقد مین سا لم من هذا الجرح غا لباً و تارة من المخا لفة فی العقا ئد و هو مو جود

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قديماً و حديثاً انتهى كلام الحا فظ

(ذہبی نے نقد الرجال میں کہا ہے کہ اصول حدیث کے علماء میں سے دو عالم نہ ضعیف کے ثقہ بتانے پر جمع ہوئے ہیں نہ ثقہ کے ضعیف بتانے پر۔انتہی

اوراسی سبب سے نسائی کا مذہب یہ تھا کہ کسی راوی کی حدیث نہ چھوڑی جائے جب تک کہ سب اس کے چھوڑنے پر جمع نہ ہو جاویں۔ اوراس فن میں بولنے والے کو ذرا ڈرنا چاہیے کیونکہ اگر بغیر دلیل کسی کو عدل کہا تو ایک امر غیر ثابت کو گویا ثابت کیا، تو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اس گروہ میں شامل نہ ہو جائے جو کسی روایت کو جھوٹا سمجھنے کے باوجود اس کو روائت کرتے ہیں۔ اور اگر بے دھڑک کسی کو ثقہ کو غیر ثقہ بتا دیا تو اس کا وبال ہمیشہ اس پر رہے گا۔ایسا کبھی تو نفسانیت اور کسی بری غرض سے کیا جاتا۔ اوراگلے لوگوں کا کلام اکثر اس طرح کی جرح سے خالی تھا۔، اورکبھی ایسی بات عقیدوں کے اختلاف سے ہوتی ہے۔ یہ بات پہلے سے اب تک موجود ہے)۔

اورظاہر ہے کہ کسی جارح مضعّف کا کلام متضمن وجہ ضعف کا اورسبب جرح کا نہیں۔ پس کیونکر مجرد اقوال بے دلیل سے حدیث صحیح ثابت کو، جس کو جماعت محدثین کی اور چودہ آئمہ مذکورہ بالا صحیح کہتے ہیں ، ضعیف مانا جاوے۔ جائے انصاف کی ہے اورمقام داد کا۔

اوراگرکوئی اعتراض کرے کہ ضعیف کہنا ان کا باوجہ ہے۔ اوروجہ یہ ہے کہ حدیث قلتین کی مضطرب ہے الفاظ میں اورمعنوں میں جیسا کہ حضرت مؤلف تنویرالحق آگے ذکر کریں گے۔ اورمضطرب ہے اسناد میں جیسا کہ ذکر کیا ہے محلی میں

و وجهه انه اختلف في سنده عن ابي اسا مة ۔ فمرة يقول عن الو ليد بن كثير عن محمد بن عباد بن جعفر ۔ و مر ة عن محمد بن جعفر بن الز بير ۔ و مرة ير وى عن عبد الله بن عمر۔ و مرة عن عبيد الله بن عبد الله بن عمر ۔ انتهى ۔ و كذا ذكره في بحر الرا ئق

یعنی اس کی اسناد میں اختلاف ہے کیونکہ ولید کی روایت کبھی تو محمد بن جعفر سے اورکبھی محمد بن عباد بن جعفر سے ،اوران کی روایت کبھی ہے عبداللہ بن عبداللہ سے اورکبھی عبید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ بن عبداللہ۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وجہ بھی کالعدم ہے کیونکہ اس حدیث میں تینوں میں سے کوئی بھی اضطراب نہیں۔سو نہ ہونا اضطراب لفظی اور معنوی کا تو وہیں پر بیان کیا جاوے گا جہاں پر مؤلف اس کا ذکر کریں گے۔ اور اضطراب اسنادی کو ذیل میں رفع کیا جاتا ہے۔

معلوم کرنا چاہیے کہ اضطراب اس اختلاف کا نام ہے جس میں توفیق یعنی جمع یا ترجیح بعض صورتوں اختلاف کے اوپر بعض کے ممکن نہ ہو۔ اور جہاں کہیں جمع یا ترجیح ہو سکے تو اس محل میں اضطراب نہیں پایا جاتا۔ جیسا کہ کہا وجیہ الدین علوی نے حاشیہ شرح نخبہ میں

قال ابن الصّلاح و هو ما اختلف الرّواية فيرويه بعضهم على وجه و بعضهم على وجه اخر مخالف له۔ و لا يترجح احدى الروايتين على الاخرى و لا يمكن الجمع بينهما۔ فان ترجحت فالحكم للراجح و لا يكون الحديث حينئذ مضطرباً و كذا ان امكن الجمع۔ انتهى مختصراً۔

(ابن صلاحؒ کہتے ہیں کہ اضطراب وہ ہے کہ مختلف ہو روایت اس کی۔بعض راوی ایک طرح پر روایت کریں اور بعض دوسری طرح پر جو اس کے مخالف ہو، اور ایک کو ان دونوں روایتوں میں سے ترجیح نہ ہو، اور ان دونوں میں جمع بھی ممکن نہ ہو۔ اور اگر ایک روایت راجح ہو جاوے تو وہی عمل کے لائق ہے اور اس وقت حدیث مضطرب نہ کہلائے گی۔ اور اسی طرح جب کہ ان دونوں میں جمع ممکن ہو)۔

اسناد میں ولید کی ترجیح بھی ممکن ہے اور جمع بھی ہوسکتا ہے، پھر کہاں اضطراب رہا؟

صورت ترجیح کی یہ ہے کہ جو روایت ولید بن کثیر کی محمد بن جعفر بن زبیر سے ہے اور اس کی عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر سے ہے، وہ مرجح ہے۔اور اس پر شاہد ہے روایت محمد بن اسحاق کی محمد بن جعفر بن الزبیر سے اور اس کی عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر سے جیسا کہ اول روایت میں ترمذیؒ کے اور دوسری روایت میں ابوداؤدؒ کے گذرا۔ اور اختیار کیا اس کو خطابیؒ نے جیسا کہ ذکر کیا ہے محلی میں:

و اجاب عنه الخطابی بان هذا اختلاف من قبل ابی اسامة حماد بن اسامة القرشی رواه محمد اسحاق بن يسار عن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد بن جعفر بن الزبیر فا لخطاء فی احدی روا یتیه متروك
و الصوا ب محمول به و لیس فی ذا لک ما یو جب تو هین
الحدیث ۔ (اور جواب دیا ہے اس سے خطابی نے اس طرح پر کہ یہ اختلاف جانب
سے ابی اسامۃ حماد بن اسامہ قرشی کے ہے ۔ چنانچہ روایت کیا ہے اس کو محمد بن اسحاق
بن یسار نے محمد بن جعفر بن زبیر سے تو خطا ایک روایت کی چھوڑ دی گئی اور ٹھیک
بات پر عمل کیا گیا ۔ اب اس میں یہ نہیں رہا کہ حدیث کو ضعیف کرے)۔

اور صورت جمع کی یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ولید نے محمد بن جعفر بن الزبیر سے بھی
روایت کی ہو اور محمد بن عباد بن جعفر سے بھی کی ہو۔ ایسا ہی عبداللہ بن عبداللہ بن عمر سے
بھی روایت ہو اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر سے بھی روایت ہو اور یہ سب ثقات ہیں۔

امّا الاول فهو ثقة من السا دسة و الثا نی ایضاً ثقة من الثا لثه
و الثا لث ایضاً کذا لک   و هکذا الرا بع ۔ کذا فی تقریب
التهذیب ۔ (پہلا شخص چھٹے طبقہ کا ثقہ ہے، اور دوسرا شخص تیسرے طبقہ کا ثقہ ہے
اور تیسرا شخص بھی اسی طرح، اور چوتھا بھی)۔

اور اختیار کیا اس کو امام نووی ؒ نے جیسا کہ ذکر کیا ہے بحرالرائق میں:

و اجا ب النّووی عن هذا با نه لیس اضطرا باً لا نّ الولید رواه
عن کل من المحدّ ثین فحد ث مر ةً عن احد هما و مرةً عن
الآخر رواه ایضاً عبد اللّه و عبید اللّه ابنا عبد اللّه بن عمر
عن ابیهما و هما ایضاً ثقتا ن ۔ انتهی و کذا فی المحلی
(اور جواب دیا ہے نووی نے اس سے اس طرح پر کہ یہ اضطراب نہیں، کیونکہ ولید
نے سب استادوں سے روایت کی ہے ۔ سو ایک دفعہ ایک اپنے استاد سے روایت کی
ہے اور دوسری دفعہ دوسرے سے ۔ اور روایت کی ہے اسی طرح عبیداللہؒ اور عبداللہؒ
نے اپنے والد حضرت عمرؓ ۔ اور وہ دونوں ثقہ ہیں)

علاوہ یہ کہ ترمذی کی روایت میں اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں نہ ابواسامہ
واسطہ ہے اور نہ ولید بن کثیر ۔ پس ان میں اتنا دھوکہ ظاہری بھی نہیں ہوتا ، اور ان میں
اضطراب کی بو بھی نہیں آتی ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تو ثابت ہوا کہ اس اسناد میں اضطراب نہیں ہے۔
ایسا ہی نہ ہونا اضطراب کا متن میں اور معنوں میں بھی ثابت کیا جاوے گا۔
پس وجہ جرح مضعفین کی ثابت نہ ہوئی اور جرح ان کا بے وجہ باقی رہا۔ تو پھر اس کو کون قبول کرتا ہے با آنکہ صحت حدیث کی ثابت ہو۔

و بهذا التحقيق اندفع ما قال بعض قاصرى الانظار المعذورين فى بعض الحوا شى على بعض الكتب و لا يخفى ان الجرح مقد م على التّعديل فلا يدا فعه تصحيح بعض المحدّ ثين له من ذكره ابن حجر و غيره و وجه الا ند فاع لا يخفى عليك بعد التّا مل الصّادق ا لا ترى ان تقديم الجرح على التّعديل فرع لو جود الجرح و قد نفيناه لعدم و جود و جهه و جعلناه هباء منثوراً ۔ فا ين المقدم و اين التقديم ۔ و ان سلّمنا ان و جه الاضطراب فى ا لاسناد و المتن و المعنى فقد نفينا الاضطراب فى ا لا فراد و ستنفى ا لا خيرين و قد قا ل فى المسلم اذا تعا ر ض الجر ح و التّعديل فا لتّقديم للجر ح مطلقاً و قيل بل للتّعديل عند زيادة المعد لين و محل الخلاف اذا اطلقا او عين الجا رح شيئاً لم ينفه المعدل او نفاه لا بيقين و اما اذا نفاه يقيناً فا لمصير الى التر جيح اتفاقاً انتهى ۔ و قا ل العلوى فى حا شية على شرح النخبة نعم ان عين سببا نفا ه المعدل بطر يق معتبر فا نهما يتعارضان ۔ انتهى ۔ فثبت صلوح معا رضة الجرح للتعديل ثم التر جيح لجو دة ا لا سا نيد من حيث ثقا ة الرواة و من اللّه التا ئيد ۔ فا فهم ۔ (اور اس تحقیق سے وہ شبہ اٹھ گیا جو بعض کوتاہ نظروں نے بعض کتابوں کے بعض حاشیوں میں کیا ہے جرح مقدم ہے تعدیل پر اور اس جرح کو بعض محدثوں کا صحیح کہنا نہیں اٹھا سکتا کہ ابن حجرؒ وغیرہ نے ذکر کر دیا۔ اور وجہ اٹھ جانے اس شبہ کے، بعد تامل صادق کے پوشیدہ نہیں ہے۔ کیا تجھے سوجھتا نہیں کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جرح کے تعدیل پر مقدم ہونے کی بات تب ہو جب جرح کا کہیں وجود ہو۔ اور ہم نے تو وجہ جرح کی نفی کر کے جرح کے وجود ہی کو ہباء منثوراً کر دیا ہے۔تو اب تقدیم اورمقدم کہاں رہا۔اور اگر وجہ اضطراب کو ہم متن حدیث یا سند یا معنی حدیث میں مان لیں تو اسناد کے اضطراب کو تو ہم اڑا چکے، اور باقی دو قسم کے اضطراب پر ہم عن قریب بحث کریں گے۔

اور بلا شبہ مسلم میں کہا ہے کہ جب جرح کو تعدیل معارض پڑے تو تقدیم جرح کو ہے ہر حال میں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ تقدیم تعدیل کو ہے جس وقت کہ تعدیل کرنے والے زیادہ ہوں۔ اور موقع اختلاف کا جب ہے کہ یا تو جرح اور تعدیل دونوں بلاسبب ہوں یا جرح کرنے والے نے جو سبب بتایا ہو اس کو تعدیل کرنے والا اٹھا نہ سکا ہو۔ یا اٹھایا ہو مگر مضبوط نہ ہو اور جس وقت کہ اچھی طرح اٹھادے تو بالاتفاق تعدیل کی طرف رجوع کرنا ہے۔ ہو چکی عبارت مسلم کی۔ اور علوی نے اپنے حاشیہ پر جو شرح نخبہ پر ہے کہا ہے کہ ہاں اگر معین کر دے جرح کرنے والہ سبب، اور اٹھادے اس کو تعدیل کرنے والہ معتبر طور پر، تو دونوں باہم متعارض ٹھہریں گے۔ ہو چکی عبارت حاشیہ کی۔ تو ثابت ہو گیا قائل ہونا جرح کا معارضہ تعدیل کے۔ پھر ترجیح تعدیل کو ہے بہ سبب قوت سند کے جہاں کے راوی ثقہ ہوں)

اب مدار رہا کہ اضطراب معنوی اور متنی سے جواب دیا جاوے۔سو مؤلف کی وجہ ثانی کے جواب کے بعد اس کا جواب دیا جاوے گا۔

قال (مؤلف تنویر الحق) اور وجہ دوسری یہ ہے کہ یہ حدیث قلتین، مخالف ہے اجماع صحابہ کے جیسا کہ کہا شیخ عبدالحقؒ نے بیچ شرح مشکوۃ وغیرہ کے

قال علی بن مدینی و هو امام آئمة الحدیث و شیخ البخاری انه مخالف لاجماع الصّحابة فانّ الزّنجی وقع فی بئر زمزم فامر ابن عباس و ابن الزبیر بنزح الماء کله بحضور الصحابة ولم ینکر منهم احد۔ (کہا علی بن مدینیؒ نے، اور وہ حدیث کے اماموں کے امام ہیں اور بخاریؒ کے استاد ہیں، کہ یہ قلتین کی حدیث اجماع کے مخالف ہے۔کیونکہ حبشی زمزم میں گرا اور ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ نے حکم دیا

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تمام صحابہ کے مجمع میں کہ اس کا سارا پانی نکالا جاوے اور کسی صحابی نے انکار نہ کیا)

اور کہا طحاویؒ نے:

و کا ن ذا لک الا فتاء بمحضر الصّحا بۃ و لم ینکر منھم احد

(اور تھا وہ فتوی صحابہ کے مجمع میں اور کسی نے انکار نہ کیا)۔

اور کہا شیخ نے بیچ لمعات شرح مشکوۃ کے:

و کان ذا لک ا لا فتاء بمحضر الصحابۃ و لم یظھر من احدھم ا لا نکار فیکو ن حدیث قلتین مخا لف ا لا جماع

(اور تھا وہ فتوی صحابہ کے مجمع میں، اس پر کسی کا انکار ظاہر نہیں ہوا، تو حدیث قلتین اجماع کے مخالف ٹھہری)۔

اقول (سید نذیر حسین)۔ اس مغالطہ کے تین جواب ہیں:۔

☆ اول یہ کہ اس قصے کے ثبوت ہی میں کلام ہے ۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں حدیث زنجی سے امام شافعیؒ کا انکار، اور سفیان بن عینیہؒ کا انکار، اور انکار ابو عبیدؒ کا اس قصہ کے وقوع سے بضمن عبارت سنن کبری اور محلی کے گذرا۔ اور جس روایت سے حنفی اس قصہ کو ثابت کہتے ہیں اس روایت کا منقطع ہونا عبارت سنن کبری اور محلی سے ثابت کیا گیا

☆ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نے فرض کیا کہ یہ قصہ ثابت ہے اور اجماع پایا گیا۔ لیکن پھر بھی اجماع سکوتی ہوا۔ اور اجماع سکوتی کو امام شافعیؒ بلکہ بعض حنفی حجۃ شرعی نہیں جانتے۔ جیسا کہ کہا مسلّم الثبوت میں بعد بیان مسئلہ اجماع سکوتی کے

و مختار ا لآ مدیؒ و الکر خیؒ ظنی و عن الشا فعیؒ لیس بحجۃ و علیہ ابن ابا ن و البا قلا نی ۔ انتھی ۔ قلت و ذ ھب اکثر الشّافعیۃ الی ان ھذا ھو مذھب الشّا فعی کذا فی منھیۃ المسلم فلا تغتر بما ذکرہ ابن حا جب عن الشا فعی من روایتہ علی خلا فہ ایضاً فا ن صا حب البیت اعرف بما فی البیت من غیرہ ۔ (اور پسندیدہ آمدیؒ اور کرخیؒ کا یہ ہے کہ اجماع سکوتی ظنی ہے۔ اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ وہ اجماع حجت نہیں ہے اور ابن ابانؒ اور باقلانیؒ اسی پر ہیں۔ ہو چکی عبارت مسلم الثبوت کی۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر شافعیہ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرف گئے ہیں کہ مذہب شافعی کا یہی ہے۔ منہیۃ مسلم میں یوں ہی ہے ۔سو اب دھوکہ نہ دے گی وہ تقریر جو ابن حاجب نے اپنی روائت سے امام شافعی کا خلاف بھی اس میں ذکر کیا ہے، کیونکہ گھر والا گھر کی موجودات، دوسروں سے زیادہ جانتا ہے)۔

پھر کس طرح تمہارا یہ اجماع سکوتی، شافعیؒ پر حجت ہوگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ فرض کیا کہ یہ اجماع سکوتی بھی حجت ہے لیکن یہ اجماع پانی کے نکالنے پر موجب اور مخبر اس بات کا کہاں ہوتا ہے کہ پانی کو نجس جان کر وجوباً نکالا تھا۔ بلکہ بلحاظ حدیث الماء طھور کے جو بئر بضاعۃ کے جواب میں وارد ہے اور خود ابن عباسؓ سے مروی ہے اور صحت اس کی سابق میں ثابت کی گئی ہے، اور بلحاظ ثبوت اس امر کے کہ ابن عباسؓ نے ایسے حوض میں سے وضو کیا ہے جس میں کچھ مردار پڑا ہوتا، جیسا کہ ضمن میں عبارت سنن کبری کے گذرا، اور بلحاظ صحت حدیث قلتین کے، یہی کہیں گے کہ صحابہ کا زمزم کے پانی کو نکالنا اس سبب سے تھا کہ حبشی کے گرنے سے پانی پر خون اور نجاست ظاہر ہوگئی تھی، اور زمزم پینے کا پانی تھا۔ پس بطور نظافت اور لطافت کے اس کا پانی نکلوا دیا تھا نہ بطور تطہیر نجاست کے۔ پھر کہو کہ حدیث قلتین کی اجماع کے کہاں مخالف ہوئی

كذا قال الامام الهمام الشّافعي كما مرّ سابقاً في عبارة المحلّي و سنن كبرى (جیسا کہ کہا امام شافعیؒ نے جیسا کہ گذر چکا پہلے عبارت محلی اور سنن کبری میں)

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیث قلتین کی مضطرب ہے ۔یعنی الفاظ اور معانی اس کے مخالف ہیں آپس میں ۔اس لئے کہ ایک روایت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ ہے کہ

سئل رسول اللّه ﷺ عن الماء يكون في الفلاة من الارض و ما ينوبه من الدّواب و السّباع فقال اذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث۔ رواه الترمذي و النسائي و ابوبكر و ابوداؤد و احمد (ترمذی:۶۷) (آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا اس پانی کے حق میں جو جنگل میں ہوتا ہے اور اس میں چوپائے پھرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب پانی قلتین کی حد کو پہنچ جاوے تو ناپاکی اسے مضر نہیں)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس یہ حدیث کہ روایت کیا ان محدثوں نے دلالت کرتی ہے اس پر کہ جب کہ پانی ہو قدر قلتین کے نہ اٹھا سکے گا نجاست کو پانی سے، یعنی نجس ہو جائے گا جیسا کہ مقتضاء ان حدیثوں کا کہ اوپر مذکور ہوئیں۔ اس لئے کہ معنی حمل کے، لغت میں اور قرآن شریف میں اٹھانے کے ہیں۔ بیچ منتخب اللغات وغیرہ کے، حمل برداشتن، انتہی۔

اور فرمایا اللہ تعالی نے:

و حمله و فصاله ثلاثون شهراً۔ (احقاف: ۱۵)

(اور مدت حمل اور دودھ چھڑانا ڈھائی برس ہیں)۔

اور، ایک اور جگہ فرمایا:

مثل الّذين حمّلوا التّوراة ثمّ لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفاراً (جمعہ: ۵) (کہاوت ان کی جن پر لادی گئی تورات، پھر نہ اٹھایا انہوں نے، جیسے کہاوت گدھے کی پیٹھ پر لے چلتا ہے کتابیں)۔

اور دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ ہے:

قال قال رسول اللّه ﷺ اذا كان الماء قلتين لم ينجسه شيء (ابن ماجہ: ۵۱۸۔ ابوداؤد: ۶۳)۔ (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت پانی حد دو قلوں کو پہنچ جاوے تو اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی)۔

پس یہ روایت دلالت کرتی ہے اس پر کہ جب کہ پڑے پانی قلتین میں کوئی نجس چیز، تو ناپاک نہیں ہونے کا، سو یہ معنی مخالف ہیں پہلی حدیث کے معنی کو باعتبار معنی والفاظ کے۔

اور تیسری روایت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ ہے کہ کہا، فرمایا رسول خدا ﷺ نے:

اذا بلغ الماء قلتين او ثلاثا لم ينجسه شيء (ابن ماجہ: ۵۱۸)۔

(جس وقت پہنچ جاوے پانی بقدر دو یا تین قلوں کے، تو نہیں نجس کرتی اس کو کوئی چیز)

پس یہ روایت مشتمل ہے شک پر کہ دو قلے فرمائے ہیں یا تین قلے۔ پس یہ روایت مخالف ہوئی دونوں روایتوں پہلی کو۔ اور نہ معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ نے دو قلے فرمائے ہیں یا تین۔

اور چوتھی روایت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اذا کان الماء اربعین قلة لم ینجسه شیء رواه محمد بن المنکدر (جس وقت پہنچ جائے پانی بقدر چالیس قلے کے تو اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی)

اور کہا شیخ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں:

و قد وقع الاضطراب فی ذالک الحدیث ففی بعض الرّوایات لفظ قلتین و فی بعضها ثلاث قلال و فی بعضها اربعین قلة و فی بعضها اربعین غرباً (بلا شک واقع ہوگیا اضطراب اس حدیث میں۔ اس لئے کہ بعض روایتوں میں دو قلے کا لفظ ہے اور بعض میں تین قلے اور بعض میں چالیس قلے اور بعض میں چالیس بڑے ڈول)۔

اور مانند اس کے کہا ملاعلی قاریؒ نے شرح مشکوۃ میں۔

پس ثابت ہوا ان روایتوں سے اضطراب اس حدیث کا۔

اقول۔ اس قول میں مؤلف نے بہت ابلہ فریبی کی ہے۔ اس لئے اس کے ردّ کو توجہ تام سے سننا چاہیے۔

تو پہلے سنو کہ جو اختلاف ایسا ہو کہ اس کے بعض وجوہ بعض پر مرجح ہوں، یا سب وجوہ آپس میں جمع اور موافقت قبول کرلیں، تو ایسے اختلاف سے حدیث میں اضطراب واقع نہیں ہوتا۔ چنانچہ جواب وجہ ثانی کے ضمن میں قول ابن صلاح کا عبارت حاشیہ علوی میں مصدق اس معنی کا گزرا۔

اب سنو کہ مؤلف (تنویرالحق) نے اس حدیث میں اضطراب کی دو وجہ بیان کی ہیں۔

☆ وجہ اول یہ کہ بعض روایتوں میں لم یحمل الخبث آیا ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ نہ اٹھا سکے گا نجاست کو، یعنی نجس ہوجائے گا۔ اور دوسری روایت میں لم ینجسه آیا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ نجس نہیں کرتی اس کو کوئی چیز، یعنی نجس نہیں ہوتا۔

☆ وجہ دوم۔ یہ کہ ایک روایت میں دو قلے آئے ہیں، اور ایک میں ساتھ شک کے دو یا تین، اور ایک میں چالیس قلے، اور کسی میں چالیس غرب۔

☆ تو جواب اول کا یہ ہے کہ اختلاف لم یحمل الخبث اور لم ینجسه کا حدیث میں اضطراب پیدا نہیں کرتا اس لئے کہ معنی لم یحمل الخبث کے بھی وہی ہیں جو کہ لم ینجسه کے ہیں۔ یعنی اپنے اوپر نجاست نہیں طاری ہونے دیتا اور نجس نہیں ہوتا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور جو مؤلف نے لکھے ہیں یہ ہرگز نہیں۔اس کے لئے تین دلائل ہیں:۔

دلیل اول یہ ہے کہ معنی لم یحمل الخبث کے لغت میں یہ ہیں کہ نہیں اٹھاتا نجاست کو جیسا کہ خود مؤلف (تنویر الحق) نے منتخب اللغات سے اور آیات قرآن سے ان معنی کو نقل کیا ہے۔ پھر اس نہ اٹھانے کے دو معنی ہیں۔

ایک یہ کہ اٹھانے سے نجاست کے انکار کرتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ زید صندوق نہیں اٹھاتا، یعنی اٹھانے سے صندوق کے انکار کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا نہ اٹھانا حدیث قلتین میں متصور بھی نہیں۔

اور ایک یہ معنی ہیں کہ نجاست کو اپنے اوپر آنے اور ظاہر ہونے نہیں دیتا۔ جیسے کہتے ہیں کہ زید پیدل چلنے میں تکلیف نہیں اٹھاتا۔ یعنی پیدل چلتے ہوئے اس پر تکلیف نہیں طاری ہوتی اور وہ اس میں تکلیف نہیں پاتا۔ اور یہی معنی متصور اور محقق اور متعین ہیں حدیث قلتین میں۔

اور خود مولانا قطب الدین خان، مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

کہ جس وقت کہ ہووے پانی دو قلے، نہیں اٹھاتا ناپاکی کو، یعنی پلید نہیں ہوتا پلیدی پڑنے سے۔ انتہی کلامہ۔

اور نزدیک امام ابو یوسفؒ کے بھی یہی معنی متعین اور محقق ہیں۔

قال فی البزازیه انّه روی عن ابی یوسف انّه صلّی الجمعة مغتسلاً من الحمام ثم اخبر بفارة میتة فی بئر الحمام ۔ فقال نأخذ بقول اخواننا من اهل المدینة اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثاً انتهی ما فی ردّ المحتار ۔ هکذا فی الطحطاوی و غیرهما ۔ (بزازیہ میں کہا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے ایک حمام کے پانی سے نہا کر جمعہ کی نماز پڑھی۔ پھر لوگوں نے خبر دی کہ اس حمام میں سے مرا ہوا چوہا نکلا۔ تو امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ ہم اپنے بھائی اہل مدینہ کے قول پر عمل کر لیتے ہیں کہ جس وقت پانی بقدر دو قلوں کے پہنچ جاوے تو نجس نہیں ہوتا)۔

اور جو معنی مؤلف (تنویر الحق) نے بیان کئے ہیں یعنی نہیں اٹھا سکے گا۔ وہ معنی لم یحمل کے نہیں ہوسکتے بلکہ وہ معنی لم یتحمل کے ہیں، جو تحمل سے مشتق ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوراس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے ۔اسی واسطے جناب مؤلف نے ترجمہ حملہ کا حاشیہ میں یہ کیا ہے:

یعنی اٹھانا اس کا ۔انتہی ۔

اور یہ ترجمہ نہ کیا کہ، اٹھا سکتا ۔

اورترجمہ حملو کا یہ کیا ہے:

اٹھائے گئے ۔انتہی ۔

اور یہ نہیں ترجمہ کیا، کہ اٹھوا سکے گئے ۔

اورترجمہ لم یحملو ھا کا یہ کیا:

پھر نہ اٹھایا اس کو ۔انتہی

اور یہ نہیں ترجمہ کیا:

کہ نہ اٹھا سکے ۔

غرض کہ حمل کے معنی اٹھانا ہیں، اٹھا سکنا، نہیں ۔اور اٹھا سکنا تحمل کے معنی ہیں جس کا اس حدیث میں ذکر نہیں ۔اوران دونوں معنوں میں ہزاروں کوس کا فرق ہے، کیونکہ بنا بر معنی ، اٹھانے کے، معنی لم یحمل کے ہمارے موافق ہوتے ہیں، جیسا کہ بیان کیا گیا۔ اور بنا بر معنی، اٹھا سکنے کے، معنی لم یحمل کے موافق مؤلف کے یعنی نہیں اٹھا سکے گا نجاست کو، بلکہ نجس ہو جائیگا ، ہوتے ہیں ۔

اور جب کہ معنی لم یحمل کے نہیں اٹھاتا مؤلف کے تراجم اورزبان سے ثابت ہوئے تو نہ اٹھا سکے یعنی نجس ہو جانے کے معنی خود مؤلف کی تحریر اوراقرار سے باطل ہوئے اور ثابت ہوا کہ معنی حدیث لم یحمل کے بھی وہی ہیں جو معنی حدث لم ینجسه کے تھے ۔یعنی کہ نہیں آنے اور طاری ہونے دیتا نجاست کو اپنے اوپر اور نہیں نجس ہوتا۔

☆ دوسری دلیل یہ کہ جب کہ حدیث صحیح میں ابو داؤد کے جو مؤلف کے کلام میں گذری ہے اورابن ماجہ کے لفظ لم ینجسه سے ثابت ہو گیا تو واجب ہوا کہ معنی لم یحمل الخبث کے بھی وہی کئے جائیں جو لم ینجسه کے ہیں۔اس لئے کہ علماء کا اتفاق ہے اس پر کہ ایک حدیث سے دوسری اس مضمون کی حدیث کی تفسیر کرنی چاہیے جیسا کہ کہا نووی نے شرح مہذب میں ۔چنانچہ عنقریب آوے گا۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اسی واسطے شیخ عبدالحق محدث حنفی نے شرح عربی مشکوۃ میں اقرار کیا ہے کہ معنی لم یحمل الخبث یہی رہیں گے کہ اپنے اوپر نجاست نہیں آنے دیتا اور اس کو دفع کر دیتا ہے۔ اور جو کہ بعض حنفیوں نے یہ معنی لم یحمل الخبث کے کئے ہیں کہ نجاست اٹھا نہیں سکتا بلکہ ضعیف ہو جاتا ہے صحیح نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

قوله لم یحمل الخبث ای لم یقبله بل یدفعه و جاء روایة لابی داؤد فانه لا ینجس و هذه الروایة ان صحت دلت علی ان تاویل لم یحمل خبثاً بانه لا یحمله و لا یطیق حمله لضعفه بل ینجس کما قال بعض اصحابنا الحنفیة غیر صحیح۔ انتهی کلام الشیخ ۔ (نجاست نہیں اٹھاتا یعنی نجاست کو قبول نہیں کرتا بلکہ دفع کر دیتا ہے ۔ اور ایک روائت ابو داؤد میں آیا ہے کہ نجس نہیں ہوتا، یہ روایت اگر صحیح ہو جائے تو دلالت کرتی ہے اس پر کہ یہ تاویل کہ پانی نجاست کو نہیں اٹھاتا، یعنی نجس ہو جاتا جیسا کہ بعض ہمارے ساتھی حنفیوں نے کی ہے، صحیح نہیں ٹھہرے گی۔ ہو چکی عبارت شیخ کی)۔

☆ اقول و صحة روایة ابی داؤد کالشمس فی نصف النهار کما حققناه ۔ فافهم ۔(میں کہتا ہوں کہ صحت روایت ابی داؤد کی دوپہر کے سورج کی طرح چمکتی ہے۔ چنانچہ ہم اس کی تحقیق کر چکے۔)

اور کہا مولانا عبدالعلی حنفیؒ نے ارکان اربعہ میں:

و ادلة صاحب الهدایة انه لضعفه لا یطیق حمل النجاسة یرده ما وقع فی روایته لابی داؤد فانه لا ینجس ۔ انتهی مختصراً (اور دلیل صاحب ہدایہ کو کہ بسبب ضعف کے نجاست کو نہیں اٹھاتا، ردّ کرتا ہے وہ جو ابوداؤد کی روایت میں آیا ہے کہ نجس نہیں ہوتا)۔

☆ تیسری دلیل یہ کہ اگر یہی معنی ہوں کہ جب کہ پانی قدر قلتین کو پہنچتا ہے تو نجس ہو جاتا ہے تو پھر یہ کیوں حد مقرر کر دی کہ جب کہ بقدر قلتین کے نہ ہو تب نجس ہو جاتا ہے۔ کیا جب کہ بقدر قلتین نہ ہو تو نجس نہیں ہوتا۔ یہ تو کوئی عاقل نہیں کہتا جیسا کہ ابن نجیم نے بحرالرائق میں کہا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذکر شمس ا لآ ئمة السر خسی و تبعه فه الهدا یة ان معنی قوله لم یحمل خبثاانه یضعف و ینجس و هذا مردود من و جهین ذکرهما النووی فی شر ح المهذب ا لاول انه ثبت فی روا یة صحیحه لا بی دا ؤد اذا بلغ الماء قلتین لم ینجس فتحمل الروا یة ا لا خری علیها فمعنی لم یحمل خبثاً لم یجنس و قد قا ل العلماء احسن تفسیر غریب الحدیث ان یفسر بما جاء فی روا یتة اخری کذا لک الحدیث الثّا نی انّه ﷺ جعل القلتین حداً فلو کا ن کما ز عم هذا القا ئل لکا ن التقیید بذ لک با طلاً فا ن ما دون القلتین یساوی القلتین فی هذا۔ مختصراً۔

(شمس الآئمہ سرخسیؒ نے ذکر کیا اور صاحب ہدایہ اس کے پیرو ہوا کہ معنی اس کے کہ پانی نجاست نہیں اٹھاتا، یہ ہیں کہ نجاست سے دب کر ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات سرخسیؒ کی دو وجہ سے مردود ہے۔ وہ دونوں وجہیں وہ ہیں جو نووی نے شرح مہذّب میں ذکر کی ہیں۔

اول تو یہ کہ ابوداؤد کی صحیح روایت میں ثابت ہو چکا ہے کہ جس وقت پانی بقدر دو قلے کے پہنچ جاوے تو ناپاک نہیں ہوتا۔ سو اس روایت پر دوسری روایت بھی لگائی جاوے گی تو اب اس کے معنی کہ پانی نجاست کو نہیں اٹھاتا، یہی ہوں گے کہ نجس نہیں ہوتا۔ اور علماء نے کہا ہے کہ اچھی تفسیر حدیث کے نادر لفظوں کی یہی ہے کہ دوسری روایت سے کی جاوے۔

دوسرے یہ کہ آنحضرت ﷺ نے دوقلوں کو حد ٹھہرایا ہے اس صورت میں اگر سرخسی کا کہنا ٹھیک ہو تو دوقلوں کی حد لگانا رائیگاں ہے، کیونکہ اب وہ پانی جو دوقلوں کی حد کو پہنچ گیا ہے، اور وہ پانی جو اس حد سے کم ہے، ناپاک ہونے میں برابر ہیں)۔

اور کہا محلی میں:

ثمّ ان ما ذکره شمس ا لآ ئمة السر خسی و تبعه صا حب الهدایة ان معناه انه یضعف عن النجاسة یرده روا یة ابی دا ؤد اذا بلغ الماء قلتین لم ینجس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(جو ذکر کیا سرخسیؒ نے، اور صاحب ہدایہ اس کا تابع ہوا، کہ معنی اس کے کہ پانی نجاست کو نہیں اٹھاتا، یہ ہیں کہ نجاست سے دب جاتا ہے، اس معنی کو رد کرتی ہے ابو داؤد کی وہ روایت کہ جب پانی بقدر دو قلوں کے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا)

☆ جواب وجہ ثانی کا یہ ہے کہ حدیث دو قلوں کی مروی ہے ساتھ سند صحیح اور قوی کے رسول اللہ ﷺ سے۔ اور سوائے اس کے، اور مقابل میں اس کے، سب روایتیں یعنی تین قلوں کی بھی، اور چالیس قلوں کی بھی، اور چالیس غرب کی بھی، سب نامقبول ہیں۔

تو حدیث قلتین میں اضطراب نہ ہوا۔ اضطراب تب ہوتا جب کہ سب روایتیں برابر کی قوت کی مختلفہ رسول اللہ ﷺ ثابت ہوتیں جیسا کہ معنی میں اضطراب کے گذرا۔ پس ایک ایک کو تفصیل وار سنتے جاؤ۔

حدیث اول یعنی جس میں یوں آیا کہ دو قلے یا تین، وہ تو شاذ ہے جیسا کہ کہا بحرالرائق میں:

و اجاب النّووی عن هذا الاضطراب اما عن الشک فی قوله قلتین او ثلاثا فهی روایة شاذة و هی متروکة فوجودها کعدمها ۔ انتهی۔ و هکذا فی المحلی (نوویؒ کا کہنا ہے کہ دو یا تین قلوں کے شک والی روایت شاذ متروک ہے، اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے)۔

☆ اقول۔ شاذ کیا بلکہ منکر کیونکہ تمام روایتوں صحیحہ میں یعنی ترمذی کی اور ابوداؤد کی تین اور نسائی اور ابن خزیمہ کی بلکہ خود ابن ماجہ کی دو روایتوں میں یہی آیا ہے کہ اذا بلغ الماء قلتین یعنی دو قلے۔ اور سب آئمہ تعدیل نے اسی کو صحیح کیا ہے۔ اور روایت شک والی کو اصحاب ستہ میں سے محض ابن ماجہ ہی نے تخریج کیا ہے اور اس کے بعضے راویوں میں کلام ہے۔ ازاں جملہ حماد بن سلمہ کو کہ ان کے حافظہ میں آخر عمر میں فتور ہو گیا ہے جیسا کہ تقریب عسقلانی میں کہا ہے:

حماد بن سلمة بن دینار ثقة عابد و تغیر حفظه بآخره ۔

(حماد بن سلمہ بن دینار ثقہ اور عابد ہے اور آخر عمر میں اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا)۔

اور ازاں جملہ وکیع بن محرز کہ اس کو اوہام بہت رہتے تھے جیسا کہ کہا تقریب میں

وکیع بن محرز بن وکیع البصری صدوق له اوهام ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(وکیع بن محرز بن وکیع بصری صدوق ہے، کچھ اسے وہم رہتے تھے)۔

اور ازاں جملہ علی بن محمد کہ یہ بھول جاتے تھے۔ جیسا کہ کہا تقریب میں:

علی بن محمد بن ابی الخصیب صدوق ر بما اخطأ۔

انتھی مختصراً (علی بن محمد ابی خصیب صدوق ہے، کبھی چوک جاتا تھا)۔

پس بظن غالب یہ شک انہیں تینوں میں سے کسی سے صادر ہوا ہے، تو یہ حدیث ضعیف مقابلہ میں احادیث صحیحہ کے حدیث منکر ہوئی جیسا کہ کہا نخبۃ الفکر میں:

فا ن خو لف با ر جح منه فا لرا جح المحفو ظ و مقا بلة الشا ذ ۔ و ان مع الضعیف فا لرا جح المعرو ف و مقا بله المنکر ۔ (اگر مخالف پڑے بہت راجح حدیث ایک حدیث کے تو راجح کا نام محفوظ اور اس کی مقابل کا شاذ ہوگا۔ اور اگر اس طرح کے مقابلہ میں حدیث ضعیف ہوتو راجح کا نام معروف اور مقابل کا نام منکر ہے)۔

اور حدیث منکر کیونکہ مقابل ہوکر حدیث صحیح کے موجب اضطراب کے ہوگی۔

حدیث دوسری جس کو مؤلف نے چوتھی مرتبہ لا کر کہا ہے رواہ محمد بن منکدر۔

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور نسبت کرنا مؤلف کا اس روایت کو محمد بن المنکدر کی طرف، کذب صریح اور بہتان قبیح ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ محمد بن منکدر نے کون سی کتاب میں اس روایت کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے تو جناب مؤلف قیامت تک ثبوت نہ پہنچا سکیں گے۔ نعو ذ با للّٰہ من ھذہ الخیا نۃ

اصل حال یہ ہے کہ حدیث اربعین قلہ کی روایت کی دارقطنیؒ اور ابن عدیؒ وغیرہ نے ساتھ اسناد قاسم بن عبداللہ عمری کے بواسطہ جابر کے رسول اللہ ﷺ سے مرفوع اور یہ صحیح نہیں، کہا یہ خود ان محدثوں نے جنھوں نے اس کو روایت کیا ہے اس لئے کہ راوی اس کا قاسم جھوٹا ہے اور جھوٹی حدیثیں موضوع کیا کرتا تھا اور متروک الحدیث ہے، امام احمد بن حنبلؒ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے جیسا کہ کہا نور الدین علی نے مختصر تنزیہہ الشریعۃ المر فوعہ میں

اذا بلغ الماء اربعین قلة لم یحمل خبثاً عد من حدیث جا بر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ولا يصح خلط فيه القا سم بن عبد الله العمرى (جس وقت پہنچ جاوے پانی چالیس قلوں کوتو نجاست نہیں اٹھا تا ۔ یہ حدیث جابر سے معدود ہے اور درجہ صحت کونہیں پہنچتی ۔اس میں کچھ قاسم بن عبداللہ عمری نے خلط ملط کر دیا ہے)۔

اور دوسری جگہ اسی کتاب میں کہا ہے:

قا سم بن عبد الله العمرى يكذ ب و يضع

(قاسم بن عبداللہ عمری جھوٹا ہے اور حدیث وضع کرنے والہ ہے)۔

اور کہا تقریب التہذ یب میں:

القاسم بن عبد اللّه بن عمر بن حفص بن عا صم بن عمر بن الخطا ب العمرى المد نى متروك رماه احمد با لكذ ب ۔ انتهى ۔

(قاسم بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب عمری مدنی متروک ہے ۔ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ یہ جھوٹا تھا)۔

اور کہا ابن طاہر حنفیؒ نے اپنے تذکرہ موضوعات میں:

فى الو جيز عن جا بر اذا بلغ الماء اربعين قلة لم يحمل الخبث خلط فيه القاسم بن عبد الله العمرى

(وجیز میں جابر سے روایت ہے جس وقت پہنچ جاوے پانی چالیس قلوں کوتو نجاست نہیں اٹھا تا ۔اس میں قاسم بن عبداللہ عمری نے خلط کر دیا ہے)۔

اور کہا قاضی شوکانیؒ نے فوائد المجموعہ فی الا حادیث الموضوعہ میں حدیث :

اذا بلغ الماء ار بعين قلة لم يحمل الخبث رواه ابن عدى عن جابر مرفوعاً و قا ل لا يصحّ خلط فيه القاسم بن عبد اللّه العمرى (جس وقت پہنچ جاوے پانی چالیس قلوں کوتو نجاست نہیں اٹھا تا۔ روایت کی ابن عدی نے جابر سے مرفوع اور کہا کہ یہ حدیث درجہ صحت کونہیں پہنچ سکتی ۔کچھ ملا دیا ہے اس میں قاسم بن عبداللہ عمری نے)۔

اور کہا بحرالرائق میں:

و روى الدار قطنى و ابن عدى و العقيل فى كتا به عن القاسم باسناده الى النبى ﷺ اذا بلغ الماء قلتين فا نّه لا يحمل

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الخبث و ضعفه الدار قطنی با لقاسم
(اور روایت کی دارقطنی اور ابن عدی اور عقیلی نے اپنی کتاب میں قاسم کی اسناد سے آنحضرت ﷺ تک کہ جس وقت پہنچ جاوے پانی دوقلوں کوتو وہ نجاست نہیں اٹھاتا، اور دارقطنی نے اس کو بسبب قاسم کے ضعیف کہا ہے)

البتہ حدیث چالیس قلوں کی روایت کی ہے دارقطنی نے اسناد صحیح سے بواسطہ روح بن قاسم کے محمد بن المنکدر سے، لیکن نہ رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً، جیسا کہ مؤلف نے افتراء کیا ہے۔ نعوذ باللّٰہ منه بلکہ ابن عمرؓ سے موقوفاً۔ یعنی حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کیا ہے رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں نقل کیا۔ جیسا کہ کہا بحرالرائق میں:

و روی ای الدار قطنی باسناد صحیح من جهة روح بن القاسم عن ابن المنکدر عن ابن عمر قال اذا بلغ الماء اربعین قلة لم ینجس۔ (اور روایت کی دارقطنی نے سند صحیح سے کہ روایت کی روح بن قاسم نے ابن المنکدر سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہ جس وقت پانی بقدر چالیس قلوں کے پہنچ جاوے تو ناپاک نہیں ہوتا)

اور کہا نورالدین علیؒ نے:

ثمّ قال ای الدّار قطنی کذا رواه القاسم عن ابن المنکدر عن جابر و وهم فی اسناده و کان ضعیفاً کثیر الخطاء و خالفه روح و الثوری و معمر فرووه عن محمد بن المنکدر عن ابن عمر موقوفاً اخرجه الدار قطنی
(دارقطنی نے کہا اسی طرح روایت کی قاسم نے ابن المنکدر سے اور انہوں نے جابر سے اور اس کی سند میں قاسم کو وہم پڑ گیا ہے اور اہل حدیث کے نزدیک وہ ضعیف تھا، بہت بھولتا تھا اور روح اور ثوری اور معمر نے اس کے برخلاف روایت کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے روایت کی ہے محمد بن منکدر سے انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے موقوف)

اور ایسا ہی روایت چالیس غرب کی جس کو شیخ ابن الهمام حنفیؒ اور ملا علی قاریؒ سے مؤلف نے نقل کیا ہے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہؓ کا قول ہے جیسا کہ کہا بحرالرائق میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ار بعين غر باً اى دلواً عن ابى هريره ۔ انتهى۔ و كذا فى المحلى ۔ (اور چالیس ڈول حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ۔ ہو چکی عبارت بحر کی اور اسی طرح ہے محلی میں)

الحاصل رسول اللہ ﷺ سے روایت اربعین یعنی چالیس قلہ کی جابر کے واسطے سے یا ابن عمرؓ کے واسطے سے ثابت نہیں۔ اور محمد بن المنکدر نے یہ نہیں کہا جیسا کہ مؤلف (تنویر الحق) نے جھوٹ کہہ دیا ہے۔ اور ایسا ہی چالیس غرب کی روایت بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، بلکہ چالیس قلے عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں اور چالیس غرب ابو ہریرہؓ سے۔ اور ظاہر ہے کہ قول رسول ﷺ کا مرفوع مقدم ہے قول صحابی پر جو موقوف ہے۔ جیسا کہ کہا بحر الرائق میں:

و حديث النّبىّ ﷺ مقدّم على غيره قا ل النّووى و هذا ما نعتمده فى الجوا ب۔ انتهى ما فى البحر و هكذا فى كتب الاصو ل ۔ (اور حدیث آنحضرت ﷺ کی مقدم ہے غیر پر، نوویؒ نے کہا ہے یہ وہ تقریر ہے کہ جس پر جواب میں ہم اعتماد کرتے ہیں)۔

پس ثابت ہوا کہ حدیث قلتین میں کسی طرح کا اضطراب نہیں، نہ تو اسناد میں اور نہ لفظوں میں اور نہ معنوں میں ۔ اب مؤلف کی پیش کردہ چوتھی وجہ کا جواب دیا جاتا ہے

قال (مؤلف تنویر الحق) اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ لفظ قلہ کا مشترک ہے درمیان معانی کثیرہ کے، اس واسطے کہ کہا جاتا ہے قلہ واسطے اس چھوٹی سی لکڑی کے کہ کھیلتے ہیں ساتھ اس کے لڑکے ساتھ مارنے ایک لکڑی لمبی کے اس پر کہ اس کو گلی کہتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے قلہ واسطے اس چیز کے کہ پانی پیتے ہیں ساتھ اس کے، اور کہا جاتا ہے قلہ اس چیز کو کہ ہلکا جانتا ہے اس کو اونٹ، اور کہا جاتا ہے قلہ جب کو یعنی بڑے مٹکے کو اور کہا جاتا ہے قلہ جرہ کو یعنی ٹھلیا کو اور کہا جاتا ہے قلہ قربہ یعنی مشک کو۔ پس یہ معانی مختلف ہیں آپس میں ۔ پس ہوئی یہ حدیث مشترک درمیان معانی مغائرہ کے۔

اقول ۔ لفظ قلہ کا بلحاظ اصل وضع کے بے شک مشترک ہے معنی ذکر کئے ہوئے مؤلف کے میں، سوائے معنی گلی کے، اس لئے کہ گلی کھیلنے کے معنی قلہ مخففہ کے ہیں نہ مشددہ کے ۔ کذا فى الر شيدى وغیرہ ۔ لیکن اس حدیث میں بقرینہ پانی کے سوائے متعلقات و

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ظروف پانی کے کچھ مراد نہیں ہوسکتا جیسا کہ لفظ عین کا بیچ قول اللہ تعالی فیھا عین جاریۃ کے فی نفسہ تو مشترک تھا، بولا جاتا تھا آنکھ کو بھی، اور چشمہ پانی کو بھی۔لیکن اس آیۃ میں بقرینہ لفظ جاریہ کے سواء چشمہ کے کچھ مراد نہیں کہتے۔ پس لغو ہوگیا نقل کرنا مؤلف کا قلے کے ان معنی کو کہ اونٹ کی ہلکی جانی گئی چیز کو بولتے ہیں، اس لئے کہ اس چیز کو پانی کی تقدیر سے کیا علاقہ؟ اب رہا اشتراک پانی پینے کی چیز اور چھوٹی ٹھلیا میں اور بڑے مٹکے میں اور مشک میں، آیا ان سے کیا مراد ہے۔تو ہم کہتے ہیں کہ ان سب معنوں میں سے بڑا مٹکا موضع ہجر کا، جو بقدر اڑھائی مشک حجازی کے ہوتا ہے، مراد اور متعین ہے۔ اور اشتراک مدفوع ہے تین وجہ سے۔

اول یہ کہ حدیث نقل کی ہے امام شافعی نے اپنی مسند میں کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے جب کہ پانی ہو بقدر دو قلوں کے ساتھ قلوں موضع ہجر کے تو وہ نجس نہیں ہوتا۔اور ابن جریج راوی اس حدیث کے کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا قلہ ہجر کو تو اس میں دو مشکیں اور کچھ زیادہ پانی آتا تھا تو کہا امام شافعی نے کہ پس احتیاط اس میں ہے کہ اڑھائی مشکیں ایک قلہ ہجر کے میں مقرر کی جاویں۔ چنانچہ کہا ہے بحرالرائق میں:

فانّه ای الشّافعی قال فی مسنده اخبرنی مسلم بن خالد الزنجی عن ابن جریج باسناد لا یحضرنی انه ﷺ قال اذا كان الماء قلتين لم يحمل خبثاً و قال فی الحدیث بقلال الھجر قال ابن جریج رئیت قلال ھجر فالقلة تسع فيه قربتين و شيئاً و قال الشافعی فالاحتیاط ان تجعل قربتين و نصفاً فاذا كان خمس قرب كبار كقرب الحجاز لم يجنس انتهى ـ و هكذا فی المحلی و قال ابن طاهر الحنفی فی مجمع البحار فی تفسير القلة الجب العظيم و جمعه القلال و فی تفسير قلال الھجر فھی قریة بها القلال انتهى ـ و قال الشيخ جلال الدين السيوطی فی الدر الثمين و القلة الجب العظيم لانّها لا تقل ای ترفع و تحمل انتهى

(شافعیؒ نے اپنی مسند میں کہا ہے کہ خبر دی مجھے مسلم ابن خالد حبشی نے ابن جریج سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایسی سند کے ساتھ کہ مجھے یاد نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت پہنچ جاوے پانی بقدر دو قلوں کے تو نجاست نہیں اٹھاتا اور حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ قلے ہجر کے۔ کہا ابن جریج نے کہ میں نے ہجر کے قلے دیکھے، ایسے ہوتے ہیں کہ ایک میں دو مشکیزے سماتے ہیں یا دو سے کچھ زائد، اور امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ احتیاط یہ ہے کہ ڈھائی مشکیزے لئے جاویں تو جس وقت پانچ مشکیزے بڑے حجاز جیسے ہوں تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ ہو چکی عبارت بحر کی۔ اور اسی طرح ہے محلی میں۔

اور ابن طاہر حنفیؒ نے مجمع البحار میں کہا ہے کہ بڑا مٹکا قلہ کی تفسیر ہے اور قلال جمع ہے اور ہجر اس گاؤں کا نام بتایا ہے جس میں وہ بڑے مٹکے عرب کے بنتے ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے درثمین میں کہا ہے کہ قلہ بڑے مٹکے کو کہتے ہیں اس واسطے کہ اقلال کے معنے اٹھانے کے ہیں اور مٹکا بھی اٹھایا جاتا ہے)۔

اور کہا شیخ عبدالحق حنفیؒ نے شرح مشکوۃ میں:

القلة بضمّ القاف و تشديد اللام بمعنى الجرّة العظيمة اى الكون الكبير الّذى يجعل فيها الماء و تسميتها بالقلة اما من جهة علوها و ارتفاعها او لان الرّجل العظيم يرفعها و القلة اسم لكل مرتفع منه قلة الجبل و جمع القلة قلال بكسر القاف و المراد ههنا قلال هجر بفتحين كما جاء صريحاً فى بعض روايات هذا الحديث و ايضاً كان المعروف فى ذالك الزمان فالظاهر وقوع التحديد به و الهجر اسم قرية ينسب اليه القلال و قال ابن جريج رأيت قلال هجر كان كل قلة منها قربتين او قربتين و شيئا و قال الشافعى كان ذالك الشيء مبهماً فاخذ نانصفاً احتياطا و كان القلتان خمس قرب ۔ انتهى ۔

اقول و ما قيل رواية الشّافعى منقطع للجهالة و وجهه ما قال الشافعى باسناد لا يحضرنى بلا تسمية الرواة فلم يعلم ان رواته عدول او لا فهو مدفوع بانّ الشّافعى و ان ترك تسمية

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الروا ة لکنهم عدو ل عنده و الشّا فعی معدل لهم بد لیل العمل علی روا یتهم و قد صر ح فی رد المختار نقلاً عن التحریر و غیره ان عمل المجتهد علی روا یة تصحیح لها و اطا ل ان الشا فعی من آ ئمة التعدیل و الجر ح فکیف اجترء علی زعم جها لة رواة روا یته فا ن قلتم ان تعدیل الشا فعی غیر مسلم و روا ته مجرو حو ن فهذا یحتا ج الی بیا ن و اثبات جرح روا تها و الا فنا هیک تعدیل معد ل و ای مستدل

(قلّہ، قاف کی پیش اور لام کی تشدید سے بڑی ٹھلیا پانی کی ہے، اور قلّہ یا تو بلندی اس ٹھلیا کے سبب سے اس کا نام رکھا گیا ہے یا یہ کہ بلند قد آ دمی اس کو اٹھا سکتا ہے اور قلّہ ہر بلند چیز کو کہتے ہیں جیسے کہ قلہ پہاڑ کا اور قلہ کی جمع قلال قا ف کے زیر سے ہے اور یہاں مراد ہجر گا ؤں کے مٹکے ہیں چنانچہ بعض روا یتوں میں اس حدیث کے واضح طور پر آ یا ہے اور اس زمانہ میں مشہور بھی وہیں کا مٹکا تھا۔ سو ظا ہر امر یہ ہے کہ یہ مقدار پانی کثیر کی حد ہوگئی۔

اور ہجر وہ گا ؤں ہے جس کی طرف مٹکے عرب میں نسبت کئے جا تے ہیں اور ابن جر یج نے کہا ہے کہ میں نے وہ مٹکے دیکھے ہیں ہر ایک میں دو مشکیزے یا کچھ اوپر دو سماتے ہیں اور امام شافعیؒ نے کہا کہ کچھ اوپر کہنا ایک امر مبہم ہے اس لئے بنظر احتیاط ہم نے آ دھا لے کر ڈھائی کر لئے تو دو قلّے پانچ مشکیزوں کے ہو گئے۔

میں کہتا ہوں کہ وہ جو کہا گیا ہے کہ روا یت شا فعی کی منقطع ہے کیونکہ اس کے را ویوں کا حال معلوم نہیں ۔ امام شافعیؒ نے خود کہہ دیا ہے کہ یہ سند مجھے یاد نہیں، سو معلوم نہ ہوا کہ اس سند کے لوگ ثقہ ہیں یا نہیں۔ سو یہ کہنا ٹھیک نہیں اس طرح کہ اگر چہ امام شافعیؒ نے اس سند کے لوگوں کا نام نہیں لیا۔ لیکن وہ لوگ ان کے نز دیک ثقہ ہیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے ان کی روایت پر عمل کیا ہے۔

اور ردالمختار میں تحریر وغیرہ سے نقل کر کے تصریح کی ہے کہ مجتہد کا کسی روایت پر عمل کرنا اس روا یت کو صحیح کر دیتا ہے ۔ اور اس میں بڑی طول کلامی کی ہے کہ امام شافعیؒ، جرح و تعدیل کے اماموں میں سے تھے۔ سو جن راویوں سے انہوں نے روایت کی ہے وہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مستورالحال نہیں ہوسکتے۔ پھر اگر تم کہو کہ تعدیل امام شافعیؒ کی مسلم نہیں اور راوی اس کے اچھے نہ تھے، سو یہ باب قابل بیان اور لائق اثبات ہے ورنہ اتنی بڑی تعدیل کرنے والے کی تعدیل کفایت کرتی ہے)

☆ وجہ دوسری کہ دافع ہے وجود اشتراک کو اس حدیث میں درمیان چھوٹی ٹھلیا اور بڑے مٹکے کے، یہ ہے کہ اگر بڑا مٹکا مراد نہیں تھا تو حاجت اختیار کرنے اور بولنے دو قلّوں کے کیا تھی۔ ایک قلّہ کبیر کہہ دینے میں دو صغیر آ سکتے تھے جیسا کہ کہا حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں:

الفصل با لقلّتين اقوى لصحّة الحد يث فيه و قد اعتر ف الطّحاوى من الحنفية بذا لک لکنه اعتذر عن القول به با ن القلّة فى العرف تطلق على الکبيرة و الصّغيرة کا لجرّ ة ولم يثبت من الحد يث تقدير هما فيکو ن مجملاً فلا يعمل به و قواه ابن دقيق العيد لکن استد لّ له غير هما فقا ل ابو عبد القا سم بن سلام المراد القلة الکبيرة اذ لو اراد الصغيرة لم يحتج لذ کر العدد فا ن الصغيرتين قدر وا حدة کبيرة و ير جع فى الکبيرة الى العرف عند اہل الحجاز و الطا ہر ان الشا رع قدرهما على سبيل التو سعة و العلم محيط با نه ما خا طب الصحا بة ا لا بما يفهمو ن فا نتهى ا لا جمال ۔

(حد فاصل دو قلوں کے ساتھ بہت قوی ہے کیونکہ اس میں حدیث صحیح ہو چکی اور طحاوی نے حنفیوں میں سے اس کا اقرار کیا ہے لیکن اس کے قائل ہونے سے یہ عذر پیش کیا ہے کہ قلہ عرف عرب میں چھوٹے بڑے مٹکے دونوں کو کہتے ہیں مثلاً ٹھلیا بڑی چھوٹی کو اور حدیث میں ان کا اندازہ ثابت نہیں ہوا تو یہ اندازہ مجمل رہا سو اس پر عمل کیوں کر ہوسکتا ہے اور اسی تقریر کو ابن دقیق العیدؒ نے تقویت دی ہے لیکن اور لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے سو کہا ابو عبد القاسم بن سلامؒ نے کہ مراد قلہ سے بڑا مٹکا ہے اس سبب سے کہ اگر چھوٹا مراد ہوتا تو دو کے ذکر کی حاجت نہ تھی کیونکہ دو چھوٹے ایک بڑے کے برابر ہو کر ایک بڑا ہو جاتا عرف اہل عرب میں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شارع نے ان سے ایک حد بیان کی ہے فراخی کے طور پر اور یہ بات معلوم ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کرام سے ایسی باتیں فرماتے تھے جو سمجھ میں آویں۔ تو اجمال اٹھ گیا)۔

☆ وجہ تیسری یہ کہ جب کہ اس حدیث میں قلہ کے چار معنوں کا احتمال ہوا، پانی پینے کی چیز اور ٹھلیا صغیرہ اور مشک اور بڑا مٹکا، تو اگر ہم اعتبار کریں پانی پینے کی چیز کو یعنی پیالہ وغیرہ کو یا ٹھلیا کو، یا مشک، تو اس میں شک رہتا ہے کہ شائد مٹکا مراد ہو اور اگر مٹکا بڑا ہجری مقدار اڑھائی مشک حجازی کی معین کریں تو اس میں پانی پینے کی چیز کا مقدار بھی آ جاتا ہے اور ٹھلیا کا مقدار بھی موجود ہے اور مشک بھی آ گئی۔ غرض کہ مٹکا بڑا مراد رکھنا بالیقین اختلاف سے نکالتا ہے اور سب معانی لفظ مشترک کے کو محیط اور متضمن ہے۔ اس لئے یہی متعین ہوا۔

و قد قال رسول اللّٰه ﷺ دع ما یریبک الی ما لا یریبک

(فرمایا رسول اللہ ﷺ نے چھوڑ دے وہ چیز جو تجھے شک میں ڈالے اور کر جو غیر مشکوک ہو)

اگر کہو کہ قلہ چھوٹے پہاڑ کو بھی کہتے ہیں پس معنی محیط اور متضمن سب معانی کو وہی ہے اور بڑا مٹکا متضمن اس کا نہیں، تو جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ قلہ پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں لیکن اس حدیث میں درباب پانی کی تحدید کے یہ معنی نہیں ہو سکتے واسطے ثبوت حدیث بئر بضاعہ کے، حالانکہ اس میں پانی بقدر چوٹی پہاڑ کے نہ تھا اور باوجود اس کے آنحضرت ﷺ نے اس کو نجاست پڑنے سے بھی نجس نہیں قرار دیا اور فرمایا کہ یہ پاک ہے جیسا کہ سابق میں گذرا اور سوال بھی قلاۃ اور صحرا کے پانی سے نہ تھا نہ چوٹی پہاڑ سے

بریں عقل و دانش بباید گریست

پس ثابت ہوا کہ حدیث قلتین کی صحیح اور ثابت ہے از راہ اسناد کے بھی۔ اور تصریحات آئمہ جرح اور تعدیل سے بھی۔ اور یہی قابل عمل ہے۔ اور کسی طرح کا اس میں جرح اور خدشہ نہیں۔ اور نہ مخالف اجماع کے اور نہ مضطرب الاسناد والالفاظ والمعنی۔ اور نہ مشترک درمیان معنی کثیرہ کے۔

فالحمد للّٰه علی توفیقه و الهام الحقّ بتحقیقه۔

اب مؤلف کی ایک اور وجہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ بعد اس کے عشراً فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عشر کی خدمت گزاری سے شرف حاصل کیا جاوے گا۔

قال (مؤلف تنویرالحق)۔اور ایک وجہ اور قلتین کی حدیث پر عمل نہ کرنے کی یہ ہے کہ تحقیق یہ حدیث: انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال الماء طھور لا ینجسہ شیء (ابوداؤد: ۶۷۔ترمذی: ۶۶۔نسائی: ۳۲۶)۔(آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی) صحیح تر ہے حدیث قلّتین کی سے یہاں تک کہ منعقد کیا ہے بخاری نے باب خلاف حدیث قلتین کے اور موافق حدیث الماء طھور لا ینجسہ شیء کے۔ عبارت اس کی یہ ہے:

باب ما یقع من النّجاسات فی السّمن و الماء و قال الزھری لا بأس بہ لم یتغیّرہ طعم او ریح او لون

(یہ باب ہے اس بیان میں کہ نجاست گھی اور پانی میں پڑے اور کہا زہریؒ نے اس کا کچھ خوف نہیں جب تک کہ اس کا مزہ اور بو اور رنگ نہ بدلے)۔

اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ کا اور اتباع ان کے کا۔پس حدیث قلّتین کی معارض حدیث الماء طھور لا ینجسہ شیء کی،اور نہیں ہے ممکن حمل کرنا حدیث الماء طھور لا ینجسہ شیء کا اوپر حدیث قلتین کے۔یعنی یوں کہا جاوے کہ مراد حدیث الماء طھور لا ینجسہ شیء سے قدر قلتین کے ہے۔سو یہ نہیں ممکن اس لئے کہ حدیث قلتین کی ضعیف ہے اور حدیث الماء طھور لا ینجسہ شیء کی صحیح ہے اس سے۔پس اگر مراد لی جاوے حدیث الماء طھور لا ینجسہ شیء سے قدر قلتین کے تو لازم آوے گا باطل کر دینا عموم حدیث اقوی کا ساتھ حدیث ضعیف کے۔ اور یہ باطل ہے بالاتفاق۔پس ہوگئی حدیث قلّتین کی متروک العمل ساتھ حدیث الماء طھور لا ینجسی شیء کے۔

اقول۔ اولاً تو حدیث الماء طھور میں لفظ ماء کا عام ہی نہیں بلکہ معہود بعہد خارجی ہے۔اس لئے کہ یہ ہے اسم جنس معرف باللام اور اسم معرف باللام،عام اس وقت ہوتا ہے جب کہ عہد نہ ہو۔جیسا کہ کہا مسلّم الثبوت میں:

و منھا الموصولات و الجمع المحلی و المضاف و اسم الجنس کذالک حیث لا عھد (اور اس میں سے موصولات والف لام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والی جمع اور مضاف اوراسم جنس بھی ایسا ہے جہاں عہد نہ ہو)۔

اور کہا توضیح میں:

ومنهاای الفاظ العام المفرد المحلی با للام اذا لم یکن المعهود

(لفظ عام سے ہے مفرد الف لام والا جس وقت کہ الف لام عہد کے لئے نہ ہو)۔

اور ایسا ہی سب کتابوں میں اصول کی لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ اسم معرف باللام میں اصل عہد خارجی ہے تو جب تک کوئی قرینہ مقتضی عموم کا مستحق نہ ہوگا، ہرگز اس اسم کو عام نہیں کہیں گے جیسا کہ کہا توضیح میں:

اعلم ان لام التّعریف امّا للعهد الخارجی او الذّهنی و اما للجنسیّة ای الجنس و اما التّعریف الطبیعة لکن العهد هو الاصل ثم الا ستغراق ثم تعریف الطبیعة لا ن اللفظ الذی یدخل علیه ا للام دا ل علی الماهیة بدون ا للام فحمل ا للام علی الفا ئدة الجدیدة اولی من حمله علی تعریف الطبیعة و الفا ئدة الجدیدة اما تعریف العهد او استغرا ق الجنس و تعریف العهد او لی من ا لا ستغراق لا نه اذا ذکر بعض افراد الجنس خا ر جاً او ذهناً فحمل ا للام علی ذا لک البعض اولی من حمله علی جمیع ا لا فراد لا ن البعض متیقن و الکل محتمل

(لام تعریف کا یا تو عہد خارجی کے لئے ہے یا ذہنی کے لئے یا جنس کے لئے یا تعریف کے لئے ۔لیکن عہد اصل ہے ۔ پھر استغراق ہے پھر تعریف ۔کیونکہ وہ لفظ جس پر لام داخل ہے بغیر لام کے بھی ماہیت پر دلالت کرتا ہے ۔ پھر حمل کرنا لام کا نئے فائدہ پر اچھا ہے ۔تعریف پر حمل کرتی ہے اور نیا فائدہ یا تعریف عہدی ہے یا استغراق جنس کا اور تعریف عہدی استغراق سے اولی ہے اس سبب سے کہ جس وقت بعض فرد جنس کے خارج یا ذہن کے طور پر ذکر کی گئی تو حمل کرنا لام کا ان بعضوں پر سارے افراد کے حمل کرنے سے بہتر ہے ۔ کیونکہ بعضے یقینی ہیں اور سب احتمالی)۔

اور کہا تلویح میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اذا تمهد ھذا فنقو ل ا لا صل ای الرا جع ھو العھد الخا ر جی لانّہ حقیقۃ التّعیین و کمال التّمییز ثمّ ا لا ستغراق الی آ خر ما قا ل من تحقیق و تد قیق مع الجر ح علی بعض کلام صدر الشریعۃ (جس وقت یہ تمہید ہو چکی تو ہم کہتے ہیں راجح عہد خارجی ہے کیونکہ اس میں تعیین اور تمیز پوری ہے۔ پھر استغراق ہے)

غرض کہ عہد خارجی بالاتفاق اصل ہوتا ہے اسم معرف باللام میں جب تک کوئی قرینہ عموم کا نہ ہو۔ پس ہم کہتے ہیں ساتھ توفیق اللہ کے کہ الماء طھور اس حدیث میں یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ پانی جس سے تم سوال کرتے ہو۔ یعنی پانی بئر بضاعۃ کا، وہ پاک ہے۔ اور ظاہر ہے کہ پانی بئر بضاعہ کا قدر قلتین سے کم نہیں تھا۔ پس اس الماء طھور سے پاکی اس پانی کی جو قلتین سے کم ہو ثابت نہ ہوئی، اور الماء طھور کا حدیث قلّتین سے تعارض نہ ہوا۔ اور واضح ہو کہ حنفیوں کو بھی اس پر اقرار ہے کہ الماء طھور میں عموم نہیں بلکہ مراد اس سے پانی بئر بضاعہ کا ہے۔ ازاں جملہ حضرت مؤلف ظاہری حضرت قطب الدین خان کہ مقلد محمد شاہ کے ہیں، اپنے ترجمہ مشکوۃ مسمی بمظاہر حق میں فرماتے ہیں تحت حدیث الماء طھور کے بعد بیان معنی بئر بضاعہ کے

پس پانی اس کا بہت تھا اور چشمہ دار تھا۔ بلکہ لکھا ہے علماء نے کہ وہ جاری تھا اس وقت میں کہ راہ رکھتا تھا طرف باغ کے مثل نہر جاری کے، اس کا حکم حضرت ﷺ سے پوچھا جواب میں اس کے پانی کا حکم بیان فرمایا جو کہ مذکور ہوا۔ حاصل یہ کہ اس کی ظاہر عبارت سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ کنویں کا پانی پلید نہیں ہوتا تھوڑا ہو یا بہت بلکہ یہ جانے کہ یہ حکم پانی کثیر کا ہے۔ اور بعض روایت میں ہمارے علماء سے منقول ہے کہ کنواں چشمہ دار حکم پانی جاری کا رکھتا ہے۔ (ع۔خ)۔ انتہی کلامہ۔

بعینہ اور اسی مظاہر حق میں تحت حدیث قلّتین کے فرماتے ہیں:

اور یہ جو حدیث بئر بضاعہ میں آیا ہے کہ الماء طھور لا ینجسہ شیء یعنی پانی پاک ہے نہیں نجس کرتی اس کو کوئی چیز اور اس کو دلیل اپنی ٹھہرایا ہے اصحاب ظواہر نے، مراد ساتھ اس کے پانی کثیر ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اورازاں جملہ ابراہیم حلبی حنفی ہیں کہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

نعلم ان المراد به مورد النص و هو بئر بضاعة خاصة ۔ انتهی کلامه مختصراً (مراد پانی سے موقع سوال ہے اور وہ خاص بیر بضاعہ ہے)

پس افسوس کا مقام ہے کہ تنویر الحق کے ترجمہ میں (مولوی قطب الدین صاحب نے) اپنی پہلی تحریر کو خواب خرگوش کر دیا، کیونکہ وہاں تو اس حدیث میں عموم کا باطل کرتے ہیں اور تنویر الحق میں بتقلید محمد شاہ کے ثابت کرتے ہیں انّا للّٰه و انا الیه راجعون

☆ اورازانجملہ مولوی احمد علی سہارنپوری ہیں کہ بعض حواشی ترمذی میں فرماتے ہیں:

قوله فقال رسول اللّٰه ﷺ انّ الماء الا لف و اللام للعهد الخارجی فتاویله انّ الماء الّذی تسالون عنه فالجواب مطابق لا عموم کلی کما قاله مالک (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ پانی پاک ہے۔ یہاں لفظ الماء پر جو الف لام ہے وہ عہد خارجی کے لئے ہے تو تاویل حدیث یہ ہوئی کہ اے لوگو جس قدر پانی سے تم پوچھتے ہو وہ ناپاک ہے تو اب جواب سوال کے مطابق ہے، عام نہیں جس طرح مالکؒ کہتے ہیں)۔

☆ وازانجملہ طحاویؒ ہیں کہ شرح معانی الآثار میں ایسا ہی کہتے ہیں اور بہت علماء حنفیہ نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ حدیث عموم پر نہیں ۔ اگر چہ انہوں نے وجہ بالتخصیص پاک ہونے بیر بضاعۃ کے حدیث قلتین سے وہ نہیں بیان کی جو ہم نے بیان کی ہے، بلکہ کہا ہے کہ وہ بیر بضاعہ باغوں کی طرف جاری تھا تو حکم میں نہر جاری کے ہوا ۔ لیکن ہم نے سابق میں بضمن تاویل حدیث زنجی کے ثابت کر دیا ہے کہ یہ بات جاری ہونا اس کا طرف باغوں کے، غلط ہے ۔ اور راوی اس کا واقدی ہے کذاب اور متروک اور واضع حدیثوں کا اور مبطل حدیثوں کا آئمہ کے نزدیک۔

کما مرّ عن التقریب للعسقلانی و المختصر لنور الدّین علی و مجمع البحار لابن طاهر الحنفی و بهذا التّحقیق اندفع ما اورد علی من قال بانّ المراد من الماء فی حدیث الماء طهور لا ینجسه شیء الماء الّذی ورد عنه السؤال و هو ماء بئر بضاعة من انه مخالف لقولهم العبرة للعموم الالفاظ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لالخصوص المحل و وجه الاندفاع غير خفي على من يعلم الفاظ العام لانه اذا علم الفاظ العام تيقن ان الماء في هذا الحديث ليس من الفاظ العام فان كونه عاما موقوف على عدم كونه للعهد الخارجي الذي هو الاصل و عدم كونه للعهد بلا قرينة العموم انتفاء الاصل و هو كما ترى فاذا تيقن ان الماء ليس من الفاظ العموم في هذا الحديث جزم باندفاع الايراد لانه بعد ثبوت عموم لفظ الماء فافهم و لا تغتر من تمثيل بعض الاعلام بقاعدة العبرة لعموم الالفاظ بحديث الماء طهور و بعد تحرير هذا التقريب رأيت ما في غنية المستملى شرح منية المصلى لابراهيم الحلبى الحنفى في هذا التصوير فوجدته موافقاً لى في التقرير و هكذا نصّه و لا يقال العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب لانا نقول لا نسلم عموم اللفظ و انما يكون لو كانت اللام للجنس او للاستغراق و هو ممنوع و لا دليل عليه بل هى للعهد فان الاصل انه اذا امكن جعل اللام للعهد لا تجعل لغيره و قد امكن ههنا لذكره في السؤال فان قول السائل انتوضأ من بير بضاعة المرادبه من مائها قطعا و دعوى كونه ﷺ استانف جوابا عاما يشتمل المسئول عنه و غيره لا بدله من دليل۔ انتهى كلام الحلبى

(جیسا کہ گذر چکا عسقلانی کی تقریب اور مختصر نورالدین علی اور مجمع البحار ابن طاہر حنفی سے اور اس تحقیق سے اٹھ گیا وہ اعتراض جو ان لوگوں پر کیا گیا تھا کہ جو حدیث الماء طھور میں کہتے ہیں کہ مراد پانی سے یہاں بیر بضاعۃ ہے۔ اور وہ اعتراض یہ تھا کہ یہ تمہارا مقولہ اس مشہور مسئلہ کے مخالف ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے۔موقع کے خصوص کا نہیں۔ اور اس شبہ کے اٹھ جانے کی وجہ مخفی نہیں ان پر جو الفاظ عام کو جانتے ہیں کیونکہ الفاظ عام کی تفصیل جاننے کے بعد یہاں تو معلوم ہو گیا کہ اس حدیث میں

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

لفظ عام نہیں کیونکہ لفظ عام ہونا موقوف تھا اس پر کہ یہاں الف لام عہد خارجی کے لئے جو اصل ہے نہ ہووے اور بغیر قرینہ عموم یہ ایک چیز کی اصل کو نفی کرنا ہے ۔اور یہ ٹھیک نہیں۔ سو جس وقت یقین ہوگیا کہ حدیث میں لفظ الماء الفاظ عام میں سے نہیں تو اس اعتراض کے اٹھنے کا بھی یقین ہوگیا کیونکہ وہ اعتراض جب تھا کہ پہلے عموم یہاں ثابت ہو جاوے ۔سمجھ لے اور دھوکا نہ کھا بعض لوگوں کے اس مثال دینے سے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے اور لکھنے اس تقریر کے۔ دیکھی میں نے وہ عبارت جو غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ابراہیم حلبی حنفی میں ہے ۔تو اس مسئلہ میں، میں نے ان کی تقریر اپنے موافق پائی اور وہ عبارت ان کی یہ ہے کہ اعتراض نہ کرے کوئی کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے خصوص سبب کا نہیں۔ کیونکہ ہم جواب دیں گے کہ ہم عموم لفظ کا یہاں نہیں مانتے یہ تو جب ہوتا کہ الف لام جنسی یا استغراقی ہوتا اور وہ ممنوع بلا دلیل ہے۔ بلکہ یہاں الف لام عہد خارجی کے لئے ہے کس واسطے کہ اصل یہی ہے کہ جب تک الف لام کو عہد خارجی کے لئے لینا ممکن ہو تو اور غیر کے واسطے نہیں کیا جاتا اور یہاں بسبب سوال کے وہ ممکن ہے کیونکہ سوال سائل کا یہی ہے کہ بیر بضاعہ کے پانی کا حکم فرمائے اور یہ دعوی کرنا آپ نے نیا عام جواب دیا ہے کہ بیر بضاعۃ اور سب مقدار کے پانیوں کو شامل ہے،اس کے لئے کوئی دلیل چاہیے)۔

اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ اس حدیث الماء طھور سے ہر پانی کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے تو کہا جاوے گا کہ اس حدیث کے پانی عام سے وہ پانی جو قلتین سے کم ہو، مخصوص ہے جیسا کہ نقل کیا شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے بعض شافعیہ سے چنانچہ کہا ہے محلی میں:

ثمّ عموم حدیث الماء طھور لا ینجسه شیء مخصوص بمفھوم حدیث القلّتین عند الشافعیه (عموم حدیث الماء طھور کا خاص ہے مضمون سے حدیث قلتین کے نزدیک شافعیہ کے)

تو حدیث الماء طھور کے یہ معنی ہوئے کہ ہر پانی جو کہ قلتین سے کم نہ ہو، پاک ہے۔ اور اس میں بطلان عموم اقوی کا ساتھ حدیث ضعیف کے لازم نہیں آتا جیسا کہ مؤلف نے کہا ہے اس لئے کہ حدیث قلّتین میں کسی طرح کا ضعف نہیں اور یہ حدیث بھی صحیح اور قوی اور جید ہے قابل عمل کے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ ۔ جب کہ ثابت ہو گیا کہ حدیث الماء طهور کی اور حدیث قلّتین کی معارض نہیں اور دونوں کا محل ایک ہی ہے تو وہ حدیثیں جو مؤلف نے اپنی سند میں پیش کی ہیں یعنی حدیث ولوغ کلب اور حدیث اذا استیقظ اور حدیث نهي عن البول في الماء الدائم اور سوائے اس کے اور کچی پکی روایتیں جو دلالت کرتی ہیں پانی کے نجس ہونے پر، ان حدیثوں اور حدیث الماء طهور میں اسی طرح موافقت اور جمع کی جاوے گی جیسے کہ حدیث قلّتین کو اس حدیث سے موافق اور جمع کیا تھا۔ پس باطل اور لغو ہو گیا مؤلف کا بیان کرنا دو وجہ کو واسطے اسقاط حدیث الماء طهور کو نقل کرنا ان دو وجہوں کا اور رد کرنا اس کا موجب حرج اوقات ہے ۔ ہماری غرض بوجہ کامل حاصل ہو گئی یعنی ثابت ہوا کہ حدیث قلّتین ہی سزاوار ہے عمل کے اور اس میں کسی طرح کا نقصان نہیں اور مؤلف نے جو پانچ وجہ سے اس کا متروک ہونا بیان کیا تھا وہ سب باطل ہو گیا۔

جاء الحقّ و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً ۔ (بنی اسرائیل: ۸۱)

اب حضرت مؤلف کی عشر فی عشر کی خدمت گذاری کی جاتی ہے۔

قال (مؤلف تنویر الحق) ۔ جب کہ نہ ہوئی کوئی تقدیر کسی امام کی بیچ باب پانی کے فوق مقتضائے ان احادیث کے سوائے تقدیر ابی حنیفہؒ اور اتباع ان کی کے اور تھا اجماع منعقد اوپر باطل ہونے اس عمل کے کہ مخالف ہو آئمہ اربعہ کے تو ہوئی تقدیر ابی حنیفہؒ اور اتباع ان کی کے صحیح اور مطابق ساتھ ان حدیثوں صحیحہ کے اور اجماع مذکور کے اور تقدیر فوقانیؒ یہ ہے کہ کہا ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے بیچ کتاب اپنی کے کہ نام اس کا مصنف ہے:

حدّثنا ابو معاویه عن عاصم عن عكرمه انّه قال مرّ رسول اللّٰه ﷺ بغدير فقالوا يا رسول اللّٰه ﷺ انّ الكلاب تلغ فيه و السّباع فقال رسول اللّٰه ﷺ للسبع ما اخذ في بطنه و للكلب ما اخذ في بطنه فاشربوا و توضئوا قال ابو حنيفه لا باس به اذا كان عشراً في عشر ما لم يتغير طعمه و ريحه و لونه و توضئوا به ۔ انتهى كلام ابى بكر

(روایت کی ہمیں ابومعاویہ نے عاصم سے انہوں نے عکرمہ سے، یہ کہ گذر ہوا رسول اللہ ﷺ کا ایک جھیل پر، سو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کتے اور درندے اس میں منہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈالتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ واسطے کتوں اور درندوں کے جو پیٹ میں آ گیا۔ تم اس میں سے پانی پیئو اور وضو کرو، امام ابو حنیفہؒ نے کہا۔ کچھ ڈر نہیں۔ جب وہ دہ در دہ ہو اور اس کا مزہ اور بو اور رنگ نہ بدلے تو وضو کرو)۔

اور یہی ہے مذہب امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اور کہا یہ ہدایہ میں اسی پر فتوی ہے اور موافق مذہب امام اعظمؒ کے مذہب کے ہے امام احمد بن حنبلؒ کا بیچ نجاست رقیقہ کے جیسا کہ ہے بیچ ترجمہ مشکوۃ کے کہ شیخ کا ہے اور ارکان اربعہ میں کہ مولانا عبدالعلیؒ کی ہے۔

اقول۔ اصل شبہ ہمارا حنفیوں پر یہ تھا کہ تم نے جو حد پانی کثیر کی دہ در دہ اور مثل اس کے ٹھہرائی ہے اس کی اصل کیا ہے۔ اور یہ اعتراض نہ تھا کہ قلتین کو نجس کیوں کہتے ہو۔ جس کے جواب میں مؤلف نے بزعم خود یہ زور شور وغوغائے عام کا سا کیا۔ سو ظاہر ہے کہ مؤلف نے جواب اصل اعتراض ہمارے کا نہیں دیا۔ یعنی دہ در دہ کو دلیل شرعی سے ثابت نہ کیا۔ یعنی اس کے بیان سے اصل دہ در دہ کی ثابت نہ ہوئی۔ اس لئے کہ اولاً تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مذہب یہ ہرگز نہیں کہ جو پانی بقدر عشر فی عشر ہو وہ کثیر ہے اور کسی حنفی نے علماء معتبرین سے یہ نہیں کہا کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ دہ در دہ کے قائل تھے۔ بلکہ مذہب ان کا رأی مبتلی بہ کے ہے۔ اور معنی اس کے یہ ہیں کہ اگر پانی استعمال کرنے والے کو اس بات کا یقین ہو کہ پلیدی اس تمام پانی میں، جس میں وضو کرتا ہے، ملی ہوئی ہے تو وضو وغیرہ نہ کرے۔ اور اگر ایسا ہو کہ ناپاکی ایک جانب میں پانی کے پڑی تھی اور وہ ناپاکی دوسری جانب نہیں پہنچی تو اس دوسری جانب میں وضو کرنا یا غسل کرنا اس کو درست ہے اور وہ جانب پانی کی پاک ہے۔

اور عشر فی عشر کی بنا اس پر ہے کہ امام محمد بن الحسن سے کسی نے سوال کیا تھا پانی کے حوض کبیر کی کیا حد ہے۔ انہوں نے کہا میری مسجد کی مقدار۔ پس انہوں نے مسجد کو ناپا تو اندرونی زمین اس کی ہشت در ہشت نکلی اور بیرونی اس کی دہ در دہ معلوم ہوئی۔ پس بعض نے دہ در دہ کو کالوحی من السماء سمجھ لیا اور بعض نے ہشت در ہشت کو۔ اور متأخرین نے اسی پر جمود کر لیا۔ حالانکہ امام محمد نے آخر کو اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے اور قائل ہو گئے ہیں ساتھ قول امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے، یعنی اعتبار کیا رائے مبتلا بہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو ۔غرض کہ یہ تقدیر دہ در دہ کی کسی امام کے نزدیک آئمہ اربعہ کے یا امام ابویوسفؒ یا امام محمدؒ کے حق و ثابت نہیں اور کوئی امام اس کا قائل نہیں ۔ اور کچھ اس پر دلیل نہیں ما انزل اللّٰہ بھا من سلطان۔

اسی واسطے اکابر حنفیہ سے بھی مروی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا اور امام ابویوسفؒ کا مذہب اعتبار رأی مبتلی بہ کے ہے نہ دہ در دہ اور اسی کی طرف رجوع کیا ہے امام محمدؒ نے جیسا کہ کہا شمس الآئمہ سرخسیؒ نے مبسوط میں کہ یہی ظاہر المذہب اور یہی اصح ہے ۔ چنانچہ بحرالرائق میں ذکر کیا ہے:

قال ابو حنیفه فی ظاهر الروایة عنه یعتبر فیه اکبر رأی المبتلی ان غلب علی ظنّه انّه بحیث تصل النجاسة الی الجانب الآخر لا یجوز الوضوء والا جاز وممّن نصّ علی انه ظاهر المذهب شمس الآئمه السرخسی فی المبسوط و قال انه الاصح ۔ (کہا امام ابوحنیفہؒ نے ظاہر روایت میں کہ پانی کے باب میں برتنے والے کے ظن غالب کا اعتبار ہے ۔ اگر اس کا گمان غالب ہو جاوے کہ ایک کنارہ کی پلیدی دوسری جانب تک پہنچ جاتی ہے تو وضو جائز نہیں، بصورت دیگر جائز ہے اور جس شخص نے یہ کہا کہ یہ ظاہر مذہب ہے وہ شمس الآئمہ سرخسیؒ ہیں کہ انہوں نے مبسوط میں بیان کر کے یہ کہا ہے کہ یہ بہت صحیح ہے)

اور کہا امام ابوبکر رازیؒ نے احکام القرآن فی سورۃ الفرقان میں:

انّ مذهب اصحابنا ان کل ما تیقنا فیه جزء من النجاسة او غلب فی الظن ذالک لا یجوز الوضوء به سواء کان جاریاً او لا (مذہب ہمارے ساتھیوں کا یہ ہے کہ جس پانی میں نجاست کے مخلوط ہونے کا ہمیں یقین ہو یا گمان غالب ہو تو وضو اس سے جائز نہیں ۔قطع نظر اس بات کے کہ وہ پانی جاری ہو یا نہ ہو)،

اور کہا امام ابوالحسن کرخیؒ نے اپنی مختصر میں:

و ما کان من المیاه فی الغدران او فی مستنقع من الارض وقعت فیه النجاسة نظر المستعمل فی ذالک فان کان فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غا لب رأيه ان النجا سة ثم لم تختلط بجميعه لكثرته تؤ ضا من الجا نب الذی هو طاهر عنده فی غا لب رأيه فی اصا بة الطا هر منه و ما كا ن قليلا يحيط العلم ان النجا سة قد وصلت الی جميعه او كا ن ذا لک فی غا لب رأ يه لم يتوضاء (اور جو پانی حوض یا گڑھوں میں ہو اور اس میں نجاست پڑ جاوے۔ برتنے والا غور کرے، اگر اس کے گمان غالب میں یہ آوے کہ نجاست بسبب کثرت پانی کے سارے پانی میں نہیں ملی تو جو کونہ اس کے عند یہ میں نجاست سے بچا ہوا ہے اس سے وضو کرے۔ اور اگر پانی تھوڑا ہو اور یہ معلوم ہو جاوے یقیناً کہ سارے پانی میں نجاست مل گئی یا ظن غالب ہو تو اس سے وضو نہ کرے)

اور کہا رکن الاسلام ابوالفضل عبدالرحمٰن کرمانیؒ نے شرح ایضاح میں:

و اختلف الروا يا ت فی تحديد الكثير و الظّا هر عن محمّد انّه عشر فی عشر و الصّحيح عن ابی حنيفه انّه لم يو قت فی ذالک بشیء فا نما هو موكول الی غلبة الظّن فی خلو ص النجاسة (مختلف ہوئیں روایتیں کثیر پانی کی مقدار کے بیان میں۔ اور ظاہر امام محمدؒ سے یہ ہے کہ وہ دہ در دہ ہے اور صحیح امام ابوحنیفہؒ سے یہ ہے کہ انہوں نے کوئی حد مقرر نہیں کی بلکہ انہوں نے برتنے والے کے گمان پر نجاست کے پھیلاؤ میں سونپا ہے)

اور کہا حاکم شہیدؒ نے اپنی کافی میں:

الّذی هو جمع كلام محمّد قا ل ابو عصمة كان محمّد بن الحسن يوقت عشرة فی عشرة ثم ر جع الی قول ابی حنيفه و قا ل لا اوقت فيه شيئاً (وہ تقریر جو جمع ہے کلام امام محمدؒ کے یہ ہے کہ ابوعصمۃؒ نے کہا کہ محمدؒ بن حسن دہ در دہ پانی کی حد بتاتے تھے پھر امام ابوحنیفہؒ کے قول کی طرف رجوع کیا اور کہا کہ میں کچھ حد نہیں لگاتا)۔

اور کہا امام اسپیجانیؒ نے شرح مختصر طحاوی میں:

ثمّ الحدّ الفا صل بين القليل و الكثير عند اصحا بنا هو الخلوص و هو ا ن يّخلص بعضه من جا نب الی جا نب و لم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يفسر الخلو ص فی روا ية ا لا صو ل و سئل محمد عن حدّ الحو ض فقا ل مقدارمسجدی فذرعوه فو جدوه ثما نية و به اخذ محمّد بن سلمة و قا ل بعضهم مسحوا مسجد محمّد و کان دا خله ثمان و خا رج عشراً فی عشر ثم ر جع محمد الی قول ابی حنيفه و قا ل لا اوقت فيه شيئاً ۔ (پھر وہ حد جو پانی کثیر اور قلیل میں فاصلہ کر دے، ہمارے ساتھیوں کے نزدیک نجاست کا پھیلاؤ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک طرف کی نجاست دوسری طرف پہنچ جائے ۔ اور ظاہر روایت میں پھیلاؤ کی وضاحت نہیں ہے۔ اور کسی نے امام محمدؒ سے حوض کی مقدار پوچھی، تو انہوں نے کہا کہ جتنی مقدار میری مسجد کی ۔ پھر لوگوں نے مسجد کی پیائش کی تو طول وعرض آٹھ گز پایا۔ سو محمد بن مسلمہ کا یہ مذہب ٹھہر گیا۔ اور بعض نے کہا کہ مسجد کی پیائش ہوئی تو اندرونی طول وعرض آٹھ گز تھا اور باہر دہ در دہ۔ پھر رجوع کیا امام محمدؒ نے امام ابی حنیفہؒ کے قول کی طرف اور کہا کہ میں کوئی حد مقرر نہیں کرتا)۔

اور معراج الدرایہ میں کہا ہے:

الصّحيح عن ابی حنيفه انّه لم يقدر فی ذا لک شيئاً و انّما قال هو مو کو ل الی غلبة الظّن فی خلو ص النّجاسة من طرف الی طرف و هذا اقرب الی التّحقيق لا نّ المعتبر عدم وصو ل النّجاسة و غلبة الظّن فی ذا لک يجری مجری اليقين فی و جو ب العمل کما اذا اخبرواحد بنجاسة الماء و جب العمل بقو له و ذا لک يختلف بحسب اجتهاد الرأی و ظنه (روایت صحیح امام ابی حنیفہؒ سے یہ ہے کہ انہوں نے کوئی حد مقرر نہیں کی، بلکہ گمان غالب پھیلاؤ نجاست پر سونپا ہے۔ اور یہ امر تحقیق کے زیادہ قریب ہے کیونکہ اعتبار نجاست کے نہ پہنچنے کا ہے اور گمان غالب اس باب میں قائم مقام یقین کے ہے وجوب عمل میں جیسا کہ ایک آدمی خبر دے پانی کے ناپاک ہونے کی تو اس کے قول پر عمل واجب ہو جاتا ہے اور یہ گمان بمقتضائے لوگوں کی عقلوں کے مختلف ہے)۔

اور ایسا ہی کہا ہے شرح جمع الجوامع اور مجتبیٰ میں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور کہا غایۃ البیان میں:

ظا ھر الرّوا یۃ عن ابی حنیفہ اعتبارہ بغلبۃ الظّن و ھو الاصح

(ظاہر روایت امام ابوحنیفہؒ سے گمان غالب کا اعتبار ہے اور یہی بہت صحیح ہے)

اور ینابیع میں ہے:

قا ل ابو حنیفہ الغدیر العظیم ھو الّذی لا یخلص بعضہ الی بعضہ و لم یفسرہ فی ظا ھر الرّوا یۃ و فو ضہ الی رأی المبتلے بہ و ھو الصّحیح و بہ اخذ الکر خی

(امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ بڑا تالاب وہ ہے کہ ایک طرف کی نجاست دوسری طرف نہ پہنچے اور ظاہر روایت میں اس کی تفسیر نہیں۔ بلکہ برتنے والے کی رائے پر رکھا ہے۔ اور یہی صحیح ہے اور کرخیؒ کا معمول بہ ہے)۔

ابن نجیم حنفیؒ، بعد نقل کرنے روایات مذکورہ کے، بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

و ھکذا فی اکثر کتب آئمّتنا بھذہ النقول المعتبرۃ من مشائخنا المتقدّ مین مذ ھب اما منا ا لا عظم ابی حنیفہ و ابی یو سف و محمد فتعین المصیر الیہ و اما ما اختارہ کثیر من مشا ئخنا المتأ خرین بل عامتھم کما نقلہ فی معرا ج الدّرا یۃ من اعتبار العشر فی العشر فقد علمت انہ لیس مذ ھب اصحا بنا۔

فان قلت ان فی الھدا یۃ و کثیر من الکتب ان الفتوی علی اعتبار العشر فی العشر و اختارہ اصحا ب المتو ن فکیف ساغ لھم تر جیح غیر المذ ہب؟ قلنا لما کان مذھب ابی حنیفہ التّفویض الی رأی المبتلی بہ و کان الرّأ ی یختلف بل من النّاس من لا رأی لہ اعتبر المشا ئخ العشر فی العشر توسعۃ و تیسراً علی النّاس۔

فان قلت ھل یعمل بما صح من المذ ھب او بفتوی المشا ئخ۔ قلت یعمل بما صح من المذ ھب فقد قا ل ا لا مام ابو اللیث فی النوازل سئل ابو نصر فی مسئلۃ وردت علیہ ما تقول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رحمک اللّٰه و قفت عند ك كتب ار بعة كتا ب ابرا هيم بن رستم و آ دا ب القا ضی عن الخصا ف و كتا ب المجرد و كتاب النوادر من جهة هشا م هل يجوز لنا ان نفتی منها اولاو هذه الكتب محمو دة عند ك ۔ فقا ل ما صح من اصحا بنا فذلک علم محبو ب مر غوب فيه مر ضی به۔ و اما الفتيا فانی لا اری لا حد ان يفتی بشیء لا يفهمه و لا يحتمل اثقال الناس فا ن كا نت مسا ئل قد اشتهرت و ظهرت و انجلت عن اصحا بنا ر جو ت ان يسع ا لاعتماد عليها فی النوازل ۔ انتهی ۔

و علی تقدير عدم ر جوع محمد عن هذا التقدير فما قدر به يستلز م به تقديره به ا لا فی نظره و هو لا يلز م غيره بل يختلف باختلاف ما يقع فی قلب كل و ليس هذا من قبيل الامور التی يجب فيها علی العا می تقليد المجتهد اليه اشار فی فتح القدير يؤ يده ما فی شر ح الزا هدی عن الحسن۔ و الاصح عنده ما لا يخلص بعض الماء الی بعض بظن المبتلی به و اجتهاده و لا ينا ظر المجتهد فيه ۔ انتهی ۔

فعلم من هذا ان التقدير بعشر لا ير جع الی اصل شر عی يعتمد عليه كما قا له محی السّنّة فا ن قلت قا ل فی شر ح الوقا ية انما قدر به بناه علی قو له ﷺ من حفر بئر فله حو لها اربعون ذرا عاً فيكو ن له حريمها من كل جا نب عشرة ففهم من هذا انه اذا اراد اخر ان يحفر فی حريمها بئراً يمنع، لا نه ينجذ ب الماء اليها و ينفض اليها و ينقص الماء فی البئر الاولی و ان اراد ان يحفر بئر با لوعة يمنع ايضاً لسرا ية النجاسة الی البئر ا لا ولی و تنجس ماء ها و لا يمنع فيما وراء الحر يم و هو عشر فی عشر فعلم ان الشر ع اعتبر العشر فی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

العشر فی عدم سرا یة النجا سة حتی لو کا نت النجاسة تسری یحکم با لمنع ۔ قلت هو مردود من ثلا ثة او جه ۔
الاول ۔ ان یکو ن حریم البئر عشرة اذرع من کل جا نب قول البعض و الصّحیح انه ار بعو ن من کل جا نب کما سیأ تی ان شاء اللّٰه تعا لی ۔
الثّا نی ان قوا م ا لا ر ض اضعا ف قوام الماء فقیاسه علیها فی مقدار عد م السرا یة غیر مستقیم ۔
الثّا لث ۔ انّ المختار المعتمد فی البعد بین البا لو عة و البئر نفوذ الرا ئحة فا ن تغیّر لو نه او ر یحه او طعمه ینجس و ا لّا فلا۔ کذا فی الخلاصة و فتاوی قا ضی خا ن و غیر هما و صرح فی التاتارخانیه ان اعتبارالعشر فی العشر علی اعتبار حا ل ارا ضیهم و الجوا ب یختلف با ختلا ف صلا بة الارض و رخا و تها ۔

(اور اسی طرح پر ہے ہمارے اما موں کی اکثر کتا بوں میں اور ان معتبر نقلوں سے ہمارے متقد مین مشائخ کا مذہب امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا ثابت ہوا تو اسی طرف رجوع کرنا ٹھہر گیا۔ اور وہ جو بہت سے مشائخ متا خرین نے اختیار کیا ہے جیسے کہ معراج الدرا یہ میں نقل کیا ہے کہ اعتبار دہ در دہ کا ہے تو یہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں ۔

اگر تو کہے کہ ہدایہ اور بہت کتابوں میں یہ ہے کہ فتوی دہ در دہ پر ہے اور فقہ کے متنوں میں اسے پسند رکھا ہے تو انہوں نے غیر مذہب کی ترجیح کیونکر پھیلائی ؟

تو جوا ب یہ ہے کہ جب امام ابوحنیفہؒ کا مذہب را ئے مبتلی بہ ہے اور را ئے مختلف ہوتی ہے، بلکہ بعض آ دمیوں کی را ئے ہوتی ہی نہیں ۔ تو مشائخ نے دہ در دہ کو لوگوں کی آ سانی کے لئے معتبر کر لیا ہے۔

پھر اگر تو کہہ دے کہ کیا عمل کیا جا وے اس پر جو مذہب کی رو سے صحیح ہوا ہے ۔
کیونکہ کہا ہے امام ابواللیثؒ نے نوازل میں ۔ کسی نے پو چھا ابونصر سے کہ کیا کہتے ہو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تم ان چار کتابوں، کتاب ابراہیم بن رستم کی، آداب القاضی خصاف کی، کتاب المجرد چوتھی کتاب النوادر ہشام کی، کی نسبت، کہ کیا ہمیں جائز ہے کہ ہم فتوی دیویں ان میں سے یا نہیں؟ اور یہ کتابیں تمہارے نزدیک اچھی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو ہمارے اصحاب سے صحیح ہو گیا تو وہ مسئلہ نہایت پسندیدہ ہے۔ رہا فتوی دینا۔ سو میں کسی کے واسطے اعتقاد نہیں کرتا کہ بغیر سمجھے فتوی دیوے۔ اور لوگوں کا بوجھ اپنے ذمہ لیوے۔ ہاں اگر مسائل شہرت پکڑ جاویں اور ہمارے اصحاب سے ظاہر ہو جاویں تو مجھے امید ہے کہ نوازل میں بھروسہ ان پر جائز ہو سکتا ہے۔ اور بر تقدیر نہ رجوع کرنے امام محمدؒ کے اس اندازہ سے خواہ مخواہ انہوں نے اپنی رائے سے یہ اندازہ کیا ہو گا سو وہ غیر کو کچھ ضروی نہیں، بلکہ بنظر اپنے اپنے جی میں پڑنے کی مختلف ہے۔ اور یہ کچھ ان باتوں میں سے نہیں ہے کہ انجان پر اس میں مجتہد کی تقلید ضروری ہو۔ چنانچہ اس طرف فتح القدیر میں اشارہ کیا ہے اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ تقریر جو شرح زاہدی میں ہے حسن سے۔ اور بہت صحیح حسن کے نزدیک کثیر پانی کا اندازہ یہی ہے کہ برتنے والے کے ظن غالب میں ایک طرف کی نجاست دوسری طرف نہ پہونچے۔ اور ظنی مجتہد فیہ مسئلہ میں کچھ تکرار نہیں ہو سکتی۔ سو اب اس سے معلوم ہو گیا کہ اندازہ دہ در دہ کا کسی ایسی اصل شرع کی طرف رجوع نہیں کرتا جس پر اعتماد کیا جاوے۔

چنانچہ محی السنہؒ نے کہا ہے پھر اگر تو کہے کہ شرح وقایہ میں کہا ہے کہ یہ اندازہ آنحضرت ﷺ کے اس قول کی بنا پر کیا گیا ہے کہ جو کوئی کنواں کھودے تو اس کے لئے گرد کی چالیس گز زمین ہے۔ تو چار دیواری اس کی ہر جانب سے دس گز ہو گی تو اس سے سمجھا گیا کہ جس وقت کوئی دوسرا شخص کنواں کھودنا چاہے پہلے شخص کی اس حد کے اندر، تو منع کیا جاوے گا۔ کیونکہ پانی دوسرے کنویں کی طرف کھینچ کر پہلے کنویں کا پانی گھٹ جائے گا۔ اور اگر دوسرا شخص گندے پانی کا چوبچہ کھودنا چاہے تو بھی منع کیا جاوے گا کہ نجاست کنویں میں سرایت نہ کرے اور پانی ناپاک نہ ہووے۔ اور باہر چار دیواری کے ممانعت نہیں۔ اور یہ اندازہ کی مقدار دہ در دہ ہوئی۔ سو معلوم ہو گیا کہ شرع نے دہ در دہ کا اعتبار کیا نجاست سرایت نہ کرنے میں کیونکہ اگر اس سے زیادہ مقدار میں بھی نجاست سرایت کرتی تو ممانعت مذکورہ بالا ہوتی،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض تین طرح سے ساقط ہے۔
اول۔ یہ کہ ہر طرف سے چار دیواری کا دس گز ہونا بعض کا قول ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ ہر طرف سے چالیس گز ہوگا چنانچہ انشاء اللہ اب آتا ہے۔، دوسرے یہ کہ زمین پانی سے کئی درجہ موٹی چیز ہے سو پانی کا قیاس زمین پر کرنا ٹھیک نہیں، تیسرے یہ کہ پسندیدہ اور معتمد علیہ کنویں اور نجاست کے چو بچہ میں اتنی دوری ہے جس میں بد بو پہنچے، سو اگر پانی کا رنگ اور بو مزہ بدل جاوے تو ناپاک ہو جاوے گا اور نہیں تو نہیں یونہی خلاصہ میں اور فتاوی قاضی خان وغیرہ کتابوں اور تاتارخانیہ میں تصریح کی ہے کہ اعتبار دہ در دہ کا زمین کے حال پر ہے تو جواب یہ ہے کہ کہیں زمین سخت ہے اور کہیں نرم)

☆ اور کہا اشباہ والنظائر میں:

و منها حدّ الماء الكثير الملحق با لجاری الاصح تفويضه الى رأی المبتلى به لا التقدير بشیء من العشر فی العشر و نحوه (اور حد پانی کثیر کی کہ جو حکم میں جاری پانی کے ہے، صحیح اس میں برتنے والے کی رائے پر سونپنا ہے، اندازہ دہ در دہ کا نہیں ہے)

☆ اور صاحب تفسیر نیشاپوری نے کہا ہے کہ تقدیر عشر فی عشر کی محض لا اصل ہے۔ اس کی دلیل شرع سے ثابت نہیں ہوتی۔

☆ اور کہا مولانا بحر العلومؒ نے ارکان اربعہ میں:

ثمّ اختلف الرّوا يا ت فی تحديد الغدير العظيم ففی ظاهر الرّواية عن ا لا مام ابی حنيفه عد م التّقدير و حمل التّفويض الى رأی المبتلى به كما هو دا به الشريف فی امثا ل هذا فا ن غلب على الظّن انه لا يقبل النجاسة تو ضا وا لا لا و فی الرّوا يا ت ا لآ خر يعتبر التحريک و قد ره المتأ خرو ن المساحة ۔ انتهى مختصراً (مختلف ہوئیں روایتیں بڑے تالاب کی حد میں ۔سو ظاہر روایت میں امام ابو حنیفہؒ سے یہی روایت ہے کہ اس کی حد معین نہیں بلکہ انہوں نے اپنی اس عادت شریف کے موافق، جو ایسے مسئلوں میں ان کی ہے، برتنے والے کی رائے پر سونپا ہے۔ سو اگر اسے گمان غالب ہو جاوے کہ یہ پانی نجاست قبول

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتا تو وضو کر لے اور نہیں تو نہیں۔ دیگر روایتوں میں پانی کے ہلانے کو لیا ہے اور متاخرین نے پانی کے ناپ کو لیا ہے)۔

☆ اور کہا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شرح مشکوۃ میں:

و ظاھر الرّوایۃ عن ابی حنیفہ غلبۃ الظّن۔ ان غلب الظّن وصول النّجاسۃ لطرف الآخر لم یتوضأ و الا توضا و اعتبر ابو سلیمان الجوزجانی الکثیر بالمساحت و اختارہ المتأخرون۔ فقوم اعتبروا ثمانیۃ فی ثمانیۃ و قوم بخمسۃ عشر فی خمسۃ عشر و الاکثرون بشر فی عشر۔ انتھی مختصراً۔(اور ظاہر روایت امام ابوحنیفہؒ سے گمان غالب کا ہے۔سو اگر گمان غالب سے نجاست کا پہنچنا دوسری طرف معلوم ہو تو وضو نہ کرے اور اگر معلوم نہ ہو تو وضو کر لے۔ اور ابوسلیمان جوز جانیؒ کثیر پانی کو ناپنے سے اعتبار کرتے ہیں۔ اور اسی کو متأخرین نے اختیار کر لیا ہے۔سو ایک قوم نے ہشت در ہشت اور ایک قوم نے پانزدہ در پانزدہ کا اعتبار کیا ہے اور اکثر لوگوں نے دہ در دہ کو اختیار کیا ہے)۔

☆ اور شیخ عبدالحق نے ترجمہ فارسی مشکوۃ میں بھی دہ در دہ کو مذہب متأخرین ہی کا قرار دیا ہے، اگر چہ امام کا مذہب تحریک کو ٹھہرایا ہے۔لیکن ہم کو اس کی تحقیق منظور نہیں کہ مذہب امام کا اعتبار تحریک ہے یا اعتبار رائے مبتلی بہ۔ ہمارا مقصود تو اثبات اس امر کا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب تحدید دہ در دہ کی نہیں۔سو وہ اس کلام سے جو شیخ کے ترجمہ مشکوہ میں ہے، یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

و نزد امام ابو حنیفہ و اصحاب او اگر آب آن قدر بود کہ بجنبانیدن اجزاء او از ہم جدا نگردد کثیر است والا قلیل۔ و نزد متأخرین مشائخ بمساحت قرار یافتہ و بعض غلبہ ظن معتبر دارند۔ اگر ظن غالب وصول نجاست بجانب دیگر است وضونکند والا بکند۔ انتہی مختصراً۔

☆ اور ایسا ہی برہان الدین صاحب ہدایہ نے کہا ہے یعنی دہ در دہ کو قول بعض مشائخ کا قرار دیا ہے ، نہ کہ امام ابو حنیفہؒ کا۔ اگر چہ فتوی دینا اس پر کہا ہے، لیکن صاحبِ بحر نے اس کو بھی رد کر دیا ہے۔یعنی ثابت کیا ہے کہ ہم کو عمل کرنا اور فتوی دینا اس پر نہ چاہیے جیسا کہ عبارت بحر الرائق میں گزرا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علاوہ یہ کہ ہم کو اس سے بحث نہیں کہ فتویٰ حنفیوں کا کس پر ہے۔ غرض یہی ہے کہ دہ در دہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا نہیں۔ سو وہ ہدایہ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں کہا:

و الغدير العظيم الّذى لا يتحرك احد طرفيه بتحريك الآخر اذا وقعت نجاست فى احد جانبيه جاز الوضوء من الجانب الآخر لانّ الظّاهر انّ النّجاسة لا تصل اليه اذ اثر التحريك فى السرايه فوق اثر النجاست ثمّ عن ابى حنيفه انّه يعتبر التحريك بالاغتسال و هو قول ابى يوسف رحمه اللّه و عنه بالتحريك باليد و عن محمد بالتوضى و وجه الاول ان الحاجة اليه فى الحياض اشد منها الى التوضى و بعضهم قدروا بالمساحة عشراً فى عشر بزراع الكرباس توسعة للامر على الناس و عليه الفتوى

(بڑا تالاب وہ ہے کہ ایک کنارہ کا پانی دوسرے کنارے کے پانی کو ہلانے سے نہ ہلے۔ تو جس وقت ایک کنارے پر نجاست پڑ جاوے دوسرے کنارے سے وضو جائز ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ وہاں تک نجاست نہیں پہونچی اس واسطے کہ حرکت پانی کی نجاست سے زیادہ دوڑتی ہے۔

پھر امام ابو حنیفہؒ سے روایت یہ ہے کہ وہ پانی کی حرکت جو نہانے سے ہوتی ہے اس کو اعتبار کرتے تھے اور یہی امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔ اور ان سے ایک روایت ہاتھ کی حرکت بھی ہے۔ اور امام محمدؒ نے وضو کی حرکت کو لیا ہے اور پہلی صورت کی وجہ یہ ہے کہ حوضوں میں وضو کی نسبت نہانے کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے اور بعض نے دہ در دہ کا اندازہ فراخی امر کے لئے کیا ہے۔ اس پر فتویٰ ہے)۔

☆ اور سب سے سخت حجت اور دلیل او پر نہ ہونے دہ در دہ کے مذہب ابو حنیفہؒ کا، اقرار جناب مترجم تنویر مؤلف ظاہری کا یعنی نواب محمد قطب الدین خان صاحب کا ہے۔ اور یہی کافی ہے واسطے الزام کے۔ تو سنو کہ آپ نے مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ میں صاف اقرار کیا ہے کہ مذہب امام اعظمؒ کا تحدید پانی کثیر میں تحریک ہے جیسا کہ شیخ عبد

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الحق کے ترجمہ میں گذرا۔ اور دہ در دہ کی تقدیر بعض متأخرین کے نزدیک ہے۔ چنانچہ تحت حدیث قلتین کے فرماتے ہیں:

پس آگے اختلاف کیا ہے آئمہ اربعہ نے بیچ مقدار قلیل وکثیر کے۔ امام مالکؒ تو کہتے ہیں کہ جس پانی کا رنگ مزہ بو متغیر نہ ہو نجاست کے پڑنے سے، وہ کثیر ہے۔ اور جو متغیر ہو جاوے وہ قلیل ہے۔ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کہتے ہیں کہ جو مقدار قلتین کے ہو، کثیر ہے اور اگر کم ہو قلیل ہے۔ اور امام اعظمؒ اور ان کے مذہب والے کہتے ہیں کہ اگر پانی اس قدر ہو کہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف نہ ہلے، وہ کثیر ہے۔ والا قلیل۔ اور بعضے متأخرین نے دہ در دہ کو کثیر کہا ہے۔ انتھی کلام النواب مولانا قطب الدین نقلاً عن مظاھر حق

اب اس میں غور کرو کہ مولوی قطب الدین نے کیا صریح کہہ دیا کہ دہ در دہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا نہیں، بلکہ بعضے متأخرین کا ہے۔ اور پھر تنویر الحق میں بہ تقلید محمد شاہ کے کہہ دیا کہ دہ در دہ ہی مذہب ہے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اتباع کا۔ واللہ اعلم۔

اس اختلاف اور تعارض کا سبب معلوم نہیں ہوتا۔ آیا پہلی تحریر مظاہر حق سے ان کو سہو واقع ہوئی یا جان بوجھ کر ایسے تعصب میں گرفتار ہوئے، یا مظاہر حق میں تقلید شیخ عبدالحق کی تھی اور تنویر الحق میں محمد شاہ کی تقلید اختیار کی ہے۔

پس جب کہ اتنے آئمہ حنفیہ کی تصریحات سے بلکہ خود مؤلف ظاہری یعنی مولوی قطب الدین خان کی مظاہر حق کی عبارت سے ثابت ہوا کہ دہ در دہ کسی کے نزدیک متقدمین سے معتبر نہیں اور ظاہر ہے کہ جو لوگ متأخرین اس کے قائل ہیں، اس کے پاس بھی کوئی دلیل شرعی اس پر نہیں ہے۔ اور یہ دہ در دہ کسی اصل شرعی کی طرف رجوع نہیں کرتا جیسا کہ کلام سے خاتم المتأخرین ابن نجیم حنفی کے، جو بحر الرائق سے منقول ہوا، گذر چکا ہے تو قول مولانا شہید فی سبیل اللہ مہاجرا الی اللہ عالم ربانی حافظ قرآنی محی سنت عالم نبیل مولانا و مقتدانا مولوی اسماعیل رضی اللہ عنہ کا کہ یہ تحدید عشر فی عشر یعنی دہ در دہ کی بدعت حقیقہ ہے، ثابت اور مصدق ہو گیا۔ اور وہ قول مولوی اسماعیل صاحب کا یہ ہے جو ایضاح الحق میں فرماتے ہیں:

مسئلہ خامسہ۔ استحسانات اکثر متأخرین از فقہاء و صوفیہ کہ محض بنا بر ظن حصول بعضے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منافع دینیہ ومصالح شرعیہ بدون تمسک بدلیلے از دلائل شرعیہ عبادات یا معاملات اختراع می نمایند یا تحدید اصلی از اصول دینیہ بحدود خاصہ احداث می کنند مثل تحدید کلمہ تہلیل باوضاع مخصوصہ از اعداد وضربات وجلسات وتحدید ماء الکثیر بعشر فی عشر ہمہ ازقبیل بدعات حقیقہ است۔ انتھی مختصرا غایۃ الاختصار

(و مرّ تمامہ فی جواب الباب الثّانی فی جملۃ الروایات الدالۃ علی عدم الالتزام بمذھب معین۔ اور پوری عبارت جواب میں باب ثانی کے بذیل روایات عدم التزام تقلید مذہب معین کے گذر چکی)۔

اور جو کہ مؤلف نے مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم دہ در دہ کے قائل تھے۔ اس سے خود مؤلف کا اقرار ثابت ہوتا ہے کہ کسی عالم حنفی المذہب نے اپنی کتاب میں یہ مذہب امام اعظمؒ کا نقل نہیں کیا۔ اس لئے کہ اگر کسی کتاب حنفی میں یہ مذہب امام کا منقول ہوتا تو جناب مؤلف اپنی معتبر کتابوں جیسے، منیہ، قنیہ، شرح وقایہ، ہدایہ، کنز، قدوری، درمختار، بحرالرائق، فتاوی قاضی خان، فتاوی عالم گیری کو چھوڑ کر اپنے مذہب کو ابی بکر کی کتاب سے جو حنفی مذہب سے بالتفصیل واقف نہیں، بلکہ وہ ایک محدث ہے، نہ حنفی نہ شافعی، کیوں نقل کرتے۔ اس بات پر غور کرنا چاہیے اور اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ امام اعظمؒ دہ در دہ کے قائل نہیں۔

اور منشاء لکھنے ابوبکر بن ابی شیبہ کا یہی ہے کہ اس کو التزام ہے رد اور طعن کرنے کا ابو حنیفہؒ پر۔ اسی لئے ان کے بعض اتباع کو عشر فی عشر کے قائل دیکھ کر یہ سمجھا کہ امام ابوحنیفہؒ بھی اس کے قائل ہوں گے۔ اس پر پہلی حدیث عکرمہ کی متضمن پاک ہونے مطلق حوضوں کے جن میں کتے اور درندے پانی پی جاویں مخالف حنفی مذہب کے نقل کی، بعد اس کے بطور طعن کے حنفیوں کے مشہور مذہب کو امام اعظمؒ کا مذہب سمجھ کر نقل کر دیا۔ اور دراصل یہ طعن ابوبکرؒ کا ابوحنیفہؒ پر درست نہیں کیونکہ عشر فی عشر کے قائل نہیں جیسا کہ سب اکابر حنفیہ نقل کرتے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ سابق میں عبارتیں سب کی گذریں۔

اور جو کہ مؤلف نے اخیر میں کہا ہے کہ

یہی ہے مذہب امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا اور امام محمدؒ کا، اور کہا یہ ہدایہ میں اس پر فتوی ہے۔ انتہی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس میں بڑی فریب بازی کی ہے اور دروغ گوئی اختیار کی۔ اس لئے کہ ہدایہ میں تو اسی قدر ہے کہ اس پر فتوی ہے۔ اور اس میں یہ نہیں کہا کہ یہی مذہب امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے، بلکہ اس عشر فی عشر کو بعض مشائخ کا مذہب ٹھہرایا ہے جیسا کہ عبارت ہدایہ کی نقل کی گئی ہے۔ تو مؤلف محمد شاہ کی دروغ گوئی اور چالاکی دیکھو کہ دونوں امر یعنی عشر فی عشر مذہب ہونا امام اعظمؒ کا اور صاحبینؒ کا اور فتوی ہونا اس پر ہدایہ کی طرف نسبت کرتا ہے۔ نعوذ باللّٰہ من ھذہ الخیانۃ۔

اور جو کہ مؤلف تنویر الحق نے بعد اس کے کہا ہے کہ:

موافق مذہب امام اعظمؒ کے مذہب ہے امام احمد بن حنبلؒ کا بیچ نجاست رقیقہ کے،

اور اس کو نسبت کیا ہے طرف ترجمہ مشکوۃ شیخ عبدالحقؒ کے اور ارکان اربعہ مولوی عبدالعلیؒ کے، تو ظاہر ہے کہ غرض مؤلف کی یہی ہوگی کہ امام احمد بن حنبلؒ بھی قائل ہیں دہ در دہ کے بیچ نجاست رقیقہ کے۔ اور یہ محض غلط اور کذب صریح اور بہتان ہے مولانا عبدالعلیؒ پر اور شیخ عبدالحقؒ پر۔ کیونکہ مولوی عبدالعلیؒ اور شیخ عبدالحقؒ نے ہرگز نہیں کہا کہ امام اعظمؒ اور احمد بن حنبلؒ نجاست رقیقہ میں دہ در دہ کا مذہب رکھتے ہیں بلکہ مولوی عبدالعلیؒ کے کلام سے جو ارکان اربعہ سے نقل کیا گیا ہے اور شیخ عبدالحقؒ کے کلام سے جو ترجمہ مشکوۃ اور شرح اس کی سے نقل کیا گیا ہے، صاف معلوم ہوتا ہے کہ دہ در دہ مذہب امام اعظمؒ کا نہیں، چہ جائے کہ امام احمدؒ بھی ان کے اس مذہب میں موافق ہوں۔

تو دیکھو جناب مؤلف (تنویر الحق) نے کس قدر جھوٹ لکھنا اختیار کیا ہے اور حوالے جھوٹے دیئے ہیں، اس مقام میں مؤلف کی دیانت سے مطلع ہونا چاہیے۔

پس ثابت ہوا کہ دہ در دہ کی حد چاروں اماموں کے خلاف ہے، تو بزعم مؤلف جو قائل ہیں اس بات کے کہ جو کچھ مخالف ہے آئمہ اربعہ کے وہ باطل ہے بالاجماع، یہ تحدید عشر فی عشر کی باطل ہوئی اور قول مولوی اسماعیل شہیدؒ کا کہ تحدید دہ در دہ کی بدعت حقیقی ہے، خوب ثابت ہوا۔

اور اگر بفرض محال فرض بھی کیا جائے کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے صاحبین قائل ہیں عشر فی عشر کے تو ان کا قائل ہونا مقابل خصم کے کیا حجت ہے، جس حالت میں کہ شافعیؒ کی حدیث مرفوع پر مؤلف نے اتنی لے دے کی اور اس کے مذہب کو بزعم خود ضعیف کر دیا،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کا قول اگر چہ بے دلیل ہو، مثل قرآن کے ہے۔ وہ کیا نبی ہیں کہ جناب مؤلف نے قول ان کا بے دلیل نقل کر دیا۔قول صاحب ہدایہ کا کہ اس پر فتوی ہے مثل حدیث اور قرآن کے نقل کر کے خوش ہو گئے۔مردانگی تو یہ تھی کہ جس طرح حدیث کو رسول اللہ ﷺ کی، جس پر شافعی کا عمل ہے، رد کر دیا تھا اسی طرح دہ در دہ کو کسی حدیث سے یا قرآن سے یا اجماع شرعی سے یا قیاس سے ثابت کرتے۔مجرد مذہب کا معرض استدلال اور محل ترجیح بالدلائل میں پیش کرنا شان اور شعار اہل علم کی نہیں، کچھ تو شرم اور لحاظ چاہیے۔ خیریت الماضی لا یذکر آئندہ پھر جناب مؤلف کی خدمت میں التماس ہے کہ دہ در دہ کو کسی دلیل شرعی سے دو برس میں یا چار برس میں یا دس برس میں ثابت کر کے ہم مشتاقوں کو مسرور وممتاز فرماویں۔

الحمد للّٰه اولاً و آخراً و ظاهراً و باطناً علی ما ارانا الحقّ فی تحقیق حدیث القلتین الصحیح الثابت المروی عن رسول اللّٰه سید الثقلین ﷺ

تنبیہ، جواب دینا آئندہ کلام مؤلف کا حرفاً حرفاً نقل کر کے موجب تضیع اوقات ہے اور راقم کو اشتغال علمی سے کہاں فرصت ہے کہ سب اس کی توجیہات رکیکہ و ضعیفہ و دلائل نا مرضیہ کو نقل کرے، اس لئے اس کے حاصل کلام کو معہ تمام متمسکات کے اپنی عبارت وجیز ومختصر میں بیان کر کے ہر ایک بات کا بخوبی جواب دیویں گے۔

مستحب وقت فجر: غلس

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ مسئلہ دوسرا بیچ بیان وقت مستحب فجر کے..

اقول۔ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے یوں ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ اکثر نماز فجر کی غلس میں پڑھا کرتے تھے اور یہ تغلس مروی ہے بہت صحابہ سے جو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ان میں سے ہیں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت انسؓ بن مالک اور حضرت جابرؓ اور حضرت ابو بردہؓ اور حضرت سہلؓ بن سعد اور حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ اور حضرت قیلہؓ بنت مخرمہ کما قال فی المحلی و الجامع للترمذی اور بہت طرق اور اسانید سے یہ تغلیس ثابت ہے اور بہت حدیثیں اس مضمون

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کی وارد ہیں ازاں جملہ یہ کہ روایت ہے حضرت عائشہؓ سے:

کنّ نساء المؤ منا ت یشھد ن مع رسول اللّٰہ ﷺ صلوۃ الفجر متلفقات بمرو طھنّ ثم ینقلبن الی بیو تھن حین یقضین الصّلوۃ لا یعرف ھن احد من الغلس ۔(بخاری:۵۷۸۔مسلم:۶۴۸)

روایت کی یہ حدیث بخاری اور مسلم اور امام مالک اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرھم نے ساتھ اسانید صحیحہ کے باتفاق معانی کے اگر چہ لفظوں میں بعض روایتیں مختلف ہیں ۔مثلاً بعض روایتوں میں ینقلبن ہے اور بعض میں یر جعن اور بعض میں ینصرف النساء ۔علی ہذا القیاس۔غرض اس حدیث میں کسی طرح کا ضعف نہیں اور حاصل معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ جو عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی فجر آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں پڑھنے کے لئے مسجد میں حاضر ہوتیں تو وہ ایسی غلس میں نماز پڑھ پڑھا کر اپنے گھروں کو چلتیں کہ اس وقت اتنی تمیز کسی کو نہ ہوتی کہ یہ عورتیں ہیں یا مرد اور یہی معنی ہیں عدم امتیاز کے جیسا کہ کہا عینیؒ نے شرح بخاری میں:

و قیل معنی ما یعرفھن احد ما یعرف اعیا نھن و ھذا بعید و لا وجه ان یقا ل ما یعرفھن احدای انساء ھن ام ر جال ۔

(اور بعض نے کہا ہے کہ معنی اس کے کہ ان کو پہچان نہیں سکتا تھا کوئی، یہ ہیں کہ ان کی صورتیں کوئی نہیں پہچانتا تھا اور یہ بات بعید ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان کی یہ شناخت نہ ہوتی تھی کہ وہ مرد ہیں یا عورت)۔

اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں:

معناہ ما یعرفن انساء ھن ام ر جال و قیل ما یعرف اعیا نھن و ھذا ضعیف۔ انتھی۔ و ھکذا فی المحلی و فتح الباری مع ما له و ما علیه (معنی اس کے یہ ہیں کہ ان کی شناخت نہ ہوتی تھی کہ وہ مرد ہیں یا عورت ۔اور بعض نے کہا ہے کہ ان کی صورت نہیں پہچانی جاتی تھی اور یہ قول ضعیف ہے ۔ اور یوں ہی ہے محلی اور فتح الباری میں مع اعتراض اور جواب کے)

اور سیاق حدیث سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ حاضر ہونا عورتوں کا نماز فجر میں اور فارغ ہونا ان کا نماز سے اور پھرنا ان کا حالت غلس میں امر مدامی تھا۔اور رسول اللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ﷺ ہمیشہ فجر کی نماز غلس ہی میں پڑھتے تھے۔

کما یدلّ علیه قولها کن یشهدن ثم ینقلبن او یرجعن لاسیما اسمیة الجملة المصدرة بان المخففة من المثقلته التی وردت فی روایة من عدا الشیخین اعنی مالکاً و الترمذی و ابا داؤد و النسائی و ابن ماجه

(جیسا کہ دلالت کرتا ہے اس پر یہ قول حضرت عائشہؓ کا کہ عورتیں آن کر واپس جاتی تھیں۔خصوصاً جملہ اسمیہ کا ہونا لفظ ان خفیفہ کے ساتھ (یعنی اصل ان مخففہ کی انّ ثقیلہ تھی جس سے تاکید سمجھی جاتی ہے) جو سوا امام بخاریؒ اور مسلمؒ کے مالکؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ کی روایت میں آیا ہے)

باآنکہ ایک روایت صحیحہ میں صاف آ گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تمام عمر میں ایک ہی مرتبہ فجر کی نماز اسفار کر کے ادا کی ہے اور باقی تمام عمر غلس میں پڑھتے رہے جیسا کہ روایت کیا امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابومسعود سے:

انّه ﷺ صلّی الصّبح مرةً بغلس ثمّ صلّی مرةً اخری فاسفر بها ثم کانت صلوته بعد ذالک التّغلیس حتّی مات لم یعد الی ان یسفر (ابو داود: ۳۹۴)(آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز ایک دفعہ اندھیرے میں پڑھی تھی ۔ پھر دوسری دفعہ سویرے پڑھی ۔ پھر اندھیرے میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ انتقال فرمایا)۔

پس اسی واسطے کہ سیاق سے حدیث عائشہؓ کی بھی مواظبت معلوم ہوتی ہے اور حدیث ابومسعودؓ کی سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ نے تمام عمر میں سوائے ایک مرتبہ کے غلس ہی میں پڑھی ہے، کہا فتح الباری میں:

و حدیث عائشه تقدم فی ابواب ستر العورة و لفظه اصرح فی مراده فی هذا الباب من جهة التغلیس بالصّبح و ان سیاقه یقتضی المواظبة علی ذالک و اصرح ما اخرجه ابو داؤد من حدیث ابی مسعود انّه ﷺ اسفر بالصّبح مرةً ثمّ کانت صلوته بعد بالغلس حتی مات لم یعد الی ان یسفر۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(اورعورتوں کے پردہ کے باب میں حدیث حضرت عائشہؓ کی گزر چکی اوراس کے لفظ اس باب میں خوب واضح ہیں اس مراد میں کہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی تھی اوراس کا طرز کلام اس بات کی ہمیشگی کو چاہتا ہے ۔اور وہ حدیث بہت واضح ہے جسے ابو داؤدؒ نے ابی مسعودؒ سے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ سویرے نماز پڑھی پھراندھیرے میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ انتقال فرمایا)۔

اگراعتراض کروکہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ ایک راوی اس کا یعنی اسامہ بن زید ضعیف ہے، کہا نسائی اور دارقطنی نے کہ قوی نہیں اور کہا احمد نے کہ کچھ چیز نہیں ہے اورکہا ابوحازم نے کہ اس سے احتجاج نہیں چاہیے۔

تو جواب اس کے دو ہیں:۔

☆ اول یہ کہ اس حدیث کو صحیح کہا ہے ابن خزیمہؒ نے اورسکوت کیا ہے اس پر جرح کرنے سے ابوداؤدؒ نے جب کہ نقل کیا اس نے اس حدیث کو اپنی سنن میں۔ اور بیہقیؒ نے کہا کہ اس حدیث کے سب راوی ثقات ہیں، اور خطابیؒ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اسناداً اور راوی اس کا اسامہ بن زید ایسی ثقاہت سے متصف ہے کہ بخاری کے راویوں میں سے ہے۔اور تحقیق کہا آئمہ محدثین نے کہ جس راوی سے بخاری اور مسلم روایت کریں یا بخاری اکیلا ہی روایت کرے،تو اس راوی کے حق میں کسی طعن اور جرح کرنے والے کا قول مقبول نہیں، اگرچہ وہ طاعنین کتنے ہی ہوں جیسا کہ کہا محلی حنفی میں:

و قد اخرج ابو داؤد و صححه ابن خزیمه من طریق اسامة بن زید اللیثی عن ابن شهاب عن عروه عن بشیر بن ابی مسعود عن ابیه انّه ﷺ صلّی الصبح مرةً بغلس ثمّ صلّی مرةً اخری فاسفر بها ثمّ کانت صلوته بعد ذالک التغلیس حتی مات لم یعد الی ان یّسفر۔ و قد سبق تخریجه فان قیل فیه اسامة بن زید اللیثی و قد قال فیه النّسائی و الدّار قطنی لیس بقویّ و قال احمد لیس بشیء و قال ابو حازم لا یحتج به ۔ قلنا الحدیث مما صححه ابن خزیمه و سکت علیه ابو داؤد و ما سکت هو علیه لا ینزل عن درجة الحسن۔ قال

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

البهیقی رواته کلهم ثقات و خبر الا سفار مختلف فی اسناده و متنه ۔ و قال الخطابی هو حدیث صحیح اسناداً و اسامة من رجال البخاری و قد قالوا من روی عنه الشیخان او احدهما عنه لا ینظر للطاعنین فیه و ان کثروا ۔

(ابو داؤد نے روایت کی اور ابن خزیمہؒ نے اس کو صحیح بتایا اسامہ بن زید لیثی کے طریق سے کہ ان سے ابن شہاب نے روایت کی اور ان کو عروہ نے بشیر بن ابی مسعود سے اور ان کو ان کے باپ نے یہ کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ نماز اندھیرے میں پڑھی پھر دوسری دفعہ سویرے۔ پھر اندھیرے میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ انتقال فرمایا۔

..اگر کہا جاوے کہ اس میں ایک راوی اسامہ بن زید لیثی ہے جس کے متعلق امام نسائیؒ اور امام دارقطنیؒ نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے اور امام احمدؒ نے کہا ہے کہ نا چیز ہے اور ابو حازم نے کہا ہے کہ اس کی روایت سے حجت نہیں ۔

ہم کہیں گے کہ یہ حدیث وہ ہے جس کی صحت ابن خزیمہؒ نے کی اور ابو داؤدؒ نے اس پر سکوت کیا ہے ۔ اور جس پر ابو داؤدؒ سکوت کرے وہ درجہ حسن سے کم نہیں ہوتی ۔ اور امام بیہقیؒ نے کہا ہے کہ راوی اس کے سب ثقہ ہیں ۔ اور سویرے پڑھنے کی حدیث کی سند میں اختلاف ہے اور خود متن حدیث میں بھی۔

اور خطابیؒ نے کہا کہ وہ حدیث اسناد کے طور پر صحیح ہے اور اسامہ، صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہے اور اہل حدیث کا کہنا ہے کہ جس شخص سے دونوں شیخ (بخاری و مسلم) یا ایک روایت کریں تو اس میں گنجائش طعن کی نہیں رہتی اگر چہ طعن کرنے والے کتنے ہی ہوں)۔

پس جب کہ امام بخاریؒ رئیس الناقدین نے اسامہ بن زید سے روایت کی تو پھر جرح کسی کا کیا ضرر کرتا ہے ۔

☆ دوسرا یہ کہ فرض کیا کہ بخاری کے رواۃ پر جرح مقبول ہے لیکن پھر بھی وہ جرح مقبول ہوتا ہے جو کہ با بیان سبب ہو جیسا کہ شرح نخبہ اور حاشیہ علوی میں کہا ہے:

لانّه ان کان غیر مفسر ای لم یبین سببه مثل قولهم فلان ضعیف و فلان لیس بشیء او نحو ذالک مقتصراً علی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذالک لم یقدح فیمن ثبت عدالته لان النّاس یختلفون فیما یجرح و ما لا یجرح فیطلق احدھم الجرح بناءً علی امر اعتقده جرحا و لیس یجرح فی نفس الامر فلا بدّ من بیان سببه (اسلئے کہ اگر جرح بلاتفسیر ہو، مثلاً یوں کہہ دینا کہ فلاں شخص ضعیف ہے یا ناچیز ہے وغیرہ کہہ کر وضاحت نہ کرے تو یہ جرح نہ ہوگی اس شخص کے حق میں جس کی عدالت ثابت ہو چکی ہو۔ کیونکہ لوگ جرح اور غیر جرح میں مختلف ہیں ۔ سو بعض اپنے عندیہ کے موافق کسی پر جرح کر دیتے ہیں اور حقیقت میں وہ جرح نہیں ہوتی ۔ سو ضروری ہوا سبب جرح کا بیان کرنا)

اور کہا مسلّم الثبوت میں:

اکثر الفقهاء و المحدّثین لا یقبل الجرح الّا مبینا و لو حکما کما عن علماء هذا الشان بخلاف التعدیل

(اکثر فقہاء اور محدث نہیں قبول کرتے جرح کو مگر وہ جرح کہ مع بیان اور تفسیر سبب کے ہو۔ اور نہیں تو جرح مقبول نہ ہوگی بخلاف تعدیل کے)۔

اور کہا امام نووی ؒ نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں:

لا یقال الجرح مقدم علی التّعدیل لانّ ذالک فیما اذا کان الجرح ثابتاً مفسراً بسبب و الا لا یقبل الجرح

(کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر، کیونکہ جرح مع بیان اور تفسیر سبب کے ہو تو مقبول ہے وگرنہ نا مقبول ہے)۔

اور ظاہر ہے کہ جارحین اسامہ نے بیان سبب کا نہیں کیا ۔ یہی کہا لیس بالقوی و لیس بشیء و لا یحتج به (کہ قوی نہیں اور ناچیز ہے اور اس کی روایت حجت کے لائق نہیں)، اور یہ معتبر نہیں کما قالاہ ۔

پس ان حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ﷺ کا فعل یہی تھا کہ ہمیشہ غلس میں نماز پڑھتے ، اسفار میں فقط ایک ہی دفعہ پڑھی ہے کہ بعد اس کے تمام عمر کبھی اسفار میں نہیں پڑھی۔

اور یہی مذہب ہے بہت سے صحابہ کا اور تابعین کا جن میں سے ہیں ابو بکرؓ اور

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

عمرؓ اور ابن الزبیرؓ اور ابوموسی اشعریؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ، اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا اور امام احمدؒ کا اور اسحاقؒ اور جمہور آئمہ کا جیسا کہ کہا ترمذیؒ نے:

حدیث عا ئشہ حدیث حسن صحیح و ھو الذی اختارہ غیر واحد من اھل العلم من اصحا ب النّبیّ ﷺ منھم ابو بکر و عمر و من بعد ھم من التا بعین و بہ یقول الشّا فعی و احمد و اسحاق یستحبو ن التغلیس بصلوۃ الفجر، انتھی

اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں:

و ھو مذ ھب ما لک و الشا فعی و الجمھور

(کہ یہ مذہب ہے مالکؒ اور شافعیؒ اور جمہور کا)

اور کہا محلی میں:

و عن ابی مو سی و ابن الز بیر و عمر بن عبد العزیز انھم کا نوا یغلسو ن ۔ (ابوموسیٰؓ اور ابن زبیرؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے بارے میں روایت ہے کہ غلس میں نماز پڑھتے تھے)۔

اور جناب مؤلف (تنویرالحق) کا یہ دعوی کہ غلس میں نماز پڑھنے کی حدیث منسوخ ہے اس حدیث ابن مسعودؓ سے:

ما رأیت رسول اللّٰہ ﷺ صلّی صلوۃ ا لّا لمیقا تھا ا لّا صلوتین صلوۃ المغر ب و العشاء یجمع و صلّی الفجر یو مئذ قبل میقاتھا ۔ (بخاری: ۱۶۷۵۔ مسلم: ۱۲۸۹۔ ابوداؤد: ۱۹۳۴)

(نہیں دیکھا میں نے آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے مگر نماز کے وقت پر۔ ہاں دو نمازیں ایک مغرب اور دوسری عشاء مزدلفہ میں غیر وقت پڑھیں اور صبح کی نماز اسی روز وقت مقرر سے پہلے پڑھی)۔

مع ان روایات ابن مسعودؓ کے جو عبدالرحمٰن بن یزید سے ان مضمون کی مؤلف نے نقل کی ہیں۔

اور حدیث اسفروا با لفجر فا نّہ اعظم للا جر ۔ (ترمذی: ۵۴) (اجالا کرو صبح کی نماز میں کیونکہ اس میں بڑا ثواب ہے) سے و ما فی معناہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور روایات ابراہیم نخعیؒ سے کہ کہا:

ما اجتمع اصحا ب محمّد ﷺ علی شیء ما اجتمعوا علی التّنویر با لفجر (نہیں جمع ہوئے اصحاب رسول اللہ ﷺ کسی چیز پر جیسے جمع ہوئے اجالے میں صبح کی نماز پڑھنے پر)۔

پس جواب یہ ہے کہ دعوی نسخ کا صریح البطلا ن ہے اس لئے کہ ناسخ کا متأ خر ہونا ضروری ہے جیسا کہ کہا مسلم الثبوت ونخبۃ الفکر وغیرھما میں ۔ اور یہاں معا ملہ برعکس ہے، یعنی جس کو منسوخ کہتے ہو یعنی غلس، اس کا مؤ خر ہونا اور اس پر مداومت رسول اللہ ﷺ کی سند صحیح سے ثا بت ہے، جیسا کہ ابھی سنن ابی دا ؤد سے منقول ہو چکا ۔ اور جن حدیثوں کو مؤ لف نے سند پکڑا ہے ان سے ہرگز نسخ ثابت نہیں ہوتا ۔

حدیث ابن مسعودؓ سے اس لئے ثا بت نہیں ہوتا کہ جب کہ ثابت ہوئی موا ظبت رسول اللہ ﷺ تغلیس پر جیسا کہ ثا بت کیا گیا، تو وا جب ہوا حمل کرنا حدیث ابن مسعودؓ کا جمعاً بین الدلیلین اس پر کہ اس دن نماز میں داخل ہوئے ہوں گے بمجر د طلوع فجر کے باوجودیکہ غلس دور نہیں ہوئی ہو اس لئے کہ غلس کے معنی تا ریکی آ خر شب کی ملی ہوئی روشنی صبح سے ہیں، جیسا کہ کہا محلی میں:

فا لغلس بقا یا ظلمۃ اللیل یخا لطھا بیا ض الفجر نقلہ عیاض عن ا لا ظھری و الخطا بی ۔انتھی۔ و ھکذا فی عمدۃ القا ری شرح صحیح البخاری للعینی حنفی

(غلس کے معنی پچھلی رات کے اندھیرے کے ہیں جس میں صبح کی سفیدی ملی ہوتی ہے ۔نقل کیا یہ عیاض نے اظہری سے اور خطابی سے، ہوچکی عبارت محلی کی۔ اور یوں ہی ہے عینی کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں)

اور ظا ہر ہے کہ وہ کچھ آ نے اور قلیل میں نہیں بلکہ تا تنویر کا مل وہ تا ریکی باقی رہتی ہے اور اس کی بدایت بھی ہے اور نہایت بھی، اور اس میں تقدیم فعل بھی ممکن ہے اور تا خیر بھی ممکن ہے اسی واسطے کہا فتح الباری میں:

و اما حدیث ابن مسعود الّذی اخر جہ المصنّف و غیرہ انّہ قال ما رأیت رسول اللّٰہ ﷺ صلّی صلوۃ فی غیر وقتھا غیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذالک الیو م یعنی یو م المز دلفة فمحمو ل علی انّه د خل فیھا مع طلو ع الفجر من غیر تا خیرہ و انّ فی حدیث زید بن ثا بت و سھل بن سعد ما یشعر بتا خیر یسیر لا انّه صلا ھا قبل ان یطلع الفجر (اور وہ حدیث ابن مسعودؓ کی جسے بخاریؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ میں نے سوائے اس دن کے آنحضرت ﷺ کو غیر وقت میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا، یعنی فجر کی نماز مزدلفہ والے دن۔ سو وہ محمول ہے اس پر کہ بغیر تاخیر آپ ﷺ نے طلوع فجر ہوتے ہی نماز شروع کر دی۔ چنانچہ حدیث زید بن ثابت اور سہل بن سد سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ نے طلوع فجر کے بعد تھوڑی سی تاخیر کی اور اس کے یہ معنی نہیں کہ فجر سے پہلے پڑھ لی)۔

اور کہا محلی حنفی میں:

و اجا ب عنه الحا فظ و غیرہ با نّه محمو ل علی انّه د خل فیھا مع اوّل طلوع الفجر و کا ن المعتاد التّا خیر منه بحیث لا یفوت التغلیس۔ و الله اعلم ۔(اور جواب دیا اس کا حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے اس طرح پر کہ وہ حدیث محمول ہے اس پر کہ اول طلوع فجر میں آپ نے نماز شروع کی اور روزمرہ اس کی بہ نسبت دیر کر کے پڑھنے کی عادت تھی اس طرح کہ پچھلی رات کی اندھیری فوت نہ ہو)

اور مؤید ہے اس تاویل کو حدیث صحیح بخاری کی عبدالرحمٰن بن یزید سے:

قال خر جت مع عبد اللّٰه الی مکه ثمّ قد منا جمعاً فصلّی الصّلو تین کلّ صلوة و حد ھا با ذا ن و اقا مة و العشاء بینھما ثم صلی الفجر حین طلع الفجر۔ قا ئل یقول طلع الفجر و قائل یقول لم یطلع الفجر (کہا عبدالرحمٰن بن یزید نے کہ گیا میں عبداللہؓ کے ساتھ مکہ کو اور ہم دونوں مزدلفہ پہنچے سو دو نمازیں انہوں نے پڑھیں ہر ایک جدا مع اذان اور تکبیر کے اور کھانا عشاء کا درمیان ان دو نمازوں کے۔ پھر جب طلوع ہوئی فجر، نماز صبح ایسے وقت پڑھی کہ بعضے کہتے تھے کہ صبح ہوگئی اور بعضے کہتے تھے کہ نہیں)

الحاصل وہ غلس جس میں حضرت ابن مسعودؓ نے مقام مزدلفہ میں ایک دفعہ نماز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پڑھی تھی اور کہا تھا کہ ایسا ہی ایک دفعہ اس مقام پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے پڑھی تھی اور سوا اس کے کبھی آپ نے وقت معتاد سے مجاوزت نہیں کی، وہ غلس ابتدائی تھی۔ اور جس پر رسول اللہ ﷺ کو مواظبت تھی وہ غلس مؤخر۔ غلس ابتداء سے تھی پس کہاں رہا تعارض قول ابن مسعودؓ میں اور احادیث غلس میں؟ اور کیوں کر بے دلیل ناسخ ہوگا قول حضرت ابن مسعودؓ کا حدیث تغلیس کو؟

ایسا ہی حدیث اسفروا بالفجر و ما فی معناہ سے بھی نسخ حدیث تغلیس کا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جب کہ ثابت ہوئی حدیث غلس کی روایت شیخین وغیرھما سے، اور معارض ہوئی اس کے حدیث اسفار کی جو شیخین نے نقل نہیں کی، اور قاعدہ وقت تعارض کے درمیان دو حدیثوں کے نزدیک اہل حدیث کے یہ ہے کہ اولاً تو ان کو آپس میں جمع اور موافق کریں، اور اگر موافق نہ ہوسکیں تو دیکھیں کہ دونوں میں سے کون ازراہ تاریخ مؤخر ہے۔ پس مؤخر کو ناسخ سمجھ کر اختیار کریں۔ اور اگر تاریخ بھی معلوم نہ ہو تو ایک کو دوسرے پر ترجیح دیویں۔ اگر ترجیح بھی ممکن نہ ہو تو دونوں کے عمل سے متوقف رہیں اور رجوع کریں طرف مادوں کے جیسا کہ کہا شرح نخبہ میں:

و ان عورض بمثله فلا یخلوا اما ان یّمکن الجمع بین مدلولیهما بغیر تعسف او لاً فا ن امکن الجمع فهو النّوع المسمی بمختلف الحدیث ۔ و ان لم یمکن الجمع فلا یخلوا اما ان یعرف التا ریخ او لا فا ن عرف و ثبت المتأ خر به او باصرح منه فهو النا سخ وا لآ خر المسو خ ۔ و ان لم یعرف التّا ریخ فلا یخلوا اما ان یمکن تر جیح احد هما بو جه من وجوه التّر جیح اولا فا ن امکن التّر جیح تعین المصیر الیه و الا فلا فصار ما ظا هره التعا رض واقعا علی هذا التر تیب۔ الجمع ان امکن فا عتبار الناسخ و المسو خ فا لتر جیح ان تعین ثم التوقف عن العمل با حد الحدیثین (اگر دو حدیثوں میں معارضہ پڑے تو اس سے خالی نہیں کہ یا تو دونوں میں جمع کرنا ممکن ہوگا بلا تکلف، یا نہ ہوگا۔ اگر ممکن ہو تو اس قسم کا نام مختلف الحدیث ہے اور اگر نا ممکن ہو تو اس سے خالی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ تاریخ معلوم ہوگی یا نہ ہوگی۔ سو اگر تاریخ معلوم ہوئی تو بعد والی حدیث ناسخ ہے اور دوسری منسوخ۔ اور اگر تاریخ معلوم نہ ہوئی تو اس سے خالی نہیں کہ یا تو کسی وجہ سے ترجیح ممکن ہوگی یا نہیں۔ اور ظاہر میں جو دو حدیثوں میں معارضہ ہوا کرتا ہے تو اس کا دفع اس ترتیب پر ہے کہ اول جمع کرنا جو ممکن ہووے، پھر اعتبار ناسخ منسوخ کا ہے، پھر ترجیح اگر ہو سکے، پھر دونوں حدیثوں کے عمل سے توقف کرنا)

پس بنا پر اس قاعدہ کے اگر دونوں حدیثوں میں موافقت اور جمع کرو تو ممکن ہے کئی وجہ سے۔

وجہ اول یہ کہ مراد اسفار سے ظہور صبح کا ہے اس انداز پر کہ کسی کو شک نہ رہے باوجودیکہ تاریکی بھی باقی رہے جیسا کہ کہا فتح الباری میں:

و اما ما رواہ اصحاب السّنن و صحّحہ غیر واحد من حدیث رافع بن خدیج قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اسفروا بالفجر فانّہ اعظم للاجر فقد حملہ الشّافعی علی انّ المراد بذلک تیقّن طلوع الفجر (اور وہ جو اہل سنن نے رافع بن خدیج سے روایت کی ہے اور بہت سے لوگوں نے اس کو صحیح بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے فجر روشنی میں پڑھا کرو، بڑا اجر ہے۔ تو اس کو امام شافعیؒ وغیرہ نے اس پر حمل کیا ہے کہ فجر کا وقت طلوع ہونا یقینی ہو جاوے، مراد ہے)

اور کہا ترمذی نے اپنی جامع میں بطور حکایت کے شافعیؒ و احمدؒ و اسحاقؒ سے:

انّ معنی الاسفار ان یضح الفجر فلا یشک فیہ و لم یرو ان معنی الاسفار تاخیر الصلوۃ

(معنی اسفار کے یہ ہیں کہ صبح میں شک نہ رہے، نہ یہ کہ نماز میں تاخیر کرے)۔

پھر اس تاویل پر عینی حنفیؒ اور شیخ ابن الہمام حنفیؒ نے اعتراض کیا ہے کہ رفع شک اور تیقن صبح کا تو مدار ہے صحت نماز کا، پھر کیا معنی ایسے اسفار کے اعظم للاجر ہونے کے۔ لیکن بعض منصف حنفیوں ہی نے جواب بھی دیا ہے کہ مدار صحت کا تو مطلق تیقن ہے خواہ چند آدمیوں کو ہو، اور مدار بڑائی اجر کا اس حدیث میں نزدیک آئمہ کے یہ ہے کہ ایسا ظہور صبح کا ہو کہ ہر ایک شخص بے غور و تامل کے پہچان لے۔ چنانچہ ابوداؤد کے انعقاد باب سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واضح ہوا۔

باب وقت الصّبح ۔ حدّثنا اسحاق بن اسماعیل نا سفیان عن ابن عجلان عن عاصم بن عمر بن قتادہ بن نعمان عن محمود بن لبید عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اصبحوا بالصّبح فانّہ اعظم لاجورکم او اعظم للاجر انتھی ما رواہ ابو داؤد (ابو داؤد: ۴۲۴) ۔ قولہ اصبحوا بالصّبح قال فی النھایۃ ای صلوھا عند طلوع الصبح یقال اصبح الرّجل اذا دخل فی الصّبح قلت بھذا یعرف ان روایۃ من روا ھذا الحدیث بلفظ اسفروا بالفجر مرویۃ بالمعنی و انّہ دلیل افضلیۃ التّغلیس بھا علی التّاخیر الاسفار کما فی مرقاۃ۔

(یہ باب ہے بیان وقت صبح میں ۔ روایت کی ہمیں اسحاق بن اسماعیل نے اور کہا روایت کی ہم کو سفیان نے ابن عجلان سے اور انہوں نے عاصم بن عمر بن قتادہ بن نعمان سے، انہوں نے محمود بن لبید سے، انہوں نے رافع رضی اللہ عنہ بن خدیج سے کہ کہا، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے روشنی میں صبح کی نماز پڑھو اجر پاؤ گے، یا یہ فرمایا کہ بڑا اجر ملے گا۔ ہو چکی روایت ابی داؤد کی۔

نہایہ میں کہا ہے معنے اس کے یہ ہیں کہ صبح کی نماز طلوع صبح کے وقت پڑھو۔ جب کوئی صبح کو کہیں سے آوے تو اہل عرب اصبح الرجل بولتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے معلوم ہوا کہ وہ روایت کو جو لفظ اسفروا بالفجر کے ساتھ آئی ہے وہ روایت بالمعنی ہے اور بلا شک وہ دلیل ہے اندھیرے میں پڑھنے کے افضل ہونے پر بہ نسبت دیر میں پڑھنے کے جیسا کہ مرقاۃ میں ہے)

پس بنابر اس روایت کے اجر عظیم تغلیس میں بھی ثابت ہوا اور نماز غلس ہی میں پڑھنی مرجح ہوئی۔ اور کہا بیہقی نے حمل اسفار کا اس حدیث میں یعنی جو کہ مدار بڑائی اجر کا ہے، یہی ہے کہ یقیناً معلوم ہو جاوے ورنہ نفس صحت تو قبل تبین یقینی کے، واسطے اس شخص کے جو اپنی جانچ اور مہارت سے وقت پہچان لے، بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ کہا محلی میں:

واجاب الاوّلون عن حدیث الاسفار باجوبۃ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احد ھا ما حکاہ التر مذی عن الشا فعی و احمد و اسحاق ان معنی ا لاسفار ان یضییء الفجر فلا یشک فیه و لم یرو ان معناہ تا خیر الصّلوۃ و رد با نه یا باہ تعلیله باعظمیة ا لا جر فا نّ الصلو ۃ قبل تیقن الوقت فاسدۃ لا اجر لھا اصلاً قلت لعلّ مراد ا لآ ئمة بدوالصّبح و تیقنه لکل وا حد من غیر تعمق النّظر فی ا لا فق لا التیقن مطلقاً فا نّه لا صلوۃ عند الشّک فی الوقت اجما عاً ۔

قا ل عیا ض فی تفسیر الحد یث ای صلّو ھا بعد تبین وقتھا و سطو ع ضوء الفجر و لا تبادروا اول مبا دی ا لفجر قبل تبینه و قا ل البھیقی و الطّریق الصّحیح ان یحمل حد یث الاسفار علی تبین الفجر و ان کا ن یجوز الد خو ل فیھا من القیم با لا جتھاد قبل التبین ۔ (اور حدیث دیر میں پڑھنے کی جو ہے اس سے سویرے پڑھنے والوں نے کئی طرح جواب دیا ہے ۔ایک تو وہ جو ترمذیؒ نے امام شافعیؒ سے حکایت کی ہے اور احمدؒ اور اسحاقؒ نے کہا کہ معنی اسفار میں پڑھنے کے یہ ہیں کہ فجر کی نماز پڑھے اس طرح کہ اس میں صبح کے نہ ہونے کا شک باقی نہ رہے ۔اور یہ ارادہ نہیں کہ نماز میں دیر کی جاوے ۔

لیکن اسفار کو افضل اجر کا وعدہ دینا اس جواب کو بگاڑتا ہے کیونکہ نماز یقینی وقت سے پہلے فاسد ہے، اس پر اجر ہرگز نہیں ۔

میں کہتا ہوں کہ شائد مراد اکابر کی یہ ہے کہ صبح شروع ہو جاوے اور بغیر غور کرنے کے ہر ایک یقین کر لے نہ کہ مطلق یقین ۔کیونکہ بالاتفاق شک کے وقت نماز نہیں ہوتی ۔

تفسیر حدیث میں عیاضؒ نے کہا ہے کہ وقت کے کھل جانے کے بعد نماز پڑھو یعنی ایسے وقت کہ صبح ظاہر ہو جاوے اور صبح کے ظہور سے پہلے نماز میں جلدی مت کرو ۔

اور بیہقیؒ نے کہا ہے کہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ حدیث اسفار کے صبح کے ظہور پر حمل کی جاوے اگرچہ صبح کے حال کے جاننے والے کا اجتہاد کے طور پر یقین سے پہلے بھی نماز کا شروع کر لینا جائز ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور حدیث طبرانی وغیرہ کی:

نوّر یا بلال بالفجر قدر ما یبصر القوم مواقع نبلهم

(روشن کر صبح کو اے بلال ایسا کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہ دیکھ لیویں)

جو عینی نے شرح بخاری میں اور مؤلف نے بواسطہ محلی کے تنویر الحق میں نقل کی ہے یہ حدیث بدون تصحیح کسی امام کے آئمہ حدیث میں سے حجت نہیں۔ اس لئے نفس محلی ہی میں، جس سے مؤلف نے نقل کی ہے، یہ حدیث ضعیف ہے اسناداً

حدیث الطبرانی بسند ضعیف۔ انتہی ما فی المحلی۔

(حدیث طبرانی کی سند ضعیف سے ہے)۔

پس کس طرح بے تصحیح کسی محدث کے اس کو قبول کیا جاوے تو یہ حدیث مانع اور مبطل نہ ہوگی اس مجمل کی جو بیان ہوا وجہ اول میں۔

☆ وجہ ثانی یہ ہے کہ حدیث اسفار میں یہ مراد نہیں کہ جب کہ روشنی ہو اس وقت نماز شروع کرے۔ بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ شروع نماز غلس ہی میں کرے، لیکن اتنی طویل قرأت پڑھے کہ پڑھتے پڑھتے حالت اسفار میں اختتام اس کا ہو۔ جیسا کہ کہا فتح الباری میں

و حمله الطّحاوی علی انّ المراد الامر بتطویل القرأة فیها حتی یخرج من الصّلوة مسفراً و ابعد من زعم انّه ناسخ للصّلوة فی الغلس (اور حمل کیا ہے طحاویؒ نے اس کو اس پر کہ مراد یہ ہے کہ اتنی لمبی قرأت پڑھے کہ روشنی میں فارغ ہو اور وہ شخص بہت بعید ہے جس نے یہ گمان کیا کہ یہ اسفار کی حدیث اندھیرے میں پڑھنے کی حدیث کی ناسخ ہے)۔

اور کہا ہے طحاوی حنفیؒ نے حدیث غلس میں:

و الّذی ینبغی ان یبدأ بالغلس و یختتم بالاسفار و هو قول ابی حنیفه و محمد و ابی یوسف (لائق یہ ہے کہ شروع کی جاوے نماز اندھیرے میں اور ختم کیجاوے اجالے میں اور یہ قول ابوحنیفہؒ اور محمدؒ اور ابو یوسفؒ کا ہے)

نقل کیا اس کو محلی اور پھر کہا:

و هو احسن وجوه الجمع و به یجمع الاحادیث و المذاهب و یئویّده ما للنسائی عن انس انّه ﷺ کان یصلّی الصّبح الی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان ينفسخ البصر (اور یہ خوب وجہ ہے موافقت کی اسی سے جمع ہو جاتی ہیں حدیثیں اور مذاہب۔ اور تائید کرتی ہے اس کی وہ روایت جو نسائی میں ہے انس سے کہ آنحضرت ﷺ صبح کی نماز پڑھتے تھے روشنی تک)

☆ وجہ تیسری یہ کہ امر بالاسفار محمول ہو چاندنی راتوں پر کیونکہ ان راتوں میں اشتباہ روشنی صبح کا ساتھ روشنی چاند کے بہت ہوتا ہے، نقل کیا اس کو خطابیؒ نے جیسا کہ کہا محلی میں

الثّا نی انّ ا لا مر با لاسفار خا ص فی اللیا لی المقمرة احتیاطا لعدم تبین الصّبح حکا ھا الخطا بی انتھی ۔ اقول و ما قیل من انّه تخصیص بلا مخصو ص فمر دود با نه ایّ مخصص اقوی من احا دیث الغلس المر و یة بروا یة اصحا ب السّتّ و غیرھم المتعا ر ضه للاسفار فلا بدّ من الحمل علی ما صلح له و منه ا للیا لی المقمرة و ما قیل من انّه مخا لف لما عن ابرا ھیم النخعی من روا یته اجما ع الصّحا بة علی التّنو یر فسیجیء و جوا به با ثبا ت ان قو ل النّخعی غیر مستقیم علی الظّا ھر و لا یفید تعا مل جمیع الصّحا بة او اکثر ھم علی ا لا سفار

(دوسرے یہ کہ حکم اجالے کا خاص ہے چاندنی راتوں میں بنظر احتیاط کے بسبب عدم ظہور صبح کے۔ حکائت کی یہ توجیہ خطابی نے۔ ہو چکی عبارت محلی کی۔

میں کہتا ہوں کہ وہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ توجیہہ تخصیص بلا وجہ ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اندھیرے کے حکم والی حدیثوں سے، جنہیں صحاح ستہ وغیرہ نے روایت کیا ہے، بڑھ کر اور کون سی وجہ آئے گی۔ سو ضروری ہے محمول کرنا حدیث اسفار کا مناسب معنے پر اور وہ چاندنی راتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ یہ توجیہہ مخالف ہے اس کے جو ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ اجماع صحابہ کا روشنی پر ہے۔ تو اس کا جواب یہ ثابت کر دینا ہے کہ وہ قول ٹھیک نہیں ہے اور سارے صحابہ یا اکثر کے تعامل کو مفید نہیں)۔

الحاصل ان وجوہ سے تعارض حدیث غلس کا اور اسفار کا مرتفع ہو سکتا ہے۔ یعنی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دونوں قسم کی حدیثوں میں ان وجوہ سے جمع اور موافقت ہو سکتی ہے۔ اور حدیث غلس کی معمول بہ رہتی ہے۔

اور اگر توفیق اور جمع بین الاحادیث نہ کرو اور بے دلیل اور خلاف قواعد اہلحدیث کے رجوع کرو طرف نسخ کے، تب بھی غلس باقی رہتی ہے واسطے عمل کے، کیونکہ مؤخر بھی یہی ہے نہ اسفار، جیسا کہ روایت ابوداؤد میں گذرا۔ تو حدیث غلس جو مؤخر ہے ناسخ ہوگی اور حدیث اسفار منسوخ ہوگی۔

اور اگر اس سے بھی انحراف کرو تو تیسری وجہ کو اختیار کرو۔ یعنی حدیث اسفار کی متروک العمل ہو اور حدیث غلس کی معمول بہ رہے۔ اس لئے کہ حدیث اسفار کو شیخین نے روایت نہیں کیا اور غلس کو شیخین نے اور امام مالکؒ اور باقی اصحاب سنن نے روایت کیا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ وقت ترجیح کے ایسی روایات میں سے روایت شیخین کی مقدم ہوتی ہے ان کے غیر کی روایت پر جیسا کہ کہا شرح نخبہ میں:

و من ثم ای من هذه الجهة و هی ارجحیة شرط البخاری علی غیره قدم صحیح البخاری علی غیره من الکتب المصنفة ثم صحیح مسلم لمشارکته للبخاری فی اتفاق العلماء علی تلقی کتا به با القبول ثم یقدم فی الارجحیة من حیث الا صحیة ما وا فقه شرطها۔ انتهی ۔ و هکذا فی حجة اللّه البا لغه کما سیجیء

اقول۔ الا ما روی الزهری عن سالم بن عبد اللّه ابن عمر عن ابیه او محمد بن سیرین عن عبیدة بن عمرو عن علی او ابراهیم النّخعی عن علقمه عن ابن مسعود او غیرهم المتساوون لهم فی الرّتبة و لا یخفی ان روایة الاسفار لیست بهذه المثابة فیقدم علیها ما رواه الشیخان

(اسی جگہ سے یعنی اس جہت سے (یعنی راجح ہونے شرط بخاری سے غیر پر) مقدم رکھی گئی بخاری دیگر کتابوں پر۔ پھر مسلم بسبب شریک ہونے اس کے اس بات میں کہ بخاری کی طرح لوگوں نے اس کو بھی مقبول رکھا ہے۔ پھر مقدم رکھی جائے گی وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روایت جو ان کی شرط کے موافق ہو۔ ہو چکی عبارت شرح نخبہ کی اور یوں ہی ہے حجۃ اللہ البالغہ میں چنانچہ آگے آئے گا۔

میں کہتا ہوں ہاں وہ جو روایت کی ہے زہری نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے انہوں نے اپنے باپ سے، یا محمد بن سیرین نے عبیدہ بن عمر سے انہوں نے علی سے، یا ابراہیم نخعی نے علقمہؒ سے انہوں نے ابن مسعودؓ سے، یا اسی طرح اور مساوی درجہ کے لوگ۔ اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ روایت اسفار کی ایسی نہیں، تو اس پر بخاری اور مسلم کی روایت مقدم رہے گی)

الغرض۔ نسخ غلس کا حدیث اسفروا سے عاقل نہیں کہہ سکتا، جب کہ جمع بین الاحادیث بھی ممکن ہے اور وہ مؤخر ہونا حدیث غلس کا ازراہ تاریخ کے بھی ثابت ہے اور ترجیح حدیث غلس کی حدیث اسفار پر بھی متحقق ہے۔

اور ابراہیم نخعیؒ کے قول:

ما اجتمع اصحا ب محمّد علی شیء ما اجتمعوا علی التّنویر

(نہیں جمع ہوئے اصحاب محمد ﷺ کسی شئے پر جیسا کہ جمع ہوئے اجالے میں نماز کے پڑھنے پر)

سے بھی نسخ تغلیس کا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اگر کہو کہ مراد اصحاب مجتمعین علی التنویر سے بیچ کلام نخعی کے کل صحابہ یا جمہور صحابہ ہیں، تو قول اس کا منقطع ہوگا۔ اس لئے کہ اس کو سب صحابہ سے یا جمہور سے ملاقات نہیں۔ بلکہ فقط ایک دو صحابہ سے ملاقات ہے، جیسا کہ کہا حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں:

ابرا هیم بن یز ید بن قیس بن ا لاسود النّخعی ابو عمران الکوفی الفقیه ثقة ا لا انّه یر سل من الخا مسة۔

(ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود نخعی ابو عمران کوفی فقیہ ثقہ ہے مگر مرسل روایت کرتا ہے پانچویں طبقہ میں سے ہے)۔

تو دیکھو حافظ ابن حجرؒ نے نخعیؒ کو پانچویں طبقہ میں شمار کیا ہے اور پانچویں طبقے والے وہ لوگ ہیں جن کو ایک یا دو صحابیوں سے ملاقات ہوئی ہے۔ اور بعض کو ان میں سے سماع کسی صحابی سے ثابت نہیں جیسا کہ خود ابن حجرؒ، مقدمہ تقریب میں فرماتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الخا مسة الطبقة الصّغری منهم الّذین رأ وا الوا حد او الاثنین
و لم یثبت لبعضهم السّما ع من ا لصّحا بة کا لا عمش

(پانچواں طبقہ صغریٰ ان میں کہ انہوں نے ایک یا دوصحابیوں کو دیکھا بلکہ بعض کو صحابہ سے سماع بھی ثابت نہیں جیسے کہ اعمش)۔

اور شیخ الاسلام امام النقاد جن کو ابن حجرؒ، شرح نخبہ میں اور فاضل بہاریؒ مسلّم الثبوت میں یوں فرماتے ہیں:

ھو من اھل الا ستقراء التا م فی نقد الرّ جا ل

(وہ لوگوں کے پرکھنے پر بڑی تلاش کا آدمی ہے)۔

یعنی محمد بن احمد ذہبیؒ، ابراہیم نخعیؒ کو ان میں سے گنتے ہیں جن کو کسی صحابی سے سماع حدیث ثابت نہیں اور کہتے ہیں کہ اگر نخعیؒ، حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ سے بلا واسطہ کچھ نقل کرے تو نقل اس کی حجت نہیں۔ میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں:

ابرا ھیم نخعی احد ا لا علام یر سل عن جماعة لم یصحّ له سماع عن صحا بی و کا ن لا یحکم العر بیّة ر بما لحن و لکن الا مر علی انّه حجّة و انّه اذا ارسل عن ابن مسعود و غیره فلیس ذا لک بحجّة انتھی علی ما نقله العلا مة المحقق احمد بن یحی سعد الدین التفتازا نی فی المجموعة له المشھورة با لعقود العشرة ۔ یعنی بده عقد در ده علم

(ابراہیم نخعیؒ اعلام میں سے ہیں، ایک جماعت سے مرسل روایت کرتے ہیں اور ان کو کسی صحابی سے سماع نہیں، اور زبان عربی میں محکم نہ تھے بارہا غلطی کرتے تھے۔ ان کی روایت حجت ہے لیکن جب ابن مسعودؓ وغیرہ سے مرسل روایت کریں تو حجت نہیں۔ ہو چکی وہ عبارت جو نقل کی علامہ احمد بن یحیٰ سعدالدین تفتازانی نے اپنے مجموعہ میں جو عقود عشرہ کے نام سے مشہور ہے)

پس ثابت ہوا کہ نخعیؒ کو ایک دو صحابہ سے ملاقات بدون سماع کے ہے۔ پس جماعتوں سے خبر دینا اس کا کہ تمام یا اکثر اصحاب اسفار کیا کرتے تھے، اپنے دیکھنے سے ان کی تو دشوار ہی ہے، خواہ نخواہ کسی اور سے سنا ہوگا۔ جب اس شخص کا ذکر نہ کیا تو قول اس کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منقطع ہوا۔اور یہ قول منقطع حجت نہیں۔

کما مرّ عن میزا ن ا لا عتدال و ھکذا فی کتب اصول الحدیث

(گذر چکا میزان الاعتدال سے اور یوں ہی ہے دیگر کتب اصول حدیث میں)

اور اگر کہو کہ مراد نخعیؒ کی ان اصحاب سے جو اسفار کرتے تھے ایک دو اصحاب ہیں تو مسلّم ۔لیکن ایک دو اصحاب کے فعل سے وہ تغلیس جو رسول اللہ ﷺ کے عمل میں تھی اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل الشان صحابہ کا عمر بھر اس پر عمل رہا، کیوں کر منسوخ ہو جاوے؟ یہ تو کسی ذی ہوش سے آج تک مروی نہیں۔

ہاں البتہ اگر سب صحابہ خلفاء راشدین اربعہ وغیرھم بلا خلاف ایک کے اسفار پر اتفاق کرتے تو کہا جاتا کہ بے شک اتفاق ان کا دلالت کرتا ہے منسوخ ہونے پر غلس کے۔ اور جب کہ یہ اتفاق نہ کسی نے ثابت کیا اور نہ آئندہ ان شاء اللّٰہ ثابت ہوگا، پھر کس طرح بعض صحابہ کے فعل سے فعل مدامی رسول اللہ ﷺ کا اور معتاد شیخین حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرھما کا منسوخ ہوسکتا ہے۔

ولا یقول با مکا نہ ا لا من اشر ب فی قلبہ التعصب او الجھل من قوا عد ا لا صول و من شر و ط النسخ ۔

(اور اس کے امکان کا وہی اقرار کرے گا جو متعصب ہے یا جو قواعد اصول سے بے خبر اور شرائط نسخ وغیرہ سے غافل ہے)

اسی واسطے بعض حنفیہ نے بھی قول نخعی سے دعوی نسخ غلس کا رد کر دیا جیسا کہ کہا شیخ سلام اللہ محدثؒ دہلوی حنفی نے محلی شرح مؤطا میں:

و الثّا نی با دعاء النّسخ و استد لّ علی النّسخ بما اخر ج الطّحاوی عن ابرا ھیم ما اجتمع اصحا بہ ﷺ ما اجمتمعوا علی التّنو یر و ھذا اسناد صحیح قا لوا و لا یجوز اجتما عھم علی خلاف ما فار قھم علیہ النّبیّ ﷺ ا لا لعلمھم بنسخ التغلیس المروی عن عا ئشۃ

قلت کیف ید عی نسخ التغلیس و قد اخر ج ابو دا ؤد و صححہ ابن خز یمۃ من طریق اسامہ بن زید ا للیثی عن ابن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شها ب عن عروة عن بشير بن ابی مسعود عن ابيه انّه ﷺ صلّی الصّبح مرّة بغلس ثمّ صلّی مرةً اخری فاسفر بها ثم كانت صلوته بعد ذا لک التغليس حتّی ما ت و لم يعد الی ان يسفر ۔ و قد سبق تخريجه

فان قيل فيه اسا مة بن زيد ا لليثی و قد قا ل فيه النّسا ئی و الدّارقطنی ليس با لقویّ و قا ل احمد ليس بشیء و قا ل ابو حازم لا يحتج به ۔ قلنا الحديث مما صحّحه ابن خز يمه و سكت عليه ابو داؤد ما سكت هو عليه لا ينز ل عن در جة الحسن ۔ قا ل البهيقی رواته كلهم ثقا ت ۔ و خبر ا لاسفار مختلف فی اسناده و متنه ۔ و قا ل الخطا بی هو حد يث صحيح اسناداً و اسا مة من ر جا ل البخاری و قد قا لوا من روی عنه الشّيخا ن او احد هما لا ينظر للطّا عنين فيه و ان كثروا ۔ و مما يشهد بعدم النّسخ كتا بة عمر الی عما له و ابی موسی ا لا شعری ان صلوا الصبح و النجو م بادية مشتبكة كما سجیء فی الكتا ب۔ فلو كان التّغليس منسو خاً لما خفی علی مثل عمر و ابی موسی و لا نكر عليه الصّحا بة ذا لک و ايضاً سيجیء فی الكتا ب انّ ابا بكر الصّديق كا ن يقرء بالبقرة فی صلوة الصّبح و هی تقتضی تغليسه بصلوة الصّبح و كذا لک يجیء عن ابن عا مر عن عمر انه قرأ فيها بسورة يو سف و الحج قر أة بطيئة قا ل فقلت و اللّه اذا لقد كا ن يقو م حين يطلع الفجر قا ل نعم ۔

و اخر ج ابن ما جه عن مغيث بن سمّی قا ل صلّيت مع عبد اللّه بن الزّ بير الصّبح بغلس فلما سلّمت اقبلت علی ابن عمر قلت ما هذه الصّلوة قا ل كا نت هذه صلوتنا مع رسول اللّه ﷺ و ابی بكر و عمر فلما طعن عمر اسفر بها عثما ن ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتهى - و روى ابن ابى شيبة كا ن النّاس يغلسو ن الفجر فى زمن عثما ن ما يعرف بعضهم بعضنا
و عن ابى موسى و ابن الزّبير و عمر بن عبد العزيز انّهم كا نوا يغلسون فا ذا ثبت التّغليس من هئو لاء الصّحا بة الكبار فما روى النّخعى ما اجتمع اصحا به ﷺ ما اجتمعوا على التّنو ير ، لو صحّ فمحمو ل على اجتماع من ادركه النّخعى من الصّحا بة من اهل العراق لا على جميعهم۔
(دلیل پکڑی ہے نسخ پر اس روایت سے جسے روایت کیا طحاویؒ نے ابراہیمؒ سے کہ نہیں جمع ہوئے اصحاب آنحضرت ﷺ کے جیسے جمع ہوئے روشنی میں نماز کے پڑھنے پر اور یہ سند صحیح ہے۔
مشائخ نے کہا ہے کہ ان کا اجماع اس کے خلاف پر جس پر آنحضرت ﷺ ان کو چھوڑ گئے تھے، بغیر اس کے نہیں ہوسکتا کہ ان کو اندھیرے میں پڑھنے والی روایت حضرت عائشہؓ کے منسوخ ہونے کا علم ہو۔
میں کہتا ہوں کیونکر نسخ کا دعوی کیا جا سکتا ہے جب کہ روایت کی ابوداؤدؒ نے اور تصحیح کی اس کی ابن خزیمہؒ نے سلسلہ اسامہ بن زید لیثیؒ سے اور انہوں نے ابن شہابؒ سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے بشیر بن ابی مسعودؒ سے انہوں نے اپنے باپ سے، یہ کہ صبح کی نماز آنحضرت ﷺ نے اندھیرے میں ایک دفعہ پڑھی پھر دوسری دفعہ روشنی میں پڑھی پھر تا وفات اندھیرے میں پڑھتے رہے۔
اگر کہا جاوے کہ اس سند میں اسامہ بن زید لیثی ہے اور نسائی اور دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں اور احمد نے کہا ہے کہ ناچیز ہے اور ابی حازم نے کہا ہے کہ اس کی روایت حجت نہیں۔
ہم کہیں گے کہ یہ حدیث وہ ہے جس کی صحت ابن خزیمہؒ نے بیان کی اور ابوداؤدؒ نے اس پر سکوت کیا ہے اور جس پر ابوداؤدؒ سکوت کر لے وہ درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔
بیہقیؒ نے کہا ہے کہ راوی اس کے سب ثقہ ہیں اور اسفار کی خبر کی سند اور نیز متن میں اختلاف ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور خطابیؒ نے کہا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے سند کے طور پر اور اسامہ بخاری کے راویوں میں سے ہے ۔ اور اہل اصول حدیث نے کہا ہے کہ جس سے بخاری اور مسلم روایت کریں یا ان میں سے ایک روایت کرے، تو پھر اس کے طعن کرنے والوں پر نظر نہ ہوگی اگرچہ کتنے ہی ہوں۔

اور وہ جو نہ منسوخ ہونا اس حدیث کا ثابت کرتا ہے وہ حضرت عمرؓ کا خط لکھنا ہے اپنے عاملوں کو اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو، یہ کہ صبح کی نماز پڑھو ایسے وقت کہ تاریکی کھلی ہو جیسا کہ آگے مؤطا میں ہے ۔ سو اندھیرے میں پڑھنا اگر منسوخ ہوتا تو حضرت عمرؓ اور ابو موسیٰؓ پر مخفی نہ رہتا اور صحابہ ان پر انکار کرتے اور بھی مؤطا میں آوے گا کہ حضرت ابو بکرؓ سورہ بقرہ صبح کی نماز میں پڑھتے تھے ۔ سو یہ اندھیرے میں پڑھنا چاہتا ہے ۔ اور اسی طرح یحیی نے ابن عامر سے اور وہ عمر فاروقؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سورہ یوسف اور سورہ حج ترتیل سے پڑھی تھی صبح کی نماز میں ۔ مجھے ابن عامر نے کہا میں نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا صبح ہوتے کھڑے ہوئے تھے کہا کہ ہاں اور روایت کی ابن ماجہ نے مغیث بن سمّی سے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، تو اندھیرا تھا ۔ جب میں نے سلام پھیرا تو میں ابن عمرؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ یہ کیسی نماز ہے؟ انہوں نے کہا یہ ہماری نماز آنحضرت ﷺ کے ساتھ کی ہے اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ کی ۔ جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمانؓ نے سویرے پڑھنی شروع کر دی ۔ ہو چکی عبارت ابن ماجہ کی ۔ اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے کہ لوگ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ایسے اندھیرے میں نماز پڑھتے تھے کہ ایک کو ایک نہیں پہچانتا تھا ۔ اور ابوموسیٰؓ اور ابن زبیرؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے روایت ہے کہ وہ بھی اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے ۔ سو جس وقت ان اکابر صحابہ سے اندھیرے میں نماز پڑھنا ثابت ہو گیا تو پھر وہ جو نخعیؒ نے روایت کیا ہے کہ جس طرح صحابہ اجالے میں نماز پڑھنے میں مجتمع ہوئے ہیں اس طرح کسی بات پر نہیں ہوئے، اگر درجہ صحت کو پہنچ جاوے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جن صحابہ کو نخعیؒ نے پایا ہے ان کا یہ دستور ہو گا، نہ سارے صحابہ کا)۔

اور کہا فتح الباری میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ابعد من زعم انّه نا سخ للصّلوة فی التّغلیس
(اور یہ بہت دور ہے جس نے یہ کہا کہ اجالے میں نماز پڑھنے کی حدیث اندھیرے میں پڑھنے کے حکم کی ناسخ ہے)

پس ثابت ہوا کہ مؤلف (تنویر الحق) کی کسی دلیل سے نسخ تغلیس کا ثابت نہیں ہوتا، یعنی نہ حدیث ابن مسعودؓ سے۔ اور نہ اسفروا با لفجر سے۔ اور نہ قول نخعیؒ سے۔ اور جو کہ مؤلف نے حدیث غلس سے اخیر میں مسئلہ کے جواب دیا ہے کہ
یہ غلس حدیث عائشہ والی محمول ہے اوپر اندھیرے مسجد کے، نہ اوپر اندھیرے میدان کے، انتہی۔

اسی کا نام ہے تحریف جس کو مولوی اسماعیل صاحب دہلویؒ حظ نصرانیت بتاتے ہیں جیسا کہ باب ثانی کے جواب کے ضمن میں گذرا۔ اس لئے کہ حدیث حضرت عائشہؓ میں غلس، مسجد سے گھروں کی طرف سفر کی حالت میں بیان کی ہے، نہ مسجد میں نماز کے لئے موجود ہونے کے وقت میں، جیسا کہ فرمایا ہے

ثمّ یتقلبن الی بیو تھنّ حین یقضین الصّلوة ما یعرفھن احد من الغلس (بخاری: ۳۷۲۔ مسلم: ۶۴۵۔ ابوداؤد: ۴۲۳)۔ (پھر نماز پڑھ کر اپنے گھر کو جاتی تھیں اور اندھیرے کے سبب شناخت نہ ہوتی تھی)

پس دیکھو کہ اس قول سے تاریکی خاص مسجد میں کہاں سمجھی جاتی ہے۔
علاوہ یہ کہ سوائے حضرت عائشہؓ کے اوروں کی روایت میں اتنی تحریف کی گنجائش نہیں۔ اسی واسطے شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے اس قول کو رد کر دیا ہے جیسا کہ کہا ہے محلی میں:

و اجاب ابن الھما م عن حدیث عا ئشہ بحملہ علی غلس دا خل المسجد لان حجر تھا کا نت فیہ و کان سقفہ مقا ر با۔ انتہی۔ و فیہ مع کو نہ بعیدا انہ لا یختص روا یۃ التغلیس بعا ئشۃ بل روا ھا جماعۃ من الصحا بۃ کما سبق
(اور جواب دیا ہے ابن ہمامؒ نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے یوں کہ اندھیرا مسجد کے اندر کا حال تھا اس وجہ سے کہ حضرت عائشہؓ کا حجرہ اندر ہی تھا اور اس کی چھت نیچی تھی۔ ہو چکا کلام ابن ہمامؒ کا۔ اور اس میں سوا اس کے کہ یہ کلام بعید ہے، یہ بھی ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ روایت کچھ حضرت عائشہؓ ہی پر مخصوص نہیں بلکہ ایک جماعت صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے، چنانچہ پہلے گذر چکا)۔

پس رد ہوا کلام مؤلف تنویر الحق کا بجمیع اجزاء۔ اور باقی رہا معمول بہ ہونا حدیث غلس کا، جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے۔

و للّٰہ الحمد اوّلاً و آخراً و ظاھراً و باطناً علی ما وفقنا الاثبات الغلس المروی عن النّبیّ ﷺ المعتاد له مدّة عمره علیه الصّلوٰة و السّلام

(اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس اندھیرے میں فجر نماز پڑھنے کی روایت ثابت کرنے کی توفیق دی جو آنحضرت ﷺ سے ثابت اور ان کا ہمیشہ کا عمل تھا)

وقت ظہر: اول و آخر

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ مسئلہ تیسرا بیچ وقت مستحب ظہر کے

اقول۔ کئی حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ شدید گرمیوں میں بھی اول وقت ہی ظہر پڑھا کرتے تھے اور اسی کی رغبت دلاتے تھے۔ روایت کی بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے:

قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لو یعلم النّاس ما فی النّداء و الصّف الاوّل ثمّ لم یجدوا الا ان یستھموا علیه لا ستھموا علیه و لو یعلمون ما فی التھجیر لا ستبقوا الیه (بخاری: ۶۱۵۔ مسلم: ۴۳۷)

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر لوگ اذان اور صف اول کا ثواب جانتے اور قرعہ ڈال کر اس کو پاتے تو اس پر قرعہ ڈالتے۔ اور اگر ظہر کے اول وقت کے ثواب کو جانتے تو اس کی طرف دوڑتے)۔

اور روایت کی امام احمدؒ اور ابو داوٗدؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے:

قال کان رسول اللّٰہ ﷺ یصلّی الظّھر با لھا جرۃ و لم یکن صلوٰۃ اشدّ علی اصحاب رسول اللّٰہ منھا ۔ھکذا فی المشکوٰۃ (ابو داوٗد: ۴۱۱)۔(آنحضرت ﷺ ظہر کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے اور کوئی نماز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہ پر اس نماز سے زیادہ سخت نہ تھی)۔

اور روایت کی ہے بخاری اور مسلم نے محمد بن عمرو بن الحسن رضی اللہ سے:

قال سألنا جابر بن عبد اللّه عن صلوة النّبیّ ﷺ فقال کان یصلّی الظّہر بالہاجرة و العصر و الشّمس حیّة ۔(بخاری: ۵۶۰۔ مسلم: ۶۴۶)۔(کہا محمد بن عمرو بن حسن نے کہ ہم نے جابرؓ بن عبد اللہ سے آنحضرت ﷺ کی نماز کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ ظہر اول وقت اور عصر آفتاب کی تیزی کے وقت پڑھتے تھے)۔

اور روایت کی بخاری و مسلم نے سیار بن سلامہ سے:

قال دخلت انا و ابی علی ابی برزة الاسلمی فقال لہ ابی کیف کان رسول اللّه ﷺ یصلّی المکتوبة فقال کان یصلّی الہجیرة الّتی تدعونہا الاولی حین تدحض الشمس ... الخ (بخاری: ۵۴۷۔ مسلم: ۴۶۱) (کہا سیار بن سلامہ نے کہ میں اور میرے والد، ابی برزہ اسلمیؓ کے پاس گئے۔ان سے میرے والد نے آنحضرت ﷺ کی نماز کا حال پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ سورج کے ڈھلتے ہی جسے لوگ اول دو پہر کہتے ہیں... الخ)۔

اور روایت کی مسلم نے جابر بن سمرہؓ سے (مسلم: ۶۱۸):

قال کان النّبیّ ﷺ یصلّی الظّہر اذا دحضت الشّمس

(جابر بن سمرہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ ظہر پڑھا کرتے تھے سورج کے ڈھلتے ہی)

اور خباب سے:

قال شکونا الی رسول اللّه ﷺ الصّلوة فی الرّمضاء فلم یشکنا (مسلم: ۶۱۹)(کہا کہ ہم نے شکائت کی آنحضرت ﷺ سے نماز کی جلتی زمین میں، آپ نے وہ شکائت نہیں سنی)

پھر کہا:

قال زہیر قلت لابی اسحاق فی الظہر، قال نعم، قلت افی تعجیلہا، قال نعم (زہیر نے کہا کہ میں نے ابی اسحاق سے پوچھا کہ یہ بات کیا ظہر کی نماز کے بارے میں تھی۔کہا ہاں۔ پھر پوچھا کہ کیا ظہر کی جلدی کے بارے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں تھی۔ کہا، ہاں)

اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

قال كنا نصلّی مع رسول اللّه ﷺ فی شدّ ة الحرّ فا ذا لم يستطع احد نا ان يمكن جبهته من ا لا ر ض بسط ثو به فسجد عليه (بخاری:۳۸۵۔مسلم:۶۲۰)۔(انسؓ نے کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز بڑی گرمی میں پڑھا کرتے تھے پھر جب زمین پر پیشانی نہیں ٹک سکتی تھی تو بعض لوگ کپڑا اچھا کر اس پر سجدہ کیا کرتے تھے)۔

اور روایت کی ترمذیؒ نے حضرت عائشہؓ سے:

قا لت ما رأيت اشدّ تعجيلاً للظّهر من رسول اللّه ﷺ و لا من ابی بكر و لا من عمر (ترمذی:۱۵۵)۔(حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ سے زیادہ جلدی کرنے والہ ظہر میں نہیں دیکھا)۔

پھر کہا امام ترمذیؒ نے:

و فی البا ب عن جا بر بن عبد اللّه و خبا ب و ابی بر زة و ابن مسعود و زيد بن ثا بت و انس و جا بر بن سمرة قا ل ابو عيسی حديث عائشه حديث حسن و هو الذی اختاره اهل العلم من اصحا ب النبی ﷺ و من بعد هم قا ل علی قا ل يحی بن سعيد و قد تكلم شعبة فی حكيم بن جبير من اجل الحديث الذی روی عن ابن مسعود عن النّبیّ ﷺ من سأ ل النّاس و له ما يغنيه قا ل يحی و رو ی له سفيا ن و زا ئدة و لم ير يحی بن معين بحديثه بأ سا قا ل محمد و قد روی عن حكيم بن جبير عن سعيد بن جبير عن عا ئشه عن النّبیّ ﷺ فی تعجيل الظّهر۔(اور اس باب میں جابر بن عبداللہ اور خباب اور ابی برزہ اور ابن مسعود اور زید بن ثابت اور انس اور جابر بن سمرہ سے روایت ہے۔کہا ابو عیسی نے کہ حدیث حضرت عائشہؓ کی حدیث حسن ہے۔ اور یہ وہ مسئلہ ہے جسے اہل علم نے اختیار کیا ہے صحابہ میں سے اور ان کے بعد والوں نے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہا علی نے کہ یحی بن سعید نے کہا کہ شعبہ نے حکیم بن جبیر میں اس حدیث کے سبب کلام کیا ہے جسے اس نے ابن مسعودؓ کے واسطے سے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص لوگوں سے مانگے اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی حاجت رفع کر سکے۔ یحی نے کہا کہ سفیان اور زایدہ نے یہ حدیث روایت کی ہے اور ابن معین نے حکیم بن جبیر کی حدیث میں کچھ حرج نہیں بتایا اور محمد نے کہا ہے کہ بلا شک روایت کی گئی حکیم بن جبیر سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے تعجیل ظہر کے باب میں)

(حاشیہ از تلطف حسینؒ دہلوی: اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ ایک شخص نے شعبہ سے کہا کہ سفیان تمہارے مخالف ہیں۔ تو کہا کہ میرا دماغ پریشان کیا تو نے۔ حالانکہ خبر پہنچی مجھے یحی بن معین سے کہ کہا انہوں نے کہ جو کوئی مخالف ہوا سفیان کا تو سفیان کے قول کا اعتبار ہے۔ اور کہا ابو داؤد نے کہ خبر دی مجھے احمدؒ نے بواسطہ وکیع کے شعبہ سے کہا شعبہ نے سفیان زیادہ حافظ ہیں مجھ سے۔ اور نیز خود ابو داؤد نے اس سے پہلے کہا کہ قول سفیان کا معتبر ہے)

اور روایت کی ہے نسائی نے خباب سے مثل روایت مسلم کے خباب سے جو گذری۔ اور روایت کی ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے:

قال شکونا الی رسول اللّٰہ ﷺ حرّ الرّمضاء فلم یشکنا۔ (نسائی: ۴۹۷) (ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ سے شکائت کی جلتی زمین کی گرمی کی۔ آپ نے شکائت نہ سنی)

اور حضرت خباب سے مثل اس کے۔

اور حضرت ابو برزہؓ کہتے ہیں:

قال کان النّبیّ ﷺ یصلّی صلوۃ الھجیرۃ التی تدعونھا الظّھر اذا دحضت الشّمس

(آپ ﷺ سورج کے ڈھلتے ہی ظہر پڑھا کرتے تھے)

اور روایت کی ابو داؤدؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے

کنت اصلّی الظّھر مع رسول اللّٰہ ﷺ فاخذ قبضۃ من الحصا لتبرد فی کفی اضعھا لجبھتی اسجد علیھا لشدّۃ الحرّ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ابو داؤد: ٣٩٩) (جابر بن عبد اللہؓ نے کہا کہ میں ظہر کی نماز آنحضرت ﷺ کے ساتھ پڑھتا تو ایک مٹھی کنکرا اپنے ہاتھ میں لیتا کہ جب وہ سرد ہوں تو اس پر سجدہ کروں)

اور حضرت زید بن ثابتؓ سے:

قال کان رسول اللّٰہ ﷺ یصلّی الظّھر با لھا جرۃ (ابو داؤد: ٤١١)۔

(آنحضرت ﷺ اول وقت ظہر پڑھا کرتے تھے)

پس یہ روایات صریح دلالت کرتی ہیں اس پر کہ عمل میں آنحضرت ﷺ کے یہی تھا کہ بمجرد زوال کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور بعض روایات میں جن سے مؤلف کو تمسک ہے خلاف ان کا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ روایت کی ہے بخاری و مسلم وغیرھما نے حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ سے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے:

اذا اشتدّ الحرّ فا بردوا با لصّلوۃ فا نّ شدۃّ الحرّ من فیح جھنّم

(بخاری: ٥٣٣۔ مسلم: ٦١٥)۔ (کہ جس وقت گرمی شدت کی ہو جاوے تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ شدت کی گرمی دوزخ کی سانس ہے)۔

اور روایت کی طحاویؒ نے حضرت ابی خلدہؓ سے:

کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا کا ن الشّتاء بکر بصلوۃ الظّھر و اذا کان الصّیف ابر دھا (آنحضرت ﷺ سردی کے موسم میں ظہر سویرے پڑھا کرتے تھے اور جب گرمی ہو جاتی تھی تو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرتے تھے)۔

اور اسی مضمون کی ابی مسعودؓ سے اور روایت کی طحاویؒ نے مغیرہ بن شعبہؓ سے

کنّا نصلّی مع رسول اللّٰہ ﷺ صلوۃ الظّھر با لتھجیر ثمّ قا ل ابردوا با لصّلوۃ فا نّ شدّ ۃ الحرّ من فیح جھنم

(مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ ظہر جلدی پڑھا کرتے تھے پھر آپ نے فرمایا کہ ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو کیونکہ شدت گرمی دوزخ کا سانس ہے)۔

اور ایسی ہی روایت ہے ابن ماجہ کی لیکن اس میں لفظ ثمّ کی جگہ ف ہے۔

پس ابراد والے کہتے ہیں کہ حدیثیں تھجیر کی منسوخ ہیں ساتھ حدیث مغیرہ کے۔ اور تھجیر والے جواب دیتے ہیں کہ جہاں تک تاویل ہو سکے نسخ کے قائل نہ ہونا چاہیے جیسا کہ کہا شرح نخبہ وغیرہ میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ان عورض بمثله فلا يخلوا اما ان يّمكن الجمع بين مدلوليهما بغير تعسف اولاً۔ فان امكن الجمع فهو النّوع المسمّى بمختلف الحديث و ان لم يمكن الجمع فلا يخلوا اما ان يعرف التّاريخ او لا؟ فان عرف و ثبت المتأخر به او باصرح منه فهو النّاسخ و الآخر المنسوخ۔ انتهى مختصراً

(اگر دو حدیثوں میں معارضہ پڑے تو یا تو ان دونوں کے مطلب میں موافقت کرنا ممکن ہوگا بغیر تکلف کے، یا نہ ہوگا۔ اگر ممکن ہو تو اس کا نام مختلف الحدیث ہے۔ اور اگر ناممکن ہو اور تاریخ سے معلوم ہو جائے کہ کون سی مؤخر ہے تو وہ ناسخ ہوگی)

تو دیکھو کہ جمع کو نسخ پر مقدم رکھا۔

اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں:

انّ النّسخ لا يصار اليه الا اذ عجزنا عن التّاويل

(نسخ کی طرف اسی وقت رجوع کیا جاتا ہے جب تاویل نہ ہو سکے)۔

اور ان احادیث میں جمع اور تاویل ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ تہجیر جو عادت رسول اللہ ﷺ کی تھی اور شیخین کی، یہ افضل ہے اور امر ابراد کا حدیث ابو ہریرہؓ اور انسؓ اور مغیرہؓ میں از راہ رخصت کے شفقت ہے کیونکہ وجوب تو باتفاق جمہور کے نہیں ہے جیسا کہ کہا عینی حنفی نے شرح صحیح بخاری میں:

فان قلت ظاهر الامر للوجوب قلت الاجماع على عدمه و قال بعضهم و غفل الكرمانى فنقل الاجماع على عدم الوجوب قلت لا يقال انّه غفل بل الّذين نقل عنهم الاجماع كانّهم لم يعتبروا كلام من ادعى الوجوب فصار كالعدم ۔

(اگر کوئی کہے کہ ظاہر امر کا وجوب کے لئے ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اجماع اس کے خلاف پر واقع ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ کرمانی سے غفلت ہوگئی کہ اس نے اجماع نقل کیا ہے امر کے وجوب کے لئے نہ ہونے پر۔ میں کہوں گا کہ یہ نہ کہا جاوے کہ کرمانی سے غفلت ہوگئی بلکہ جن لوگوں سے وجوب کا دعوی منقول ہے، ان کا کلام معتبر نہ ٹھہرا تو بمنزلہ نہ ہونے کے ہوگیا)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر کہا عینیؒ نے :

کا نت العلّة فيه دفع المشقّة عن المصلّى لشدّ ة الحرّ و کا ن ذا لک للشفقة عليه

(اس میں سبب نمازیوں سے تکلیف کا دفع کرنا تھا اور یہ بطور شفقت ہوا)

ایسا ہی نماز پڑھنا آنحضرت ﷺ کا ابراد سے جیسا کہ روایت حضرت ابی خلدہؓ اور حضرت ابو مسعودؓ میں آیا ہے ۔ یہ اس پر محمول ہے کہ گاہے ابراد کیا واسطے اظہار جواز اور رخصت کے، پس کیا حاجت ہے نسخ کی ؟ بلکہ کیونکر جائز ہو قول بالنسخ خلاف قاعدہ اہلحدیث کے جو جمع کو نسخ پر ایک درجہ مقدم رکھتے ہیں ۔

کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں :

اختلف العلما فی الجمع بين هذين الحديثين ا لا براد ر خصة و التّقديم افضل و اعتمدوا حديث خبا ب و حملوا حد يث الابراد على التّر خيص و التّخفيف فی التّا خير و بهذا قا ل بعض اصحا بنا و غيرهم و قا ل جماعة حديث خبا ب منسوخ با حا ديث ا لا براد ۔

(ان دونوں حدیثوں کی موافقت کرنے میں لوگ مختلف ہوئے ہیں ۔ سو بعض نے کہا ہے کہ ٹھنڈا کر کے پڑھنا رخصت ہے اور سویرے پڑھنا افضل ہے۔ اور اعتماد کیا ہے حدیث خباب پر اور محمول کیا ہے ٹھنڈک کی حدیثوں کو رخصت پر۔ اور اسی کے قائل ہوئے ہیں ہمارے بعض اصحاب اور دیگر لوگ ۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ حدیث خباب کی ٹھنڈک کی حدیثوں سے منسوخ ہے)۔

اور کہا فتح الباری میں :

و جمع بعضهم بين الحديثين با نّ ا لا براد ر خصة و التّعجيل افضل (اور موافقت کی ہے بعض نے دونوں حدیثوں میں اس طرح پر کہ ٹھنڈک کا حکم رخصت کا ہے اور جلدی پڑھنا افضل ہے)

پس ظاہر ہے کہ از راہ دلیل کے اور موافق قواعد اہل حدیث کے تو مرجح یہی ہے کہ گرمیوں میں بھی ظہر آفتاب ڈھلتے کے ساتھ ہی پڑھیں لیکن اگر گرمی کی برداشت نہ کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سکے اور تہجیر پر کمر نہ باندھے اور ابراد اختیار کرے تو اس کو لازم ہے کہ ایسا ابراد نہ کرے کہ وقت ظہر کا جو ایک مثل ہے، نزدیک تمام جہاں کے آئمہ کے سوائے امام ابوحنیفہؒ کے، خارج ہو جاوے یا قریب آ جاوے۔

اور حد میں اس ابراد کے علماء قائلین بالا براد میں آپس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب قریب ایک ہاتھ کے سایہ دیواروں کا ہو جائے اس وقت ٹھنڈک ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک بعد ربع قامت سایہ کے ٹھنڈک ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک بعد ثلث قامت اور بعض کے نزدیک بعد نصف کے اور اس میں اور قول بھی ہیں، لیکن یہ سب کے نزدیک شرط ہے کہ ابراد اس مرتبہ کا نہ کرے کہ ظہر کے آخر وقت کو پہنچ جاوے۔ کہا فتح الباری میں:

فقد اختلف العلماء فی غا یۃ ا لا براد فقیل حتّی یصیر الظّل ذرا عاً بعد ظلّ الزّوا ل و قیل ر بع قا مۃ و قیل ثلثها و قیل نصفها و قیل غیر ذا لک و نز لها الما زری علی اختلا ف الاوقا ت و الجاری علی القوا عد انّہ یختلف با ختلا ف الاحوال لکن یشترط ان لا یمتد الی آ خر الوقت

(مختلف ہوئے ہیں علماء ٹھنڈک کی حد میں۔ سو بعض نے کہا ہے کہ سایہ زوال کے بعد جب گز بھر ہو جائے۔ اور بعض نے کہا کہ جب آدمی کے قد کی چھوتھائی ہو جاوے اور بعض نے کہا ہے کہ آدھا قد اور بعض نے اس کے علاوہ اور باتیں کہی ہیں۔ اور مازری نے وقتوں کے اختلاف اور قاعدہ پر چھوڑا ہے لیکن اتنی شرط ہے کہ آخر وقت تک ٹھنڈک کا انتظار نہ پہنچ جاوے)۔

اور کہا محلی شرح مؤطا میں:

و اختلف فی حدّ الابراد فقا ل النّو وی ا لا براد ان یؤ خر بحیث یحصل للحیطا ن فیء یمشو ن فیها و هو المختار عند الحنفیۃ فی حدّہ کما فی الدّر المختار۔ و عند ما لک الی ان یزید ظلّ کلّ شیء ربعه۔ و قا لت الحنا بلۃ الی ان یتکسر الحرّ و عن ابن عمر اذا کا ن الفیء ذرا عاً و نصفاً الی ذراعین و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کان الجدران فی ذالک الزّمان سبعة اذرع و قیل حتّی یکون الظّل ذراعاً بعد فیء الزوال و قیل ربع القامة و قیل الثّلث و قیل النّصف و قیل یختلف باختلاف الازمنة ۔

(ابراد یعنی ٹھنڈک کی حد میں اختلاف ہے۔نووی نے کہا کہ ٹھنڈک یہ ہے کہ دیواروں کا اتنا سایہ ہو جائے کہ اس میں نمازی چلیں اور حنفیوں کے نزدیک یہی بات پسندیدہ ہے چنانچہ درمختار میں ہے۔ اور مالکؒ کے نزدیک یہاں تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ اس کی چوتھائی بڑھ جائے۔اور حنبلیوں نے کہا ہے کہ گرمی کی شدت ٹوٹ جاوے اور ابن عمرؓ سے یہ روایت ہے کہ جن ایام میں ڈیڑھ گز سایہ اصلی ہو تو دو گز تک ٹھنڈک کی حد ہے اور اس زمانے میں دیواریں سات گز کی ہوتی تھیں۔اور بعض نے کہا ہے کہ سایہ اصلی کے علاوہ سوا گز سایہ ہو جائے اور بعض نے کہا کہ چوتھائی قدآدم اور بعض نے کہا ہے تہائی اور بعض نے آدھا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ ہر زمانہ میں مختلف ہے)

اقول۔

و ما فی الهداية من ان اشتداد الحرّ فی تلک البلاد یکون حین بلوغ ظل کل شیء مثله فتحقق الابراد فی التّاخیر عنه فهو باطل لا اصل له لانّه لا یبقی حینئذ وقت الظّهر کما سنحققه عنقریب انشاء اللّه (میں کہتا ہوں کہ وہ جو ہدایہ میں ہے کہ ان شہروں میں گرمی کی شدت ایک مثل تک رہتی ہے اور ٹھنڈک اس سے بعد ہے، سو یہ بے اصل بات ہے، اس وقت تو ظہر کا وقت بھی نہیں رہتا، عنقریب اسکی تحقیق ہم کرینگے)

قال۔ مسئلہ چھوتھائی بیان آخر وقت ظہر کا

اقول بتائید اللّه و توفیقه

اولاً معلوم کرنا چاہیے کہ یہ مسئلہ چوتھا دراصل دو مسئلے ہیں۔ایک مسئلہ آخر وقت ظہر کا اور ایک مسئلہ اول وقت عصر کا۔تو دلائل اور نقول مذاہب دونوں قسموں کی لائی جاویں گی اور جس دلیل سے آخر ظہر کا ثابت ہوگا اسی سے بعینہ اول وقت عصر کا ثابت ہوگا۔اور جس دلیل سے اول وقت عصر کا ثابت ہوگا اسی سے یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ آخر وقت ظہر کا قبل اس کے ہے۔ایسا ہی حال ہے نقول کا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب سنو کہ اس مسئلہ میں تمام امام مجتہد ایک طرف ہیں اور اکیلے ابوحنیفہؒ بنا بر مذہب مشہور کے ایک طرف ، یہاں تک کہ امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ شاگردان کے بھی اس مسئلہ میں ان سے الگ ہیں اور موافق جمہور علماء کے۔ یعنی جمہور علما قائل ہیں اس بات کے کہ وقت ظہر کا بعد ایک مثل کے باقی نہیں رہتا بلکہ وقت عصر کا داخل ہو جاتا ہے اور اکیلے امام ابوحنیفہؒ سے یہ مشہور ہے کہ دو مثل تک وقت ظہر کا رہتا ہے اور عصر داخل نہیں ہوتی مگر بعد دو مثل کے۔ کہا قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفیؒ نے تفسیر مظہری میں:

و امّا آ خر وقت الظّھر فلم یو جد فی حد یث صحیح و لا ضعیف انّہ یبقی بعد مصیر ظلّ کل شیء مثلہ و لذا خا لف ابا حنیفہ فی ھذہ المسئلۃ صا حباہ و وا فقا الجمھور

(اور آخر وقت ظہر، سوکسی حدیث صحیح یا ضعیف میں نہیں پایا جاتا کہ بعد ایک مثل کے باقی رہتا ہے۔ اسی واسطے صاحبین نے اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کر کے جمہور کی موافقت کی ہے)

اور کہا فتح الباری میں:

و لم ینقل عن احدٍ مّن اھل العلم مخا لفۃ فی ذا لک ا لّا عن ابی حنیفہ فی المشھور عنہ قا ل اوّل وقت العصر مصیر ظلّ کلّ شیء مثلیہ قا ل القر طبی خا لفہ النّاس کلّھم فی ذا لک حتی یعنی الآ خذین عنہ ۔

(اور کسی اہل علم سے منقول نہیں کہ انہوں نے اس میں مخالفت کی ہو سوائے امام ابو حنیفہؒ کے قول مشہور میں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اول وقت عصر کا دو مثل پر ہے۔ قرطبیؒ نے کہا ہے سب لوگ اس میں ان کے مخالف ہیں یہاں تک کہ ان کے شاگرد بھی)۔

اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں تحت احادیث اول وقت عصر کے:

و فی ھذہ ا لا حا دیث و ما بعد ھا دلیل لمذ ھب ما لک و الشّا فعی و احمد و جمھور العلماء انّ وقت العصر ید خل اذا صار ظلّ کلّ شیء مّثلہ و قا ل ابو حنیفہ لا ید خل حتّی یصیر ظلّ الشّیء مثلیہ و ھذہ ا لا حا دیث حجّۃ للجماعۃ علیہ مع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حد یث ابن عباس فی بیان المواقیت و حدیث جابر و غیر ذالک (اوران حدیثوں میں اور اس کے مابعد کی حدیثوں میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور جمہور علماء کے مذہب کی دلیل ہے کہ ایک مثل پر عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہے ۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ دو مثل پر داخل ہوتا ہے ۔ اور یہ حدیثیں ان پر حجت ہوسکتی ہیں مع اس حدیث ابن عباسؓ کے جو وقتوں کے بیان میں ہے ۔ اور حدیث جابرؓ وغیرہ کی)

اور کہا محلی میں شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے:

اعلم انّه قال الجمهور اذا صار ظلّ شیء مّثله بعد ظلّ نصف النهار خرج وقت الظّهر و دخل وقت العصر و قال ابو حنیفه فی المشهور عنه انه لا یخرج الظّهر بمصیر الظّل المثل و لا ید خل العصر بل یکون اوّل وقت العصر بمصیر ظلّ کل شیء مثلیه قال القرطبی خالفه النّاس کلّهم حتّی اصحابه ۔ (جمہور نے کہا ہے کہ سایہ اصلی کے بعد جب ایک مثل سایہ ہو تو ظہر کا وقت جاتا رہتا ہے اور عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے قول مشہور میں کہا ہے کہ ایک مثل پر ظہر کا وقت نہیں جاتا اور عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا ، بلکہ عصر کا اول وقت دو مثل پر ہوتا ہے۔ اور قرطبی نے کہا ہے کہ اس میں سب ان کے مخالف میں یہاں تک کہ ان کے شاگرد بھی) ۔

اور کہا علامہ عابد سندھیؒ حنفی نے مواہب لطیفہ شرح مسند ابوحنیفہؒ میں ذیل میں اس حدیث امام ابوحنیفہؒ کے:

ابو حنیفه عن شیبان عن یحی عن بریده رضی اللّه قال قال رسول اللّه ﷺ بکروا بصلوة العصر (روایت کی ابوحنیفہؒ نے شیبان سے انہوں نے یحی سے انہوں نے بریدہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ کہ عصر کی نماز اول وقت پڑھو)۔

و قد اختلف العلماء فی دخول وقت العصر فالجمهور علی ان وقت العصر ید خل یصیرورة ظل کل شیء مثله بالافراد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بدلیل ما اخرجه البخاری الی آخر ما سیجیء فی الا دلة

(اور دخول وقت عصر میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ جمہور تو اس پر ہیں کہ ایک مثل پر عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہے بدلیل حدیث بخاری کے)

دلائل جمہور کے یہ ہیں:

روایت کی ہے امام نسائی نے:

اخبرنا عبید اللّٰه بن سعید نا عبد اللّٰه بن الحارث قال ثور حدّثنی سلیمان بن موسی عن عطا بن ابی رباح عن جابر قال سأل رجل رسول اللّٰه ﷺ عن مواقیت الصّلوة فقال صلّ معی فصلّی الظّهر حین زاغت الشّمس و العصر حین کان فیء کلّ شیء مّثله و المغرب حین غابت الشّمس و العشاء حین غاب الشّفق۔ قال ثمّ صلّی الظّهر حین کان فیء الانسان مثله و العصر حین کان فیء الانسان مثلیه و المغرب حین کان قبیل غیبوبة الشّفق قال عبد اللّٰه بن الحارث ثمّ قال فی العشاء اری الی ثلث اللیل۔(نسائی:۵۰۴)

(روایت کی ہم کو عبید اللہ بن سعید نے اور کہا روایت کی ہمیں عبد اللہ بن حارث نے اور کہا کہ کہا ثور نے روایت کی مجھے سلیمان بن موسی نے عطاء بن ابی رباح سے اور انہوں نے جابر سے کہ کہا جابر نے کہ پوچھا ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے نمازوں کا وقت، تو آپ ﷺ نے فرمایا تو میرے ساتھ نماز پڑھ۔ تو ظہر آپ ﷺ نے سورج ڈھلتے ہی پڑھی، اور عصر ایک مثل پر، اور مغرب غروب کے بعد، اور عشاء شفق چھپے۔ پھر دوبارہ ظہر ایک مثل پر، اور عصر دو مثل پر، اور مغرب شفق چھپنے سے پہلے۔ کہا عبد اللہ بن حارث نے کہ شائد ثور نے عشاء کو تہائی رات تک کہا ہے)

راوی اس کے سب معتمد اور قابل اسناد کے ہیں:

امّا الاوّل فهو ابو قدامة السّرخسی و الثّانی ابو محمّد ثقة .الثالث ایضاً ثقه ۔ الرّابع صدوق فقیه۔ الخامس فقیه فاضل ۔ و السّادس صحابی جلیل الشّان قال له فی تقریب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التهذ یب (پہلا ابوقدامہ سرخسی ہے دوسرا ابومحمد ثقہ ہے۔ تیسرا بھی ثقہ ہے۔ چوتھا صدوق فقیہ ہے۔ پانچواں فقیہ فاضل ہے۔ چھٹا صحابی عالی قدر ہے)۔

اور معنی مختصر اس کے یہ ہیں کہ ایک شخص سائل مواقیت کے لئے آنحضرت ﷺ نے پہلے دن ظہر بمجرد زوال آفتاب کے پڑھی۔ اور عصر اس وقت پڑھی جب کہ ایک مثل سایہ آ لیا۔اور دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فارغ ہوے اور عصر کو دو مثل پر جا پڑھا۔

ایسا ہی کہا ہے معنی میں اس حدیث کے شیخ سلام اللہ محدث حنفی نے اور امام نووی شافعی نے جیسا کہ کلام ان کا عنقریب آوے گا۔ اور یہ معنی نہیں ہیں کہ ظہر پڑھنی شروع کی دوسرے دن اسی وقت میں جس میں پہلے دن عصر پڑھی تھی۔ اور کچھ وقت بقدر چار رکعت کے دونوں نمازوں میں مشترک ہے جیسا کہ مذہب ہے بعض کا اور جیسا کہ جناب مؤلف نے پانچویں طریق میں کہا ہے۔

دلیل مرجح باعث اختیار کرنے معنی اول کے یہ ہے کہ روایت کی ہے امام مسلم نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے:

انّ النّبیّ ﷺ قال اذا صلّیتم الظّھر فانّہ وقت الی ان یحضر العصر (آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ظہر کی نماز پڑھو تو اسی کا وقت ہے جب تک عصر کا وقت نہیں آیا)۔

اور ایک روایت میں مسلم کی یوں آیا ہے:

وقت الظّھر ما لم یحضر العصر۔

(وقت ظہر کا ہے جب تک کہ عصر کا وقت نہیں آیا)۔

اور ایک روایت میں یوں آیا ہے:

وقت صلوۃ الظھر اذا زالت الشّمس عن بطن السّماء ما لم یحضر العصر (صحیح مسلم:۶۱۲)

(نماز ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے عصر کے نہ آنے تک ہے)

اور فرمایا اللہ تعالی نے:

انّ الصّلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتاً (نساء:۱۰۳)۔

(یعنی ہر نماز کا وقت علیحدہ علیحدہ ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

انّما التفریط علی من لم یعمل حتی یجیء وقت الصّلوۃ الاخری۔(ابوداؤد:۴۴۱)

(سستی اسی کی ہے کہ اس نے ایک نماز نہیں پڑھی اور دوسری نماز کا وقت آ گیا)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں کہا ہے:

قوله تعالی انّ الصّلوۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً یقتضی الکون لکل صلوۃ وقتاً علیحدۃ و لذا قال رسول اللّه ﷺ انّما التفریط ان یؤخّر الصّلوۃ حتی یجیء وقت الاخری ۔(کہ آیت ان الصلوۃ..الخ، چاہتی ہے کہ ہر نماز کا وقت علیحدہ ہے اور اس واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا، تفریط یہ ہے کہ ایک نماز میں یہاں تک تاخیر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آ جاوے)۔

تو مقتضائے ان احادیث اور اس آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہوسکتی ۔ پھر اگر حدیث جابر ثمّ صلّی الظّهر حین کان فیء الانسان مثله کے وہ معنی نہ کریں جو ہم نے کئے ہیں ۔یعنی یہ کہ پڑھ چکے ایک مثل میں۔ بلکہ یہ کریں کہ پڑھنی شروع کی جب کہ ایک مثل ہوئی، تو تعارض ہوگا درمیان ان احادیث کے جن سے امتیاز اوقات ہر نماز کی معلوم ہوتی ہے ۔اور اس حدیث جابر میں جس سے اشتراک نکالتے ہیں۔اور شرح نخبہ سے منقول ہو چکا ہے کہ وقت تعارض کے درمیان دو حدیثوں کے موافقت اور جمع کرنی چاہیے اور صورت موافقت کی یہ ہے جو ہم نے بیان کی ہے یعنی پہلے دن عصر شروع کی جب کہ ایک مثل سایہ آ لیا۔اور دوسرے دن ظہر سے فارغ ہوئے ایک مثل پر۔

کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں تحت حدیث اذا صلیتم الظهر فانّه وقت الی ان یحضر العصر کے قول ﷺ

اذا صلیتم الظّهر فانّه وقت الی ان یّحضر العصر معناه وقت لاداء الظّهر و فیه دلیل للشّافعی و للاکثرین انّه لا اشتراك بین وقت الظّهر و وقت العصر بل متی خرج وقت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الظّهر بمصير ظلّ الشّیء مثله غیر الظّل الّذی یکو ن عند الزوا ل د خل وقت العصر و اذا د خل وقت العصر لم یبق شیء من وقت الظهر۔

و قال ما لک و طا ئفة من العلماء اذا صار ظلّ کلّ شیء مثله د خل وقت العصر و لم یخر ج وقت الظّهر بل یبقی بعد ذالک قدر اربع رکعا ت صا لح لظهر و العصر اداء و احتجوا بقو له ﷺ فی حد یث جبریل صلّی بی الظهر فی یو م الثّا نی حین صار ظلّ کلّ شیء مثله و صلّی بی العصر فی الیو م الاول حین صار ظل کل شیء مثله فظاهره اشتراکهما فی قدر اربع رکعا ت

و احتجّ الشّا فعی و الا کثرو ن بظا هر الحدیث الّذی نحن فیه و اجا بوا عن حدیث جبریل با ن معناه فر غ من الظّهر حین صار ظلّ کلّ شیء مثله و شر ع فی العصر فی الیو م ا لاول حین صار ظل کلّ شیء مثله فلا اشترا ك بینهمافهذا التا ویل متعین للجمع بین الاحادیث و انّه اذا حمل علی الا شترا ك یکو ن آ خر وقت الظّهر مجهو لاً لا نّه اذا ابتداء بها حین صار ظلّ کلّ شیء مثله لم یعلم متی فر غ منها و ح مجهو لاً و لا یحصل بیا ن حدود ا لاوقا ت و اذا حمل علی ما تا ولناه حصل معرفة آ خر الوقت و انتظمت ا لا حا دیث علی اتّفاق و با للّه التّو فیق۔ انتهی۔

اقول و جه ما قا ل من انه لم یعلم متی فر غ منها و ح یکون آ خر وقت الظهر مجهو لاً .. الخ۔ انه لیس وراء المثل حدا معیناً من الشّارع و تحدید المثلین لا اصل له و انّما هو تشریع من عند الرأ ی ما انز ل اللّه بها من سطا ن و لذا قا ل القا ضی الپا نی پتی فی التّفسیر المظهری و اما آ خر وقت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الظهر فلم یوجد فی حدیث صحیح و لا ضعیف انّه یبقی بعد مصیر ظلّ کلّ شیء مثله و لذا خا لف ابا حنیفه فی هذه المسئلة صا حباه و وا فقا الجمهور انتهی و کذا قا ل غیر واحد من العلماء فا فهم و لا تغتر۔

(یہ فرمانا آنحضرت ﷺ کا کہ جب تم نے ظہر پڑھی تو اس کا وقت ہے یہاں تک کہ عصر کا وقت آوے، معنی اس کے یہ ہیں کہ وہ وقت ظہر کے ادا کرنے کا ہے، اور اس میں امام شافعیؒ اور اکثر کے لئے دلیل ہے اس بات کی کہ ظہر اور عصر کی نماز میں شراکت وقت کی نہیں، بلکہ سوا سایہ اصلی کے ایک مثل سایہ ہوکر جہاں ظہر کا وقت گیا عصر کا وقت آیا، اور جب عصر کا وقت آیا تو ظہر کا وقت باقی نہیں رہتا۔

اور امام مالک اور ایک گروہ علماء نے کہا ہے کہ جہاں ایک مثل سایہ ہوا تو عصر کا وقت آجاتا ہے اور ظہر کا وقت بھی باقی رہتا ہے بقدر چار رکعت کے، اور دلیل لائے ہیں یہ لوگ جبریل والی حدیث میں آنحضرت ﷺ کے اس فرمانے کی کہ دوسرے دن جبریل نے نماز پڑھائی ظہر کی اس وقت کہ سایہ ہر چیز کا ایک مثل تھا اور پہلے دن عصر اس وقت پڑھائی کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل تھا تو اس سے بظاہر یہ معلوم ہوا کہ بقدر چار رکعت کے یہ وقت مشترک ہے۔

اور امام شافعیؒ اور دیگر علماء نے اس اوپر والی ظاہر حدیث سے حجت پکڑی ہے اور حدیث جبریل سے یوں جواب دیا ہے کہ معنے اس کے یہ ہیں کہ ظہر کی نماز سے ایک مثل پر فارغ ہوئے اور پہلے دن عصر ایک مثل پر شروع کی تو اب شراکت وقت کی نہ رہی تو یہ تاویل بہ سبب موافقت پیدا کر دینے دو حدیثوں کے ٹھہر چکی ہے۔ کیونکہ جب شراکت وقت کی ہوگی تو ظہر کا آخر وقت مجہول رہے گا کیونکہ جب اسے ایک مثل پر شروع کیا تو یہ نہ معلوم ہوا کہ اس سے فارغ کب ہوئے تو اب ظہر کا وقت مجہول رہا اور وقتوں کی حد نہ حاصل ہوگی اور جب ہماری تاویل لی جاوے تو آخر وقت کی پہچان بھی معلوم ہوگئی اور حدیثیں متفق ہوگئیں۔ اور اللہ ہی کے ہاتھ توفیق ہے۔ ہو چکی عبارت نووی کی۔

میں (نذیر حسین) کہتا ہوں کہ وجہ اس قول کی کہ یہ نہ معلوم ہوا کہ اس سے فارغ کب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اور ظہر کا وقت مجہول رہے گا، یہ ہے کہ سوا ایک مثل کے اور کوئی حد معین نہیں شارع کی طرف سے، اور دو مثل کی کوئی اصل نہیں بلکہ وہ ایک عقلی شرع ہے کوئی دلیل اس کی نہیں نازل ہوئی۔ اسی واسطے قاضی پانی پتی نے تفسیر مظہری میں کہا ہے کہ آخر ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد باقی رہنا کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں نہیں پایا جاتا۔ اس لئے صاحبین نے اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ سے مخالف ہو کر جمہور کی موافقت کی ہے۔ ہو چکی عبارت مظہری کی۔ اور اسی طرح کہا دیگر علماء نے۔ سو سمجھ اور دھوکا نہ کھا)

اور محلی میں مؤطا کے حنفی شارح نے کہا:

اعلم انّه قا ل الجمهور اذا صار ظلّ كلّ شیء مثله بعد ظل نصف النّهار خر ج وقت الظّهر و د خل وقت العصر و قا ل طائفة لا يخر ج وقت الظّهر بل يبقى قدر ار بع ركعا ت صا لح للظّهر و العصر و نسب ذا لک الى ما لک و احتجوا بان جبريل صلّى الظّهر فى اليوم الثّا نى حين ما صلّى العصر فى اليو م الاوّل و هو حين ما صار ظلّ كلّ شیء مثله فظاهره يد لّ على اشترا كهما فى قدر اربع ركعات و اجا بوا عنه بان معناه فر غ من الظّهر حين صا ر ظل كل شیء مثله فلا اشتراك و هذا التّا ويل متعين للجمع بين ا لا حا ديث۔

(جمہور نے کہا ہے کہ سایہ اصلی کے سوا جب ایک مثل سایہ ہوا تو ظہر کا وقت جاتا رہتا ہے اور عصر کا وقت آجاتا ہے۔ اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ ظہر کا وقت نہیں جاتا بلکہ بقدر چار رکعت کے وقت مشترک باقی رہتا ہے اور یہ مقولہ امام مالک کی طرف منسوب ہے اور دلیل ان لوگوں کی یہ ہے کہ جبریل نے دوسرے دن ایسے وقت ظہر کی نماز پڑھی کہ پہلے دن عصر پڑھی تھی یعنی ایک مثل پر، تو ظاہر یہ بات معلوم ہوئی کہ بقدر چار رکعت کے وقت مشترک ہے۔ اور اس مقولہ کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ ایک مثل پر ظہر سے فارغ ہوئے تو اب اشتراک نہ رہا۔ اور یہ تاویل موافقت احادیث کے لئے متعین ہے)۔

جو جناب مؤلف نے دعوی نسخ سے دفع تعارض کیا ہے، سو اول تو یہ خلاف قاعدہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اہل اصول حدیث کے ہے کہ وہ جمع کو نسخ پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ حدیث نسائی کی جو ہم نے دلیل ٹھہرائی ہے یہ حدیث جبریل کی نہیں کہ مقدم ہو سب احادیث میقات پر۔ بلکہ یہ حدیث سائل کی اور اس کی تقدیم اور تاخیر حدیث اذا صلّیتم الظّھر فانّہ وقت الی ان یحضر العصر سے معلوم نہیں۔ حالانکہ ناسخ کا مؤخر ہونا ازراہ تاریخ کے یقیناً معلوم ہونا چاہیے۔ پس دعوی مؤلف کا باطل ہوا۔ جو کچھ مؤلف نے پانچویں طریق میں بزعم خود زور شور سے حدیث جبریل کو مبطل تحدید ایک مثل کے اور مثبت مثلین کے قرار دیا ہے تو اس جگہ سے اس کا جواب دیا گیا۔ دوبارہ یہی کہا جائے گا اور شاہد مقوی اس حدیث کے وہ حدیث جبریل کی ہے جو روایت کی ہے ترمذی اور ابوداؤد اور ابن حران اور حاکم نے اور تحسین کی ہے اس کی ترمذی نے اور تصحیح کی ہے حاکم نے یعنی حدیث ابن عباسؓ کی۔

انّ النّبیّ ﷺ قال امّنی جبریل عند البیت مرّتین فصلّی الظّھر فی الاولی منھما حین کان الفیء مثل الشراك ثمّ صلّی العصر حین کان کل شیء مثل ظلّه و صلّی المرّة الثّانیة الظھر حین کان ظلّ کلّ شیء مّثله بوقت العصر بالامس ثمّ صلّی العصر حین کان ظلّ کلّ شیء مثلیه۔

اور معنی اس کے بھی وہی ہیں جو بیان کردہ حدیث نسائی کے ہیں۔ یعنی پہلے دن عصر شروع کی ایک مثل پر اور دوسرے دن فارغ ہوئے ظہر سے ایک مثل تک، بعینہ اسی دلیل سے جو گذری حدیث نسائی میں۔

اور روایت کی ہے بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے:

قالت کان النّبیّ ﷺ یصلّی العصر و الشّمس لم تخرج من حجر تھا (بخاری: ۵۴۴۔ مسلم: ۶۱۱)۔ (کہا حضرت عائشہؓ نے کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور سورج میرے حجرے میں ہوتا تھا)

اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے:

انّ رسول اللّه ﷺ صلّی العصر و الشّمس فی حجر تھا لم یظھر الفیء من حجر تھا۔ (بخاری: ۵۴۴)۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(آپ ﷺ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ سورج میرے حجرے سے نکلتا تھا اور نہ حجرے کی دیواروں کا سایہ ظاہر ہوتا تھا)

اور ایک روایت میں یوں ہے:

کان النّبیّ ﷺ یصلّی صلوۃ العصر و الشّمس طا لعۃ فی حجر تی لم یظھر الفیء بعد (آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور سورج میرے حجرے میں چمکتا رہتا تھا اور دیواروں کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا)

پھر کہا امام بخاریؒ نے:

قال ابو عبد اللّٰہ و قا ل ما لک و یحی بن سعید و شعیب و ابن ابی حفصۃ و الشّمس قبل ان تظھر (کہا ابوعبداللہ نے کہ کہا مالکؒ اور یحیٰ بن سعیدؒ اور شعیبؒ اور ابن ابی حفصہؒ نے کہ قبل نکلنے آفتاب کے حجرے سے)

اور روایت کی ہے امام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے:

کا ن النّبیّ ﷺ یصلّی العصر و الشّمس طا لعۃ فی حجر تی لم یفی الفیء (آنحضرت ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ سورج میرے حجرے میں رہتا تھا اور دیواروں پر سایہ نہ چڑھتا تھا)

پھر کہا امام مسلمؒ نے:

و قا ل ابو بکر لم یظھر الفیء بعد (اور اسی طرح ابوبکر نے کہا ہے)

اور مسلمؒ کی ایک روایت میں اس طرح ہے:

یصلّی العصر و الشّمس واقعۃ فی حجر تی

(نماز عصر پڑھتے اور سورج حجرے میں ہوتا تھا)

اور روایت کی ہے امام ترمذیؒ نے:

صلّی رسول اللّٰہ ﷺ العصر و الشّمس فی حجر تھا

(نبی ﷺ نے نماز عصر پڑھی اور سورج حجرے میں تھا)

پھر کہا امام ترمذیؒ نے:

و فی البا ب عن انس و ابی اروی و جا بر و رافع بن خد یج

(اور اس باب میں انس اور ابی اروی اور رافع بن خدیج سے روایت ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور روایت کی ہے امام ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہؓ سے اس طرح :

صلّى النّبىّ و العصر و الشّمس فى حجر تى لم يظهر الفىء بعد (نماز پڑھی نبی ﷺ نے عصر کی ایسے وقت کہ سورج میرے حجرے میں ہوتا تھا اور دیواروں پر سایہ نہ چڑھتا تھا)۔

اور امام نسائیؒ نے اس طرح:

انّ رسول اللّه ﷺ صلّى صلوة العصر و الشّمس فى حجر تها لم يظهر الفىء من حجر تها (آنحضرت ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی کہ سورج میرے حجرے میں تھا اور دیوار پر سایہ نہ آیا تھا)۔

اور امام ابوداؤدؒ نے اس طرح:

انّ رسول اللّه ﷺ كا ن يصلّى العصر فى حجر تها قبل ان تظهر (آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے کہ سورج میرے حجرے میں ہوتا تھا اور ہنوز حجرے سے باہر نہ ہوا تھا)۔

اور ایسی ہی روایت کی ہے امام مالکؒ نے حضرت عائشہؓ سے۔

اور روایت کی ہے مالکؒ نے نافع مولی ابن عمرؓ سے:

انّ عمر بن الخطّا ب كتب الى عمّا له ان اهم امر كم عندى الصّلوه فمن حفظها و حا فظ عليها حفظ دينه و من ضيّعها فهو لما سواه اضيع ثم كتب ان صلّو ا الظّهر حين كا ن الفىء ذرا عاً الى ان يّكو ن ظلّ احد كم مثله۔ الحديث

(عمرؓ بن خطاب نے اپنے عاملوں کو خط لکھا کہ ضروری امر میرے نزدیک نماز ہے۔ جس نے اس کی حفاظت کی تو تمام دین کی باتوں کی حفاظت کی۔ اور جس نے اس کو کھویا تو وہ بڑا بے دین ہوا۔ پھر لکھا کہ ظہر اس وقت پڑھو کہ سایہ گز بھر ہو، تا ایک مثل۔ آخر حدیث تک)

قا ل ابن عبد البر تحت حد يث ابى هريره الّذى يجىء فى متمسكا ت المؤ لف انه موقوف فى المؤ طا ا لا انه فى حكم المر فوع فان الموا قيت لا تؤ خذ با لرأ ى كذا فى المحلى ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فکا ن هذا الحدیث لعمر ایضاً فی حکم المر فوع

(کہا ابن عبدالبرؒ نے بذیل اس حدیث ابی ہریرہؓ کے کہ جو مؤلف کی دلیلوں میں آگے آوے گی کہ یہ موقوف ہے مؤطا میں مگر حکم میں مرفوع کے ہے، اس واسطے کہ نماز کا وقت بغیر آنحضرت ﷺ سے سنے کوئی اپنی عقل سے نہیں کہہ سکتا۔ یوں ہی ہے محلی میں۔ تو حضرت عمرؓ والی یہ حدیث بھی مرفوع کے حکم میں ہوئی)

کہا شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں:

قو له با ب وقت العصر ۔ و قا ل ابو اسا مة عن هشا م فی قعر حجر تها کذا وقع هذا التّعلیق فی روا یة ابی ذر و ا لا صیلی و کریمة و الصّوا ب تا خیره عن ا لاسناد المو صو ل کما به عادة المصنّف و الحا صل انّ انس بن عیا ض و هو ابو ضمرة ا للیثی و ابا اسامة رو یا الحدیث عن هشا م و هو ابن عروة بن الزّ بیر عن ابیه عن عا ئشة و زاد ابو اسا مة التقید بقعر الحجرة و هو او ضح فی تعجیل العصر من الرّوایة المطلقة و قد و صل ا لا سما عیلی طریق ابی اسا مة فی مستخر جه لکن لفظه و الشّمس واقعة فی قعر حجر تی و عرف بذا لک انّ الضّمیر فی قو له فی حجر تها لعا ئشه و فیه نوع التفاوت اسناد ابی ضمرة کلّهم مد نیو ن و المراد بالحجرة و هی بضمّ المهملة و سکو ن الجیم البیت و المرا د با لشّمس ضوء ها ۔

قو له فی روا یة الزّ هری و الشّمس فی حجر تها ای با قیة ۔ و قو له لم یظهر الفیء ای فی المو ضع الّذی کا نت الشّمس فیه و قد تقدّ م فی اوّل المو ا قیت من طریق ما لک عن الزّهری بلفظ و الشّمس فی حجر تها قبل ان تظهر ای تر فع۔ فهذا الظّهور غیر ذا لک الظّهور ۔ و محصله انّ المراد بظهور الشّمس خرو جها من الحجرة و بظهور الفیء انبسا طه فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحجرة ۔ و لیس بین الرّوا یتین اختلاف لا ن انبسا ط الفیء لا یکو ن ا لا بعد خروج الشّمس

قو له ابن عینیه فی روا یة الحمیدی فی مسند ہ عن ابن عینیه ثنا الزّ ھری و فی روا یة محمّد بن منصور عند الاسماعیلی عن سفیا ن سمعته اذنای و وعاہ قلبی من الزّھری قو له و الشمس طا لعة ای ظاھرۃ قو له بعد با لضمّ بلا تنوین قوله و قا ل ما لک الی آ خرہ یعنی ان ا لا ربعة المذ کورین رووہ عن الزّ ھری بھذا ا لاسناد فجعلوا الظھور للشّمس و ابن عینیه جعله للفیء و قد منا تو جیه ذا لک و طریق الجمع بینھما ۔ و ان طر یق ما لک و صلھا المؤ لف فی اوّل الموا قیت و اما طریق یحی بن سعید و ھو الانصاری وصلھا الزّ ھلی فی الزّ ھر یا ت و اما طر یق شعیب و ھو ابن ابی حمزہ فو صلھا الطّبرا نی فی مسند الشّا میین و اما طریق ابن ابی حفصة و ھو محمد بن میسرہ فرویناہ من طریق ابن عدی فی نسخة ابرا ھیم بن طھما ن عن ابی حفصه و المستفاد من ھذا الحدیث تعجیل صلوۃ العصر فی اول وقتھا و ھذا ھو الذی فھمت عا ئشه و کذا الراوی عنھا عروۃ و احتج به علی عمر بن عبد العزیز فی تا خیرہ صلوۃ العصر کما تقدم و شذ الطحاوی فقال لا دلا لة علی التعجیل لا حتمال ان الحجرۃ کا نت قصیرۃ الجدار فلم تکن الشمس تحتجب عنھا ا لا بقرب غروبھا فید ل علی التاخیر لا علی التعجیل و تعقب با ن الّذی ذکرہ من ا لا حتمال انّما یتصور مع اتسا ع الحجرۃ و قد عر ف با لا ستفا ضة و المشا ھدۃ ان حجر ازوا ج النّبیّ ﷺ لم تکن متسعة و لا یکو ن ضو ء الشمس با قیاً فی قعر الحجرۃ الصّغیرۃ ا لا و الشّمس قا ئمة

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مرتفعة و الا متى ما لت حدا ار تفع ضوء ها عن قعر الحجرة و لو كا نت الجدر قصيرة

قال النّووی کا نت الحجرة ضيقة العر صة قصيرة الجدار بحيث كا ن طو ل جدار ها اقل من مسا فة العر صة بشیء يسير فا ذا صار ظلّ الجدار مثله کا نت الشّمس بعد فی او اخر العر صة انتهى و الی هنا انتهى كلام الحا فظ ۔

(یہ باب وقت عصر کے بیان میں ہے ۔روایت کی ابو اسامہ نے ہشام سے کہ دھوپ بیچ حجرے میں ہوتی تھی ۔ یہ نسخہ اسی طرح پر ہے روایت ابی ذر اور اصیلی اور کریمہ میں اور ٹھیک بات یہ ہے کہ اصل روایت سے اس کو پیچھے روایت کرنا چاہیے جیسے کہ مصنف کی عادت ہے اور حاصل یہ ہے کہ انس بن عیاض یعنی ابو ضمرہ لیثی اور ابو اسامہ دونوں حدیث کو ہشام بن عروۃ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ سے اور ابو اسامہ نے بیچ حجرے کے قید لگا دی ہے اور یہ قید تعجیل عصر میں بہت واضح ہے روایت بے قید سے ۔اور اسماعیلی نے اپنی مرویات میں ابو اسامہ کی روایت کو موصول کر دیا ہے لیکن لفظ اس کے یہ ہیں کہ سورج بیچوں بیچ حجرے میں ہوتا تھا اور اس سے جانا گیا کہ حجرتہا میں ضمیر جو ہے وہ حضرت عائشہؓ کی طرف پھرتی ہے اور اس میں ایک طرح کا التفات ہے اور ابو ضمرہ کی سند میں سب راوی مدنی ہیں اور حجرہ سے مراد گھر ہے اور سورج سے مراد دھوپ ہے ۔اور یہ قول روایت زہریؒ میں کہ سورج میرے حجرے میں ہو تا تھا۔مراد اس سے یہ ہے کہ سورج باقی رہتا تھا اور یہ قول کہ سایہ نہیں چڑھتا تھا یعنی جہاں آفتاب ہوتا تھا اور اس کی بحث اول وقتوں کی بحث میں مالک کی روایت زہری سے جو تھی اس میں ہو چکی ہے جس کے لفظ یہ تھے کہ سورج حجرے میں ہوتا تھا پہلے اس سے کہ چڑھے یعنی بلند ہو ۔سو یہاں ظہور کے معنی وہ ظہور کے نہیں اور محصل یہ کہ مراد سورج کے ظہور سے اس کا حجرے میں پھیل جانا ہے اور دونوں روایتوں میں اختلاف نہیں کیونکہ سایہ کا پھیلنا سورج کے نکل جانے کے بعد ہوتا ہے اور قول کہ ابن عینیہ سو حمیدی کی روایت میں اس کی مسند میں ہے کہ روایت کیا ابن عینیہ نے اور کہا کہ روایت کی ہمیں زہری

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نے اور روایت محمد بن منصور میں نسخہ اسماعیلی میں روایت کی سفیان نے میرے کانوں نے اسے سنا اور دل نے یاد رکھا زہری سے اور یہ قول کہ سورج چمکتا تھا یعنی خوب ظاہر تھا اور یہ قول کہ مالک نے آخر تک یعنی چاروں شخصوں مذکور نے زہری سے اسے سند کے ساتھ روایت کی ہے سوظہور سورج کے لئے کیا ہے اور ابن عیینہ نے سایہ کے لئے کیا ہے اور اس کی وجہ اور موافقت کا طریقہ دونوں روایتوں میں آگے گذر چکا اور مالک والی سند کو مؤلف نے اول وقتوں کی بحث میں موصول کیا ہے اور یحیٰ بن سعید کی سند زہری کی مرویات میں زہلی نے اس کو موصول کر دیا ہے اور شعیب کی سند کو طبرانی نے اپنے شامیوں کی مسند میں اسے موصول کر دیا ہے اور سند ابن ابی حفصہ کی کہ وہ محمد بن میسرہ ہے سو روایت کی اسے ہم نے طریق ابن عدی سے نسخہ ابراہیم بن طہمان میں کہ جس کی روایت ہے ابن ابی حفصہ سے اور فائدہ اس حدیث سے عصر کا جلدی پڑھنا اول وقت پر ہے اور یہی حضرت عائشہؓ نے اس سے سمجھا ہے اور اسی طرح اس کے راوی عروہ نے، چنانچہ عمر بن عبدالعزیز پر عصر کی نماز دیر کر کے پڑھتے دیکھ کر عروہ نے اسی حدیث سے حجت پکڑی ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور طحاوی نے سب سے کنارہ ہو کر یہ کہہ دیا کہ اس حدیث میں عصر کی دلالت نہیں بسبب محتمل ہونے اس بات کے کہ حجرے کی دیواریں چھوٹی ہوں تو اس سے سورج رک نہیں سکتا تھا سوا غروب کے وقت تو دلالت اس حدیث کی عصر کے دیر پر ہوئی نہ جلدی پر، اور یہ قول طحاوی کا یوں رد کیا گیا ہے کہ یہ احتمال جب چلتا کہ حجرہ چوڑا ہوتا اور یہ بات بطور نقل اور مشاہدہ کے معلوم ہے کہ ازواج مطہرات کے حجرے چوڑے نہ تھے اور چھوٹے حجرے کے وسط میں دھوپ بغیر اس کے باقی نہیں رہ سکتی کہ سورج بلند ہو ۔ کیونکہ سورج کے نیچے ہوتے ہی وسط سے دھوپ چڑھ جاوے گی اگرچہ دیواریں چھوٹی ہی ہوں کہا انہوں نے کہ حجرے کا تنگ تھا صحن اور چھوٹی تھیں دیواریں اس کی اس قدر کہ صحن سے بھی کچھ چھوٹی تھیں تو جب دیوار کا سایہ ایک مثل ہوتا تھا تو سورج صحن کے کنارہ پر ہوتا تھا ۔ ہو چکی عبارت نووی کی ۔ اور یہاں تک تھا کلام حافظ ابن حجر کا)۔

اقول (یعنی سید نذیر حسین):

قوله تعقب ۔ الخ ۔ لا ريب فيه اصلاً لمن له قريحة سليمة عن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التّعصب و الجوا ب عنه با ن لا و جه للتعقيب فيه لانّ الشّمس لا تحتجب عن الحجرة القصيرة الجدر الا بقرب غروبها و لا د خل ههنا لا تساع الحجرة و لا لضيقها و انّما الكلام فى قصر جد ر ها جهل بحت و تعصب محض لانّ مجرد قصر الجدر لا يصلح سبباً لتا خير ا لا حتجا ب الى قر ب الغرو ب حتى ينضم معه اتساع العر صة فا نا اذا فر ضنا جداراً ارتفا عه ذرا عين و فر ضنا سا حة قدا مه ذرا عاً فلا يمكن ان يصير ظل الجدار مثله او مثليه ما دا مت الشّمس اى ضوء ها فى السّا حة بل غا ية ما يو جد الظلّ مقدار نصف الجدار و اذا فر ضنا سا حة قدام ذ لك الجدار قدر اربعة اذ رع و شيئا فا ذا يحصل الظّلّ للجدار مثليه و مع ذا لك لا تخر ج الشّمس عن السّاحة و هذا لا يخفى على من له عقل ساذج من التّعصب و الحمية ۔ فعلم من هذا التّمثيل البد يهى انّه لا بدّ من انضمام اتساع العر صة مع قصر الجدر و الحال انّه كان عرصة حضرة عائشه مساوياً للجدارا المغر بى سوى شيء يسير كما قا ل النووى۔ فثبت شذوذ الطحاوى و سقط جوا ب المجيب عن التعقيب ۔

(میں کہتا ہوں کہ یہ رد قول طحاوی کا جو شخص عقل مند ہے اور کچھ اسے تعصب نہیں ہے اس کے نز دیک بلا شک ہے اور یوں جواب دینا کہ اس رد کی کچھ حا جت نہیں ، اس لئے کہ سورج چھوٹی دیواروں کے حجرے سے سوا وقت غروب کے نہیں رک سکتا ، چوڑائی اور تنگی کو اس میں کچھ دخل نہیں ۔ البتہ دیواروں کے چھوٹے پن میں گفتگو ہے تو یہ جواب محض نادانی اور تعصب ہے کیونکہ فقط دیواروں کا چھوٹا ہونا بغیر چوڑائی کے ملائے سورج کے رکاؤ کا سبب نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ مثلاً ہم جب دوگز کی اونچی دیوار فرض کریں اور صحن گز بھر کا تو جب تک دھوپ انگنائی میں ہے دیوار کی ایک مثل یا دو مثل سا یہ نہیں ہوسکتا بلکہ بہت ہوگا تو دیوار سے آدھا ہوگا اور جب صحن کچھ اوپر چار گز لیا تو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابھی دھوپ انگنائی میں ہوگی کہ دیوار کا سایہ دو مثل ہو جاوے گا۔ اور یہ اس شخص پر ظاہر ہے جس کی عقل بلا آمیزش ہے اور اس کو کچھ تعصب نہیں ہے۔ تو اب اس کھلی ہوئی مثال سے معلوم ہوگیا کہ دیواروں کے چھوٹے ہونے کی حالت میں صحن کی چوڑائی کا ملانا بھی ضرور ہے اور حال یہ ہے کہ چوڑائی حضرت عائشہؓ کے حجرے کی دیوار کے لمبائی سے کچھ ہی بڑی تھی جیسا کہ نوویؒ نے کہا تو اب طحاویؒ کا کہنا جاتا رہا اور جواب مجیب کا اٹھ گیا)

اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں حدیث عائشہؓ کے تحت:

قوله كان يصلّى العصر و الشّمس فى حجرتها قبل ان تظهر و فى رواية يصلّى العصر و الشّمس طالعة فى حجرتى لم يفى الفىء بعد۔ و فى رواية و الشّمس واقعة فى حجرتى، معناه كله التكبير بالعصر فى اول وقتها و هو حين يصير ظل كل شىء مثله وكانت الحجرة ضيقة العرصة قصيرة الجدار بحيث يكون طول جدارها اقلّ من مساحة العرصة بشىء يسير فاذا صار ظل الجدار مثله دخل وقت العصر و يكون الشّمس بعد فى اواخر العرصة لم يرتفع الفىء فى الجدار الشرقى۔ (یہ قول کہ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج حجرے میں رہتا اور دھوپ دیوار پر نہیں چڑھتی تھی، مطلب ان سب روایتوں کا عصر کی نماز جلدی پڑھنے کا ہے اور وہ ایک مثل ہے اور حجرہ تنگ تھا اور دیوار اس کی چھوٹی تھی اس طرح کہ لمبائی دیوار کی انگنائی سے کچھ چھوٹی تھی تو جب ایک مثل دیوار کا سایہ ہوتا تھا تو عصر کا وقت ہو جاتا تھا اور سورج کنارہ میں صحن کے ہوتا تھا اور سامنے کی دیوار پر سایہ نہیں چڑھتا تھا۔ ہو چکی عبارت نووی کی)۔

اقول:۔

و ما اورد عليه بانّه يمكن ان يكون طوله اقل من نصف مساحة العرصة فيكون الصّلوة عند المثلين و الشّمس فى حجرتها فهو جهل بحت اختراع الامكان على خلاف

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الواقعيات المر ئيا ت المشا هدات كمن قا ل في حق زيد موجود انه يمكن ان يكون ميتاً و هو كما ترى

(میں کہتا ہوں اور یہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ دیوار کی لمبائی انگنائی کے آدھے سے بھی کم ہو تو دو مثل پر نماز ہو جب بھی سورج حجرہ میں رہے تو یہ نادانی ہے کیونکہ خلاف ایک امر واقعی دیکھے ہوئے کے ہے۔ یہ تو ایسا ہے کہ کوئی زید موجود کو کہہ دیوے کہ ممکن ہو کہ مردہ ہو اور یہ جیسی بات ہے سب جانتے ہیں)

اور کہا محلی میں مؤطا کے حنفی شارح نے تحت قول حضرت عائشہؓ:

كا ن يصلّي العصر و الشّمس في حجر تها قبل ان تظهر اى تعلو و تصعد من قا عة الدّار الى الجدار الشّر قى قا ل الخطابى معنى الظّهور ههنا الصّعود و منه قو له تعا لى و معا رج عليها يظهرو ن ۔ قا ل عيا ض قيل المراد تظهر على الجدر و قيل تر تفع كلها عن الحجرة و على هذا فتظهر بمعنى نزو ل عنها كماقا ل ۔ فتلك شكاة ظا هر عنك عا ر ها ۔

(آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج حجرہ میں ہوتا تھا اور دھوپ صحن سے دیوار شرقی پر نہیں چڑھتی تھی۔ خطابیؒ نے کہا ہے کہ معنی ظہور کے یہاں چڑھنے کے ہیں اور اسی قسم سے یہ اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ، سیڑھیاں ہیں کہ اس پر چڑھتے ہیں۔، عیاضؒ نے کہا کہ بعض نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ دھوپ دیوار شرقی پر نہیں چڑھتی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ سب دھوپ حجرہ سے باہر ہونا مراد ہے تو اب ظہور کے معنی زائل ہونے کے ہوں گے جیسے اس مصرعہ عربی میں ہے:

فتلك شكاة ظا هر عنك عار ها)۔

خلاصہ مطلب حدیث عائشہ کا یہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ تنگ صحن والے میں جس کی دیوار قدرے چھوٹی تھی، صحن سے ابھی تک آفتاب کی دھوپ باقی رہتی تھی۔ اور سایہ دیوار مغربی کا صحن میں سے دیوار مشرقی پر نہیں چڑھتا تھا، یعنی سایہ ایک ہی مثل ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے۔

اور روایت کی امام بخاریؒ نے سیارؒ بن سلامہ سے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قا ل د خلت انا و ابی علی ابی برزہ ا لا سلمی فقال له ابی کیف کا ن رسول اللّٰه ﷺ یصلی المکتو بة فقا ل کا ن یصلّی الهجیر الّتی تد عو نها ا لا ولی حین تد حض الشّمس و یصلّی العصر ثم یر جع احد نا الی ر حله فی اقصی المدینة و الشّمس حیّة ۔(صحیح بخاری:۵۴۸)

(کہا سیار بن سلامہ نے کہ میں اور میرے والد ابی برزہؓ کے پاس گئے تو میرے والد نے ان سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ فرض نماز کس وقت پڑھا کرتے تھے۔انہوں نے کہا کہ ظہر تو سورج ڈھلتے ہی پڑھا کرتے اور عصر پڑھ کر بعض لوگ کنارہ مدینہ کے رہنے والے اپنے گھر پہنچ جاتے تھے اور آفتاب تیز رہتا تھا)۔

کہا امام ابوداوٗدؒ نے:

حد ثنا یوسف بن موسی نا جریر عن منصور عن خیثمه قا ل حیا تها ان تجد حر ها۔(روایت کی ہمیں یوسف بن موسیٰ نے کہا کہ روایت کی ہمیں جریر نے اور کہا کہ یہ روایت منصور کے واسطہ سے خیثمہ سے ہے کہ سورج کی حیات کا یہ مطلب ہے کہ اس کی تیزی موجود رہے)۔

اور کہا حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں:

قو له الی ر حله بفتح الراء و سکو ن المهملة ای مسکنه ۔ قو له فی اقصی المدینة صفة للرحل۔ قو له و الشّمس حیّة ای بیضاء نقیة ۔ قا ل الزین بن المنیر المراد بحیا تها قوة اثر ها حرارة و لو نها و شعا عا و انارة و ذا لک لا یکون بعد مصیر الظل مثلی الشیء (رحل کے معنی سکونت کی جگہ کے ہیں، اور کنارہ مدینہ گھر کی صفت ہے۔ اور سورج جیتا ہے، یعنی سفید ہے ۔ زین بن منیر نے کہا کہ مراد اس کی حیات سے سب لوازم آفتاب کا قائم رہنا ہے اور یہ دو مثل پر نہیں رہتے)۔

و فی ابو دا ئود باسناد صحیح عن خیثمة احد التّا بعین قا ل حیا تها ان تجد حر ها (اور ابوداوٗد میں صحیح اسناد سے خیثمہ تابعی کی روایت ہے کہ حیات سورج کی یہ ہے کہ حرارت موجود ہو)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور روایت کی ہے امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ بن مالک سے :

قال کان رسول اللّه ﷺ یصلّی العصر و الشّمس مر تفعة حیّة فیذ هب الذاهب الی العوا لی فیأ تیهم و الشّمس مر تفعة و بعض العوا لی من المدینة علی اربع امیال او نحوه ۔ (بخاری: ٥٥٠)۔(آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور آفتاب بلند اور تیز ہوتا تھا ۔ بعض جانے والے مدینہ سے چارمیل چلے جاتے تھے اورسورج بلندرہتا تھا)

اور روایت کی امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے:

قا ل کنا نصلّی العصر ثم یذ هب الذا ہب الی قباء فیأ تیهم و الشمس مر تفعة۔ (مسلم: ١٢٢١)(حضرت انسؓ نے کہا کہ ہم لوگ عصر کی نماز پڑھتے تھے اوربعض جانے والے قبا پہنچ جاتے تھے اورسورج بلند رہتا تھا)۔

اورانہی الفاظ سے امام مالکؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے

اور روایت کی ہے امام نسائیؒ نے حضرت انسؓ سے:

انّ رسول اللّه ﷺ کا ن یصلّی العصر ثمّ یذ هب الذا هب الی قباء فقا ل احد هما الضّمیر الی الز هری و اسحاق بن عبد اللّه الرا ویین عن انس فیا تیهم و هم یصلّو ن و قا ل ا لآ خر و الشّمس مر تفعة ۔(نسا ئی: ٥٠٦)۔(آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور پھر بعض جانے والے قبا پہنچ جاتے تھے ۔اب ایک راوی کا تو یہ قول ہے کہ ان کو نماز پڑھتے جا پکڑتے تھے اور ایک کا یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد سورج بلندرہتا تھا)

اورامام نسائیؒ کی دوسری روایت میں یوں ہے:

انّ رسول اللّه ﷺ کا ن یصلّی العصر و الشّمس مر تفعة حیّة و یذهب الذّا هب الی العوالی و الشّمس مر تفعة ۔(نسائی: ٥٠٧)۔(آنحضرت ﷺ عصر پڑھتے اورسورج بلند اور تیز ر ہتا تھا اوربعض جانے والے عوالی کی طرف جاتے تھے اورسورج بلندرہتا تھا)

اورتیسری روایت میں یوں ہے:

کا ن رسول اللّه ﷺ یصلّی بنا العصر و الشّمس بیضاء

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

محلقة (نسائی:۵۰۸)۔(آنحضرت ﷺ ہمارے ساتھ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور سورج کی ٹکیہ تیز رہتی تھی)۔

اور روایت کی ہے امام ابن ماجہؒ نے حضرت انسؓ بن مالک سے:

انّ النّبیّ ﷺ کان یصلّی العصر و الشّمس مرتفعة حیّة فیذھب الذّاھب الی العوالی و الشّمس مرتفعة (آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج اس قدر بلند ہوتا تھا کہ عوالی کی طرف جانے والے وہاں پہنچ جاتے اور سورج پھر بھی بلند رہتا تھا)

اور روایت کی امام ابوداوٗدؒ نے حضرت انسؓ سے

انّ رسول اللّه ﷺ کان یصلّی العصر و الشّمس بیضاء مرتفعة حیّة و یذھب الذّاھب الی العوالی و الشّمس مرتفعة (نبی ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج تیز اور بلند رہتا تھا اور بعد نماز کے عوالی کے جانے والے وہاں پہنچ جاتے تھے پھر بھی سورج بلند ہی رہتا تھا)۔

پھر کہا:

حدّثنا الحسن بن علی حدّثنا عبد الرّزاق نا معمرعن الزھری قال و العوالی علی میلین او ثلاثة قال و احسبه قال او اربعة ۔(روایت کی مجھے حسن بن علی نے کہا روایت کی ہمیں عبدالرزاق نے، کہا روایت کی ہم کو معمر نے زہریؒ سے کہ انہوں نے کہا کہ عوالی کی سمت جانا دومیل تھا یا تین۔ معمر کہتے ہیں مجھے یوں یاد پڑتا ہے کہ شائد چارمیل کہا)۔

اور روایت کی امام مالکؒ نے نافع مولی ابن عمرؓ سے:

انّ عمر بن الخطاب کتب الی عمّاله انّ اھمّ امرکم عندی الصّلوة فمن حفظھا و حافظ علیھا حفظ دینه و من ضیعھا فھو لما سواھا اضیع ثمّ کتب ان صلّوا الظّھر اذا کان الفیء ذراعا الی ان یّکون ظلّ احدکم مثله و العصر و الشّمس مرتفعة بیضاء نقیّة قدر ما یسیر الرّاکب فرسخین او ثلاثة قبل غروب الشّمس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(حضرت عمرؓ نے اپنے عاملوں کو خط لکھا کہ بڑا ضروری کام میرے نزدیک نماز ہے۔ اس کا حفاظت رکھنے والہ تمام دین کی باتوں کا حفاظت رکھنے والہ ہے۔ اوراس کا ضائع کرنے والہ، دین کی دیگر باتوں سے بھی بے بہرہ ہے۔ پھر لکھا کہ ظہر ایک گز سایہ سے ایک مثل تک پڑھا کرو اور عصر ایسی پڑھا کرو کہ سورج بلند اور تیز ہوا کرے کہ بعد نماز کے غروب سے پہلے سوار دو تین فرسنگ چلا جاوے)۔

اور امام مالکؒ کی ایک روایت میں یوں آیا ہے:

انّ عمر بن الخطاب کتب الی ابی موسی الا شعری ان صلّی العصر و الشّمس بیضاء نقیة قدر ما یسیر الرا کب ثلا ثة فراسخ (حضرت عمرؓ نے ابوموسی اشعریؓ کو لکھا کہ عصر ایسی پڑھنا کہ سورج صاف روشن ہو کہ نماز کے بعد سوار تین فرسنگ چلا جاوے)

کہا حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں:

قو له و الشّمس مر تفعة حیّة فیه اشارة الی بقاء حر ها وضوء ها کما تقدم ای فی کلام ابی دا ؤد و ابن المنیر قو له بعد ذا لک فیأ تیهم و الشّمس مر تفعة ای دو ن ذا لک الا رتفاع لکو نها لم تصل الی الحدّ الذی یو صف بانها منخفضة و فی ذا لک دلیل علی تعجیله صلی اللّه علیه و سلّم بصلوة العصر لو صف الشّمس با لا رتفاع بعد ان یمضی مسا فة اربعة امیا ل و روی النّسا ئی و الطحاوی و ا للفظ له من طر یق ابی ا لا بیض عن انس قا ل کا ن رسول الله ﷺ یصلّی بنا العصر و الشمس بیضاء محلقة ثمّ ار جع الی قو می فی ناحیة المدینة فا قول لهم قو موا فصلّوا فا ن رسول اللّه ﷺ قد صلّی قا ل الطحاوی نحن نعم ان اولئک یعنی قو م انس لم یکو نوا یصلو نها الا قبل اصفر و الشّمس فد ل ذا لک علی انه ﷺ کان یعجلها ۔

قو له و بعض العوا لی کذا وقع ههنا ای بین بعض العوا لی و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

المدینة المسا فة المذ کورة و روی البھیقی حد یث البا ب من طر یق ابی بکر الصنعا نی عن ابی الیما ن شیخ البخاری فیه و قا ل فی آ خره و بعد العوا لی بضم المو حدةو با لدا ل المھملة و کذا لک اخر جه المصنف فی ا لاعتصا م تعلیقا و وصله البھیقی من طر یق ا للیث عن یو نس عن الز ھری لاکن قا ل اربعة امیا ل او ثلا ثة و روی ھذاالحدیث ابو عوا نة فی صحیحه و ابو العباد السرا ج جمیعا عن احمد بن الفر ج ابی عتبة عن محمد بن حمیر عن ابرا ھیم بن ابی عیلة عن الزھری و لفظه و العوا لی من المد ینة علی ثلا ثة امیا ل و اخر جه الدار قطنی عن المحا ملی عن ابی عتبه المذ کور بسنده المذ کور فو قع علی ستة امیا ل و رواه عبد الرزاق عن الزھری فقا ل فیه علی میلین او ثلا ثة فیحصل من ذا لک ای اقر ب العوا لی من المدینة مسا فة میلین و ابعد ھا مسافة ستة امیا ل و کا نت روا یة المحا ملی محفو ظة۔

قو له و بعض العوا لی الی مدر ج من کلام الزھری و لم یقف الکر ما نی علی ھذا فقا ل من کلام البخاری او انس او الزھری کما ھو عا دته۔ انتھی مختصراً۔

(آ فتاب بلنداور تیز ہو، اس قول میں اشارہ ہے کہ روشنی اور تیزی باقی رہے چنانچہ پہلے گذر چکا۔ یعنی ابوداؤداور ابن منیر کے کلام میں ۔

اور یہ قول کہ بعد نماز کے وہاں پہنچ جاتے تھےاور سورج بلند رہتا تھا یعنی پہلی بلندی سے کم ۔ اور بلند اس لئے کہا کہ اس مرتبہ تک نہیں پہنچا کہ عرف میں اس کو پست کہا جاوے۔ اور اس میں آنحضرت ﷺ کے عصر جلدی پڑھنے کی دلیل ہے کیونکہ چار میل جانے کے بعد سورج بلند رہتا تھا۔ اور نسائی اور طحاوی نے ابی الابیض کی سند سے بواسطہ حضرت انسؓ کے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمارے ساتھ عصر پڑھا کرتے تھے اور سورج کی ٹکیہ روشن رہتی تھی۔ پھر میں مدینہ کے سرے پر اپنی قوم میں جا تا تھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ان سے کہتا تھا اٹھو نماز پڑھو آنحضرت ﷺ تو نماز پڑھ چکے ۔ کہا طحاویؒ نے کہ ہاں وہ لوگ یعنی قوم انسؓ کے سورج کے زرد ہونے سے پہلے ہی عصر پڑھ لیتے تھے تو اس سے یہ بات نکلی کہ آنحضرت ﷺ جلدی عصر پڑھتے تھے۔

اور یہ قول کہ اور بعض نجد کی زمین، یہاں یونہی مروی ہے یعنی بعضی نجد (عوالی) کی زمین اور مدینہ میں وہی مسافت ہے ۔ اور اس باب میں بیہقیؒ نے روایت کی ہے طریق ابوبکر صنعانی سے اور انہوں نے ابی الیمانؒ، بخاریؒ کے استاد سے، اس میں لفظ بعض کی جگہ دال سے بعد بائے موحدہ کے پیش کے ساتھ کہا۔ اور اسی طرح بخاری نے معلق روایت کی ہے اور بیہقی نے اس کو موصول کیا ہے سند لیثؒ سے کہ وہ بواسطہ یونس کے زہریؒ سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن کہا ہے کہ چار میل یا تین میل۔ اور ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں یہی حدیث روایت کی ہے اور ابوعباس سراج نے اور دونوں کی سند یہ ہے روایت ہے احمد بن فرج ابی عتبہ سے کہ روایت کی انہوں نے محمد بن حمیر سے اور انہوں نے ابراہیم بن ابی عیلہ سے، انہوں نے زہریؒ سے، اور لفظ اس کے یوں ہیں نجد (عوالی) کی زمین مدینہ سے تین میل ہے۔

اور روایت کی دارقطنیؒ نے بواسطہ محاملی اور ابی عتبہ کی سند مذکور کے ساتھ اور ذکر کئے اس میں چھ میل۔ اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے زہریؒ سے تو اس میں دو اور تین میل کہی۔

تو ان سب روایتوں سے حاصل ہوا کہ قریب ترین زمین (عوالی) نجد کی مدینہ منورہ سے دو میل کی مسافت پر ہے اور بعید ترین چھ میل پر۔

اور محاملی کی روایت چھ میل والی پکی ہے اور یہ میلوں کی تفصیل زہری کا کلام ہے۔ امام کرمانی کو یہ حال نہ کھلا تو وہ بطور شک کے اپنی عادت کے موافق کہنے لگا کہ یہ کلام امام بخاریؒ کا ہے یا حضرت انسؓ یا امام زہریؒ کا)

اور کہا فتح الباری میں حدیث حضرت انسؓ: قال کنّا نصلّی ثمّ یذھب الذاھب قبا فیاتیھم و الشّمس مرتفعة کے تحت:

قولہ کنّا نصلّی العصر مع رسول اللّٰہ ﷺ کما یظھر ذالک من الطّریق الاخری قد رواہ خالد بن مخلد عن مالک کذالک مصرحا بہ اخرجہ الدّار قطنی فی غرائبہ ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قو له ثمّ یذ هب الذّا هب الی قبا کا ن انساً اراد با لذّا هب نفسه کما یشعر بذ لک روا یة ابی ا لا بیض المقد مة

قو له الی قبا فیأ تیهم ای اهل قبا و هو علی حد قو له و اسأل القریة و اللّه اعلم قا ل النووی فی الحد یث المبادرة بصلوة العصر فی اول وقتها لا نّه لا یمکن ان یّذ هب الذا هب بعد صلوة العصر میلین لو اکثر و الشّمس لم یتغیّر الّا اذا صلّی العصر حین صار ظلّ الشیء مثله ففیه دلیل للجمهور فی انّ اوّل وقت العصر مصیر ظل کل شیء مثله خلا فاً لا بی حنیفه و قد مضی ذا لک فی البا ب الذی قبله۔ انتهی مختصراً

(ہم پڑھتے تھے عصر یعنی ساتھ آنحضرت ﷺ کے جیسا کہ ہویدا ہوتا ہے دوسرے طریق سے اور البتہ روایت کی اس کو خالد بن مخلد نے مالک سے۔ ایسی ہی اس کی تصریح کے ساتھ روایت کی اس کو دارقطنی نے اپنی غرائب میں۔ اور یہ قول کہ پھر جانے والا طرف قبا کے جاتا تھا، انسؓ نے جانے والے سے اپنے کو ارادہ کیا جیسا کہ مخبر ہے اس کے ساتھ روایت ابی الابیض کی جو گذری۔ اور قبا سے اہل قبا مراد ہیں جیسا کہ قرآن میں قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں۔

کہا نوویؒ نے کہ اس حدیث میں عصر جلدی پڑھنی مراد ہے کیونکہ بعد نماز عصر کے ممکن نہیں کہ جانے والہ دومیل یا زیادہ اس سے جاوے اور سورج متغیر نہ ہو مگر جب ایک مثل پر پڑھے۔ پس اس میں جمہور کی دلیل ہے اس بات پر کہ اول وقت عصر کا ایک مثل ہے خلاف ابوحنیفہؒ کے۔ اور البتہ یہ گذرا پہلے باب میں)

اور کہا امام نوویؒ نے:

قو له و الشّمس مر تفعة حیّة قال ا لخطا بی حیا تها صفاء لونها قبل ان تصفراو تغیّر و هو مثل قو له بیضاء نقیّة و قال هو ایضاً وغیره حیا تها و جود حرّ ها و المراد بهذه ا لا حادیث و ما بعد ها المبادرة لصلوة العصر اوّل وقتها لا نّه لا یمکن ان یّذ هب الذّا هب بعد صلوة العصر میلین و ثلا ثة والشّمس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد لم یتغیّر بصفرۃ و نحو ھا ا لا اذا صل العصر حین صار ظلّ الشّیء مثل و لا یکاد یحصل ھذا ا لّا فی ا لایام الطویلۃ

(یہ قول کہ سورج بلند اور روشن ہوتا، کہا خطابیؒ نے سورج کی حیات سے یہ مراد ہے کہ اس کا رنگ صاف ہو زرد نہ ہو۔ اور اسی طرح سورج کے صاف ہونے سے مراد ہے۔ اور خطابی و دیگر علماء نے کہا ہے کہ حیات سے مراد گرمی اور تیزی کا رہنا ہے۔ اور مراد ان سب حدیثوں سے عصر کی نماز میں جلدی ہے کہ اول وقت پڑھو کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ جانے والہ دو تین میل جاوے اور آفتاب متغیر نہ ہو جب تک کہ عصر ایک مثل پر بڑے دنوں میں نہ پڑھی جاوے)

اور روایت کی ہے بخاریؒ اور مسلمؒ اور مالکؒ نے حضرت انسؓ سے:

کنّا نصلّی العصر ثمّ یخرج ا لا نسا ن الی بنی عمرو بن عوف فیجد ھم یصلّو ن العصر (بخاری:۵۵۰۔مسلم:۶۲۱)۔ (ہم عصر کی نماز پڑھ لیتے پھر بعض لوگ بنی عمرو بن عوف قبیلہ کے پاس جاتے اور ان کو نماز پڑھتے پاتے)۔

اور روایت کی ہے امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے:

انّه قا ل صلّی لنا رسول اللّه ﷺ العصر فلما انصرف اتاه رجل من بنی سلمة فقا ل یا رسول اللّه انا نر ید ننحر جزورا لنا و نحن نحب ان تحضر ھا قا ل نعم فا نطلق و انطلقنا معه فو جد نا الجزور لم تنحر فنحر ت ثم قطعت ثم طبخ منھا ثم اکلنا قبل ان تغیب الشمس (صحیح مسلم:۶۲۴)

(آنحضرت ﷺ ہم لوگوں کو جب عصر کی نماز پڑھا چکے تو ایک شخص آپ کے پاس آیا بنی سلمہ میں سے۔ اور کہا کہ ہم اونٹ ذبح کرنا چاہتے ہیں اور آپ بھی تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا۔ پھر آپ ﷺ اور ہم سب گئے تو اونٹ ہمارے سامنے ذبح ہوا اور پارچہ ہو کر بقدر ضرورت پکایا اور غروب سے پہلے ہم نے کھایا)

اور روایت کی ہے امام مسلمؒ نے حضرت رافعؓ بن خدیج سے:

یقول کنّا نصلّی العصر مع رسول اللّه ﷺ ثمّ تنحر الجزور فتقسم عشر قسم ثم تطبخ فنأ کل لحماً نضیجاً قبل مغیب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الشّمس (صحیح مسلم:۶۲۵)

(رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز آنحضرت ﷺ کے ساتھ پڑھتے تھے پھر اونٹ ذبح ہوتا اور دس حصے ہوکر پکتا اور غروب سے پہلے اچھا پکا ہوا گوشت ہم کھاتے)

کہا حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں:

قوله ۔ بنی عمرو بن عوف ای بقباء لا نّها کا نت منازلهم و اخراج المصنّف لهذاالحد یث مشعر با ن کا ن یر ی انّ قو ل الصّحابی کنا نفعل کذا مسند و لو لم یصرح با ضا فته الی زمن النّبیّ ﷺ و هو اختیار الحا کم۔ و قا ل الدّار قطنی و الخطیب و غیر هما هو موقوف و الحقّ انّه موقوف لفظاً مرفوع حکماً لا ن الصّحا بی اورده فی مقام ا لا حتجا ج فیحمل علی انّه اراد کو نه فی زمن النّبیّ ﷺ ۔ و قد روی ابن المبا ر ك هذا الحدیث عن ما لک فقا ل فیه کا ن رسول اللّه ﷺ یصلّی العصر۔ الحد یث اخر جه النسا ئی

قا ل النّووی قا ل العلماء کا نت منازل بنی عمرو بن عو ف علی میلین من المدینة و کا نوا یصلّو ن العصر فی وسط الوقت لا نّهم کا نوا یشتغلو ن با عما لهم و حرو ثهم فدل هذا الحد یث علی تعجیل النّبیّ ﷺ بصلوة العصر فی اوّل وقتها و سیأ تی فی حد یث الز هری عن انس انّ الرّ جل کا ن یأ تیهم و الشّمس مر تفعة

(یہ قول کہ بنی عمر بن عوف یعنی قباء کیونکہ وہ وہاں رہتے تھے اور اس حدیث کو بخاری کا روایت کرنا جتا تا ہے اس بات کو کہ بخاری کا عندیہ یہ ہے کہ صحابی کا یہ کہنا کہ ہم یوں کیا کرتے تھے مسند حدیث کی قسم سے ہے اگر چہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کرنے کی تصریح صحابی نہ کرے۔ اور یہ بات حاکم کی بھی مختار ہے اور دارقطنی اور خطیب وغیرہ نے کہا ہے کہ اس طرح کی حدیث موقوف ہے۔ اورحق بات یہ ہے کہ ایسی حدیث لفظوں میں موقوف ہوتی ہے اور حکم میں مرفوع۔ اس واسطے کہ صحابی دلیل کے مقام پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لایا ہے تو محمول ہوگی اس پر کہ اس کی مراد آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اس فعل کا کرنا ہے۔ اور ابن مبارکؒ نے یہ حدیث مالکؒ سے روایت کی ہے اور اس میں کہا کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے ...آخر حدیث تک۔ نسائی میں یہ روایت ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ بنی عمرو بن عوف کے گھر مدینہ سے دو میل پر تھے اور بیچ کے وقت میں وہ لوگ نماز پڑھا کرتے تھے کیونکہ کھیتی وغیرہ کا کام کیا کرتے تھے تو دلالت کی اس حدیث نے آنحضرت ﷺ کے عصر جلدی پڑھنے پر اول وقت میں۔ اور آگے حدیث زہریؒ میں حضرت انسؓ کی روایت سے آئے گا کہ لوگ وہاں پہنچ جاتے تھے اور سورج بلند رہتا تھا)۔

اور کہا ملا عابد سندھی حنفیؒ نے کہ حدیث رافع بن خدیج ؓ کی، یعنی جس میں اونٹ کے ذبح کرنے کا ذکر ہے، دلیل ہے مذہب جمہور پر کہ ایک مثل کے بعد وقت عصر کا داخل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کلام ان کا بعینہ عنقریب آوے گا۔

اور کہا امام نوویؒ نے ذیل میں اسی حدیث نحر جزور کے:

هذا تصريح با لمبا لغة فی التكبير بالعصر

(یہ تصریح ہے عصر کے جلدی کرنے میں)

اور دلیل میں حدیث بنی عمرو بن عوف کے:

و فی هذه ا لا حا ديث و ما بعد ها دليل لمذ هب ما لک و الشافعی و احمد و جمهور العلماء انّ وقت العصر يد خل اذا صار ظلّ كلّ شیء مثله ۔ و قا ل ابو حنيفه لا يد خل حتی يصير ظلّ الشّیء مثليه۔ و هذه ا لا حا ديث حجّة للجماعة عليه مع حديث ابن عباس فی بيا ن المو ا قيت وحديث جا بر و غير ذا لک (یہ اور اگلی حدیثیں دلیل ہیں امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور سب علماء کے مذہب کی کہ عصر کا وقت ایک مثل پر ہوتا ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ نہیں ہوتا جب تک دو مثل سایہ نہ ہو۔ اور یہ حدیثیں اور حدیث ابن عباسؓ اور جابرؓ وغیرہ جو وقتوں کے بیان میں ہیں، ان پر حجت ہیں)

پس خلاصہ مطلب ان احادیث کا یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

میں پڑھتے تھے کہ بعد عصر کے دوکوس یا تین کوس یا چھ کوس تک کوئی جاتا تو بھی آفتاب کو بلند پاتا۔ اور ایسے وقت میں پڑھتے کہ آفتاب میں خوب گرمی اور روشنی اور شعاع اور تیزی ہوتی۔ اور ایسے وقت میں پڑھتے کہ بعد نماز کے اونٹ کو ذبح کر کے اور قطع کر کے اور دس حصے تقسیم کر کے اور خوب پکا کر کھاتے تو بھی آفتاب باقی رہتا۔ تو دیکھو کہ یہ امور سوا اس کے کہ عصر ایک مثل پڑھیں کیونکر ہوسکتی ہیں۔

اور روایت کی ہے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے ابوبکر بن عثمان سے:

قا ل سمعت ابا اما مة یقول صلّینا مع عمر بن عبد العزیز الظهر ثمّ خر جنا حتی د خلنا علی انس بن ما لک فو جد نا ہ یصلّی العصر فقلت یا عمّ ما هذه الصّلوة الّتی صلّیت قا ل العصر و هذه صلوة رسول اللّه ﷺ کنّا نصلّی معه (بخاری: ۵۴۹۔ مسلم: ۶۲۳)۔ (کہا عثمان نے کہ میں نے ابوامامہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ نماز پڑھی ظہر کی۔ پھر وہاں سے حضرت انس بن مالکؓ کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا اے چچا یہ کیسی نماز ہے؟ کہا کہ عصر کی نماز ہے اور ایسی نماز ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے)۔

اور روایت کی ہے امام مسلمؒ نے علاء بن عبدالرحمٰن سے:

انّه د خل علی انس بن ما لک فی داره با لبصرة حین انصرف من الظّهر و داره بجنب المسجد فلما د خلنا علیه قا ل اصلیتم العصر فقلنا له انّما انصرفنا السّا عة من الظّهر قا ل فصلّوا العصر فقمنا فصلینا فلمّا انصرفنا قا ل سمعت رسول اللّه ﷺ یقول تلک صلوة المنا فق یجلس یر قب الشّمس حتّی اذا کا نت بین قر نی الشّیطا ن قا م فنقر ها اربعاً لا یذ کر اللّه فیها ا لا قلیلاً (صحیح مسلم: ۶۲۲)

(علاء بن عبدالرحمٰن، حضرت انسؓ کے پاس گئے بصرہ میں ظہر پڑھ کر اور ان کا گھر مسجد کے پاس تھا۔ غرض کہ جب ان کے پاس گئے تو حضرت انسؓ نے ان سے پوچھا کہ تم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے عصر کی نماز پڑھ لی۔ ہم نے کہا کہ ہم اس وقت ظہر پڑھ کے آئے ہیں۔ حضرت انسؓ نے کہا عصر پڑھو، ہم نے کھڑے ہوکر عصر پڑھی، جب پڑھ چکے تھے تو حضرت انسؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کو دیکھتا رہتا ہے جب سورج غروب ہونے کو ہوتا ہے تو چار ٹکریں لگا لیتا ہے کچھ یوں ہی اس میں تھوڑا سا پڑھ لیتا ہے)

کہا شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں:

قوله سمعت ابا اما مة و هو اسعد بن سهيل بن حنيف و هو عم الراوى و فى القصّة دليل على انّ عمر بن عبد العزيز كان يصلّى الصّلوة فى آ خر وقتها تبعاً لسلفه الى ان انكر عليه فر جع اليه كما تقدم و انّما انكر عليه عر وة فى العصر دو ن الظّهر لانّ وقت الظّهر لا كرا هة فيه بخلاف وقت العصر۔ و فيه دليل على صلوة العصر فى اوّل وقتها ايضاً و هو عند انتهاء وقت الظّهر ۔ و لهذا تشكك ابو اما مة فى صلوة انس ا هى الظهر او العصر ۔ فيد لّ ايضاً على عد م الفا صلة بين الوقتين و قو له له يا عمّ هو على سبيل التوقير و كو نه اكبر سناً مع ان نسبهما مجتمع فى ا لا نصار و لكن ليس عمه على الحقيقة ۔ و اللّه اعلم (میں نے ابی امامہ سے سنا، یہ شخص اسعد بن سہیل بن حنیف راوی کے چچا ہیں، اور اس قصہ میں دلیل ہے کہ عمر بن عبد العزیزؒ آخر وقت نماز پڑھا کرتے تھے اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی۔ یہاں تک کہ عروہؒ نے ان پر نکیر کیا تو انہوں نے اس سے رجوع کیا۔ چنانچہ یہ قصہ اوپر گزر چکا۔ اور سوا اس کے نہیں کہ عروہ نے ان پر عصر کے باب میں نکیر کیا۔ ظہر کے باب میں نہ کیا۔ کیونکہ ظہر کے وقت میں کراہت نہیں بخلاف وقت عصر کے۔ اور اس میں سے یہ دلیل بھی نکلی کہ عصر کی نماز کا اول وقت انتہائی ظہر ہے۔ اسی واسطے ابوامامہ نے انسؓ کی نماز میں شک کر کے پوچھا کہ یہ ظہر کی نماز ہے یا عصر کی؟ تو اس نے دلالت کی کہ ان دونوں وقتوں میں فاصلہ نہیں۔ اور ابوامامہ نے حضرت انسؓ کو چچا بوجہ توقیر اور بڑا جان کر کہا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھا ورنہ وہ ان کے چچا حقیقت میں نہ تھے ہاں دونوں کا نسب انصار میں ہے)
اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں ذیل میں ان دونوں حدیثوں کے:

هذا ن الحد يثا ن صريحا ن فی تبکير بصلوة العصر فی اوّل وقتها و انّ وقتها يد خل بمصير ظلّ کلّ شیء مثله و لهذا کان الآخرو ن يؤ خرو ن الظّهر الی ذا لک الوقت و انّما ا خر ها عمر بن عبد العزيز علی عادة ا لا مراء قبله قبل ان تبلغه السنة فی تقديمها فلما بلغته صار الی التقديم و هذا حين ولی عمر بن عبد العزيز المد ينة نيا بة لا فی خلا فته لا ن انسا توفی قبل خلا فة عمر بن عبد العزيز نحو تسع سنين

(یہ دونوں حدیثیں عصر کی جلدی پڑھنے میں واضح ہیں۔ اور اس بات میں کہ عصر کا وقت ایک مثل پر ہوتا ہے ۔اسی واسطے ظہر کی نماز کی تاخیر اس وقت تک وہ لوگ کرتے تھے ۔ اور عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسی واسطے تاخیر کی کہ ان کے پہلے کے امیروں کی عادت تھی ۔اور جلدی کے باب کی حدیث پہنچنے سے پہلے تاخیر کیا کرتے تھے۔ اور جب عمر بن عبدالعزیزؒ کو جلدی کی حدیث پہنچ گئی تو انہوں نے اس طرف رجوع کیا۔اور یہ قصہ اس زمانے کا ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ کے عامل تھے ۔کیونکہ حضرت انسؓ ان کی خلافت سے نو برس پہلے فوت ہو چکے تھے)

اور کہا ملا عابد سندی حنفیؒ نے مواہب لطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ میں:

فا لجمهور علی ان وقت العصر يد خل بصيرورة ظل کل شیء مثله بالافراد بد ليل ما ا خر جه البخاری عن رافع بن خديج قا ل کنّا نصلّی مع النّبیّ ﷺ صلوة العصر ثمّ ننحر الجزور فنقسم علی عشرقسم ثمّ نطبخ فنأ کل لحماً نضيجاً قبل ان يغيب الشّمس۔

و عند الشيخين عن انس قال کا ن رسول اللّه ﷺ يصلّی العصر و الشّمس مر تفعة حيّة فيذ هب الذّا هب الی العوا لی فيأ تيهم و الشّمس مرتفعة و بعض العوا لی من المدينة علی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اربعة امیا ل۔ و فی روا یة الی قباء

و فی حد یث اسعد بن سہل بن حنیف فیما ا خر جاہ عنہ قا ل صلّینا عمر بن عبد العزیز الظّھر ثمّ خر جنا حتّی د خلنا علی انس بن ما لک فو جد نا ہ یصلّی العصر فقلت یا عمّ ما ھذہ الصّلوۃ قا ل العصر و ھذہ صلوۃ رسول اللّٰہ ﷺ الّتی کنّا نصلّی معہ و عند ھما من حد یث عا ئشہ انّ رسول اللّٰہ ﷺ کا ن یصلّی العصر و الشّمس فی حجر تھا قبل ان تظھر و قد ثبت ان جبر یل صلّی با لنّبیّ ﷺ فی الیو م ا لا وّل صلوۃ العصر عند صیرورۃ ظلّ کلّ شیء مثلہ و صلّی فی الیو م الثانی حین کا ن ظلّ کلّ شئی مثلیہ و قا ل الوقت ما بین ھذین الوقتین و علی ھذا کا فة العلماء من الصّحا بة و التّابعین و ا لآ ئمّة (سو جمہور اس پر ہیں کہ ایک مثل پر عصر کا وقت داخل ہو جا تا ہے بدلیل اس حدیث رافع بن خدیج کے جسے امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ رافعؓ نے کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھتے تھے پھر اونٹ ذبح کرکے اور اس کے دس حصے کر کے اسے پکاتے اور غروب سے پہلے خوب اچھا پکا ہوا گوشت کھا لیتے۔

اور شیخین نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج بلند اور تیز رہتا تھا اور جانے والے عوالی کے بعض گاؤں میں پہنچ جاتے تھے اور بعض ایسے گاؤں مدینہ سے چار میل پر ہیں اور ایک روایت میں قبا کا جانا آیا ہے۔

اور اس حدیث میں جو اسعد بن سہل بن حنیف سے شیخین نے روایت کی یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ ظہر پڑھی پھر نکلے اور حضرت انسؓ کے پاس گئے تو انہیں عصر پڑھتے پایا۔ تو میں نے کہا چچا یہ کون سی نماز ہے؟ تو انہوں نے کہا عصر ہے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہم عصر اسی وقت پڑھا کرتے تھے۔

اور شیخین نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے اور سورج ان کے حجرے میں ہوا کرتا تھا اور دھوپ دیواروں پر نہ پھیلتی۔ اور بلا شک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جبریل نے آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھائی پہلے دن عصر کی ایک مثل پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرے دن دو مثل پر اور کہا کہ وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔ اور ان پر اکثر صحابہ اور تابعین اور امام ہیں)

پس حاصل مطلب مع الشرح حدیث اول کا یہ ہوا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ باقتداء سلف امراء کی نماز ظہر کی مثلاً اخیر وقت میں پڑھتے۔ یعنی قریب ایک مثل کے، نہ بعد اس کے جیسا کہ مقتضی ہے اجماع صحابہ اور تابعین اور تمام آئمہ کا سوا امام ابوحنیفہ ؒ کے اوپر دخول وقت عصر کے بعد ایک مثل کے۔ جیسا کہ کلام میں سبھوں کے گذرا۔ اور بہت صریح دلالت کرنے والہ اس پر کہ تاخیر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ایک مثل تک تھی، نہ خارج اس کے، قول امام نووی کا شرح صحیح مسلم سے نقل ہو چکا۔ تو ایسے وقت میں ابوامامہ نے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ظہر پڑھی اور بعد نماز کے جب حضرت انسؓ کے پاس گئے تو ان کو عصر پڑھتے پایا، تو پوچھا کہ یہ کون سی نماز پڑھتے ہو؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا کہ عصر پڑھتا ہوں اور اسی وقت میں ہم صحابہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

اور حاصل دوسری حدیث کا یہ ہوا کہ علاء بن عبدالرحمٰنؒ اپنے معمول کے وقت پر یعنی ایک مثل کے قریب، نہ خارج اس کے، ظہر پڑھ کر انسؓ کے گھر میں، کہ وہ گھر مسجد سے قریب ہی تھا، گئے۔ تب انسؓ نے پوچھا کہ عصر پڑھ چکے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے تو ابھی ظہر پڑھی ہے۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ ابھی پڑھو نماز عصر کی، تو پڑھی ہم نے عصر۔ تب کہا حضرت انسؓ نے کہ نماز تاخیر کر کے وقت اول سے پڑھنی نماز ہے منافق کی۔

اور روایت کی ہے نسائی اور ابوداؤد نے حضرت ابن مسعودؓ سے:

قال كانت قدر صلوة رسول اللّٰه ﷺ الظهر فى الصّيف ثلاثة اقدام الى خمسة اقدام و فى الشّتاء خمسة اقدام الى سبعة اقدام (سنن ابوداؤد: ۴۰۰)۔

(عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی نماز کی مقدار گرمی میں تین قدم سے لے کر پانچ قدم تک تھی اور سردی میں پانچ قدم سے لے کر سات قدم تک)

کہا مرقاۃ الصعود میں:

قال الخطابى هذا امر يختلف فى الاقاليم و البلدان و ذالك لانّ العلّة فى طول الظّلّ و قصره هو زيادة ارتفاع الشّمس فى

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

السّماء و انحطا طها و کا نت صلوۃ رسول اللّٰہ ﷺ بمکّۃ و المدینۃ و ھما من ا لاقا لیم الثّا نی و قول ابن مسعود ینز ل علی ھذا التّقدیر فی ذا لک ا لاقا لیم دو ن ا لاقا لیم الّتی ھی خا ر جۃ عن ا لاقا لیم الثّا نی ۔ انتھی مختصراً

(خطابی نے کہا کہ یہ امر اقلیموں اور شہروں میں مختلف ہے۔ اس لئے کہ لمبائی سایہ کی اورکوتاہی سورج کی بلندی اور پستی سے ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی نماز مکہ اور مدینہ میں تھی ۔ اور یہ دونوں جگہ دوسری اقلیم میں ہیں۔ اور وہ قول ابن مسعودؓ کا اس صورت پر انہی اقلیموں میں لگے گا اور ولائتوں میں نہیں) ۔

اور کہا فتح الودود میں :

و المراد ان یبلغ مجموع الظّلّ ا لا صلی و الزّا ئد ھذا المبلغ لان یّصیر الزّا ئد ھذا المبلغ و یعتبر ا لا صلی سوی ذا لک ۔ اقول و الدّ لیل علیہ ظا ھر الحدیث و ھو لیس بمستثنی عنہ الظّلّ ا لا صلی بل ا لا طلاق علی سبیل الشّمو ل کما لا یخفی

(اور مراد یہ ہے کہ سایہ اصلی اور زائد دونوں مل کر اس حد کو پہنچے، نہ یہ کہ صرف سایہ زائد اس حد کو پہنچے اور اصلی الگ لیا جاوے ۔ میں کہتا ہوں کہ دلیل اس پر ظاہر حدیث ہے کیونکہ اس میں سے سایہ اصلی کو علیحدہ نہیں کیا بلکہ مطلق دونوں کے شمول کے طور پر بولا گیا ہے، چنانچہ ظاہر ہے)

اور کہا ارکان اربعہ میں:

و خمسۃ ا لاقدا م یکو ن اقل من المثل

(اور پانچ قدم ایک مثل سے کم ہوتے ہیں)

پس حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی نماز ظہر مکہ مدینہ میں ایسے انداز سے ہوتی تھی کہ گرمی میں ابتداء اس کے تین قدم معہ سایہ اصلی کے ہوتی تھی اور انتہاء پانچ قدم معہ سایہ اصلی کے۔ اور سردیوں میں ابتداء اس کے پانچ قدم معہ سایہ اصلی کے ہوتی اور انتہاء اس کے سات قدم معہ سایہ اصلی کے ہوتی ۔ الغرض دونوں موسم کی نمازوں کی انتہاء بعد وضع کرنے سایہ اصلی کے ایک مثل سے ورے ہوتی تھی اور اس سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کبھی رسول اللہ ﷺ نے تجاوز نہیں کیا۔

پس یہ ہیں دلائل قو یہ جمہور کے اس مذہب ہر کہ آخر وقت ظہر کا ایک مثل تک ہے۔ اور بعد اس کے وقت عصر کا داخل ہو جاتا ہے۔

اور دلائل انصار مذہب مشہور امام ابوحنیفہؒ کے، جن میں سے جناب مؤلف ہیں، چار تو جناب مؤلف نے بیان کئے ہیں:

دلیل اول۔ یہ کہ روایت ہے ابو ہریرہؓ وغیرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

اذا اشتدّ الحرّ فا بردوا با لصّلوۃ فا نّ شدّۃ الحرّ من فیح جھنم۔ رواہ الشیخا ن و غیر ھما ۔ (جس وقت گرمی کی شدت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ ہے)۔

وجہ استدلال مؤلف تنویر الحق نے یہ کہی ہے کہ اس حدیث کی تفسیر ہے روایت عبد اللہ بن رافع کی حضرت ابو ہریرہؓ سے:

انّہ سأ ل ابا ھریرۃ عن وقت الصّلوۃ فقا ل ابو ھریرۃ انا اخبرك فصلّ الظّھر اذا کا ن ظلّک مثلک ۔ رواہ ما لک ۔ (عبداللہ بن رافع نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نماز کا وقت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں بتاؤں ظہر ایک مثل پر پڑھا کرو)

اور یہ حدیث دال ہے اس پر کہ وقت ظہر کا بعد ایک مثل کے باقی رہتا ہے اس قدر کہ دس رکعتیں ظہر کی پڑھ سکیں اور اگر مسبوق آ ملے تو وہ بھی دس رکعتیں اپنی پڑھ سکے پہلے آنے آخر وقت کے، اور اس میں قریب دو مثل کے وقت آجاوے گا۔

پس مؤلف تنویر الحق کی اس دلیل کے دو جواب ہیں:۔

☆ پہلا جواب یہ ہے جو شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں بیان کیا ہے:

قا لوا معناہ مع الفیء ا لا صلی بحیث یکو ن المجموع ذا لک القدر و یحصل ذا لک با لا براد فی الصّیف و التکبیر فی الشّتاء فلا دلیل فیہ لمن قا ل ببقا ء وقت الظّھر بعد ما صار الظّلّ مثلہ (مشائخ نے کہا ہے کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ مع سایہ اصلی کے مجموعہ اس قدر ہو۔ اور اس مقدار میں گرمی کے ٹھنڈک اور جاڑے کی جلدی حاصل ہے، تو اب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس میں اس شخص کی دلیل نہ رہی جس نے ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت رہنا بتایا ہے)

اقول ۔ شرح اس کی یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے سایہ اصلی کو استثناء تو کیا ہی نہیں۔ پس مراد ایک مثل سے ان کے کلام میں ایک مثل معہ سایہ اصلی کے ہو گی۔ اور وہ بھی تقریباً۔ تو جب کہ سایہ اصلی کو اس میں سے نکالیں اور تحقیقاً مقدار سایہ کی معلوم کریں تو اس قدر وقت نکلتا ہے کہ بخوبی نماز ظہر سے امام اور مسبوق قبل انتہاء ایک مثل کے فارغ ہو سکتے ہیں ۔ پس نہیں ہوئی دلیل اوپر باقی رہنے وقت ظہر کے بعد اختتام ایک مثل کے بیچ اس حدیث کے ۔

☆ دوسرا جواب یہ کہ جب کہ ثابت ہو چکیں حدیث صحیحہ دالہ اس پر کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہتا اور مقدم ہونا ان احادیث کا سوائے ایک حدیث کے جو جبریل کی امامت کی ہے معلوم نہیں تو کہ ان سبھوں کو منسوخ کہیں ۔ پس واجب ہوا جمع اور اتفاق کرنا اس حدیث ابو ہریرہؓ میں اور ان احادیث میں، تو کہتے ہیں ہم کہ مراد حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہو جا امام ہو کر خواہ مسبوق ہو کر ایسے وقت تک کہ سایہ تیرا مثل تیرے ہو ۔ایسا ہی کہا ہے امام نوویؒ نے اور شیخ سلام اللہؒ نے معنی میں اس قول کے:

و صلّی المرّ ة الثّا نیة الظّھر حین کا ن ظلّ کلّ شیء مّثله
لوقت العصر با لا مس

(اور دوسرے دن ظہر پڑھی ایک مثل پر جو پہلے دن کے عصر کا وقت تھا)

جو کہ حدیث میں جبریل کے وارد ہے واسطے دفع تعارض کے حدیث جبریل اور حدیث

اذا صلّیتم الظّھر فا نّه وقت الی ان یحضر العصر (جب تم ظہر پڑھو تو عصر کا وقت آنے تک اس کا وقت ہے) سے اور واسطے دفع اشتراک کے جیسا کہ ضمن میں اول حدیث کے ہماری احادیث میں سے کلام ان کا نقل کیا گیا۔

☆ دلیل ثانی مؤلف کی یہ ہے کہ روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے:

انّ رسول اللّه ﷺ قا ل انّما مثلکم و مثل اھل الکتا ب کر جل استأ جر اجراً فقا ل من یّعمل لی من غدوة الی نصف النّھار علی قیرا ط قیرا ط فعملت الیھود ۔ ثمّ قا ل من یّعمل لی من نصف النّھار الی صلوة العصر علی قیرا ط قیرا ط فعملت

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

النّصاری۔ ثمّ قال من یّعمل لی من العصر الی ان تغیب الشّمس علی قیرا طین فا نتم هم۔ فغضب الیهود و النّصاری فقا لوا ما لنا کنا اکثر عملاً و اقل عطاء ۔ رواه الشیخا ن و التر مذی۔

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری کہاوت اور اہل کتاب کی کہاوت اس آدمی کی سی ہے کہ اس نے کئی مزدور لگائے اور کہا جو میرا کام فجر سے دو پہر تک کرے تو اس کو ایک قیراط۔سو یہ یہود ہوئے، پھر کہا جو نماز عصر تک دوپہر سے کرے، تو اسے بھی ایک قیراط۔ یہ نصاری ہوئے، پھر کہا کہ نماز عصر سے شام تک جو کرے تو اسے دو قیراط۔سو وہ تم ہو۔اور یہود و نصاری جل گئے کہ ہم سے کام تو بہت لیا اور اجرت تھوڑی دی)

وجہ استدلال مؤلف کی یہ ہے کہ یہود نے اپنے عمل کو جو فجر سے ظہر تک تھا، اور نصاری نے اپنے عمل کو جو ظہر سے عصر تک تھا، عمل سے مسلمین کے بہت بڑا ساتھ صیغہ افعل التفضیل کے کہا تو معلوم ہوا کہ وقت عصر کے سے وقت ظہر کا بہت ہی بڑا ہے۔تو چاہیے کہ دو ثلث وقت ظہر کا ہو اور ایک ثلث وقت عصر کا، جیسا کہ دو قیراط ہیں بہ نسبت ایک قیراط کے۔پس ہو جائے گا وقت ظہر کا سوا سایہ اصلی کے دو مثل تقریباً۔

☆ پس جواب اس کے چار ہیں جو کلام شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ سے، جو ردّ میں قاضی ابو زید دبوسی حنفی کے صادر ہو چکا ہے، مستفاد ہوتے ہیں۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے:

قوله فی حد یث ابن عمر و نحن کنّا اکثر عملاً تمسک به بعض الحنفیة کا بی زید فی کتا ب ا لاسرار الی ان وقت العصر من مصیر ظل کل شیء مثلیه لا نه لو کا ن من مصیر کل شیء مثله لکا ن مسا و یاً لوقت الظهر و قد قا لوا کنا اکثر عملاً فد ل علی انه دو ن وقت الظهر و اجیب بمنع المساواة و ذا لک معرو ف عند اهل العلم بهذا الفن و هو ان المدّ ة التی بین الظهر و العصر اطو ل من المد ة التی بین العصر و المغرب و اما ما نقله الحنا بلة من ا لا جماع علی ان وقت العصر ر بع النّهار فمحمو ل علی التّقریب اذا فر عنا علی ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوّل وقت العصر مصیر الظل مثله کما قا له الجمھور و اما علی قول الحنفیة فالّذی من الظّھر الی العصر اطول قطعاً و علی التنزل لا یلز م من التّمثیل و التّشبیه التسویة من کل جھة و با ن الخبر اذا ورد فی معنی مقصود لا تؤ خذ منه المعارضه لما ورد فی ذا لک المعنی بعینه مقصود فی امر آخر و با نّه لیس فی الخبر نص علی ان کلا من الطا ئفتین اکثر عملا لصدق ان کلهم مجتمعین اکثر عملاً من المسلمین و با حتما ل ان یکو ن اطلق ذا لک تغلیباً و باحتما ل ان یکون ذکر قول الیھود خا صة فیند فع ا لاعترا ض من اصله کماجز م بعضھم و یکو ن نسبة ذا لک للجمیع فی الظّاھر غیر مرادة بل ھو عمو م ارید به الخصو ص و با نّه لا یلزم من کو نھم اکثر عملاً ان یّکو نوا اکثر زما ناً لا حتما ل کو ن العمل فی زمنھم کا ن اشق و یئو یّده قو ل تعا لی ر بّنا:

و لا تحمل علینا اصراً کما حملته علی الّذین من قبلنا،

و ممّا یؤ یّد کو ن المراد کثرة العمل و قلته لا با لنسبة الی طول الزما ن و قصره کو ن اھل ا لا خبار متفقین علی ان المدة التی بین عیسی و نبینا ﷺ دو ن المدة التی بین نبیّنا و قیام السا عة لا ن جمھور اھل المعرفة با لا خبار قا لوا انّ مدّ ة الفترة بین عیسی و نبیّنا علیھما السلام ستّ مأة سنة و ثبت ذا لک فی صحیح البخاری عن سلمان و قیل انھا دو ن ذا لک حتی جا ء عن بعضھم انھا مأة و خمس و عشرو ن سنة و ھذه مدّ ة المسلمین با لمشا ھدة اکثر من ذا لک فلو تمسکنا با نّ المراد التمسک بطو ل الز ما نین و قصر ھما للزم ان یکو ن وقت العصر اطول من وقت الظھر و لا قا ئل به فد ل ان المراد کثرة العمل و قلته ۔و اللہ سبحا نه و تعا لی اعلم۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(حدیث ابن عمرؓ میں اس قول سے کہ ہم سے کام بہت لیا، بعض حنفیوں نے جیسے ابی زید نے کتاب الاسرار میں یہ تمسک کیا ہے کہ وقت عصر کا اگر ایک مثل پر ہو تو ظہر کے وقت کے برابر ہوجاوے گا، جب کہ انہوں نے کہا ہے کہ ہم سے کام بہت لیا ہے تو دلالت ہوئی اس بات پر کہ عصر کا وقت ظہر کے وقت سے کم ہے۔ اور جواب دیا گیا ہے مساوات کے منع سے۔ اور یہ بات اہل علم میں اس فن کے نزدیک مشہور ہے کیونکہ وہ مدت جو ظہر اور عصر کے مابین ہے لمبی ہے۔

اور وہ جو حنبلیوں نے نقل کیا ہے اجماع اس پر کہ وقت عصر چوتھائی دن ہے۔ تو وہ تقریب پر حمل کیا گیا ہے جس وقت کہ یہ تفریع کی ہم نے کہ عصر کا وقت ایک مثل پر ہوتا ہے جیسا کہ جمہور نے کہا ہے۔ اور بہرکیف حنفیوں کے قول پر تو وہ مدت جو عصر اور ظہر کے مابین ہے، لمبی ہے یقینی۔ اور اگر اس کا خلاف مانا جاوے تو تمثیل میں ہر طرح کی مساوات لازم نہیں ہے۔

اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ ایک ایسے معنی میں جو اصل مراد ہے جب حدیث وارد ہووے تو ایسے معنی سے جو امر دیگر میں ضمنی مراد ہے، معارضہ نہیں کیا جاتا۔

اور ایک جواب یوں ہے کہ حدیث میں یہ واضح نہیں ہے کہ یہود و نصاری ہر ایک کے کام بہت ہیں، بسبب اس کے کہ یہ بات بھی صادق آسکتی ہے کہ دونوں نے مل کر مسلمانوں سے بہت کام کیئے۔ اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ تغلیب کے طور پر یوں فرمادیا ہو۔ اور ایک احتمال یہ ہے کہ خاص قول یہود کا ذکر کردیا ہے تو اصل میں اعتراض ہی نہیں جیسا کہ بعض نے یہی توجیہہ بالیقین کی ہے۔ تو اب ظاہر میں دونوں فرقوں کی نسبت مراد نہ ہوگی۔ بلکہ عام بول کر خاص مراد لیا گیا ہے۔

اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ عمل میں بہت ہونے سے زمانے کی زیادتی لازم نہیں۔ کیونکہ یہ احتمال ہے کہ ان پر عمل سخت سخت تھے اور اس کی تائید کرتی ہے یہ آیت: ربّنا و لا تحمل.... اور اس بات کی تائید پر کہ کثرت عمل بخیال کثرت زمانے کے یہاں مراد نہیں، یہ امر ہے کہ اہل تاریخ اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ کے مابین جو مدت ہے وہ اس مدت سے کم ہے جو آنحضرت ﷺ اور قیامت کے مابین ہے۔ کیونکہ جمہور مؤرخین نے کہا ہے کہ زمانہ فترۃ چھ سو برس ہیں اور یہ صحیح بخاری

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت سے ثابت ہے۔ اور بعض نے اس سے بھی کم کہا ہے۔ یہاں تک بعضوں سے سوا سو برس کی روایت آئی ہے۔ اور مدت مسلمانوں کی جو آج کے دن تک ہے دیکھی بھالی بات ہے۔ کہ اس سے زیادہ ہے سو اگر دلیل ٹھہراویں ہم اس پر کہ بڑائی اور چھوٹائی دونوں زمانوں کی مراد ہے، تو لازم آوے گا کہ عصر کا وقت ظہر کے وقت سے لمبا ہو جاوے گا، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ صرف کمی بیشی عمل کی مراد ہے)

تفصیل جوابات مع شرح یہ ہے کہ صدر کلام شیخ الاسلام ابن حجر کا رد ہے ابو زید دبوسی حنفی پر اور قول ان کا و بان الخبر اذا ورد .. الخ . جوابات ہیں استدلال مؤلف کے۔ سو وہ چار ہیں۔

☆ اول جواب یہ کہ جو حدیث ایک معنی پر دلالت کرے اور اسی معنی کے قصد سے وہ صادر ہو تو اس کے معارض نہ ہوگی وہ حدیث جس میں وہ معنی پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ حدیث بقصد اس معنی کے وارد نہیں ہوئی بلکہ ارشاد سے اس کی غرض اور کچھ ہے۔

اقول۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ احادیث یک مثلی جو سابق میں نقل ہوئیں، مقصود ان سے تحدید ہے آخر وقت ظہر کی۔ اور اول وقت عصر کی۔ تو دلالۃ ان حدیثوں کی وقت ظہر اور عصر پر بطور عبارت النص کے ہوئی اور حدیث اجارہ کی، جس سے مؤلف کو استدلال ہے، غرض اور قصد اس کے سوق سے اخبار ہے اس بات سے کہ یہود اور نصاری دونوں فریق باوجود کثرت عمل کے کمتر ہیں امت محمدیہ سے بیچ جزائے عمل کے۔ اور بقاء اس امت کا قلیل ہے بہ نسبت ان دونوں کے مل کر۔ پس دلالت اس حدیث کی اوپر کمی و بیشی وقت عصر اور ظہر کے اگر تسلیم بھی کی جاوے تو بطور اشارۃ النص کے ہوگی۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ اشارۃ النص، معارض عبارۃ النص کے نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ عبارۃ النص مرجح اور معمول بہ ہوتی ہے۔ اور اشارۃ النص مرجوح اور متروک ہوتی ہے جیسا کہ کہا صدر الشریعۃ حنفیؒ نے توضیح میں:

اما المتن فکترجح النص علی الظاھر و المفسر علی النص و المحکم علی المفسر و الحقیقۃ علی المجاز و الصریح علی الکنایۃ و العبارۃ علی الاشارۃ و الاشارۃ علی الدلالۃ۔

(لیکن متن سو جیسا کہ غالب رہنا نص کا ظاہر پر اور مفسر کا نص پر اور محکم کا مفسر پر اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حقیقت کا مجاز پر اور صریح کا کنایہ پر اور عبارت کا اشارہ پر اور اشارہ کا دلالت پر)
اور کہا علامہ تفتازانیؒ نے تلویح میں :

اعلم انّ الثّا بت با لاشارۃ و العبارۃ سواء فی الثّبو ت با لنّظم و فی القطعیۃ ایضاً عند ا لا کثر ا لا انہ عند التعا ر ض یقدم العبارۃ علی ا لا اشارۃ لمکا ن القصد با لسّوق کقو لہ علیہ السّلام فی النّساء انّھنّ نا قصات عقل و دین ۔ الحدیث سبق لبیان نقصا ن دینھن و فیہ اشارۃ الی ان اکثر الحیض خمسۃ عشر یو ما و ھو معا ر ض بما روی انّہ ﷺ قا ل اقل الحیض ثلاثۃ ایام و اکثر عشرۃ ایام و ھو عبارۃ فرجح (جو ثابت ہو اشارہ اور عبارت سے نظم قرآن سے، ثابت ہونے میں دونوں برابر ہیں اور قطعی ہونے میں بھی اکثر اہل اصول کے نزدیک، ہاں جب دونوں میں معارضہ پڑے تو عبارۃ، اشارۃ پر مقدم ہے کہ وہ سیاق کلام کا مسبب ہے۔ جیسے کہ عورتوں کے باب میں آنحضرت ﷺ کا یہ قول کہ وہ عقل اور دین میں ناقص ہیں...سیاق تو اس کا ان کے دین اور عقل کے نقصان کے باب میں ہے اور اس میں اشارہ یہ بھی ہے کہ اکثر مدت حیض کی پندرہ دن ہیں اور یہ اشارہ معارض ہے اس کے جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اقل مدت حیض تین دن اور اکثر مدت حیض کی دس دن ہیں اور یہ عبارۃ النص ہے تو یہ مقدم ہے)۔

اور امام محمدؒ نے اس حدیث اجارہ یہود و نصاری سے تاخیر نماز عصر کی افضل و اولی لکھا ہے از روئے دلالت نص کے اپنے مؤطا میں اور اس حدیث سے یہ استدلال نہ کیا کہ وقت عصر کا بعد مثلین کے ہوتا ہے۔

اب معلوم ہو کہ دلالۃ النص کمتر ہوتی ہے اشارۃ النص سے عندالتعارض

انّ الدّ لا لۃ ایضاً کا لا شارۃ لکن ا لا شارۃ اولی عند التّعا ر ض کذا فی نور ا لا نوار و التو ضیح و غیر ھما من کتب الفقہ
(دلالت بھی اشارہ کی طرح ہے، لیکن اشارہ اولی ہے معارضہ کے وقت)

اور حال اشارۃ النص کا قبل ازیں معلوم ہو چکا کہ بمقابلہ عبارت النص کے مرجوح اور غیر معمول بہ ہوتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اورمولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے حدیث مؤطا کی بستان المحدثین میں نقل کرکے توجیہہ وتشریح اس حدیث کی خوب کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

نسخہ شانزدہم از مؤطا روایت امام محمد بن الحسن الشیبانی است وامام مذکور بجہت شہرت و کثرت احوال نویساں محتاج تعریف وتوصیف نیست مؤطا خود را بریں حدیث ختم نمودہ اخبرنا مالک عن عبد اللّٰہ ابن عمر انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال ان اجلکم فیما خلا من الامم کما بین الصلوۃ العصر الی مغرب الشمس وانما مثلکم ومثل الیہود والنصاری کرجل استعمل عمالا فقال من یعمل لی الی نصف النہار علی قیراط قیراط فعملت الیہود ثمّ قال من یّعمل لی من نصف النّہار الی العصر علی قیراط قیراط، فعملت النّصاری علی قیراط قیراط۔ثم قال من یّعمل لی من صلوۃ العصر الی مغرب الشّمس علی قیراطین قیراطین الا فانتم الّذین تعملون من صلوۃ العصر الی مغرب الشّمس علی قیراطین قیراطین۔ فقال فغضب الیہود والنّصاری و قالوا نحن اکثر عملاً واقل عطاءً قال ہل ظلمتکم من حقّکم شیئاً؟ قالوا لا قال فانہ فضل اوتیہ من اشاء (بخاری: ۵۵۷)۔ ثمّ قال محمد ہذا الحدیث یدلّ علی انّ تاخیر العصر افضل من تعجیلہا الا تری انہ جعل ما بین الظّہر الی العصر اکثر ممّا بین العصر الی المغرب فی ہذا الحدیث۔ و من عجّل العصر کان ما بین الظّہر الی العصر اقلّ ممّا بین العصر الی المغرب۔ فہذا یدلّ علی تاخیر العصر وتاخیر العصر افضل من تعجیلہا ما دامت الشّمس بیضاء نقیۃ ثمّ یخالطہا صفوۃ وہو قول ابی حنیفہ والعامۃ من فقہاءنا۔

(روایت کی مالکؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مدت تمہاری بہ نسبت زمانہ امتوں سابق کے ایسی ہے جیسے نماز عصر سے مغرب تک، اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہاوت تمہاری اور یہود و نصاری کی مانند اس شخص کے ہے کہ اس نے کئی مزدور ٹھیرا کر کہا کہ کون میرا کام کرے دو پہر تک ایک قیراط کی اجرت پر ۔ سو وہ یہود ہو لئے ۔ پھر کہا کون ہے جو پھر ظہر سے عصر تک کرے ایک قیراط پر۔ سو وہ نصاری ہوئے ۔ پھر کہا کہ نماز عصر سے شام تک دو قیراط پر کون کرے ۔ سو وہ تم ہوئے کہ نماز عصر سے شام تک دو قیراط پر کرتے ہو۔ پھر فرمایا کہ یہود و نصاری جل گئے کہ ہم نے کام تو بہت کیا اور مزدوری کم ۔ خدا نے فرمایا کہ کیا تمہاری حق تلفی ہوئی؟ کہا کہ نہیں ۔ فرمایا کہ یہ میرا انعام ہے جس کو چاہوں دوں ،

کہا امام محمدؒ نے یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ تاخیر عصر کی اس کی جلدی سے افضل ہے۔ کیا تجھے سوجھتا نہیں کہ ظہر اور عصر کے مابین جو ہے اسے زیادہ ٹھہرایا ہے بہ نسبت اس کے کہ جو عصر سے غروب تک ہے۔ اور جو جلدی عصر پڑھے گا تو ظہر سے عصر تک کا وقت کم ہو جاوے گا اور عصر سے غروب تک کا بڑھ جاوے گا ۔ تو یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ تاخیر عصر کی افضل ہے تعجیل سے۔ اور تاخیر جب تک ہے کہ سورج صاف رہے، زردی آمیز نہ ہو جاوے ۔ اور یہی قول ابی حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا ہے)۔

راقم الحروف (شاہ عبدالعزیز) گوید آنچہ امام محمد ازیں حدیث استنباط کردہ اند صحیح است و مدلول حدیث ہمیں قدر است کہ مابین صلوۃ العصر الی مغرب الشمس کمتر از مابین نصف النہار الی صلوۃ العصر می باید تا قلّت عمل و کثرت عطاء کہ مقصود از تشبیہ است درست گردد۔ وایں معنی بدون تاخیر عصر از اول وقت آن متحقق نمی شود۔ اما آنچہ از بعضے فقہاء منقول است کہ باین حدیث تمسک کردہ اند در آنکہ وقت عصر از ما بعد المثلین شروع می شود وقبل ازاں وقت ظہر است پس دلالت حدیث براں ممنوع است ۔ آرے اگر لفظ مابین وقت العصر الی الغروب می بود گنجائش ایں استدلال می شد ۔ لفظ حدیث مابین صلوۃ العصر الی مغرب الشمس است ۔ وظاہر است کہ صلوۃ العصر دراول وقت متحقق نمی شود تا مدعا حاصل گردد و مدار تشبیہ بر مقالہ مابین نماز عصر است بر وفق آنچہ معمول آن جناب بود تا وقت غروب وآن کمتر از مابین ظہر وعصر می شد گو از ابتدائے وقت عصر تا غروب مساوی آن باشد واگر کسی را بخاطر رسد کہ تشبیہ برائے تفہیم است ودریں صورت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تخییل لازم آید زیرا کہ صلوۃ عصر را تعینے نیست ہر کسی در وقتے از اوقات متسعہ می خواند بخلاف وقت عصر کہ فی نفسہ متعین است ۔ گوئیم تشبیہہ برائے تفہیم مخاطبین است ومخاطبین وقت متعارف نماز آن جناب رامی شناختند ۔ پس نسبت با یشاں بوجہ احسن تفہیم متحقق شد و دیگراں را بسماع از ایشاں ایں معنی واضح شد و تفہیم متحقق شد۔ نظیرش آنکہ حضرت عائشہ در وقت معمول نماز عصر آنجناب فرمودہ است کان یصلی العصر و الشمس فی حجر تھا لم یظھر الفیء بعد ومعلوم است کہ ایں بیان وتفسیر غیر از کسانی را کہ آن حجرہ مبارک را دیدہ باشند و بودن آفتاب را دراں حجرہ وظہور سایہ دا دراں مقائسہ کردہ باشند فائدہ نمی کند کذا ہذا و نیز باید دانست کہ آنچہ در کلام امام واقع شدہ کہ و من عجل العصر کان ما بین الظھر الی العصر اقلّ مما بین العصر الی المغرب بظاہر مخدوش است۔ زیرا کہ موافق قاعدہ ظلال انقضاء مثل وقتی می شود کہ ربع النہار باقی می ماند در اکثر بلدان پس وقتین مساوی باشند نہ زیادہ وکم ومی تواں توجیہ کرد کہ مراد امام از ما بین الظھر ما بین وقت المتعارف للصلوۃ است یعنی از ابتدائے وقت متاخر خصوصاً در ایام صیف کہ ابراد آن مستحسن است۔ و اللّٰہ اعلم

☆ جواب دوسرا یہ کہ اس حدیث اجارہ میں یہ نہیں کہا کہ ہر ایک فرقہ نے علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے عمل کو زیادہ کہا ہے بلکہ بظاہر الفاظ یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فریق نے مل کر کہا ہو کہ ہم نے زیادہ عمل کیا ہے۔ پس زیادتی عمل فقط نصاری کے عمل مسلمین سے ثابت نہ ہوئی، تو کہ وقت ان کے عمل کا وقت عمل مسلمین سے زائد ہو۔

☆ جواب تیسرا یہ کہ بباعث کثرت عمل یہود کے بہ نسبت نصاری کے احتمال ہے کہ دراصل زیادہ رکھنے والے اپنے عمل کو یہودی ہوں۔ اور یہ نسبت ظاہری طرف دونوں کے مجازاً ہو از راہ تغلیب کے اور بطور اطلاق عام اور ارادہ خاص کے۔

☆ جواب چوتھا یہ کہ ان لوگوں نے اپنے عمل کو زیادہ کہا ہے عمل سے مسلمانوں کے۔ اور عمل کے زیادہ ہونے سے زمانہ عمل کا زیادہ ہونا ضرور نہیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تھوڑے زمانے میں مثلاً ایک دن کوئی اس قدر کام کرے کہ وہ کام اسی قدر دوسرے آدمی سے دو دن میں ہو۔..

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور یہی مراد ہے اس حدیث میں بحق عمل نصاری کے۔ یعنی اگر نصاری کو بھی زیادہ رکھنے والے اپنے عمل کو ٹھہرا دیں، تو معنی اس کے یہی ہیں کہ فقط عمل ان کا زیادہ ہے عمل سے مسلمین کے، نہ یہ کہ زمانہ ان کے عمل کا زیادہ ہے زمانہ عمل مسلمانوں کے سے بہ تمسک دو وجہ کے۔

وجہ اول۔ کہ ارشاد کرتا ہے اللہ تعالی:

ربّنا و لا تحمل علینا اصراً کما حملته علی الّذ ین من قبلنا(بقرہ:۲۸۶) (اے پروردگار نہ بوجھ رکھ ہم پر جیسے کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا)

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال پہلی امتوں کے کثیر تھے اور شاق۔ تو اس سبب سے عمل ان کا کثیر ہوا امت محمدیہ سے نہ بسبب طول زمانہ کے۔

وجہ ثانی یہ کہ مدت عمل نصاری کی نصف ہے مدت عمل سے مؤمنین کے بحساب ان دونوں کے۔ اس لئے کہ مدت عمل کو مؤمنین کے آج تک بارہ سو برس ہوئے (یعنی معیار الحق کی تصنیف کے وقت تک) اور مدت عمل نصاری کی جو معیاد اس کی عیسی علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک قریب چھ سو برس کے ہے جیسا کہ روایت کیا ہے امام بخاریؒ نے حضرت سلمانؓ سے کہ زمانہ فترت کا عیسی علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک چھ سو برس ہیں۔ اور خدا جانے کہ آئندہ اس امت کو کب تک بقاء ہے۔ اور مدت نصاری کی بہ نسبت مؤمنین کے کس قدر کم ہو جائے گی۔ پس کس طرح کہو گے کہ زمانہ عمل نصاری کا زیادہ ہے عمل مؤمنین کے سے تو کہ ظہر کا وقت عصر سے بڑا ہو جاوے۔

پس معلوم ہوا کہ نصاری نے اگر اپنے عمل کو زیادہ کہا ہے تو باعتبار شاق ہونے عمل کے ہے۔ جیسا کہ شاہد ہے اس پر ربّنا و لا تحمل علینا۔ نہ باعتبار طول مدت عمل کے۔ تو نہ ثابت ہوا اس قول سے نصاری کے زیادہ ہونا وقت ظہر کا وقت عصر سے

☆ دلیل ثالث مؤلف تنویر الحق کی یہ ہے کہ روایت ہے حضرت ابو ذرؓ سے۔ کہا

کنّا مع رسول اللّه ﷺ فی سفر فاراد المؤ ذن ان یؤ ذن للظّهر فقال النّبیّ ﷺ ابرد۔ ثمّ اراد ان یّؤ ذن فقا ل له ابرد۔ حتّی ساوی الظل التلول۔ فقا ل النّبیّ ﷺ انّ شدّ ۃ الحرّ من فیح جهنم (بخاری: ۵۳۵۔ مسلم: ۶۱۶)۔ (ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ سو مؤذن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے اذان کا ارادہ کیا۔ سو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈک ہونے دے۔ پھر ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ اتنی ٹھنڈک تک کہ ٹیلوں کا سایہ برابر ہو جاوے۔ اور فرمایا کہ گرمی کی شدت دوزخ کا سانس ہے)۔

وجہ استدلال مؤلف نے دو بیان کئے ہیں:۔

ایک یہ کہ سایہ ٹیلوں کا بعد ڈھل جانے بہت آفتاب کے ہوتا ہے۔ پس اقل یہ کہ ڈھلے بقدر چوتھائی حصہ آدھے دن کے۔ پس ہوگا اس وقت سایہ آدمی کا نصف قد۔ اور جب شروع ہو کر ظہور سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگا تو ہوگا سایہ آدمی کا ڈیڑھ قد۔ پس جب ایسے وقت اذان ہوئی تو پھر نماز بوجہ مسنون سے اور نماز مسبوق سے دو مثل تک پہلے آخر ہونے وقت کے فراغت ہوگی۔

دوسری یہ کہ تجربہ کیا گیا، یعنی گولہ بنا کر مثل ٹیلے کے زمین پر رکھا گیا تو جب سایہ کو ایک مثل دیکھ کر نماز پڑھی تو قریب دو مثل کے پہلے آخر وقت کے فراغت پائی۔

☆ پس جواب اس کے استدلال واہی سے تو کیا دیویں کیونکہ وہ مجرد ایک ابلہ فریبی ہے اور دعوی بے دلیل۔ اس لئے کہ اولاً دعوی یہ کیا کہ اقل یہ کہ ڈھلے دن بقدر چوتھائی آدھے دن کے، اور اس پر کوئی دلیل نہیں۔ پھر کہا کہ وقت ظہور سایہ ٹیلوں کے برابر ڈیڑھ قد سایہ آدمی کا ہوتا ہے۔ اور یہ محض غلط بلکہ ظہور سایہ ٹیلوں کا آدھے قد سایہ آنے کے بھی پہلے ہو جاتا ہے۔ اور مساوی ٹیلوں کے بھی اسی وقت ہو جاتا ہے جب کہ سایہ ہر شیئے کا برابر ہوتا ہے۔ جس کو ارتفاع ٹیلے کی زمین سے پہچان ہو وہ جانتا ہے۔

پھر دعوی کیا کہ نماز مسبوق کی اور امام کے پہلے آخر وقت آنے کے دو مثل کے قریب تک ہوتی ہے، یہ بھی غلط ہے اور دھوکا۔ وہاں مسبوق کون تھا جس کو شامل کیا ہے۔ ایک حادثہ معینہ منقضیہ میں مسبوق کا کیا ذکر؟ یہ تحدید آئندہ نمازوں کی تھی کہ مسبوق کا وقت پیدا کیا؟ حکایت ماضی میں اس چیز کا جو ثابت نہ ہو ضم کرنا بڑی حماقت ہے۔

اور پھر دعوی دس رکعت ظہر سے فراغت ہونے کا قریب دو مثل کے بھی غلط۔ کیونکہ اگر بالفرض بعد ایک مثل کے نماز شروع ہو تو بھی سوا مثل کے اندر اندر دس رکعت نماز سے فراغت ہوتی ہے۔

ایسا ہی دعوی اس کا اپنے تجربہ میں کہ جب کہ ایک مثل ٹیلہ کے نمازیں شروع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئیں تو قریب دو مثل کے فراغت پائی، بھی غلط ہے۔ اور فراغت دس رکعت ظہر سے بوجہ مسنون سوا مثل کے اندر حاصل ہوسکتی ہے۔

جناب مؤلف سے تعجب ہے کہ امام صاحبؒ کی مدح میں کہہ چکے ہیں کہ وہ ہر شب میں ہزار رکعت پڑھتے تھے۔ جس کے بحساب گھنٹوں کے، بعد وضع کرنے چار گھنٹہ کے، فی گھنٹہ ایک سو پچیس رکعت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ باب اول کے رد میں گذرا۔ اور اپنے دس رکعت ظہر سے اتنے وقت میں فراغت ہونی بیان کرتے ہیں کہ ایک مثل ٹیلوں کی سے قریب دو مثل کے سایہ گذر گیا تھا، سوچنے کا مقام ہے۔

تو اس کے استدلال تو بالکل واہی ہوئے۔ اور اس حدیث کی ہرگز دو مثل پر دلالت نہیں۔

ہاں البتہ ظاہر حدیث سے بای الرائے میں اس قدر سمجھا جاتا ہے کہ پڑھنا ظہر کا بعد ایک مثل کے، اس حادثہ سفر میں آنحضرت ﷺ سے صادر ہوا ہے۔ اور اس سے یہ شبہ گذرتا ہے کہ وقت ہر ظہر کا بعد ایک مثل کے باقی رہتا ہے۔

پس جواب اس سے تین ہیں:۔

اول یہ کہ مساوی کہنا راوی کا سایہ ٹیلوں کو ظاہر ہے کہ تخمیناً اور تقریباً ہے۔ نہ بایں طور کہ گز رکھ کر ناپ لیا تھا۔ اسی واسطے صحیح مسلم اور ابوداؤد کی روایت میں مساوات کا ذکر نہیں ہے، بلکہ اتنا ہی ہے کہ حتّی رأینا فیء التلول یہاں تک کہ دیکھا ہم نے سایہ ٹیلوں کا۔

اور صحیح بخاری میں بھی تین مقام میں بلا ذکر مساوات ہے دو جگہ کتاب المواقیت میں ہے۔ حتّی رأینا فيء التلول اور ایک جگہ بدء الخلق میں ہے حتی فاء الفیء۔ اور راوی نے اس کی تفسیر کی۔ یعنی التلول یعنی وقع الظل تحت التلول کذا ذکر فی الکرمانی۔

خلاصہ ان عبارتوں کا یہ ہے یعنی ظاہر ہوا سایہ نیچے ٹیلے کے اور دیکھا ہم نے سایہ ٹیلوں کا اور وہ تخمیناً برابر ہونا پھر بھی معہ سایہ اصلی کے ہے نہ اس طرح سے کہ سایہ اصلی الگ کر کے مساوی کہا ہے و ھذا لا یخفی علی من لہ ادنی عقل۔

تو دراصل اس وقت سایہ ٹیلوں کا بعد نکالنے سایہ اصلی کے تخمیناً آدھی مثل کے ہوگا یا کچھ زیادہ۔ اور مثل کے ختم ہونے میں اتنی دیر ہوگی کہ بخوبی نماز سے فارغ ہوئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوں گے۔

☆ دوسرا جواب یہ ہے کہ مساوات سایہ کے ٹیلوں سے مقدار میں مراد نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی پہلے سایہ جانب مشرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیونکہ وہ موجود نہیں۔ اور وقت اذان کے سایہ جانب مشرقی بھی ظاہر ہوگیا۔ پس برابر ہوگیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں، نہ مقدار میں جیسا کہ کہا فتح الباری میں:

و یحتمل ان یّراد بھذہ المساواۃ ظھور الظّل بجنب التل بعد ان لم یکن ظا ھراً فساواہ فی الظّھور لا فی المقدار۔ انتھی و ھکذا فی المحلی (اور احتمال ہے کہ ارادہ کیا جاوے اس برابر سے ٹیلے کے نیچے سایہ کا ظاہر ہوجانا کہ پہلے بالکل نہ تھا تو برابری ظہور میں ہوئی مقدار میں نہ ہوئی)

☆ تیسرا جواب یہ کہ یہ تاخیر آنحضرت ﷺ سے سفر میں واقع ہوئی ہے۔ پس شائد کہ آنحضرت ﷺ نے اس ارادہ سے تاخیر کی ہو کہ ظہر کو عصر سے جمع کر کے پڑھیں گے جیسا کہ اور سفروں میں جمع کرنا دونمازوں کا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ عنقریب ثابت کیا جاوے گا۔ پس سفر کے وقت پر حضر کے وقت کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ یہ جواب بھی حافظ ابن حجرؒ نے دیا ہے جیسا کہ کہا فتح الباری میں:

و یقا ل قد کا ن فی السّفر فلعلّہ اخّر الظّھر حتّی یجمعھا مع العصر (اور کہا جاتا ہے کہ سفر میں تھے شائد کہ تاخیر ظہر کی اس لئے کی ہو کہ عصر کے ساتھ ملاویں)

و ھکذا نقلہ فی المحلی الحنفی علی و جہ القبول و التسلیم (اور اسی طرح ہے محلی میں مان کر اور تسلیم کر کے نقل کیا ہے)۔

قلت (یعنی سیدنذیرحسین)۔ منشاء تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے یہ معلوم ہوتا کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہتا، ثابت ہیں جمعاً بین الا دلۃ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔

☆ دلیل رابع مؤلف (تنویرالحق) کی یہ کہ حدیث میں حضرت بریدۃؓ کے واقع ہے:

فلمّا کان الیوم الثا نی امرہ فا برد با لظّھر فا برد بھا فا نعم ان یبرد بھا رواہ مسلم فی تمام الحد یث (اور جب دوسرا دن ہوا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے حکم کیا ان کو تو ظہر ٹھنڈک میں پڑھی اور اسے خوب ٹھنڈا کیا)
اور روایت میں حضرت ابوموسیٰ ؓ کے یوں وارد ہے:

ثم اخّر الظهر حتى كان قريباً من وقت العصر بالامس۔ رواہ مسلم ۔ (پھر تاخیر کی ظہر کی، یہاں تک کہ گذشتہ روز کی عصر سے قریب ہوگئی)۔

وجہ استدلال یہ بیان کی ہے کہ نماز دوسرے دن بہت ٹھنڈی کر کے پڑھی تھی بایں طور کہ قریب تھا آخر اس کا ابتداء وقت پہلے دن کی عصر کے۔ اور پہلے دن کی عصر اس وقت پڑھی تھی کہ آفتاب اونچا اور سفید تھا۔ اور اس وقت پانچ گھڑی دن تھا۔ اور دوسرا یہ کہ لفظ فانعم ان یبرد کا اول خود دلالت کرتا ہے دو مثل پر اور اگر مجمل کہو تو بیان کردیا ہے اس کو حدیث ابی سعید کی نے جو اوپر گذری۔

اقول ۔ وہ حدیث یہ ہے کہ کہا ابوسعید خدری ؓ نے:

اذن مؤذن النبى ﷺ للظّهر فقال ابرد ابرد و قال انتظر انتظر فان شدة الحر من فيح جهنم فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوة رواه الطحاوى وغيره (آنحضرت ﷺ کے مؤذن نے اذان دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈک کر، یا فرمایا ٹھہر جا، اسلئے کہ گرمی کی شدت دوزخ کا سانس ہے۔ جب گرمی کی شدت ہوا کرے تو نماز ٹھنڈک میں پڑھا کرو)۔

پس ہر چند کہ جواب اس کا یہی تھا کہ کچھ نہ بولتے: آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی تاہم واسطے دفع اشتباہ بعض ناواقفوں کے کہا جاتا ہے کہ اس حدیث سے دو مثل تو کیا ایک مثل سے تجاوز کی بو بھی نہیں آتی ہے۔ اور آج تک کسی حنفی نے بھی نہیں کہا کہ فانعم ان یبرد بھا سے (جس کے یہ معنی ہیں کہ خوب ٹھنڈا کیا) اس ظہر کو دو مثل تک ٹھنڈا کرنا مراد ہے۔ اور یہ استنباط اس مؤلف ہی نے اختراع کیا ہے بریں عقل و دانش بباید گریست غور کرو کہ خوب خوب ٹھنڈا کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ایک مثل سے باہر نکل جاوے۔

اور جو دو وجہ استدلال کی مؤلف نے بیان کی ہیں وہ بالکل واہی اور پوچ ہیں۔

☆ وجہ اول ۔ اس لئے کہ عصر پہلے دن کی آنحضرت ﷺ نے ایک مثل پر پڑھی تھی جس کو مؤلف کہتا ہے کہ پانچ گھڑی دن رہے پڑھی تھی۔ اور پھر ظہر دوسرے دن کی اس پانچ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گھڑی دن رہے کے قریب کہتا ہے۔ اور دلیل اس پانچ گھڑی کی مقدار پر اس کو ٹھہراتا ہے کہ آفتاب اس وقت بلند اور سفید خالص تھا۔ اور اتنا نہیں جانتا کہ پھر ڈیڑھ پہر دن رہے بھی آفتاب سفید اور بلند ہوتا ہے۔ شائد اس کے نزدیک پہر ڈیڑھ پہر دن رہے آفتاب نیچا اور زرد ہوتا ہوگا اور پانچ گھڑی دن رہے بلند اور سفید ہو جاتا ہوگا۔ یہ باتیں سوائے باؤلوں (پاگلوں) کے کسی سے صادر نہیں ہوتیں۔

☆ اور وجہ ثانی اس لئے لغو ہے کہ لفظ فا نعم ان يبرد بها کا جس کے یہ معنی ہیں کہ خوب ٹھنڈا کیا، کسی عاقل کے نزدیک، خواہ وہ ہندو ہی ہو، دومثل پر دلالت نہیں کرتا۔ اور نہ اس کے اجمال کو حدیث ابوسعیدؓ کی اٹھاتی ہے کیونکہ اس میں بھی ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے ایک مثل سے تجاوز کرنا معلوم ہو۔ چنانچہ حدیث بالا اس کی منقول ہے۔ پھر نہیں معلوم کہ مؤلف مجنون کس خبط سے انعم ان يبرد بها سے دومثل نکالتا ہے۔ فالی اللّٰه المشتكى۔

پس ان چاروں دلیلوں مؤلف کی سے بوجہ معقول جوابات ہو لئے۔ اور ثابت ہو گیا کہ اس کی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وقت ظہر کا بعد ایک مثل کے باقی رہتا ہے، چہ جائے دومثل تک۔

اب سنو کہ مؤلف نے حدیث جبریل سے بھی، جو متمسک جمہور کے درباب ایک مثل کے ہے، استدلال کیا ہے اس پر کہ وقت ظہر کا دومثل تک رہتا ہے۔ اور وجہ استدلال یہ بیان کی ہے کہ

جبریل نے دوسرے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھی تھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی یعنی ایک مثل پر۔ پس اس سے اشتراک دونوں نمازوں کا ایک وقت میں بقدر چار رکعت کے پیدا ہوا اور پھر وہ اشتراک منسوخ ہے حدیث اذا صلّيتم الظّهر فانّه وقت الى ان يحضر العصر (جب تم ظہر پڑھو تو اس کا وقت ہے عصر کے وقت ہونے تک) سے۔ تو آخر وقت ظہر کا ایک مثل منسوخ ہوا بدلالت حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے، اور متعین ہوا دومثل آخر وقت ظہر کا۔

تو جواب اس کا تحت اول حدیث کے احادیث ایک مثلی میں سے کلام سے شیخ سلام اللہ حنفیؒ اور امام نوویؒ کے گذرا۔ اور حاصل اس کا یہ ہے کہ جبریل نے دوسرے دن ظہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے ایک مثل پر فراغت پائی تھی نہ یہ کہ شروع کی تھی۔ اور پہلے دن عصر اس وقت میں یعنی بعد ایک مثل کے شروع کی تھی، پس اشتراک نہ رہا تو کہ اس کے نسخ سے آخر وقت ظہر کا دو مثل ہو جاوے اور ان معنی کو امام نووی نے خوب مدلل بیان کیا ہے۔ پس طرف پہلی حدیث ایک مثلی کے رجوع کرنا چاہیے۔

اور ایک دلیل عقلی مؤلف نے بیان کی ہے وہ یہ کہ

بعد دو مثل کے نماز پڑھنے سے بالیقین نماز اپنے وقت میں ادا ہوتی ہے اور اگر ایک مثل کے بعد پڑھیں تو شائد ہے کہ اللہ کے نزدیک وقت نہ ہوا ہو۔ پس ہوگی نماز قبل وقت کے، اور یہ درست نہیں بالاجماع۔

پس اس کا جواب یہ ہے کہ اگر باوجود قیام دلائل قطعیہ کے اور اتفاق تمام جہاں کے اوپر ایک مثل کے خلاف امام ابوحنیفہ کا بے دلیل موجب اس بات کا ہوسکتا ہے کہ بعد ایک مثل کے، قبل دو مثل کے نماز عصر کی پڑھنی قبل وقت سے ہوگی، اس احتمال سے کہ شائد عنداللہ وقت نہ ہوا ہو، تو چاہیے کہ اگر کوئی مدعی بلا دلیل دعوی کرے کہ وقت نماز عصر کا بعد تین مثل کے داخل ہوتا ہے اور اس پر کچھ دلیل نہ رکھتا ہو جیسا کہ امام ابوحنیفہ دو مثل پر کوئی دلیل نہیں رکھتے، تو اس کے دعوی بلا دلیل سے نماز عصر کو تین مثل کے ورے جائز نہ رکھیں، اس احتمال سے کہ شائد اللہ کے نزدیک تین ہی مثل کے بعد وقت ہوتا ہو۔ اور یہ کوئی نہیں کہے گا، حتی المؤلف الحنفی۔ حالانکہ یہ قول تین مثل کا اور حنفیوں کا دو مثل کا دونوں برابر ہیں بے دلیل ہونے میں۔ پس معلوم ہوا کہ مجرد خلاف بے دلیل عمل سے اوپر امر بادلیل اور متفق علیہ جمہور کے مانع نہیں ہوتا اور باعث عدم احتیاطی کا نہیں ہوتا۔

اور ایک دلیل دو مثل پر صاحب ہدایہ نے بیان کی ہے وہ یہ کہ

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ابردوا بالظّهر فان شدّة الحرّ من فيح جهنم (یعنی ٹھنڈا کرو ظہر کو شدت گرمیوں میں) اور شدت گرمی کی دیار عرب میں عین مثل پر ہوتی۔ پس ٹھنڈک اسی وقت پر ہوگی جب کہ ایک مثل سے سایہ متجاوز ہوگا۔ جیسا کہ ہدایہ میں فرماتے ہیں:

و له قوله عليه السّلام ابردوا بالظّهر فانّ شدّة الحرّ من فيح جهنم و اشدّ الحرّ فى ديارهم فى هذا الوقت۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس جواب دینا اس تقریر کا ہم کو ضروری نہیں کیونکہ خدا کے فضل و کرم سے حنفیوں ہی نے اس کو ردّ کر دیا ہے۔ کہا قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفیؒ نے تفسیر مظہری میں:

و هذا الاستد لال ضعيف جداً و دلا لة حديث ا لا براد على بقاء وقت الظّهر بعد المثل ممنوع بل ا لا براد امر اضا فى و شدّة الحرّ انّما يكو ن عند الزّوا ل و بعض ا لا براد يحصل قبل بلوغ الظّل مثل الشيء و لو كا ن الحر فى ديا رهم حين بلوغ ظل الشّيء مثله اشد مما قبله لكا ن مقتضى الامر بالابراد تعجيل الصّلوة فى اوّل الوقت ۔(اور یہ دلیل پکڑ نا واضح ضعف ہے۔ اور دلالت کرنا حدیث ابراد ظہر کا اس پر کہ ظہر کا وقت بعد ایک مثل کے رہتا ہے، مسلم نہیں ہے۔ بلکہ ابراد ایک امر اضافی ہے اور شدت گرمی کی عین دو پہر میں ہوتی ہے۔ اور ایک مثل پہلے کچھ گھٹ جاتی ہے اور اگر ان کے ملک میں ایک مثل پر شدت گرمی کی ایک مثل کے پہلے سے زیادہ ہوتی تو یہ چاہیے تھا کہ جلدی کر کے اول وقت پر نماز ہو)

اور کہا مولانا عبد العلی حنفیؒ نے ارکان اربعہ میں:

و يخد شه انّه رو ى النّسا ئى و ابو داؤد عن ابن مسعود قا ل كان قدر صلوة رسول اللّه الظّهر فى الصّيف ثلاثة اقدام الى خمسة و فى الشّتاء خمسة اقدام الى سبعة اقدام ۔ و خمسة الاقدام تكون اقل من المثل فقد علم انّ البر د يحصل اذا كان ظلّ القا مة خمس اقدامها فلا يعار ض حديث ا لا براد حديث جبريل۔(اور اس میں خدشہ ہے، کیونکہ نسائی اور ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مقدار نماز ظہر گرمی میں تین قدم سے پانچ تک تھی اور سردی میں پانچ سے سات تک۔ اور پانچ قدم ایک مثل سے کم ہوتے ہیں۔ سو معلوم ہوا کہ پانچ قدم سایہ قدم آدم پر ٹھنڈک حاصل ہو جاتی تھی۔ تو حدیث ابراد اور حدیث جبریل میں معارضہ نہ رہا)

اور کہا شیخ ابن الہمامؒ نے، جو حنفیوں کے سردار ہیں، فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں:

ان غا ية ما لزم من استد لا ل الهدا ية ان وقت الظّهر يبقى بعد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلوغ الظّلّ مثله و لا يلزم منه ا لا نتها الی بلوغ الظّلّ مثلين فالدّ ليل قا صر عن المد عی۔ انتهی ۔

وما قا ل ابن الهمام فی الجوا ب ا لا ان يقا ل انّه ﷺ صلّی فی اليو م الثّا نی عند بلوغ الظّلّ مثلين فهو المتعين للعصر من دو ن معا ر ض فيهما قبيلة وقت الظّهر۔ انتهی

فجوا ب ما قال الشّيخ سلام اللّه الحنفی فی جوا ب من استدل بما رو ی عنه عليه السلام انه صلی العصر حين صار ظلّ کل شیء مثليه علی کو ن اول وقت العصر بمصير الظل مثلين و هو ما فی المحلی و هو کما تر ی حکا ية حا ل لا يد ل علی کو ن اول وقته ذا لک۔ انتهی ۔

والا عتذار عن ايراد ابن الهمام علی استدلال صاحب الهداية با نه لا قا ئل بکو ن ما بعد بلو غ الظّل المثل و قبل بلو غ مثلين خطاء عظيم لا نه خلاف ما هم عليه من ان وقت العصر من بعد بلوغ الظل المثل الی مثلين قبلهما و بعد هما الی الغروب وعلی التنزل لا يقتحم الما نع فا نه يطلب الدليل علی القول او عدم ذا لک القول فکيف يجد به عدم قو لهم بلا دليل اطمينا ناً فا فهم فيبقی ايراد ابن الهمام کما کا ن۔

(مقصود دلیل ہدایہ کا یہ ہے کہ ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی رہتا ہے تو اس سے یہ کیوں کر لازم آیا کہ دو مثل وقت کی انتہاء ہے۔تو دلیل اثبات مدعا سے قاصر ہے ۔ ہو چکی عبارت فتح القدیر کی ۔ اور وہ جو جواب میں ابن الہمام نے کہا ہے کہ مگر یہ کہا جاوے کہ آنحضرت ﷺ نے دوسرے دن دو مثل پر عصر پڑھی تو وقت عصر کا معین ہو گیا اور اس سے پہلے ظہر کا وقت رہ گیا تو جواب اس کا وہ ہے جو سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں اس کے جواب میں کہا ہے جس نے آنحضرت ﷺ کے دو مثل پر نماز عصر پڑھنے سے عصر کا اول وقت دو مثل پر ثابت کیا ہے کہ یہ ایک حکائت حال ہے اس پر دلالت اس میں نہیں کہ وہ اول وقت ہے ۔ ہو چکی عبارت محلی کی ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور ابن الھمام نے ہدایہ کی دلیل پر اعتراض جو کیا ہے اس سے یوں عذر کرنا، کہ اس کا تو کوئی قائل بھی نہ تھا، بڑی خطا ہے۔ اس واسطے کہ مشائخ کے مسلک کا انکار کرنا ہے۔ وہ تو اس پر ہیں کہ وقت عصر کا مثل اور مثلین سے غروب تک ہے۔ اور اگر وہ عذر مانا بھی جائے تو معترض کب چپکا رہ سکتا ہے۔ وہ تو دلیل طلب کرے گا۔ بے دلیل صرف کسی کے قائل نہ ہونے سے اس کو اطمینان کا فائدہ کیونکر ہوگا۔ غرض کہ اعتراض ابن ہمامؒ کا اپنے حال پر رہا)۔

احناف کی ان عبارتوں سے چار جواب صاحب ہدایہ کے معلوم ہوتے ہیں:۔

☆ اول یہ کہ دعوی حاصل ہونے ٹھنڈک کا دیار عرب میں ایک مثل پر نہ ورے اس کے مخدوش ہے۔ کیونکہ ابن مسعودؓ کی روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ گرمیوں میں پانچ قدم سایہ ڈھلنے تک ظہر کی نماز پڑھا کرتے اور سردیوں میں سات قدم تک، جو ایک مثل ہوتا ہے، فارغ ہو چکتے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ پانچ قدم ایک مثل سے کم ہی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اس دیار میں پانچ قدم پر، دو قدم پہلے ایک مثل سے، ٹھنڈک ہو جاتی ہے اور یہی قدر مراد حدیث ابردوا میں جو مجمل ہے۔ پس حدیث ابراد معارض حدیث جبریل کی جس میں ایک مثل وقت ظہر کا پایا جاتا ہے، نہیں ہے۔ ھذا حاصل جواب مولانا عبد العلی۔

☆ دوسرا جواب یہ کہ شدت گرمی کی تو وقت زوال ہی کی ہوتی ہے اور بعد زوال کے ایک مثل کے ورے کچھ تو ٹھنڈک ہو جاتی ہے۔ پس کافی ہے مقتضی امر کو اسی قدر۔ اور اگر بقول صاحب ہدایہ کے ملک عرب میں ایک مثل پر زیادہ شدت گرمی کی ہوتی ہے بہ نسبت نصف النہار کے، یا چوتھائی مثل کے، یا آدھی مثل کے، تو مقتضی امر کا یہ ہوا کہ قبل ایک مثل کے ٹھنڈک میں نماز پڑھیں۔

اقول۔ یہی محمل ہے قول اس شخص کا جو ابردوا بالظّھر کے یہ معنی کرتا ہے کہ ظہر اول وقت میں پڑھو۔ یعنی اگر تم کہو کہ شدت گرمی کی عین مثل پر ہوتی ہے بہ نسبت اول وقت کے تو اول وقت پڑھو تو کہ ابراد حاصل ہو بیچ وقت ظہر کے کہ ایک مثل ہے۔ پس دفع ہو گیا یہاں سے اعتراض مؤلف کا جو مسئلہ تیسرے میں اس معنی پر کیا تھا، اور اس معنی کو واہی کہہ کر واہی بن گیا تھا۔ یہ نہ سمجھا کہ یہ معنی مطلقاً نہیں بلکہ اس تقدیر پر ہے جو ہم نے اور ہمارے پیشواؤں کچے حنفیوں نے اختراع کی ہے کہ دیار عرب میں گرمی وقت ایک مثل کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہ نسبت اول وقت کے زیادہ ہوتی ہے۔فتدبر۔

(حاشیہ از تلطف حسین دہلویؒ۔میاں صاحب کا قول ، فتدبر، اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثل پر خوب ٹھنڈک ہو جاتی ہے جیسا کہ خود مؤلف تنویر نے تیسرے طریق میں حدیث ابوذر کی نقل کی کہ مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ٹھنڈک ہونے دو۔ پھر ارادہ کیا تو بھی یہی فرمایا۔ پھر تیسری بار ارادہ کیا تو فرمایا کہ اتنی ٹھنڈک یہاں تک ٹیلوں کے برابر سایہ ہو جاوے۔انتہی مختصرا۔اور اس حدیث کو دلیل ٹھہرایا۔ اور مؤلف کے اور پیشواؤں کا یہ حال ہے کہ فرماتے ہیں کہ مثل پر بہت شدت گرمی کی ہوتی ہے۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ حنفی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ قال ابو حنیفه اشد الحر فی دیا ر هم فی هذا الوقت حین صار ظل کل شیء مثله۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ بہت شدت گرمی کی مثل پر ہوتی ہے۔ اور شیخ سلام اللہ حنفی محلی میں نقل کرتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے دلیل پکڑی ہے یہ کہ ابراد نہیں حاصل ہوتا مگر بعد جانے شدت گرمی کے اور نہیں جاتی شدت گرمی کی مگر بعد مثل کے، اور مثل تک بہت شدت ہوتی ہے ۔عبارتہ ہکذا ۔ و استدل صاحب الهدا یة با ن ا لا براد لا یحصل ا لا بعد ذها ب اشتداد الحر و لا یذهب فی تلک ا لبلاد ا لا بعد کو ن الظل مثله۔ اب مؤلف تنویر اگر اپنی دلیل کو ٹھیک رکھنا چاہیں تو چاہیے کہ پہلے اپنے امام اور پیشواؤں کی تکذیب کریں اور تقلید بے دلیل سے باز آویں)

☆ تیسرا جواب یہ فرض کیا کہ ملک عرب میں ایک مثل کے بعد ہی ٹھنڈک ہوتی ہے ۔لیکن تم نے ہر ملک میں یہی حکم دے رکھا ہے۔ پس ایک ملک کی گرمی پر ہر ملک کو کس دلیل سے قیاس کیا ہے۔

هذا الجوا با ن مما قا له القا ضی ثنا ء الله (یہ دونوں جواب وہ ہیں جن کی تقریر قاضی ثنا اللہؒ نے کی ہے)

☆ چوتھا جواب یہ کہ بطور فرض محال کے فرض کیا کہ ہر ملک میں عرب ہو، خواہ ہند خواہ روم خواہ شام، گرمی وقت ایک مثل تک زیادہ رہتی ہے اور بعد ایک مثل کے ٹھنڈک ہوتی ہے۔لیکن ایک مثل کے بعد سے دو مثل تک وقت رہنا ظہر کا کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ تو دلیل ناقص رہی۔ هذا مفاد کلام ابن الهمام ۔

☆ اقول ۔ اگر ایک مثل سے نمازیں شروع ہوں اور لمبی قرأت اور طویل رکوع اور سجود سے بیس رکعتیں پڑھیں تو ڈیڑھ مثل تک بخوبی فراغت حاصل ہوتی ہے۔ پھر کیا دلیل

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہے باقی رہنے پر وقت ظہر کے دو مثل تک۔ پس ثابت ہوا کہ کوئی دلیل قوی یا ضعیف نہیں جس سے وقت ظہر کا دو مثل تک ثابت ہو۔ اسی واسطے جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتی، جن کو شاہ عبد العزیز بیہقی وقت کہا کرتے، نے باوجودیکہ بڑے حنفی اور فقیہہ تھے صاف کہہ دیا ہے کہ یہ وقت دو مثل تک کسی حدیث صحیح یا ضعیف سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور اسی واسطے صاحبین امام سے مخالف ہو کر موافق جمہور کے ہو گئے جیسا کہ ابتداء مسئلہ میں کلام ان کا تفسیر مظہری سے نقل کیا گیا۔

پس اسی واسطے امام قمقام عالی مقام امامنا و مولانا ابوحنیفہ النعمان افاض اللہ شآبیب العفو و الغفران اپنے مذہب کو اخیر میں چھوڑ کر قائل ہوئے کہ وقت ظہر کا ایک مثل تک ہے، اور حنفی لوگ ان کے متبع پھر بھی مانند کچہری عدالت کے وکیلوں کے ان کی طرف سے وکیل ہو کر جھگڑا اور مجادلہ نہیں چھوڑتے۔ بڑا تعجب ہے کہ مدعی اور مدعی الیہ تو آپس میں راضی اور موافق ہو گئے ہیں اور وکیلوں کو جنگ و جدال سے اب تک صبر نہیں ہے۔ اور رجوع امام کا اپنے مذہب سے طرف قول صاحبین اور جمہور کے بہت آئمہ حنفیہ نے اپنی کتب میں لکھا ہے۔ ایک ان میں سے صاحب خزانۃ الروایات ہیں کہ ملتقی البحار سے رجوع امام کا نقل کرتے ہیں اور ایک صاحب فتاوی شافی ہیں اور ایک صاحب کتاب انیس اور ایک صاحب الجواہر المنیر شرح تنویر الابصار ہیں اور ایک امام ہندوانی ہیں اور ایک صاحب صراط القویم ہیں۔ چنانچہ ملا عابد سندی حنفی مواہب لطیفہ شرح مسند امام ابی حنیفہ میں فرماتے ہیں:

و قد الّف الشّیخ زین الدّین بن نجیم صاحب البحر الرائق رسالته لتائید مذهب الامام فی هذه المسألة خاصة و استدلّ علی مطلوبه بادلّة متعددة و اجاب عنها الشیخ ابو الحسن السندی فی حاشیة علی فتح القدیر لابن الهمام لکن لما رأیت رجوع الامام الی قول الجمهور ما وسعنی ذکر شیء من الادلة و الجواب علیها .... مع انه روی فی المسألة المذکورة عن الامام ابی حنیفه روایات متعددة ـ فمنها روایة صیرورة الظّلّ مثلین سوی فیء الزوال ، ـ و منها روایة المثل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

.و المشهور ان كلتا الروا يتين فی خرو ج الظهر و مجیء العصر و ذکر فی المحیط البر ها نی و الا صرار لا تعر ض فی روا یة المثلین بخرو ج الظّهر و انّما هی فی مجیء العصر و منها ان المعتبر فی خرو ج الظّهر المثل و فی مجیء العصر المثلا ن ،

ثمّ المشهور بین ا لا صحا ب ان ا لا ولی روا یة محمد و الثانیة روا یة الحسن عنه و الثا لثه روا یة اسد بن عمرو عنه و ان ا لاولی هی ظا هر الروا یة فلذلک اتخذ ها الناس مذ هباً للا ما م کما هو رأی الحنفیة فی ظا هر الروا یة و جعل صاحب المبسو ط ا لا ولی روا یة ابی یوسف عنه و الثا نیة روایة محمد عنه و الثا لثة روا یة الحسن عنه و جعل الطحاوی فی شر ح ا لآ ثار الروا یة ا لا ولی روا یة ابی یوسف و الثا نیة روا یة الحسن عنه و ذکر فی خزا نة الروا یات نا قلاً عن الملتقی البحار ان ابا حنیفه قد ر جع فی خرو ج وقت الظهر و دخو ل وقت العصر الی قولهما و ممن نقل ایضاً رجوع ا لا مام الی قول صاحبیه صا حب الفتاوی الشا فی و صا حب کتا ب الانیس و صا حب الجوهر المنیر شر ح تنویر ا لابصار و ذکره ایضاً فی زیادا ت الهندوا نی علی مستد رك الشیبا نی فی با ب ما یحل اکله و ما لا یحل و قا ل قد صح رجوع ابی حنیفه عن قو له لا یحل اکل لحم الخیل و عن اختلاف الشفق و خروج وقت الظّهر و د خول وقت العصر و عن اشیاء عدد ها و ممّن نقل الرّ جو ع ایضاً صا حب صرا ط القویم فا ذا کان هذا القدر مقرراً فی ر جوع ا لا ما م و انضم الی ذا لک قول اهل مذ هب اذا کا ن ا لا مام فی جا نب و صا حباه فی جا نب فا لمفتی با لخیار ان شاء افتی بقول ا لا ما م و ان

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

شاء افتی بقول ا لصا حبین کا ن العدو ل الی قو ل الجمهور واجباً

و اما قو ل صا حب البحر لا نفتی و لا نعمل ا لا بقول ا لا مام الاعظم و ان افتی المفتو ن بخلا فه فذا لک محله فیما لم یختلف الروا یة فی تلک المسئلة عن ا لا ما م و لم ینقل عنه الر جوع و الا فمتی اختلف الروا یات عنه و کا نت احدا هما مما یتمسک صا حباه و یر و یانه عن ا لا ما م فهل ذا لک ا لا قول ا لا مام فمن افتی بقو لهما فا نما رو یاه من قول ا لا ما م لا برأ یهما المجرد عن قول ا لا مام ۔ فتنبّه

(شیخ زین الدین بن نجیم ،صا حب بحرالرائق نے ایک رسا لہ خاص اس مسئلہ میں تا لیف کیا ہے جس میں اپنے امام کے مذہب کی تا ئید کی ہے ۔اور اپنے مطلوب پر چند دلیلیں پیش کی ہیں اوراس کا جواب شیخ ابوالحسن سندھیؒ نے ابن الہما مؒ کی فتح القدیر کے حاشیہ میں دیا ہے ۔لیکن میں نے جوامام ابوحنیفہؒ کا رجوع جمہور کےقول کی طرف دیکھا تو دلیلیں اور جوابات ذکر نہ کئے ۔

اورامام سے اس مسئلہ میں چند روایتیں ہیں ۔ یوں بھی ہے کہ سا یہ اصلی کے علاوہ دو مثل سا یہ ہو ۔اورایک مثل کی بھی روایت ہے ۔اورمشہور یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں ظہر کے جانے اورعصر کے آنے میں ہیں ۔اور محیط بر ہانی اوراصرار میں مذکور ہے کہ دومثل کی روایت میں ظہر کے جانے کی بحث نہیں ہے وہ تو صرف عصر کے آنے کی ہے ۔اور یوں بھی روایت ہے کہ ظہر جانے میں تو ایک مثل کا اعتبار ہے اورعصر آنے میں دومثل کا۔پھر مشائخ میں مشہور یوں ہے کہ پہلی روایت امام ابوحنیفہؒ سے امام محمدؒ کی ہے اور دوسری حسنؒ کی اور تیسری اسدؒ بن عمرو کی ۔اور پہلی ظاہرالروایت ہے، اسی واسطے لوگوں نے اسے مذہب ٹھہرایا ہے جیسا کہ حنفیوں کی رائے ظاہرالروایت میں ہے۔ اور صاحب مبسوط نے پہلی روایت ابو یوسفؒ کی ٹھہرائی ہےاور دوسری امام محمدؒ اور تیسری حسنؒ کی۔ اور طحاوی نے شرح آثار میں پہلی ابو یوسفؒ کی دوسری حسنؒ کی۔ اورملتقی البحار کے حوالے سے خزانۃ الروایات میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے۔ اوران لوگوں میں سے جنہوں نے امام کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف نقل کیا ہے صاحب فتاوی شافی ہےاور صاحب کتاب انیس اور صاحب جوہرمنیرشرح تنویرالابصار۔

زیادات ہندوانی میں جو مستدرک شیبانی پر ہےحلال وحرام کے باب میں رجوع ذکر کر کے کہا ہے کہ بلاشک صحیح ہوگیارجوع ابوحنیفہؒ کا اس قول سے کہ گھوڑے کا گوشت حلال نہیں اوراختلاف شفق سے اوروقت ظہر کے جانے اورعصر کے آنے سے۔ اورکئی مسئلے ذکر کیئے ہیں۔

اوران لوگوں میں سے صاحب صراط قویم بھی ہے سو جب یہ روایات رجوع میں ٹھہریں اوران سے ملائیں وہ قول اہل مذہب کا کہ جب امام ابوحنیفہؒ ایک جانب ہوں اور صاحبین ایک جانب۔تو مفتی کواختیار ہے کہ صاحبین کےقول پرفتوی دے یا امام کےقول پر۔ تواب جمہور کےقول کی طرف پھرنا واجب ہوگیا۔

اور یہ قول صاحب بحر کا کہ ہم تو امام ہی کےقول پرفتوی اورعمل رکھتے ہیں اگر چہ اور مفتی فتوی دیویں اس کے مخالف، تو وہ ایسے مقام پر ہے کہ جہاں روایتیں مختلف ہیں اوررجوع منقول نہ ہو۔ورنہ جہاں روایات مختلف ہوں اورایک روایت ایسی ہوکہ صاحبین اپناعمل درآمداس پرٹھہراویں اورامام سے اس کونقل کریں تو وہ بھی امام ہی سے نقل کرتے ہیں نہ محض اپنے رائے سے۔ہوچکا کلام سندھی کا)۔

اوراسی سبب سے بہت سی کتب مشہورہ متداولہ معتبرہ میں جیسے بدائع اور غایۃ البیان حاشیہ ہدایہ اور ینابیع اورغررالاذکار اور برہان اورفیض وغیرھا میں ایک مثل کی تصحیح کی ہے۔ اوراسی کو مذکورفی الاصل کہا ہے اورقابل عمل ٹھہرایا ہے۔ اور طحاویؒ نے بھی اسی کو اخذ کیا ہے جیسا کہ کہا شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں:

و روی عن ابی حنیفہ ان وقت الظّھر الی المثل کما قالت الثلاثہ الباقیۃ و الجمھور ۔ و فی البدائع ھو الصحیح المذکور فی الاصل ۔ و فی غایۃ البیان بھا اخذ ابو حنیفہ و ھو المشھور عنہ ۔ و فی الینابیع ھو الصحیح عن ابی حنیفہ ۔ و فی الدر المختار و ھو قولھما و زفر ۔ و قال الطحاوی و بہ ناخذ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۔ و فی غرر ا لا ذکار و ھو الما خوذ بہ۔ و فی البرھا ن ھو الاظھر لبیا ن جبریل و ھو نص فی البا ب ۔ و فی الفیض و علیہ عمل الناس الیو م و بہ یفتی ۔ (اورامام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ وقت ظہر کا مثل تک ہے جیسا کہ تینوں اور جمہور کہتے ہیں۔اور بدائع میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔اور یہی اصل میں مذکور ہے اور غایۃ البیان میں ہے کہ اسی کو امام ابوحنیفہؒ نے اختیار کیا ہے اور یہی روایت امام سے مشہور ہے۔اور ینابیع میں مذکور ہے کہ یہی صحیح ہے امام ابوحنیفہؒ سے اور درمختار میں ہے کہ یہی قول ہے صاحبینؒ اور زفرؒ کا۔اور طحاویؒ نے کہا کہ ہم لوگ اسی کو لیتے ہیں۔ اور غرر الاذکار میں ہے کہ یہی لیا گیا ہے۔ اور برہان میں ہے کہ یہی ظاہر تر ہے کیونکہ جبریل نے بیان کیا اور یہی نص ہے اس باب میں،اور فیض میں ہے کہ اسی پر لوگوں کا عمل ہے ان دنوں اور اسی پر فتوی ہے)

اور واضح ہو کہ نقل کرنا ہمارا رجوع امام طرف مثل کے؛ اور بیان کرنا ہمارا معتمد ہونے اور قابل فتوی کے ہونے کو نزدیک بہت سے علماء حنفیہ کے؛محض بطور الزام ہے۔ اور بصورت اظہار خبر واقعی کے۔ اس لئے نہیں کہ امام کے رجوع سے ہم کو گنجائش عمل کی احادیث ایک مثل پر ہوئی۔ حا شا و کلاّ ۔اس لئے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ اور ان کے صاحبین اور تمام حنفی اگلے پچھلے ایک مثل کے قائل نہ ہوتے، تب بھی ہمیں احادیث یک مثلی صحیحہ مرویہ عن النبی ﷺ پر عمل کرنے میں کچھ تامل نہ ہوتا ۔ ہمارے نزدیک حدیث رسول پر عمل، مجتہد کے عمل اور اخذ پر موقوف نہیں، جیسا کہ باب ثانی کے جواب میں بدلائل قطعیہ ثابت کیا گیا ہے۔ و اللّٰہ تعا لی اعلم با لصّوا ب

فا لحمد للّٰہ علی ما وفقنا لا ثبا ت المثل للفصل بین الظّھر و العصر با لحجج السّا طعۃ و القول الفصل و ایّد نا علی نفی الفصل با لمثلین الذی لم یثبت فی حدیث صحیح و لا ضعیف عن النبی ﷺ سید الثّقلین ولم یتلقاہ با لقبول جمھور اھل العلم من المجتھدین الماجورین فی النشا تین و صلی اللّٰہ علی رسو لہ محمد و آ لہ الطا لبین للحسنیین

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جمع بین الصلوتین

قال (مؤلف تنویرالحق) ۔مسئلہ پانچواں دونمازوں کا بیچ ایک وقت کے

اقول ۔اس مسئلہ کی تحقیق کان لگا کر سننی چاہیے کہ اس مسئلہ میں جناب مؤلف نے بہت ابلہ فریبی اورحق پوشی کی ہے کہ دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں۔ یعنی ایک روایت ابوداؤد کی جس کے راوی میں ضعف تھا ہماری دلیل ٹھہرا کر نقل کر دی۔ اور جو روایتیں صحیحہ متعددہ اس میں تھیں، چھوڑ دیں۔

ایسا ہی ایک روایت طبرانی کی معجم اوسط سے، اورایک روایت حاکم کی اربعین سے جن میں کچھ ضعف تھا، دلائل ٹھہرا کر نقل کر کے ان کے بعض راویوں پر طعن کر دیا۔ اور جو روایتیں صحیحہ متعددہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ اور مسند ابی یعلی اور مصنفات بیہقی اور مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد اور معانی الآثار طحاوی اور مستخرج لابی نعیم وغیرھا میں مشہور اور متداول تھیں، نقل کر کے ان کا جواب نہیں دیا۔

کاش صحاح ستہ ہی کی صحیح حدیثوں کو دلیل ٹھہراتا اور پھر ان سے جواب دیتا۔ یہ کیا دین داری ہے اور کیا مردانگی کہ کتب متداولہ صحیحہ بخاری ومسلم جیسی کو چھوڑ کر اربعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا اور ان سے دو ضعیف روایتیں نقل کر کے ان کا جواب دیدیا، تاکہ عوام کو یقین ہو کہ مجوزین جمع بین الصلوتین کے فقط اسی قدر دلیلیں رکھتے ہیں جن کو مؤلف نے ضعیف کر دیا۔

خیر جو کیا بزعم خود اچھا کیا۔ اب ہم سے تحقیق اس مسئلہ کی کما ينبغي سننا چاہیے کہ اپنی دلیلیں کیسی قوی پیش کرتے ہیں اور تمام حنفیوں کے عذرات کو، جو مؤلف نے بیان کئے ہیں وہ بھی اور جو دیگر حنفیوں نے بیان کئے ہیں وہ بھی، کس طرح بالاستیعاب نقل کر کے ان کا جواب دیتے ہیں۔

پس مخفی نہ رہے کہ جمع بین الصلوتین فی السفر صحیح اور ثابت ہے رسول اللہ ﷺ سے بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سے جن میں ہیں علیؓ اور عبداللہؓ بن عمرؓ اور انسؓ اور عبد اللہؓ بن عمروؓ بن عاص اور عائشہؓ اور ابن عباسؓ اور اسامہؓ بن زیدؓ اور جابرؓ اور ابوجحیفہؓ اور معاذؓ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بن جبل اور ابن مسعودؓ فی احد الروایتین، اور سعدؓ بن ابی وقاص اور سعیدؓ بن زید اور ابوموسی اشعریؓ اور ابوہریرہؓ وغیرھم ، اور مروی ہیں روایتیں ان کی ان تیرہ کتب حدیث میں جن کا ذکر بالا گذرا، اور کتنی اور کتب میں سوائے ان کے۔ لیکن مجموعہ روایات میں بعض تو ایسی ہیں کہ ان میں فقط جمع کرنا رسول اللہ ﷺ کا دو نمازوں کو بیان کیا ہے اور کیفیت اس جمع کی بیان نہیں کی۔ پس حنفی لوگ ان حدیثوں میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس جمع سے جمع صوری ہے، یعنی پہلی نماز کو آخر وقت میں پڑھا اور دوسری کو اول وقت پڑھا۔ تو یہ بظاہرا اور بصورت جمع معلوم ہوتی ہے اس طور پر کہ اس میں تاویل جمع صوری کو دخل ہے، بیان کی گئی ہے۔ اس لئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو دخل نہیں، ذکر کرتے ہیں۔

منصفین بافہم اور ناظرین باعلم ان حدیثوں مجملۃ الکیفیت کو بھی انہیں احادیث بینۃ الکیفیت پر محمول سمجھیں۔ تو واضح ہو کہ جمع بین الصلوتین دو قسم ہے۔ جمع تقدیم اور جمع تاخیر۔ پس دونوں قسموں کی حدیثیں علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے ہیں۔

☆ جمع تقدیم کی احادیث

روایت کی مسلم نے حکم بن عقبہ کے طریق سے ابوجحیفہؓ سے۔

قال خرج رسول اللّٰه ﷺ بالهاجرة الى البطحى فتوضأ فصلى الظّهر ركعتين و العصر ركعتين و بين يديه عنزة قال شعبة و زاد فيه عون عن ابيه ابى جحيفة و كان يمرّ من ورائها المرأة و الحمار (مسلم: ۵۰۳)

(ابوجحیفہؓ نے کہا کہ نکلے آنحضرت ﷺ دو پہر کو بطحاء کی طرف اور وضو کیا اور ظہر اور عصر دو دو رکعت پڑھی۔ اور ان کے آگے ایک برچھی کھڑی تھی)۔

اور دوسری روایت بخاری کی اس طرح ہے:

خرج علينا رسول اللّٰه ﷺ بالهاجرة فصلّى بالبطحاء الظهر و العصر ركعتين و نصب بين يديه عنزة (بخاری: ۳۵۵۳)

(نکلے آنحضرت ﷺ دو پہر کو اور نماز پڑھی بطحاء میں ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت اور ان کے آگے ایک برچھی کھڑی تھی)۔

کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فیه دلیل علی القصر و الجمع فی السّفر و فیه ان الافضل لمن اراد الجمع و هو نازل فی وقت ا لا ولی ان یقدم الثّا نیة الی الاولی (اس حدیث میں دلیل ہے قصر اور جمع کرنے کی سفر میں۔ اوراس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص ارادہ جمع کرنے کا رکھتا ہے اور ٹھہرا ہے پہلے وقت میں تو اس کے لئے افضل ہے کہ دوسری نماز کو پہلی نماز کے وقت میں ادا کرے)۔

اور کہا شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی شرح مؤطا میں:

و ظا هره تقدیم العصر فی وقت الظهر۔ انتهی۔

اقول و جه الظهور کو ن الها جرة ظر ف الخروج و الو ضوء و الصلوة جمیعاً لا ن کلاّ من الخرو ج و الو ضوء و الصلوة مرتب الوقوع و متقا ر ب الو جود فا ن الفاء علی لفظة فتو ضأ فصلی للتر تیب بلا مهلة۔ انتهی۔ قا ل فی الفوا ئد الضّیا ئیة الفاء للتر تیب بلا مهلة۔ انتهی۔

و قا ل المحشی ا لملا صادق قو له قدس سره بلا مهلة هذا القید مما فا ت المصنّف ولا بدّ منه لا یقا ل یستفاد من قو له ثمّ مثلها بمهلة لانّا نقول لا نم ذا لک الجواز ان یستفاد منه التفاوت با العمو م و الخصو ص و نحن نقول لو لا تنصیص المصنف علیه فی شر حه لا مکن ان یقا ل خا لف الجمهور و اختیار کو ن الفاء لمطلق التر تیب انتهی۔ فیکو ن المعنی علی ما تقتضیه الفاء انّه علیه السّلام خر ج فی الها جرة و توضّأ فی الها جرة و صلّی الظّهر و العصر فی الها جرة۔ فا ن قلت یحتمل انّه علیه السّلام صلی الظّهر کما قلتم ای غیر متراخ عن الخروج فی الها جرة و التو ضی فیها لکنّه صلّی العصر بعد د خو ل وقتها قلنا هذا خلاف الظّا هر۔ و قد تقرّر انّ النّصو ص من الکتاب و السّنّة تحمل علی الظّواهر ما لم یصرف منها ما نع قطعی۔ کذا قا ل فی العقا ئد النسفیّة و هنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لم یو جد ما نع یمنع حمل الحدیث علی الظّا ھر۔ فا ن قلت ما یتمسک به الحنفیة من ا حا دیث الجمع الصوری و انکار بعض الصّحا بة کا بن مسعود عن الجمع و قطعیة ثبوت تعین المیقا ت للصلوا ت و نھی عمر بن الخطا ب عن الجمع بین الصّلوۃ ما نع عن حمل الحد یث علی الظّا ھر، قلنا لا شیء۔ و لا وا حد مما تمسکوا به مو جب لا متنا ع الجمع بین الصّلوتین مطلقاً مقد ما کا ن الجمع او مؤ خرا کما ستری فی مقا م الجوا ب عن ادلتھم۔ فیبقی ظوا ھر ا لا حا دیث سا لمة عن الموا نع ۔ فتعین الحمل علیھا ۔ فتد بر علی ان لفظ فصلی مع مقو لة لفظ الظھر مع معطو ف علیه و ھو لفظ العصر مر تب غیر مترا خ عن الخرو ج و التو ضی فیھا فکیف یسوغ ربط فصلی مع الخرو ج و التو ضی بعد ما ینزع عنه ما ھو المعطو ف علی معمو له ۔ فا فھم۔

(اور ظاہر اس کا مقدم کرنا ہے عصر کا ظہر کے وقت میں۔ ہو چکی عبارت محلی کی۔

میں کہتا ہوں کہ وجہ ظاہر ہونے کی یہ ہے کہ دو پہر کو نکلتے ہی آپ نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ اور یہ سب کچھ حرف فا سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا مہلت تھا۔

کہا فوائد ضیائیہ میں فا بلا مہلت کے ترتیب کے واسطے ہے۔

اور کہا ملا صادق محشی نے کہ یہ قول کہ بلا مہلت ہے، مصنف کا فیہ سے رہ گیا ہے۔ اور یہ ضرور چاہیے کہ کوئی یوں نہ کہے کہ اس کے یہ کہنے سے کہ ثم ، فا کی مانند ہے ساتھ مہلت کے مہلت نکلتی ہے۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ ہم یہ نہیں مانتے اس لئے کہ جائز ہے کہ اس سے فرق عموم اور خصوص کا نکلے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اگر اس پر مصنف اپنی شرح میں جتلا نہ دیتا تو ممکن تھا کہ یہ کہا جاتا کہ اس نے جمہور کا خلاف کر کے فا کو مطلق ترتیب کے لئے ہونا پسند کیا ہے۔ ہو چکی عبارت اس کی۔

تو اب معنی فا کے اقتضا پر یہ ہوئے کہ آنحضرت ﷺ دو پہر کو نکلتے ہی وضو کر کے ظہر اور عصر پڑھتے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی کہے کہ خیر ظہر تو جیسے تم کہتے ہو پڑھی، لیکن عصر اپنے وقت پر پڑھی ہو، تو ہم کہیں گے یہ خلاف ہے ظاہر کا۔ اور یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ کوئی مانع قطعی جب تک نہ ہو، نصوص اپنے ظاہر معنی پر محمول ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی عقائد نسفی میں ہے، اور یہاں کوئی مانع قطعی نہیں،

اگر کوئی کہے کہ وہ حدیثیں جمع صوری کی جس سے حنفیوں نے دلیل پکڑی ہے اور بعض صحابہ جیسے عبداللہ بن مسعودؓ کا جمع کو انکار کرنا اور نمازوں کے وقتوں کا قطعی ہونا اور حضرت عمرؓ کا جمع صلوتین کو منع کرنا، حدیث مذکور کے ظاہری معنی لینے کا مانع ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ کوئی بھی ان میں سے مطلق جمع کو خواہ مقدم ہو خواہ مؤخر مانع نہیں ہے۔

...تو حدیث اپنے ظاہر معنی پر رہی۔

علاوہ بریں لفظ فصلی مع ظہر اور عصر مرتب ہیں اس میں فصل نہیں ہو سکتا)۔

مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ وقت زوال آفتاب کے بطحاء میں تشریف لے گئے۔ اسی وقت میں بلامہلت وضو کیا۔ اسی وقت بلامہلت ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا۔

اور روایت کی امام ابوداوٴدؒ نے:

حد ثنا قتيبة بن سعيد نا الليث بن سعد عن يز يد بن ابى حبيب عن ابى الطّفيل عن معا ذ بن جبل انّ النّبىّ ﷺ كا ن فى غز وة تبوك اذا ارتحل قبل زيغ الشّمس اخر الظّهر الى ان يجمعها الى العصر فيصليهما جميعاً و اذا ارتحل بعد زيغ الشّمس عجّل العصر الى الظّهر و صلّى الظّهر و العصر جميعاً ثمّ سار و كا ن اذا ارتحل قبل المغر ب اخر المغر ب حتى يصيلها مع العشاء و اذا ار تحل بعد المغر ب عجل العشاء فصيليها مع المغر ب ۔ (ابوداوٴد: ١٢٠٨) (روایت کی ہمیں قتیبہ بن سعید نے، کہا روایت کی لیث بن سعد نے یزید بن حبیب سے، انہوں نے ابوطفیل سے، انہوں نے معاذ بن جبلؓ سے، یوں کہ آنحضرت ﷺ سفر غزوہ تبوک میں اگر قبل ڈھلنے آفتاب کے سوار ہوتے تو ظہر کو موٴخر کر کے عصر کے ساتھ ملا کر پڑھتے۔ اور اگر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

بعد ڈھلنے آفتاب کے سوار ہوتے تو عصر کو ظہر کے وقت میں ظہر سے ملا کر پڑھتے۔ اور اگر سوار ہوتے قبل غروب آفتاب کے تو مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ پڑھتے۔ اور اگر بعد غروب کے سوار ہوتے تو عشاء کو بھی مغرب ہی کے ساتھ پڑھ لیتے)

اس حدیث کے سب راوی ثقات ہیں:

امّا ا لا وّل فهو قتيبة بن سعيد بن جميل بفتح الجيم بن طريف الثّقفى ابو ر جاء البغلا نى بفتح الموحدة و سكو ن المعجمة يقا ل اسمه يحى و قيل على ثقة ثبت ۔ و الثّا نى هو الليث بن سعد بن عبد الرحمن الفهمى ابو الحارث المصرى ثقة ثبت فقيه امام مشهور۔ و الثّا لث هو يز يد بن ابى حبيب المصرى ابو ر جاء و اسم ابيه سو يد ثقة فقيه ۔ و البا قيان صحا بيا ن ۔ كذ ا فى التقريب (کہ پہلا قیتبہ بن سعید بن طریف ثقفی ہے ثقہ اور ثبت ہے۔ دوسرا لیث بن سعد بن عبد الرحمٰن ہے جو ثقہ فقیہ امام مشہور ہے۔ تیسرا یزید بن ابی حبیب مصری ہے جو ثقہ فقیہ ہے اور باقی دونوں صحابی ہیں)

اور کہا امام ترمذیؒ نے:

و روى على بن المد ينى عن احمد بن حنبل عن قتيبه هذا الحديث و حد يث معا ذ حد يث حسن غر يب تفرد به قتيبة لا نعرف احد رواه عن ا لليث غيره ۔ و حد يث الليث عن يز يد بن ابى حبيب عن ابى الطفيل عن معا ذ حد يث غر يب و المعرو ف عند اهل العلم حديث معا ذ من حد يث ابى الز بير عن ابى الطفيل عن معا ذ ان النبى ﷺ جمع فى غز وة تبو ك بين الظهر و العصر و بين المغر ب و العشاء رواه قرة بن خا لد و سفيا ن الثورى و ما لک و غير وا حد عن ابى الز بير المكى ۔ (اور روایت کیا علی بن مدینیؒ نے احمد بن حنبلؒ سے انہوں نے قتیبہؒ سے اس حدیث کو۔ اور حدیث معاذ کی حسن غریب ہے اس میں قیتبہ اکیلا ہے، ہم نہیں جانتے کسی کو کہ لیث سے روایت کی ہو۔ اور حدیث لیث کی یزید بن ابی حبیب سے انہوں نے ابو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طفیل سے انہوں نے معاذ سے حدیث غریب ہے اور اہل علم کے نزدیک مشہور حدیث معاذ کی حدیث ابی الزبیر سے کہ انہوں نے ابوطفیل سے روایت کی ہے اور انہوں نے معاذ سے، اس طرح پر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ تبوک میں جمع کیا ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو۔ روایت کی یہ حدیث قرۃ بن خالد نے اور سفیان ثوریؒ اور مالکؒ اور دیگر نے ابی زبیر مکیؒ سے)

اور کہا امام ابوداؤد نے:

و لم یرو هذا الحدیث الا عن قیتبة وحده۔ انتهی (اور یہ حدیث اکیلی قتیبہ نے روایت کی ہے اور کسی نے نہیں روایت کی۔ ابوداؤد کی عبارت ختم ہوئی)

اقول لا یخفی علی العالم باصول الحدیث ان تفرد الرّاوی بروایة انّما یستلزم کونها منکرة شاذة مردودة اذا کان ذالک الرّاوی غیر ضابط و لا ثبت او یخالفه فی تلک الرّوایة احفظ منه و اضبط۔ و اما اذا کان المتفرد حافظا ثقة ثبتاً و لم یخالفه احد فیها او خالفه احد لکن المخالف مثله فی الحفظ و التثبیت فحینئذ لا تکون روایته التی تفرد بها مردودة۔ بل هی مقبولة۔ ثم المقبولة بشرط الاول صحیحة و بشرط الثانی حسنة قال الامام ابن الصلاح فیه تفصیل فما خالف مفرده احفظ منه و اضبط فشاذ مردود و ان لم یخالف و هو عدل ضابط فصحیح و ان رواه غیر ضابط لکن لا یبعد عن درجة الضّابط فحسن و ان بعد فمنکر۔ انتهی نقله السّیّد جمال الدین المحدث صاحب روضة الاحباب فی رسالته فی اصول الحدیث۔ ثمّ قال و یفهم من قوله احفظ و اضبط علی صیغة التّفضیل انّ المخالف ان کان مثله لا یکون مردودا۔ انتهی۔

و قال الامام النووی فی مقدمة شرحه علی صحیح مسلم و اذا انتفت المتابعات و تمحض فرداً فله اربعة احوال۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حال یکون مخالفاً لروایۃ من ہو احفظ منہ فہذا ضعیف و یسمّی شاذاً و منکراً

و حال لا یکون مخالفاً و یکون ہذا الرّاوی حافظا ضابطاً متقنّا فیکون صحیحاً۔

و حال یکون قاصراً عن ہذا و لکنّہ قریب من درجتہ فیکون حدیثہ حسناً

و حال یکون بعیداً عن حالہ فیکون شاذاً منکراً مردوداً

فحصل ان الفرد قسمان مقبول و مردود۔ و المقبول ضربان فرد لا یخالف روایۃ کامل الاہلیۃ و فرد من ہو قریب منہ۔ و المردود ایضاً ضربان۔ فرد مخالف للاحفظ و فرد لیس فی روایتہ من الحفظ و الاتقان ما یجبر تفردہ۔ و اللّٰہ اعلم۔ انتہی

و اذا تمہد ہذا فنقول ان تفرد قتیبۃ بہذہ الروایۃ عن اللیث لا یضرّ صحّۃ الحدیث لانّ قتیبۃ ثقۃ ثبت کما مرّ عن التّقریب و لم یخالفہ احد فی تلک الروایۃ عن اللیث و من ادعی خلافہ فعلیہ البیان۔

و کذا تفرد اللیث بہذہ الروایۃ عن یزید بن ابی حبیب ان قال بہ قائل لا یضرّ صحّۃ الحدیث لانّ اللیث ثقۃ ثبت فقیہ امام مشہور کما مرّ عن التقریب و لم یخالفہ احد فی تلک الروایۃ عن یزید و۔ کذا تفرّد یزید بن ابی حبیب بہذہ الرّوایۃ عن ابی الطّفیل ان قال بہ قائل لا یضرّ صحّۃ الحدیث لان یزید و ان خالفہ ابو الزبیر المکی فی الروایۃ عن ابی الطفیل لکن ابا الزبیر المکی لیس باثبت من یزید بل لیس مساویاً لہ۔ لان یزید ثقۃ فقیہ کما مرّ عن التّقریب فہو فی المرتبۃ الثّانیۃ لانّ مدحہ مؤکّد۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقد قال الحافظ فی التّقریب فامّا المراتب فاوّلها الصّحابة فاصرح بذلک لشرفهم ۔ الثّانیة من اکّد مدحه اما بافعل کاوثق الناس او بتکریر الصفة لفظا کثقة ثقة او معنی کثقة حافظ ۔ انتهی ۔

و ابا الزّبیر المکی صدوق فقط و مع ذالک مدلس۔ قال الحافظ فی التّقریب محمّد بن مسلم بن تدرس(بفتح المثناة و سکون الدّال المهملة و ضمّ الرّاء) الاسدی مولاهم ابوالزّبیر المکی صدوق الا انّه یدلس من الرّابعة انتهی۔ فهو فی المرتبة الرابعة ۔ لما قال الحافظ الرابعة من قصر عن درجة الثالثة قلیلاً و الیه الاشارة بصدوق او لا بأس به او لیس به بأس ۔ انتهی ۔

فکیف یخدش تفرد یزید بن ابی حبیب بالرّوایة عن ابی الطّفیل خلاف ابی الزبیر المکی الّذی هو دونه فی التثبت و الثقاهة ۔ فافهم

(میں (یعنی نذیر حسین) کہتا ہوں کہ عالم اصول حدیث پر پوشیدہ نہیں کہ اکیلا ہونا راوی کا حدیث کو منکر شاذ مردود تب کرتا ہے جب وہ راوی ضابط نہ ہو یا اس روایت میں اپنے سے زیادہ حافظ حدیث یا زیادہ ضابط کے مخالف پڑے ۔اور جب یہ نہ ہو بلکہ وہ بھی حافظ ثقہ ہو اور مخالف نہ ہو۔ یا ہو تو برابر والے سے ہو تو اس صورت میں وہ روایت مردود نہ ہوگی بلکہ مقبول ہوگی ۔ پھر مقبول بشرط اول صحیح ہے اور بشرط ثانی حسن ۔کہا ابن الصلاح نے اس میں تفصیل ہے ۔سو اگر وہ اپنے سے زیادہ مخالف ہے تو شاذ ہے اور اگر مخالف نہیں اور خود بھی ثقہ ہے تو صحیح ہے۔ اور اگر ایسے غیر ضابط نے روایت کی ہے کہ وہ درجہ ضابط سے دور نہیں ہے تو حسن ہے۔ اور اگر دور ہے تو منکر ہے۔ ہو چکی عبارت اس کی ۔نقل کیا اس کو سید جمال الدین محدث ؒ نے جو کہ روضہ کے مصنف ہیں اپنے اصول حدیث کے رسالہ میں۔ پھر کہا ہے کہ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ مخالف ہونا بہت حافظ سے لیا ہے کہ اگر برابر والے سے مخالف ہو تو مردود نہ ہوگی ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور کہا امام نوویؒ نے اپنے اس مقدمہ شرح صحیح مسلم میں کہ جب متابعت حدیث کی اور راوی کی روایت سے نہ ہو اور راوی اکیلا رہے تو چار حال اس کے ہو سکتے ہیں:۔
یا تو اپنے سے بڑھ کر راوی سے مخالف ہے تو یہ قسم تو ضعیف ہے اور اس کا نام شاذ منکر ہے، یا مخالف نہ ہوگا اور یہ راوی خود بھی حافظ ضابط جید الروایۃ ہے تو یہ قسم صحیح ہے۔
اور ایک حال اس نمبر۲ سے کم والے کا ہے وہ یہ کہ راوی اس کے قریب قریب ہو تو حدیث حسن رہے گی،
اور ایک حال اس نمبر۲ سے دور والے کا ہے تو وہ حدیث شاذ منکر مردود ہے۔
تو اب معلوم ہوگیا کہ فرد روایت دو قسم کی ہے۔ مقبول اور مردود۔ اور مقبول دو طرح ہے، ایک یہ کہ اپنے سے بڑھ کر مخالف نہ ہووے اور ایک اس سے قریب۔ اور مردود بھی دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ اپنے سے بڑھ کر مخالف ہووے اور ایک یہ کہ راوی اچھا نہ ہو ۔ ہو چکی عبارت اس کی ۔
جب یہ تمہید ہو چکی تو ہم کہتے ہیں کہ اکیلا ہونا قیتبہ کا اس روایت میں لیث سے صحت حدیث کو مضر نہیں ۔ اس لئے کہ قیتبہ ثقہ ثبت ہے۔ چنانچہ گذر چکا تقریب سے۔ اور کوئی اس کے مخالف اس روایت میں نہیں۔ اور جو اس کے خلاف کا مدعی ہے تو وہ دلیل بیان کرے۔
اور اسی طرح اکیلا ہونا لیث کا اس روایت میں یزید بن ابی حبیب سے اگر کوئی کہے تو صحت حدیث کو مضر نہیں ۔ کیونکہ لیث ثبت ثقہ فقیہ امام مشہور ہے جیسا کہ گذرا تقریب سے۔ اور اس کے کوئی مخالف نہیں روایت میں ۔
اور ایسا ہی اکیلا ہونا یزید کا اس روایت میں نہیں ضرر کرتا صحت حدیث کو۔ کیونکہ یزید کے مخالف اگر چہ اس روایت میں ابو زبیر مکی ہے لیکن وہ یزید سے بڑھ کر نہیں، بلکہ برابر بھی نہیں۔ کیونکہ یزید ثقہ فقیہ ہے چنانچہ تقریب سے گذرا تو وہ مرتبہ ثانی میں رہا کیونکہ اس کی مدح میں تاکید ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں کہا ہے اول مرتبہ صحابہ کا ہے ان کے شرف کے سبب سے ۔دوسرے وہ جس کی مدح میں تاکید ہو یا تو صیغہ افضل التفضیل سے جیسے اوثق النّاس، یا دو دو دفعہ صفت کا بولنا لفظ کے طور پر، جیسے ثقہ ثقہ یا معنی کے طور پر جیسے ثقہ حافظ ۔ اور ابو زبیر فقط ثقہ ہے اور مدلس بھی ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں کہا ہے محمد بن مسلم تدرس ابوزبیر مکی صدوق ہے مگر مدلس، چوتھے طبقہ میں۔ تو چوتھے مرتبہ میں ہوا۔ چنانچہ تقریب میں ہے چوتھا طبقہ وہ جو تیسرے سے کچھ کم ہووے اور اسی کی طرف اشارہ ہے لفظ صدوق کا اور لا بأس به و لیس به بأس کا۔

تو اب کیوں کر خدشہ ڈالے گا خلاف ابوزبیر مکی، جو درجہ ثقاہت میں کم ہے، کا یزید بن ابی حبیب کی روایت میں ابی الطفیل سے)

پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث قیتبہ کی باوجود تفرد قیتبہ کے اول تو صحیح ہے کما حققناہ۔ ورنہ اس کے حسن ہونے میں تو کسی اہل بصیرت کو کلام نہیں کما قال الترمذی و حدیث حسن غریب۔ یعنی غریب ہے بنظر تفرد کے اور حسن ہے اس نظر سے کہ خلاف اس کا کسی احفظ او اضبط سے بہ نسبت اس کے رواۃ کے مروی نہیں۔

اور جو مؤلف نے زیلعی حنفیؒ سے نقل کیا ہے کہ کوئی حدیث در باب جمع تقدیم کی مضبوط نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ زیلعی آئمہ جرح اور تعدیل میں سے نہیں۔ اس کا مذہب تو یہ ہے کہ حنفی مذہب کی فقہ تراشی کرے نہ یہ کہ حدیثوں کو جرح کرے۔

اور جو کہ مؤلف نے یہ قول ابوداوٗدؒ سے بواسطہ عینیؒ کے نقل کیا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ ابوداوٗد نے اپنی سنن میں حدیث صحیح ابوحیفہ کی، جو بخاری اور مسلم سے نقل ہو چکی ہے، جس سے صاف جمع تقدیم ثابت ہوتی ہے، روایت کی ہے۔ اور یہ حدیث قیتبہ بن سعید کی جس کا صحیح ہونا ثابت کیا گیا ہے روایت کی ہے اور جرح قدح اس پر نہیں کیا۔ اور سوائے تفرد قیتبہ کے جو کہ منافی صحت حدیث کے نہیں، کما حققناہ، کچھ زبان پر نہیں لایا۔ پھر کس طرح تسلیم کیا جاوے کہ یہ قول بھی کہا ہو۔ تو اگر جناب مؤلف کو کچھ غیرت آئے تو نشان دہی کریں کہ امام ابوداوٗدؒ نے کون سی کتاب میں یہ بات کہی ہے۔

پس محقق ہوا کہ جمع تقدیم احادیث صحیحہ سے، جو بعض ان سے بروایت شیخین ہیں اور بعض کم ان کے درجہ سے، ثابت ہے۔

☆ اب سنو حدیثیں تاخیر کی:

روایت کی امام مسلمؒ نے حضرت نافع سے:

ان ابن عمر کان اذا جد به السّیر جمع بین المغرب و العشاء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد ان یّغیب الشّفق و یقول انّ رسول اللّٰہ ﷺ کا ن اذا جد بہ السّیر جمع بین المغر ب و العشاء۔(صحیح مسلم :۷۰۳)

(ابن عمرؓ کو جب سفر پیش آ تا تو بعد غروب شفق کے مغرب اورعشاء جمع کر لیا کر تے تھےاور کہتے کہ رسول اللہ ﷺ کوجلدی سفر کی ہوتی تو مغرب اورعشاءکوجمع کرتے)۔

اور روایت کی ہے تر مذیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے:

انّہ استغیث علی بعض اھلہ فجد بہ السیر و اخر المغر ب حتی غا ب الشّفق ثمّ نز ل فجمع بینھما ثمّ اخبر ھم انّ رسول اللّٰہ ﷺ کا ن یفعل ذا لک اذا جد بہ السّیر

(ابن عمرؓ کو بعض اہلخا نہ کی عیا دت کے لئے جلدی جا نے کی ضرورت پڑ ی تو انہوں نے مغرب میں غروب شفق تک تا خیر کی۔ پھر اتر کر مغرب اور عشاء ملا کر پڑھیں۔ پھر لوگوں سے کہا کہ سفر میں آنحضرت ﷺ بھی یونہی کیا کرتے تھے جلدی کے وقت)

پھر کہا تر مذیؒ نے ھذا حدیث حسن صحیح (یہ حدیث حسن صحیح ہے)

اور روایت کی امام بخاریؒ نے سالم بن عبداللہ سے:

و اخّرابن عمر المغر ب و کان استصر خ علی امرأتہ صفیۃ بنت ابی عبید فقلت لہ الصّلوۃ۔ فقا ل سر حتی سا ر میلین او ثلا ثۃ۔ ثمّ نز ل فصلّی۔ فقا ل ھکذا رأیت النّبیّ ﷺ یصلی اذا عجلہ السیر (صحیح بخاری:۱۰۹۱)

(اورتا خیر کی ابن عمرؓ نے مغرب کی نماز میں اس سفر میں کہ اپنی اہلیہ صفیہ کے پاس انہیں پہنچنا ضروری تھا۔سو میں نے کہا نماز کا وقت آ گیا۔فر ما یا کہ ابھی چلے چلو۔ یہاں تک کہ دو یا تین میل اور چلے ۔ پھر اتر کر نماز پڑھی اور کہا کہ جلدی کے سفر میں آنحضرت ﷺ بھی یوں ہی کیا کر تے تھے)

اور یہ بات ادنی عاقل بھی جا نتا ہے کہ اگر بعد دخول وقت مغرب کے دو تین کوس مسا فت چلیں تو اتنی شفق غا ئب ہو جا تی ہے اور وقت عشاء کا داخل ہو جا تا ہے۔ اور صاف سنو کہ روایت کی امام بخاریؒ نے اسلمؒ سے:

قا ل کنت مع عبد اللّٰہ بن عمر بطر یق مکہ فبلغہ عن صفیۃ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بنت ابی عبید شدة وجع فاسرع الیھا حتّی اذا کا ن بعد غروب الشّفق ثمّ نز ل فصلّی المغر ب و الغنمة جمع بینھما و قال انی رأیت النّبیّ ﷺ اذا جد به السّیر اخّر المغر ب و جمع بینھما (میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ مکے کے رستہ میں تھا۔ تو ان کی اہلیہ صفیہ بنت ابی عبید کی خبر پہنچی کہ بہت بیمار ہیں تو جھٹ پٹ چل دیئے۔ جب شفق غروب ہوگئی تو مغرب اورعشاء جمع کر کے پڑھیں۔ اور کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ سفر کی جلدی میں مغرب میں تاخیر کر کے جمع کرلیا کرتے تھے)۔

اور روایت کی ہے امام نسائیؒ نے اسماعیل بن عبدالرحمٰنؒ سے:

قال صحبت ابن عمر الی الحمی فلما غر بت الشّمس ھبت ان اقول له الصّلوة فسار حتی ذھب بیا ض ا لا فق و فحمة العشاء ثم نز ل فصلّی المغر ب ثلا ث رکعا ت ثمّ صلّی رکعتین علی اثر ھا ۔ ثمّ قا ل ھکذا رأ یت رسول اللّٰه ﷺ یفعل (میں حمی تک ابن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ جب سورج ڈوب گیا تو میں یہ کہتے ہوئے ڈرا کہ نماز کا وقت آ گیا اور وہ شفق کے غروب تک چلتے گئے۔ پھر اتر کر تین رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں اس کے پیچھے پڑھیں اور کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یوں ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے)۔

اور روایت کی ہے امام ابوداؤدؒ نے نافعؒ سے:

ان ابن عمر استصرخ علی صفیة و ھو بمکّه فسار حتّی غربت الشّمس و بد ت النّجو م فقا ل انّ النّبیّ ﷺ کا ن اذا عجّل به امر فی سفر جمع بین ھا تین الصّلوتین فسار حتی غا ب الشّفق فنز ل فجمع بینھما (حضرت ابن عمرؓ کو ان کی اہلیہ کی شدید علالت کی خبر پہنچی.. تو وہ چلے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا اور ستارے ظاہر ہوئے۔ تو کہا کہ جب آنحضرت ﷺ کو جلدی کا سفر پیش آتا تھا تو ان دونوں نمازوں کو جمع کرلیا کرتے تھے، پھر چلے اور شفق غروب ہوگئی پھر اتر کر دونوں نمازیں پڑھیں)

اور روایت کی ہے امام ابوداؤدؒ نے عبداللہ بن دینار سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قال غا بت الشّمس و انا عند عبد اللّه بن عمر فسر نا فلمّا رأیناه قد امسی قلنا الصّلو ۃ فسار حتی غا ب الشفق و تصوبت النّجو م ثمّ انه نز ل فصلّی الصلو تین جمیعاً ثم قال رأیت رسول اللّه ﷺ اذا جد به السّیر صلّی صلو تی هذه یقول یجمع بینهما بعد لیل (سورج ڈوب گیا اور میں عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ اور چلتے گئے۔ جب شام ہوئی تو میں نے کہا کہ نماز۔تو وہ چلتے ہی گئے یہاں تک کہ شفق غروب ہوگئی اور تارے چمکنے لگے۔تو اتر کر دونوں نمازیں پڑھیں ۔ پھر کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ سفر کی ضرورت میں یوں ہی پڑھا کرتے تھے یعنی رات پڑے جمع کر لیا کرتے تھے)۔

پھر کہا:

قا ل ابو داؤد رواه عا صم بن محمد عن اخیه عن سا لم و رواه ابن ابی نجیح عن اسما عیل بن عبد الر حمن بن ذویب انّ الجمع بینهما من ابن عمر کا ن بعد غیو ب الشّفق
(اور روایت کی عاصم بن محمد نے اپنے بھائی سے اس نے سالم سے۔ اور روایت کی ابن ابی نجیح نے ، اس نے اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ذویب سے، یہ کہ جمع کیں دونوں نمازیں حضرت ابن عمرؓ نے بعد غروب شفق کے)۔

اور روایت کی ہے امام محمدؒ نے مؤطا میں بواسطہ امام مالکؒ کے کہ ابن عمرؓ نے شفق کے غائب ہونے کے بعد مغرب، عشاء کے ساتھ جمع کی تھی (ذکره فی المحلی شرح مؤطا)

و ما قا ل محمّد بلغنا عن ابن عمر ای بطر یق اخری انه صلّی المغرب حین اخر الصّلوۃ قبل ان تغیب الشّفق فکیف نسلمه بلا اسناد۔ و علی تقدیر و جود ا لاسناد المتّصل کیف یعا ر ض الصحیحین و التّر مذی و النّسا ئی و ابا دا ؤد مع روا یة الشّیخین مقد مة علی غیر هما کما مرّ عن شر ح النّخبة و سیجیء ایضا (اور وہ جو محمدؒ نے کہا ہے کہ ابن عمرؓ سے دوسری روایت یوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمیں پہنچی ہے کہ ابن عمرؓ نے غروب شفق سے پہلے پڑھی تھی تو وہ بلا سند کے کیوں کر مسلم ہوسکتی ہے۔ اور سند بھی ہو تو صحیحین اور ترمذی اور نسائی اور ابو داؤد کی روایت کو کس طرح معارضہ کرسکتی ہے۔ فقط شیخین کی روایت ہوتی تو بھی غیر پر مقدم ہوتی۔ چنانچہ شرح نخبہ سے اوپر گذر چکا اور آگے بھی آئے گا)۔

پس حاصل مطلب حدیث ابن عمر کا، جو ان چھ کتابوں میں مروی ہے، یہ ہوا کہ ابن عمرؓ نے سفر عجلت میں مغرب اور عشاء کو شفق کے غروب کے بعد، یعنی وقت عشاء میں پڑھا۔ اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی سفر عجلت میں ایسا ہی کر لیتے تھے۔

اور روایت کی ہے امام مسلمؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے:

قال کان النّبیّ ﷺ اذا اراد ان یّجمع بین الصّلوتین فی السّفر اخّر الظّھر حتّی ید خل اوّل وقت العصر ثمّ یجمع بینھما

(صحیح مسلم: ۷۰۴)(آنحضرت ﷺ جب سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا چاہتے تو ظہر کی اتنی تاخیر کرتے کہ عصر کا اول وقت آجاتا، پھر دونوں کو جمع کر لیتے)

لفظ حتّی اس حدیث میں بمعنی الی ہے۔ کیونکہ داخل ہے فعل ید خل پر۔

مغتنم الحصول میں ہے:

و قد تد خل ای حتّی علی الا فعال فتنصبھا بتقدیر ان و یکون للغایۃ۔

اور کہا شرح ملا میں:

و حتّی کذالک ای مثل الی فی کونھا لانتھاء الغایۃ۔

اور جناب مؤلف تنویر الحق کو بھی اس پر اقرار ہے۔ چنانچہ تنویر الحق میں موجود ہے۔

اور جبکہ حتّی بمعنی الی ہوا۔ تو ظاہر ہے کہ واسطے انتہاء اس فعل کے ہوگا جس کے متعلق ہوگا نہ انتہا معمول متعلق اپنے کے، چنانچہ حدیث امرت ان اقاتل النّاس حتّی یقولوا لا الہ الّا اللّٰہ (بخاری: ۱۳۹۹۔ مسلم: ۲۰) میں حتی واسطے انتہاء اقاتل کے ہے، نہ واسطے انتہاء النّاس کے، جو مفعول ہے اقاتل کا۔

اور آیۃ لا ید خلون الجنّۃ حتّی یلج الجمل فی سمّ الخیاط۔ (اعراف: ۴۰)۔ میں حتّی واسطے انتہاء لا ید خلون کے ہے، نہ واسطے انتہاء جنت کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جومفعول ہے لا یدخلون کا۔ جیسا کہ نہیں مخفی اس شخص پر بھی جو ہدایت النحو پڑھا ہوا ہوگا تو اس حدیث میں بھی حتّی واسطے انتہاء اٰخر کے ہوگا، نہ واسطے انتہاء ظھر کے جومفعول ہے اٰخر کا۔

پس حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ جب آنحضرت ﷺ دونمازوں کے جمع کرنے کا ارادہ فرماتے، تو ظہر کی اتنی تاخیر کرتے کہ منتھی تاخیر کا، اول وقت عصر کا ہوتا۔ یعنی ظہر نہ پڑھی ہوتی کہ عصر کا وقت آجاتا۔ تو وقت عصر شروع ہوجانے پر جمع بین الصلوتین کرتے۔ اوران معنی سے کسی اہل علم سے انکارنہیں، لیکن محرفین للنصوص کو واسطے اتباع اورحمایت قول اپنے امام کے باوجود بداہت ان معنی کے کبھی نہ مانیں گے اور نئے محرف معنی خلاف نحواورلغت کے اختراع کریں گے جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

پس معنی حدیث کے یہ ہوئے کہ حضرت تاخیر فرماتے نمازظہر کو بایں طور کہ منتہی نماز ظہر کا اول وقت عصر کا ہوتا اوراس پر دلالت کرتا ہے پھرنا ضمیر بینھما کا دونوں وقتوں کی طرف بیچ حدیث آئندہ کے۔ انتھی کلام المؤلف تنویر الحق

اورمردود ہونا اس معنی کا معلوم ہو چکا جب کہ ہم نے آیت اورحدیث کی سند اور گواہی سے ثابت کردیا کہ اول وقت عصر کا منتہی تاخیر کا ہے نہ منتہی نماز ظہر کا جومفعول ہے اٰخر کا۔

نیز یہ کہ اگر اول وقت عصر کا بقول مؤلف کے منتہی ظہر کا ہو تو ثمّ یجمع بینھما کے کچھ معنی نہیں بنتے۔ کیونکہ بعد انتہا اور ہوچکنے ظہر کے اول وقت عصرتک پھر جمع کرنا اس کا ساتھ عصر کے کس طرح ہو؟

اور یہ جو مؤلف نے ضمیر بینھما کی طرف دووقتوں کے راجع ٹھہرائی ہے تو اس کا جواب تیسری حدیث میں آوے گا۔

اورروایت کی ہے امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے:

انّ النّبیّ ﷺ اذا عجل علیه السّیر یؤخر الظّھر الی اوّل وقت العصر فیجمع بینھما و یؤخر المغرب حتی تجمع بینھا و بین العشاء حین یغیب الشمس (مسلم:٧٠٤) (آنحضرت ﷺ کو جب جلدی کا سفرپیش آتا تو ظہر کی اتنی تاخیر کرتے کہ اول وقت عصر کا آجاتا تو دونوں کوجمع کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیتے۔اور تاخیر مغرب میں کر کے عشاء کے ساتھ جمع کر لیتے شفق کے غروب کے بعد)

اس میں بھی الی واسطے انتہاء تاخیر کے ہے، بعینہ اسی دلیل اور شواہد سے جو حتی میں گذری۔پس حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ جب آنحضرت ﷺ سفر عجلت کرتے تو تاخیر ظہر کی اس حد تک کرتے کہ منتہی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا پھر جمع کرتے ظہر اور عصر کو یعنی بعد دخول اول وقت عصر کے۔اور مغرب کو بھی مؤخر کرتے۔ یہاں تک کہ جمع کرتے اس کو ساتھ عشاء کے جب کہ شفق غائب ہو چکتی ۔فقط۔

لیکن جناب مؤلف اس حدیث میں بھی معنی تاخیر ظہر کے ویسے ہی کرتے ہیں جو اول حدیث حضرت انسؓ میں کرتے تھے۔ پس باطل ہونا ان معنی کا بھی گذر چکا۔ اور علاوہ اس سے دوسری تحریف اس حدیث میں مؤلف نے یہ کی ہے کہ

حین یغیب الشّفق کو ظرف یجمع کا فقط باعتبار عشاء کے ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ آیہ فا غسلوا و جو ھکم و ایدیکم الی المرا فق ۔(مائدہ:۶) میں الی متعلق ہے فاغسلوا کے فقط باعتبار ایدی کے،

تو جواب اس تحریف کا یہ ہے کہ اس آیت میں تو تعلق الی المرا فق کا فاغسلوا سے مع لحاظ وجوہ کے ممکن ہی نہیں۔ اس لئے کہ وجوہ کی مرافق غایت نہیں ہوسکتی۔ اس واسطے الی المرا فق کو فقط بلحاظ ایدی کے فا غسلوا سے تعلق دیا ہے بخلاف اس حدیث کے کہ وہاں تعلق حین یغیب الشّفق کا یجمع سے بدون لحاظ مغرب اور عشاء کے دونوں کے ممکن نہیں اور یجمع ایسا لفظ ہے کہ اس سے لفظ مغرب کو جدا کر کے مظروف حین کا ہرگز نہیں کہہ سکتے، یونکہ جمع کرنا سوائے تعدد اشیاء کے نہیں ہوسکتا ۔فقط ایک ہی شئے کو کوئی کیا جمع کرے گا۔اور اس کے کچھ معنی نہیں کہ جب کہ شفق غائب ہوچکتی تب عشاء اکیلی کو جمع کرتے ۔ہاں البتہ اگر لفظ حدیث کے یصلّی المغر ب و العشاء حین یغیب الشّفق ہوتے تو کہہ سکتے کہ حین متعلق ہے یصلّی کے فقط باعتبار عشاء کے اور درحالتیکہ حدیث میں لفظ یجمع کا ہے تو تعلق حین کا ساتھ اس کے بعد تجرد اس کی کے مغرب سے کبھی نہیں ممکن ۔ فتدبر فیه۔

اور روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے:

قا ل کان رسول اللّٰه ﷺ اذا ارتحل قبل ان تز یغ الشّمس اخّر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الظّهر الی وقت العصر ثمّ نز ل فجمع بینهما فا ن زا غت الشّمس قبل ان یّر تحل صلّی الظهر ثمّ رکب (بخاری: ۱۱۱۱۔ مسلم: ۷۰۴) (آنحضرت ﷺ جب سفر میں جاتے سورج ڈھلنے سے پہلے، تو ظہر کو عصر کے وقت تک تاخیر کر کے دونمازوں کو جمع کر لیتے تھے۔ اور اگر سورج ڈھلے سوار ہوتے تو ظہر پڑھ کر سوار ہو جاتے تھے)۔

مطلب اس کا احادیث سابقہ سے معلوم ہو چکا۔ لیکن مؤلف کی اس میں ایک اور تحریف ہے، وہ یہ ہے کہ

ضمیر بینھما کی راجع ہے طرف دو وقتوں کے۔ یعنی طرف وقت ظہر اور وقت عصر کے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ جمع کرتے دو وقتوں کو، نہ ایک وقت میں دو نمازوں کو۔

پس جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں دو وقت کہیں بھی مذکور نہیں۔ اگر ہے تو وقت عصر کا اکیلا مذکور ہے۔ پھر جو مذکور ہی نہ ہو اس کو مرجع ٹھہرانا بڑی حماقت ہے بخلاف ظہر اور عصر کے جس کو ہم مرجع ٹھہراتے ہیں کہ وہ صریح اور ظاہر موجود ہے۔ شائد بسبب غیظ و تعصب کے نظر نہیں آتا ہوگا لیکن اس کے نہ دیکھنے سے لفظ ظہر اور عصر کا جو صریح اور مبین ہے، معدوم تو نہیں ہونے کا۔

اب ایک اعتراض اور ہے مؤلف کا ان احادیث حضرت انسؓ پر۔ وہ یہ ہے کہ

ایک راوی ان حدیثوں کا زہریؒ ہے اور اس کو عادت ہے ادراج کی جیسا کہ کہا طحاویؒ اور کرمانیؒ اور زیلعیؒ نے۔ پس احتمال ہے کہ لفظ حتّی ید خل اوّل وقت العصر کا پہلی حدیث انسؓ میں اور لفظ الی اوّل وقت العصر کا دوسری اور تیسری حدیث میں اور لفظ حین یغیب الشّفق کا دوسری حدیث میں زہریؒ نے اپنی طرف سے ملا دیا ہوگا، تو یہ حدیث مدرج ہوئی اور مجروح۔

پس جواب اس کا یہ ہے کہ ان حدیثوں میں ادراج کی بو بھی نہیں آتی اور کسی لفظ کو ان میں سے مدرج نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کہ لفظ حتّی ید خل اور الی اوّل وقت العصر جار مجرور ہیں اور متعلق یجمع کے۔ اور حین تغیب الشّفق ظرف ہے یجمع کا۔ اور ہدایۃ النحو پڑھنے والہ جانتا ہے کہ جار مجرور کو اور ظروف کو ذرہ بھر استقلال نہیں ہوتا۔ اور بغیر اپنے متعلقات کے ان کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ اور سوائے اپنے متعلقات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے کچھ معنی مستقل نہیں رکھتے۔ جب کہ مدرج وہ کلمہ ہوتا ہے جس کو فی الجملہ استقلال ہو۔ جیسا کہ روایت کی ہے خطیب نے طریق سے ابوقطن اور شبابۃ کے ابو ہریرۃؓ سے

قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النّار۔ تو اس میں یہ لفظ مستقل اسبغوا الوضوء جو دراصل قول ابو ہریرۃؓ کا ہے، نہ رسول اللہ ﷺ کا، ابوقطن اور شبابۃ نے حدیث مرفوع ویل الاعقاب میں ملا دیا۔

اور روایت کی ہے دارقطنیؒ نے اپنی سنن میں طریق سے عبدالحمید بن جعفر کے بسرۃ بنت صفوان سے

قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول من مسّ ذکرہ او انثییہ او رفغنیہ فلیتوضأ (کہا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ جس کسی نے اپنے ذکر یا فوطے یا رانیں چھو لیں تو وہ وضو کرے)۔

تو اس میں عبدالحمید نے انثییہ اور رفغینہ کو اپنے پاس سے ملا دیا

ذکر کلا الحدیثین مع بیان الادراج العلامۃ العلوی فی حاشیۃ علی شرح النخبہ (دونوں حدیثیں مع بیان ادراج علامہ علویؒ نے اپنے حاشیہ شرح نخبہ میں ذکر کی ہیں)۔

پس الفاظ غیر مستقلہ میں جن کا وجود ہی نہیں ہوتا سوائے اپنے متعلقات کے، اور کچھ معنی ہی نہیں رکھتے سوا متعلقات کے، احتمال ادراج کا نکالنا بڑی جہالت کی بات ہے۔ خاص کر حین یغیب الشّفق کو جو اخیر میں دوسری حدیث کے واقع ہے، مدرج کہنا کمال درجہ کی جہالت ہے۔ کیونکہ وہ ظرف متعلق جمیع کے اور معمول اس کا ہے۔ اور ادراج اخیر میں حدیث کے سوائے جملہ کے جو معمول بھی ہو کسی لفظ حدیث کا، متصور نہیں۔ کہا شرح نخبہ میں:

واما مدرج المتن فھو ان یّقع فی المتن کلام لیس منہ فتارۃ فی اوّلہ وتارۃً فی اثنائہ وتارۃً فی آخرہ وھو الاکثر لانّہ یقع بعطف جملۃ علی جملۃ (اور متن حدیث میں ادراج کبھی تو حدیث کے شروع میں، کبھی بیچ میں اور کبھی آخر میں ہوتا ہے۔ اور یہ اکثر ہے کیونکہ یہ ایک بات کے ساتھ دوسری بات ملتی ہے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور کہا علویؒ نے حاشیہ میں :

لا نّہ یقع بعطف جملۃ علی جملۃ ای فی الواقع فیکن استقلالہ من ا للفظ السّا بق فیتمیز من لفظ الحدیث

(ایک بات کے ساتھ دوسری ملتی ہے تو پہلی بات سے با لاستقلال الگ رہتی ہے تو حدیث کے لفظ جدا رہتے ہیں)

اور کہا ابن دقیق العیدؒ نے :

انّما یکو ن الادرا ج بلفظ تا بع یمکن استقلا لہ عن ا للفظ السّابق انتھی۔ کذا فی حا شیۃ العلوی۔(ادراج ایسے پہلے لفظ سے تابع ہوتا ہے کہ وہ خود بھی پورا ہو سکے۔ حا شیہ علوی میں یوں ہی ہے۔)

اقول مثا لہ ما رو ی ابو خیثمہ و زھیر بن معا ویہ عن الحسن بن الحر عن القاسم بن مخیمرہ عن علقمہ عن عبد اللّٰہ بن مسعود ان رسول اللّٰہ ﷺ علمّہ التّشھد فی الصّلوۃ فقا ل قل التّحیّا ت للّٰہ فذکرہ حتّی قا ل اشھد ان لا الہ ا لّا اللّٰہ و اشھد انّ محمّداً رسول اللّٰہ۔ فا ذا قلت ھذا فقد قضیت صلوتک۔ ان شئت ان تقو م فقم و ان شئت ان تقعد فا قعد ۔ کذا رواہ ابو خیثمہ ۔ فا در ج فی الحد یث فا ذا قلت الخ ۔ و انّما ھو من کلا م ابن مسعود لا من کلام النّبیّ ﷺ کذا ذکرہ العلوی فانظر الی استقلا ل الجملۃ و اذا قلت (میں کہتا ہوں کہ مثال اس کی وہ حدیث ہے جو روایت کی ابوخیثمہ زہیر بن معاویہ نے حسن بن حر سے، اس نے قاسم بن مخیم ہ سے، اس نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ آنخضرت ﷺ نے انہیں تشہد سکھایا تو فرمایا التحیا ت للّٰہ پڑھ۔ پھر اسے ذکر کر کے جب یہاں پہنچے اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمدا رسو ل اللّٰہ ۔ جب تو یہ کہہ چکا تو تیری نماز پوری ہو چکی ۔ تو اب کھڑا ہونا چاہتا ہے تو کھڑا ہو جا، بیٹھنا چاہے تو بیٹھ۔ یونہی روایت کیا ہے ابوخثیمہ نے۔ اور فاذا قلت ھذا سے اخیر تک ملا یا ہوا کلام ابن مسعودؓ کا ہے، آنخضرت ﷺ کا نہیں۔ یوں ہی ذکر کیا علویؒ نے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس ثابت ہوا کہ ان احادیث ثلاثہ میں سے کسی میں ادراج متصور نہیں ۔ چہ جائیکہ وقوع اس کا ۔

اور اگر اعتراض کرو کہ اگر چہ اس حدیث میں زہریؒ نے ادراج نہیں لیکن اس کی عادت تو ہے اور جس کی عادت ایسی ہو وہ شخص مجروح ہوتا ہے اور ساقط العدالت اور حدیث اس کی نامقبول ہوتی ہے ۔

جواب اس کا یہ ہے کہ امام زہریؒ کی یہ عادت نہیں کہ ادراج فاحش جو مسقط عدالت ہوتا ہے، وہ کرتا تھا۔ بلکہ ادراج اس کا اسی قدر ہوتا ہے کہ تفسیر کسی لفظ نادر کی کردیں ۔اور اس قدر ادراج مسقط عدالت نہیں ہوتا۔ خاص کر ان احادیث میں جو بخاری اور مسلم کی مروی ہوں۔ کہا علویؒ نے حاشیہ شرح نخبہ میں:

قالوا الادراج باقسامه حرام لما فيه التّلبيس و التدليس و ان كان بعضه اخفّ من بعض كتفسير لفظ غريب مثل المزابنة و المخابرة و العرايا و نحوها ممّا فعله الزّهرى و غيره من الآئمّه بل لا يظهر التّحريم فى مثله سيما فى المتفق عليه و قول ابن السمعانى و غيره المعتمد له ساقط العدالة و ممّن يحرف الكلم عن مواضعه و هو ملحق بالكذبين يحمل على ماعداه و قد ذكرنا من المصنف و من ابن دقيق العيد ما يدل على جوازه فى الجمله ۔(کہا لوگوں نے کہ ادراج کی ساری قسمیں حرام ہیں کیونکہ اس میں دھوکہ ہے۔اگر چہ بعض قسمیں بعض سے کم تر ہیں ۔ جیسے نئے لفظ کی تفسیر جیسے مزابنۃ، مخابرۃ اور عرایا ، وغیرہ ۔ چنانچہ زہری اور آئمہ حدیث نے کیا ہے ۔سوایسی صورت میں حرمت نہیں معلوم ہوتی خصوصاً متفق علیہ میں ۔ اور سمعانی کا یہ قول کا ادراج کرنے والہ ساقط العدالۃ، محرف، اور جھوٹا ہے، مذکورہ بالا صورت کے سوا کی صورتوں پر صادق آئے گا۔ اور ہم نے مصنف اور دقیق العید سے وہ عبارت ذکر کی ہے جو جواز پر دلالت کرتی ہے)۔

اور زہریؒ اس درجہ کا امام ہے کہ کوئی بھی عالم بالحدیث اس پر کسی نوع کا طعن نہیں رکھتا۔ بلکہ سب متفق ہیں اس کی جلالت شان اور علوّ مکان پر۔ اور وہ راوی ہے سب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اصحاب صحاح کا۔ پھر جو کوئی زہری کا مجروح ہونا زبان پر لائے وہ مجنون ہے۔

کہا شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں:

محمّد بن مسلم بن عبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن شہاب بن عبد اللّٰہ بن الحارث بن زہرہ بن کلاب القرشی الزہری و کنیته ابو بکر الفقیه الحافظ متّفق علی جلالته و اتّقانه۔ مات سنة خمس و عشرین و قیل قبل ذالک بسنة او سنتین۔ و هو من رؤس الطبقة الرابعة (ابو بکر محمد بن مسلم ...القرشی زہری فقیہ حافظ ہے۔اس کی بزرگی اور حفظ سب مانتے ہیں۔ طبقہ رابعہ کا بڑا آدمی ہے)۔

اور کہا شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی شرح مؤطا میں:

محمّد بن مسلم بن عبد اللّٰہ بن شهاب الزهری المدنی الامام المعروف احد الفقهاء و آئمّة المحدثین و العلماء الاعلام بالمدینه المشار الیه فی فنون الشّریعة

(محمد بن مسلم زہری فقہاء میں سے امام اور محدثین میں کے بڑے علماء سے مدینہ کے مشہور شخص فنون شریعت میں نامی آدمی تھے)

اور کہا شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفیؒ نے ترجمہ مشکوۃ میں:

زہری کہ تابعی مشہور است یکے از اعلام امت و آئمہ ایشان است در فقہ و حدیث۔

اور صاحب صحیح بخاری و مسلم وغیرہ اس کی جلالت شان اور ثقاہت اور ضبط احادیث میں اتفاق رکھتے ہیں تو کیا طاقت ہے کسی کی کہ ایک ایسے امام مجتہد رئیس کو مجروح کہے۔ اور اس کی روایت کو جو صحیحین میں مروی ہو ، نامقبول کہے۔

پس یہ ہیں دلائل ہمارے جواز جمع بین الصلوتین پر جن میں کسی طرح عذر اور تاویل اور جرح وقدح کو دخل نہیں۔لیکن جناب مؤلف تسلیم سے جواز جمع حقیقی کے منکر ہیں اور کئی عذر پیش کرتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولف تنویر کے عذرات جمع بین الصلوتین کا جواب

ایک عذر ان کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سفر میں جمع حقیقی نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیشہ سفر میں جمع صوری کرتے اوراس عذر پر مؤلف کوئی باعث ہیں۔

☆ باعث اول کہ روایت ہے ابن مسعودؓ سے:

انّ النّبیّ ﷺ کا ن یجمع بین الصّلوتین فی السّفر۔ روا ہ الطحاوی (کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنخضرت ﷺ سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے)

اور مراداس جمع سے اس حدیث میں جمع صوری ہے بشہادت دوشاہدوں کے۔

شاہداول یہ کہ دوسری روایت میں ابن مسعودؓ سے یہ مروی ہے کہ آنخضرت ﷺ سوائے عرفات اورمزدلفہ کے کوئی نماز اپنے وقت کے سوائے نہ پڑھتے تھے۔ جیسا کہ روایت کی ہے امام نسائی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے:

قال کا ن رسول اللّه ﷺ یصلّی الصّلوۃ لوقتھا ا لا بجمع و عر فات ۔(آنخضرت ﷺ وقت پر نماز پڑھا کرتے تھے مگر مزدلفہ اورعرفات میں)

پس نفی سے جواس حدیث سے مستفاد ہوتی ہے معلوم ہوا کہ پہلی حدیث میں جمع صوری مراد ہے اوراسی کا اثبات ہے۔

☆ شاہد دوسرا یہ کہ ابن مسعودؓ نے ایک سفر حج میں جمع صوری کی ہے۔ جیسا کہ روایت کی ہے طحاویؒ نے عبدالرحمٰنؒ بن یزید سے کہ وہ کہتے ہیں:

صحبت ابن مسعود فی حجة فکا ن یؤ خر الظّھر و یعجّل العصر و یؤ خّر المغر ب و یعجّل العشاء و یصفر بصلوۃ الغداۃ ۔(کہ میں ابن مسعودؓ کے ساتھ حج کے سفر میں رہا۔ وہ ظہر کی تاخیر اورعصر کی جلدی کرتے تھے۔ اورمغرب کی تاخیراورعشاء کی جلدی کرتے تھے۔ اور فجر روشنی میں پڑھتے تھے)۔

پس حضرت ابن مسعودؓ کے اس فعل سے یہ معلوم ہوا کہ مراد حدیث مرفوع میں جمع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صوری ہے۔

☆ پس جواب اس کا یہ ہے کہ شاہد اول حدیث نسائی کی نامقبول اور مجروح اور متروک ہے۔ کیونکہ دو راوی اس کے رواۃ میں سے مجروح ہیں۔ ایک سلیمان بن ارقم کہ اس کی توثیق اور تعدیل کسی نے نہیں کی۔ بلکہ ضعیف کہا ہے اس کو جیسا کہا ابن حجرؒ نے تقریب میں:

سلیمان بن ارقم البصری ابو معاد ضعیف ۔

(سلیمان بن ارقم ابومعاد ضعیف ہے)

اور کہا مقدمہ تقریب میں:

الثا منۃ من لم یو جد فیہ تو ثیق لمعتبر و و جد فیہ اطلاق الضعف و لو لم یفسر و الیہ ا لا شارۃ بلفظ ضعیف ۔ انتھی ۔

(آٹھویں وہ لوگ کہ ان میں کسی معتبر سے توثیق نہ پائی جاوے۔ بلکہ ان میں ضعف پایا جائے اگر چہ ضعف کی تفسیر نہ ہو اور اسی کی طرف اشارہ ہے لفظ ضعیف کا)۔

اور ایک خالد بن مخلد کہ یہ شخص رافضی تھا۔ اور صاحب احادیث، افراد کا، کہا تقریب میں:

خالد بن مخلد القطوانی بفتح القاف و الطاء ابو الھیثم الیحیی مو لا ھم الکو فی صدوق متشع و لہ افراد ۔

(خالد بن مخلد قطوانی صدوق شیعہ ہے مفرد حدیثیں روایت کرتا ہے)۔

اور ایسا ہی دوسرا شاہد بھی مقبول نہیں۔ اس لئے کہ فعل ابن مسعودؓ صحابی کا اس وقت مجمل حدیث مرفوع، جو ابن مسعودؓ کے سوا اور بہت صحابہ سے بھی مروی ہے، کا بیان ٹھہرایا جاتا جب کہ اس کے بیان میں فعل رسول ﷺ کا نہ پایا جاتا۔ اور جب کہ بروایت رؤساء محدثین بخاری اور مسلم وغیرھما کے فعل آنحضرت ﷺ کا اپنا فعل ان احادیث مجملہ کا مبین ثابت ہو گیا، تو ابن مسعودؓ کے فعل کو اس کا مفسر ٹھہرانے کی کیا ضرورت ہے

یعنی جب کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابوداؤد اور مؤطا امام محمد کی روایات میں صاف آ گیا کہ آنحضرت ﷺ جمع حقیقی کیا کرتے تھے (جیسا کہ وہ روایتیں نقل ہو چکیں) تو معلوم ہوا کہ جو حدیثیں کیفیت جمع سے مجرد ہیں، مثلاً اول روایت ابن مسعودؓ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس میں کلام ہے، اور سوائے اس کے ان میں بھی ویسی ہی جمع مراد ہے، اور وہ روایتیں مرفوعہ شیخین وغیرھما کی، ان احادیث مجملة الکیفیت کی بیان پڑی ہیں۔ پس کیا حاجت ہے کہ فعل رسول کو چھوڑ کر فعل صحابی کو مجمل کا بیان ٹھہراویں۔

کہا بحر الرائق میں:

وحدیث النّبیّ ﷺ مقدم علی غیرہ (حدیث رسول دوسروں پر مقدم ہے)

پس ثابت ہوا کہ حدیث اول میں ابن مسعودؓ کی جمع صوری مراد نہیں۔ اور مثبت اس کی نہ تو حدیث ثانی ابن مسعودؓ کی، جو امام نسائیؒ نے روایت کی، ہوسکتی ہے اور نہ فعل حضرت ابن مسعودؓ کا۔

اب اگر اعتراض کرو کہ اگر جمع حقیقی درست ہوتی تو حضرت ابن مسعودؓ کیوں نہ اختیار کرتے اور جمع صوری کیوں کرتے؟

تو جواب اس کا یہ ہے کہ جمع حقیقی رخصت ہے اور ترک اس کا افضل اور عزیمت ہے۔ پس اگر فرض بھی کیا جاوے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے جمع صوری کی، نہ حقیقی۔ بلکہ جمع صوری بھی نہ کی اور نمازیں اپنے اول وقتوں میں پڑھیں، تو اس عزیمت کے اختیار کرنے سے یہ تھوڑی لازم آتا ہے کہ رخصت یعنی جمع حقیقی ممنوع ہو جاوے۔ جیسا کہ کسی نے سفر میں افطار اختیار نہ کیا اور روزہ رکھا، تو اس سے یہ تھوڑا لازم آتا ہے کہ اس شخص نے افطار کو منع جانا۔ فتدبر

☆ باعث ثانی۔ مؤلف کا عذر اول پر یہ ہے کہ روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ کہا

صلّی رسول اللّٰہ ﷺ سبعاً جمیعاً و ثمانیا جمیعا الظھر و العصر و المغرب و العشاء رواہ الشیخان و غیرھما۔ و فی روایة لمسلم با لمدینة فی غیر خوف و لا مطر۔ و قال اراد ان لا یحرج امته۔ و للطحاوی عن جابر با لمدینة للترخص من غیر خوف و لا علّة۔ (بخاری:۵۶۲۔مسلم:۷۰۵)

(آنحضرت ﷺ نے سات اور آٹھ رکعتیں پڑھی ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی۔ روایت کی شیخین وغیرہ نے۔ اور ایک روایت مسلم میں ہے مدینہ میں بغیر خوف اور بارش کے۔ اور کہا ابن عباسؓ نے کہ آپ ﷺ نے یہ ارادہ کیا کہ امت پر تنگی نہ رہے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

۔اور روایت کی طحاوی نے کہ مدینہ میں رخصت کے واسطے بغیر خوف اور سبب کے)۔
اور تفسیر ہے اس کی یہ حدیث ابن عباسؓ کی کہ کہا

صلّیت مع النّبیّ ﷺ با لمد ینۃ ثما نیا جمیعا و سبعاً جمیعاً اخّر الظّھر و عجّل العصر و اخّر المغر ب و عجّل العشاء۔ رواہ النسا ئی

(میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مدینہ میں آٹھ اور سات رکعتیں اکھٹی پڑھیں ۔
تاخیر کی ظہر میں اور عصر میں جلدی۔ اور تاخیر کی مغرب میں اور عشاء میں جلدی)۔
پس یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں اس پر کہ آنحضرت ﷺ جمع صوری کیا کرتے تھے ۔

☆ پس جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیثیں جمع کی حالت قیام میں ہیں ، نہ حالت سفر میں ۔ چنانچہ الفاظ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے ۔اس واسطے نسائی راوی اس حدیث کے نے ترجمہ اس حدیث کا یہ منعقد کیا ہے کہ الوقت الذی یجمع فیھا للمقیم ۔
تو کیفیت جمع مقیم پر کیفیت جمع مسافر کو قیاس کرنا، باوجودیکہ مسافر کی جمع حقیقی شیخین وغیرھما کی روایت سے ثابت ہو چکی ہے، قیاس مع الفارق ہے۔ اور قیاس مقابل نصوص کے ہے۔ پس ایسے قیاس کرنے والوں سے کیا بعید ہے کہ مسافر کو مقیم پر قیاس کرکے مسافر کی قصر کو بھی ناجائز رکھیں ۔

تنبیہ۔اس حدیث میں حضرت ابن عباسؓ کی ،جس سے جمع حالت اقامت میں ثابت ہوتی ہے، بڑے جھگڑے اور اختلاف ہیں ۔ترمذی کا یہ دعوی ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے بالاجماع ۔ امام نووی کہتے ہیں کہ یہ دعوی ٹھیک نہیں بلکہ حدیث معمول بہ ہے نزدیک بعض کے بظاہر معنی اور نزدیک اکثر کے بمعنی مئول ہے ۔تو تفصیل ہر ایک کی عبارات مرقومۃ الذیل سے معلوم کرنی چاہیے:۔

قال النّووی فی شر حہ علی صحیح مسلم و للعلماء فیھا تاویلا ت و مذا ھب۔ و قد قا ل التر مذی فی آ خر کتا بہ لیس فی کتا بی حد یث اجمعت الامۃ علی ترك العمل بہ الا حدیث ابن عباس فی الجمع با لمد ینۃ من غیر خو ف و لا مطر و حدیث قتل شا رب الخمر فی المرّ ۃ الرابعۃ ۔ و ھذا الذی قا لہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الترمذی فی حدیث شارب الخمر هو کما قاله فهو حدیث منسوخ دل الاجماع علی نسخه و اما حدیث ابن عباس فلم یجمعوا علی ترک العمل به بل لهم اقوال منهم من تأوله علی انه جمع بعذر المطر و هذا المشهور عن جماعة من الکبار المتقدمین و هو ضعیف بالروایة الاخری من غیر خوف و لا مطر۔ انتهی۔

و ردّه الحافظ ایضاً حیث قال فی فتح الباری قال مالک لعله کان فی مطر لکن رواه مسلم و اصحاب السنن من طریق حبیب بن ابی ثابت عن سعید بن جبیر بلفظ من غیر خوف و لا مطر فانتفی ان یکون الجمع المذکور للخوف او للسفر او للمطر، انتهی

و قال النووی و منهم من تأوله علی انه کان فی غیم فصلّے الظهر ثم انکشف الغیم و بان ان وقت العصر دخل فصلاها و هذا ایضاً باطل لانه و ان کان فیه ادنی احتمال فی الظهر و العصر فلا احتمال فی المغرب و العشاء انتهی۔

و تعقبه الحافظ بانه مبنی علی انه لیس للمغرب الّا وقت واحد و المختار عنده خلافه و هو ان وقتها یمتد الی العشاء فعلی ہذا فالاحتمال قائم ۔ انتهی

و قال النووی و منهم من تأوله علی تأخیر الاولی الی آخر وقتها فصلاها فیه فلما فرغ منها دخلت الثانیة فصلاها فصارت صورته صورة جمع و هذا ایضاً ضعیف او باطل لانّه مخالف للظاهر مخالفة لا تحتمل و فعل ابن عباس الّذی ذکرناه حین خطب و استدلاله بالحدیث لتصویب فعله و تصدیق ابی هریرة له و عدم انکاره صریح فی رد هذا التّاویل۔ انتهی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقول و ذا لک ما عن عبد اللّٰہ بن شفیق قا ل خطبنا ابن عباس یو ماً بعد العصر حین غر بت الشمس و بد ت النجو م و جعل الناس یقو لو ن الصلوۃ الصلوۃ قا ل فجا ء ہ ر جل من بنی تمیم لا یفتر و لا یثنی الصلوۃ ۔ فقا ل ابن عباس اتعلمنی با لسنۃ لا ام لک ثم قال رأیت رسول اللّٰہ ﷺ جمع بین الظھر و العصر ، وا لمغر ب و العشاء ۔ قا ل عبد اللّٰہ بن شفیق فحا ک فی صدری من ذا لک شیء فا تیت ابا ھریرۃ فسألتہ فصدق مقا لتہ رواہ مسلم قا ل الشیخ سلام اللہ فی المحلی قلت لیس فیھا کما تر ی ما یدل علی ان صلوۃ ابن عباس المغر ب کا نت بعد غیبو بۃ الشفق۔ انتھی

و قال الحافظ ھذا الذی ضعفہ ای النووی استحسنہ القرطبی و رجحہ قبلہ امام الحرمین و جزم بہ من القد ماء ابن الماجشون و الطحاوی و قواہ ابن سید الناس با ن ابا الشعشاء و ھو راوی الحدیث قد قا ل بہ فیما رواہ الشیخان من طریق ابن عیینۃ عن عمرو بن دینار فذ کر ھذا الحدیث و زاد قلت یا ابا الشعشاء اظنہ اخر الظھر و عجل العصر و اخر المغر ب و عجل العشاء قا ل و انا اظنہ ۔ قا ل ابن سید الناس و راوی الحد یث ادری با لمراد من غیرہ ۔ قلت لکن لم یجز م بذ لک بل لم یستمر علیہ فقد تقدم کلا مہ لا یو ب و تجو یزہ ان یکو ن الجمع بعذر المطر لکن یقوی ما ذکر من الجمع الصوری ان طر ق الحد یث کلھا لیس فیہ صفۃ الجمع فا ما ان تحمل علی ظاھر ھا فیستلزم اخرا ج الصلوۃ عن وقتھا المحدود بغیر عذر و اما ان یحمل علی صفۃ مخصوصۃ لا یستلز م لا خرا ج و یجمع بھا بین متفر ق الاحا دیث و ھو اولی و اللّٰہ اعلم۔ انتھی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و قا ل النّووی و منهم من قا ل هو محمو ل علی الجمع بعذر المر ض او نحوه مما هو فی معناه من ا لا عذار و هذا قول احمد بن حنبل و القا ضی حسین من اصحا بنا و اختاره الخطا بی و المتو لی و الرو یا نی من اصحا بنا و هو المختار فی تا ویله لظاهر الحدیث ولفعل ابن عباس و موا فقة ابی هریره و لان المشقة فیه اشد من المطر۔ انتهی۔

و تعقبه الحا فظ با نّه لو کان جمعه ﷺ بین الصّلوتین لعارض المر ض لما صلی معه ا لا من به نحو ذا لک العذر و الظا هر انه ﷺ جمع با صحا به و قد صرح بذ لک ابن عباس فی روا یة ۔ انتهی۔

و اجیب با نّهم انّما صلّوا معه تحریا لفضل الصلوة خلفه فالجمع ابیح لهم تبعا للنبی ﷺ و ان لم یجز استقلالًا انتهی۔

و قا ل النّووی و ذهب جماعة من ا لآ ئمّة الی جواز الجمع فی الحضر للحا جة لمن لا یتخذه عا دتا و هو قو ل ابن سیرین و اشهب من اصحا ب ما لک و حکا ہ الخطا بی عن القفا ل الشا شی الکبیر من اصحا ب الشا فعی عن ابی اسحاق المروزی عن جما عة من اصحاب الحدیث و اختاره ابن المنذر و یؤ یّده ظاهر قو ل ابن عباس اراد ان لا یحر ج امته فلم یعلله بمر ض و لا غیره و اللّه اعلم۔ انتهی ،

و کذا قا ل الحا فظ و زاد بعد ابن سیرین ربیعة فا فهم۔

فان قلت یرد هذا التّا ویل ما رواه التر مذی عن ابن عباس مرفوعاً من جمع بین الصّلوتین بغیر عذر فقد اتی باباً من ابوا ب الکبا ئر قلنا هذا الحدیث لا یصلح للاحتجاج ففیه حنش و هو حسین بن قیس واه ضعیف بل متروك بل قیل کذا ب قا ل الشیخ سلام المحدث حسین بن قیس واه ۔ قا ل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحافظ وغفل الحاكم فاستدركه قال الترمذی وحنش ضعيف عند هم ضعفه احمد وغيره۔ انتهى - و قا ل الحا فظ فى التقريب حنش متروك و قا ل نور الدين على فى مختصر تنزيه الشريعة الحسين بن قيس كذا ب قال الحافظ السيوطى فى الوجيزحسين بن قيس كذبه احمد وقال القاضى محمدبن على الشوكانى فى الفوائد المجموعه فى الاحاديث الموضوعه حسين بن قيس كذ به احمد قيل قد اخر ج هذا الحد يث الحاكم و قا ل حسين ثقة و تعقبه المنذ رى فقا ل لا نعلم احد اوثقة غير الحسين بن مغيره كذا ذكره نور الدّ ين على

اقول فا ن سلمنا تو ثيق الحا كم و غيره الحسين لكن التعديل لا يعا ر ض الجر ح الذى يكو ن مع بيا ن السبب كالكذ ب فى جرح الحسين ما لم ينف المعدل ذا لک السبب كما مر عن مسلّم الثبو ت و شر ح نخبة و حا شية العلوى و انت تر ى ان الحا كم و غيره لم ينف سبب الجر ح فى الحسين و هو الكذ ب على انه قا ل الذ هبى و هو من اهل الاستقراء التّام فى نقد الر جا ل لا يحل لا حد ان يغتر بتصحيح الحا كم ما لم ينظر الى تعقبا تى و تلخيصا تى ذكره الشيخ ا لا جل شا ه عبد العزيز قدس سره فى بستان المحدثين

(امام نوویؒ شرح صحیح مسلم میں کہتے ہیں کہ علماء کے اس باب میں کئی مذہب اور چند تاویلیں ہیں ۔اور ترمذیؒ نے اپنی کتاب کے آخر میں کہا ہے کہ میری پوری کتاب میں کوئی ایسی حدیث نہیں کہ علماء نے اس کے چھوڑ دینے پر اتفاق کیا ہو مگر حدیث ابن عباسؓ کی جمع صلوتین میں بلاخوف اور بارش کے، اور حدیث چوتھی دفعہ شراب خور کو قتل کرنے کی ۔اور ترمذی کی تقریر شراب خور ولی حدیث میں اسلئے ہے کہ وہ منسوخ ہے اوراجماع اس کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔رہی حدیث ابن عباسؓ کی تو اس کے ترک پر اجماع نہیں بلکہ اس کے باب میں علماء کے چند قول ہیں ۔بعض

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نے کہا ہے کہ بارش کے سبب سے جمع کی تھی اور یہی ایک جماعت متقدمین کبار سے مشہور ہے اور یہ دوسری روایت کی رو سے ضعیف ہے کہ اس میں بلا خوف اور بلا بارش کے آیا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس کو رد کیا ہے۔ چنانچہ فتح الباری میں کہا ہے کہ مالکؒ نے کہا ہے کہ شائد وہ جمع کرنا بارش میں تھا، لیکن مسلمؒ اور اصحاب سنن نے سند حبیب بن ابی ثابت عن سعید بن جبیر سے روایت کیا اس میں بلا خوف اور بارش کے ہے۔ سواب یہ بات نہیں رہی کہ وہ جمع کرنا خوف یا سفر یا بارش کے سبب سے ہو، ہو چکی عبارت اس کی۔

اور امام نوویؒ نے کہا ہے کہ اور بعض علماء نے یہ تاویل کی ہے کہ اس روز آسمان پر بادل تھے۔ سو ظہر کی نماز پڑھی، اتنے میں بادل چھٹ گئے اور معلوم ہوا کہ عصر کا وقت آ گیا، سو اسے بھی پڑھ لیا۔ اور یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر ظہر اور عصر میں شبہ ہوسکتا تھا تو مغرب اور عشاء میں تو نہیں ہوسکتا۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے اس پر یہ کہا ہے کہ اس کی بنا تو اس پر ہے کہ مغرب کا وقت ایک ہے اور اس قائل کے نزدیک مغرب کا وقت عشاء تک ہے تو وہ شبہ اپنے حال پر رہا۔

اور امام نوویؒ نے کہا ہے کہ بعض نے یہ سمجھا ہے کہ آخر وقت میں ایک نماز پڑھی، اتنے میں دوسری نماز کا وقت آ گیا تو وہ بھی پڑھ لی تو صورت جمع ہوئی۔ اور یہ بھی ضعیف ہے یا باطل ہے کیونکہ ظاہر کا ایسا مخالف ہے جس کا احتمال بھی نہیں ہوسکتا۔ اور ابن عباسؓ کا وہ فعل خطبہ کے وقت جسے ہم ذکر کر چکے اور حجت پکڑنا ان کا حدیث سے اپنے فعل کی تصدیق میں اور تصدیق کرنا ابو ہریرہؓ کا اسے، اور انکار نہ کرنا اس پر، یہ اس تاویل کے رد میں واضح ہے۔

میں کہتا ہوں یہ وہ ذکر ہے جو عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے خطبہ پڑھا ایک دن جب سورج ڈوب گیا اور تارے نکل آئے اور لوگ نماز نماز چلا رہے تھے تو ایک آدمی نے بنی تمیم میں سے جب یہ کہا تو ابن عباسؓ نے کہا، کیا تو مجھے سنت سکھاتا ہے؟ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ ظہر اور عصر جمع کی اور مغرب اور عشاء۔

عبداللہ بن شقیقؒ نے کہا کہ یہ بات سن کر میں ابو ہریرہؓ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔ روایت کی یہ مسلم نے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی میں کہا کہ اس میں یہ دلالت نہیں کہ نماز ابن عباسؓ کی شفق کے ڈوبنے کے بعد تھی۔ اور کہا حافظ ابن حجرؒ نے جس کو نوویؒ نے ضعیف کہا ہے، اس کو قرطبیؒ نے مستحسن بتایا ہے۔ اور پہلے اس سے امام الحرمین ترجیح دے چکے ہیں۔ اور متقدمین میں ابن ماجشون اور طحاوی نے اس کا یقین کیا ہے، اور تقویت دی اس کو ابن سید الناسؒ نے یوں کہ حدیث کے راوی ابوشعشاء نے شیخین کی روایت میں کہ جو ابن عیینہ نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے، اس کو مانا ہے۔ چنانچہ اس میں راوی سے ہے کہ میں نے ابوشعشاء سے پوچھا کہ مجھے یوں گمان پڑتا ہے کہ ظہر کی تاخیر کی اور عصر کی جلدی اور مغرب کی تاخیر کی اور عشاء کی جلدی۔ تو اس نے کہا میرا بھی یہی گمان ہے۔ کہا ابن سید الناسؒ نے کہ راوی حدیث کا مراد حدیث خوب جانتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابوشعشاء نے اس پر یقین کامل نہیں کیا کیونکہ کلام کرنا اس کا ایوب سے اور یہ تجویز اس کی کہ جمع بارش کے سبب تھی اوپر گذر چکا، لیکن واسطے جمع صوری کے قوت کی وجہ یہ ہے کہ سارے اسباب کی حدیثوں میں طریقہ جمع کا کہیں مذکور نہیں۔ سو اب اگر ظاہر پر حدیثوں کو رکھا جاوے تو ضرور نماز کا اپنے وقت معین سے بغیر عذر کے نکالنا لازم آوے گا۔ اور حدیثوں کو ایک طریقہ خاص ایسے پر محمول کرنا چاہیے کہ وقت سے نکالنا نہ لازم آوے اور احادیث متفرقہ میں یوں موافقت نکالی جاوے تو وہ اولی ہے۔ ہو چکی عبارت اس کی۔

اور کہا نوویؒ نے کہ بعض نے یوں کہا ہے کہ یہ عذر مرض پر محمول ہے یا اور کوئی ایسا عذر جو بیماری کے قائم مقام ہو۔ اور یہ امام احمد بن حنبلؒ اور قاضی حسینؒ کا شافعیوں میں سے مقولہ ہے اور پسند کیا ہے اس کو خطابی اور متولی اور رویانی نے ہمارے ساتھیوں میں سے اور یہی پسندیدہ ہے ظاہر حدیث کے ڈھنگ سر بٹھانے میں بسبب فعل ابن عباس کے اور اس پر موافقت کرنی حضرت ابو ہریرہؓ کی اور اس میں بہ نسبت بارش کے تکلیف بھی زیادہ ہے۔ ہو چکی عبارت اس کی۔

اور اس پر حافظ ابن حجرؒ نے اعتراض کیا ہے کہ اگر اس عذر سے یہ نماز پڑھتے تو ان کے ساتھ فقط معذور ہی پڑھتے۔ حالانکہ ظاہر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے عام صحابہ کے زمرہ میں یہ نماز پڑھی۔ چنانچہ ابن عباسؓ نے ایک روایت میں کھول کر کہا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ عام صحابہ نے آپ ﷺ کی اقتداء کی بزرگی کے لئے وہ نماز پڑھی ہو تو ان کو جمع آنحضرت ﷺ کے اتباع میں مباح ہوگئی، اگرچہ مباح نہ تھی۔

اور کہا نوویؒ نے ایک جماعت اماموں کی اس طرف گئی ہے کہ جو عادت نہ بنالے اس کو حالت اقامت میں ضرورت کے وقت جمع کرنا جائز ہے۔ اور یہ مقولہ ابن سیرین اور اشہب کا مالکیوں میں سے ہے۔ اور ذکر کیا خطابی نے قفال شاشی کبیر شافعی سے بواسطہ ابواسحاق مروزی کے ایک گروہ اہل حدیث سے اور پسند کیا ہے اس کو ابن منذر نے اور تائید کرتی ہے اس کی ابن عباسؓ کی یہ بات کہ آپ نے امت کی تنگی رفع کرنے کے لئے یہ کیا کیونکہ بیماری وغیرہ کو سبب نہ ٹھہرایا۔

اور اسی طرح کہا ہے ابن حجرؒ نے اور بعد ابن سیرین کے ربیعہ کا نام بڑھا دیا ہے۔

پھر اگر تو کہے کہ اس تاویل کو ترمذی کی وہ روایت رد کرتی ہے جو ابن عباسؓ سے مرفوع آئی ہے کہ جس کسی نے بلا عذر نمازوں کو جمع کیا تو کبیرہ گناہ کیا۔ تو ہم جواب دیں گے کہ یہ روایت حجت کے لائق نہیں۔ اس میں حنش یعنی حسین بن قیس راوی سست اور ضعیف ہے بلکہ اس کی روایت متروک ہے، بلکہ بعض نے اسے جھوٹا کہا ہے، کہا شیخ سلام اللہ محدث نے حسین بن قیس روایت کا سست ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ حاکمؒ نے اس کی استدراک میں غفلت کی ہے۔ کہا ترمذی نے کہ حنش ان لوگوں کے نزدیک ضعیف ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں کہا کہ وہ متروک ہے اور نورالدین علیؒ نے مختصر تنزیہہ الشریعہ میں کہا ہے کہ حسین بن قیس بڑا جھوٹا ہے، کہا حافظ سیوطیؒ نے وجیز میں کہ حسین ابن قیس کو امام احمد نے جھوٹا بتایا ہے اور کہا قاضی محمد بن علی شوکانیؒ نے فوائد مجموعہ میں کہ حسین بن قیس کو امام احمدؒ نے جھوٹا بتایا ہے، لوگوں نے کہا ہے کہ اس حدیث کو حاکمؒ نے روایت کر کے کہا ہے کہ حسین ثقہ ہے اور اس پر منذری نے اعتراض کیا ہے کہ سوائے حسین بن مغیرہ کے اور کسی نے اس کو ثقہ نہیں بتایا۔ یوں ہی ذکر کیا ہے نورالدین علی نے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر ہم حسین کا ثقہ ہونا حاکم وغیرہ کے قول پر مان بھی لیں تب بھی تعدیل اس جرح کی معارض نہیں پڑا کرتی کہ مع سبب کے ہو۔ جیسے کہ جھوٹ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حسین کی جرح ہے۔ جب تک تعدیل والہ اس سبب کو نہ اٹھاوے۔ چنانچہ مسلّم الثبوت اورشرح نخبہ اور حاشیہ علوی سے منقول ہو چکا۔ اور یہ تجھے معلوم ہے کہ حاکم وغیرہ نے سبب جرح کی نفی نہیں کی حسین کے باب میں کہ وہ سبب جھوٹ تھا۔ نیز یہ کہ ذہبی نے، جو نقدالرجال میں ماہر ہے، کہا ہے کہ کسی کو حلال نہیں کہ حاکم کی صحت پر دھوکہ کھاوے جب تک کہ میری باتوں پر نظر نہ ڈال لیوے۔ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے بستان المحدثین میں یہ ذکر کیا ہے۔)

☆ باعث ثالث۔ مؤلف کا عذراول پر تیسرا باعث یہ ہے کہ

احادیث شیخین کی انسؓ سے، یعنی جو ہم نے جمع تاخیر میں نقل کی ہیں، وہ بھی جمع صوری ہی پر دلالت کرتی ہیں بایں طور کہ الی ان میں واسطے انتہاء ظہر کے جو مفعول ہے متعلق الی کا ہے۔ اور ضمیر بینھما کی طرف دونوں وقتوں کی راجع ہے نہ طرف دو نمازوں کے۔ اور حین یغیب الشّفق متعلق ہے یجمع کے فقط بلحاظ عشاء کے۔

☆ جواب اس خرافات کا ان احادیث کے ذیل میں گذر چکا جو مقام جمع تاخیر میں منقول ہیں۔۔ وہاں پر دیکھو۔

☆ باعث رابع۔ مؤلف کا عذراول پر یہ ہے کہ ابن عمرؓ نے صفیہ بنت ابی عبید کی عیادت کے سفر میں عصر اور ظہر مابین وقت دونوں نمازوں کے اتر کر اول ظہر پڑھی پھر عصر اور ایسا ہی مغرب اور عشاء۔ اور بعض روایتوں میں یوں ہے کہ مغرب قبل غیوب شفق کے پڑھی اور عشاء بعد اس کے جیسا کہ روایت ہے عبداللہ بن واقد اور نافع سے:

ان مؤذن ابن عمر قال الصّلوۃ قال سر سر حتّی اذا کان قبل غیوب الشّفق نزل فصلّی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلّی العشاء ثم قال ان رسول اللّٰہ ﷺ کان اذا عجّل بہ امر صنع مثل الذی صنعت فسار فی ذالک الیوم و اللیلۃ مسیرۃ ثلاث (ابو داؤد: ۱۲۱۲)

رواہ عن ابن جابر ایضاً و قال ابو داؤد رواہ عبد اللّٰہ بن العلاء عن نافع قال حتی اذا کان عند ذھاب الشفق نزل فجمع بینھما۔ (ابو داؤد: ۱۲۱۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(حضرت ابن عمرؓ کے مؤذن نے کہا کہ نماز کا وقت آ گیا ہے۔ انہوں نے جواباً کہا ابھی اور چلے چلو۔ یہاں تک کہ جب شفق غروب ہونے کو تھی تو اتر کر مغرب پڑھی۔ اور غروب شفق کا انتظار کیا۔ پھر غروب شفق کے بعد عشاء پڑھی۔ پھر کہا آنحضرت ﷺ کو جب کسی امر میں جلدی ہوتی تھی تو ایسا کیا کرتے تھے جیسے میں نے کیا۔ اور اس رات دن میں تین منزل گئے۔ روایت کی ابوداؤد نے اور روایت کی ابن جابر سے بھی اور کہا ابو داؤد نے کہ عبداللہ بن علاء نے نافع سے روایت کر کے کہا ہے کہ جب شفق غروب ہونے لگی تو اتر کر دونوں نمازیں جمع کیں)۔

اقول۔

روایة ابی داؤد عن ابن جابر و قوله رواه عبد اللّٰه بن العلاء عن نافع تعلیقان۔ و التّعلیق لا یکون حجّة۔ فیبقی علینا الجواب عن الروایة الاولی الموصولة۔

اور روایت ہے حضرت نافعؒ سے، کہا

خرجت مع عبد اللّٰه بن عمر، و هو یرید ارضا له فقال نزلنا منزلنا فاتاه رجل فقال ان صفیة بنت ابی عبید لما بها فلا اظن ان تدرکها۔ فخرج مسرعاً و معه رجل من قریش فسرنا حتی اذا غابت الشّمس لم یصل الصّلوٰة و کان عهدی بصاحبی و هو محافظ علی الصّلوٰة فلما ابطأ قلت الصّلوٰة یرحمکم اللّٰه فما التفت الیّ و مضی کما هو حتّی کان فی آخر الشّفق فنزل فصلّی المغرب ثمّ اقیم العشاء و قد توارت الشفق فصلّی بنا ثم اقبل علینا فقال کان رسول اللّٰه ﷺ اذا عجّل به امر یصنع هکذا۔ رواه الطحاوی و النسائی۔

(نسائی: ۵۹۵)۔ (میں عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ تھا اور وہ اپنے کھیت پر جاتے تھے کہ ایک آدمی نے آ کر کہا کہ صفیہ بنت ابی عبید بیمار ہے، مجھے نہیں گمان کہ تم اسے دیکھ سکو۔ تو وہ جلدی چل دیئے اور ان کے ساتھ ایک شخص قریش میں سے تھا۔ تو ہم چلے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی حالانکہ وہ بڑے پابند نماز تھے۔ جب دیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئی تو میں نے کہا کہ اللہ تم پر رحم کرے نماز کا وقت آ گیا۔ انہوں نے نہ سنا اور چلتے گئے یہاں تک کہ جب شفق چھپنے لگی تو اتر کر مغرب پڑھی ۔ پھر عشاء پڑھی رات پڑے۔ پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو جب کوئی جلدی کا امر ہوتا تو یونہی کیا کرتے تھے)۔

اور روایت ہے عطافؒ سے کہ وہ روایت کرتے ہیں نافعؒ سے کہ کہا:

اقبلنا مع ابن عمر حتی اذا کنّا ببعض الطّریق استصرخ علی صفیة زو جة بنت ابی عبید فراح مسر عا حتی غا بت الشمس فنودی با لصلوۃ فلم ینز ل حتّی اذا امسی فظنّ انّه نسی۔ فقلت الصّلوۃ۔ فسکت حتّی اذا کا د الشّفق ان یّغیب نزل فصلّی المغر ب و غا ب الشّفق فصلّی العشاء و قا ل ھکذا کنّا نفعل مع رسول اللّه ﷺ اذا جد به السّیر ۔ رواہ الطحاوی

(ابن عمرؓ کے ساتھ ہم گئے ایک رستہ میں ۔ان کی اہلیہ صفیہ بنت ابی عبید کی بیماری کی خبر آئی، تو وہ جلدی سے چل نکلے ۔ جب سورج ڈوب گیا تو نماز کے لئے کسی نے کہا تو وہ اترے نہیں۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ لوگوں نے گمان کیا کہ نماز بھول گئے تو میں نے نماز کو کہا۔تو چپ ہو رہے یہاں تک کہ شفق غروب کے قریب پہنچی تو اترے اور مغرب پڑھی اور جب شفق غروب ہو گئی تو عشاء پڑھی اور کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ یوں ہی کیا کرتے تھے جب آپ کو سفر پیش آتا جلدی کا)۔

اور روایت ہے کثیر سے کہ پوچھا ہم نے سالم بن عبداللہؓ سے:

ھل کا ن عبد اللّه یجمع بین شیء من صلوته فی سفرہ فذ کر ان صفیة بنت ابی عبید کا نت تحته فکتبت الیه و ھو فی زراعة له انی فی آ خر یو م من ایّا م الدّ نیا و اوّل یو م من ایّام الآ خرۃ فر کب فسر ع السّیر حتی اذا حا نت صلوۃ الظّھر قا ل له المؤ ذ ن الصّلوۃ یا ابا عبد الر حمن۔ فلم یلتفت حتی اذا کان بین الصلوتین نز ل فقا ل اقم فا ذا سلمت فا قم فصلّی ثمّ رکب حتّی اذا غا بت الشّمس قا ل له المؤ ذ ن الصّلوۃ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فقال کفعلک فی صلوۃ الظّھر و العصر ثمّ سار حتّی اذا اشتبکت النّجوم نزل ثمّ قال للمؤذن اقم فصلی ثم انصرف فالتفت الینا فقال قال رسول اللّٰه ﷺ اذا حضر احدکم الامر الّذی یخاف فوتہ فلیصل ھذہ الصلوۃ۔

(نسائی: ۵۹۷)۔(کیا عبداللہ بن عمرؓ نماز جمع کیا کرتے تھے سفر میں۔تو انہوں نے ذکر کیا کہ صفیہ بنت ابی عبید نے جو ان کی اہلیہ تھیں، انہیں لکھا جب کہ وہ اپنی کھیتی پر تھے کہ میرا وقت اخیر ہے۔سو وہ جلدی چل نکلے۔جب ظہر کا وقت آیا تو مؤذن نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن نماز کا وقت آ گیا۔انہوں نے نہ سنا۔اور جب دو نمازوں کے بیچ کا وقت ہوا تو اتر کر کہا کہ تکبیر کہو۔جب سلام پھیروں میں تو پھر تکبیر کہہ، پھر نماز پڑھی اور سوار ہو گئے جب سورج ڈوب گیا تو مؤذن نے پھر کہا انہوں نے کہا مثل ظہر عصر کے کریں گے اور چلتے گئے۔جب تارے نکل آئے تو اتر کر مؤذن سے کہا کہ تکبیر کہہ جب سلام پھیروں تو پھر تکبیر کہہ۔پھر نماز پڑھی پھر متوجہ ہو کر کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تمہیں کوئی ایسا کام پیش آوے کہ تم اس کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا خوف کرو تو اس طرح نماز پڑھا کرو)۔

اور روایت ہے حضرت نافعؒ سے کہ کہا:

اقبلنا مع ابن عمر فلمّا کانت تلک اللیلۃ سار حتّی امسینا فظننا انّہ نسی الصّلوۃ فقلنا لہ الصّلوۃ فسکت و سار حتی کاد الشّفق ان یّغیب ثمّ نزل فصلّی و غاب الشّفق فصلّی العشاء ثم اقبل علینا فقال ھکذا کنّا نصنع مع رسول اللّٰه ﷺ اذا جد بہ السّیر۔(نسائی:۶۰۰۔)۔

(نکلے ہم ابن عمرؓ کے ساتھ۔جب شام ہوئی تو ہم نے جانا کہ وہ نماز بھول گئے تو ہم نے ان کو کہا کہ نماز کا وقت آ گیا۔وہ چپ ہو رہے اور چلتے گئے یہاں تک کہ شفق غروب ہونے لگی تو اتر کر نماز پڑھی اور جب شفق ڈوب گئی تو عشاء پڑھی پھر ہم سے متوجہ ہو کر کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ یوں ہی کیا کرتے تھے)

پس یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں اس پر کہ آنحضرت ﷺ جمع صوری کیا کرتے تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس جواب اس کا یہ ہے کہ ابن عمرؓ نے اس کیفیت سے ہرگز نمازیں جمع نہیں کیں جیسا کہ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ جمع کرنا ان کا بعد خروج وقت پہلی نماز کے اور بعد غیوبۂ شفق کے بعد ہوا ہے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی سے اور دو روایت ابوداؤد سے اور ایک روایت نسائی سے اور ایک روایت مؤطا امام محمد سے گذر چکا۔ اور یہ روایات جو مؤلف کی طرف سے اوپر نقل ہوئی ہیں جن سے جمع صوری کرنی ابن عمرؓ کی واضح ہوتی ہے یہ سب واہیات اور مردود اور شاذ اور مناکیر ہیں۔ پس تفصیل وار ایک ایک کھوٹ سنتے جاؤ۔

☆ روایت اول ابوداؤد کی جس میں قبل غیوب الشفق واقع ہے، اس لئے منکر ہے کہ مخالف ہے صحاح کے، اور خود ضعیف ہے، کیونکہ ایک راوی اس کا محمد بن فضیل بن غزوان ہے، اور یہ مجروح ہے کہ نسبت کیا گیا طرف رفض کے اور مقلب الا حادیث ہے اور حدیث موقوف کو مرفوع کر دیا کرتا تھا۔

حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں کہا ہے:

محمد بن فضیل بن غزوا ن بفتح المعجمه و سکون الزاء الضبی مولاهم ابو عبد الرحمن الکوفی صدوق رمی با لتشیع ۔ (محمد بن فضیل بن غزوان صدوق ہے۔ لوگوں نے شیعہ کہا ہے)

اور نورالدین علی نے مختصر تنزیه الشریعة میں کہا ہے:

محمد ابن غزوا ن یقلب ا لا خبار و یر فع الموقوف

(محمد بن غزوان حدیثوں کو الٹ پلٹ کرتا تھا اور موقوف کو مرفوع کر ڈالتا تھا)۔

☆ اسی طرح دوسری روایت جس میں لفظ آ خر الشّفق کا واقع ہے اور اس کو طحاوی اور نسائی نے روایت کیا ہے، وہ بھی منکر ہے۔ اس لئے کہ اس کی طحاوی والی اسناد میں بشر بن بکر ہے اور وہ غریب الحدیث ہے۔ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف، قا له الحافظ فی التقریب۔ اور اس کی نسائی والی اسناد میں ولید بن قاسم ہے اور روایت میں اس سے خطا واقع ہوتی تھی۔

کہا تقریب میں الولید بن القا سم بن الو لید الهمدا نی الکو فی صدوق و یخطی (ولید بن قاسم بن ولید ہمدانی کوفی صدوق ہے۔ بھول جاتا تھا)

☆ اسی طرح روایت تیسری طحاوی کی جس میں کاد الشّمس دال سے واقع ہے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ بھی منکر ہے کیونکہ اس میں عطّاف ہے اور وہ وہمی ہے ۔ کہا تقریب میں:

عطّاف بتشدید الطاء بن خا لد بن عبد اللّٰه بن العاص المخزومی ابو صفدا ن المد نی صدوق یهم (عطاف طاء کی تشدید کے ساتھ بن خالد بن عبداللہ بن العاص مخزومی ابوصفوان مدنی صدوق ہے۔ وہمی تھا)

اور یہی راوی عطاف ہے پانچویں روایت کا جس میں کاد دال سے وارد ہے اس کو نسائی نے روایت کیا ہے ۔ پس اس جگہ سے منکر ہونا اس روایت نسائی کا بھی معلوم ہو گیا۔

☆ اب رہی چوتھی روایت سو وہ شاذ ہے اس لئے کہ اس میں یہ کہا ہے کہ ابن عمرؓ نے اس رات میں مغرب اور عشاء کو بھی مثل ظہر اور عصر کے بین الوقتین پڑھا، حالانکہ یہ مخالف ہے روایات شیخین وغیرھما کے اور وہ ارجح ہیں سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں سب پر جب موافقت اور نسخ نہ بن سکے ۔ کہا حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں:

اما الصّحيحان فقد اتّفق المحدّ ثو ن على ان جميع ما فيهما من المتّصل المر فوع صحيح با لقطع و انّهما متوا تر ان الى مصنفيهما و انّه كل من يهو ن امر هما فهو مبتد ع غير سبيل المؤ منين و ان شئت الحقّ المصرا ح فقسهما بكتا ب ابن ابى شيبة و كتا ب الطحاوى و مسند الخوارز مى و غير هما تجد بينهما و بينهما بعد المشر قين (صحیحین پر محدثین کا اتفاق ہے کہ جو حدیثیں ان میں متصل مرفوع ہیں، یقینی صحیح ہیں۔ اور اپنے مصنف تک یہ دونوں کتابیں متواتر پہنچتی ہیں۔ اور جو اس میں کلام کرے وہ بدعتی گمراہ ہے۔ اور اگر تجھے حق خالص درکار ہے تو کتاب ابن ابی شیبہ اور طحاوی کی کتاب اور مسند خوارزمی وغیرہ ٹٹول تا کہ تجھے مشرق مغرب کا فرق معلوم ہو جاوے صحیحین اور غیر میں)۔

اور واضح ہو کہ شاہ ولی اللہؒ نے کتب احادیث کے طبقات ٹھہرائے ہیں ۔ پس طبقہ اولی میں صحیحین اور مؤطا کو رکھا ہے اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد اور مجتبی نسائی اور مسند احمد کو طبقہ ثانیہ میں رکھا ہے۔ اور مصنّف عبدالرزاق اور مسند ابی یعلی اور مصنّف ابن ابی شیبہ اور مسند عبد بن حمید اور طیالسی اور کتب بیہقی اور کتب طحاوی اور طبرانی کو طبقہ ثالثہ میں (جس میں سب اقسام کی حدیثیں یعنی صحیح اور حسن اور غریب اور معروف اور شاذ اور منکر اور مقلوب موجود ہیں)،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ٹھہرایا ہے۔ اور کتاب الضعفاء لابن حبان اور کامل بن عدی اور کتب خطیب اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی اور مسند خوارزمی کو طبقہ رابعہ میں (جس میں بہت خلط ملط ہے اور صحاح اور ضعاف اور منکرات اور موضوعات کی کھچڑی پک رہی ہے) شمار کیا ہے۔ پس ہم نے خلاصہ ان کے کلام کا جو حجۃ اللہ البالغہ میں فرما گئے ہیں، بیان کر دیا ہے اور طالب تفصیل اور دلیل کو چاہیے کہ کتاب مستطاب حجۃ اللہ البالغہ کے مطالعہ سے مشرف ہو، تاکہ صحیحین کی قدر معلوم ہو، اور واضح ہو جائے کہ یہ طبقہ اولی میں ہیں اور مقدم ہیں باقی سب کتب پر اور احادیث طحاوی وغیرہ کی جن کو جناب مؤلف بمقابل صحیحین کے متمسک ٹھہراتے ہیں قلعی کھل جاوے گی۔

اور کہا شرح نخبہ میں:

و من ثمہ ای من ھذہ الجھۃ و ھی ار جحیۃ شر طا البخاری علی غیرہ قدم صحیح البخاری علی غیرہ من الکتب المصنفۃ ثمّ صحیح مسلم لمشا رکتہ للبخاری فی اتّفاق العلماء علی تلقی کتا بہ با لقبول ایضاً ثمّ یقدم فی الا رجحیۃ من حد یث ا لا صحیۃ ما وافقہ شر طھما

(اور اسی جہت سے غالب ہونا شرط بخاری کا ہے غیر پر۔ مقدم رکھی گئی ہے بخاری دیگر کتابوں پر پھر صحیح مسلم بسبب شریک ہونے اس کے بخاری کے ساتھ علماء کے قبول میں۔ پھر وہ مقدم ہے جو ان کی شرطوں کے موافق ہو)

اور یہ قاعدہ ہے کہ جو ضعیف حدیث، مقابل صحیح کے ہو، وہ منکر ہوتی ہے۔ اور جو حدیث مقابل ارجح کے ہو، وہ شاذ کہلاتی ہے کما مرّ عن شرح النّخبہ۔ پس مؤلف کی تمام حدیثیں مردود ہوگئیں۔ ان میں سے چوتھی شاذ اور باقی تمام منکر۔

تنبیہ۔ ایک حدیث حضرت طحاوی کی اور ہے جس میں لفظ عند کا واقع ہے۔ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے شب مذکور میں نزدیک غائب ہونے شفق کے مغرب پڑھی تھی۔ یعنی نہ بعد اس کے۔ سو اگر چہ اس کو جناب نے مؤلف نے نقل نہیں کیا لیکن پھر بھی اس کی خدمت گذاری چاہیے۔

تو واضح ہو کہ وہ حدیث بھی واہی اور منکر ہے۔ اس لئے کہ دو راوی اس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجروح ہیں۔ ایک یحیٰ بن عبد الحمید حمانی، کہ یہ شخص چور تھا احادیث کا اور جھوٹا تھا۔ کہا تقریب التہذیب میں:

یحی بن عبد الحمید بن عبد الرحمن بشھین بفتح الموحدة و سکون المعجمة الحمانی بکسر المھمله و تشدید المیم الکوفی حافظ الا انھم اتّھموا بسرقه الحدیث (یحیٰ بن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کوفی حافظ ہے مگر علماء نے حدیث کی چوری کا اسے دھبہ لگایا ہے)۔

اور کہا نورالدین علیؒ نے مختصر تنزیه الشریعه میں:

یحی بن عبد الحمید کان یکذب و یسرق۔

(یحیٰ بن عبدالحمید جھوٹ بولتا تھا اور حدیث چراتا تھا)

اور ایک اسامہ بن زید بن اسلم، کہ یہ شخص ضعیف تھا بسبب حافظہ نہ ہونے کے۔ کہا تقریب میں:

اسامه بن زید بن اسلم العدوی مولاھم المدنی ضعیف من قبل حفظه۔ (اسامہ بن زید العدوی ضعیف ہے حفظ کی جانب سے)

پس باطل ہوئیں سب روایات متمسکات کی جمع صوری والوں کی جن سے یہ ثابت کرتے تھے کہ حضرت ابن عمرؓ نے شب مذکور میں قبل غائب ہونے شفق کے مغرب پڑھی تھی اور عشاء بعد اس کے، اور جمع صوری کی تھی، اور باقی رہا ثبوت ہمارا اس بات کو کہ ابن عمرؓ نے مغرب بعد غائب ہونے شفق کے پڑھی تھی اور جمع حقیقی کی تھی۔ فللّه الحمد

☆ باعث خامس۔ مؤلف کا عذر اول پر یہ ہے کہ روایت ہے عمرؓ بن الخطاب سے

انّه کتب فی الآفاق ینھاھم ان یّجمعوا بین الصّلوتین و یخبرھم انّ الجمع بین الصّلوتین فی وقت واحد کبیرة من الکبائر۔ رواه الامام محمد فی مؤطا۔ (حضرت عمرؓ نے مملکت میں لکھ بھیجا کہ ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے)۔

اس نامہ سے معلوم ہوا کہ جمع بین الصلوتین ایک وقت میں بڑا گناہ ہے۔ اور اس نامہ پر کسی صحابی کا انکار نہیں پایا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک جمع کرنا آنحضرت ﷺ کا دو نمازوں کو بطور جمع صوری کے ہوگا جیسا کہ دلالت کرتی ہے اس پر روایت طبرانی کی:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انّ النّبیّ ﷺ کا ن یجمع بین المغر ب و العشاء و یؤ خر ھذہ فی آ خر وقتھا و یعجل ھذہ فی اوّل وقتھا

(آنحضرت ﷺ مغرب اور عشاء کو جمع کرتے تھے ایک کو آخر وقت تک تاخیر کر کے دوسری کو جلدی اول وقت میں پڑھ لیتے تھے)۔

پس جواب اس کا یہ ہے کہ جمع صوری کی جیسے تحقیق ہوئی تم معلوم کر چکے ہو۔ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ منع کرنا عمرؓ کا جمع بین الصلوتین سے حالت اقامت میں بلا عذر تھا۔ جیسا کہ شاہد ہے اس تاویل پر اتفاق جمہور صحابہ ومن بعدھم کا اوپر عدم جواز جمع بلا عذر کے۔

اب رہی حدیث طبرانی کی جس سے صوری نکلتی ہے۔ سو جواب اس کے دو ہیں:

اول یہ کہ اس کتاب کی حدیث بدون تصحیح کسی محدث کے، یا پیش کرنے سند کے، کیوں کر تسلیم کی جاوے۔ یہ کتاب اس طبقہ کی ہے جس میں سب اقسام کی حدیثیں، صحیح اور سقیم، مختلط ہیں۔ چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ سے نقل کیا گیا۔

دوسرا یہ کہ فرض کیا کہ یہ حدیث صحیح ہے، لیکن اس میں سفر کا کیا ذکر ہے تو کہو کہ سفر کے جمع کی کیفیت بیان کی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ اس میں کیفیت اس جمع کی بیان ہوئی ہے جو حالت قیام میں بلا عذر آنحضرت ﷺ نے جمع کی تھی۔ جیسا کہ روایت میں ابن عباسؓ کی جو نسائیؒ نے روایت کی ہے (اور جناب مؤلف کے باعث ثانی کے ضمن میں نقل ہو چکی ہے) تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حالت قیام میں مقام مدینہ میں ایسی جمع صوری کی تھی۔ پس اس پر جمع سفری کو کس طرح قیاس کیا جاوے۔ فتدبر

تنبیہ۔ دو حدیثیں اور ہیں کہ وہ جمع صوری پر دلالت کرتی ہیں اور ان کو جناب مؤلف نے نقل نہیں کیا پس ان کو نقل کر کے ان کا جواب بھی دینا چاہیے۔

ایک حدیث یہ جو روایت کی ہے ابوداوٗدؒ نے عثمان بن شیبہ اور ابن المثنیٰ سے کہ وہ روایت کرتے ہیں ابواسامہ سے اور وہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی سے اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد بن عمر بن علی سے اور وہ محمد روایت کرتے ہیں اپنے دادا علیؓ بن ابی طالب سے:

انّ علیاً کا ن اذا سا فر سار بعد ما تغر ب الشّمس حتّی تکاد ان تظلم ثمّ ینزل فیصلّی المغر ب ثمّ ید عوا بعشا ئہ فیتعشی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثمّ یصلی العشاء ثمّ یرتحل و یقول ھکذا کان رسول اللّٰه یصنع (حضرت علیؓ جب سفر کرتے تھے، چلتے جاتے۔ جب سورج ڈوب جاتا اور اندھیرا قریب ہوتا، اتر کر مغرب پڑھتے اور کھانا کھا کر عشاء پڑھتے، پھر سوار ہو جاتے۔ اور کہتے تھے کہ ایسے ہی آنحضرت ﷺ کرتے تھے)

پس جواب اس کا یہ ہے کہ محمد بن عمر بن علی کو اپنے دادا سے ملاقات نہیں۔ تو یہ روایت محمد کی ان سے مرسل ہوئی جیسا کہ کہا تقریب التہذیب میں:

محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب صدوق من السادسه و روایته عن جده مرسلة (محمد بن عمر بن علیؓ بن ابی طالب صدوق چھٹے طبقہ میں ہے اور روایت اس کی اپنے دادا سے مرسل ہے)۔

اور کہا مقدمہ کتاب میں:

السّادسة طبقة عاصروا الخامسة لکن لم یثبت لھم لقاء احد من الصّحابة کابن جریج (چھٹا طبقہ وہ ہے جو پانچویں کے ہم زمانہ ہوئے ہیں لیکن انہیں ملاقات کسی صحابی کی نہیں ہے جیسے کہ ابن جریج)

اور روایت مرسل حجۃ نہیں ہوتی نزدیک جماعت فقہاء اور جمہور محدثین کے۔ جیسا کہ کہا امام نوویؒ نے مقدمہ شرح مسلم میں:

ثمّ مذھب الشّافعی و المحدّثین او جمھورھم و جماعة مّن الفقھاء انه لا یحتج بالمرسل۔ انتھی مختصراً (پھر مذہب شافعی اور محدثین کے گروہ اور ایک جماعت فقہاء کا یہ ہے کہ حدیث مرسل حجت نہیں)

☆ اور دوسری روایت یہ ہے کہ روایت کی ہے طحاویؒ نے حضرت عائشہؓ سے:

قالت کان رسول اللّٰه ﷺ یؤخر الظّھر و یقدم العصر و یؤخر المغرب و یقدم العشاء۔

(حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ تاخیر کرتے تھے ظہر میں اور مقدم کرتے عصر کو اور تاخیر کرتے مغرب میں اور مقدم کرتے عشاء کو)

پس جواب اس کا یہ ہے کہ ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیاد موصلی ہے اور یہ شخص مجروح ہے کہ وہمی تھا۔ قال له الحافظ فی التقریب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس الحمدللہ عذر اول سے مؤلف کے کہ آنحضرت ﷺ جمع صوری کیا کرتے تھے بوجہ احسن جواب ہو گیا۔ اور جتنی روایتیں حنفیہ کی دلائل جمع صوری کی تھیں سب کا ضعف ظاہر ہو گیا اور ثابت ہوا کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت ﷺ جمع صوری سفر میں کیا کرتے تھے۔

اب سنو کہ یہ جمع صوری سفر میں جیسی کہ از راہ نقل کے باطل ہے اور بے اصل ہے از راہ عقل کے بھی واہی ہے۔ اس لئے کہ جمع بین الصلوتین رخصت ہے بحق مسافرین کے یعنی اپنے اپنے وقتوں میں نماز پڑھنی سفر میں شاق ہوتی ہے اس واسطے شارع نے ترحم سے اجازت جمع کی دے دی۔ پس اگر تم کہو کہ مراد جمع سے سفر میں جمع صوری ہے تو یہ جمع رخصت نہ رہی بلکہ اور مصیبت ہو گئی۔ اس واسطے کہ آخر جز اول نماز کا اور اول جزء دوسری نماز کا پہچاننا اکثر خواص کو نہیں ممکن، چہ جائے عوام مصلین جامعین بین الصلوتین۔ تو جمع صوری اکثر لوگوں کو مشکل اور شاق ہوئی بہ نسبت ادا نمازوں کے اپنی اوقات میں کیونکہ وقت تو ایک طرف طویل ہوتا پس جس وقت چاہا اور فرصت ملی اول وقت یا اوسط یا آخر نماز پڑھ لی اور مصیبت سے تحری اور آخر اور اوائل اوقات کے بچے رہے۔

ایسا ہی کہا ابن عبدالبرؒ اور خطابیؒ نے جیسا کہ کہا سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں:

و حمله الحنفية على الجمع الصورى بان صلى الظهر فى آخر وقتها و العصر فى اول وقتها ورده ابن عبد البر و الخطابى وغيرهما با ن الجمع رخصة فلو كا ن صوريا لكا ن اعظم ضيقاً من ا لا يتا ن بكل صلوةفى وقتها لان اوا ئل الاوقات و اوا خرها مما لا يدركه اكثر الخا صة فضلاً عن العامة و صريح ا لا خبار ان الجمع فى وقت احدى الصلوتين. انتهى.

و التعقيب بان معرفة اول الوقت و آخره يحصل بحسب الظن و التخمين خصو صاً فى صورة كثرة القافلة و حضور الناس الذين لهم مهارة فى معرفة الوقت ليس بشىء لا ن تخمين اوائل الاوقات و الظن من خوا ص الخا صة و الرخصة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لعا مة المصلين المسا فرين و منهم بل اکثر هم لا رأی له و لا تخمين و کذاکثرة القا فلة لا تو جد مع کل من يسا فر بل کثير من الناس المسا فرين من لا ثا نی معه فا لحق ان الجمع الصوری ليس بر خصة و الجمع الذی هو ر خصة ليس بصوری ، انتهی

(اور محمول کیا احناف نے اس کو جمع صوری پر اس طرح پر کہ ظہر کو آخر وقت میں پڑھا اور عصر کو اول وقت میں ۔ اور رد کیا ہے اسے ابن عبد البرؒ اور خطابیؒ وغیرہ نے اس طرح کہ جمع کرنا نماز کا رخصت ہے، پھر اگر صوری ہو، تو وقت پر نماز پڑھنی بڑی مشکل ہو گی ۔ کیونکہ اول و آخر وقت تو جاننے والے بھی مشکل سے جانتے ہیں، عوام تو جان چکے۔ اور ظاہر حدیثیں یہ ہیں کہ جمع ایک نماز کے وقت میں دو نمازیں ہیں ۔ انتہی

اور یوں کہنا کہ اول اور آخر وقت اٹکل سے معلوم ہوسکتا ہے خصوصاً جہاں آدمیوں کی ایک جماعت ہو تو وہاں صاحب شناخت بھی ہوتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں کیونکہ اول وقت اور آخر میں اٹکل کرنا بڑے صاحب شناخت کے لئے ہے اور رخصت عام نمازیوں اور مسافروں کے لئے ہے ۔ اور بعض ان میں سے بلکہ اکثر ایسے ہیں کہ ان کو کچھ اسباب میں سمجھ اور اٹکل نہیں ۔ اور پھر سارے مسافروں کے ساتھ قافلہ بھی نہیں پائے جاتے بلکہ بہت بے چارے مسافر تو ایسے ہیں کہ ان کو رفیق دوسرا بھی نہیں ملتا، تو ٹھیک یہ بات ٹھہری کہ جمع صوری رخصت نہیں ہوسکتی اور وہ جمع صلوۃ جو رخصت ہے جمع صوری نہیں ہے)

☆ اور ایک عذر مؤلف کا یہ ہے کہ

حدیثیں جواز کی ظنی ہیں کہ اخبار احاد ہیں اور توقیت نمازوں کی قطعی ہے

قال اللّٰه تعا لی: انّ الصّلوة کا نت علی المئو منين کتا باً موقو تاً ، و حا فظوا علی الصّلوا ت و الصّلوة الوسطی ۔

پس کیوں کر احادیث ظنیہ سے مقتضائے قرآن کو جو قطعی ہے، چھوڑ کر جمع بین الصلوتین کو جائز کہیں ۔

☆ پس جواب اس کا یہ ہے کہ یہ توقیت ہر مصلی پر اور ہر نماز کی عموم نص سے ثابت

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہے ۔تصویر اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان آیات سے عموماً ہر نماز کو، ظہر ہو خواہ عصر خواہ مغرب ہو، خواہ عشاء ہو، خواہ فجر ، عموماً ہر نمازی پر خواہ مقیم ہو، خواہ مسافر، خواہ مریض ، خواہ سالم (صحتمند)، خواہ دریا میں ہو کشتی پر، خواہ خشکی میں ، واجب کردی ہے اور شاہد ہے اس عموم پر لفظ الصّلوة کا اور المئو منین جو صیغ جمع سے ہے اور معرف باللام اور الفاظ عموم سے ہیں۔ قال فی التّوضیح و غیرہ و منھا ای من الفاظ العام الجمع معرف با للام ۔ (الفاظ عام میں سے وہ جمع ہے جس پر الف لام ہو)

تو ہم کہتے ہیں کہ اس عموم سے مخصوص ہیں مصلی ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کے جو مسافر ہوں ان احادیث صحاح سے جو جمع بین الصلوتین پر قطعاً اور یقیناً دلالت کرتے ہیں اگر چہ اخبار احاد ہیں، کیونکہ تخصیص عام کتاب اللہ کی اخبار احاد سے ہمارے نزدیک درست ہے ۔ اور یہی ہے مذہب جمہور علماء اسلام کا اور آئمہ اربعہ سے بھی منقول ہے۔ اگر چہ بعض مشائخ حنفیہ جیسے مشائخ عراق کا اس میں خلاف ہے ۔ اور متاخرین حنفیہ بھی اس پر جم گئے ہیں ۔کہا تلویح میں :

و عند جمھور العلماء اثبا ت الحکم فی جمیع ما یتنا ولہ من الافراد قطعاً و یقیناً عند مشا ئخ العراق و عا مۃ المتأ خرین و ظنا عند جمھور الفقھاء و المتکلمین و ھو مذ ھب الشا فعی و المختار عند مشا ئخ سمر قند حتی یفید و جو ب العمل دو ن الا عتقاد و یصح تخصیص العا م من الکتا ب بخبر الوا حد و القیاس ۔ (اور جمہور علماء کے نزدیک یہ ہے کہ سب فردوں کو عام شامل ہے یقینی ثبوت حکم کو مشائخ عراق اور عام متاخرین کے نزدیک متضمن ہوتا ہے اور ظنی جمہور فقہاء اور متکلمین کے نزدیک ۔اور وہی مذہب شافعی کا ہے اور مختار مشائخ سمرقند کا بھی یہی ہے۔ تو اب عام وجوب عمل کا مفید ہے اعتقاد کا نہیں ۔ اور صحیح ہے تخصیص قرآن کی خبر واحد اور قیاس کے ساتھ)

اور کہا فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں :

تخصیص عا م الکتا ب بخبر الوا حد جا ئز فی المختصر و بہ قا لت ا لآ ئمۃ ا لا ربعۃ (تخصیص عام کی آیات قرآن میں خبر واحد کے ساتھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے مختصر میں ہے کہ یہی کہا ہے چاروں اماموں نے)

پس جناب مؤلف پر یہی حجت بس ہے کہ عدم جواز اس تخصیص کا خلاف ہے آئمہ اربعہ کے۔ اس لئے کہ جناب کا یہ مذہب ہے کہ جو کچھ مخالف ہو آئمہ اربعہ کے وہ مخالف ہے اجماع کے اور باطل ہے۔ تو مؤلف ہم سے اس تخصیص کے جائز ہونے کی دلیل طلب نہیں کر سکتے۔ لیکن پھر بھی ہم جواز اس تخصیص کا ثابت کرتے ہیں اور عدم جواز کا جواب دیتے ہیں۔ مگر عربی عبارت میں کیونکہ عوام تو سمجھتے ہی نہیں پھر کیا فائدہ ہندی میں۔ باآنکہ عربی عبارت میں اختصار ہے:

فاعلم انّ لنا دليلين على الجواز :۔

الدّ ليل الاوّل ما قا ل الفا ضل المحقق حبيب اللّه القند هارى فى المغتنم و هو انّ عا م الكتا ب قطعى المتن ظنى الدّ لالة و خا ص الخبر با لعكس فتسا ويا فو جب الجمع فى المسلم تبعا للتحرير يرد عليه مع ابتنا ئه على ظنية العا م ان قطعية الخبر ضعيف لضعف ثبوته لانّ الدّلالة فر ع الثّبوت بخلاف قطعية الكتاب فلا مساواة اقول قوة قطعية دلا لة الخبر بمعنى ان ثبت ثبت مد لو له لا ينا فى ضعف ثبو ته فيجوز فثبت المساواة ۔انتهى ۔

اقول بناء هذا الدّ ليل على ظنية د لا لة العا م من الكتا ب و هو المذ هب ا لمنصور المتّفق عليه الجمهور و وجهه ان كل عا م يحتمل التخصيص و اعتر ض عليه بانّه ان اريد بالاحتمال مطلق ا لا حتما ل يكو ن نا شيا عن الدّ ليل اولا فهو لا يضر قطعية العا م كما ان احتمال الخا ص المجاز بلا دليل و قرينة لا يضر قطعية الخا ص و ان اريد ا لا حتمال النّا شى عن الدّ ليل منعنا و جوده و اجيب عنه بانّ المراد الاحتمال النّا شى عن الدّ ليل و الدّ ليل شيو ع التّخصيص و كفى به دليلا قا ل فى التّلويح كل عا م يحتمل التخصيص و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التخصیص شا یع فیه کثیرا بمعنی انّ العا م لا یخلوا عنه ا لّا قلیلاً بمعو نة القرا ئن کقو له تعا لی انّ اللّه بکلّ شیءٍ علیم ، و للّه ما فی السّما وا ت و ا لا ر ض ، حتی صار بمنز لة المثل انّه ما من عا مٍ ا لّا وقد خصّ منه البعض و کفی بهذا دلیلاً علی ا لا حتمال و هذا بخلاف احتما ل الخا ص المجاز فانّه لیس بشا ئع فی الخا ص شیو ع التّخصیص فی العا م حتی ینشأ عنه احتمال المجاز فی کل خا ص انتهی ۔

و اعترض علی الجوا ب با نّا لا نسلم انّ التّخصیص ا لّذی یورث الشّبهة و الا حتمال شا ئع بل هو فی غا یة القلّة لا نّه انّما یکو ن بکلام مستقل مو صو ل با لعا م فا جا ب عنه فی التّلو یح و قا ل فیه نظر لا نّ مراد الخصم با لتّخصیص قصر العا م علی بعض المسمّیات سواء کا ن بغیر مستقل او بمستقل مو صو ل او متراخ و لا شکّ فی شیو عه و کثرته بهذا المعنی فا ذا وقع النّزا ع فی اطلاق اسم التّخصیص علی ما یکو ن بغیر المستقل او با لمستقل المترا خی فله ان یّقول قصر العا م علی بعض المسمّیا ت شا یع فیه بمعنی انّ اکثر العمو مات مقصور علی البعض فیو ر ث الشّبهة فی تناول الحکم لجمیع ا لا فراد فی العا م سواء ظهر له مخصص اولا و یصیر دلیلاً علی احتما ل ا لا قتصار علی البعض فلا یکو ن قطعیاً فا ن قلت قصر العام با لکلام المو صو ل قلیل و بالمترا خی نسخ و لیس بتخصیص لانّ تا خیر المخصص تجهیل قلنا تا خیر المخصّص کتا خیر النّا سخ و لم یقو لوا باستلزا م تا خیر النّا سخ التجهیل فکذا هذا فا ن قلت انّ الدّوا م قطعا لیس با لصّیغة فی المنسو خ بخلاف الکلّ فی العا م قلنا هذا الفر ق لا یعتد به اذ لا حاجة فی فهم الدوام الی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الصّیغة بل یکفی له ظا ھر ا لا مر سیّما وقت القرا ئن فا ن
قوله تعا لی اقیموا الصلوۃ یفید بظا ھرہ دوا م و جو ب اقا مة
الصلوۃ علی تفصیل بینه الشا رع مع عد م صیغة تد ل و
ضعا علی الدوا م فیه و ان لم تقو لوا بد لا لة علی الدوام لز م
عدم و جو ب اقا متھا بعد حین و ھو خلاف ما اتفقوا علیه من
وجوب اقا متھا دا ئماً فظھر ان الفر ق بین ا لکلام الموصول
و المتراخی با ن ا لا ول مخصص و الثا نی ناسخ تحکم لا
دلیل علیه و ثبت ان العا م من الکتا ب و غیرہ ظنی دلا لة
لکن المخا لف المد عی بقطیعة العا م یقو ل او لا ان لفظ العام
موضو ع للعمو م قطعا و ھو لازم له عند اطلاقه و مد لو ل
له کا لخا ص ا لا بد لیل و ثا نیا انه لو جاز ارادۃ البعض بلا
قرینة و دلیل لا رتفع ا لا ما ن عن ا للغة و الشر ع و لما صح منا
مثلاً الحکم بعتق جمیع عبید من قا ل کل عبد لی فھو حر
اجیب عما قا ل اولا با نا سلمنا و ضع ا للفظ للعمو م و سلمنا
دلا لته علی العمو م حین اطلا قه کما ھو مقتضی ا للزوم
بینھما لکنا لا نسلم قطعیة ا لدلا لة علی المد لو ل بقیام ما
نع و ھو شیوع التخصیص و احتما ل المخصص کما حققناہ
و ھذا لا ینا فی ا للزو م بین الدا ل و المد لو ل و لم یلز م
الانفکاك بینھما لما سلمنا الد لا لة علی العمو م کذا فی شرح
المسلم لمولانا بحر العلوم عبد العلی ا للکھنوی مع زیادۃ
ایضا ح و اجیب عما قا ل ثا نیا با ن الظن یجب العمل به
فلا یر تفع کذا فی المسلم نفسه ای نحکم علی ما نفھم من
العا م ظا ھرا بلا تو قف و نحکم مثلا بعتق جمیع عبید من
قال کل عبد لی فھو حر فکیف یر تفع ا لامان بل یتحقق
الا رتفاع اذا خصصناہ بلا دلیل و قرینة فا لقول قول القا ئلین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بظنية العا م من الكتب و غيره فا فهم و لا تقلد مخالفا للحق و الدّ ليل الثّا نی ما قا ل الفا ضل محقق القند هاری فی المغتنم ان الصحا بة خصوا و احل لكم ما وراء ذا لكم بلا تنكح المرئة على عمتها و لا على خا لتها و يو صيكم اللّه فی او لادكم بلا يرث القا تل و لا يتوارث اهل الملتين و نحن معا شر ا لا نبياء لا نرث ولا نورث فان قيل مخصص بالاجماع لا با لسنة قلنا بل اجماع على التخصيص اذ وقع فلم ينكر و ان قيل انما يتم لو لم يخص يقا طع قلنا لو كا ن توا تر كذا فی المسلم انتهى ۔ و قا ل فی المسلم تلك الاحاديث مشا هير لا جما عهم على العمل بها فز يادتها على الكتا ب و هو نسخ عند نا اقول الظا ہر انه استنبط شهرتها من اجما عهم على العمل بها فلا نسلم صحة استنباطه اذا الشهرة بعد ا لا جماع على العمل و ا لا جماع بعد التخصيص و لم تكن تلك ا لا حا ديث حين التخصيص الا من اخبار ا لا حاد فمن يد عى شهر تها قبل التخصيص بها و العمل عليا فعليه البيان فثبت بهذا التحقيق ان تخصيص العا م من الكتا ب بخبر الوا حد قبل تخصيصه بقطعی جا ئز و الما نعون ايضا يستد لو ن بدلائل منها ان العا م من الكتاب قطعی و خبر الوا حد ظنی فكيف يسقط حكمه و انی ينسخه و لو فی البعض فهو منقوض بما اثبتناه من ظنية العا م فلذا قال القند هاری انه غير تا م على القو ل بظنية العا م و منها ان عمر رد حد يث فا طمة بنت قيس انّه عليه السّلام لم يجعل لها سكنى و لا نفقة لما كا ن مخصصا لقو له تعا لى اسكنو هن فقا ل كيف نتر ك كتا ب ر بنا و سنة نبينا بقول امرأة لا ندری اصدقت ام كذ بت و اجيب عنه فی المسلم بان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رد ها لتر دده فی صد قها و لذا و صفها بما و صف اشعار العلیة التر ددو و للرد ۔ انتھی ۔

قال الفا ضل القند ھاری التردد اما لاحتما ل خبر الوا حد الکذب ففیه المد عی و اما لجھا لة امر ھا فی العدا لة فینا فی تعدیل جمیع الصحا بة ا لا ان یقا ل لعله لقصور الضبط۔ انتھی ۔

اقول یؤ ید ہ تردد عمر فی تلک المرأۃ خا صة بد لیل نسبته اصدقت ام کذ بت الیھا خا صة و الا لقا ل کیف نتر ك کتا ب ربنا و سنة نبینا لقول من یر وی و یخبر متفرداً و منھا انه قا ل النبی ﷺ اذا رو ی عنی حدیث فا عر ضوہ علی کتا ب اللہ فان وافقه فا قبلوہ و ان خا لفه فردوہ قا ل فی المسلم محمو ل علی النسخ فا نه مخا لفة تا مة فلا یصح با لضعیف و اما المخصص فله موا فقه لا نه بیا ن انتھی ۔

قال فی المغتنم الظا ھر من المخا لفة ما یشتمل اخرا ج بعض ما کا ن دا خلا سواء سمی تخصیصاً او بیا ناً او غیرہ و فی المنھا ج منقو ض بالمتوا تر فی المسلم ورد با ن غا یة ما لز م منه تخصیص الحدیث و العام المخصو ص حجة فی البا قی

اقول مراد ا لنا قض انه خبر وا حد فی مقا بلة ا لا جماع علی العمل بالمتواترفلایصلح حجة و مجرد احتمال التخصیص لا یجدی نفعا بل لا بد من و جود مخصص لا یقال ھو الاجماع لانّ الاجماع علی العمل لا ان العمل للاجماع ۔ قد یقا ل ظاھر الحدیث ایجا ب تحقیق الحا ل فی محل الر تبة فلا یتناول المتوا تر او یقا ل خص بد لیل العقل و الحق ان الحدیث ضعیف بل قیل مو ضوع بل من اشد الموضوعا ت بل قیل و ضعته الز نا دقة و قیل مخا لف لقوله تعا لی ما

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آتاکم الرسول فمبطل لنفسہ۔ انتھی ۔

اقول ھذا ھو الحق الذی ینبغی ان یؤ من بہ فا ن ھذا الحدیث مکذوب موضوع با طل لا اصل لہ و ضعہ الزنادقۃ الملعونو ن و استدل بہ الجھلۃ المتعصبو ن فلذا ردہ المتقدمو ن و المتأ خرو ن قا ل بحر العلوم مو لا نا عبد العلی اللکھنوی الحنفی فی شر حہ علی المسلم قا ل صا حب سفر السعادت انّہ من اشد الموضوعات قال الشیخ ابن حجر العسقلا نی قد جاء بطر ق لا تخلو عن المقا ل و قا ل بعضھم قد و ضعہ الز نادقۃ و ایضا ھو مخا لف لقو لہ تعا لی ما آ تا کم الرسو ل فخذوہ، فصحۃ ھذا الحدیث یستلز م و ضعہ و ردہ فھو ضعیف مردود۔ انتھی۔

و قا ل ابن طاھر صا حب مجمع البحار فی تذ کر تہ و ما اوردہ ا لا صو لیو ن من قو لہ اذا روی عنی حدیث فاعرضوہ علی کتا ب اللہ فا ن وافقہ فا قبلوہ و ان خا لفہ فردوہ

قال الخطا بی و ضعتہ الز نادقۃ و ید فعہ حدیث انی اوتیت الکتا ب و ما یعدلہ و یروی و مثلہ

و کذا قا ل الصنعا نی و ھو کما قا ل انتھی

و قا ل القا ضی محمد بن الشو کا نی فی الفوا ئد المجمو عہ حدیث اذا رو ی عنی حد یث فا عرضوہ علی کتا ب اللّہ فاذا وافقہ فا قبلوہ وان خالفہ فردوہ قال الخطابی وضعتہ الزنادقۃ و ید فعہ اوتیت القرآن و مثلہ معہ و کذا قا ل الصنعا نی قلت و قد سبقھما الی نسبۃ وضعہ الی الزنادقۃ ابن معین کما حکاہ عنہ الذ ھبی علی ان فی ھذا الحد یث المو ضوع نفسہ ما یدلّ علی ردہ لا نا اذا عر ضنا ہ علی کتاب اللہ خا لفہ ففی کتاب اللّہ عزّ و جل ما آ تا کم الرسول فخذوہ و ما نھا کم عنہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فا نتهوا و نحو هذا من الآ يا ت ۔انتھی
فبطل جميع ما تمسک به الما نعو ن للتخصيص بجميعها و بقی ما اثبتناه من جواز تخصيص عا م الكتا ب بخبر الواحد قبل تخصيصه بقطعی

(جان کہ ہمارے لئے جواز کی دو دلیلیں ہیں: پہلی تو وہ جو فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ نے مغتنم میں کہا ہے کہ قرآن کا عام، ثبوت میں یقینی اور دلالت میں ظنی ہوتا ہے اور خاص حدیث کا اس کے برعکس ہوتا ہے، تو دونوں برابر ہو گئے تو اب جمع واجب ہے ۔
مسلم میں تحریر کی متابعت کے طور پر ہے کہ عام آیت کے ظنی ہونے کی بنا پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یقینی ہونا حدیث کا ضعیف ہے بسبب ضعف ثبوت اس کے، اسلئے کہ دلالت ثبوت کی فرع ہے، برخلاف یقینی ہونے قرآن کے ۔تو اب برابر ہوئے ۔
میں کہتا ہوں وجہ مضبوطی یقینی ہونے دلالت حدیث کے یہ ہے کہ اگر یہ حدیث ثابت ہے تو مطلب اس کا ثابت ہے، اور اس کو ضعف ثبوت منافی نہیں تو یہ بات جائز رہی اور برابری ثابت ہوگئی ۔ ہو چکی عبارت اس کی ، میں کہتا ہوں بنا اس دلیل کی ظنی ہونے دلالت عام قرآنی پر ہے اور یہ مذہب قوی اور جمہور کا اتفاقی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر عام میں تخصیص کا احتمال ہوتا ہے اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اس احتمال سے عام احتمال مراد ہے کہ پیدا ہونے والا کسی دلیل سے ہو، خواہ نہ ہو، تو یہ یقینی ہونے عام کو مضر نہیں جیسا کہ وہ احتمال مجاز کا قطعیہ خاص کو مضر نہیں کہ بلا دلیل اور بلا قرینہ کے ہو۔ اور اگر احتمال دلیل والا لیا ہے تو ہم اس کا ہونا نہیں مانتے ۔ اور اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ مراد احتمال سے وہی دلیل والا ہے اور دلیل تخصیص کا پھیلنا ہے اور یہ دلیل کافی ہے ۔تلویح میں کہا ہے ہر عام تخصیص کا احتمال رکھتا ہے اور تخصیص اس میں پھیل رہی ہے اس معنی کر کے کہ کوئی عام اس سے خالی نہیں ہوتا مگر بعض جگہ، اور تخصیص مقام کے لگاؤ سے ہوتی ہے جیسے قول اللہ کا ، اللہ ہر چیز کو جانتا ہے، اور ، واسطے اللہ کے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ، یہاں تک کہ ایک مثل مشہور ہوگئی ہے کہ کوئی عام نہیں جس میں تخصیص نہ ہوئی ہو، اور اس قدر دلیل کافی ہے ، احتمال کے لئے اور یہ برخلاف اس احتمال کے لئے ہے جو خاص میں مجاز کا ہوتا ہے کیونکہ وہ ایسا

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نہیں پھیلا کہ ہر خاص میں مجاز کا احتمال چل جاوے۔ ہو چکی عبارت اس کی۔ اور اس جواب پر یوں اعتراض کیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ اس طرح کی تخصیص جو شبہ اور احتمال پیدا کردے، پھیل رہی ہے، بلکہ وہ بہت کم ہے کیونکہ وہ تو مستقل موصول کلام سے ہوتی ہے اور اس کا جواب تلویح میں ہے۔ چنانچہ کہا ہے کہ اس میں بحث ہے کیونکہ مراد مقابل کی تخصیص سے گھِر جانا عام کا بعضے معنوں پر ہے خواہ وہ مستقل سے ہو یا نہ ہو، اور موصول ہو یا نہ ہو، اور اس کے پھیلاؤ میں کوئی شک نہیں تو جب بحث پڑی تخصیص کے بولنے میں کہ غیر مستقل سے ہے یا مستقل غیر موصول سے، تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ گھِرنا عام کا بعضے معنوں پر پھیل رہا ہے اس معنی کر کے کہ اکثر عام بعض معنوں پر گھِر رہے ہیں تو اب عام کے سارے معنی کے شامل ہونے میں شبہ پڑ گیا خواہ مخصص ظاہر یا نہ ہو اور احتمال کے لئے دلیل ہوئی تو عام قطعی نہ رہا۔ اگر تو کہے کہ تخصیص کلام موصول سے تو کم ہے اور غیر موصول سے تخصیص نہیں ہوتی، نسخ ہوتا ہے کیونکہ مخصص کو مؤخر کرنا جہالت میں ڈالتا ہے، تو ہم کہیں گے کہ مؤخر کرنا مخصص کا مثل مؤخر کرنے ناسخ کے ہے اور ناسخ میں لوگوں نے یہ نہیں کہا کہ جہالت میں ڈالنا لازم آتا ہے، تو یہاں بھی یونہی ہے۔ اگر تو کہے کہ یقینی ہمیشگی منسوخ میں بمقتضائے لفظ کے نہیں بخلاف سارے معنی کے عام میں، تو ہم کہیں گے کہ یہ فرق اعتبار کے لائق نہیں کیونکہ ہمیشگی کے سمجھنے میں لفظ کی طرف حاجت نہیں بلکہ ظاہر امر کافی ہے خصوصاً قرینوں کے ہوتے ہوئے مثلاً قول اللہ تعالی کہ تم نماز پڑھو، ظاہر میں فائدہ دیتا ہے کہ تفصیل شرعی پر نماز ہمیشہ کے لئے ہے، باوجود نہ ہونے ایسے لفظ کے کہ اس میں ہمیشگی کی دلالت ہو۔ اور اگر یوں کہہ دیں کہ ہمیشہ کی دلالت نہیں تو ایک وقت کے بعد نماز کا نہ واجب ہونا لازم آئے اور یہ اس کے خلاف ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔ کہ نماز ہمیشہ واجب ہے۔ تو ظاہر ہو گیا کہ یہ فرق کلام موصول اور غیر موصول میں کہ ایک مخصص ہے اور ایک ناسخ سینہ زوری ہے، کوئی اس پر دلیل نہیں۔ اور ثابت ہو گیا یہ کہ عام قرآنی وغیرہ دلالت میں ظنی ہے لیکن جسے عام کے یقینی ہونے کا دعوی ہے وہ پہلے تو یوں کہتا ہے کہ لفظ عام یقینی عموم کے لئے بنا ہے اور وہ اس کو لازم ہے بولنے کے وقت اور وہی اس کے معنی ہیں خاص کی طرح مگر جب کوئی دلیل اس کے خلاف پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آجاوے تو خیر اور پھر یوں کہتا ہے کہ بلاقرینہ اور دلیل کے اگر بعضے معنی کا ارادہ عام سے جائز ہو جاوے تو لغت اور شرع کا بھروسہ اٹھ جاوے اور البتہ اس مقولہ سے کہ میرے سارے غلام آزاد ہیں یہ حکم صحیح نہ ہو کہ سارے غلام آزاد ہیں، پس جواب پہلی بات کا تو یوں دیا گیا ہے کہ ہم نے لفظ کا عموم کے لئے بنا ہونا مان لیا اور یہ مانا کہ بولتے وقت عموم پر دلالت بھی کرتا ہے چنانچہ وضع اور دلالت میں ملازمہ ہے لیکن معنی پر یقینی دلالت کرنا بسبب ایک مانع کے نہیں مانتے اور وہ تخصیص کا پھیلاؤ ہے۔ چنانچہ تحقیق اس کی اوپر ہم نے کی اور یہ بات لفظ اور معنی میں ملازمہ جو تھا اس کو منافی نہیں اور اس سے ان دونوں میں علیحدگی لازم نہیں آتی جب کہ ہم نے دلالت عموم پر مان لی ۔ یوں ہی ہے شرح مسلم الثبوت مولانا بحرالعلوم لکھنوی میں مع زیادہ توضیح کے اور دوسری بات کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ گمان غالب پر عمل واجب ہے تو بھروسہ نہ اٹھا یونہی مسلم کے متن میں ہے، یعنی ظاہر میں عام سے جو ہم سمجھتے ہیں اس پر حکم کرتے ہیں بلاتوقف تو اب ہم مثلاً سارے غلاموں کے آزاد ہونے کا اس شخص کے حق میں حکم کر دیں گے کہ کہے میرے سارے غلام آزاد ہیں تو اب کیونکر بھروسہ اٹھا۔ بھروسہ تو جب اٹھے کہ بلادلیل اور قرینہ کے ہم تخصیص کرلیں تو اب مقولہ ان ہی لوگوں کا رہا جو عام کے ظنی ہونے کے قائل ہیں تو خوب سمجھ لے اور غیرحق پر مت اڑ اور وہ دوسری دلیل وہ ہے جو محقق قندہاریؒ نے مغتنم میں کہی ہے کہ صحابہ نے یہ آیت و احلّ لکم .. الخ کو اس حدیث سے مخصوص کی ہے کہ لا تنکح المرأة ..الخ اور یہ آیۃ یوصیکم اللہ الخ اس حدیث سے لا یرث القاتل ..الخ پھر اگر یوں کہا جاوے کہ یہ تخصیص اجماع سے ہے، حدیث سے نہیں، تو ہم کہیں گے کہ اجماع تخصیص پر ہے کیونکہ تخصیص بلانکیر کے واقع ہوئی ۔ اور اگر کہا جاوے کہ یہ جب پورا ہوتا کہ یقینی سے تخصیص نہ ہوتی ، تو ہم کہیں گے کہ یہ اعتراض جب ہوتا کہ متواتر ہونا اس کا ثابت کرتے ، اور مسلم میں کہا ہے کہ یہ حدیثیں مشہور ہیں بسبب اجماع ان کے عمل پر، سو زیادت ان کی قرآن پر نسخ ہے ہمارے نزدیک، میں کہتا ہوں کہ مشہور ہونا ان کا ان کے عمل کے اجماع سے نکالا ہے تو ہم اس نکالنے کی صحت کو نہیں مانتے اس واسطے کہ مشہور ہونا تو بعد اجماع کے ہے اور اجماع بعد تخصیص کے اور یہ حدیثیں تخصیص کے وقت خبرواحد تھیں،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو جو شخص تخصیص سے پہلے اور عمل سے پہلے مشہور ہونا ان کا بیان کرتا ہے، وہ دلیل لاوے۔ سو ثابت ہوا اس تحقیق سے کہ تخصیص عام قرآن کی خبر واحد سے پہلے تخصیص ان کی یقینی سے جائز ہے اور مانعین بھی کئی دلیلوں سے حجت پکڑتے ہیں۔ ایک دلیل تو یہ ہے کہ عام قرآنی یقینی ہے اور خبر واحد ظنی ہے، تو اس کا حکم اس سے کیوں کر ساقط ہوسکتا ہے اور وہ اس کا ناسخ کیوں کر ہوسکتا ہے، اگرچہ بعض معنوں میں ہی ہو، اور یہ دلیل عام کی ظنی ہونے سے ٹوٹ گئی۔ چنانچہ قندھاری نے کہا ہے کہ یہ دلیل عام کی ظنی ہونے کی بنا پر پوری نہیں ہے اور ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ حدیث فاطمہؓ بنت قیس کی کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے بعد طلاق کے مکان سکونت اور نفقہ نہیں ٹھہرایا جو اس آیت کی اسکنو هن ... الخ مخصص تھی، نہیں مانی اور کہا کہ ہم اللہ کا قرآن اور آنحضرت ﷺ کا طریقہ ایک عورت کے قول پر کیوں کر چھوڑ دیں، ہم کیا جانیں وہ سچی ہے یا جھوٹی ہے۔ اور جواب دیا گیا اس کا مسلم میں کہ ان کا اس حدیث کو نہ ماننا اس لئے تھا کہ انہیں تردد تھا کہ وہ سچی ہے یا نہیں اس لئے کہا کہ نہ معلوم سچی ہے یا جھوٹی تاکہ تنبیہ ہو کہ سبب نہ ماننے کا یہ ہے۔ ہو چکی عبارت اعتراض کی۔ کہا فاضل قندھاریؒ نے کہ ان کا تردد یا تو اس لئے تھا کہ خبر واحد میں جھوٹ کا احتمال ہے تو اس میں تو مدعا ہے یا اس کی عدالت کا حال معلوم نہ تھا تو یہ اس کے مخالف ہے کہ صحابہ سب صاحب عدالت ہیں۔ ہاں یوں ہوسکتا ہے کہ بسبب اس کے قصور حافظہ کے ہو۔ میں کہتا ہوں اس کی تائید کرتا ہے حضرت عمرؓ کا خاص اس عورت کے باب میں تردد کر کے یہ کہنا کہ جانے وہ سچی ہے یا نہیں او نہیں تو یہ کہتے ہم قرآن اور آں حضرت کا طریقہ ایک عورت کے کہنے سے کیوں کر چھوڑ دیں اور ایک دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی حدیث مجھ سے پہنچے تو اسے قرآن پر پیش کرو، اگر وہ موافق قرآن ہو تو لے لو، نہیں تو چھوڑ دو۔ مسلم میں کہا کہ یہ حدیث منسوخ کے حق میں ہے کہ اس میں بڑی مخالفت ہوتی ہے تو وہ امر ضعیف سے نہیں ہوسکنے کا اور مخصص میں تو موافقت ہوتی ہے کیونکہ وہ تو بیان ہے۔ ہو چکی عبارت اس کی۔ کہا مغتنم میں مخالفت سے ظاہر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شامل ہے اس کو کہ سارے معنوں میں سے بعضوں کو نکال دیں خواہ اس کا نام تخصیص ہو یا بیان وغیرہ۔ اور منہاج میں ہے کہ یہ دلیل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث متواتر سے ٹوٹ گئی اور مسلم میں ہے کہ یہ نقض مردود ہے کہ غایۃ اسے یہ لازم آتا ہے کہ وہ حدیث مخصوص ہووے یعنی سوائے متواتر کے اور میں یہی دلیل ہے تو یہ عام مخصوص البعض ہوئی اور وہ اپنے معنی میں حجت ہوا کرتا ہے میں کہتا ہوں کہ مراد دلیل کے توڑنے والے کی یہ ہے کہ خبر واحد مقابلہ میں اس اجماع کے ہے جو متواتر کے عمل پر ہے تو حجت نہیں ہوسکتی اور مجرد احتمال تخصیص کا نفع نہیں دیتا بلکہ مخصص کا ہونا ضرور ہے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اجماع ہے کیونکہ اجماع تو عمل پر ہے۔ عمل تو اجماع کے سبب سے نہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ ظاہر حدیث کا واجب کرتا ہے کہ اس کے رتبہ کی تحقیق ہوتو متواتر کو شامل نہیں ہونے کی یا یوں کہا جاوے کہ عقلی دلیل سے مخصوص ہے اور حق یہ ہے کہ وہ حدیث ضعیف ہے بلکہ موضوع بعض لوگوں نے کہا ہے، بلکہ کہا بڑے موضوعات میں سے ہے۔ بلکہ علماء نے کہا ہے کہ زندیقوں نے اسے بنایا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ اس آیت کے مخالف ہے کہ (ترجمہ) جو تمہیں رسول دیوے ..الخ ۔ تو اپنے آپ باطل کرنے والے ہوئے۔ ہو چکی عبارت اس کی۔ میں کہتا ہوں یہی وہ حق ہے جس کا یقین سزاوار ہے کیونکہ یہ حدیث جھوٹی ہے کچھ اس کی اصل نہیں زندیقوں نے بنالی ہے اور جاہل متعصبوں نے اس سے حجت پکڑی ہے۔ اس واسطے اس کو متقدمین اور متاخرین نے رد کیا ہے کہا بحرالعلوم نے شرح مسلّم میں کہ صاحب سفر السعادت نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوعات میں سے ہے کہا شیخ ابن حجر عسقلانیؒ نے کہ یہ کئی طریقوں سے آئی ہے اور کوئی طریق کلام سے خالی نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ زندیقوں نے بنالی ہے اور بھی اس آیت کے مخالف ہے کہ (ترجمہ) جو تمہیں رسول دیوے تو اس کو لو .. تو صحت اس کی اس کے وضع کو لازم پکڑتی ہے تو وہ ضعیف مردود ہے ہو چکی عبارت اس کی اور کہا شیخ ابن طاہر حنفیؒ نے جن کی مجمع البحار ہے اپنے تذکرہ میں کہ وہ جو اصول فقہ والے حدیث کہہ کر یہ قول لاتے ہیں کہ مجھ سے جب کوئی حدیث تم کو پہنچے تو اس کو قرآن سے ملاؤ اگر موافق ہووے تو قبول کرو ورنہ چھوڑ دو خطابیؒ نے کہا ہے کہ زندیقوں نے بنالی ہے اور اس کو یہ حدیث دفع کرتی ہے کہ میں قرآن اور اس کے برابر اور دیا گیا ہوں اور بعض روایتوں میں قرآن کی مثل بھی آیا ہے اور اسی طرح صنعانیؒ نے کہا ہے اور یہ بات یونہی ہے۔ ہو چکی عبارت اس کی اور کہا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قاضی محمد بن شوکانیؒ نے فوائد مجموعہ میں کہ یہ حدیث کہ جب تمہیں مجھ سے کوئی حدیث پہنچے تو اس کو قرآن سے ملاؤ اگر موافق ہووے تو قبول کرو ورنہ چھوڑ دو۔ خطابیؒ نے کہا ہے کہ زندیقوں نے بنالی ہے اور اس کو یہ حدیث دفع کرتی ہے کہ میں قرآن اور اس کی مثل دیا گیا ہوں اور ایسا ہی صنعانیؒ نے کہا ہے میں کہتا ہوں کہ ان دونوں سے پہلے ابن معین نے وضع اس کی کو زندیقوں کی طرف نسبت کیا ہے۔ چنانچہ ذہبیؒ نے ابن معین سے اس کی حکائت کی ہے۔ علاوہ اس کے خود اس میں وہ مضمون ہے جو اس کو رد کرتا ہے کیونکہ ہم نے جب اس کو قرآن پر پیش کیا تو قرآن میں ہے کہ جو تمہیں رسول دیوے اس کو لو اور جسے منع کرے اس سے باز رہو اور ایسی بہت آیتیں ہیں۔ ہو چکی عبارت اس کی۔ سو وہ باطل ہو گیا وہ سب جس سے منع تخصیص والوں کا مدعا تھا اور جواز تخصیص خبر واحد سے بلا تخصیص یقینی کے جسے ہم نے ثابت کیا تھا)

پس حاصل یہ ہوا کہ توقیت ہر نماز کی ہر نمازی پر عموم نص سے جو ظنی الدلالت ہوتا ہے واجب تھی، لیکن اخبار احاد جمع بین الصلوتین نے اس عموم کی تخصیص کر دی۔ اب اس توقیت کے یہ معنی ہوئے کہ اپنے اوقات میں ہر نماز پڑھنی عموماً ہر ایک مصلی پر فرض ہے سوائے نماز ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کے۔ وہ مسافر کو یا غیر اس کے کو جس کے حق میں احادیث سے جمع ثابت ہے پہلے اپنے وقت کے یعنی دوسری نماز کے وقت میں پڑھنی بھی درست ہے۔

یہ جواب بطور تحقیق اور ترقی کے ہے۔ اور اگر اس سے تنزل کریں اور مان لیں کہ ہر عام ظنی نہیں ہوتا، بلکہ وہ عام جس کی ایک دفعہ تخصیص ہو چکی وہ ظنی ہوتا ہے اور اسی کی تخصیص خبر واحد سے درست ہے، نہ ہر عام کی۔ تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے اس لئے کہ اس عام میں جس میں گفتگو ہے پہلے ایک دفعہ احادیث جمع عرفات اور مزدلفہ سے تخصیص ہو چکی ہے۔ یعنی مصلی ظہر اور عصر عرفات کے اور مغرب اور عشاء مزدلفہ کے اس عام کے حکم سے مخصوص ہیں کہ ان کو جمع بین الصلوتین باتفاق اہل سنت کے درست ہے۔ اور یہ قاعدہ اجماعی ہے کہ جب کہ ایک دفعہ کوئی عام مخصص ہو جاوے تو وہ بالاتفاق ظنی الدلالت ہو جاتا ہے اور تخصیص اس کی خبر واحد سے، بلکہ قیاس سے درست ہے۔

کہا تلویح میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لما لم يبق العا م بعد التّخصيص قطعيا جاز فی العام بعد التخصيص من الكتا ب و الخبر المتوا تر معلو ما كا ن المخصص او مجهو لا ان يخصص بخبر الوا حد و القياس اجما عاً (جب بعد تخصیص کے عام یقینی نہ رہا خواہ مخصص معلوم ہو یا نہ ہو تو اب عام قرآن اور حدیث متواتر کی خبر واحد اور قیاس سے تخصیص جائز ہے)

☆ اور اگر اعتراض کرو کہ بنا بر حنفی اصطلاح کے احادیث جمع عرفات اور مزدلفہ کی مخصص نہیں، کیونکہ مخصص نزدیک ان کے موصول چاہیے۔ بلکہ وہ حدیثیں ناسخ ہیں اور عام منسوخ البعض کی قطعیت ان کے مذہب میں باقی رہتی ہے۔ پس کس طرح یہ اخبار احاد مخصص اس عام قطعی کے ہوسکتی ہیں۔

☆ جواب اس کا یہ ہے کہ حق یہی ہے کہ جب کہ ایک دفعہ کسی عام کا بعض افراد پر قصر ہوتا ہے، تو وہ عام ظنی الدلالۃ ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ قصر کلام موصول سے ہو خواہ متراخی سے۔ اور حنفی جو فرق کرتے ہیں نسخ اور تخصیص میں ساتھ متراخی اور موصول ہونے کے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں رکھتے۔ اگر کچھ ٹوٹی پھوٹی دلیل ان کی ہے تو یہی ہے کہ تاخیر مخصص میں تجہیل لازم آتی ہے۔ سو جواب اس کا پہلی عبارت میں گذرا۔ پس اگر حنفی بلا دلیل قصر تو قیت کو بجز ماسوی مصلین عرفات اور مزدلفہ کے مستلزم ظنیہ عموم توقیت کا نہ مانیں گے اور اپنی اصطلاح بے دلیل پر جمے رہیں گے تو کیا اندیشہ اور اس عام کے ظنی ہونے میں کیا شک۔ تم نہیں دیکھتے کہ جبکہ شیوع قصر کا عام میں باعث ظنی الدلالت ہونے پر لفظ عام کا ہو گیا جیسا کہ ہم نے عربی عبارت میں ثابت کر دیا ہے تو وقوع قصر کا ایک لفظ خاص میں کیونکر اس لفظ خاص کو ظنی الدلالت نہ کرے گا۔ فا عتبروا يا اولی الابصار۔ پس ثابت ہوا کہ جمع بین الصلوتین بعذر سفر وغیرہ منافی اور مخالف کتاب اللہ کے نہیں۔ فللّٰه الحمد و المنّة

جناب مؤلف نے بعد اس عذر ثانی کے، جس کا جواب ختم ہوا، جرح اور قدح کیا ہے ان روایات پر جن کو اس نے ہمارا متمسک ٹھہرایا تھا۔ سو تم نے دیکھا کہ ان میں سے ہم نے کسی حدیث کو بھی دلیل نہیں پکڑا۔ پس جرح ان کا کس کو ضرر کرتا ہے۔

اور جناب مؤلف نے بعد اس جرح اور قدح کے دو عذر اور در باب عدم جواز عمل کے احادیث جمع بین الصلوتین پر لکھی ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ ایک عذر یہ کہ روایت ہے ابوذرؓ سے کہ کہا فرمایا مجھ کو رسول خدا ﷺ نے:

کیف انت اذا کا نت علیک امراء یئو خرو ن الصّلوۃ عن وقتھا او یمیتو ن الصّلوۃ عن وقتھا قا ل قلت فما تا مر نی قا ل صلّ الصّلوۃ لوقتھا۔(صحیح مسلم:۶۴۸)

(تیرا کیا حال ہوگا جب امراء لوگ نماز کو وقت سے ٹال دیں گے یا مار ڈالیں گے۔ میں نے کہا آپ مجھے بتایئے۔کہا تو اپنے وقت پر پڑھو)

تو اس حدیث سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ نماز اپنے وقت میں پڑھنی چاہیے۔ پس جب تک احادیث جمع الصلوتین کی مثل اس کے نہ ہوں تو نہ چھوڑا جاوے گا عمل اس پر

☆ پس جواب اس کا کیا دیویں اور کس ناواقف سے خطاب کریں۔اتنا نہیں جانتا کہ جب کہ مجوزین جمع کے اپنی اوقات میں نماز پڑھنے کی فرضیت کتاب اللہ سے مان کر پھر اس سے مسافر کو مخصوص ٹھیراتے ہیں پھر اس حدیث ابوذرؓ میں یہ بات نہ کہہ سکیں گے۔

☆ اور ایک عذر جناب مؤلف کا یہ ہے کہ

ادنی درجہ ہوگا کہ احادیث جواز جمع حقیقی کی اور احادیث عدم جواز کی متعارض ہونگی۔ اور یہ قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ جب کہ تعارض ہو درمیان دو حدیثو ں کے تو وہ دونوں ساقط ہو جاتی ہیں پس دونوں قسموں کی حدیثیں ساقط ہوں گی اور ہمارا تمسک آیات اور احادیث توقیت سے باقی رہے گا۔

☆ پس یہ عذر بھی قابل جواب کے نہیں۔اس لئے کہ اول تو کوئی حدیث صحیح رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں جس سے عدم جمع کا حالت سفر میں مستفاد ہو جیسا کہ سابق میں واضح ہو چکا۔ اور اگر بالفرض کوئی حدیث مخالف احادیث جمع کے پائی بھی جاتی، اور دونوں میں تعارض واقع ہوتا تو پھر یہ کس نے قاعدہ باندھا ہے کہ دونوں ساقط ہو جاتی ہیں؟ یہ قاعدہ آج تک کسی اہل اصول فقہ یا حدیث سے مروی نہیں۔شائد مؤلف نے کسی دیوار پر لکھا دیکھا ہوگا۔ اذا تعا ر ضا تسا قطا ۔اہل اصول حدیث کا یہ قاعدہ شرح نخبہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ اولاً ان دونوں حدیثوں کو آپس میں موافقت کرنا چاہیے۔اور اگر بلا تکلف موافقت نہ ہو سکے تو مئوخر کو ناسخ کہنا چاہیے۔ اور اگر تقدیم اور تاخیر معلوم نہ ہو تو دونوں میں جو مرجح اور اقوی ہے، جیسے حدیث بخاری اور مسلم کی بہ نسبت غیر ان کی کے، اس کو اختیار کرنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چاہیے۔ اور کتب اصول حنفیہ میں بھی ایسے مراتب ٹھیرائے ہیں اگرچہ اس میں جمع کو مؤخر کیا ہے۔غرض کہ اذا تعارضا تساقطا کا اہل اصول کوئی قائل نہیں۔

☆ اخیر عذر مؤلف کا یہ ہے کہ: عدم جمع میں احتیاط ہے، اس لئے کہ اگر کوئی جمع نہ کرے گا تو نماز اس کی بالاتفاق اپنے وقت میں ہوگی۔اور اگر جمع کرے گا تو شائد کہ اللہ کی نزدیک درست نہ ہو۔پس نماز اس کی بدون وقت کے ناجائز ہوگی۔

☆ پس جواب اس کا یہ ہے کہ تشکیک مذکور اس صورت میں جاری ہوتی ہے جس میں طرفین کا مذہب مدلل بدلائل ہو۔ اور صورت اختلاف کی ہو۔ حالانکہ مسئلہ جمع میں مانعین کا دعوی بے دلیل ہے۔ اور ناجائز کہنا ان کا خلاف ہے اختلاف نہیں۔ پس اگر صحت میں عمل مدلل بدلائل کے قول بے دلیل شک ڈال دیا کرے تو سینکڑوں اعمال باطل ہو جاویں اور حق اور باطل میں کچھ تمیز نہ رہے۔

پس ردّ ہوئے سب عذرات جناب مؤلف (تنویر الحق) کے۔

دیگر احناف کے عذرات در بارہ جمع بین الصلوتین کا جواب

☆ بعض یہ عذر کرتے ہیں کہ کہا حضرت ابن مسعودؓ نے:

ما رأیت رسول اللّٰہ ﷺ صلّی صلوۃ الاّ لمیقا تہا الاّ صلوتین صلوۃ المغر ب و العشاء بجمع و صلی الفجر یو مئذ قبل میقاتہا (بخاری:۱۶۸۲۔مسلم:۱۲۸۹)۔

(میں نے نہیں دیکھا آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے مگر وقت پر ہی، ہاں دو نمازیں مغرب اور عشاء مزدلفہ میں اور فجر اس دن وقت سے پہلے پڑھی)۔

☆ پس جواب اس کے تین ہیں:۔

اول یہ کہ اگر اس نفی ابن مسعودؓ کو تم سب احادیث اثبات پر جو باقی ۱۴ صحابہ سے مروی ہیں، غالب ٹھہرا کر کہو کہ جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں، تو تم پر ایک یہ پہاڑ مصیبت کا گرے گا کہ جمع بین الظہر والعصر کو عرفات میں کیوں درست رکھتے ہو باوجودیکہ اس قول ابن مسعودؓ سے تو نفی جمع فی العرفات کی بھی ہوتی ہے۔ پس جو تم جواب رکھتے ہو اسی کو ہماری طرف سے سمجھو۔یعنی اگر کہو نہ ذکر کرنا ابن مسعودؓ کا جمع فی العرفات کو

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بنا بر شہرت عرفات کے تھا، تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی۔ کیونکہ ۱۴ صحابی سوائے ابن مسعودؓ کے اس کے ناقل ہیں۔ تو اسی واسطے حضرت ابن مسعودؓ نے اس کا استثناء نہ کیا۔ اور اب محمل نفی کا جمع بلا عذر ہو گی۔ اور اگر کہو کہ جمع فی العرفات بالمقائسہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مقائسہ سے۔ و علی ھذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی جواب ہمارا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جو امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے:

و الجوا ب عن ھذا الحد یث انه مفھو م و ھم لا یقو لو ن به و نحن نقو ل با لمفھو م و لکن اذا عا ر ضه منطوق قد مناہ علی المفھوم و قد تظا ھرت ا لا حا دیث الصحیحة بجواز الجمع

(اور جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ وہ مفہوم ہے اور وہ لوگ مفہوم کے قائل نہیں اور ہم جب قائل ہیں کہ منطوق مخالف نہ ہو اور جہاں مخالف ہو تو منطوق کو مقدم رکھتے ہیں اور حدیثیں صحیح جمع صلوۃ کی بہت ہیں)

تیسرا جواب یہ ہے جو شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں کہا ہے:

فقد صحّ فی البخاری عن ابن مسعود نفی رؤ یته الجمع عنه ﷺ ا لّا بمز د لفه ثمّ رأیت فی مسند ابی یعلی من طر یق ابن ابی لیلی عن ابی قیس ا لا ز دی عن ابن مسعود کا ن ﷺ یجمع بین الصّلوتین فی السّفر فلو حمل ا لا ثبات فی حد یث ابی یعلی علی حا ل الجد فی السّیر و النفی فی حد یث البخاری علی حا ل النّزو ل فی المنز ل لکا ن له و جه فیئو ل الی مذھب ما لک (اور بلا شک صحیح ہوا بخاری میں ابن مسعودؓ سے کہ سوائے مزدلفہ کے جمع صلوتین کرتے آنحضرت ﷺ کو نہ دیکھا۔ پھر میں نے مسند ابی یعلی میں طریقہ ابن ابی لیلی سے وہ ابی قیس ازدی سے اور وہ ابن مسعودؓ سے راوی ہیں یہ دیکھا کہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے سفر میں جمع صلوتین کیا کرتے تھے سو اگر حدیث ابو یعلی میں اثبات جمع جلدی چلنے کے وقت پر حمل کیا جائے اور نفی جمع حدیث بخاری کی میں اوپر حال اترنے منزل پر حمل کیا جائے تو البتہ ایک طریقہ ہوگا، پس مآل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام مالکؒ کے مذہب کی طرف ہو جاوے گا)

اور بعضے حنفی یہ عذر کرتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے:

انّما التّفریط علی من لم یّصل الصّلوۃ حتی تجیء وقت الصّلوۃ الاخری۔ رواہ مسلم عن ابی قتادہ عن النّبیّ ﷺ

(ابوداؤد۔ ۴۴۱)۔(تفریط یہ ہے کہ ایک نماز نہ پڑھی اور دوسری نماز کا وقت آ گیا، روایت کی مسلم نے ابوقتادہ سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے)۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث اسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر نماز میں تاخیر کرے۔نہ اس کے حق میں جو مسافر ہو۔اگر کہو کہ یہ حدیث سفر میں فرمائی تھی پس مسافر کو بھی حکم اس کا شامل ہوگا۔ تو کہا جاوے گا کہ اولاً تو ظرف قول کا باعث اورقرینہ اس کی تعمیم یا تخصیص پر نہیں ہوتا ۔ اور اگر ظرف کو دخل ہو تو کہا جاوے گا کہ یہ قول آنحضرت ﷺ نے وقت نماز فجر کے اور فوت ہو جانے نماز فجر نیند، میں فرمایا تھا جیسا کہ ابتداء اس حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے ۔ پس حکم سفر کی فجر ہی کا بیان کیا، جس کا جمع کرنا کسی نماز سے ممکن نہ تھا، نہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کے سفر کا۔

علاوہ یہ کہ مسافر جمع کرنے والے کو یہ ضرور ہے کہ ارادہ جمع کرنے کا پہلے نماز کے وقت کے اندر اندر کر رکھے۔جس شخص نے ارادہ جمع کرنے کا نہ کیا یہاں تک کہ وقت نماز اول کا گذر گیا، تو بے شک اس کی جمع درست نہ ہوگی ۔ پس اگر بقرینہ ظرف کے اس حدیث میں مسافر کو بھی شامل کرو تو ایسا مسافر مورد اور محمل اس حدیث کا ہوگا۔ اور اس میں ہمارا کیا حرج، جب کہ ہم نیت جمع کو قبل گذرنے وقت پہلے نماز کے شرط صحت جمع کی جانتے ہیں۔فافہم۔

☆ اور بعض حنفی یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ نے حمنہ بنت جحش کو اسکے ایام استحاضہ میں ایسی کیفیت سے نماز پڑھنی فرمائی تھی کہ وہ جمع صوری تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بھی جمع صوری ہی چاہیے۔

☆ اس کا جواب بھی ظاہر ہے کہ وہ مقیم تھے۔پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس کرنا باوجودیکہ اس کے حق میں ایسے نصوص قاطعہ تاویل کے وارد ہیں جن سے صاف جمع حقیقی معلوم ہوتی ہے، قیاس مع الفارق ہے اور مقابل نصوص کے، اور وہ بالاتفاق مردود ہوتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس ثابت ہوا کہ عدم جواز جمع بین الصلا تین کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے ثابت نہیں اور مانعین جمع بین الصلوتین کی کوئی دلیل نہیں رکھتے۔ اور جواز اس کا احادیث صحاح سے جو پندرہ صحابی سے مروی ہیں اور تیرہ کتب احادیث میں، جن میں صحیحین بھی ہیں ، روایتیں ان کی ثابت ہیں۔ اور بہت صحابہؓ اور تابعینؒ اور آئمہ ثلاثہ یعنی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔

فللّٰه الحمد اوّلاً و آخراً و ظاهراً و باطناً علی ما ایّدنا لاثبات الجمع فی السّفر بین الصّلوتین الصّحیح الثّابت المروی عن النّبیّ صاحب قاب قوسین ﷺ و آله و صحبه صفوة الثقلین

خاتمہ کتاب

مخفی نہ رہے کہ بعد تحریر جواب باب ثانی تنویر کے اور اثبات اس امر کے کہ تقلید مذہب معین کی بزعم وجوب تعین کے درست نہیں ، حاجت جواب باب ثالث تنویر کے جس میں جناب مؤلف نے احادیث کو اپنے محل سے بگاڑا تھا، اور ان میں تحریفات کر کے طرف اپنے مذہب کے کھینچا تھا، باقی نہ رہی تھی ، کیونکہ جب التزام کی کچھ حقیقت نہ رہی تو عالم بالحدیث بدوں تحریف اور پھیر نے حدیث کے طرف کسی مذہب کے عمل کرتے اور عوام کسی عالم ربانی سے لا علی التّعین اس عنوان سے کہ فلاں مسئلہ حدیث میں کس طرح آیا ہے، دریافت کرتے۔ لیکن پھر بھی ہم نے چند مسائل کو باب ثالث سے قلم بند کر دیا ہے تاکہ لوگوں پر قوت دلائل اہل حق کی ظاہر ہو جاوے اور جناب مؤلف (تنویر الحق) کی خیانت اور تصرف سے احادیث میں اطلاع ہو جاوے۔ پس علماء با انصاف سے امید یہ ہے کہ ان چند مسائل کو نمونہ تحقیق اہل حق سمجھ کر باقی مسائل کو بھی اس پر قیاس کریں۔ اور ان مسائل میں جناب مؤلف کی چالاکی سے بچتے رہیں۔ اور اگر ہم کو آئندہ فرصت ہوئی تو باقی مسائل کی بھی تحقیق لکھیں گے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰه ربّ العالمین و الصّلوة علی خیر خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعین۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ثبوت الحق الحقیق

(معیار الحق کی طبع واشاعت کے بعد ایک موقع پر حضرت میاں صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا تھا: اس عاجز نذیر حسین نے اگرچہ ایک صورت تقلید شخصی کی معیار الحق میں بہ سبیل تنزل مباح میں درج کی تھی لیکن عند التحقیق الحقیق مباح میں بھی داخل نہیں ہوسکتی۔ اسلئے کہ مباح خطاب شارع میں داخل ہے اور تقلید شخصی خطاب شارع سے خارج ہے۔ اس موضوع پر ان کی ایک تحقیقی تحریر فتاوی نذیریہ میں موجود ہے جسے یہاں درج کیا جارہا ہے۔)

☆ سوال۔ ما قولکم رحمکم اللّٰہ تعالی عامی اور غیر عامی پر جو درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچا ہے ایک مذہب معین کی تقلید کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور جس پر تقلید واجب ہے اگر وہ ایک مذہب معین کی تقلید نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟ اور اس کے ساتھ کھانا پینا اور شادی کی رسم رکھنا درست ہے یا نہیں؟

☆ جواب۔ ماہران شریعت غرا پر مخفی نہیں کہ جو شخص مومن باللّٰہ و الیوم الآخر اور تصدیق جاء به النّبیّ ﷺ من ضروریات الدّین و غیرها من الفروعات الشرعیة خالصاً (نبی ﷺ نے جو ضروریات دین بتلائی ہیں اور شریعت کے فروعات بتلائے ہیں ان کی تصدیق کرتا ہو) رکھتا ہو اور ہر صورت سے پابند شرع ہو یعنی حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتا ہو۔ پس بے شک وہ مسلمان متقی اور اس آیت کریمہ کا مصداق ہے۔

☆ لیس البرّ ان تولّوا وجوهکم قبل المشرق و المغرب و لکنّ البرّ من آمن باللّٰه و الیوم الآخر و الملائکة و الکتاب و النّبیّین (بقرہ: ۱۷۷)... (نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو۔ بلکہ نیک وہ آدمی ہے جو اللہ تعالی پر قیامت کے دن پر فرشتوں کتابوں اور نبیوں پر ایمان رکھتا ہو)

☆ اولئک الّذین صدقوا و اولئک هم المتّقون۔ (بقرہ: ۱۷۷)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیز گار ہیں)

☆ اولئک علی ھدیً مّن رّبّھم و اولئک ھم المفلحون (بقرہ:۵)۔ (یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں)

وغیرھا من الآیات۔

☆ و عن عباس بن عبد المطلب قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ذاق طعم الایمان من رضی باللّٰہ ربّاً و باالاسلام دیناً و بمحمّد رسولاً (مسلم:۳۴) (حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر راضی ہوا اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا)

☆ و عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من صلّی صلوتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذالک المسلم الّذی لہ ذمّۃ اللّٰہ و ذمّۃ رسولہ فلا تخفروا اللّٰہ فی ذمّتہ رواہ البخاری کذا فی المشکوۃ (بخاری:۳۹۱) (حضرت انسؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے جس کیلئے اللہ کا عہد ہے۔سو اللہ کے عہد میں خیانت نہ کرو)

فی الجملہ جو شخص موصوف بصفات دین اسلام اور احکام شرع پر بطریق اہل سنت کاربند ہو، وہ اگرچہ ایک مذہب معین کا مقلد نہ ہو خواہ عامی ہو یا غیر عامی کہ درجہ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو، سو وہ شخص مذکور خاصہ مسلمان اور شریعت محمدیہ کا متبع ہے۔ از روئے شرع شریف اس کی مسلمانی میں کسی طرح کا عیب و نقصان متصور نہیں ہوسکتا۔ بہر حال وہ شخص بمقتضائے اس آیت کریمہ فان تابوا و اقاموا الصّلوۃ و آتوا الزّکوۃ فاخوانکم فی الدّین (اگر وہ توبہ کریں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ ادا کریں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں) کے برادر دینی ہے، گو مذہب معین کا التزام نہ رکھتا ہو۔ پھر جو کوئی اس کو برا کہے اور شادی غمی میں اس سے نفرت وعداوت کرے اور نہ ملے وہ فاسق اور مخالف کتاب وسنت اور مبتدع متعصب اغلظ ہے۔ ایسے متعصب بدعتی اغلظ سے ملنا ترک کرے۔ کیونکہ برضا و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رغبت مبتدع سے ملنا ہدم اسلام کا موجب ہے جیسا کہ اس مضمون کی حدیث مشکوۃ وغیرہ میں وارد ہے۔ کیونکہ تقلید شخصی اور التزام مذہب معین پر شارع کا حکم اور خطاب صادر نہیں ہوا۔ پس جس عقیدہ پر خدا اور رسول ﷺ کا حکم ناطق نہ ہو وہ عقیدہ اور عمل مردود اور قبیح ہوتا ہے

قال اللّٰه تعالی: و من یّبتغ غیر الا سلام دیناً فلن یّقبل منه (آل عمران: ۸۵)۔ (اللہ تعالی فرماتے ہیں جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے قطعاً قبول نہیں کیا جائے گا)

و قال اللّٰه تعالی: ما انزل اللّٰه بها من سلطان۔ ان الحکم الّا للّٰه (یوسف: ۴۰) (اللہ نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم صرف اللہ کا ہے)

و لیس لغیر اللّٰه حکم وا جب القبول و الا مر واجب الا لتزام بل الحکم و ا لا مر و التّکلیف لیس ا لا له ، انتهی ما فی التفسیر ا لکبیر و النیشا پوری

(اللہ کے سوا کسی کا حکم واجب القبول اور کسی کا امر واجب الالتزام نہیں ہے۔ بلکہ حکم اور امر اور کسی کو مکلّف بنانے کا حق صرف اللہ کا ہے)

اور سارے اہل اصول حکم کے معنی شرعاً اس طرح لکھتے ہیں:

ا لحکم خطاب اللّٰه تعا لی المتعلّق بفعل المکلّف اقتضاء ای طلبا و هو امّا لطلب الفعل حتماً او غیره او طلب التّر ك کذالک او تخییراً ای ابا حة کذا فی مسلّم الثّبوت فی علم الاصول قا لوا ان ثبت الطّلب لفعل غیر کف بد لیل ظنّی فیه شبهة فا لوا جب او کف فکرا هة التّحریم و ان لم یکن الطّلب جاز ما بل را جحاً فا مّا ان یّکون لفعل غیر کف کالنّدب او کف فکرا هة التّنزیه و ان لم یکن الطّلب اصلاً بل یکون تخییراً بین الفعل و عد مه فا با حة کذا فی شرح المسلّم و غیرها من کتب ا لا صول (حکم کا معنی ہے اللہ تعالی کا خطاب جو کسی مکلّف کے متعلق ہو۔ اگر قطعی دلیل سے حتمی طور پر کرنے کا حکم ہو تو وہ واجب ہے، اور اگر ظنی دلیل سے حتمی طور پر روکا جائے تو وہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر کسی کام کا کرنا ضروری قرار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ دیا جائے، بلکہ بہتر سمجھا جائے تو وہ مندوب ہے۔ اگر روکا جائے تو وہ کراہت تنزیہی ہے۔اور کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا جائے تو اس کا نام اباحت ہے)

پس تقلید شخصی نہ اقتضاء میں داخل ہے نہ تخییر یعنی اباحت میں

لا الاباحة ای ما یکون فعله و ترکه متساویین حکم شرعی لانّ الاباحة من الاحکام و لا حکم الّا بالشّرع فثبت کون الاباحة شرعیاً لانّه ای الاباحة خطاب الشّرع و الخطاب حکم شرعی تخییراً ای من الخطاب التّخییری کذا فی مسلّم الثبوت و شروحه (اس لئے کہ اباحت، یعنی جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہو، ایک حکم شرعی ہے کیونکہ احکام سے ہے۔ اور حکم شریعت ہی کی ایک شاخ ہے۔تو معلوم ہوا کہ اباحت حکم شرعی ہے۔اس لئے اباحت شرع کا خطاب ہےاور خطاب حکم شرعی ہے۔یعنی اباحت شریعت کا تخییری حکم ہے۔مسلّم الثبوت میں ایسا ہی ہے)

اور جب تقلید شخصی خطاب شرع اور تکلیفات شرعیہ میں داخل نہ ہوئی نہ اقتضاء، نہ تخییراً ، پس بدعت مذمومہ ہے۔

کما قال رسول اللّٰہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ ۔ و قال رسول اللّٰہ ﷺ من عمل عملاً لیس علیه امرنا فهو ردّ (بخاری: ۲۶۹۷) (آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو آدمی ہمارے دین میں نیا کام جاری کرے جو اس کا جزو نہ ہو تو وہ کام مردود ہے۔اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر کوئی ایسا کام کرے جس میں ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے)

اسی نظر سے فاضل جلیل علامہ نبیل محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ والغفران نے تقلید شخصی والتزام مذہب معین کو بدعات حقیقیہ میں شمار کیا ہے۔

ملاعلی قاریؒ، سم القوارض وشرح عین العلم میں اور عبدالعظیم ملا ابن فروخ مکیؒ قول سدید میں لکھتے ہیں:

اعلم انّ اللّٰہ لم یکلّف احداً مّن عباده ان یّکون حنفیاً او مالکیاً او شافعیاً او حنبلیاً بل اوجب علیهم الایمان بما بعث به محمّداً ﷺ والعمل بشریعته انتهی ما فی القول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

السد ید مختصراً (جان لو کہ اللہ تعالی نے کسی بندے کو بھی یہ حکم نہیں دیا کہ وہ حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بنے، کیونکہ ان کے لئے آنحضرت ﷺ کے احکام پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا فرض قرار دیا ہے)

اور اس عاجز (نذیر حسین) نے اگرچہ ایک صورت تقلید شخصی کی معیار الحق میں بہ سبیل تنزل مباح میں درج کی تھی، لیکن عندالتحقیق الحقیق، مباح میں بھی داخل نہیں ہوسکتی۔ اسلئے کہ مباح خطاب شارع میں داخل ہے اور تقلید شخصی خطاب شارع سے خارج ہے۔...

. و فی التّفسیر الکبیر المسئلة الثّا نیة ا لا کثرون من المفسّرین قا لوا لیس المراد من ا لا رباب انّهم اعتقدوا فیهم انهم آلهة العالم بل المراد انهم اطا عوهم فی اوا مر هم و نوا هیهم نقل عن عدی بن حا تم کان نصرا نیاً فا نتهی الی رسول اللّه ﷺ و هو یقرء سورة برائة فو صل الی هذه الآیة فقلت لسنا نعبد هم فقال الیس یحرّ مون ما احلّ اللّه فتحرّ مو نه و یحلّون ما حرّم اللّه فتستحلّو نه فقلت بلی قال فتلک عبادتهم و قال الرّ بیع قلت لا بی العا لیة کیف کانت تلک الرّ بو بیة فی بنی اسرا ئیل فقال انّهم ربما وجدوا فی کتاب اللّه ما یخا لف اقوال ا لا حبار و الرّ هبان فکا نوا یأخذون باقوا لهم و ما کا نوا یقبلون حکم کتاب اللّه تعالی قا ل شیخنا و مو لا نا خا تم المحقّقین و المجتهدین رضی اللّه تعا لی عنه قد شاهدت جماعة من مقلدة الفقهاء قرئت علیهم آیات کثیرة من کتاب اللّه تعا لی فی بعض مسائل و کا نت مذا هبهم بخلاف تلک ا لآ یات و لم یلتفتوا الیها و بقوا ینظرون ابی کا لمتعجب یعنی کیف یمکن العمل بظواهر ا لآ یات مع انّ الرّواية عن سلفنا و ردت علی خلافها و لو تامّلت حقّ التّا مل و جدت هذا الدّاء ساریا فی عروق الاکثرین من اهل الدّ نیا فان قیل انّه تعا لی لما کفر هم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسبب انّهم اطاعوا ا لا حبار و الرّ هبان فا لفاسق يطيع الشّيطان فو جب الحكم بكفره كما هو قول الخوارج و الجواب انّ الفاسق و ان كان يقبل دعوة الشّيطان ا لا انّه لا يعظمه لكن يلعنه و يستخف به اما اولئک ا لا تباع كا نوا يقبلون قول الاحبار و الرّ هبان و يعظمو نهم فظهر الفرق انتهى ما فى الكبير مختصراً من سورة البرائة ۔

(تفسیر کبیر ہی میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اہل کتاب کے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنانے کا یہ طلب نہیں ہے کہ وہ ان کو عقیدۃً خدا سمجھتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ اوامر ونواہی میں ان کی اطاعت کرتے تھے۔ حضرت عدیؓ بن حاتم سے روایت ہے (یہ پہلے عیسائی تھے) کہ وہ آنحضرتؐ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ اس وقت سورۃ برائت کی یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو ان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا جب وہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیتے تھے تو کیا تم ان کو حلال یا حرام نہیں سمجھتے تھے؟ حضرت عدیؓ نے عرض کیا ہاں۔ تو فرمایا یہی ان کی عبادت تھی ۔ ربیع کہتے ہیں میں نے ابو العالیہ سے سوال کیا کہ بنی اسرائیل ان کو خدا کس طرح بناتے تھے تو آپ نے کہا وہ کتاب اللہ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور ان کے اقوال قبول کرلیا کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہؒ خاتم المحققین والمجتہدین فرماتے ہیں میں نے فقہائے مقلدین کی ایک جماعت اس طرح کی دیکھی ہے کہ میں نے بعض مسائل میں ان کو قرآن پاک کی آیات پڑھ کر سنائیں جو ان کے مذہب کے خلاف تھیں تو انہوں نے ان آیات کو نہ تو قبول کیا اور نہ ان کی طرف توجہ ہی کی اور حیران و پریشان دیکھتے رہے ۔ مطلب یہ کہ ہمارے مجتہدین کے اقوال اگر انکے برخلاف ہوں تو ان ظاہر آیات پر عمل کیسے کر سکتے ہیں۔ اگر آپ اچھی طرح غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ بیماری اکثر اہل دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ شیطان کی پیروی کرنیوالے کو تو صرف فاسق کہا جاتا ہے اور مولویوں اور پیروں کی اطاعت کرنیوالوں پر خدا نے کفر کا فتوی کیوں لگا دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فاسق اگرچہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے لیکن اسکو دل سے برا جانتا ہے اس پر لعنت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے اور اس کو ذلیل سمجھتا ہے، اور یہ لوگ مولویوں اور پیروں کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ انکی تعظیم کرتے ہیں اور ان کو حق پر سمجھتے ہیں۔ سوان دونوں میں یہ فرق ہے)

تقریر و تقلید مقلدان مذہب بلا دلیل مثل تقریر و تقلید مردمان ایام جاہلیت کے ہے۔ لہذا مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے:

واذا قیل لهم اتّبعوا ما انز ل اللّه یعنی چو گفتہ می شود ایشانرا کہ پیروی کنید حکم را کہ خدا نازل کردہ است و وسوسہ شیطان وطریقہ آباء و اجداد خود را بگذارید قالوا گویند کہ ما پیروی حکم خدا نمی کنیم زیرا کہ ما را کجا لیاقت است، کہ کنہ حکم الہی دریافت نمائیم و نیز از کجا یقین بہم رسانیم کہ آنچہ ما می گوئید حکم الہی است بل نتّبع ما الفيننا عليه آ با ء نا یعنی ملیکہ ما پیروی کنیم آن رسم و رواج را، کہ یافتہ ایم برآن پدران گذشتہ خود را آن چیز را کہ ایشان از قدیم میخوروندمی خوریم وآن چیز را کہ ایشاں حرام می دانستند می دانیم، زیرا کہ پدراں گذشتہ ما از ما دانا تر عاقل تر بودند، اگر دریں رسم و رواج نقصانے می یافتند، ہرگز آن را معموم نمی بہ گذاشتند، و نیز اگر ما خلاف آباء و اجداد خود کردہ درخوردن و آشامیدن بیبا کی نمائیم مطعون خلائق وخصوصاً اقارب وعشائر خود شویم و ما را از برادری خارج کنندہ و با ما نشست و برخاست وعلاقہ منا کحت و مواکلت موقوف کنند، چنانچہ ہمیں عذر در ہنود ہرقوم از بقال و کائیستھ و راجپوت و غیرھم از رواج و رسم خود برنمی گردند، و بعضے از جہال مسلمین نیز آموختن از ایشاں در ترک نکاح بیوگان و دیگر رسوم باطلی ہمیں قسم اعذار بیان می کنند، و ابن اسحاق و ابن ابی حاتم از ابن عباس آوردہ، کہ روزے آنحضرت ﷺ با یہودیاں ہم کلام شدہ، آن قدر ایشان را خوبی ہائے اسلام فہمانیدند، در ترک قبول اسلام آن قدر ایشان را لاجواب کردند کہ ہیچ جائے عذر نماند و مقطع سخن بریں افتاد کہ رافع بن خارجہ و مالک بن عوف و دیگر دانشمندان آنہا گفتند، کہ حقیقت دین شما مسلم لیکن نتّبع ما و جد نا عليه آباء نا فهم کا نوا اعلم و خیر ا منا پس حق تعالی ایں آیت نازل فرمودہ

بعد اس کے شاہ صاحبؒ مرحوم تحت مضامین اس آیت مذکور کے فرماتے ہیں:

چہارم آنکہ دریں آیت اشارہ است بابطال تقلید بدو طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید کہ ہر کرا تقلید می کنی نزد تو محقق است یا نے، اگر محقق بودن او را نہ می شناسی، پس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باو جود احتمال مبطل بودن او چرا او را تقلید می کنی ، و اگر محقق بودن او را می شناسی پس بکدام دلیل می شناسی اگر بہ تقلید دیگری می شناسی دران خواہد رفت و تسلسل لازم خواہد آمد ، و اگر بعقل می شناسی ، پس آنرا چرا در معرفت حق صرف نہ می کنی و عار تقلید بر خود گوارا میداری ، طریق دوم آنکہ کسے را کہ تقلید می کنی ، اگر ایں مسئلہ را او ہم بتقلید دانستہ است ، پس تو واو برابر شدید ، اورا چہ ترجیح ماند ، کہ تقلید او می کنی ، اا گر بدلیل دانستہ ، بس تقلید وقتے تمام می شود کہ تو ہم آن مسئل را بہماں دلیل بدانی و لا مخالف او باشی نہ مقلد او و چو تو ہم آن مسئلہ را بدلیل دانستی تقلید ضائع شد ، انتھی ما فی العزیزی

(شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی میں آیت و اذا قیل لھم اتّبعوا ما انزل اللّٰہ کے تحت لکھتے ہیں کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ حکم الٰہی کی پیروی کرو اور آباء و اجداد اور شیطان کی پیروی چھوڑ دو تو کہتے ہیں کہ ہم خدا کے حکم کی اطاعت نہیں کر سکتے کیونکہ ہم میں اتنی قابلیت ہی نہیں ہے کہ ہم خدا کے حکم کو سمجھ سکیں ۔ اور پھر ہمیں یہ یقین بھی کیوں کر آسکتا ہے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ حکم خداوندی ہے ۔ ہم تو اسی رسم و رواج کی پابندی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے ۔ جو وہ کھاتے تھے ، ہم کھائیں گے ، جو حرام جانتے تھے ، ہم اس کو حرام جانیں گے ۔ کیونکہ ہمارے باپ دادا ہم سے زیادہ عقلمند تھے ، اگر اس میں وہ کوئی خرابی دیکھتے تو ضرور اس کو چھوڑ دیتے ۔ اب اگر ہم ان کے رسم و رواج کی خلاف ورزی کر کے کھائیں پئیں گے تو تمام آدمی ہم کو طعنہ دیں گے اور خصوصاً برادری ناراض ہو کر ہم کو برادری سے خارج کر دے گی ۔ ہم سے تعلقات منقطع کر لیں گے ۔ بالکل اسی طرح ہندو بھی اپنے رسم و رواج کو نہیں چھوڑتے اور بعضے جاہل مسلمان رسوم باطلہ کے ترک کرنے میں یا بیوہ کا نکاح کرنے میں بالکل یہی عذر پیش کرتے ہیں ۔ ابن ابی اسحاق اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس﷛ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے یہودیوں سے کلام شروع کیا ۔ ان کو اسلام کی خوبیاں اس طرح سمجھائیں اور اسلام قبول نہ کرنے کے بارے میں ان کو ایسا لاجواب کیا کہ کوئی عذر باقی نہ رہ گیا ۔ بالآخر رافع بن خارجہ اور مالک بن عوف نے کہا کہ آپکے دین کی حقانیت تو مسلم ہے لیکن ہم اپنے باپ دادا کی پیروی کرینگے کیونکہ وہ ہم سے بہتر بھی تھے اور عالم بھی زیادہ تھے ۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چوتھی بات یہ ہے کہ اس آیت میں تقلید کے ابطال کی طرف اشارہ ہے دو طریق سے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مقلد سے پوچھنا چاہیے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے وہ تیرے نزدیک حق پر ہے یا نہیں؟ اگر تو اس کے حق پر ہونے کو نہیں جانتا اور اس کو غلطی پر ہونے احتمال کو بھی سمجھتا ہے تو اس کی تقلید کیوں کرتا ہے۔ اگر اس کا حق پر ہونا جانتا ہے تو کیوں کر جانتا ہے۔ اگر کسی اور کے کہنے پر تجھے اعتبار آ گیا ہے تو پھر اس کا حق پر ہونا جانتا ہے یا نہیں؟ اس طرح تسلسل اور دور لازم آئے گا۔ اور اگر عقل سے اس کا حق پر ہونا سمجھتا ہے تو اس عقل کو حق کی معرفت میں استعمال کیوں نہیں کرتا؟ کیوں اپنے لئے تقلید کی ذلت گوارا کرتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے اس نے بھی اس مسئلہ کو تقلید سے معلوم کیا ہے یا دلیل سے؟ اگر اس نے بھی اسے تقلید ہی سے معلوم کیا ہے تو پھر تو اور وہ برابر ہو گئے۔ وہ تجھ سے بہتر کیوں کر ہوا۔ اور اس نے اگر اسے دلیل سے معلوم کیا ہے تو اس کی صحیح تقلید تو یہ ہے کہ تو بھی اسے دلیل سے معلوم کر۔ ورنہ تو اسکا مخالف ہو گا نہ کہ مقلد۔ اور جب تو نے اسے دلیل سے معلوم کر لیا تو تقلید ختم ہو گئی)

قا ل فی التّفسیر الکبیر المسئله الثّا نیة معنی ا لآ یه ان اللّه تعا لی امر هم بان یّتّبعوا ما انز ل اللّه من الدّ لا ئل البا هره فهم قالوا لا نتّبع ذا لک و انّما نتّبع آ باء نا و اسلافنا فکانّما عا ر ضوا الدّ لا لة با لتقلید و اجاب اللّه تعا لی عنهم بقوله او لو کان آ با ئهم لا یعقلون شیئاً و لا یهتدون ۔ و فیه مسا ئل ۔ المسئله الثّا نیه ۔ تقریر هذا الجواب من و جوه احد ها ان یّقال للمقلّد هل تعترف بان شر ط جواز التّقلید ا لا نسان ان یعلم کو نه محقا ام لا فا عترف بذا لک لم یعلم جواز تقلیده ا لا بعد ان تعرف کو نه محقا فکیف عر فت انه محق و ان عر فته بتقلید اخر لزم التّسلسل و ان عر فته با لعقل فذاك کاف فلا حا جّة الی التّقلید و ان قلت لیس من شر ط جواز تقلیده ان یعلم کو نه محقا فاذن قد جوزت تقلیده و ان مبطلا فاذن انت علی تقلید لا تعلم انک محق او مبطل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ثا نیھا ان ذا لک التّقدم کان عا لماً بھذا الشّیء ا لا ا نا لم قدر نا ان ذا لک التّقدم ما کان عا لماً بذ الک الشّیء قطّ و ما اختار فیه البتة مذ ھبا فا نت ما ذا کنت تعمل فلا تقدیر ان لا یو جد ذالک المتقدم و لا مذ ھبه کا ن لا بدّ من العدول الی النظر فکذا ھھنا

و ثا لثھا انک ان قلدت من قبلک فذالک المتقدم کیف عرفته اعرفته بتقلید ام لا بتقلید فان عرفته بتقلید لزم امّا الدّور و امّا التّسلسل و ان عرفته لا بتقلید بل بد لیل فاذا اوجبت تقلید ذالک المتقدّ م و جب ان تطلب العلم با لدّ لیل لا با لتّقلید لا نّک لو طلبت با لتقلید لا با لدّ لیل فان ذالک المتقدم طلبه با لدّ لیل لا با لتقلید کنت مخا لفا له فثبت ان القول بالتقلید یفضی ثبو ته الی نفیه فیکون باطلاً ۔انتھی ما فی التفسیرالکبیر۔

نز لت فی المشر کین امروا با تّباع القر آ ن و سائر ما انز ل اللّه تعا لی من الحجج القا ھره و البیّنات البا ھره فجنحوا الی التّقلید و قیل نزلت فی طا ئفة من الیھود دعا ھم رسول اللّه ﷺ الی ا لا سلام فقا لوا بل نتّبع ما و جد نا علیه آ با ء نا لا نّھم کا نوا خیرا منّا و اعلم ... الی اخر ما فی التفسیر ابی السعود

(تفسیر کبیر میں کہا ہے دوسرا مسئلہ آیت کا معنی ہے اللہ تعالی نے ان کو حکم دیا کہ خداوند تعالی کی واضح دلیلوں کی پیروی کرو۔ تو انہوں نے جواباً کہا کہ ہم اس کی پیروی نہیں کریں گے۔ ہم تو اپنے باپ دادا کی پیروی کریں گے۔ گویا انہوں نے دلیل کا مقابلہ تقلید سے کیا۔ اور اللہ تعالی نے ان کو جواب دیا کہ اگر چہ ان کے باپ بے سمجھ اور گمراہ ہی ہوں تب بھی انہی کی پیروی کریں گے۔ اور اس میں بہت سے مسائل ہیں۔ دوسرا مسئلہ۔ اس جواب کی کئی طریق سے تقریر کا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مقلد سے پوچھنا چاہیے کیا تو یہ اقرار کرتا ہے کہ کسی انسان کی تقلید کرنے کے لئے اس کے حق پر ہونے کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم بھی ضروری ہے یا نہیں؟ اگر وہ اقرار کرے کہ ہاں اس کے حق پر ہونے کا علم ضروری ہے تو اس سے پوچھا جائے کہ تم کو اس کا حق پر ہونا کیسے معلوم ہوا۔ اگر کسی دوسرے کی تقلید سے ہوا ہے تو تسلسل اور دور لازم آئے گا۔ اور اگر تو نے عقل سے معلوم کر لیا ہے تو یہ عقل دلیل تلاش کرنے کے لئے کافی ہے۔ تقلید کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر مقلد کے حق پر ہونے کا علم ضروری نہیں سمجھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے اس کے باطل پر ہونے کے جواز کے باوجود اس کی تقلید کر لی۔ اس وقت تم کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ تم حق پر ہو یا باطل پر۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فرض کرلو جس کی تقلید تم کرتے ہو اگر اس کو اس مسئلہ کا علم نہ ہوتا یا وہ خود ہی دنیا میں پیدا نہ ہوتا تو تم کیا کرتے؟ یقیناً تم کو کسی اور طرف نگاہ اٹھانا پڑتی۔ سو اب بھی ایسا ہی کیوں نہیں کر لیتے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جس پہلے شخص کی تم تقلید کر رہے ہو اس نے اس مسئلہ کو کیسے معلوم کیا۔ اگر کسی اور کی تقلید سے معلوم کیا ہے تو دور لازم آئے گا اور اگر اس نے دلیل سے معلوم کیا ہے تو اس کی تقلید تو یہ ہے کہ تم بھی دلیل سے اس کو معلوم کرو ورنہ مخالفت لازم آئے گی۔ تو معلوم ہو گیا کہ تقلید سے کوئی بات کہنا تقلید کی نفی کی طرف لے جاتا ہے۔ پس تقلید باطل ٹھہری۔ تفسیر کبیر کا مضمون ختم ہوا۔

یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی کہ جب ان کو دلائل کے اتباع کی دعوت دی گئی تو وہ تقلید آباء کی طرف جھک گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی۔ انکو حضور ﷺ نے اسلام کی دعوت دی تو وہ کہنے لگے ہمارے باپ دادا ہم سے بہتر تھے، زیادہ عالم تھے، ہم انکی پیروی کرینگے۔ تفسیر ابوالسعود)

پس آیات کریمہ مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ مقلدان زمانی باوصف درس و تدریس صحاح ستہ وقرآن مجید کے بنا بر اعتماد قواعد مخترعہ متاخرین اور روش و عادت اہل کتاب ونصوص صریحہ قرآن وحدیث سے بلطائف الحیل وتاویلات رکیکہ مقابلہ ومعارضہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم کو اس قدر فہم وفراست کہاں کہ مقاصد قرآن وحدیث پر عبور کریں، جو کچھ اسلاف کرام نے قواعد واصول مقرر کئے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں، پس ان پر فرمودہ رسول مقبول ﷺ راست آیا۔

لتتّبعنّ سنن من كان قبلكم شبراً بشبر ذراعاً بذراع حتّى لو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

د خلوا حجر ضب تبعتمو هم قلنا یا رسول اللّٰه الیهود و النّصاری قال فمن۔ انتهی ما فی صحیح البخا ری و غیره من کتب الحد یث (تم اپنے سے پہلے لوگوں کی پوری پوری پیروی کرو گے۔ بالشت با بالشت اور ہاتھ با ہاتھ۔ اگر ان میں سے کوئی گوہ کے بل میں گھسا ہوگا تو تم بھی گھسو گے۔ ہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول یہود و نصاری کی پیروی کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور کس کی)۔ (صحیح بخاری: ۳۴۵۶)

ان نافہم مقلدوں ہم چنیں طریقہ وشعار پرصد ہزار افسوس ہے کہ آئمہ مجتہدین کے اقوال پر بھی کار بند نہیں ہوتے۔ بلکہ بمقتضائے مضمون آیت کریمہ فی کل واد یهیمون یعنی وادی جہالت میں سرگردان رہتے ہیں، اور تابعداران ومتبعان خدا ورسول کو بزعم فاسد خود سب وشتم وزدوکوب کرتے ہیں اور لا مذہب و بددین کہتے ہیں۔ پس ان کے یہ تمام آثار وشعار بہ سبب ہوائے نفسانی وموجب عدم تدبر قرآن وحدیث واقوال سلف صالحین ومتاخرین محققین کے خلاف ہیں۔ اور اقوال بلا دلیل پر نازاں وفرحاں ہیں، مسلّم الثبوت میں مذکور ہے:

عن آئمّتنا لا یحلّ لا حدٍ ان یّفتی بقو لنا ما لم یعلم من این قلنا انتهی و هکذا فی سمّ القوارض للملا علی قا ری الهر وی (ہمارے اماموں کا قول ہے کہ کسی آدمی کو اس وقت تک ہمارے قول پر فتوی دینا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کو معلوم نہ ہو جائے کہ ہم نے وہ قول کیوں کہا۔ ملا علی قاری کی سم لقوارض میں بھی اسی طرح ہے)

اسماء کتب اہل اصول مذہب حنفی وغیرہ کے عدم وجوب تقلید شخصی میں یہ ہیں۔

باب ثامن عشر قضا فتاوی عالمگیری۔ وفتح القدیر۔ و تحریر ا لا صول لا بن الہمام۔ وتقریر شرح تحریر صاحب عنایہ وتجیر شرح تحریر امیر الحاج وشرح تحریر سید بادشاہ۔ شرح منہاج علامہ قاسم۔ و مسلم الثبوت محبّ اللہ البہاری۔ و مختصر ا لا صول ابن حاجب۔ وعضدی شرح مختصر الاصول وشرح تحریر ومسلم مولانا نظام الدین و بحر العلوم مولوی عبدالعلی۔ و عقد الفرید شرنبلالی۔ وطحاوی و ردالمختار وطوالع الانوار حواشی درمختار و مغتنم الحصول علامہ حبیب اللہ قندھاری۔ وقول سدید شیخ الشیوخ سید احمد طحطاوی۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف شیخ عبدالحق محدث دہلوی وکتاب الرد علی من اخلد الی الارض للشیخ جلال الدین السیوطی وعلامہ عبدالبر وقرافی در شرح اصول، وعبدالوہاب درمیزان ویواقیت وعقد الجید وحجة اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وسوالات عشرہ شاہ عبدالعزیز وقاضی ثناء اللہ پانی پتی کا رسالہ عمل بالحدیث وکتاب فارسی جو گویا ترجمہ مسلم الثبوت ہے۔ تنویر العینین وایضاح الحق مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی۔

جیسا کہ واقفان ومزاولان کتب مذکورہ پر مخفی نہیں ہے۔ اس صورت میں مقلدین ہوا پرستان پر واجب ہے کہ بنظر انصاف وتدبر تمام کتب مذکورہ کو ملاحظہ فرما کر افراط وتفریط سے باز آویں تا رضائے مولا پاویں

اندکے باتو بگفتم وبدل ترسیدم   کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

واضح ہو کہ جاہل ناواقف پر بمقتضائے

لو کنّا نسمع او نعقل ما کنّا فی اصحاب السّعیر الآیہ

(اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے)، (ملک: ۱۰)

هل یستوی الّذین یعلمون و الّذین لا یعلمون۔ الآیہ

(کیا جاہل اور عالم کبھی برابر ہو سکتے ہیں) (زمر: ۹)

فاسئلوا اهل الذّکر ان کنتم لا تعلمون (اگر تم کو معلوم نہیں تو کسی اہل ذکر اہل علم سے پوچھ لو) (نحل: ۴۳)۔ وغیرھا من الآیات

مسائل کا پوچھنا اور سیکھنا شرعاً فرض وواجب ہے۔ یعنی ہر جاہل لاعلمی کے وقت کسی عالم اہل الذکر سے خواہ وہ عالم افضل ہو خواہ وہ فاضل ہو خواہ مفضول ہو۔ کیونکہ اہل الذکر عندالتحقیق عام ہے، مسئلہ دریافت کرلیا کرے خواہ ایک عالم اہل ذکر سے پوچھ لے یا دو سے، فی الجملہ جس سے تسلی اور دل جمعی ہو، پھر جب ایک سے یا دو سے مثلاً دریافت کرلیا، عہدہ تکلیف سے باہر ہو گیا، اس پر شرعاً مواخذہ نہ رہا اور اسی پر قطعاً اجماع ہو چکا۔

اعلم ان کلا من المجتهدین و العلماء الکاملین من اهل الذکر الّذین وجب سوالهم و اتباعهم لمن لم یصل الی درجة النّظر و الاستدلال فاذا عمل احد من المقلدین بقول احد منهم فقد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادی ما علیه هذا خلاصة ما یستفاد من القول السدید و غیره
(جان لینا چاہیے کہ ہر اس آدمی کے لئے جو درجہ نظر و استدلال تک نہیں پہنچا ہے سارے مجتہد اور علمائے کاملین اہل ذکر ہیں۔ جن سے مسئلہ پوچھنے کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا جب کوئی مقلد کسی عالم کے قول پر عمل کرے گا تو اس نے اپنی تحقیق کر لی۔ القول السدید وغیرہ سے ایسا ہی معلوم ہوا ہے)۔

مسئله یجوز تقلید المفضول مع وجود الا فضل فی العلم عند الاکثر و عن احمد و کثیر المنع بل یجب النظر فی الارجح ثم اتباعه لنا اولا کما اقول عموم فاسئلوا اهل الذّکر و ثانیا القطع فی عصر الصحابة باستفتاء کلّ صحابی مفضول فکان اجماعاً و من ثم قال الامام لو لا اجماع الصّحابة لکان مذهب الخصم اولی انتهی ما فی مسلّم الثبوت (افضل اور اعلم کے ہوتے ہوئے بھی مفضول کی تقلید اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے۔ ہاں امام احمد اور کچھ دوسرے علماء اسکے قائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک زیادہ صحیح کی تلاش ضروری ہے۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اولاً اللہ تعالی نے اہل الذکر میں عموم رکھا ہے اور ثانیاً صحابہ کے زمانہ میں یہ فیصلہ ہوگیا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول صحابہ بھی فتوی دیا کرتے تھے تو گویا اس پر اجماع ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اگر صحابہ کا اجماع نہ ہوتا تو ہمارے مخالفین کی بات راجح ہوتی۔ مسلم الثبوت کا مضمون ختم ہوا)

فمن انکر عموم اهل الذّکر فاولی له ثمّ اولی له اللهم ارنا الحقّ حقّاً و الباطل باطلاً۔ و اللّه اعلم بالصّواب

فاعتبروا یا اولی الالباب (سو جو عموم اہل ذکر کا انکار کرے اس پر نہایت ہی افسوس ہے۔ خداوندا ہمیں حق، حق دکھا اور باطل، باطل)

الراقم العاجز محمد نذیر حسین

(منقول از فتاوی نذیریہ جلد اول مکتبہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ طبع سوم ۱۹۸۸ء ص ۱۶۹۔۱۸۰)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اذا وقعت الواقعة لیس لوقعتها کا ذبة خا فضة الرا فعة

واقعة الفتوی دافعة البلوی

بسم اللّٰه الرّ حمن الرّ حیم

سوال: اضعف العباد نجم الدین مرشد آ بادی بحکم آ یت کریمہ لا تلبسوا ا لحقّ بالباطل علماء دین محمدی سے سوال کرتا ہے کہ عمل تقلیدی کسی حجت شرعیہ میں سے ہے یا نہیں ۔ مقلد النبی نہایت ایذا پا کر مضطر ہو کرسوا ل کرتا ہے ۔ ّبینوا بالحق و لا تکتموا الحقّ

جواب ۔ عمل تقلیدی کسی ایک حجت شرعیہ میں سے نہیں ہے ۔ یعنی عمل بقول اس شخص کے کرنا جس کا قول بلا دلیل شرعی کے حجت نہ ہو اس کو عمل تقلیدی کہتے ہیں اور تعریف تقلید کی یہ ہے:

التّقلید العمل بقول الغیر من غیر حجّة متعلّق بالعمل و المراد بالحجّة حجّة من الحجج ا لا ربع کذا فی کتب ا لا صول و غیر ھما کما لا یخفی علی الما ھر بالاصو ل ۔

پس تقلید کی تعرف سے حسب اصطلا ح مقلدین کے وا ضح ہوا کہ عمل تقلیدی دلائل اربع یعنی کتا ب اور سنت رسول اللہ ﷺ اجما ع صحا بہ کرا م و مجتہدین عظام اور قیاس صحیح مجتہد مسلّم الا جتہاد سے خا ر ج ہے ۔ اور یہ امر تکلیفی شرعی نہیں اور جو عمل بلا ادلہ ار بعہ کے پایا جاوے وہ عمل تکلیفی شرعی نہیں وہ مردود و با طل ہے شر عاً ۔ پس عمل تقلیدی بھی مردود اور باطل ہوا ۔ الحمد للہ کہ بے اصل شرعی ہونا تقلید کا بموجب اصطلا ح مقلدین کے ثا بت ہوا اور یہ سخت حجت ہے مقلدین پر کما لا یخفی علی المتفطن المنصف الما ھر بالشریعة المحمد یة۔

قال فخر الدّین الرّازی فی الکبیر ھذہ ا لآ یة دا لة علی ان ما سوا ھذہ الا صول الار بع اعنی الکتا ب و السنّة و الاجماع و

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

القیاس مردود و باطل و قد امر اللہ تعالی فی کل واحد منہا بتکلیف خاص معین دل ذالک علی انہ لیس للمکلف ان یتمسک بشیء سوے ہذہ الاصول الاربعۃ و اذا ثبت ہذا فنقول القول بالاستحسان الذی یقول بہ ابو حنیفۃ رضی اللّٰہ و القول بالاستصلاح الذی یقول بہ مالک رحمہ اللّٰہ ان کان المراد بہ احد ہذہ الامور الاربعۃ فہو تغییر عبارۃ و لا فائدۃ فیہ و ان کان مغائرا لہذہ الاربعۃ کان القول بہ باطلاً قطعاً لدلالۃ ہذہ الآیۃ علی بطلانہ کما ذکرنا ۔ انتہی ما فی التفسیر الکبیر من تحت آیۃ اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول و اولی الامر

اور اسی ... سے شوکانی نے قول مفید فی حکم التقلید میں لکھا ہے کہ نصوص آئمہ اربعہ کے مصرح ہیں منع تقلید میں :

قال الشّوکانی قد ذکرت نصوص الآئمۃ الاربعۃ المصرحۃ بالنہی عن التقلید فی الرسالۃ التی سمیتہا القول المفید فی حکم التقلید فلا تطول المقام بذکر ذالک و بہذا ... نعلم ان المنع من التقلید ان لم یکن اجماعاً (ہذا علی التنزل لانّ اجماع السّلف من القرون الثلاثۃ و تعاملہم علی عدم جواز التقلید بلا دلیل ما انزل بہا من سلطان کما لا یخفی علی اہل الدّیانۃ و الایقان من سورۃ القرآن و من ادعی فعلیہ البیان بالبرہان کما قال اللّٰہ تعالی : قل ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین) فہو مذہب جمہور و یؤید ہذا حکایۃ الاجماع علی عدم جواز تقلید الاموات و کذالک علی المجتہد برأیہ انما ہل خصۃ لہ عند عدم تقلید و لا یجوز لغیرہ ان یعمل بہ بالاجماع فہذان الجماعان ... تقلید من اصلہ ۔ انتہی ما فی ہدایۃ..السائل

اور برعکس وخلاف اس کے ہر مقلد مجرد تقلید آباء و اسلاف کے فریفتہ اور مغرور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوکر کتاب وسنت سے لڑ رہا ہے اوراسی تقلید بلا دلیل پر اڑ رہا ہے اور بعض اپنے خیال خام پر شاداں اور اپنے ہوس نا فرجام پر نازاں ۔ چنانچہ آیت کریمہ کل حزب بما لدیھم فرحون ایسے ہی مقلد متعصب پر مشعراور مخبر ہے ۔ وہ ذرا غوراور فکر نہیں کرتا کہ تقلید بلا دلیل زمر مشترک فیہ ہے درمیان حق اور مبطل کے ۔اس لئے کہ ہر فرقہ کہ جس کی تقلید بلا دلیل کرتا اوراس کو اچھا جانتا ہے اور دوسرا فرقہ مقابل فرقہ اول کے برعکس اس کے سمجھتا ہے ۔ پس اگر یہ تقلید بلا دلیل فی نفسہ مفضی الی الحق والصواب ہو تو واجب ہو ہونا شئی اور نقیض شئی کا حق اور صواب پر، کیونکہ ہر شخص اپنے مقلد کو اچھا اور دوسرے کو ناپسند رکھتا ہے اور یہ امر بالبداہۃ باطل بلا ریب ہے شرعاً اور عقلاً و لا یلقا ھا ا لا العا لمو ن اور اسی سبب سے اللہ جل شانہ جابجا اپنے کلام پاک میں تقلید بلا دلیل کو روکتا ہے خاص کر سورۃ زخرف میں .زیادہ تقلید بلا دلیل کی شناعت اور مذمت فرمائی ہے:

و قا لوا لو شاء الرحمن ما عبد نا هم ما لهم بذ لک من علم ان هم ا لا يخرصون ام آ تنا هم كتاباً من قبله فهم به مستمسكون بل قا لوا انا و جد نا آبا ئنا على امة و انا على آ ثا رهم مهتدون و كذا لک ما ار سلنا من قبلک فی قر ية من نذ ير الّا قال مترفو ها انا و جد نا آ با ئنا على امة و انا على آ ثار هم مقتدون قا ل او لو جئتكم باهدى مما و جد تم عليه آ باء كم قالوا انا بما ار سلتم به كا فرو ن فا نتقمنا منهم .. الی آ خر الآية و المعنى انّهم وجدوا ذ لک البا طل فی كتا ب منز ل قبل القرآن حتى جاز لهم ان يعولوا عليه و ان يتمسكوا به ۔ و المقصو د منه ذكره في معر ض ا لا نكار و لما ثبت انه لم يد ل عليه لا دليل عقلي و لا دليل نقلي و جب ان يكو ن القو ل به با طلاً ثم قا ل تعا لى :

بل قا لوا انا و جد نا آ با ئنا على امة و انا على آ ثا ر هم ۔

و المقصود انه تعا لی لما بين انه لا دليل لهم على صحة ذلک القو ل البتته بيّن انه ليس لهم حا مل يحملهم عليه ا لّا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التقلید المحض ثمّ بین ان تمسک الجھا ل بطریقة التقلید امر کا ن حا صلاً من قدیم الد ھر فقا ل وکذ لک ما ار سلنا من قبلک فی قر یة من نذ یر الّا قا ل مترفوھا انّا و جد نا آ با ئنا علی امة و انا علی آ ثار ھم مقتدو ن ۔

و فی ا لآیة مسا ئل ۔ المسئلة ا لا و لی : قا ل صا حب الکشا ف قرِیء علی اِمة با لکسر و کلتا ھما من الامّ و ھو القصد فا لا مة الطر یقة التی توم ای تقصد کا لمرحلة للمر حو ل و الامة الحالة التی یکو ن علیھا ا لآم و ھو القا صد ۔

المسئلة الثا نیة ۔ لو لم یکن فی کتا ب اللہ الّا ھذہ ا لآ یا ت لکفت فی ابطا ل القو ل با لتقلید و ذ لک لا نہ تعا لی بیّن ان ھئو لا ء الکفار لم یتمسکوا فی ا ثبا ت ما ذحبوا الیہ لا بطر یق عقلی و لا بد لیل نقلی ۔ ثم بیّن انھم ذھبوا الیہ بمجرد تقلید الآ باء و الاسلا ف و انما ذکر تعا لی ھذہ المعا نی فی معرض الذ م .... و ذ لک یدل علی المبطل و بین المحق و ذ لک لا نہ کما حصل لھذہ الطا ئفة قو م من المقلدة فکذ لک حصل لاضدا د ھم اقوا م من القلدة فلو کا ن التقلید طر یقاً الی الحق لو جب کو ن الشئی و نقیضہ حقاً و معلو م ان ذ لک با طل ۔

انتھی ما فی التفسیر الکبیر بلفظہ

اور نیز دوسری دلیل بطلا ن تقلید پر یہ ہے کہ قول بوجوب تقلید موجب منع تقلید سے ہوگا اور جو چیز مفضی ہو ثبوت اس کا طرف نفی اس کی کے، یعنی ہر مقلد دوسرے مقلد کی تقلید کو نفی اور ناپسند کرتا ہے تو وہ باطل ہے، تو واجب ہوا اس قول سے بطلان تقلید کا

و اذ قا ل ابرا ھیم لا بیہ و قو مہ اننی برا ء مما تعبدو ن الّا الذ ی فطر نی فا نہ سیھد ین .. الی آ خر ا لآ یة

اعلم انّہ تعا لی لما بیّن فی الآیة المتقد مة انہ لیس لا و لئک الکفار داع ید عوھم الی تلک الاقا ویل البا طلة الّا تقلید آلاباء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و الاسلا ف ثمّ بین انه طر یق باطل و منهج فا سد وان الرجوع الی الدلیل اولی من الاعتما د علی التقلید ارد فه بهذه الآ یة و المقصو د منها ذکر و جه آ خر ید ل علی فساد القول بالتقلید و تقریره من و جهین ا لا ول انه تعا لی حکی عن ابراهیم ؑ انه تبرأ عن دین آ با ئه بنا ء علی الد لیل فنقو ل اما ان یکو ن تقلید ا لآ با ء فی ا لا دیا ن محر ماً اور جا ئزاً فا نکان محر ماً فقد بطل القو ل با لتقلید و ان کا ن جا ئزاً فمعلو م ان اشر ف آ با ء العر ب هو ابرا هیم و ذ لک لا نّه لیس لهم فخر و لا شرف ا لّا با نّهم من او لا ده و اذا کا ن کذ لک فتقلید هذا الاب الذی هو اشرف دین ا لآ با ء او لی من تقلید سا ئر ا لآباء و اذا ثبت ان تقلیده او لی من تقلید غیره فنقو ل انه تر ك دین آلابا ء و حکم با ن اتباع الد لیل او لی من متا بعة ا لآ با ء و اذا کان کذ لک و جب تقلیده فی تر ك تقلید ا لآ با ء و و جب تقلیده فی تر جیح الد لیل علی التقلید و اذا ثبت هذا فنقو ل فقد ظهر ان القو ل بو جو ب التقلید یو جب المنع من التقلید و ما افضی ثبو ته الی نفیه کا ن با طلاً فو جب ان یکو ن القو ل بالتقلید با طلاً فهذا طر یق دقیق فی البطا ل التقلید ۔ انتهی ما فی التفسیر الکبیر

و من صورة صٓ ۔ و عجبوا ان جا ء هم منذ رمنهم و قا ل الکافرو ن هذا سا حر کذا ب ۔ اجعل الآ لهة الهاً وا حداً ان هذا لشئی عجا ب ۔ و انطلق الملا ء منهم ان امشوا و اصبروا ولی آلهتکم ان هذا لشئی یراد ما سمعنا بهذا فی الملة ا لآ خرة ان هذا ا لا ا ختلا ق ۔ ا لآ یة ۔

اقو ل منشاء التعجب من و جهین

الاول : هو ان القو م ما کا نوا من ا صحا ب النظر و الاستدلال

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بل کا نت او ھا مھم تا بعة للمحسو سا ت فلما و جدوا فی الشاھد ان الفا عل الوا حد لا تفی قدر تہ و عملہ ؟ بحفظ الخلق العظیم قا سوا الغا ئب علی الشا ھد فقا لوا لا بد فی حفظ العا لم الکثیر من آ لھة کثیرة یتکفل کل وا حد منھم بحفظ نوع آخر و الو جہ الثا نی ان اسلا فھم لکثر تھم و قوة عقو لھم کانوا مطبقین ؟؟ علی الشر ك فقا لوا من العجب ان یکو ن او لئکـ ا لاقوا م علی کثر تھم و قوة عقو لھم کا نوا جاھلین مبطلین و ھذا الانسا ن الواحد یکون محقاًصادقاً و اقول لعمری لو سلمنا اجرا ء حکم الشا ھد علی الغا ئب من غیر دلیل و حجة لکا نت الشبھة ا لاو لی لازمة و لما توا فقنا علی فساد ھا علمنا ان اجرا ء حکم الشا ھد علی الغا ئب فاسد قطعاً و اذا بطلت ھذہ القا عدة فقد بطل اصل کلا م المشبھة فی الذات فھو انّھم یقولون لما کا ن فی کل مو جود فی الشّاھد یجب ان یکو ن جسماً و مختصاً بحیز وجب فی الغائب ان یکون کذا لکـ و اما المشبھة فی ا لافعا ل فھم المعتز لة الّذین یقولون الامر الفلانی قبیح منا فوجب ان یکو ن قبیحاً من اللّٰہ فثبت بما ذکر نا ان صحّ کلام ھئولاء المشبھة فی الذّا ت و فی الافعال لز م القطع بصحة شبھة ھئولاء المشرکین و حیث توافقنا علی فسا د ھا علمنا ان عمدة کلا م المجسمة و کلام المعتزلة باطل فاسد و اما الشبھة الثانیة فلعمری لو کان التقلید حقاً لکا نت ھذہ الشبة لازمة و حیث کا نت فاسدة علمنا ان التقلید با طل ۔ انتھی ما فی الکبیر بلفظہ من عینہ

پس قول امام رازی سے صاف واضح ہوا کہ اگر تقلید بلا دلیل صحیح اور حق ہو تو شبہہ فرقہ مجسمہ وکلام معتزلہ کا بھی حق ہو حالانکہ قول وشبہ ان دونوں فرقوں کا باطل ہوا تو تقلید بلا دلیل بھی باطل ہوئی۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تعالی سورہ یونس میں فرماتا ہے:

قا لوا اجئتنا لتلفتنا عما و جد نا علیه آ با ء نا فنکو ن لکما الکبر یا ء فی ا لا ر ض و ما نحن لکما بمو منین ۔

اعلم ان حا صل ھذا الکلا م انّھم قا لوا لا نترك الدّ ین الّذی نحن علیه لانّا وجد نا آباء نا علیه فقد تمسکوا با لتّقلید و دفعوا الحجّة الظاھرۃ بمجرد الاصرار انتھی ما فی التفسیر الکبیر مختصراً بقدر الحا جۃ۔

سورۃ ھود میں فرمایا ہے:

قا لوا یا شعیب ا صلوتک تا مر ان نتر ك ما یعبد آ باء نا او نفعل فی اموا لنا ما نشا ء

و قد اشاروا فیه الی التمسک بطر یقة التقلید لا نھم استبعدوا منه ان یا مرھم بتر ك عبا دۃ ما کا ن یعبد آ باء ھم یعنی الطریقة الّتی ا خذ ناھا من آ باء نا و اسلافنا کیف نترکھا و ذلک تمسک بمحض التقلید انتھی ما فی التفسیر الکبیر مختصراً بقدر الحا جۃ ۔

و ایضاً سورۃ صا فات میں تحت آ یت : فھم علی آ ثا رھم یھرعون کے امام رازیؒ لکھتے ہیں:

و المقصود من ا لآ یة انه تعا لی علل استحقا قھم للو قو ع فی تلک الشدا ئد کلھا بتقلید الآباء فی الدین و ترك اتباع الدلیل و لو لم یو جد فی القرآن آیة غیر ھذہ ا لآ یة فی ذمّ التّقلید لکفی انتھی ما فی التفسیر الکبیر بقد الحا جۃ

اب تحریر با لا سے ما ہران شر یعت غرا پر مخفی نہ رہے کہ جب مذ ہم وقبا حت تقلید بلا دلیل کی کلام ر بانی سے قطعاً ثا بت ہوئی تو مسلمان دیندار تقوی شعار پر از راہ و جوب محبت واطاعت خالق اکبر اور رسول اطہر کے ماننا کلام ر بانی کا اور بدل و جان تصدیق کر نا اس کا در با ب ذم تقلید بلا دلیل کے فرض اعتقا دی و عملی ہوا، والاّ ساتھ شقاق و نفاق کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منسوب ہوگا اور دائرہ اسلام سے باہر، بنا بر اس کے کہ محبّ مطیع پر اطاعت و تابعداری محبوب مطاع کی واجب ہے چنانچہ اس پر آیت کریمہ و الذین آمنوا اشد حبّاً للّٰہ۔ وغیرھا من الآیات شاہد عدم ہے۔ اور اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول فرض ہے اور حاکم مطلق اللہ تعالی ہے اور ہر گاہ حاکم مطلق نے تقلید بلا دلیل کو باطل اور مذموم فرمایا تو مخلوق محکوم پر فرمان برداری حاکم مطلق کی فرض ہوگی اور بے حکم حاکم کوئی امر اپنی طرف سے نکالنا اور اس کو نیک سمجھنا اور اس پر چلنا نہایت قبیح ہوگا اور مخالفت حاکم کی لازم ہوگی کیونکہ باذن اللہ نہیں ہے۔

اور قرآن میں فرمایا ہے:

و ما ارسلنا من رسول الّا لیطاع باذن اللّٰہ۔

ای بامر اللّٰہ لانّ طاعۃ الرّسول وجبت بامر اللّٰہ کذا فی المعالم و غیرہ من التّفاسیر۔

پس قول بلا دلیل پر تقلید کرنا کسی عالم کی اگرچہ وہ بڑا نامی کامی ہو باطل اور موجب نارضامندی خدا و رسول کا ہوگا چنانچہ آیت کریمہ سے اظہر من الشّمس ہے اور کور باطن کو نہ سوجھے تو آفتاب عالم تاب کا کیا قصور اسی واسطے سارے اہل اصول لکھتے ہیں:

الحاکم ھوالذی صدر الحکم منہ و لا حکم الّا من اللّٰہ تعالی۔

کذا فی مسلّم الثبوت و ھکذا فی تحریر ابن الھمام۔

اور حکم خطاب ہی ہے اللہ تعالی کا کہ جو متعلق ہے ساتھ فعل مکلّف کے چنانچہ مسلّم الثبوت وغیرہ کتب اصول میں بتفصیل مذکور ہے اور دلیل اس پر قرآن شریف ہے:

ان الحکم الّا للّٰہ۔

و لیس لغیر اللّٰہ حکم واجب القبول و لا امر واجب الالتزام بل الحکم و الامر و التکلیف لہ تعالی شانہ۔ انتھی ما فی التفسیر الکبیر مختصراً۔

پس آیت کریمہ اور نیز کتب اصول ہر چہار مذہب سے صاف واضح ہوا کہ تقلید بلا دلیل حکم الہی سے خارج اور مذموم و قبیح ہے جیسا کہ اوپر آیت اور تفسیر سے اس کا بیان شافی و کافی ہو چکا تو اب ہر مسلمان طالب حق کو بہت غور و فکر چاہیے کہ مقلدین مقابلین ورطہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دریائے تقلید ناپیدا کنار میں حضرت نوحؑ کے زمانہ سے لغایت حال غرق ہوتے چلے آتے ہین پھر بھی مقلدین زمانہ حال کے نصوص قرآنی میں نظر کر کے عبرت نہیں پکڑتے اور خواہ مخواہ مصداق آیت کریم لھم قلوب لا یفقھون بھا.. الی آخرہ کے ہوتے ہیں۔ صدحیف کیونکہ تقلید بلا دلیل ایسی پوچ و لچر و محض بے اصل ہے کہ خدا تعالی نے معرفت توحید وردشرک وکفر ومعرفت رسالت رسول اللہ ﷺ میں بمجرد تقلید انبیاء سابقین کے اکتفا نہ کیا بلکہ اوپر اثبات صانع وردشرک وثبوت نبوت رسول مقبول ﷺ کے دلائل قاہرہ گوناگوں جابجا اپنے کلام پاک میں قائم کئے اور مقلدین متعصبین کو کہ جو دلائل شرعیہ ، ما انزل اللہ پر اصلاً نظر وفکر نہیں کرنی تھی طرح طرح کے الزامات دیئے چنانچہ ماہران قرآن شریف پر ہوایدا و آشکارا ہے:

اعلم انّه تعالی لما اقام الدلائل القاھرة علی اثبات الصّانع و ابطل القول بالشریک عقبه مما یدلّ علی النّبوّة و لما کانت نبوّة محمّد ﷺ مبنیة علی کون القرآن معجزاً اقام الدلالة علی کونه معجزاً فظھر انّه سبحانه کما لم یکتف فی معرفة التّوحید بالتقلید فکذا فی معرفة النّبوّة لم یکتف بالتقلید انتھی ما فی التفسیر الکبیر مختصراً بقدر الحاجة من تحت قوله تعالی ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا .. الی آخر الایة۔

اور جو قول بعض عالم سادہ لوح زمانہ حال کا ہے کہ مجھے تقلید کافی ہے اور نظر وغور دلائل میں کچھ ضرور نہیں کیونکہ میں مقلد ہوں اور مقلد کو دلیل سے کیا کام ، سو قول اس کا مردود اور باطل ہے اس لئے کہ دین میں نظر دلائل کی طرف مہما امکن بقدر استعداد لابد وضرور ہے ہر مکلّف مومن باللہ والیوم الآخر پر چنانچہ صاحب تفسیر کبیر نے سورہ جاثیہ میں تحت آیت کریمہ تلک آیات اللّه نتلوھا علیک بالحقّ فبایّ حدیث بعد اللّه و آیاته یؤمنون ، کے لکھا ہے:

ثمّ قال تعالی فبایّ حدیثٍ بعد اللّه و آیاته یومنون۔ یعنی ان من ینتفع بھذہ الآیات فلا شئی بعدہ یجوز ان ینتفع به و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابطل قول من یزعم انّ التّقلید کاف و بیّن انّه یجب علی المکلّف التّامل فی دلائل دین اللّٰه تعالی انتھی ما فی التفسیر الکبیر۔

اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ اگر تم کو دلیل ملے یعنی اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے تم پر ظاہر ہو تو اس پر عمل کرو اور میرے قول بلا دلیل کو چھوڑ دو چنانچہ درمختار وطحطاوی وغیرہ سے واضح ہوتا ہے:

قال لا صحّ به ان توجه لکم دلیل فقولوا به۔ انتھی ما فی الدر المختار مختصراً۔

ای ظھر لکم فی المسئلة وجه الدلیل علی غیر ما اقول انتھی ما فی الطحطاوی۔

اب جو کوئی کہے کہ یہ آیات کفار کے حق میں وارد ہیں وہ تو بڑا جاہل اور بے وقوف ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص محال کا جیسا کہ کتب احادیث وکتب اصول فقہ واستدلالات صحابہ کرام سے جابجا واضح ہوتا ہے اور اس بارہ میں تفسیر اتقان نے بہت کچھ لکھا ہے کما لا یخفی علی الماھر بالشریعة الغراء۔

اور کچھ بطلان اس کا تفسیر عزیزی سے لکھا جاتا ہے۔

چہارم آنکہ دریں آیت اشارہ است بابطال تقلید بدو طریق، طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید کہ ہر کرا تقلید میکنی نزد تو محق ست یا نے، اگر محق بودن اورا نمیشناسی پس باوجود احتمال مبطل بودن او چرا اورا تقلید میکنی واگر محق بودن او میشناسی پس بکدام دلیل میشناسی اگر بتقلید دیگر میشناسی سخن دراں خواہد رفت وتسلسل لازم خواہد آمد واگر بعقل میشناسی پس آنرا چرا در معرفت حق صرف نمیکنی وعار تقلید برخود گوارا میداری۔ طریق دوم آنکہ کسی را کہ تقلید میکنی اگر ایں مسئلہ را او ہم بتقلید دانستہ است پس تو واو برابر شدید او راچہ ترجیح ماند کہ تقلید او میکنی واگر بدلیل دانستہ است پس تقلید وقتے ؟؟؟ تمام میشود کہ تو ہم آں مسئلہ را بہمان دلیل بدانی والاّ مخالف او باشی نہ مقلد او وچوں تو ہم آں مسئلہ را بدلیل دانستے تقلید ضائع شد۔ انتہی مافی التفسیر العزیزی۔

اے مسلمانوں! تم سن چکے مذمت اور برائے تقلید بلا دلیل کے قرآن مجید وغیرہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے تو اب کتاب وسنت وسنت پر مستعد اور مستقیم بدل و جان ہو جاؤ کہ جنت نعیم مکان عیش و آرام ابدی کا تم کو سرکار عالی جاہ سے عنایت ہوگا۔

یا ایّھا النّاس قد جاء کم برھان مّن رّبکم و انزلنا الیکم نوراً مبیناً .. الآیۃ ۔ و البرھان ھو محمد ﷺ و انّما سمّاہ برھاناً لانّ حرفتہ اقامۃ البرھان علی تحقیق الحقّ و ابطال الباطل و النّور المبین ھو القرآن و سمّاہ نوراً لانّہ سبب لوقوع نور الایمان فی القلب ۔ انتھی ما فی التفسیر الکبیر مختصراً

تنبیہ: رجوع کرنا کرنا طرف قاضی یا فتوی مفتی کے یا حکم کرنا قاضی کا اوپر شہادات شاہدان عدول کے باتباع اولی الامر کا بدلیل شرعی ہے اس کو تقلید اصطلاحی مقلدین نہیں کہتے کیونکہ تقلید اصطلاحی یہ ہے کہ گلے میں پٹا ڈال کر بلا دلیل ایک شخص کا ہو رہنا اور اسی طرح عمل اوپر روایت راوی حدیث متصل مرفوع کے بدلیل شرعی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے فلیبلغ الشاھد الغائب ..الحدیث ۔ اور جو مفتی یا قاضی سے غلطی واقع ہو جاوے تو رجوع طرف قرآن وحدیث کے ضرور ہے جیسا کہ فرمایا خدا تعالی نے:

فان تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول .. الآیۃ و ما علینا الا البلاغ و اللّٰہ اعلم بالصّواب فاعتبروا یا اولی الالباب ۔ تمت ۔ اللّٰھم لک الحمد علی ما وفقتنی لتحریر ھذہ الرّسالۃ المسمّاۃ بواقعۃ الفتوے دافعۃ البلوی سنہ ۱۲۹۷ من ھجرۃ خیر البریّۃ علیہ و علی آلہ و اصحابہ الف الف صلوات و تحیّۃ ربّنا تقبّل منّا انّک انت السّمیع العلیم و اغفرلنا وارحمنا انّک علی کلّ شئی قدیر ۔

المولف العاجز محمد نذیر حسین عافاہ اللہ فی الدارین

اس کے قاضی طلا محمد پشاوری کا قصیدہ درمدح عمل بالحدیث فارسی ، اور امام ابن قیم کا قصیدہ نونیہ عربی سے چند اشعار درج ہیں ۔

(طبع باہتمام مولوی تلطف حسین فی الطبع الفاروقی الواقع فی الدہلی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید احمد حسن دہلوی

ڈپٹی سید احمد حسن ۱۲۵۸ھ۔۱۸۴۲ء میں دہلی پیدا ہوئے۔ خورجہ میں مولوی محمد حسین خورجوی سے منطق فقہ اصول پڑھی۔ اور علی گڈھ میں مولوی فیض الحسن سہار پوری سے بھی منطق فقہ اصول فقہ پڑھی۔ پھر دہلی آئے اور میاں نذیر حسین صاحب سے حدیث تفسیر فقہ کی تعلیم حاصل کی اور حکیم امام الدین خان سے طب پڑھی۔ تکمیل کے بعد میاں نذیر حسین صاحب کے پاس افتاء کا کام کرنے لگے اور پھر میاں صاحب کی تجویز اور سے ڈپٹی نذیر احمد کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوگئی۔ ان دنوں مولوی نذیر احمد صاحب گورکھپور میں مقیم تھے اس لئے یہ شادی وہیں انجام پائی ہوئی اور میاں صاحب نے وہاں نکاح پڑھایا۔ شادی کے بعد احمد حسن صاحب ٹونک چلے گئے۔ جب مولوی نذیر احمد حیدرآباد دکن گئے تو انہوں نے سید احمد حسن کو بھی وہاں بلا لیا اور آپ بطور اسسٹنٹ کمشنر ملازم ہوگئے۔ پھر جلد ہی ناندیر میں ڈپٹی کلکٹر ہوگئے جس پر ایک مدت تک فائز رہے اور وہیں پنشن پر ریٹائر ہوئے۔ ۱۸۹۱ء۔۱۳۰۸ھ میں حج کیا اور حجاز میں ان مصائب سے دوچار ہوئے جو عاملین بالحدیث کا ان دنوں وہاں مقدر تھیں۔ ۱۳۰۹ھ میں واپس آئے۔ تفسیر و حدیث پر گہری نظر تھی فقہ واصول پر مہارت تھی قانون بھی جانتے تھے اور ادب سے بھی لگاؤ تھا نیز شعر و ادب کا بھی ذوق تھا۔

عبدالحمید اٹاوی کہتے ہیں کہ جب آپ حیدرآباد میں اسسٹنٹ کمشنر تھے تو مولوی چراغ علی اسسٹنٹ ریونیو سکرٹری کے طور پر دورے پر آئے۔ باتوں میں مولوی چراغ علی نے کہا کہ قرآن مجید کو نازل ہوئے ۱۲ سو سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ اس لئے اب وہ پرانا ہوگیا ہے، اس میں ترمیمات کرنی چاہیں، سید احمد حسن نے کہا کہ انجیل کو ۱۸ سو سال ہوگئے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہیں ، پہلے پادریوں سے اس میں ترامیم کرایئے ،قرآن کا نمبر بعد میں آئے گا۔ یہ سن کر مولوی چراغ علی صاحب کا چراغ علم بجھ گیا۔(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ ستمبر ۱۹۲۰ء)

سید احمد حسن ریٹائر ہوکر دہلی میں مقیم ہوئے اور کچھ عرصہ جامع مسجد و مدرسہ فتح پوری کے ممبر بھی رہے۔ مولوی ادریس نگرامی نے تذکرہ علمائے حال میں لکھا ہے کہ :

مولوی حافظ احمد حسن ،مولوی عبدالرب کے مدرسہ میں تعلیم دیتے ہیں (ص ۱۰)

یہ تذکرہ ۱۳۱۳ھ ۔ ۱۸۹۵ء میں مرتب ہوا اور ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب مرحوم دہلوی میں مدرس تھے۔ ڈپٹی نذیر احمد کے بیٹے اور سید احمد حسن کے سالے مولوی بشیر الدین احمد نے واقعات دارالحکومت دہلی میں آپ کے حالات میں لکھا ہے :

مولوی احمد حسن دہلی کے معزز سادات میں سے ہیں ۔ حدیث و فقہ میں شمس العلماء سید نذیر حسین محدث کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں ۔علم طب بھی بالاستیعاب حاصل کیا ہے ۔علاوہ محدث وفقیہہ ہونے کے بڑے بھاری ادیب بھی ہیں ۔..سنت نبوی کے سختی سے پابند ہیں ۔اگرچہ کئی مواقع بیش قرار ماہوار کی انگریزی ملازمت کے ہوئے مگر نہیں کی ۔ بالآخر حیدرآباد دکن میں ملازم ہوئے .. باوجود کہ ضلع کی حکومت حاصل تھی مگر مزاج میں غائت درجہ کا حلم وانکسار اور خلق ہے اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے رہے ..کتب بینی تصنیف وتالیف کے سوا کوئی مشغلہ نہ رہا ..جس کسی کو ایک سچے اور راست باز دین دار مسلمان کا نمونہ دیکھنا ہو وہ آپ کو دیکھ لے۔ (واقعات دارالحکومت دہلی ۔ص ۴۲۰ ۔۴۲۱ ۔ ج ۲)۔

سید احمد حسن کی تصانیف میں یہ کتابیں شامل ہیں :

احسن الفوائد ۔شاہ ولی اللہ شاہ عبدالقادر رفیع الدین کے تراجم ہیں اس پر احسن الفوائد کے نام سے احادیث نبوی سے مستفاد حواشی لکھے ۔ باراول اپنے خرچ پر ۱۳۱۵ھ ۔ ۱۸۹۷ء میں شائع کرایا۔ پھر جید برقی پریس دہلی سے ۱۳۴۷ھ ۔ ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا۔تعداد صفحات ۸۲۲

احسن التفاسیر ۔سات جلدوں میں لکھی ہے ۔ یہ تفسیر بالماثور ہے اور پہلی مرتبہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں دہلی سے شائع ہوئی ۔ ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء جناب عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے احادیث وآثار کی تخریج کرکے مکتبہ سلفیہ لاہور سے شائع کی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات الاحکام من کلام رب الانام ۔پہلی مرتبہ فتح پرنٹنگ پریس دہلی سے ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں ۴۱۹ صفحات پر شائع ہوئی ۔ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آیات متعلقہ احکام کی تفسیر ہے۔

تنقیح الرواہ فی تخریج احادیث المشکوۃ ۔ چار حصوں میں کام کیا تھا۔ابتدائی نصف کام خود کیا، بقیہ نصف مولوی شرف الدین دہلوی سے لکھوایا۔ پہلا حصہ مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۲۵ھ میں دوسرا مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۳۳ھ مطابق 1915ء میں شائع ہوا۔۔ باقی دو حصے غیر مطبوع تھے۔ جناب عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے مطبع مجتبائی کے ورثا سے خریدے اور بعد تحقیق و تصحیح واضافہ (جو ان کی زیرنگرانی حافظ صلاح الدین یوسف اور قاری نعیم الحق نے کیا) شائع کیے۔

حاشیۃ الدھلویہ علی بلوغ المرام ۔یہ حاشیہ عربی زبان بڑا مقبول ہوا ، اسے مختصر شرح بھی کہا جا سکتا ہے پہلی مرتبہ مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۲۵ ھ میں ۳۵۰ صفحات پر شائع ہوا ۔ پھر ۱۹۷۸ء میں سرگودھا اور بعدازاں بیروت سے شائع ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ ابوانس محمد سرور گوہر نے کیا جو مکتبہ قدوسیہ لاہور سے ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا جس کی تعداد صفحات ۵۷۴ اور تکمیل ترجمہ کی تاریخ ۱۷ جنوری ۲۰۰۲ء ہے۔

تلخیص الانظار فی ما بنی علیہ الانتصار ۔مولوی ارشاد حسین صاحب رام پوری کے ردّ میں لکھی گئی۔

صراط الاھتدی فی بیان الاقتداء ۔اہل حدیث کے بعض امتیازی مسائل کی تحقیق ہے اوراہل حدیث کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا جواز ثابت کیا گیا۔ ۱۲۸۹ھ میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوئی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تلخیص الا نظار فیما بنِی علیه ا لا نتصار

بسم اللّٰه الرّ حمن الرّحیم ۔ الحمد للّٰه الّذی یستحقّ ا لوجود لذا ته فهو الواجب با لذّا ت و الصّلوة و السّلام علی رسوله الّذی وجب اتّبا عه علی المخلو قات و علی آ له و صحبه و ناصر دینه علی حسب الدّر جا ت ۔ امّا بعد ۔

ناظرین قریب الانصاف اور لاحظین بعیدالاعتساف پر یہ امر مخفی نہیں کہ ۱۲۸۳ھ یعنی زمانہ انطباع اور انتشار معیار (الحق) سے اب تک ہر جگہ یہ بڑا شہرہ اور غلغلہ تھا کہ مصطفیٰ آباد عرف رام پور میں مولوی ارشاد حسین بطرز شائستہ کتاب مذکور کا جواب تحریر فرما رہے ہیں ۔ اس افواہ متوالیہ مورث شوق کی گرم بازاری سے راقم الحروف کے دل میں بھی مولوی صاحب مذکور کے دیکھنے کا بڑا اشتیاق تھا ۔ الحمد للہ کہ بعد انتظار اور اشتیاق وافر کے یہ تمنا پوری ہوئی کہ ۱۵ جمادی الثانی ۱۲۹۰ھ کو مولوی صاحب مذکور کے افادات مسمّٰی بانتصار الحق مجھ تک پہنچے اور اس کے مضامین نظر سے گذرے ۔ ناظرین موصوفہ صفت بالا کی خدمت میں سچ عرض کیا جاتا ہے کہ بقول مشہور تسمع با لمعیدی خیر من ان تراه ۔ جب تک دل مشتاق کو ان افادات کے دیکھنے کا اشتیاق تھا تو وہی سماں کچھ خوب تھا، کیونکہ اس حالت میں سوائے اشتیاق روز افزوں کے اور کچھ تاسف نہ تھا، بخلاف اس حالت حال کے کہ بخدا ایک حالت عجیبہ ہے جس میں سرور اشتیاق بھی ہاتھ سے گیا، اور سوائے تاسف چند در چند کے اور کچھ ہاتھ نہ آیا ۔ قطع نظر اور تاسفات کے یہ بڑا تاسف ہے کہ باوصف اس کے کہ مؤلف مذکور علوم عقلیہ کی مہارت میں بڑے شہرہ آفاق اور اپنے زعم میں ہر طرح کے بگاڑ سنوار میں خوب طاق ہیں، لیکن بایں ہمہ کلام اکابر کا مقابلہ تو جیہات عقلیہ سے ٹھہرا کر پھر تو جیہات بھی وہ ذکر کیں کہ خیر سے نہ خود بدولت کو مفید نہ مقابل کو مضر ۔ مگر چونکہ شروع کتاب میں حضرت مؤلف نے ناظرین کتاب کو یہ ارشاد فرما دیا ہے کہ اگر اس کتاب کے سب مباحث

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ناپسند ہوں تو جواب ہر بحث و دلیل کا بتفصیل حوالہ قلم فرمائیں اور اگر بعض ناپسند ہوں تو اس کا جواب لکھیں اور باقی کو صراحتاً تسلیم کریں۔ اور یہ بھی فرما دیا ہے کہ یہ شایان اہل علم نہیں کہ مضامین چند موقع متعددہ سے لے کر بے ملاحظہ سابق و لاحق محل اعتراض ٹھہرا ویں اور اس کا نام ردّ جواب قرار دیں۔ نظر بر آن راقم الحروف ان چند سطور میں حضرت مؤلف کے پہلے یہ تسکین کرے دیتا ہے کہ بر طبق فحوائے کلام مذکورہ مؤلف کے راقم الحروف نے ایسا جواب بسیط جامع اقوال سابق و لاحق انتصار کو معرض تحریر میں لانا شروع کیا کہ انشاء اللہ وہ جواب اس حیثیت سے غالباً حسب مرضی مؤلف ہوگا۔ اور پہلے سے اس حکایت تسکین کی اس نظر سے ضرورت پڑی کہ بغیر ... دید اس حکایت خاطر خواہ کے ان سطور کے ملاحظہ فرمانے سے خدانخواستہ مؤلف کو یہ مایوسی نہ ہو کہ انتصار کے قول قول کے جواب کا کوئی متکفل نہ ہوا۔ اور بعد تذکرہ حکایت مذکورہ کے تمام منتظرین جواب اولی الالباب کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہے کہ تحریر موعودہ بالا پر راقم الحروف کو زیادہ تر یہ امر باعث ہوا ہے کہ حضرت مؤلف کی خوشی خاطر مجھے منظور نظر ہے، وگرنہ ماشاء اللہ مؤلف نے تو اپنے مسلّمات سے ہی طرز بحث کو ایسا قریب الانقطاع پہنچا دیا ہے کہ مع لحاظ مؤلف کے جمیع اقوال سابق و لاحق کی نہایت مختصر تقریر میں مؤلف کی ساری لمبی چوڑی قیل و قال کا جواب ہو سکتا ہے اور جواب بھی بشرط انصاف ایسا مسکت کہ جس کا مبنی سراپا وہ معلومات کہ جن سے انحراف کرنا سوائے مکابر کے اور کسی کی شان نہیں۔ ہرگاہ کہ حکایت تسکین اوپر ذکر ہو چکی ہے اس لئے اپنے اس قول مذکورہ بالا کی تصدیق کے واسطے مسطر السطور طالبین حق کے لئے اس بحث مختصر سے باحث ہونے کو اب اتنا محل تو ہم نہیں جانتا مگر وہ بحث متضمن ہے، ایک تمہید کو اور وہ یہ ہے کہ شروع بحث مبحوثہ بالذات یعنی صفحہ ۵۲، انتصار سے صفحہ ۱۹۱ تک مؤلف انتصار نے اپنے زعم میں مؤلف معیار کی وہ ایرادات دفع کی ہیں جو بہ تمسک اقوال اکابر مؤلف معیار نے اس بحث خاص یعنی وجوب اتباع مجتہد معین میں صاحب تنویر پر وارد کئے تھے۔ چنانچہ صفحہ مذکور میں مؤلف انتصار نے خود اس بات کی تصریح کر کے کہا ہے کما قال:

یہاں تک دفع ہو گئے سب توہمات فاسدہ اور شبہات کاسدہ مؤلف معیار کے۔

اور پھر اس کلام کے متصل خود اپنے کلام سابق اور لاحق کا خلاصہ نکال کر کہا ہے:

اور خلاصہ تمام کلام ہمارے کا یہ ہے کہ مقلد صرف ملتزم مذہب پر مسائل تقلیدیہ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

> تقلید امام اپنے کی علی التعیین واجب ہے جب تک کوئی ضرورت قویہ معتبرہ ترک تقلید پر باعث نہ ہو اور جب تک احتیاط مذہب غیر میں نہ ہو اور جب تک قوت اجتہادی حاصل نہ ہو اور درصورت وقوع ضرورت معتبرہ کے اور احتیاط کے بیچ مذہب غیر کے بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذہب مقلد کے اور وقت پہنچ جانے مقلد کے مرتبہ اجتہاد کو اگر چہ فی الجملہ ہو بہ نظر کشفی یا استدلال چھوڑ دینا تقلید امام معین اپنے کا بغرض محمود ممنوع نہیں اور جتنی نقول کلام اکابر کی نقل کی ہیں مؤلف نے بیچ باب عدم وجوب تقلید معین کے سب محمول ہیں انہیں حالات پر۔ چنانچہ تصریحیں اس کی ذیل میں ہر روایات منقولہ مؤلف کے ہم نے ذکر کر دیں اور صورت میں ہم وجوب تقلید معین کا قول کرتے ہیں اس کو روایت مذکورہ سے ثابت کیا۔ چنانچہ تعداد ان روایات مذکورہ کی اور سوائے اس کے اور بھی چند روایتیں کلام آئمہ دین اور علماء محققین سے عنقریب آتی ہیں اور اگر چہ بعد اس کے تفصیل کی حاجت رد کرنے مقدمات ممہدہ اور تفریعات ممو ہہ کی نہ تھی مگر واسطے سمجھنے عوام مومنین کے ..الخ۔

اب بعد نقل اس خلاصہ کلام مقررہ مؤلف کے راقم الحروف کہتا ہے کہ مؤلف نے اپنے اس خلاصہ کلام میں اسباب ترک تقلید اور وجوب تقلید اور بالتفصیل یہاں تک یعنی صفحہ ۱۹۱ تک شبہات مؤلف معیار کا بزعم خود اس طرح مندفع ہو جانا کہ جس سے ..... پر مقدمات ممہدہ مؤلف معیار کا چنداں محتاج الیہ نہ رہنا، یہ سب کچھ بے شک ایسا بیان کر دیا ہے کہ جس شخص نے شروع بحث سے یہاں تک مؤلف کا کلام تفصیلی دیکھا ہے اس کی سمجھ میں اس خلاصہ سے وہ سب امور تفصیلی آ سکتے ہیں۔ ہاں جس شخص نے شروع بحث سے یہاں تک مؤلف کا کلام تفصیلی نہیں دیکھا، اس خلاصہ سے اور باتیں تو مؤلف کی اس کی سمجھ میں آ جانی چنداں دشوار نہیں کیونکہ اگر چہ یہ کلام مذکورہ مؤلف کا بنام نہاد خلاصہ ہے لیکن تاہم اور باتیں اس میں بالوضاحت مذکور ہیں، مگر البتہ عدم وجوب بالذات اور وجوب بالعرض کا فرق جو اوپر کی تصریحات میں مؤلف نے نکالا ہے اور وجوب بالعرض کے لئے دو سبب بتلائے ہیں اس کا اس خلاصہ سے سمجھ میں آنا محل تردد ہے، کس لئے کہ ذرا ایک تو وہ بات ہی باریک ہے، دوسرے مؤلف نے اس مضمون کی طرف اپنے خلاصہ میں صرف اتنے قول سے اشارہ کیا ہے (اور جس صورت میں ہم تقلید معین کا قول کرتے ہیں ..الخ) چونکہ صرف اس قدر قول مجمل مؤلف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے صورت معہودہ مؤلف کا سمجھ میں آنا ایک ذرا دشوار تھا اس لئے راقم الحروف خود مؤلف ہی کی کلام منقولہ تصریحات مصرحہ مؤلف سے صورت معہودہ مؤلف کی توضیح کرے دیتا ہے تا کہ مؤلف کا یہ خلاصہ جمیع امور مصرحہ انحصار کو خوب واضح المراد ہو جاوے۔ چنانچہ اولاً تو تصریحات مذکورہ میں سے مؤلف نے صفحہ ۱۵۲ میں کہا ہے:

(اور یہی ... مذکور جو تحریر سے نقل کی مفید مدعائے خصم نہیں، اس لئے کہ حاصل اس کا تو یہی ہے کہ زمانہ صحابہ میں تعین تقلید کا دستور نہ تھا، اس کا ہم کو انکار نہیں، لیکن قیاس کرنا اس مسئلہ میں حکم اس زمانہ کو اوپر زمانہ صحابہ کے مع الفارق ہے اس لئے کہ زمانہ صحابہ اور تابعین میں مذہب مدون نہ تھے۔ اور مجتہدین نے جمیع حوادث ضروریہ میں کلیۃً یا جزئیۃً مسائل مستنبط نہیں کئے تھے اور بھی نفوس اکثر مومنین میں بجہت قربت زمانہ نبوت اور خیریت قرنین کے احتیاط اور تورع غالب تھا تو بجہت اس اسباب کے طرف وجوب تعین تقلید مجتہد کی حاجت نہ تھی بلکہ یہ امر مضر تھا اور زمانہ آئمہ مجتہدین میں مذاہب مدون ہو گئے اور مذہب ہر مجتہد کا حوادث ضروریہ مقلدین کو جامع ہو گیا اور نفوس پر اتباع اہواء غالب آیا۔ اس سبب سے تعین تقلید کو واجب کیا۔ انتہی بلفظہ

اور پھر صفحہ ۱۵۴ میں کہا ہے:

اور ثانیاً کما مر یہ کہ زمانہ صحابہ اور تابعین میں مسائل مستنبط ایک مجتہد کے حوائج ضروریہ مقلدین کو کافی نہ تھے اور بھی مقلدین کو اتباع احکام شرع اور ملازمت احکام شرعیہ پیش نظر تھے، اجراء ہواء اور اعراض قیود شرع سے مثل اس زمانہ کے ملحوظ نہ تھا۔ انتہی

اور پھر صفحہ ۱۵۵ میں کہا ہے:

اور ثالثاً یہ کہ حکم عدم وجوب تقلید مجتہد معین کا جو بعض اکابر سے واسطے ملتزم یا غیر ملتزم کے ہے باعتبار اصل کے اور بالذات ہے، یعنی قطع نظر عروض عوارض کے اگر مقلد کو دیکھو تو ان میں سے کسی پر تعیین کرنا مجتہد معین کا واجب نہیں۔ اما بالنظر الی عروض العوارض یعنی وقت ظہور فسادات نیت اور غلبہ تلہی علی النفوس کے کہ ادنی ثمرہ اس کا یہ ہے کہ ان پڑھ جاہل دو چار باتیں اور حدیثیں کسی مولوی سے سن کر آئمہ مجتہدین پر طعنے کرتے ہیں، اور لاکھوں علماء دین اور صلحاء اور فقہاء مسلمین کو زندیق اور کافر کہتے ہیں، تعین کرنا تقلید امام معین کا واجب ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور پھر صفحہ ۱۶۹ میں کہا ہے:

اب منصفین عقلاء پر جو ادنی بوئے تدین رکھتے ہیں خوب ظاہر ہوا کہ کلام اکابر علماء جو مؤلف معیار نے بیچ عدم وجوب تقلید مجتہد معین کے نقل کیا ہے، محمول ہے حق مجتہد میں یا حالت ضروریات پر یا عدم وجوب بالذات پر۔..الخ۔

اور پھر اسی صفحہ میں کہا ہے:

حکم وجوب تعیین تقلید میں جو بسبب عوارض کے کیا گیا اور حکم عدم وجوب تعیین میں جو بالذات مع قطع النظر عن عروض العوارض ہے اور بعض مذکور، یعنی فا سئلوا اھل الذکر ، اس پر دال ہے منافات نہیں۔ پس بعض مذکور جو دال تھے اوپر اطلاق کے بالذات بحال خود باقی رہے۔انتہی ،

اور پھر صفحہ ۱۸۲ میں کہا ہے:

اور یہ کلام ملا علی قاری کا جو شرح عین العلم سے نقل کیا ہے و من المعلوم انّ اللّٰہ سبحانہ ما کلّف احد .. الخ۔ علی تقدیر تسلیم صحت نقل کچھ ہم کو مضر نہیں اس واسطے کہ بالذات مع قطع النظر عن عروض العوارض یہ بات واقعی ہے لیکن بر تقدیر عروض عوارض کے حکم کیا گیا ہے تعیین تقلید کا اور اس صورت میں حکم بھی اسی طور پر ہے ، کما مرّ سابقاً ۔انتہی بلفظہ۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ یہاں ایک بات یاد رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ مؤلف نے اپنے اس قول منقولہ صدر میں یہ جو کہا ہے کہ بر تقدیر عروض عوارض کے حکم کیا گیا ہے تعیین تقلید کا اور اس صورت میں حکم الٰہی اسی پر طور ہے، انتہی۔

اس امر کو حکم الٰہی قرار دینے کی بنا مؤلف نے اس بات پر رکھی ہے کہ آیت او فوا با لعھد کو وجوب تعین بعد الالتزام میں اپنا محل استدلال ٹھہرا کر آیت فا سئلوا کو اسی آیت سے مقید گردانا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۶۹ میں کہا ہے:

اور ثانیاً یہ کہ ہم نے اس محل پر وجوب تعیین تقلید میں بعد الالتزام کلام کیا ہے اور دلیل وجوب اس کی آیت او فوا با لعھد گزاری ہے۔ پس یہی آیت مقید گردانی گئی نص مطلق مذکور کو اور نسخ آیت بالآیہ بلا تامل جائز ہے۔انتہی۔

مگر راقم الحروف مؤلف سے یہاں اتنا پوچھتا ہے کہ آیت او فوا با لعھد سے تم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے وجوب بالذات لیا ہے یا بالعوارض، لامحالہ بوجہ مخالف امر تسلیمی کے مؤلف کو شق ثانی اختیار کرنی پڑے گی و هذا الشق منقوض كما سيجيء۔ پس اس تقدیر پر امر مذکورہ کو حکم الٰہی مؤلف کا کہنا لغو ہو گیا۔ اب بعد لحاظ اس خلاصہ منقولہ مؤلف اور اس کے ضمیمہ ماخوذہ تصریحات مؤلف سے حسب قرارداد مؤلف کی تفریعاً کئی امر معلوم ہوئے۔

اول یہ کہ مؤلف نے دو سبب یعنی تدوین مذاہب اور فساد نفوس کو سبب وجوب قرار دے کر مکلفین کی اس حالت کو بالعرض کر کے تعبیر کیا ہے اور ان اسباب کے حدوث سے مکلفین اول کی حالت کو بالذات کر کے۔

دوسری یہ کہ جگہ جگہ کلام اکابر مفیدہ عدم وجوب منقولہ معیار کے محل میں مؤلف نے یہ جو لکھا ہے کہ یہ کلام عدم وجوب بالذات پر دال ہیں اور یہ ہم کو مضر نہیں، تو اس سے مراد مؤلف کی یہ ہے کہ جب سبب وجوب تدوین مذاہب اور غلبہ تلہی قرار دیا دیا تو ان سببوں کے حدوث سے پہلے عدم وجوب ہم کو مضر نہیں۔

تیسری یہ کہ بحسب الاصل عدم وجوب بالذات کو مؤلف نے مسلّم رکھ کر بعد حدوث ان دونوں سببوں مذکورہ کے بالعرض انہیں دو سببوں پر مدار وجوب عرضی کو رکھا ہے۔

چوتھے یہ کہ جب مؤلف نے وجوب عرضی کا مدار ان سببوں پر رکھا ہے اور وجوب عرضی کو ان سببوں کا سبب مانا ہے تو انتفاء ان سببوں سے وجوب عرضی مثبتہ مؤلف کا انتفاد واجب ہوگا، لانّ انتفاء السبب يوجب انتقاد السبب۔

پانچویں یہ کہ بعد قائل ہونے وجوب عرضی کے مؤلف نے کئی سبب اس واجب عرضی کے ترک کے بھی اپنے خلاصہ میں ذکر کئے ہیں لیکن چونکہ راقم الحروف کو ابھی اس واجب عرضی کے ثبوت میں کلام ہے، اس سبب سے ان اسباب ترک واجب سے راقم الحروف کی بحث متعلق نہیں لانّ ترك الشيء فرع تسليم ثبوته و ذالك ليس بمسلّم عندنا۔

چھٹی یہ کہ بالفرض اگر محرر السطور حکایت مذکورہ بالا اوپر ذکر نہ بھی کرتا تو بھی یہ بحث مختصر مؤلف کی اس شرط کی مخالفت نہ تھی جو مؤلف نے اپنی کتاب انتصار کے اول میں اقوال لاحق وسابق انتصار کی بہ نسبت ٹھہرائی ہے کیونکہ جب کاتب الحروف نے خود مؤلف کی ہی خلاصہ کلام اقوال سابقہ کو مبنی بحث کا ٹھہرا کر تمام ابحاث لاحقہ انتصار کو ردّ کر دیا کما

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیظھر تو تمام اقوال سابق ولاحق ملحوظ ہو گئے اور تصریح تسلیم کی حاجت نہ رہی کما لا یخفی۔

جب یہ امور مذکورہ معلوم ہو چکے تو اب سنا چاہیے کہ مؤلف انتصار نے حکم عدم وجوب اتباع مجتہد معین کو بالذات اور حکم وجوب اتباع مجتہد معین کو بنظر عروض عوارض لے کر اس پر جو بنا اس بات کی رکھی ہے کہ انتصار، معیار الحق کا ردّ محض بنائے فاسد علی الفاسد ہے ۔کس لئے کہ ابھی تک عقل سلیم کئی وجہ سے خود اسی وجہ کو تسلیم نہیں کرتی جس کو مؤلف نے بنائے مذکورہ کا مبنی علیہ ٹھہرایا ہے۔ پھر اس مبنی علیہ مخدوش پر ابھی سے یہ امر متفرع کر لینا کہ انتصار، معیار کا ردّ ہے اپنی جگہ مؤلف کی صرف یہ ایک من سمجھوتی ہے اس طرح تو ایک فارسی خواں منشی نے کچھ الٹی سیدھی تحریر لکھ کر اور علی ھذا القیاس محمد شاہ پنجابی نے اکثر توجیہات مردودہ تنویر کو مکرراً پھر اپنی کتاب مدار الحق میں درج کر کے اپنی اپنی جگہ ہر ایک نے اپنا دل یوں خوش کر لیا تھا کہ ہم نے معیار الحق کا جواب لکھ دیا حالانکہ اکثر موافق ومخالف ان دونوں کج بحثوں کی مزخرفات کو دیکھ کر بے ساختہ اس امر کے مقر تھے اور اب تک مقر ہیں کہ اس قسم کی تحریروں کو معیار کا ردّ گمان کرنا بدرجہ غایت غلط فہمی اور نا انصافی ہے۔ چنانچہ اسی قسم کی افواہ پے بہ پے گوش زد کر کے ان تحریوں کے ردّ و جواب کی طرف زیادہ تر اعتنا اب تک مصروف نہیں کی کیونکہ جو تحریر بلا ردّ و ابطال کے خود بخود خواطر اکثر ناظرین میں بے وقعت ہو ، اس کے ردّ و ابطال میں مشغول ہونا کچھ اتنا امر اہم نہیں، صرف جھوٹے کو گھر تک پہنچانا باقی ہے بلا صرف اعتنائے تام کئے، انشاء اللہ فی وقت من الاوقات یہ بھی ہو رہے گا۔ ہاں مؤلف انتصار کی من سمجھوتی اور ان کی ہٹ دھرمی میں اتنا فرق ہے کہ مؤلف انتصار نے بظاہر ایسی کچھ توجیہہ اور تلمیع کر دی ہے کہ بادی النظر میں قاصر النظر اس کتاب کو معیار کے جواب ہونے کا توہم کر سکتا ہے مگر حقیقت میں بوجوہ عدیدہ سرے سے خود ابھی وہ مبنی ہی مخدوش ہے جس پر مؤلف نے اپنی ساری توجیہہ کی بنا رکھی ہے۔نظر برآں بعد افشاء صرف اس تحریر کے اکثر خواطر انصاف مظاہر میں غالباً وہی کیفیت پیش آ جاتی تو عجب نہیں کہ جو کیفیت بہ نسبت اور تحریروں کے مرکوز خواطر ہے والا بعد افشاء جواب تفصیلی کے انشاء اللہ تعالیٰ یہ امر ضرور پیش آمدنی ہے قد جعل اللہ لکل شیء قدراً۔

اور ان وجوہ موعودہ میں سے:

اول وجہ تو یہ ہے کہ دلیل واضح سے تاوقتیکہ مؤلف یہ ثابت نہ کرے کہ منجملہ اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عوارض محتملہ عقلیہ کے دونوں عرضوں مذکورہ انتصار کو سبب بننے میں یہ وجہ ترجیح کی ہے تو تخصیص ان دونوں سببوں کی ممنوع ہے لانّ اعراض الشیء غیر عدیدۃ فلا یخصص اخذ منھا بما مرجح

دوسری وجہ یہ کہ بعد ثبوت وجہ ترجیح کی جب تک ان اسباب میں سببیت وجوب مبحوث عنہ کی دلیل واضح سے نہ ثابت کی جاوے گی اس وقت تک تقریب غیر مسلّم ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ بعد اثبات سببیت وجوب مبحوث عنہ کے جب تک اسباب مقبولہ مصرحہ کا تحقق جمیع مقلدین میں نہ ثابت کیا جاوے گا تو علی العموم دعوی حکم واجب عرضی کا قابل اعتنا نہ ہوگا۔

چوتھی، بوجہ انظار مذکورہ کے مؤلف کا یہ کہنا بھی ابھی مسلّم نہیں کہ کلام اکابر مفیدہ عدم وجوب منقولہ معیار عدم وجوب ذاتی پر محمول ہیں اور نقول مفیدہ وجوب منقولہ انتصار وغیرہ وجوب بالعرض پر دال ہیں، کس واسطے کہ یہ کلام موقوف تھا اس بات پر کہ پہلے دلیل واضح سے مبحث میں وجوب بالعرض کو مؤلف ثابت کرتا۔ و اذ لیس فلیس بناء علیہ فحوا لتفریع اول وثانی وثالث کا منقوض ہوا اور بموجب حکم تفریع رابع کے وجوب بالعرض مثبتہ مؤلف غیر ثابت رہا اور نقول عدم وجوب مطلقاً اپنی حالت پر رہیں کما لا یخفی علی من لہ ادنی فھم۔

اگر چہ اس تمہید سے ہی تمام جولان گاہ انتصار کی نیست و نابود ہوگئی کیونکہ مؤلف انتصار نے انتصار بھر میں یہ جو دو حملے رستمانہ کئے تھے، ایک تو نقول معیار کو عدم وجوب ذاتی پر محمول کرنا، اور ایک واجب بالعرض ثابت کرنا، یہ دونوں اس تمہید سے کما حقہ منقوض ہوگئی لیکن بعد اس تمہید کے کچھ اور بھی انتصار کی مٹی خوار کی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ اب بعد تمہید مذکورہ بالا کے مؤلف انتصار نے از بسم اللہ تا آخر اپنی انتصار میں جو کچھ خامہ فرسائی کی اس سب کی نسبت مؤلف مذکور سے استفسار ہے کہ وہ بتامہ مثبت مدعا ہے یا بہ بعضہ۔ بفرض محال علی تسلیم ہر دو شق جس قدر مضامین کو اپنی سات آٹھ برس کی محنت میں سے حضرت مؤلف نے مثبت مدعا ٹھہرائیں گے اسی قدر مضامین مؤلف کی طرف سے ہم اضافہ کر کے اور مؤلف کا دل خوش کرنے کیلئے ان سب کو فرضاً مثبت مدعائے مؤلف مان کر قرارداد مؤلف پر حضرت مؤلف سے اتنا عرض کریں گے کہ کیوں حضرت مولوی صاحب یہ آپ کے استدلالات اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارے اضافہ کئے ہوئے استدلالات وجوب بالذات پر دلالت کرتے ہیں، یا واجب بالعرض پر۔ باختیار شق اول، اولاً تو حضرت مؤلف کو خلاف تسلیم کا دھبہ لگے گا اور قطع نظر اس سے سات آٹھ اور محنت کر کے از سر نو معیار کا پھر جواب لکھنا پڑے گا کیونکہ حضرت مؤلف نے تمام کلام اکابر مفیدہ عدم وجوب منقولہ معیار سے یہی تو ایک بچنے کا ڈھنگ نکالا ہے کہ جگہ جگہ اپنی کتاب انتصار میں بے دھڑک فرما دیتے ہیں کہ فلاں قول عدم وجوب بالذات پر دلالت کرتا ہم کو مضر نہیں، یہاں تک کہ حکم آیت فاسئلوا ...سے بھی یہ ہی طریقہ مخلصی کا ڈھونڈا ہے۔ پھر جب عدم وجوب بالذات کی تسلیم سے حضرت مؤلف نے خلاف تسلیم کر کے وجوب بالذات کو اختیار کیا تو معیار کے جواب ہو جانے کا کیا ذکر اور باختیار شق ثانی ان عوارض کی نسبت دریافت کیا جائے کہ وہ عوارض خاص وہی دو سبب مصرحہ انتصار ہیں یا کوئی اور۔ اگر اپنی سات آٹھ برس محنت کو حضرت مؤلف نے ردّی نہ کیا اور محل استنصار انتصار پر ہی رکھا تو ان دونوں سببوں کی سببیت میں بوجوہ عدیدہ جو کچھ کلام ہے وہ اوپر گذر چکا فلیتذکر۔ اور اگر حضرت مؤلف نے اپنی سات آٹھ برس کی محنت سے ہاتھ اٹھا کر استنصار میں انتصار سے تجاوز کیا اور، اور کوئی نیا سبب ڈھونڈ ڈھانڈ کر نکالا تو اس تقدیر پر انتصار کے ناقص شمار کرنے کے صریح اقرار کرنے سے گو مؤلف کو حجاب دامنگیر حال ہو مگر مؤلف کی زبان حال یہ امر بخوبی معلوم اور مفہوم ہو جائیگا کہ حیثیت اثبات مدعا سے انتصار کو مؤلف نے کان لم یکن ٹھہرایا۔ پھر اس سبب جدید میں بعد اس کی درپیشی کے کلام مناسب کیا جائے گا۔

اب حاصل اس تمام بحث مختصر کا یہ ہوا کہ تقلید معین کا وجوب بالذات تو حسب اعتراف اور اقرار مؤلف کے ثابت نہیں کما مرّ من کلمہ مراراً، ہاں واجب بالعرض کا مقلد ملتزم اور غیر ملتزم کے حق میں مؤلف نے دعوی کر کے مؤلف تنویر کو بھی اس مطلوب میں اپنا ہم مقصد اور اس کے کلام کا اپنے آپ کو بڑا موجہ سدید التوجیہہ قرار دیا تھا چنانچہ صفحہ ۱۴۴ میں کہا ہے:

> باقی رہی قسم ثالث کہ بیشتر مسلمان بلاد اسلام کے اسی قسم میں داخل ہیں، ان پر حکم وجوب تقلید امام معین کا کیا جاتا ہے اور مقصود مؤلف تنویر کا ان لوگوں سے جن پر حکم وجوب کیا جاتا ہے یہی قسم ثالث ہے۔ انتہی بلفظہ

سو یہ شق ایسی بلا دلیل مؤلف نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہے کہ جس کی نسبت اب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تک اس سے مطالبہ دلیل ہے تو اب اس طرز بحث مؤلف انتصار پر بہر حال انتصار اور تنویر سے تائید اور تثبیت وجوب اتباع مجتہد معین کی متصور نہیں ہوسکتی، بصورت دعویٰ بلا دلیل کے تو یہ امر ظاہر اور باہر ہے اور بر تقدیر اس بات کے کہ مؤلف نے بالکل انتصار کو کالعدم ٹھہرا کر بعد اعلام مطالبہ دلیل کے آگے کو کسی اور تحریر میں اپنے اس دعویٰ کو مدلل کیا اور وہ استدلال خصم کے نزدیک بھی سالم عن المعارضہ رہا تو اس صورت میں بالاصالت محل تائید وہ تحریر ٹھہرے گی کہ جس میں یہ دعویٰ مدلل ہوگا، نہ یہ دعویٰ مجرد اس بنا پر متجسسین حق خالص ذرا نظر غور و انصاف سے انصاف فرمائیں کہ انتصار سے تائید وجوب نکلتی ہے یا یہ نکلتا ہے کہ اب تک تنویر و انتصار سے بالدلیل وجوب معین ثابت نہیں ہوا بلکہ اب تک حالت منتظر ہمیں ہے اور یہ بھی انصاف فرمائیں کہ مؤلف انتصار کی ان توجیہات رکیکہ سے کہ جو اثبات مطلب میں ہیں، نہ حالت منتظرہ رکھتے ہیں تحقیق معیار میں کونسا خفا آگیا جو اس خفا کے دفع کو اظہار حق سمجھ کر ردّ قول انتصار کو بحث اضراراً للحق جانا جاوے، مگر مؤلف کی مایوسی اور بعضے بدگمانوں کی بدگمانی کا خیال کر کے ہمیں حکایت تسکینی مذکورہ بالا کی نسبت بھی یہی خیال ہے کہ اس کا ظہور بھی جلدی سے ہو جائے تو بہتر ہے۔

واللّٰہ ھو المستعان و علیہ التکلان۔ ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذا المقام والتوفیق من الموفق العزیز العلام و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حررہ احقر زمن احمد حسن دہلوی۔ ۲۵ جمادی الثانی ۱۲۹۰۔

صورۃ ما افادہ العلامۃ التحریر الفہامۃ الشھیر محترمنا و مخدومنا مولانا محمد بشیر سہسوانی مؤیداً لھذا التحریر لا زالت شموس افاداتہ طالعۃ۔

فی الواقع صاحب انتصار کو اس بات کا تو صراحتاً اعتراف ہے کہ تقلید مجتہد معین بالذات واجب نہیں لیکن اس نے معظم اپنی اس کتاب میں اس طرف صرف کی ہے کہ تقلید مجتہد معین کا وجوب بالعرض ثابت کرے اور یہ اس سے نہ ہوسکا کیونکہ اسباب وجوب بالعرض جو اس نے پیش کئے ہیں ان سے وجوب بالعرض ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے، اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واسطے کہ اثبات وجوب بالعرض موقوف ہے اس پر کہ کسی واجب اجماعی کا ادا کرنا یا کسی حرام اجماعی سے اجتناب موقوف ہو تقلید مجتہد معین پر اور اسباب مذکورہ انتصار سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی ۔ بدیں لحاظ یہ قول بلاشک صحیح ہے کہ انتصار معیار کا جواب نہیں اور جو تحقیق درباب تقلید مجتہد معین معیار الحق میں ہے اس میں صاحب انتصار الحق کی توجیہات رکیکہ سے کچھ خلل نہیں واقع ہوا۔ فقط ۔ محمد بشیر تجاوز عنہ العلیم الخبیر

تقریر واجب التوقیر من افادات خیر خواہ خلق لوجہ اللہ مولوی مرزا محمد عبداللہ دہلوی حنفی متضمن ایں معنی کہ در استدلال انتصار بموجب اصول حنفیہ فساد یست عظیم وقباحتے فخیم ۔

میں نے بھی حسب اتفاق اس تحریر کو دیکھا اور بعد اس کے دیکھنے کے مقامات غور طلب انتصار میں بھی غور کیا اور چناں چنیں سے مجھے گو قطع نظر ہے لیکن اتنی بات میرے عندیہ میں بھی بیشک ہے کہ یہ طریقہ استدلال مؤلف انتصار کا خالی از فساد نہیں، کس واسطے جب بحسب الاصل مؤلف نے توسیع تقلید لا علی التعین کو مان لیا اور بعد اس تسلیم کے بوجہ غلبہ فساد نفوس کے بالعرض اس توسیع کی تضیق کا حکم لگایا تو مقابل کو یہ بڑی گنجائش نکل آئی کہ وہ بنائے طرز بحث مؤلف پر توسیعات مذہب معین میں بھی بعینہ یہ ہی سبب جاری کرسکتا مثلاً واجب موسع میں جمہور کے نزدیک یہ توسیع ہے کہ مکلّف کا اس واجب موسع کو جمیع اجزائے وقت میں ادا کرنا عین وقت پر ادا کرنا اور بالاجماع اس ادا میں وہ عاصی نہیں:

كما قال في المسلّم اذا كان الواجب موسعاً فجميع الوقت وقت لا داء ثم قال مجيباً لمضيقين ولنا ان الآمر وسع وقت الفعل لانه لو اتى في ايّ جزء لا يعد عاصياً بالاجماع و فسّره الشارح بانه اى باتفاق العلماء المجتهدين ثم قال ردّاً على المضيقين و التعين تضيق ثم قال الشارح اى متعين جزء الوقت كاول الوقت او آخره للاداء مناف لتوسعته الآمر الحاكم ۔

اب طرز بحث مؤلف انتصار پر بوجہ فساد نفوس کے مظنہ ترک جمیع وقت سے یا تو اس توسیع مختار جمہور میں تجیق کا اقرار کرکے عامل بالتوسع کو عاصی کہنا پڑے گا جیسے کہ توسیع مبحوث میں یا توسیع ماثور اپنے حال پر رکھی جاوے گی۔ شق اول خلاف اصول ہے اور شق ثانی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عین مدعائے مقابل ہے کما لا یخفی۔

بنابراں اخوان مذہب کی خدمات میں بصد نیاز التماس ہے کہ وہ حضرات کتاب مذکور کو صرف اس نظر سے نہ دیکھیں کہ وہ معیار الحق کا جواب ہے جو کچھ کہ اس میں لکھا ہے وہ خواہ مخواہ مؤید مذہب ہے، بلکہ اس کی طرز بحث کا ذرا پس و پیش مدنظر رکھ کر یہ امر زبان پر لائیں کہ انتصار الحق ہمارے مذہب کی مؤید اور ناصر ہے۔اگر ان حروف میں حسب اقتضائے مقام مجھے اختصار مدنظر نہ ہوتا تو اور نظائر بھی نظیر مذکورہ بالا کی قبیل سے میں اخوان مذہب کی خدمات میں پیش کرتا ولیکن عاقل را نکتہ۔۔۔بس است۔

وما علینا الا البلاغ المبین ۔حررہ ننگ خلق اللہ محمد مرزا عبداللہ بیگ عفی عنہ۔

قطعہ تاریخ تصنیف نتیجہ فکر نکتہ رس دقیقہ دان مولوی محمد غلام اکبر خان صاحب المتخلص بہ مسلم

اکبر اسی کا نام ہے تحریر مختصر
قربان ہوں اس جواب پر از اختصار کے
معقولیانہ بحث رقم کرکے کر دیئے
گم ہوش کیا ہے فاضل منطق شعار کے
تاریخ لکھ کے میں بھی اس پر بلا دریغ
جوہر دکھاؤں اب سخنِ آبدار کے
معقولیو! سنو سر جرأت سے کیا ہی خوب
دندان شکن جواب دیئے انتصار کے (۱۲۹۰ھ)

اشتہار واجب الاظہار

ناظرین بصیرت آگیں اور مناظرین حق گزین کی خدمت میں بذریعہ اس اشتہار کے یہ چند معروضات مفصلہ ذیل معرض گذارش میں لائی جاتی ہیں:۔

اول ،تو یہ کہ اصحاب خبرت اس تحریر کے اختصار کو خیال نہ فرماویں بلکہ یہ ملحوظ رکھیں کہ مؤلف انتصار نے اپنی تمام کتاب میں جس توجیہہ پر مدار بحث رکھ کر اس کو محض بے دلیل چھوڑ دیا تھا ،اس تحریر مختصر میں اس کی نسبت مطالبہ دلیل کیا گیا ہے۔نظر بریں بعد افشاء اس تحریر کے اگر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خود مؤلف انتصار یا کسی اور مؤید انتصار نے اس مدار دعوی کو مدلل کیا تو فبہا، ورنہ وہ مدار مدعا کتاب مذکور میں محض بلا دلیل رہے گا۔

دوسری ، یہ کہ بصورت عدم اقامت دلیل گو ردقول قول انتصار کا التزام کیا گیا ہے لیکن بطور مناظرہ کے وہ التزام محض تطوع ہے کیونکہ تا اقامت دلیل مقابل کو دعوی مدعی پر طلب دلیل امر اہم تھا، سواس تحریر میں موجود ہے۔

تیسری ، یہ کہ سوائے مؤلف انتصار کے اگر کوئی اور صاحب اس تحریر کے جواب کے متکفل ہول گے تو ان کی نسبت وہ امر ملحوظ رہیں گے :۔

اول تو یہ کہ بخلاف اپنے منصب مناظرہ کے اگر

وہ صاحب مشغول جواب ہوں گے تو ان کا وہ جواب قابل اعتنا نہ ہوگا کیونکہ اس طرح کی بحث شان مناظر سے بعید ہے،۔

دوسرے بموجب داب مناظرہ کے اگر ان صاحب نے دلیل مطلوبہ پیش کی اور دعوی مؤلف انتصار کو مدلل کیا تو ان صاحب کا ساختہ پرداختہ عین مؤلف انتصار کا ساختہ پرداختہ شمار کیا جائے گا، کس لئے کہ نیابۃً وہ صاحب مؤلف مذکور کے دعوی بے دلیل کو مدلل کریں گے، بخلاف اس مشتہر کے کہ اس نے مؤلف معیار کا کوئی دعوی مدلل نہیں کیا بلکہ بنظر اظہار حق پیرایہ استدلال مؤلف انتصار میں جو خدشے تھے ان کو بیان کیا ہے اور اتنا امر ہر مظہر حق کو بموجب اجازت مؤلف انتصار کے مباح تھا۔ کما لا یخفی علی من طالع مقدمۃ کتابہ،۔

المشتہر۔ احمد حسن عفی عنہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سید محمد نذیر سہسوانی

آپ کا اسم گرامی سید محمد نذیر بن سید نوازش علی فاضلی ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۷۰ھ میں ہوئی۔ سید امیر حسن محدث اور سید امیر احمد محدث سے سہسوان، دہلی، میرٹھ، آگرہ میں صرف نحو منطق حکمت ادب فقہ تفسیر و حدیث اصول و کلام حاصل کئے۔ ذکی اور سریع الفہم تھے۔ میور کالج آگرہ میں باضابطہ دستار بندی ہوئی۔ قوت مباحثہ و حاظر جوابی و استحضار علمی میں ممتاز تھے۔ چند رسائل مناظرہ آپ کی یادگار ہیں:

- رسالہ تلک عشرۃ کاملہ۔ سید امیر حسن کی براہین اثنا عشر کا جواب مولوی عبدالحق خیرآبادی نے لکھا تو اس کا جواب سید محمد نذیر نے فارسی میں لکھا اور آگرہ سے طبع کرایا۔
- براہین اثنا عشر رسالہ اردو جس میں انتصار الحق پر بارہ اعتراض لا جواب ہیں بتائید معیار الحق لکھا اور طبع ہو کر شائع ہوا۔
- مناظرہ احمد یہ اردو کیفیت مباحثہ شیخو پور جس میں مفصل حالات مناظرہ وتحریرات مولوی سید امیر احمد و مولوی عبدالقادر بن مولوی فضل رسول بدایونی مندرج ہیں۔ بتعداد کثیر طبع ہوئی۔

اس کے سوا اور بہت سے رسائل مطبوع غیر مطبوع آپ کی تالیف ہیں۔ چند سال قصبہ بسولی ضلع بدایوں میں بتعلق ملازمت مدرسہ قیام رہا۔ ۳۴ سال کی عمر میں ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۲ء) کو وطن میں وفات پائی۔

(حیاۃ العلماء۔ص ۱۰۷۔۱۰۸)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

براہین اثنا عشر

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم۔ الحمد للّٰہ ربّ العا لمین و الصّلوۃ و السّلام علی رسو لہ محمّد و آ لہ و اصحا بہ اجمعین ۔ اما بعد:

سید محمد نذیر سہسوانی کہتا ہے کہ ان ایام میں رسالہ انتصار الحق مصنفہ مولوی ارشاد حسین صاحب رام پوری کا ان اہل علم کے مطالعہ سے گذرا جو حقیقت میں عالم ہیں اور علوم مروجہ سے واقف، ان کا یہ قول ہے کہ مصنف انتصار الحق کو واقفیت علوم سے بخوبی نہیں اور نہ ان میں قابلیت جواب معیار الحق کی ہے، اور جو لوگ علم سے واقف نہیں اور نہ تحقیق مسائل دینیہ سے آشنائی رکھتے ہیں، مثل مولوی محمد علی مدرس مدرسہ منشی امو جان صاحب غفرہ اللہ اور حافظ یوسف نقاش اور اکذب الناس اور اجہل الجاہلین محمد شاہ پنجابی وغیرھم، وہ البتہ اس کتاب کو عصائے پیری سمجھ کر لا جواب سمجھتے ہیں اور اس کے مصنف کو عالم بے بدل تصور کرتے ہیں ۔ کاتب الحروف نے تنقیح میں اس امر کے ضروری جان کر صرف اوقات تحقیق اس امر میں مناسب جانا ۔ بعد تحقیق و تفتیش کے معلوم ہوا کہ قول اہل علم کا بجا ہے اور حقیقت میں مولوی صاحب موصوف کو لیاقت جواب معیار کی نہیں ۔ چنانچہ اس شخص پر جو مطالعہ کتاب مذکور سے مشرف ہوا ہو یہ بات مخفی نہیں اور میں چند دلائل اس بات کے پیش کرتا ہوں تا کہ دیکھنے والوں کو بصیرت حاصل ہو۔ اہل انصاف سے امید ہے کہ بنظر غائر اس تحریر کو ملاحظہ فرماویں اور جو کچھ کاتب الحروف نے دلائل ناواقفیت اور غیر قابل ہونے مصنف انتصار کے واسطے جواب معیار کے ترقیم کئے ہیں اس کو بھی بنظر انصاف دیکھیں ۔ انشاء اللہ تعالی ان کو کلام احقر کی تصدیق ہوگی ۔

اور قبل شروع مطلب کے اس امر کا جاننا بھی ضرور ہے کہ بعض اغلاط اہل علم سے بسبب غفلت اور نسیان وغیرھما کے صادر ہو جاتی ہیں ۔ اس میں کسی کو کلام نہیں لیکن بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے آدمی اہل علم کی نظر سے ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ صاحب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتصار الحق سے اسی قسم کی غلطیاں صادر ہوئی ہیں کہ وہ مبنی ان کے جہل پر ہیں۔ وہ اغلاط ایسے نہیں کہ علمائے باتمیز سے صادر ہوتے ہوں۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ مقصود راقم کا فقط یہی ہے کہ مصنف انتصار الحق کو لیاقت جواب معیار کی نہیں اور نہ یہ کتاب قابل تعریف، اس واسطے تمام کتاب سے تعرض نہ کیا گیا۔ البتہ چند اشخاص نے اس کتاب کے جواب لکھنے کا قصد کیا ہے، وہ تمام مطالب سے تعرض کریں گے اور نام ان صاحبوں کے اخیر اس تحریر میں مذکور ہوں گے۔ اور عبارت سہل وسلیس کو میں نے اس واسطے اختیار کیا ہے کہ جو آدمی بے علم ہو وہ بھی میری بات کو سمجھ لے۔

اب اصل مدعاکےء دلائل سنیں۔

☆ **پہلی دلیل**: او پر ناواقفیت اور جہل صاحب انتصار الحق کے یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷۵ میں لکھتے ہیں:

> یہ جو مؤلف معیار نے کہا ہے کہ حدیث قلتین کو تصحیح کیا ہے ابن ماجہ اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دار قطنی نے اور نقل کرتا ہے اس کو کبھی محلی مؤلفہ شیخ سلام اللہ سے اور کبھی بلوغ المرام شیخ ولی اللہ سے، اور کہتا ہے کہ امام طحاوی نے بھی صحت اس حدیث کی تسلیم کر لی ہے۔
>
> انتہی بلفظہ۔

دیکھو یہ شخص کیسا ناواقف ہے کہ بلوغ المرام کو کہ جس میں حدیث قلتین کی تصحیح کی گئی ہے، تصنیف شاہ ولی اللہ صاحب بتاتا ہے، حالانکہ سب اہل علم جانتے ہیں کہ بلوغ المرام تصنیف حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہے، نہ شاہ ولی اللہ۔ کلکتہ میں دو بار مطبوع ہو چکی ہے مترجم اور غیر مترجم، اور اس کا مختصر بھی مترجم لوگوں میں شائع ہے، اور اہل علم نے بھی اس پر شرحیں لکھی ہیں، اگر اتحاف النبلاء کو بھی یہ شخص دیکھتا تو ایسی بات نہ کہتا۔ یہ بات تو حافظ یوسف (نقاش) اور خواجہ ضیاء الدین صاحب اور محمد شاہ بھی نہ کہیں گے باوجودیکہ ان کو علم سے آشنائی نہیں، بلکہ محمد علی بھی اس کو جانتے ہوں گے۔

☆ **دوسری دلیل**: جہالت اور ناواقفیت صاحب انتصار الحق کی یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲۴ میں لکھتے ہیں:

> یہ قول امام رازی کا تفسیر نیشا پوری میں تحت تفسیر کریمہ اتخذوا احبار ھم .. الخ کے نقل کیا اور راقم الحروف نے تفسیر کبیر میں تحت آیت مذکورہ کے یہ قول نہ پایا۔ شاید کسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اورمحل میں امام رازی نے کہا ہوگا۔انتہی ۔

دیکھو یہ قول امام فخر الدین رازی کا جو صاحب تفسیر نیشا پوری نے نقل کیا ہے تفسیر کبیر میں اسی آیت کریمہ کے تحت میں شروع صفحہ میں موجود ہے ،معلوم نہیں کہ آنکھیں مصنف کی دیکھتے وقت کہاں پر تھیں۔اور اگر باوجود دیکھنے کے انکار کیا تو یہ بات نہایت خیانت اورکذب کی ہے اورشان مؤلف کی اس سے بلند ہے ،البتہ عذر قدیم یعنی جہالت اور ناواقفی مقبول خاطر اہل انصاف ہے۔اے اہل انصاف برائے خدا بلانفسانیت کہو جو شخص ایسا ناواقف ہواس کی بات پراعتماد کرنا اوراسکو اپنا پیشوا بنانا شان ایمان کے مخالف ہے یا موافق ،اورایسے شخص کو جو عالم بتاوے اوراس کی مثل دوسرے کو نہ سمجھے، وہ کیسا ہے۔

☆ تیسری دلیل : اوپر ناواقفی اور جہالت صاحب انتصارالحق کی یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۹۷ میں بحرالعلوم مولوی عبدالعلی پراعتراض کرتے ہیں حیث قال :

اور یہ جو بحرالعلوم نے فرمایا: الا ترى ان المتاخرين افتوا بتحليف الشهود اقامة له مقام التزكية على مذهب ابن ابى ليلى ۔ انتهى ۔معلوم نہیں کہ کون سے متاخرین نے تحلیف شہود پر قائم مقام تزکیہ کے کر کے فتوی دیا ہے۔کتب مستعملہ مذہب حنفی مثل ہدایہ اورشرح وقایہ اورقدوری اورکنز اورمنتقی اور درمختار اور شامی اورقاضی خان اور عالمگیری اور درر غرر اورقہستانی اورتاتارخانی وغیرہ ہر چند تلاش کیا گیا کہیں اثر اس کا نہ پایا بلکہ اکثر جگہ مخالف اس کے دیکھنے میں آیا ۔الخ۔

دیکھواس شخص کا تکبر کہ بحرالعلوم متاخرین سے تحلیف شہود کونقل کرتے ہیں اور یہ شخص ان کی تکذیب کرتا ہے۔اگر فقط بحرالعلوم یہ بات متاخرین سے نقل کرتے اور ہم کو کتب مروجہ میں یہ بات نہ ملتی تب بھی محل اعتراض نہ تھاچہ جائیکہ بحرالرائق میں موجود ہے :

و فى التهذيب للقلانسى و فى زماننا لما تعذرت التزكية لغلبة الفسق اختار القضاة كما اختاره ابن ابى الليلى استحلاف الشهود لغلبة الفتن ۔ انتهى ۔ قلت و لا يضعفه ما فى الكتب المعتمدة كا لخلاصة و البزازية من انه لا يمين على الشاهد لانه عند ظهور عدالته و الكلام عند خفائها

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خصو صاً فی زما ننا ان الشا ھد مجھو ل الحا ل و کذا المز کی غا لباً و المجھو ل لا یعرف بالمجھو ل ۔ انتھی

مقام غور ہے کہ صاحب رسالہ (انتصارالحق) اس قدر ناواقف ہے کہ چند کتابوں مقررہ کے نہ ہونے میں یہ مبالغہ کرتا ہے اور تکذیب بحر العلوم کی اپنے ذہن میں قرار دیتا ہے۔ اس کے اس جہل کو خیال کرنا چاہیے۔ اور درمختار میں بھی یہ مسئلہ بحر سے نقل کیا ہے چنانچہ صاحب درمختار کہتا ہے :

و فی البحر عن التھذ یب تحلیف الشھود فی زما ننا لتعذر التز کیة اذا المجھو ل لا یعرف المجھو ل و اقرہ المصنف ثم نقل عن الصیر فیة تفویضه للقا ضی قلت و لا تنس ما مرّ عن الا شباہ ۔

دیکھو کذب اور جہالت مؤلف انتصار کی کہ کتابوں کا نام لیا اور کہا ہر چند تلاش کیا گیا کہیں اثر اس کا نہ پایا۔ اگر درمختار کو بھی دیکھتا تو کبھی ایسا کلام نہ کرتا۔ اغلب یہ ہے کہ عمداً صاحب رسالہ یہ بات کہی ہے۔ غرض دونوں شقیں ہم کو مفید ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ وہم کرے کہ مؤلف نے اس واسطے درمختار کا نام لیا کہ اس کے مصنف کے نزدیک تحلیف شہود ناجائز ہے، تو ہم جواب دیں گے کہ مؤلف اس تقدیر پر یہ کبھی نہ لکھتا کہ ہر چند تلاش کیا گیا کہیں اثر اس کا نہ پایا، بلکہ یوں کہتا کہ یہ مسئلہ غلط ہے اور مفتی بہ نہیں، چنانچہ درمختار میں ہے و لا ینس ما مرّ من ا لا شباہ، یا مثل اس کے۔ اور شامی کا نام بھی اس مقام پر غلطی سے لیا

☆ چوتھی دلیل اوپر ناواقفیت اور جہالت صاحب انتصار کی یہ ہے کہ اسی صفحہ میں درمختار سے نقل کیا حیث قال :

قا ل فی الدر المختار فی کتا ب الشھا دا ت لو علم الشاھد ان القا ضی یحلفه و یعمل بالمنسو خ له الامتناع عن اداء الشھادة لا نه لا یلز مه ۔ انتھی ۔ بزازیہ

میں کہتا ہوں کہ یہ لکھنا مصنف انتصار کا محض غلط ہے ۔ کتاب الشہادات میں یہ ہرگز نہیں، اول سے آخر تک دیکھا گیا۔ اس مقام پر جس کا حوالہ صاحب انتصار نے دیا ہے یہ عبارت نہیں ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ کتاب الشہادات میں اصل مسئلہ موجود تھا وہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مولوی صاحب کونظر نہ پڑا اور ایک عبارت اپنی طرف سے بنا کر کتاب الشہادات کی طرف منسوب کردی، منشاء اس کا بجز کذب یا جہالت کے کوئی اور چیز نہیں ہوسکتی۔ و الثا نی ھو المتعین بحسن الظن بالمصنف و فیہ المطلوب

☆ پانچویں دلیل او پر ناواقفیت اور جہالت صاحب انتصار الحق کی یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۹۱ میں لکھتے ہیں :

اور جو مؤلف معیار نے کہا ہے کہ مبنی قول ابن صلاح کا قول امام الحرمین کا ہے، سراسر غلط ہے۔ امام الحرمین نے تو منع تقلید عوام کا واسطے صحابہ کرام کے مثل ابن صلاح کے قول کیا ہے اور اس منع کو محققین کی طرف منسوب کیا ہے، البتہ امام فخر الدین رازی اجماع محققین او پر اس منع کے نقل کرتے ہیں اور ابن صلاح منع تقلید غیر آئمہ اربعہ اس پر متفرع فرماتے ہیں، شائد مؤلف معیار نے لفظ قال الامام سے جو مذکور ہے مسلم میں امام الحرمین سمجھا اور بجہت قلت نظر اور شوق تخطیہ کے ناقل اجماع محققین کو نہ پہنچا قال العلامۃ السید السمہودی الشافعی فی العقد .. الخ ،

اقول بحول اللہ وقوتہ، یہاں سے جہل صاحب انتصار کا اہل علم پر کھل گیا کہ یہ صاحب ایسے ناواقف ہیں کہ جو کچھ کسی رسالہ میں دیکھتے ہیں یا کسی سے سن لیتے ہیں وہی ان کے نزدیک قول محقق ہے اور باوجود اس کے صاحب معیار پر، کہ علمائے محققین میں سے ہیں اور صدہا شاگردان کے مثل مصنف انتصار کیلئے افضل ان سے موجود ہیں، طعن اور تشنیع کرتے ہیں، بلکہ گستاخی سے پیش آتے ہیں۔ راقم الحروف اسی مقام پر واقفیت اور محققیت صاحب معیار ثابت کرتا ہے اور جہل اور ناواقفی صاحب انتصار سب اہل علم پر روشن کئے دیتا ہے۔

اے طالبین حق بگوش و ہوش سنو! کہ جناب رئیس المحدثین امام المحققین جناب مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب زید مجدہم نے لفظ امام سے جو عبارت مسلم میں ہے

قال الاما م اجمع المحققون علی منع العوا م من تقلید ا عیا ن الصحا بۃ الخ۔

فرمایا کہ مراد امام الحرمین ہیں اور صاحب انتصار نے کہا کہ یہ بات مبنی قلت نظر پر ہے اور مراد اس سے امام رازی ہیں۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ ایک بڑی دلیل جہل اور غفلت صاحب انتصار کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتب اصول سے ہے۔ دیکھو تقریر شرح تحریر ابن ہمام اور تیسیر شرح تحریر اور شرح تحریر بحر العلوم اور اعلام الا خیار اور مغتنم الحصول فی علم الاصول اور ... بشرح منہاج الاصول بیضاوی کہ ان کتب میں نام امام الحرمین یا برہان کہ تصنیف امام الحرمین کی اصول میں ہے بتصریح موجود ہے۔ شرح منہاج اور شرح تحریر بحر العلوم اور مغتنم میں بالتصریح قال امام الحرمین موجود ہے اور تقریر اور تیسیر اور اعلام الاخیار میں نقل الامام فی البرہان مذکور ہے۔ چنانچہ کاتب الحروف نے یہ سب کتابیں اپنی آنکھ سے دیکھ لیں اور بعض دیار ہند میں برہان امام الحرمین بھی موجود ہے، اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو اس میں زیادہ تفصیل کی جاتی۔ صاحب انتصار کو اپنے جہل پر نادم ہو جانا چاہیے کہ سہو دی کی تقلید پر شروح تحریر ابن ہمام کی طرف رجوع نہ کیا۔ سبحان اللہ! جس شخص کے جہل کا یہ حال ہو کہ تحقیق کو بے تحقیق بات قرار دے اور بے تحقیق بات کو تحقیق مقرر کرے وہ بلاشبہ مقابل مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب کا کیوں نہ بنے، اور اپنے آپ کو اعلم علماء کیونکر نہ قرار دے۔ یہی ایک دلیل واسطے مدعا ہمارے کے کافی ووافی ہے۔

☆ چھٹی دلیل اوپر ناواقفیت اور جہالت صاحب انتصار کی یہ ہے کہ اپنے آپ کو ملک المناظرین تصور کرتے ہیں اور صفحہ ۱۲ میں بڑی تطویل اس باب میں کی کہ

> صاحب معیار نے اپنے آپ کو مانع قرار دیا اور نقل پر منع وارد کی باوجودیکہ کتب مناظرہ میں تصریح ہے کہ نقل پر منع وارد نہیں ہوتی۔ اور اس قدر نہ سمجھے کہ صاحب معیار خود لکھتے ہیں، تو مانع کو اس قدر سند منع کی کافی ہے اور مدعی کو اثبات دعوی کا ساتھ دلیل قوی کے لازم ہے، حالانکہ جناب مؤلف نے دعوی لقاء ان چاروں صحابہ کا کسی دلیل اور بینہ سے ثابت نہیں کیا۔ انتہی

دیکھو اس عبارت میں صاحب معیار آپ کو مانع کہتا ہے اور مصنف تنویر کو مدعی اور آپ بمقتضائے کمال علمی کے صاحب تنویر کو ناقل قرار دیتے ہیں اور معنی مانع کے یہاں پر یہ ہیں کہ منع مجازی دو طرح پر ہوا کرتی ہے۔ ایک بمعنی تصحیح نقل اور دوسرے بمعنی طلب دلیل۔ چنانچہ رشیدیہ اور آداب باقیہ وغیرہ سے یہ امر ثابت ہے، اور یہاں پر بمعنی ثانی ہے۔ جس نے مطبوع رشیدیہ دیکھا ہوگا یا آداب باقیہ اس کے مطالعہ سے گذری ہوگی وہ اس بات کا ہرگز انکار نہ کرے گا۔ آپ نے جو اتنی تطویل لا طائل اس مقام پر کی اور مصنف معیار کو کسی طر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ح مانع نہ ٹھہرایا بجز جہالت کے کوئی عذر آپ کی طرف سے نہیں۔ ان کا کلام جو اردو میں تھا وہ بھی نہ سمجھ سکے، صاحب تنویر کو ناقل قرار دینا محض غلط ہے، اور جو آپ کی کلام میں مفاسد اس مقام پر ہیں اور ان سے آپ کی ناآشنائی علم مناظرہ سے ثابت ہوتی ہے اس کا ذکر کرنا اس مقام پر کہ اختصار ملحوظ ہے مناسب نہیں۔ حضرت عبارات کتب لکھنا اور مطالب نہ سمجھنا منافی علم ہے۔ اب ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں اس کو ارشاد فرمایئے اگر کوئی عیسائی یا رافضی کسی کتاب میں جو غیر معتبر ہو، یہ بات نکال دے کہ فلانی بات خلاف اہل اسلام یا اہل سنت کی فلاں کتاب میں موجود ہے، تو آپ اس کو تسلیم کریں گے یا فرماویں گے کہ یہ بات قابل قبول کے نہیں۔ جون سی شق مرکوز خاطر ہو اس کو لے لیجئے۔ آپ کے طریقہ پر اس نقل میں کلام کرنا ناجائز معلوم ہوتا ہے۔ جو جواب آپ اس نصرانی اور رافضی کو دیں گے، وہی جواب ہمارا ہے۔ اگر اہل مناظرہ کا یہ مطلب ہوتا جو آپ سمجھے ہیں تو اس کے غیر مسلّم ہونے میں کبھی کلام نہ ہوتا بلکہ وہ اہل مناظرہ ارباب جہالت میں معدود ہوتے۔ یہ آپ کی بے علمی کا ثمرہ ہے کہ مطلب کتب نہیں سمجھتے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنہ پاکان برد

اگر آپ اہل انصاف سے ہوتے تو منع مجازی کی دوسری قسم بیان کر کے کچھ تعرض فرماتے اور بغیر اس کے آپ کا کلام کچھ آپ کو مفید نہیں۔

☆ ساتویں دلیل اوپر ناواقفیت اور جہالت صاحب انتصار کے یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹ میں لکھتے ہیں:

وھکذا فی مختصر الاصول السید الشریف الجرجانی۔

حالانکہ مختصر الاصول سید شریف جرجانی کی تصنیف نہیں۔ لوگوں میں غلطی سے مشہور ہو گیا ہے اور اسی طرح چھاپنے والوں نے بھی غلط لکھ دیا ہے کہ یہ رسالہ میر سید شریف کا ہے، ملا علی قاری نے مرقاۃ میں لکھا ہے کہ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یہ رسالہ میر سید شریف کا نہیں اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے بھی صاحب تنزیہہ کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ رسالہ میر سید شریف کا نہیں ہے اور نہ ان کو ان علوم میں اس کا .... اور آپ نے ایک طرہ یہ کیا کہ اس کا اپنی طرف سے نام بھی بنا لیا۔ شاہ جہان آباد میں یہ بات مشہور ہے کہ یہ رسالہ تصنیف میر سید شریف کا نہیں... فلاں کا ہے جو اہل علم تھے۔ اور پیر مصنف انتصار کے وہ بھی یہی فرماتے تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ ثقات موجود ہے جنہوں نے شاہ عبدالغنی صاحب سے بلا واسطہ سنا ہے اور مختصر الاصول ایک کتاب اصول فقہ میں ابن حاجب کی مشہور ہے نہ کہ رسالہ مختصر الاصول اصول حدیث میں سید شریف جرجانی کا۔

☆ آٹھویں دلیل اوپر ناواقفیت اور جہالت صاحب انتصار الحق کی یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰ میں لکھتا ہے:

اور نقل مؤلف کی بیچ موضوعیت اس حدیث کے فوائد مجموعہ شوکانی سے تصحیح کو نہیں پہنچی، ہر چند تفحص کیا یہ حدیث راقم نے نہ پائی۔ چاہیے کہ مؤلف تصحیح نقل کرے۔ اور یہ لکھتے ہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ مؤلف نے شوکانی سے فقط یہ بات نقل کی ہے کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے، تو اولاً ہم کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے حدیث اطلبوا العلم ..الخ۔موضوعات میں شمار کیا، نہ طلب العلم ... الخ۔کوکمامرّ۔

میں کہتا ہوں کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ صاحب انتصار کچھ بھی نہیں سمجھتے جو ایسی بات کہتے ہیں۔خود اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱ میں نقل کرتے ہیں:

و فی المقا صد بز یادة فا ن طلب العلم فر یضة علی کل مسلم ۔ و قا ل ضعیف۔ بل قا ل ابن حبا ن با طل لا ا صل له و ذکره ابن الجوزی فی المو ضو عا ت و کذا نقل فی ا للآ لی من ابن حبا ن ۔

اس قدر نہیں سمجھتے کہ یہ وہی حدیث ہے بعض طرق میں کچھ لفظ زیادہ ہو گئے ہیں اور ابن جوزی نے اسی کو موضوعات میں لکھا ہے۔ یہ کہنا کہ حدیث طلب العلم ...اور ہے اور یہ اور مبنی غفلت پر ہے۔علل متناہیہ میں ابن جوزی نے اس حدیث کے سب طرق لکھتے ہیں ۔نویں طریق کے رد میں لکھتے ہیں:

و فی الطر یق التا سع احد ین ..... وانما هو احمد بن محمد بن ا لصلت.. قا ل الدا ر قطنی کا ن یضع الحد یث قا ل و لا یصح لا بی حنیفه سماع من انس و لا رؤیته و لم یلق ابو حنیفه ا حداً من الصحا بة ۔ انتهی ۔

بالجملہ اگر مصنفات ابن جوزی کی طرف رجوع کرتے تو ایسی غلط بات نہ لکھتے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

☆ نویں دلیل اوپر ناواقفیت اور جہالت صاحب انتصار کے یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۸ میں لکھتے ہیں :

بس یہ جو مؤلف معیار نے کہا کہ قائل اس کلام کے ایک تو شاہ ولی اللہ صاحب ہیں، پہلے تو یہ امر صریح غلط ہے کہ قول سدید میں شاہ ولی اللہ کہا، قول سدید مؤلف ہے عبد العظیم ابن ملا فروخ مکی کی نہ شاہ ولی اللہ صاحب کی۔ دیکھو اخیر قول سید میں کہا ہے قال جا معھا محمد عبد العظیم المکی الحنفی و بعد تعلیق ھذہ ا لا سطر بعدۃ سنین ظفرت فی اثنا ء المطا لعۃ ... الخ ۔اس کلام کی بعینہ وہ مثل ہے : چہ خوش گفت سعدی در زلیخا۔شائد مؤلف معیار نے کسی سے ...نام قول سدید کا سن لیا ہے اور نظر سے نہیں گذری ۔انتہی

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ایک دلیل ہے ناواقفیت اور بے علمی صاحب انتصار کی ہے اس لئے کہ قول سدید میں ابن محمد فروخ مکی کا حوالہ خود صاحب معیار لائے ہیں۔ صاحب معیار پر یہ بات مخفی نہیں ۔ دوسرا قول سدید جو شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف ہے اس سے صاحب انتصار بسبب بے علمی کے غافل ہے۔مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رجوم الشیاطین میں فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ یعنی تقلید کا شاہ ولی اللہ کی تصانیف میں بتفصیل موجود ہے مثل القول السدید فیما یتعلق بالتقلید ۔

☆ دسویں دلیل جہالت اور ناواقفی صاحب انتصار پر یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۲ میں فرماتے ہیں :

اور ثانیاً یہ کہ کلام دوسرا ملاعلی قاری کا جو رسالہ تشنیع فقہاء الحنفیہ میں کہ معروف ہے رسالہ رد قفال کر کے فرماتے ہیں کہ

قلنا لا یجوز للقا ضی ما قلتمو ہ بل یجب علیہ ضمان لتعیین مذ ھبٍ من ھذہ المذا ھب اما مذ ھب الشا فعی فی جمیع الوقا ئع و الفروع و اما مذ ھب ابی حنیفہ و غیر ھم و لیس لہ ان ینتحل من مذاھب الشا فعی فی بعض ما یھواہ و مذھب ابی حنیفہ فی البا قی ما یرْھاہ ، لا قا لوا جوزنا ذلک...... الی التحبط و الخروج عن الضبط و حا صلہ یر جع

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الی نفی التکا لیف لا ن مذ ھب الشا فعی لذا ؟ اقتضی تحر یم شیء و مذ ھب ابی حنیفه ابا حته ذلک الشیء بعینه و علی العکس فھو ان شاء ما ل الی الحل و ان شاء ما ل الی الحرا م فلا یتحقق الحل و الحرا م و فی ذلک اعدا م التکلیف و ابطال فا ئدته و استیصا ل قا عدته و ذلک با طل ۔ انتھی ۔منا فات صریح رکھتا ہے ساتھ کلام منقول شرح عین العلم کے،تو اگر محمل مذکور پر نہ محمول کرو اس کو تو یوں تطبیق کرو کہ کلام منقول شرح عین العلم ذکر کیا ہے، دلیل نہیں مذہب بعض علماء جو وہ تقلید علی التعین کو وا جب نہیں کہتے اور کلام رسالہ تشنیع الفقہاء جو ہم نے نقل کیا ہے مبنی ہے او پر تحقیق کے نزدیک ان کے۔

چنانچہ تفصیل اس کے ساتھ نقل کرنی پوری عبارت شرح عین العلم کی عنقریب ہوئی جاتی ہے اور تلبیس مؤلف معیار کی کما ینبغی کھلی جاتی ہے ۔اور یہی دونوں جواب ...الخ ۔ انتہی بلفظہ

میں کہتا ہوں کہ یہ کلام بھی بڑی پکی دلیل ہے مصنف انتصار کی جہالت پر اور برہان قوی ہے اس کی ضلالت پر، اس واسطے کہ یہ کلام ہی ملا علی قاری کا نہیں ہے بلکہ کلام امام الحرمین ہے جس شخص کو ذرا بھی علم ہوگا وہ ایسی بات نہ کہے گا۔صاحب رسالہ باوجودیکہ اپنے آپ کو اکابر علماء سے زائد سمجھتا ہے چنانچہ صاحب محلی شارح مؤطا کو پایہ علمی ثابت نہیں کرتا اور قدرت خدا یہ ہے کہ لفظ قال کے معنی خودنہیں جانتا جس کو ہدایت النحو اورشرح مأۃ عامل سے آشنائی ہوگی وہ بھی ایسی بات نہ کہے گا۔ و یجیء لھذا تفصیل ۔

☆ گیارھویں دلیل جہل اور ناواقفی صاحب انتصار پر یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۹۷ میں کہتا ہے :

معلوم نہیں کون سے متاخرین نے تحلیف شہود پر قائم مقام تزکیہ کے کر کے فتوی دیا ہے، کتب مستعملہ مذہب حنفی میں مثل ہدایہ اورشرح وقایہ اور قدوری اور کنز اور ملتقی اور درّ مختار اور شامی ...الی قولہ ... ہر چند تلاش کیا گیا لیکن اثر اس کا نہ پایا۔ انتہی

حالانکہ یہ قول : کہیں اثر اس کا نہ پایا ، کذب محض ہے ۔ درمختار میں کتاب الشہادات میں مرقوم ہے:

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

و فی البحر عن التهذیب تحلف الشهود فی زما ننا لتعذر التزکیة اذا المجهو ل و اقرّہ المصنف ثم نقل عن الصیر فیه؟؟ للقا ضی قلت و لا تنس ما مرّ من ا لا شباہ۔،

دیکھو اس جہالت کو کہ در مختار میں یہ مسئلہ موجود تھا، باوجود اس کے یہ کہنا کہ کہیں اثر اس کا نہ پایا بجز جہل یا کذب کے متصور نہیں۔ اشباہ والنظائر اور.. میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے اگر چہ اس میں علماء کو اختلاف ہے لیکن یہ کہنا کہ کہیں اثر اسکا نہ پایا، باوجودیکہ کہ چھاپہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ مسطور ہے، دلیل کمال جہل کی ہے۔ یہ امر اگر چہ تیسری دلیل میں تبعاً مذکور ہے لیکن بسبب صالح ہونے دلیل مستقل کے دوبارہ مستقلاً ذکر کیا۔

☆ بارھویں دلیل جہالت اور ناواقفیت مؤلف انتصار الحق پر یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹۸ میں لکھتے ہیں:

اور دلیل ثالث جو اجماع منقول خرافی سے لایا ہے جواب اسکا بوضاحت تمام پہلے ہو چکا ہے۔

...اور ہم کہتے ہیں کہ ملا علی قاری نے تشنیع الفقہاء الحنفیہ میں فرمایا ہے کہ نہ منع کرنا صحابہ کا مسلمانوں کو تقلید لاعلی التعین سے بجہت ضرورت عدم کفایت مذاہب مجتہدین صحابہ کے واسطے حوادث مستفتین کے تھا

کما قا ل قیل الیس فی عهد الصحا بة ر ضی الله تعا لی عنهم کا ن الوا حد من الناس مخیراً بین ان یا خذ فی بعض الوقا ئع بمذ هب الصدیق ا لا کبر و فی بعضها بمذ هب الفاروق قلت انما کا ن کذ لک لان ا صو ل الصحا بة لم یکن کا فیة لعا مة الوقا ئع ولا شا ملا ت لکا فة المسا ئل لانهم لم یتفرعوا التفریع التفا ریع و تمهیدا.. حصو ل و التفا صیل فلاجل الضرورة یحمل للمقلد ن اتباع الصدیق فی بعض الوقا ئع و اتباع الفارو ق فی بعضها و اما فی زما ننا فمذ هب الآ ئمة کا فیة لمعرو ف لکل فا نه ما من واقعة تقع ا لا و نجد ها فی مذ هب الشا فعی و غیره ا یضاً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ بارہ دلیلیں قطعی ہیں اثبات جہالت مولوی ارشاد حسین صاحب کے ۔..فقط۔
و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

☆ بے شک یہ امر واقعی ہے کہ مؤلف انتصار الحق کو لیاقت جواب لکھنے کی معیار کا نہ تھی بطور اختصار مؤلف براہین اثنا عشر نے بارہ دلائل قاطعہ مثبت مدعا پر اکتفا کی اس لئے راقم الحروف بھی یہاں زیادہ طول عرض نہیں کرتا صرف ایک دلیل اس امر پر لکھ دیتا ہے کہ مؤلف نے بوجہ اپنی بے لیاقتی کے خود تو نقول مندرجہ انتصار کو کتب منقول منہا سے نہیں برآمد کیا اور مویدین سے سن سنا کر جیسا کسی نے کہا اس کے اعتماد پر ان نقول کو درج کتاب کر دیا، اور وہ دلیل یہ ہے کہ صفحہ ۶۶ میں عبارت حاشیہ مولوی نظام الدین کو مؤلف انتصار نے نقل کر کے بڑے فخر سے مؤلف معیار کے قول کا جواب دیا ہے ۔راقم الحروف نے جو حاشیہ مذکور دیکھا تو جس طرح سے مؤلف مذکور نے وہ عبارت نقل کی ہے اس... نہ پائی ۔اب اس صورت حال سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ مولوی ارشاد حسین نے ملا نظام الدین کا حاشیہ نہیں دیکھا۔فقط راقم السطور۔محمد صدیق۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

متفرقات:

☆ ثنائی تحریر: درباره تقلید

مولانا اشرف علی تھانوی کا حملہ جماعت اہل حدیث پر

ہم بھی ہیں سینہ سپر قاتل لگا جو ہو سو ہو
آج دیکھیں کاٹ تیرے ابروئے خمدار کی

مولانا اشرف علی صاحب (مقیم تھانہ بھون) کو میں اس وقت سے جانتا ہوں جبکہ آپ جامع العلوم کانپور میں مدرس تھے اور مولود کی مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ دیو بندی خیال کے ہو گئے۔ اب تو آپ مشائخ زمانہ سے ہیں۔ بڑے عالم ہیں بڑے مصنف ہیں۔ مگر میں ابتدا سے ....دیکھتا رہا ہوں کہ آپ مسئلہ تقلید اور اہل حدیث کے متعلق جو کچھ فرماتے ہیں وہ محض سطحی ہوتا ہے۔ اہل حدیث سے آپ کو اتنا تنفر ہے کہ حافظ عزیز الدین صاحب مراد آبادی مصنف اکمل البیان آپ سے بیعت تھے۔ موصوف کے غیر مقلد ہونے کی خبر ممدوح کو جب پہنچی تو آپ نے ان کو بذریعہ خط اطلاع دی کہ چونکہ تم غیر مقلد ہو اس لئے میں اپنے سلسلہ بیعت سے تم کو خارج کرتا ہوں۔

خیر ہر شخص اپنا مخصوص نظریہ رکھ سکتا ہے۔ آپ نے رسالہ اقتصاد تصنیف کیا۔ اس میں بھی مسئلہ تقلید ایسے سطحی پیرائے میں لکھا کہ افراد اہل حدیث کے لئے باعث مسرت ہے۔ کیا مزے کی دلیل لکھتے ہیں کہ:

> شیر خوار بچے ماں باپ کی تقلید کر کے زبان سیکھتے ہیں تو ہم آئمہ فقہ کی تقلید کر کے دین کیوں نہ سیکھیں۔

ماشاء اللہ کیسی زبردست دلیل ہے..اس رسالہ کے جواب سے تو ہم رسالہ تقلید شخصی اور سلفی میں فارغ ہو چکے ہیں آج مولانا موصوف کی جس توجہ کا ذکر ہے وہ درج ذیل ہے۔

اخبار العدل نے لکھا ہے:

> نئے فرقوں کے حامی دین میں رخنہ اندازی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور قرآن عزیز کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آیات مبارکہ کا اپنی مرضی سے غلط ترجمہ شائع کر کے عوام کو گمراہ کرنے کے درپے ہیں ۔اسی سلسلہ میں خانقاہ اشرفیہ کے رسالہ النور کے تازہ پرچے سے ہم ذیل کا اقتباس نقل کرتے ہیں ۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل حدیث کا بالخصوص یہ مرغوب طریقہ ہے کہ وہ اپنے ڈھب کا غلط ترجمہ کر کے عوام کو گمراہ کریں ۔حضرت حکیم الامت مدظلہ العالی سے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر فقہاء نہ ہوتے تو ہم سب بھٹکتے پھرتے ۔ وہ حضرات تمام دین کو مدون فرما گئے ۔حضور (اشرف علی) نے ارشاد فرمایا . واقعی اندھیر ہوتا۔ یہ غیر مقلد اجتہاد کے بڑے مدعی ہیں ۔ ہر شخص ان میں کا اپنے کو مجتہد خیال کرتا ہے ۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اس کے موازنہ کی آسان صورت یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے تم بھی استنباط کرو ۔ان مسائل کو فقہا کی کتابوں میں تم نے نہ دیکھے ہوں ۔ پھر فقہاء کے استنباط کئے ہوئے ان ہی مسائل سے موازنہ کرو ۔معلوم ہو جائے گا کہ کیا فرق ہے ۔ کام کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کام کس طرح ہوتا ہے ۔فرمایا کہ یہ غیر مقلدی نہائت خطرناک چیز ہے ۔اس کا انجام سرکشی اور بزرگوں کی شان میں گستاخی یہ اس کا اولین قدم ہے ۔ اس سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص دہلی آیا تھا ۔اس وقت دہلی میں گورنمنٹ نے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی ممانعت کردی تھی ۔ بہت جھگڑے اور فساد ہو چکے تھے ۔اس شخص کی کوشش سے وعظ کی بندش ٹوٹ گئی ۔ اس نے خود وعظ کہنا شروع کیا ۔اس کا عقیدہ تھا کہ نماز تو فرض ہے مگر وقت شرط نہیں ۔ میں نے بھی اس کا وعظ سنا تھا ۔ بڑا اپکا اور کٹر غیر مقلد تھا ۔ وعظ میں کہا تھا و جعلنا من بين ايديهم سداً و من خلفهم سداً فاغشينا هم فهم لا يبصرون (يسين :۹)(کردی ہم نے ان آگے اور ان کے پیچھے آڑ پس ڈھانپ دیا ہم نے ان کو سو وہ نہیں دیکھتے) اور یہ ترجمہ کیا تھا کہ: کردی ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار یعنی صرف کی ۔ اور پیچھے ایک دیوار یعنی نحو کی اور چھپا لیا ہم نے ان کو یعنی منطق سے ۔ پس ہو گئے وہ اندھے یعنی ان علوم میں پڑ کر حقیقت سے بے خبر ہو گئے ۔

غرض صرف ونحو و منطق کو بدعت کہتا تھا ۔مگر ایک جماعت اس کے ساتھ اور اس کی ہم عقیدہ ہو گئی تھی (یہ فقرہ بھی بڑھا دیتے کہ وہ جماعت غیر مقلدین کی تھی ۔تو وضاحت ہو جاتی ۔ ورنہ اب تو شک رہا کہ شائد وہ شخص اور اس کی جماعت حنفی ہوں) ۔ یہ حالت ہے عوام کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان پر بھروسہ کر کے کسی کام کو کرنا سخت نادانی اور غفلت کی بات ہے۔ان کے نہ عقائد کا اعتبار اور نہ مخالفت کا اعتبار۔ جو جی میں آیا کرلیا۔جس کے چاہے معتقد ہو گئے۔ دہلی جیسی جگہ کہ وہ اہل علم کا گھر ہے۔ بڑے بڑے علماء صلحا بندگان دین کا مرکز رہا ہے۔مگر جہالت کا پھر بھی بازار گرم اور کھلا ہوا ہے۔کسی کا کیا اعتبار کیا جائے۔ وقت پر حقیقت کھلتی ہے۔ جب کوئی کام آ کر پڑتا ہے یا ایسا کوئی رہزن دین کا ڈاکو گمراہ کرنے کھڑا ہو جاتا۔ ہزاروں برساتی مینڈک کی طرح نکل کر ساتھ ہو لیتے ہیں۔

(العدل یکم اگست ۱۹۳۴ء)۔

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں:

ناظرین! غور فرمائیے اتنے بڑے عالم اتنے بڑے شیخ طریقت اور طریق کلام یہ جس کا ایک ایک فقرہ نظری قابل بحث بلکہ لائق تردید ہے۔کیا آپ کا فرض نہ تھا کہ جس شخص کے وعظ سے آپ اتنا بڑا استدلال کرتے ہیں کہ سارے فرقہ اہل حدیث کو اس سے آلودہ کرتے ہیں اس کی شخصیت بتاتے اس کی علمیت کا پتہ دیتے۔فرقہ اہل حدیث میں اس کی قبولیت کا ثبوت دیتے۔ پھر کہتے کہ یہ لوگ ایسے ہیں۔اس کے مقابلے میں بھی ہم بھی ایک معتبر حنفی مفسر کی تفسیر کے حوالہ سے قصہ سنا کر ساری حنفی جماعت پر چسپاں کریں تو کیا ہمارا یہ فعل صحیح ہوگا۔ واللہ ہرگز نہیں۔قصہ مذکور یہ ہے:

مولانا عبدالحقؒ مصنف تفسیر حقانی اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ایک مداری (غالبًا پیر وفقیر ماننے والہ حنفی تھا) تماشا کرتے ہوئے کہتا تھا بھائیو! آمنت باللّٰہ بی بی آمنت کا ایک بلا تھا و ملائکتہ اس نے اس کی ملائی کھالی و کتبہ اس نے اسے کتوں سے پڑوادیا و رسلہ اور رسیوں سے باندھا۔

کیا ہم بھی بمشورہ شیخ سعدیؒ: بیا لائد ہمہ گاوان دہ را سارے حنفی فرقہ کو اس مداری سے ملا دیں۔ خدا ہم سے ایسا نہ کروائے۔ خیر یہ تو ایک جاہل کا مقابلہ دوسرے جاہل سے ہے۔اب ہم ایک عالم مفسر قرآن کی تفسیر آپ کو سناتے ہیں۔ وہ بھی اسی دلی میں رہنے والہ اور انہی اکابر علما میں داخل تھا جن کا آپ نے ذکر کیا ہے۔آپ تفسیر حسینی کے مصنف علامہ حسین کو جانتے ہوں گے وہ آیت یوم تدعوا کلّ اناس باماھم میں فرماتے ہیں گفتہ شود یا حنفی یا شافعی یعنی اس آئت میں جو ذکر ہے کہ قیامت کے روز ہر آدمی کو اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے امام کے نام سے بلایا جائے گا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر آدمی کو حنفی شافعی کہہ کر بلایا جائے گا۔ فاضل مفسر کو اثبات تقلید میں یہ خیال نہ رہا کہ ہر آدمی کے کلیہ میں کلیان سنگھ، رام دتا مل بھی داخل ہیں۔ کیا ان کو بھی یا حنفی، یا شافعی کہا جائے گا۔

اب ہم اصل مضمون کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ کلامی اصطلاح میں اس مضمون کا نام رکھنے میں ہمیں دقت معلوم ہوتی ہے کہ اس کا نام برہان رکھیں، خطاب رکھیں، جدل کہیں، یا اس کا نام شعر، تجویز کریں ... ہاں اس مقابلے کے لئے تیار ہیں مگر یہ کیا بات ہے کہ وہی مسائل ہم بتائیں جو پہلے فقہا نے بتائے ہیں۔ بلکہ اصل مقابلہ یہ ہے کہ زمانہ حال کی ضروریات میں سے چند مسائل (مثلاً ارسال زر بذریعہ منی آرڈر وغیرہ) فریقین کے سامنے پیش کر کے پوچھا جائے کہ ان مسائل کس جواب قرآن و حدیث سے استنباط کرو۔ اہل حدیث قرآن و حدیث سے کریں گے اور مولدین اقوال فقہا سے بتادیں گے۔ بالمشافہ بیٹھ کر دونوں فریق لکھیں گے۔ مولانا تھانوی خود تکلیف نہ فرماسکیں تو علامہ عدلی یا علامہ عصری کو مقرر فرماسکتے ہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۳۔۴)

☆ جناب یحیٰ نعمانی در بارہ تقلید و اجتہاد

جناب یحیٰ نعمانی ماہنامہ الفرقان میں لکھتے ہیں:

ہمارے ایک قاری مولانا احمد نبی صاحب نے گزشتہ شمارے میں ایک مضمون کے بارے میں سوالات کئے ہیں۔ ان کا خط طویل ہے۔ اختصار کے ساتھ ذیل میں پہلے وہ خط دیا جارہا ہے اور پھر کچھ اس میں کئے گئے سوالات پر کچھ وضاحتی جواب بھی۔

ہمارے محترم قاری صاحب لکھتے ہیں:

جون (۲۰۰۱ء) کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ آپ کا مضمون مسلکی اختلاف کو جنگ مت بنایئے کئی بار پڑھا۔ اس مضمون کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں:

آپ نے اپنے اس مضمون میں تحریر فرمایا ہے کہ .مسلک اہل حدیث سے ہمارے بزرگوں کا کوئی اصولی و بنیادی اختلاف نہیں . یہ بات ذرا کھٹکی۔ اس لئے کہ جو قیاس و اجماع کا منکر ہو اور جس کے نزدیک اس زمانے میں تقلید واجب نہ ہو اس سے ہمارے بزرگوں کا اختلاف اصولی کیسے نہیں ہوگا؟ ان اصولی اور بنیادی چیزوں کے اختلاف کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم کن اختلافات کے دائرہ میں لاسکیں گے؟..آپ نے بار بار مسلمانوں کے نازک حالات کی دہائی دی ہے اور اتحاد و اتفاق کی اہمیت پر زور دیا ہے۔لیکن حالات کی نزاکت کے پیش نظر کیا ہم ایک گمراہ فرقے کا رد چھوڑ دیں؟..ہم کیا کریں؟ کیسے اپنے مسلک اور کیسے اپنے اکابر کا دفاع کریں...والسلام

جواب۔ جہاں تک راقم سطور نے غور کیا ہے اہل حدیث مکتب فکر سے علماء احناف کا اختلاف خالص جزوی اور فرعی ہے، اصولی نہیں، ایسا اختلاف صحابہ کے دور سے لے کر آج تک ہر زمانے کے علماحق اور اہل سنت میں رہا ہے۔اس اختلاف کی نوعیت ایسی بنیادی نہیں ہے کہ اس کو انگیز نہیں کیا جا سکتا۔کسی حلقے کے کچھ افراد کا رویہ غلط ہونا اور چیز ہے اور کسی مکتب فکر کا بنیادی طور پر غلط اور گمراہ کن ہونا اور چیز ہے۔

اس کم علم کے نزدیک یہ بات شائد صحیح نہیں ہے کہ یہ اختلاف اس لئے اصولی ہے کہ اہل حدیث حضرات اجماع اور قیاس کے منکر ہیں اور اسی بنا پر جماعت اہل حدیث ایک گمراہ جماعت ہے۔

اس مسئلہ پر غور کرنے سے پہلے ایک بات یہ صاف ہونی چاہیے کہ کونسا اختلاف ہوتا ہے جو اصولی کہلاتا ہے اور اس میں ایک فریق گمراہ اور راہ حق سے قطعاً ہٹا ہوا ہوتا ہے؟ جب کسی ایسی واضح اور یقینی مسئلہ میں اختلاف ہو جس میں قرآن وسنت کے ناقابل تاویل یقینی نصوص ہوں (یا جن میں تاویل صرف سینہ زوری سے ہی کی جاسکتی ہو) اور صحابہ کرام اور سلف صالحین وآئمہ دین کا اس سلسلہ میں اختلاف نہ ہو، تو اس کو اصولی اور بنیادی اختلاف کہا جا سکتا ہے۔اس کے علاوہ جتنے اختلافات ہوں گے وہ سب فروعی اور جزوی ہوں گے چاہے کسی فریق کی غلطی ہمارے لئے کتنی ہی واضح اور یقینی کیوں نہ ہو۔

اس مسئلہ کا ذہن میں صاف ہونا بہت ضروری ہے۔ ہر اختلاف اصولی نہیں ہوا کرتا، چاہے ہمیں اپنے موقف کی صحت پر کیسا ہی یقین کیوں نہ ہو۔

پھر سچی بات یہ ہے کہ اہل حدیث اجماع اور قیاس کی حجیت کے منکر نہیں ہیں۔ آپ براہ راست اہل حدیث علماء سے دریافت کرلیں وہ اجماع اور قیاس کی حجیت کے قائل ملیں گے۔اسی طرح علامہ شوکانی اور مولانا نواب صدیق حسن صاحب کی اصول فقہ کی کتابیں دیکھ لیں وہ دونوں اجماع و قیاس کی حجیت کے قائل ہیں۔مزید عرب ممالک میں جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نئی کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور اہل حدیث حضرات کے مدارس میں داخل ہیں ان میں بھی ان دونوں اصولوں کا تذکرہ بحیثیت مصادر تشریع کے ملتا ہے۔ اہل علم کے لئے یہ اشارہ بھی مناسب ہوگا کہ یہ کتابیں بنیادی طور پر متکلمین اور شوافع کے طرز پر ہوا کرتی ہیں۔

پھر ایک علمی حقیقت یہ بھی ہے کہ اجماع اور قیاس دونوں براہ راست دلیل شرعی نہیں ہیں۔ امت کے علماء کا اتفاق خود شارع نہیں ہے بلکہ چونکہ امت بحیثیت مجموعی غلطی نہیں کر سکتی، اس لئے یہ اتفاق واجماع مقصود شریعت کو جاننے کا ایک یقینی ذریعہ ہے۔ اس طرح قیاس بھی قرآن وسنت کے احکام کو وسیع تر تناظر میں دیکھنے اور اس کے بالواسطہ مدلول کو سمجھنے کا نام ہے۔ اس لئے یہ دونوں (اجماع وقیاس) قرآن وسنت ہی کے ذیل میں آجاتے ہیں۔ اصل بنیاد قرآن وسنت ہیں۔ ان میں سے کسی کا انکار کرنے والا یقیناً گمراہ ہے۔

ہاں اگر کچھ عملی مثالیں ہمارے نزدیک اس کی ہیں کہ فلاں فلاں مسائل میں یہ حضرات ہمارے نزدیک اجماع کے خلاف رائے رکھتے ہیں، یا قیاس کے حکم کو نہیں مانتے تو اہل علم جانتے ہیں کہ وہ ان مسائل میں اجماع امت ہونے کے ہی منکر ہیں۔ یا کچھ اور تاویل کرتے ہیں، یا اس قیاس کے بجائے کسی اور قیاس یا کسی اور دلیل شرعی کو بنیاد بناتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کو منکر اجماع / منکر قیاس کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ احناف کو کوئی اس لئے منکر حدیث کہے کہ وہ اس کے نزدیک بعض مسائل میں فلاں فلاں حدیثوں کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح کئی ایسے مسائل ہیں کہ بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہ کی رائے کو اجماع کیخلاف کہا ہے۔ ابن المنذر کی کتاب الاجماع میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

پھر ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا قیاس کو دلیل شرعی نہ ماننے والے کو ہم ایک اجتہادی غلطی کرنے والا نہیں مان سکتے؟ کیا ہم ابن حزم اور سارے ظاہری فقہا کو انکار کی پاداش میں گمراہ اور اہل سنت سے خارج کر دیں گے؟ اہل علم تو اس سے بھی اچی طرح واقف ہیں کہ ہماری اصول فقہ کی کتابوں میں اس بات میں اختلاف ہے کہ امہات عقائد اور ضروریات دین کے علاوہ کسی فقہی مسئلہ میں کبھی اجماع ہوا بھی ہے؟ بعض حضرات علماء تو اس کو ایک علمی عنقا ہی کہتے ہیں، دیگر بعض حضرات اجماع سکوتی کو اجماع مانتے ہیں بعض اس کے منکر ہیں۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا تقلید شخصی نہ کرنے والا گمراہ ہو جائے گا؟ اس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جواب میں ذرا مسئلہ تقلید و اجتہاد پر اصول فقہ کی کتابیں اگر دیکھی جائیں اور خاص طور پر رد المختار (شامی) کا مقدمہ تو اندازہ ہوگا کہ تقلید شخصی اور التزام مذہب کے بارے میں یہ شدت آخری دور کی پیداوار ہے۔ شامی نے تو مختلف مسالک پر بیک وقت عمل کرنے تک کی گنجائش رکھی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عالم علماء دیو بند کے نزدیک اس دور فتن میں جب کی اتباع ہوای عام ہے تقلید شخصی ضروری ہے۔ مگر ہم کو منصوص اور یقینی طور پر ثابت مسائل کو ایک درجہ پر نہیں رکھنا چاہیے جن کی بنیاد ہماری رائے کے مطابق کسی مصلحت پر ہو۔ یہ تفقہ کی ایک اہم شرط ہے کہ احکام کے درجات الگ الگ رکھے جائیں، ہماری مصلحت پر مبنی رائے سے کوئی دوسرا شخص اختلاف کرے اور اس کے ذہن میں کوئی اور مصلحت ہو تو ہم کو اس کا حق دینا چاہیے، ایسی صورت میں ایک موقف پر بیجا اصرار اور شدت دوسری طرف غلو اور شدت پیدا کرتا ہے۔ اور غلو ان چیزوں میں ہے جو اتحاد و اتفاق کے امکانات کو قتل کر دیتی ہیں۔

مسلک دیو بند اور اہل حدیث حلقے کے وہ حضرات جو واقعی اہل علم ہیں اور جن کو ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی علمی و دینی تاریخ سے واقفیت ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہ کو سلسلہ تجدید دین کی ایک اہم شخصیت جانتے ہیں۔ دونوں ان کی علمی و دینی امامت کے قائل ہیں۔ سچی حقیقت اور انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک تقلید اور علماء راسخین کے لئے براہ راست اجتہاد اور کتاب و سنت اور صحابہ و تابعین کے فتاوی کی اتباع دونوں کی گنجائش ہے۔ وہ دونوں طریقوں میں ایک اعتدال پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ایک طرف وہ اپنی تصانیف میں علماء کو کسی نہ کسی درجے میں اجتہاد اور فقہا کی تخریجات پر کتاب و سنت کی روشنی میں غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور تقلید جامد کی مخالفت کرتے ہیں دوسری طرف مذاہب اربعہ کی تقلید کی اندھا دھند مخالفت کو بھی وہ جہالت سمجھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ میں اسباب اختلاف الفقہا کا باب۔ نیز عقد الجید اور تفہیمات کے بعض حصے) خود ان کا طرز یہ ہے کہ وہ بعض مسائل میں فقہ حنفی کے خلاف رائے رکھتے ہے اگرچہ ذاتی طور پر وہ عملاً حنفی ہی تھے۔

ہر زمانہ میں راسخ العلم علماء کا رویہ یہی رہا ہے اس طرح کے اجتہادی مسائل میں ان کا ذاتی میلان کسی قدر ایک طرف ہوسکتا ہے مگر پھر بھی وہ اعتدال کے رشتے کو نہیں چھوڑتے اور دونوں نقطہ ہائے نظر کو قریب رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شیخ ابن عربی کا حلقہ دیو بند میں جو مقام ہے اس سے کون ناواقف ہوگا۔ وہ بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ظاہری مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اور قیاس کے علی الاعلان انکار کے ساتھ ساتھ اجتہاد اور عدم تقلید کے بھی داعی ۔ اور خود بھی مسالک اربعہ کی تقلید سے آزاد ۔ حالانکہ وہ زمانہ تقلید کا زمانہ تھا ۔ تصوف اور وحدت الوجودی مضامین کے بیان نے ان کو جو مقام دیا ہے عدم تقلید، ظاہریت ،اور انکار قیاس اس کو کم نہیں کر سکے ۔

.... اصل اہل حدیث مسلک اور اس انتہا پسندانہ رجحان میں تفریق کرنے کی ضرورت ہے ۔ قرآن کی تعلیم تو ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم دشمنوں اور کافروں کے ساتھ بھی انصاف کریں ۔ قرآن مجید نے اہل کتاب کے جرائم کی فہرست گنائی ۔ ان کی بے ایمانیاں انبیاء کا قتل، اللہ سے غداری، عہد کی پامالی ، اور ظلم کے جرائم گنانے کے بعد یہ بھی کہا کہ اس سب کے باوجود وہ سب ایک جیسے نہیں ہیں ۔ ان میں ایک بڑی تعداد نہائت خدا ترس پارسا اور عبادت گذار ہے ۔ نیکیوں کی طرف سبقت کرتی ہے اور اچھائیوں کے فروغ کی کوشش کرتی ہے ۔ اور وہ یقیناً صالحین میں سے ہے ۔ ان کے کفر کے باوجود ان کے اچھے کاموں کا انکار نہیں کیا جائے گا ۔ (آل عمران ۱۱۳ ۔ ۱۱۵) اس طرح قرآن نے انصاف، حقیقت پسندی اور اعتدال کا ایک نمونہ قائم کیا ہے ۔ پھر جب معاملہ کسی صاحب ایمان جماعت کا ہو تو اس کے ساتھ انصاف اس کی خوبیوں اور اس کے اہل حق وعدل کا اعتراف کتنا ضروری ہوگا ؟

کسی شخص کی مذمت ایک نازک شرعی مسئلہ ہے اگر اس مذمت میں دینی پہلو بھی ہو تو وہ اور مزید خطرناک بات ہے ۔ پھر کسی دینی جماعت کو جس کے اپنے علماء ہوں ۔ جس کی دینی خدمات کی ایک تاریخ ہو اور جس کے متبعین کی ایک جماعت ہو تو اس کو گمراہ کہنا یا اصول دین سے منحرف بتلانا بہت ہی نازک بات ہے ۔

(ماہنامہ الفرقان لکھنو ۔ جولائی ۲۰۰۱ء ۔ ص ۲۵ تا ۳۰)

☆☆☆

والحمد للّٰہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً و الصّلوۃ و السّلام علی سیّدنا و مولانا محمّد و علی آلہ و صحبہ اجمعین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاریخ اہل حدیث ،اکابرین کی نظر میں

☆ **علامہ ابن احمد نقوی دہلی** ،تاریخ اہلحدیث جلد دوم پر یوں تبصرہ کناں ہیں:

تاریخ اہل حدیث کی یہ دوسری جلد ہے اس سے قبل اس کی پہلی جلد جو اسی قدر ضخیم تھی ڈاکٹر بہاء الدین نے مرتب کی اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے اسے شائع کیا۔ اب یہ اس منزل کی طرف گویا دوسرا قدم ہے اور کئی ایسے اہم قدم اس سمت میں اٹھائے جا سکیں گے تاکہ قدسیوں کی داستان کا یہ قافلہ اپنی منزل پر پہنچ جائے۔

جن اہل علم کی تاریخ اہل حدیث پر نظر ہے وہ اس دردناک حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں کہ آج ہم جس تاریخ کو پڑھ رہے ہیں اور جن سرفروشان تحریک تمسک بالقرآن و الحدیث کے کارناموں سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں یہ ساری تاریخ خاک وخون، ابتلاء و آزمائش، دار ورسن، اور قید و بند کی دلگداز، اور دل خراش داستان ہے۔ یہ داستان اس دور کی ہے جب اخراج الوھابیین عن المساجد کا دور تھا اور اللہ کے متقی بندوں کو اللہ کے گھر میں محض اس لئے داخل نہیں ہونے دیا جاتا تھا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرتے تھے۔ اگر مفسدوں کی عقابی نگاہوں سے بچ کر کوئی موحد مسجد میں آ گیا تو اسے جبراً مسجد سے نکال دیا جاتا تھا اور اگر کسی نے کسی طرح مسجد میں نماز پڑھ لی تو سمجھا جاتا تھا کہ مسجد نجس ہوگئی اور باقاعدہ اسے غسل دیا جاتا تھا۔ اللہ کی رحمتیں ہوں ہمارے ان بزرگوں پر جنہوں نے تحقیر، تعزیز، تہدید و تعصب اور تشدد کو برداشت کیا لیکن راہ حق سے منہ نہیں پھیرا۔ اسیر بلا ہوئے لیکن ثابت قدم رہے پھانسی کے پھندے تک پہنچے مگر چٹان کی طرح عقیدہ توحید خالص پر ڈٹے رہے۔ آج ان کی قربانیاں ہمارے لئے سرمایہ افتخار ہیں اور عزیمت کی یہ داستانیں ہمیں بھی عزم وعزیمت کا سبق دے رہی ہیں۔ یہ وہ چراغ سعادت تھے جو ظلمات باطل میں نور صداقت پھیلاتے رہے، خود شہید ہوئے پر ہمیں زندگی کی توانائیاں اور ایمان کی حرارت عطا کر گئے۔ وہ کل بھی زندہ تھے، آج بھی زندہ ہیں، و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء کے مطابق آئندہ بھی زندہ رہیں گے۔ ہماری تاریخ میں، ہمارے دلوں میں، ہمارے خیالوں میں زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آج برصغیر ہندو پاک بنگلہ دیش میں مسلمانوں کی مجموعی آبادی ۵۰ کروڑ کے قریب ہے۔ان میں دس کروڑ فرزندان توحید خالص ضرور ہونگے۔ یہ اتنی بڑی تعداد خاک وخون کے صحرا وسمندر سے گزر کر آئی ہے۔ یہ طائفہ شہداء وصدیقین، صدیوں کی طویل ریاضت اور امتحان کے بعد نمایاں ہوا ہے۔لہذا اس طائفہ قدسی کی داستان حشر انگیز بھی ہے اور جنون انگیز بھی، یہ خون جگر سے لکھی ہوئی داستان ہے، جسے اشک خونین سے تر آنکھوں سے پڑھنا چاہیے

تاریخ اہل حدیث کے اس دوسرے حصہ کا آغاز سندھ میں محمد بن قاسم کی آمد سے ہوتا ہے۔اس عنوان کے تحت اس علاقہ کے جغرافیائی حالات بھی آ گئے ہیں۔ دور فاروقی سے لے کر مختلف ادوار میں اہل حدیثوں کا تذکرہ بھی ہے جو مختصر مگر معلوماتی ہے۔ پھر فقہی مذاہب کی ترویج اوراس کے بعدان علماء کا تذکرہ ہے جنہوں نے اس دور ظلمت میں بھی سنت کا چراغ روشن رکھا۔ پھر تکفیری مہم اور تحریف کی داستان ہے۔مباحث اور مقدمات کی تفصیل ہے۔مقدمات کے فیصلوں کی نقل، جو انگریزی میں ہے، بڑی تفصیل سے درج کی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب ایک ایسی ہمہ جہت دستاویز بن گئی ہے جس میں تاریخ بھی ہے، جغرافیہ بھی، ایمان وعقیدہ بھی، بحث ونظر بھی،اور عدالتی کاروائی بھی۔ جو قاری جس عنوان میں دلچسپی رکھتا ہواس کے لئے بھر پور مواد ہے۔اس قاموسی انداز نے اسے بڑا وقیع بنا دیا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک شخص جو خرابی صحت کا شکار ہے کس طرح اور کس کامیابی سے اس ہفت خوان سے گذرا ہے۔ سچ ہے عزم صمیم اور طلب صادق ہو تو دشواریاں سدراہ نہیں ہوتیں۔

کتاب میں عبرت وموعظت کی بڑی دل گداز داستانیں ہیں۔خواجہ نظام الدین اولیاء کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ حدیثوں پر عمل کرتے تھے۔ سلطان غیاث الدین تغلق کے دربار میں سماع کے بارے میں علماء کا جو مناظرہ ہوا، اس میں خواجہ صاحب نے السّماع لاهله کو حدیث کے طور پر پیش کیا، حالانکہ یہ امام غزالی کا قول ہے۔اور خواجہ نظام الدین اولیاء کے حریفوں نے ماننے سے انکار کر دیا کہ حدیث نہیں فقہ سے دلیل پیش کرو۔خواجہ صاحب کو بڑی غیرت ہوئی کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو حدیث کو بھی اہمیت نہیں دیتے اوراس پر انہوں نے بڑے قلق کا اظہار کیا۔لیکن خود خواجہ نظام الدین اولیاء سجدہ تعظیمی کو روا رکھتے تھے۔ایک بار بغداد سے کوئی عالم ان سے ملنے آیا ہوا تھا وہ اس سے محو گفتگو تھے کہ ایک مرید آیا اوراس نے خواجہ صاحب کو سجدہ کیا۔ وہ بغدادی عالم چیخ اٹھا، ایسا مت کر شریعت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ خواجہ نظام الدین نے کہا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ مجھے سجدہ کریں لیکن میں نے اپنے مرشد شیخ فریدالدین گنج شکر کو دیکھا ہے کہ ان کے مریدانہیں سجدہ تعظیمی کرتے ہیں لہذا میں اپنے مریدوں کو منع نہیں کرسکتا۔ دیکھئے سماع کے جواز میں تو خواجہ صاحب کو موضوع حدیث یاد آ گئی لیکن سجدہ کے بارے میں صحیح حدیث لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق یاد نہیں آئی۔ اور اپنے مرشد کی مشرکانہ طریقت کو شریعت پر ترجیح دیتے رہے۔ قاضی ضیاء الدین نے اپنی علالت کے دوران خواجہ نظام الدین کو عیادت کے لئے آنے کی اجازت نہیں کہ میں آخر وقت میں ایک بدعتی سے ملنا نہیں چاہتا کیونکہ وہ سماع کے قائل ہیں۔ کاش قاضی رحمۃ اللہ علیہ اس پر بھی گرفت کرتے کہ خواجہ نظام الدین سجدہ تعظیمی پر عمل کرتے ہیں جو شرک ہے۔ بدعت کے مقابلے میں شرک کہیں زیادہ ہولناک ہوتا ہے۔ انّ الشّرك لظلم عظیم

شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی حنفی تھے لیکن فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ فقہ کی بندش سے بچنے کے لئے شیخ گرامی مرتبت خود امامت کرتے تھے کیونکہ بطور مقتدی انہیں فاتحہ خلف الامام کی اجازت نہ تھی۔ (دیکھئے۔ تاریخ اہل حدیث جلد دوم۔ ص ۲۳۳)

دیوبند سے جاری ایک فتوی دیکھئے: سوال: جو شخص آئمہ اربعہ میں سے کسی کا مقلد نہ ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ ایسے شخص کی امامت فی نفسہ تو جائز ہے لیکن ان کے بعض افعال ایسے ہیں جو مفسد صلوۃ ہیں، مثلاً وہ لوگ ڈھیلے سے استنجا نہیں کرتے۔ اس زمانے میں قطرہ آنا یقینی ہو گیا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کے پاجامے اکثر ناپاک ہوتے ہیں، بایں وجہ ان کی امامت سے احتراز چاہیے (محمد شفیع مدرس دارالعلوم دیوبند)۔ (تاریخ اہل حدیث جلد دوم۔ ص ۳۱۱)

اس فتوی کو پڑھ کر ہنسئے کہ یہ ایک لطیفے سے کم نہیں۔ اسی کے ساتھ ماتم بھی کیجئے اس ذہنیت کا جو پیروان کتاب وسنت کے خلاف کیسے کیسے مضحکہ خیز حربے استعمال کرتی تھی۔

افغانستان کے ایک قاضی کا تشدد دیکھئے:۔

امیر حبیب اللہ والی افغانستان کی ہدایت پر مولوی محمد علی قصوری نے نصاب تعلیم تیار کیا جس میں ترجمہ قرآن بھی شامل تھا۔ امیر نے حکم دیا کہ قاضی القضاۃ مذہبی نقطہ نظر سے معائنہ کرکے ہمارے حضور پیش کریں۔ قاضی القضاۃ نے مولوی محمد علی قصوری سے کہا، یہ آپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے کیا ستم ڈھایا کہ قرآن مجید کا ترجمہ نصاب میں رکھ دیا۔ بچے قرآن شریف جیسی پر حکمت کتاب کو نہیں سمجھ سکتے وہ وہابی ہو جاتے ہیں .. جب تک قرآن شریف کا ترجمہ نصاب سے خارج نہ کر دیا جائے اسے جاری کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ مولوی محمد علی قصوری نے اصرار کیا کہ ترجمہ قرآن شریف نصاب میں رہنا ضروری ہے، تو قاضی القضاۃ نے دھمکی دی کہ میں قاضی القضاۃ ہوں میرے ایک فتوے پر تم توپ سے اڑا دیئے جاؤ گے۔

(تاریخ اہل حدیث۔ ج ۲۔ ص ۲۱۳۔۲۱۴)

ایسے بے توفیق فقیہان حرم کی داستانوں سے ہماری بھی تاریخ بھری پڑی ہے۔

شیخ ابوالحسن عامل بالحدیث تھے، سینہ پر ہاتھ باندھتے اور رفع یدین کرتے تھے ۔اس زمانے میں شیخ ابوالحسن کے ایک سندھی ہم وطن ابوالطیب تھے جو مذھباً حنفی اور عقیدتاً چشتیہ سلسلے کے صوفی تھے، وہ شیخ سے مقابلہ کرتے ۔مدینہ میں جو ترک قاضی آتا، اس سے شیخ کی شکایت کرتے کہ وہ آئمہ احناف کے مخالف ہیں ۔اکثر قضاۃ نے ابوالطیب کی بات پر دھیان نہیں دیا۔ پھر ایک متعصب ترک قاضی آیا اور ابوالطیب کی شکایت پر اس نے شیخ ابو الحسن کو حکم دیا کہ وہ زیر ناف ہاتھ باندھیں اور تکبیر اولی کے سوا رفع یدین نہ کریں۔ شیخ نے کہا کہ وہ حدیث پر عمل کرتے ہیں اور اسے ترک نہیں کر سکتے۔ اس پر قاضی نے شیخ ابوالحسن کو جیل میں بند کروا دیا۔ (تاریخ اہل حدیث۔ ج ۲ ص ۲۴۲)

میر مرتضی ملتان کے رہنے والے بڑے صالح اور متقی آدمی تھے۔ جو شخص ان کے پاس مرید ہونے آتا میر مرتضی اس سے سوال کرتے ،اگر اللہ تجھے فرزند عطا کرے اور تیری بیوی رواج کے مطابق ناچ گانا کرے تو تو اسے قبول کرے گا یا نہیں؟ وہ شخص جواب دیتا، جیسا حضرت فرمائیں گے ۔اس پر میر مرتضی نصیحت فرماتے، میرے کہنے کا کیا اعتبار، یہ کہہ کہ جو کچھ خدا اور اس کے رسول کا فرمودہ ہے اس پر عمل کروں گا۔

میر مرتضی نے ایک بار برہان پور میں نشہ کے خلاف آیات و احادیث پڑھتے ہوئے بھنگ کے حرام ہونے پر گفتگو کی اور ایک تہدید آمیز حدیث پڑھی ۔ایک کشمیری عالم اٹھ کھڑا ہوا اور ان کی توہین کرتے ہوئے کہنے لگا، حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بھنگ کہاں تھی؟ یہ تو حضور ﷺ کے پانچ سو سال بعد دریافت ہوئی ہے، تو جعلی حدیث پڑھ رہا ہے، اس کی سزا ملنی چاہیے۔ اس بات پر شر پسندوں نے سید مرتضی کو بہت پریشان کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(تاریخ اہل حدیث۔ ج ۲۔ص ۲۴۰)

شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ نے تقویۃ الایمان میں لکھا کہ اللہ کی قدرت تو وہ ہے کہ محمد ﷺ اور جبریل جیسے کروڑوں پیدا کرسکتا ہے۔اس پر مولوی فضل حق جو قبوری قبیلے کے ممتاز عالم تھے، معترض ہوئے اور امتناع نظیر کی بحث چھڑ گئی۔ قبوری حضرات کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی جس طرح اپنا قبیل پیدا نہیں کرسکتا اسی طرح خاتم النبیین کا مثل بھی پیدا نہیں کرسکتا۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

شاہ محمد اسماعیلؒ نے اس اعتراض کو مسترد کرتے ہوئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی :الیس الذی خلق السماوات والارض بقادر علی ان یخلق مثلھم بلی وھو الخلاق العلیم (یسن۔۸۱)۔کیا وہ اللہ جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا یہ قدرت نہیں رکھتا کہ وہ ان جیسے لوگ پیدا کردے۔ بیشک وہ سب سے بڑا خالق اور علم والا ہے۔(تاریخ اہل حدیث ج ۲۔ص ۲۸۶)

مولوی فضل حق نے غالب سے اصرار کیا کہ وہ شاہ اسماعیل کی تردید میں لکھیں۔ غالب کو ان باتوں سے رغبت نہ تھی لیکن مولوی فضل حق ان کے دوست تھے اس لئے خیال خاطر احباب کے طور پر غالب نے مثنوی بیان نمو داری شان نبوت لکھی۔شاہ اسماعیل کی دلیل برحق تھی لہذا غالب بھی غیر شعوری طور پر وہی بات کہہ گئے

بہر کجا ہنگامہ عالم بود رحمۃ للعالمینے ہم بود

مولوی فضل حق اس پر بہت بگڑے اور غالب سے کہا یہ تم نے کیا بک دیا۔ ہزار عالم ہوں تب بھی رحمۃ للعالمین ایک ہی ہوگا۔ چنانچہ غالب نے مجبوراً پھر مثنوی کو موڑ دیا اور دلیل پیش کی کہ بیشک اللہ تعالی خالق ہے اور ہر قسم کی تخلیق پر قادر ہے لیکن جس طرح نظام شمسی میں صرف ایک سورج کی گنجائش ہے اسی طرح کائنات میں بھی صرف ایک خاتم النبیین کی گنجائش ہے اور اللہ تعالی دوسرا خاتم پیدا نہیں کرے گا

غیرت او بر نیابد تثنیہ در محمد رہ نیابد تثنیہ

ہمایوں تشیع کی طرف مائل تھا۔ (اس کا بھائی) مرزا کامران اس کی مخالفت کرتا تھا ۔ایک مرتبہ ایک قبرستان کے پاس سے گذر رہے تھے، دیکھا کہ ایک کتا قبر پر پیشاب کررہا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے مرزا کامران نے طنز کیا، معلوم ہوتا قبر کسی رافضی کی ہے۔ ہمایوں نے برجستہ جواب دیا اور وہ کتا سنی ہے۔ (تاریخ اہل حدیث ج ۲۔ص ۵۹۱)

غرض ڈاکٹر بہاء الدین نے دلچسپ انداز میں تاریخ مرتب کی ہے اور اہلحدیثوں کیلئے یہ بڑا قیمتی تحفہ ہے۔ مؤلف کی عرق ریزی، ژرف نگاہی اور ایک بہت بڑی مہم کو سر کرنے کے ناقابل تسخیر جذبہ سے کوئی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک فرد واحد وہ کام کر رہا ہے جو پوری جماعت (اکیڈیمی) کے کرنے کا ہے۔ یہ اللہ تعالی کی توفیق ہے کہ اس نے انہیں اس حوصلہ سے نوازا۔ اللہ تعالی انہیں مزید حوصلہ اور استقامت عطا فرمائے کہ وہ سلفیوں کے لئے چراغ روشن کر رہے ہیں اور ان کی آئندہ نسلوں کے لئے نشان منزل قائم کر رہے ہیں۔ بلاشبہ علامہ محمد اسحاق بھٹی کی طرح ڈاکٹر محمد بہاء الدین بھی نواب صدیق حسن خان، مولانا محمد جونا گڈھی اور علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمھم اللّٰہ کی صف کے اہل قلم میں سے ہیں جن کی نگارشات سلفیوں کے لئے سرمہ چشم بصیرت کا کام دیتی ہیں۔

جمیعۃ اہل حدیث ہند مستحق تبریک ہے کہ اس نے ڈاکٹر صاحب کو اس ہمالیاتی مہم سر کرنے کے لئے آمادہ کیا، اس کا سہرا مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کے سر جاتا ہے کہ جماعت کی ایک دیرینہ آرزو پوری ہو رہی ہے اور ایک مستقل گراں مایہ علمی اثاثہ جماعت کے ہاتھ آ رہا ہے۔ یہ سیریز مکمل ہو جائے تو اسے جماعت کے مدارس کے نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے اور باقاعدہ تاریخ اہلحدیث بطور ایک مضمون کے پڑھائی جائے اور امتحان میں پرچہ رکھا جائے تاکہ ہمارے نوعمر اپنی تاریخ سے کما حقہ واقف ہو سکیں کیونکہ تاریخ اہلحدیث، تاریخ امت یعنی تاریخ اسلام کا ایک روشن ترین باب ہے۔

(پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی۔ یکم تا ۱۵ فروری ۲۰۰۹ء)

☆ **حافظ عبد الحمید گوندل** اڈیٹر ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدر آباد سندھ، تاریخ اہل حدیث جلد اول ودوم پر اپنے تاثرات یوں بیان فرماتے ہیں:

زمانہ کبھی بھی باکمال افراد سے خالی نہیں رہا۔ ہر دور میں باصلاحیت افراد پیدا ہوتے رہتے ہیں جو اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ممدوح جناب ڈاکٹر بہاء الدین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحب بھی انہی مردان کار میں شامل ہیں۔آپ نے جہاں درس وتدریس کے میدان میں عزت وتوقیر حاصل کی وہیں اب بحیثیت مورخ اپنی جداگانہ اور مستحکم شناخت بھی بنالی ہے۔تحریک ختم نبوت، اور تاریخ اہل حدیث جیسی عظیم کتابیں ثابت کرتی ہیں کہ آپ کے پاس تحقیق کی بصیرت بھی ہے اور ناقد کی بصارت بھی ۔یہی وجہ ہے کہ آج ان کا نام اور ان کا لکھا ہوا لفظ سند کی حیثیت حاصل کر چکا ہے ۔تاریخ اہل حدیث کے عنوان سے جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کی عظیم تحقیقی تاریخی اور علمی تصنیف زیر طباعت ہے ڈاکٹر صاحب کی نوازش سے انڈیا سے طبع شدہ پہلی دوجلدیں برادرعزیز جناب محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ کے توسط سے راقم کے قلب وذہن کوشاد کام کرچکی ہیں۔

فجزا هم اللّه خيراً احسن الجزاء

(ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدرآباد سندھ۔جون ۲۰۰۹ء۔ص۱۰)

☆ **پروفیسر ڈاکٹر عبدالروف ظفر** ڈائریکٹر، سیرت چیئر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور،''تاریخ اہل حدیث'' جلداول اور دوم پر یوں تبصرہ کناں ہیں:

اسلام کی بنیادی تعلیمات کے اصل سرچشمے صرف قرآن وحدیث ہی ہیں۔ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے: انّا نحن نزلنا الذكر وانّا له لحفظون۔

اس دعوت کو دنیا کے سامنے پیش کرنے والے خود پیغمبر علیہ السلام تھے۔ بعدازاں صحابہ کرام نے اس کام کو بخوبی انجام دیا پھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔انہی لوگوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''لا تزال طائفة مّن أمّتي ظاهرين على الحق لا يضرّهم من خذلهم حتى تقوم الساعة''۔

یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دور سے لے کر ہمیشہ ہی رہے ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ یہ دعوت اہل علم دیتے رہے اس کے سرخیل بڑے بڑے لوگ ہیں جو دنیاوی شہرت سے الگ ہوکر کام کرتے رہے۔تاریخ کے ہر دور میں یہ دعوت رہی۔

بعض لوگ اس شاہراہ سے الگ ہوکر بعض شخصیات کے نام سے اپنا تعلق جوڑتے رہے،بعض معروف دینی مدارس اور شہروں کی نسبت پر نازاں رہے،لیکن یہ لوگ اپنی نسبت محمد

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی غیر کی طرف نہ کرتے تھے اور نہ ہی کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کے بقول چوتھی صدی ہجری سے قبل لوگ کسی متعین مذہب کی تقلید نہ کرتے تھے گویا چوتھی صدی ہجری کے بعد حنفی، شافعی، ملکی اور حنبلی کی نسبتیں چلیں۔ اپنے اپنے ذوق اور تعلق اور محبت کی بات تھی۔ دینِ اسلام میں کوئی نسبت اور تعلق رکھ کر کام کرے۔ تبلیغ کے مختلف رنگ اور طریقے ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ بعض حلقوں سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کرنیوالے لوگ کوئی جماعت یا گروہ نہیں تھا، بلکہ محض محدثین کی جماعت تھی۔ نیز عام طور پر محدثین کو بھی ایسے گروہوں میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی اگر وہ کسی امام کے شاگرد تھے۔ اس پر بھی صبر نہ کیا گیا بلکہ اس گروہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان کے مختلف نام لکھے گئے۔ ان کی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ یہ عام فہم بات ہے کہ چار صدیوں تک جب تقلیدی مذاہب نہ تھے تو ان چار صدیوں میں صرف قرآن کی دعوت تھی جو دعوت اس وقت تھی وہ اب بھی ہے۔ اس معاملے میں ہر ایک کو آزادی ہے کہ جو جس راہ پر چلنا چاہے چلے اس پر پابندی نہیں ہے لیکن اپنے ہی مسلک اور اپنی طرزِ عمل کو مذہبی طور پر درست سمجھنا اور دوسروں پر تنقید کرنا درست نہیں ہے۔ ایسا کرنا نہ حالات زمانہ کا تقاضا ہے اور نہ علمی لحاظ سے درست ہے۔ لیکن بعض حلقوں کی طرف سے زبان کے علاوہ تحریری طور پر اس مقدس گروہ کو تختۂ مشق بنایا گیا تو دوسری طرف سے بھی اسکا جواب دیا گیا۔ دونوں طرف سے افراط اور تفریط سے کام لیا گیا۔

برصغیر پاک و ہند میں بھی پہلے آنے والے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی نے اپنی کتاب ''برصغیر میں اسلام کے نقوش اولین'' میں ۲۲ صحابہ کرام کی نشان دہی کی ہے جو برصغیر میں آئے۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگ اس لحاظ سے صرف قرآن وحدیث کے داعی اور عامل تھے۔ اسی طرح محمد بن قاسم کے ساتھ آنے والے لوگ بھی اس تحریک کے راہی تھے۔ آج بھی یہ لوگ دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف اسماء سے پائے جاتے ہیں۔ کہیں ان کو اہل حدیث، کہیں اہل اثر اور کہیں سلفی کے نام سے یاد رکھا جاتا ہے۔ اس چیز کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی اہل علم اس جماعت کا صحیح تعارف کرائے اور اس کی تاریخ کی تدوین وترتیب کے فرض کو نبا ہے۔ یہ دیکھ کر نہایت ہی خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین نے اس کوہ گراں کو ہاتھ ڈالا ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پہلے ڈاکٹر صاحب نے تحریک ختم نبوت لکھ کر کئی قرض چکا دیئے۔ ماضی کے دبیز پردوں میں چھپے ہوئے حقائق کو سامنے لا کر انہوں نے عظیم خدمت انجام دی۔ خاص کر دیارِ مغرب میں بیٹھ کر بے سروسامانی کی حالت میں اس فریضہ کو انجام دیا اور بحث کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ اب تک آٹھ جلدیں سامنے آ چکی ہیں۔ باقی بھی جلد مکمل ہوں گی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس قافلے کے حدی خوانوں کو ان کے اصل مقام پر بیان کیا ہے اور تمام چیزوں کو بدلائل ثابت کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

اب تاریخ اہل حدیث کے اس کام کو شروع کیا۔ کافی عرصہ سے کئی دفعہ ان سے اس موضوع پر خط و کتابت میں، انٹرنیٹ اور فون پر گفتگو ہوتی رہتی ہے اور وہ فرماتے تھے اس سلسلے میں نقشہ ذہن میں ہے، انشاء اللہ کام ہوگا۔ اب دو جلدیں ''تاریخ اہل حدیث'' کی شائع ہوگئی ہیں اور ان میں بہت خوبصورت انداز میں تاریخ اہل حدیث بیان کی ہے۔ الزامات کی تردید کی ہے اور مسلک اہل حدیث کے اہم مسائل پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ تاریخ اسلام میں کونسی شخصیات اس گروہ میں کہاں کہاں معروف رہی ہیں، ان کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس میدان میں سبقت لے جانے والے حضرات کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ (گوجرانوالہ)، نواب سید صدیق حسن، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی صاحب حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان، مولانا عبدالرحیم صاحبِ الدر المنثور فی تراجم اہل صادقپور، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی صاحبِ تاریخ اہل حدیث، حکیم مظفر حسین کی الحیاۃ بعد المماۃ، سید عبدالباقی کی حیاۃ العلماء، مسعود عالم ندوی کی ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی کی تراجم علماء اہلحدیث ہند اور ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات اور مولانا محمد جونا گڑھی کی تاریخ اہل حدیث شامل ہیں۔ دیگر کئی علماء کی تصنیفات کا ذکر ہے۔ ابتداء میں اس کتاب کا خاکہ نہایت مختصر الفاظ میں لکھا ہے جو قابل دید ہے۔

اس میں دیگر چیزوں کے علاوہ بھی کئی چیزوں کا ذکر ہے عرض مؤلف میں لکھا ہے:

> ''اس کتاب میں انشاءاللہ اہل حدیث کی ان خدمات کا ذکر ہوگا جو انہوں نے تقلید کے جمود کو توڑنے میں انجام دیں۔ ان خدمات کا احاطہ کیا جائے گا جو فتنہ انکارِ حدیث کے سدّ باب میں انجام دی گئیں۔ برصغیر میں عیسائی مشنریوں سے تحریری اور تقریری مقابلوں

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کی حکایت بیان ہوگی اور قادیانیت کے رد وابطال میں اہل حدیث حضرات نے جو خدمات انجام دی ہیں ان کا ذکر بھی اختصار سے ہوگا۔ انشاء اللہ۔ اور برطانیہ میں اہل حدیث کی تنظیم کی نشوونما اور خدمات بیان ہوں گی اور تراجم علماء کے باب میں برطانیہ میں عمل بالحدیث کی ترویج کرنے والے علماء کی خدمات کا بیان ہوگا‘‘

(جلد نمبر ۱، ص ۳۰)۔

اس تحریر کے مطابق ڈاکٹر صاحب نے جہاں تک میں نے دیکھا ہے حق ادا کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے والد محترم حضرت مولانا محمد عبداللہ گرداسپوری دامت برکاتھم العالیہ کا مرغوب موضوع ’’تاریخ اھل حدیث‘‘ ہے۔ جب وہ بیان فرماتے ہیں تو واقعات قطار اندر قطار صفیں باندھ کر چلتے چلے آتے ہیں کئی دفعہ کئی ساتھیوں سے عرض کیا کہ ان کو ٹیپ ریکارڈر پر لاکر لکھ کر ان کو دکھا دیں۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ شاید اللہ تعالیٰ نے یہ کام ان کے بیٹے سے لینا تھا۔ سچ ہے: ’’الولد سرّ لابیه‘‘۔

ڈاکٹر صاحب نے عمل بالحدیث کو دورِ صحابہ سے لے کر ہر صدی میں ثابت کیا ہے۔ برصغیر میں اہل حدیث کے لیے لفظ ’’وہابی‘‘ کا استعمال اور اہل حدیث کے لیے اس کی قانونی ممانعت کا ذکر کیا۔ پھر وہابی کے لفظ کی تاریخ پر خوبصورت انداز سے روشنی ڈالی کہ وہ کون لوگ تھے۔ اس کتاب میں امام بخاریؒ کو مجتہد مطلق دلائل سے ثابت کیا ہے۔

(جلد نمبر ۱، ص ۱۰۴-۱۱۶)۔

’’شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مسلک‘‘ کے عنوان سے یہ لکھا ہے کہ وہ فروع میں اہل حدیث اور اصول میں حنبلی ہے اور سورۃ فاتحہ کو نماز کا رکن سمجھتے تھے (غنیۃ الطالبین مترجم فارسی، ص ۴، بحوالہ تاریخ اہل حدیث، ۱/۱۲۶)۔

شاہ ولی اللہؒ کے اقوال سے ثابت کیا کہ تقلید چوتھی صدی کے بعد شروع ہوئی۔ بعد ازاں مسلک اہل حدیث کے بعض اہم مسائل پر کلام کیا ہے۔ اس میں توحید اور شرک بھی شامل ہیں۔ مسئلہ رفع الیدین پر مختلف تحریروں کا ذکر کیا ہے۔

جلد اوّل کے آخر میں مختلف شخصیات پر قلم اٹھایا ہے۔ جس میں بعض اہل حدیث اور بعض دیگر مکاتب فکر کی شخصیات ہیں آخر میں کتابیات کی فہرست ہے (۶۷۱-۶۷۵)۔

جلد دوم میں سندھ اور ہند میں اہل حدیث کی آمد کا ذکر کیا۔ بعد ازاں برصغیر کے

’’محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

اور مقامات پر اہل حدیث کا ذکر کیا پھر ایک عنوان فقہ: حقیقت و حجیت اور تقلید: حقیقت و حجیت کے متعلق لکھا ہے۔ اس طرح فقہی مذاہب کی ترویج کا ذکر کیا ہے۔ اس میں ابن خلکان کی عبارت نقل کی ہے کہ دو مذہب بزور سلطنت پھیلے۔ حنفی مذہب مشرق سے افریقہ تک اور مالکی مذہب اُندلس میں۔ (وفیات الاعیان، ۲/ ۲۱۶؛ تاریخ اہل حدیث، ۲/ ۱۲۵)۔

ہند سے اہل حدیث کی نشاۃ ثانیہ پر کلام کیا ہے۔ ہندوستان میں فقہ حنفی پر گفتگو کی۔ ہندوستان میں بعض غلط مسائل اور رسوم رائج تھے۔ انکا ذکر ہے، مختلف علماء کا ذکر کیا ہے بعض علماء حنفیہ نے اپنے مسلک کی تائید کیلئے بعض کتب احادیث میں تحریف کی ہے۔ اس کا حوالوں سے ذکر ہے، بعدازاں ان مقدمات کا ذکر ہے جو عدالتوں میں ہوئے اور ان کی بناء پر دلائل کی وجہ سے اہل حدیث کو آمین بالجہر وغیرہ کرنیکی مساجد میں اجازت ملی۔

یہ کتاب بہت ہی مفید اور کارآمد ہے اور ڈاکٹر صاحب کے لیے ذخیرہ آخرت ہے۔ یہ ایک بہت بڑا کام ہے جو ڈاکٹر صاحب سے اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عنایت فرمائے تاکہ اس کام کو مکمل کر لیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند کی قیادت بالخصوص ناظم عمومی مولانا اصغر علی سلفی حفظہ اللہ مبارکباد کے مستحق ہیں جنھوں نے ساڑھے تیرہ سو صفحات پر مشتمل تاریخ اہل حدیث کی دو ضخیم جلدوں کو نہایت عمدہ کاغذ پر خوبصورت اور مضبوط جلد سے مزین کر کے نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر۔ ڈائریکٹر، سیرت چیئر۔

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ ۳۰ جون ۲۰۰۹ء

☆ **مولانا محمد یوسف انور** نائب امیر مرکزی جمیعت اہل حدیث پاکستان، تاریخ اہل حدیث جلد اول و دوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

جماعتی احباب بزرگ عالم دین بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد عبداللہ گرداسپوری (آف بوریوالہ) مدظلہ العالی سے بخوبی متعارف ہیں۔ مولانا موصوف پون صدی سے میدان تبلیغ میں ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود بحمداللہ اب بھی جب وہ جلسوں اور کانفرنسوں کی اسٹیج پر جلوہ افروز ہوتے ہیں تو نوجوانوں کی سی آن بان کے ساتھ خطاب فرماتے اور مجمعے لوٹ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیتے ہیں۔جس محفل میں ہوں، رونق محفل وہی ہوتے ہیں ۔تقسیم ہند سے قبل مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ومولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی کی سرپرستی اور مولانا سید محمد شریفؒ گھڑیالوی کی زیرامارت مسلک حقہ کی تبلیغ کرتے رہے ۔پھر تقسیم ہند کے بعد مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ ،مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اور مولانا معین الدین لکھوی مدظلہ العالی کی رفاقت سے لے کرآج تک مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے زیرنظام دعوت دین میں شب و روز ایک کئے ہوئے ہیں ۔انہی مولانا گورداسپوری کے فرزندار جمند ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ ہیں جو قریباً نصف صدی سے ہمارے دیرینہ دوست ہیں:

یہ نصف صدی کا قصہ ہے دوچار برس کی بات نہیں

نوعمری سے ڈاکٹر صاحب موصوف کوتاریخ اسلام سے گہرا شغف رہا ہے ۔جس زمانے میں وہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں استاذ رہے بہت سی چھوٹی بڑی تاریخی اہمیت کی حامل کتب اور جماعتی رسائل واخبارات میں بے حد معلوماتی مضامین ان کے رشحات قلم کے شاہکار ہیں ۔ بہاولپور یونیورسٹی کے دوران اور پھرا ڈنبرا یونیورسٹی برطانیہ میں جاکر یہ ذوق خوب پروان چڑھا۔ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعدتو ماشاءاللہ ان کی ریسرچ کے جوہر جوبن پر آگئے چنانچہ انہوں نے کئی جلدوں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل تحریک ختم نبوت کی جس طرح تدوین فرمائی ہے اس کی نظیر قبل ازیں ناپید ہے ۔اس عنوان پر اکابر اہل حدیث کی چیدہ چیدہ تحریروں تصنیفوں اور مناظروں کو انہوں نے یکجا کر کے بڑی خوب صورتی سے حاشیہ آرائی اور گلدستہ کی سی نگارشات کے ساتھ قلم وقرطاس کے حوالہ کیا ہے ۔اگر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے ڈاکٹر صاحب کو مورخ عصر کا لقب دیا ہے تو بلا شبہ یہ ان کے حسب حال ہے ۔کہاں برصغیر ہندوپاک اور کہاں برطانیہ کی لمبی مسافت پر فرد واحد کی عظیم ترین تگ وتاز اور کمال کاوش جسے ایک پوری انجمن بھی بصد مشکل تکمیلی مراحل سے گذار سکے ،اکیلے ڈاکٹر صاحب کا اس اہم کام کو سرانجام دینا ان کی کرامت سے کم نہیں ۔جزاہ اللّٰہ احسن الجزاء

مزید برآں زیرنظر تصنیف شہیر،تاریخ اہل حدیث ،کی دوضخیم جلدوں کی اشاعت ڈاکٹر صاحب موصوف کا ایک اورتاریخی کارنامہ ہے جب کہ تیسری جلد طباعت کیلئے تیار ہے اوراس موضوع پر مزید علمی مواد زیرترتیب ہے ۔ڈاکٹر صاحب نے تاریخ اہلحدیث کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترتیب وتدوین کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے جسے بڑی اولوالعزمی اور تندہی کے ساتھ وہ پایہ تکمیل تک پہنچانے میں مصروف عمل ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

جہاں تک مسلک اہل حدیث کی حقانیت اور صداقت کا تعلق ہے تو وہ بڑی واضح اور شفاف حقیقت ہے۔ بقول مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم، اسلام کا اگر کوئی دوسرا نام ہو سکتا ہے تو وہ اہل حدیث ہے۔ کلمہ طیبہ دوہی اجزاء ہیں لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ یعنی عبادت اللہ تعالی کی اور اطاعت محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ بقول شاعر:

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن   پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلّم داشتن

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول و لا تبطلوا اعمالکم۔ (سورۃ محمد)

اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اس سے ہٹ کر اپنے اعمال کو برباد مت کرو

دوسرے لفظوں میں قرآن اور حدیث ہی اسلام کی بنیاد واساس ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ تقلیدی مذاہب اس مرکز رشد و ہدایت سے ادھر ادھر ہی ہو کر بنے ہیں۔ ذرا غور کریں کہ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، ان کے ۱۵ سال بعد امام مالکؒ پیدا ہوئے۔ ان کے بعد امام شافعیؒ اور امام احمدؒ پیدا ہوئے۔ اگرچہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی پیدائش پہلی صدی ہجری میں ہے مگر بحیثیت ایک عالم و مفتی اور مجتہد کے وہ دوسری صدی میں دنیا کے سامنے آئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طبقہ اولی زمانہ صحابہ میں ان چاروں فرقوں کا نام نہ تھا کیونکہ جن آئمہ کی طرف ان فرقوں کی نسبت ہے وہی نہ تھے تو فرقہ کہاں؟

ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ نے پہلی جلد میں قدامت اہل حدیث کو مدلل طور پر بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ عہد صحابہ سے لے کر تبع تابعین تک کسی تقلیدی مذہب کا وجود نہ تھا اور اس دور مبارکہ کے مسلمانوں کا طریقہ صرف عمل بالحدیث تھا۔ انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ کا فرمان ذکر کیا ہے:

تو جان لے کہ لوگ چوتھی صدی ہجری سے قبل کسی خاص مذہب کی تقلید پر جمع نہ تھے۔

آگے چلتے ہوئے انہوں نے توحید وسنت کے مقابلے میں شرک و بدعات اور غلط رسومات کے نتیجہ میں امت کے فرقوں میں تقسیم ہو جانے کی افسوس ناک روش کا تذکرہ کیا ہے۔ ان منتشر حالات میں مسلک اہلحدیث کو صراط مستقیم قرار دیتے ہوئے اہل حدیث کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سنت نبوی کے ساتھ تمسک یہاں تک کہ آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام، رفع الیدین اور نماز تراویح جیسی سنتوں پر عمل پیرا ہونے سے مقلدین کی طرف سے طعن و تشنیع اور مقدمات تک قائم کیے جانے اور بہت سی دوسری کٹھن آزمائشوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

تاریخ اہلحدیث جلد دوم میں غلط فتووں کے سبب مخالفین کے جبر وتشدد اور اخراج عن المساجد جیسی ابتلاؤں اور اذیتوں کو بیان کیا ہے۔ ان کشیدہ حالات اور پریشان کن زمانہ میں ہمارے اسلاف نے جس عزیمت اور استقامت کا مظاہرہ کیا، اسے پڑھ کر حیرانگی ہوتی ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ ہم تو ان پاکبازوں کے مارے ہوئے شکار کھا رہے ہیں جنھوں نے بے سروسامانی کے باوجود قرآن وسنت کی تبلیغ و دعوت کی راہ میں مشکلات ومصائب کو آڑے نہ آنے دیا۔ ان میں سے بعض نے تو اپنے مجاہدانہ کردار پر قید و بند کی صعوبتیں ہی برداشت نہیں کیں بلکہ کالے پانی کی سزائیں بھی جھیلیں۔

ڈاکٹر صاحب نے حوالہ جات کے ساتھ اس المیہ کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ مقلدین نے اپنے فقہی مذاہب کی تائید میں قرآن مجید کی آیات اور صحاح ستہ کی روایات میں تحریف وتاویل جیسی جسارتوں سے بھی گریز نہیں کیا۔ اسی وجہ سے علامہ اقبال نے کہا

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

ایک اور جگہ علامہ اقبال نے بے راہ رو ملاؤں کے بارے میں کہا ہے:

زمن بر صوفی و ملّا سلامے
کہ پیغام خدا گفتند مارا
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرائیل و مصطفیٰ را

بہر حال عبرت وموعظت اور عزم وعزیمت کی یہ دل گداز داستانیں انتہائی سبق آموز بھی ہیں اور ہمارے سلسلہ سلف صالحین کی جدو جہد پر فخر وانبساط کا باعث بھی ہیں۔ آج اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ ہمارا حال بھی روشن اور مستقبل بھی تابناک ہے کیونکہ فرزندانِ توحید کروڑوں کی تعداد میں نہ صرف برصغیر ہندو پاک اور بنگلہ دیش میں ہیں بلکہ مشرق وسطی، اور یورپی ممالک میں بھی ان کی بھاری تعداد صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ علمی و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سائنسی اورٹیکنا لو جی کے اس دور ترقیات میں صادقین کی اس تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اورشرک و بدعات کے بادل چھٹتے جا رہے ہیں ۔ بقول کسے:

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق ومغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

فاضل دوست جناب ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ ہمارے بے پناہ شکریے اور تحسین وتعریف کے مستحق ہیں جنہوں نے علالت طبع کے باوجود، اور دیار غیر میں بیٹھ کر ہمارے نامور گروہ صدق وصفا اور طائفہ منصورہ کی خدمات جلیلہ کا قطرہ قطرہ اکٹھا کر کے تاریخ اہل حدیث کی صورت میں ایک ایسا صاف ستھرا اور شفاف دریا بہا دیا ہے جس میں قارئین غوطہ زن ہوکر اپنے اندر ایک نکھار وتازگی اور بہار محسوس کریں گے اور پھر ولولہ تازہ اور جذبہ صادقہ سے سرشار ہوکر داعی الی الحق بن کر سرگرم عمل ہو جائیں گے ۔ اللہ تعالی ہمارا حامی وناصر ہو ۔

این دعا ازمن واز جملہ جہاں آمین باد

آخر میں ہم ادارہ ترجمان اردو بازار دہلی کو مبارک باد پیش کریں گے جنہوں نے تاریخ اہل حدیث کی اشاعت کو بارگراں نہیں سمجھا بلکہ سعادت دارین سمجھ کر یہ عظیم خدمت انجام دی اور وقت کی اہم ضرورت کا احساس کیا ۔

دعا گو ۔ (مولانا) محمد یوسف انور ۔ خطیب مرکزی جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد، نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان ۔ ممبر گورنمنٹ متحدہ علماء بورڈ پنجاب (پاکستان) ۔ ۲۸ مارچ ۲۰۰۹ء

☆ **علامہ ابن احمد نقوی** تاریخ اہل حدیث جلد سوم پر یوں تبصرہ کناں ہیں :

تاریخ اہل حدیث کے سلسلے (سیریز) کی یہ تیسری ضخیم جلد ہے جو ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کا ایک عظیم علمی اور تاریخی خزانہ ہے ۔ آج کے دور میں جب کہ سہل انگاری اور عام ذہن کی وجہ سے محنت اور لگن اور وابستگی کا جذبہ سرد ہوتا جا رہا ہے ڈاکٹر محمد بہاء الدین کی ذات تاریکیوں میں چراغ کی مانند ہے ۔ ڈاکٹر صاحب کی مرتب کردہ تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث کو دیکھیں تو آنکھیں حیرت واستعجاب سے پھیل جاتی ہیں کہ اس دور میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوئی انسان تن تنہاء ایسے کام کرسکتا ہے جن کے لئے انجمنیں اور اکاڈمیاں مامور کی جاتی ہیں ۔ غالبًا اس میدان میں اس وقت مورخ عصر علامہ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے جو ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ کے ہم پلہ قرار دیا جا سکے ۔ اللہ تعالی ہمارے ان دونوں عظیم وعبقری علماء کو عافیت سے رکھے کہ یہ ہماری عظمت ماضی کے روشن مینار ہیں ان کے علمی وفکری کاموں سے شاہ اسماعیل شہید، سید نذیر حسین محدث ، مولانا ابوالکلام آزاد اور شیخ الاسلام علامہ امرتسری رحمھم اللّٰہ کی روایتیں زندہ وتابندہ ہیں ۔

۸۰۰صفحات پر محیط اس انسائیکلو پیڈیا میں علامہ محمد بہاء الدین نے ایمان وعقیدہ سے لے کرافرادسب پر اجمال وتفصیل سے اظہار خیال کیا ہے خاص طور پر محسن الملک مہدی علی خان ، جو شیعیت سے نکل کر تقلید میں آئے اور پھر اپنے علم و مطالعہ اور توفیق الٰہی سے مسلک کتاب وسنت سے وابستہ من الظلمات الی النور کے اس روحانی سفر کے بعد انہوں نے اپنے رفیق کار سید احمد خان کو ظلمتوں سے نکالنے کی کوشش کی ۔ اس جلد میں محسن الملک اور سرسید احمد کی مراسلت بڑا ہی ایمان افروز اور روح پرور مطالعہ ہے ۔ محسن الملک سید مہدی علی کی فکر عمیق ، عقیدہ راسخ ، اور ایمان محکم کو ان کی تحریر میں دیکھا جا سکتا ہے جس بیباکی سے انہوں نے سرسید احمد کے شذوذ کی گرفت کی ہے گویا علماء کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے ۔ سرسید احمد کے سارے دلائل اور بحوث محسن الملک کے بے لاگ اور بے باک لہجہ کے آگے سسکتے نظر آتے ہیں ۔ معلوم نہیں ہمارے دانش ور جو سرسید احمد سے عقیدت کے جذبہ کے تحت ان کی تفسیر کو ایک کارنامہ قرار دیتے ہیں اور ان کی نیچریت کو ان کے سائنسی مزاج کا نتیجہ قرار دیتے ہیں ، انہوں نے محسن الملک کی یہ مراسلت سنجیدگی اور غیر جذباتی انداز سے پڑھنے کی زحمت گوارا کی یا نہیں ۔ مغرب کی نیچر پرستی سے سرسید احمد کی مرعوبیت کے مقابلے میں سید مہدی علی کی بے باکی اور مومنانہ استقامت قاری کے دل میں سرور اور نگاہ میں نور بڑھاتی ہے ۔ اس لئے اس مراسلت کا ہمارے ان طالب علموں ، داعیوں اور جدید علم کی طرف آنے والے علماء کو بطور خاص مطالعہ کرنا چاہیے ۔ علامہ محمد بہاء الدین نے ان تمام بکھرے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک بڑا قیمتی تحفہ پیش کیا ہے ۔ تاریخ اہل حدیث کی یہ انسائیکلو پیڈیا ایک ایسا بے بہا سرمایہ ہے جسے ہر باذوق سلفی کے پاس ہونا چاہیے ۔ یہ معلوم نہیں کہ ڈاکٹر صاحب ابھی اس کی کتنی اور ضخیم جلدیں پیش کریں گے ، ظاہر ہے ہر جلد اپنی جگہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

قیمتی علمی و تاریخی دستاویز ہوگی اور سرمہ ٔچشم سلفیان۔ تاریخ کے اس سلسلے کے اختتام پر ان ضخیم جلدوں کو تلخیص کر کے یہ سارا قیمتی سرمایہ ایک یا دو جلدوں میں سمیٹ لیا جائے تو قاری کو مطالعہ میں بھی آسانی ہوگی اور اسے حاصل کرنے کا شوق بھی بڑھے گا۔ سلفی جامعات کے منتہی طلباء کے لئے اس کا تفصیلی مطالعہ مفید بھی ہے اور ناگزیر بھی کیونکہ اس کے ذریعہ وہ اپنے ماضی سے کما حقہ آشنا ہو سکتے ہیں۔ ہمارے مبلغین کے لئے بھی اس کا مطالعہ بیحد ضروری ہے کیونکہ وہ اس مناظراتی مزاج سے نبرآزما ہو سکتے ہیں جو آج بھی غیر مقلدوں سے مصالحت تو کیا ان کے وجود کو برداشت پر رضامند نہیں ہیں۔

اس جلد میں علامہ ڈاکٹر مقتدی حسن ازھری کا مقدمہ بڑا بسیط اور اہم ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف جماعت کے اکابرین میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور ان کی تحریریں ان کے اعلی علمی مرتبہ کو ظاہر کرتی ہیں اس بسیط مقدمہ سے بلا شبہ کتاب کی افادیت و اہمیت میں اضافہ ہوا ہے۔

مولانا محمد مقیم فیضی نائب ناظم مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند کا شمار بھی جماعت کے ممتاز اہل قلم میں ہوتا ہے۔ وہ کم لکھتے ہیں لیکن ان کے قلم کی گلکاریاں قاری کو مسحور کردیتی ہیں۔ اللہ انہیں صحت و عافیت سے نوازے۔ انکا مقدمہ بھی قابل مطالعہ دستاویز ہے۔

تاریخ اہل حدیث کے سلسلہ میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد جماعت اہل حدیث دو اور تین ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ پنجاب اور بنگال تحریک سلفیت کے بڑے اہم مراکز تھے۔ اب پنجاب (پاکستان) اور بنگلہ دیش سے ہمارا رابطہ بڑی حد تک منقطع ہے۔ جمیعت اہل حدیث ہند (بھارت) جو کبھی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے نام سے پورے برصغیر کی نمائندگی کرتی تھی اب صرف ہندوستان کی نمائندہ ہے۔ تقسیم وطن کے بعد جماعت اور جمیعت نے ہبوط وصعود کے جو مراحل طے کئے ہیں ان کی صحیح اور جامع روداد ابھی تک مرتب نہیں کی جا سکی ہے۔ ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ برصغیر کی تاریخ اہلحدیث مرتب فرمارہے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے بعد کے واقعات متحدہ ہندوستان سے بہت مختلف ہیں اور ان کی داستان سرائی، و تاریخ نویسی کا عمل شروع نہیں ہوا ہے اس لئے ۱۹۴۷ء کے بعد کے واقعات کی ترتیب کے لئے یا تو پورا مواد یک جا کر کے ڈاکٹر محمد بہاء الدین کی خدمت میں پیش کیا جائے تا کہ وہ اپنی معجزاتی کاوش سے اسے بھی اپنی قاموسی جلدوں کا حصہ بنا دیں یا پھر یہ کام

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جامعہ سلفیہ (بنارس) کے سپرد کیا جائے تاکہ علامہ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کی نگرانی و سربراہی میں تقسیم ہند کے بعد جماعت کی وقائع نگاری کو مرتب کریں۔ اسی طرح تاریخ اہلحدیث کی تدوین کا کام مکمل ہوسکتا ہے۔ بھارت میں تقسیم کے بعد ابتدائی دور کی کس مپرسی اور نزاعی کیفیت کے بعد جماعت اور جمعیت نے جس طرح سنبھالا لیا ہے اور آج وہ خزاں دیدہ چمن پھر کس طرح شاداب گلستاں میں تبدیل ہوا ہے، عزیمت کی تاریخ کا یہ ایک اہم باب ہے اور اسے پوری دقت نظر سے مرتب کیا جانا چاہیے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے تاریخ اہل حدیث کی اشاعت کا جو قابل فخر پراجیکٹ شروع کیا ہے وہ ایک تاریخ ساز قدم ہے مگر تقسیم وطن کے بعد کے اس آخری یا تکمیلی باب کے اضافہ کے بارے میں بھی مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم عمومی کو ابھی سے اقدام کرنا چاہیے تاکہ ڈاکٹر بہاء الدین کی قلمی کاوش مکمل ہونے کے بعد آخری باب کی تدوین وترتیب تعویق میں نہ پڑے اور، تاریخ اہل حدیث کامل، جماعت کے ہاتھوں میں پہنچے۔

(پندرہ جریدہ ترجمان۔ دہلی، یکم یا ۱۵ نومبر ۲۰۰۹ء)

☆ **پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر**، تاریخ اہلحدیث جلد سوم پر یوں تبصرہ کناں ہیں:

مذاہب عالم میں اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو عقائد، اعمال اور تاریخ کے لحاظ سے محفوظ ہے۔ قرآن وسنت تو بدرجہ اتم محفوظ ہیں۔ ان کے علاوہ سیر، مغازی، تراجم صحابہ، وغیرہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو کامل استنباط اور اعتماد کے ساتھ مرتب نہ کیا گیا ہو۔ علمائے کرام، نبی آخرالزمان کے حقیقی وارث ہیں۔ اسی نسبت سے ان کے تذکار کو بھی محفوظ کیا گیا۔ حدیث وسنت پر عامل علماء کی ایک جماعت ہر دور میں ہر اسلامی خطے میں دعوت اسلام اور تبلیغ دین کے حقیقی تقاضوں کی تکمیل میں مصروف رہی ہے۔ ان کے تراجم پر بھی بے شمار کتب لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح برصغیر پاک وہند کے اہل حدیث علماء پر بھی کتب منصۂ شہود پر آئی۔ مثلاً تراجم علمائے حدیث ہند۔ ابویحییٰ نوشہرویؒ، تاریخ اہل حدیث، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ، جماعت مجاہدین، مولانا غلام رسول مہرؒ اور معروف مؤرخ مولانا محمد اسحٰق بھٹی کی تصنیفات میں کاروان سلف، دبستان حدیث، قافلہ حدیث وغیرہ۔

برطانیہ میں مقیم ڈاکٹر بہاؤالدین کی زیر تبصرہ کتاب ''تاریخ اہل حدیث'' جلد سوم

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مؤلف شہیر کو اللہ نے توفیق دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دور سے منصۂ شہود پر آنے والے طائفہ منصورہ کی سعی جمیلہ کو اہل علم اور عوام کے سامنے پیش کریں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے حق ادا کر دیا ہے۔

فاضل مصنف ایک ماہر مؤرخ اور نقاد کے طور پر علمی حلقوں میں معروف ہیں اور اس سے قبل انہوں نے دس جلدوں میں قادیانیت کے شجر ملعون کو اکھاڑ پھینکنے کی اہل حدیث سرگرمیوں کو حوالہ قرطاس کر کے اہل علم سے داد تحسین وصول کی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے برصغیر کے نامور علماء اور ادباء کی سیرتوں کے ساتھ ساتھ ان کے تاریخی ورثہ کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان کا یہ کام بھی قاموسی اور دستاویزی نوعیت کا ہے جس میں علماء کے تراجم کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ اہمیت جماعتی کارناموں کے سابقہ ریکارڈ کی حفاظت اور اس کے تعارف کو دی گئی ہے۔ جو موجودہ وقت کا ایک بڑا اہم کام اور عصری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اسی طرح انہوں نے جماعتی تاریخ کے تجزیاتی پہلوؤں کو بھی نظر انداز نہیں۔ بلکہ جابجا اپنی ناقدانہ بصیرت کا ثبوت فراہم کیا ہے اور واقعات کو صحیح تناظر میں پیش کر کے سچائیوں کو اُجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اور بہت سے گمشدہ حقائق کو طشت ازبام کیا ہے۔ طرز بیان دلنشین ومؤثر ہے۔ تحریر میں لطافت وچاشنی ہے۔ مصنف کی ایک بہت بڑی خوبی ان کی حقیقت پسندی اور حقیقت بیانی ہے۔ جو آج کے دور میں اپنی نایابی نہیں تو کمیابی کی وجہ سے بہت اہمیت کی حامل ہے۔

مصنف نے اپنی کتاب میں عامل بالحدیث اہل علم کے حالات وتراجم جمع کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی نادر و اچھوتی تحریروں کو بھی جگہ دی ہے۔ مثلاً اس کتاب میں انہوں نے مشہور سندھی عالم شیخ محمد حیات سندھیؒ (م۱۱۶۳ھ) کی کتاب ''**الایقاف علی سبب الاختلاف**'' (ص،۴۷-۶۵) شاہ ولی اللہؒ (م۱۱۷۶ھ) کی ''تحفة الموحدین'' شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (م۱۸۳۱ء) کی ''ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح''، سرسید احمد خان'' کی ''راہ سنت در ردّ بدعت''، مولانا خرم علی بلہوری کی ''نصیحة المسلمین''، سرسید احمد خان (م۱۸۹۸ء) کی ''کلمة الحق''، حافظ عبداللہ کی ''**قانون المساجد**'' سید اقتدار احمد سہسوانیؒ کی آیات القرآن فی بعض مسائل تقویۃ الایمان کو ماہنامہ محدث دہلی کے

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

۱۹۳۹ء کے متعدد شماروں سے تلخیص واختصار کے بعد نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں جماعت کے معروف علماء کے مناظروں کی روئیداد اہل حدیث پر ہونے والے اعتراضات اوران کے جواب میں اہل علم کی تحریروں کا ذکر بھی کتاب میں شامل ہے۔اس کتاب میں ایک اور قابل توجہ بات سرسید احمد خان کی نیچریت سے پہلے والی زندگی سے پردہ اُٹھانا ہے۔جس دور میں وہ عمل بالحدیث اور اطاعت رسول کے ایک بہت بڑے مدعی تھے۔اس سلسلے میں مصنف کتاب کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

”اس دور میں جب ہر سو گھمبیر سناٹا تھا۔دور دور تک روشنی کی کرن نظر نہیں آتی تھی۔کلمۂ حق کہنے پر زبان کٹتی تھی۔جس شخص نے سنت کی شمع چلائی عمل بالحدیث کا آواز بلند کیا۔خانقاہیت کے علی الرغم کلمہ حق بلند کیا اسی شخص کا حق ہے کہ اسکے دور اوّل کے کاموں کی یادتازہ کی جائے“۔

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے اگر کوئی راہ ہدایت سے بھٹک جائے تو اس کا علاج نہیں سوائے قادر مطلق کے۔سرسید کی نیچریت کے عمل کے لیے نواب محسن الملک مہدی حسن خانؒ کی تحریریں بہت گہرائی رکھتی ہیں اوراہل علم کے لیے ہر لحاظ سے تقویت کا باعث ہیں اور عقیدہ کی پختگی کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ جن معروف بزرگوں کا ذکر کتاب میں شامل ہے ان میں سے سید احمد شہید بریلویؒ،شاہ اسمٰعیل شہیدؒ،سید محمد علی مدراسیؒ،مولانا ولایت علی صادق پوریؒ،معروف شاعر مومن خان مومنؒ،سید عبداللہ غزنویؒ،مولانا سخاوت علی جونپوریؒ،مولانا عبداللہ الہ آبادیؒ،محسن الملک سید مہدی علیؒ،مولانا عبدالحکیم نصیر آبادیؒ اور مولانا منہاج الدینؒ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ مصنف نے اپنی کتاب میں مختلف علاقوں میں جماعت اہل حدیث اور مسلک محدثین کی اشاعت وترویج اور آغاز وارتقاء پر بھی روشنی ڈالی ہے۔اس سلسلے میں مدراس ،مبارک پور، میوات، میوناتھ بھنجن، جیراجپور، بنگال، سندھ، کشمیر، جموں،بلتستان، سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور کئی دیگر مقامات پر اہل حدیث علماء وشخصیات کا تعارف کرانے کے ساتھ ساتھ ان کی سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

مصنف نے اپنی کتاب میں اہل حدیث علماء اور عیسائی، پادری، قادیانی مناظروں کے مابین ہونے والے مباحثوں اور مناظروں کا بھی ذکر کیا ہے اور فریقین کے مابین ہونے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

والے دلچسپ مباحثوں کی تفصیل فراہم کی ہے۔ان مناظروں میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے کاٹھ گڈھ میں ہونے والا لدھیانوی علماء کا تحریری مناظرہ شامل ہے جس کے ثالث مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ مقرر ہوئے تھے اور یہ مناظرہ مع فیصلہ ثالث مولانا عبدالحی کے فتاوی سے نقل کیا گیا ہے۔اسی طرح لکھنو کے اخبار مشیر قیصر کے اڈیٹر سے مولانا محمد حسینؒ بٹالوی کا اخباری صفحات پر۱۸۸۳۔۱۸۸۴ء میں ہونے والا تحریری مباحثہ شامل ہے جو بمبئ میں میاں صاحب سید نذیر حسین محدثؒ سے بمبئ کے بعض علماء کی چھیڑ چھاڑ کے نتیجہ میں ہوا تھا۔ان مباحثوں سے پہلے خود سید نذیر حسینؒ محدث کا جامع مسجد دہلی شاہ محمد فصیح غازی آبادیؒ سے ہونے والا مباحثہ نقل کیا ہے۔

کتاب جملہ معنوی محاسن کے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ عمدہ کاغذ اور خوبصورت جلد سے بھی مزین ہے جس کے لئے مصنف اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے اپنی گذارشات کا اختتام ڈاکٹر مقتدی حسن ازھری مرحوم صدر جامعہ سلفیہ بنارس کے ان الفاظ سے کرتا ہوں جو انھوں نے جلد سوم پر اپنے تاثرات بیان فرماتے ہوئے لکھے ہیں۔چنانچہ لکھتے ہیں:

> جماعتی تاریخ میں موصوف کے اس شاہکار کی تصنیف ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر تشکر و امتنان کی ذمہ داری ادا کرنے سے جماعت اور پورا علمی حلقہ بھی قاصر ہے، البتہ اہل ذوق ونظر اس تحقیق انیق کو آنکھوں سے لگائیں گے، دل میں اتارینگے، اور مصنف کیلئے ہمیشہ دعائے خیر سے اپنی زبان کو تازہ رکھیں گے ...برصغیر کے اہل قلم پر جو ذمہ داری عائد تھی اسے موصوف محترم نے دیار مغرب میں بیٹھ کر بے سروسامانی کی حالت میں جس طرح ادا کیا ہے اس کا اجر صرف اللہ رب العالمین دے سکتا ہے ہمارا فرض مصنف کے لئے دعائے خیر، مواد کی فراہمی میں ان کے ساتھ تعاون اور انکے بے مثال کارنامہ کی قدردانی ہے۔اللہ تعالی مصنف کو اجر جزیل سے نوازے اور دعوت عمل بالکتاب و السنہ سے سب کے دلوں کو منور فرماوے۔آمین

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر چیرمین شعبہ علوم اسلامیہ،
ڈائرکٹر سیرت چیئر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور پاکستان

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

القرآن الکریم۔تنزیل من رب الرحیم

آثارالصنا دید۔سرسید احمد خان، مطبع نامی نولکشور۔۱۹۰۰ء۔۱۳۱۸ھ

الحیاۃ بعد المماۃ۔حکیم فضل حسین بہاریؒ۔الکتاب انٹرنیشنل دہلی، ۲۰۰۴ء

ایضاح الحق الصریح، شاہ اسماعیل دہلویؒ، مترجم عبدالکریم، مطبع صدیقی لاہور۔۱۳۰۱ھ

امام شوکانی۔عطاء اللہ حنیفؒ۔مکتبہ عتیقیہ جھوک دادو ضلع لائل پور۔طبع ثنائی پریس ۱۹۴۶ء

اردو میں وہابی ادب۔خواجہ احمد فاروقی۔شائع کردہ شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی۔۱۹۶۹ء

ابوالکلام آزاد۔عبدالکریم شورش۔لاہور۔۱۹۹۴ء

آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔عبدالرزاق ملیح آبادی۔مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور

ارواح ثلاثہ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، اسلامی اکاڈمی لاہور، ۱۹۷۶ء

افادات وملفوظات حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔مرتبہ محمد سرور۔سندھ ساگر اکیڈیمی لاہور

براہین اثنا عشر۔سید محمد نذیر سہسوانیؒ

بت شکن۔عنایت علی صادق پوریؒ

بزم ارجمنداں۔محمد اسحاق بھٹی۔لاہور۔۱۹۹۹ء

ترتیب القاموس المحیط۔دارا العالم الکتب۔ریاض

تفسیر کبیر۔امام فخرالدین رازیؒ

تفسیر معالم التنزیل۔امام بغویؒ

تذکرہ کاملان رامپور۔احمد علی خان شوق۔ہمدرد پریس دہلی، ۱۹۲۹ء

تراجم علماء حدیث ہند۔ابو یحیٰ امام خانؒ۔مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کراچی ۱۴۱۳ھ

تلخیص الانظار فی ما بنی علیہ الا نتصار۔سید احمد حسن دہلویؒ۔مصنفہ ۱۲۹۰ھ

تحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے) فیصل احمد بھٹکلی لکھنو ۲۰۰۳ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تحریک شیخ الہند۔محمد میاں، کراچی، ۱۹۸۸ء
تذکرۃ الظفر ۔قمر احمد عثمانی۔کمالیہ۔ ۱۹۷۷ء
تبیان الشرک۔ ولایت علی صادقپوری ؒ
تذکرۃ الرشید۔ ادارہ اسلامیات لاہور۔ ۱۹۸۶ء
تحریک جہاد۔ حافظ صلاح الدین یوسف۔ گوجرانوالہ۔ ۱۹۸۵ء
ثبوت الحق الحقیق ۔سید محمد نذیر حسین ؒ
جامع ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی ؒ
جماعت مجاہدین۔ غلام رسول مہر۔ غلام علی اینڈ سنز۔ لاہور
جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات ۔محمد مستقیم سلفی۔ بنارس ۔۱۹۹۲ء
حیاۃ العلماء سید عبدالباقی سہسوانی ۔مطبع نولکشور لکھنو ۔۱۹۲۲ء
حجۃ اللہ البالغہ۔ دارالکتب العلمیہ بیروت ۔حواشی محمد سالم ہاشم ۔۲۰۰۱ء
خطبات ابوالکلام ۔ مالک رام ۔اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور
درر المنثور فی تراجم اہل صادقفور، عبدالرحیم صادقپوری ۔اہلحدیث ٹرسٹ کراچی ۱۹۹۶ء
درر بہیہ ۔قاضی محمد بن علی شوکانی۔اردو ترجمہ سید صدیق حسن قنوجی ۔ مطبع صدیقی لاہور
سنن ابن نسائی۔امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی ؒ
سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی ؒ
سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی ؒ
سوانح قاسمی ۔سید مناظر احسن گیلانی ۔مکتبہ رحمانیہ لاہور
سرگذشت مجاہدین ۔غلام رسول مہر۔ غلام علی اینڈ سنز ۔ لاہور
شیخ الہند مولانا محمود حسن از ابوسلمان شاہ جہان پوری۔ کراچی ۱۹۸۸ء
صحیح بخاری۔امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری ؒ
صحیح مسلم ۔امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری النیسابوری ؒ
صید الفوائد۔ ویب سائٹ
موطا۔امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اصبحی ؒ
مسند، امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل بن ہلال الشیبانی ؒ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

عقد الجید مترجم اردو از ساجد الرحمٰن کاندھلوی۔ قرآن محل کراچی (اغلباً ۱۳۷۹ھ)
عطاء اللہ شاہ بخاری۔ از شورش کاشمیری۔ مکتبہ چٹان لاہور ۱۹۹۴ء
علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ محمد میاں، جلد دوم، سوم، مکتبہ محمودیہ، لاہور۔ ۱۹۷۷ء
فتاوی نذیریہ جلد اول مکتبہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ طبع سوم ۱۹۸۸ء
فیروز اللغات۔ مولوی فیروز الدین۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔ دہلی
فیض الفیوض۔ فیاض علی صادقپوریؒ
فتاوی قادریہ۔ محمد لدھیانوی۔ مکتبہ قادریہ۔ لاہور
معجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم۔ دار المطرقہ۔ بیروت لبنان
المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی۔ مکتبہ بریل لیڈن
مشکوۃ المصابیح۔ امام ابومحمد حسین بن مسعود البغوی۔ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیبؒ
المنجد (عربی۔ اردو) دار الاشاعت کراچی
معیار الحق سید نذیر حسینؒ محدث، مبطع نامی۔ طبع اول۔ لاہور
معیار الحق، سید نذیر حسینؒ، مع ترجمہ تلطف حسین۔ دہلی۔ ۱۲۹۷ھ
معیار الحق۔ سید نذیر حسین محدثؒ، مکتبہ نذیریہ قصور ۱۹۳۵ء
مکاتیب نذیریہ مرتبہ سید عبدالعزیزؒ و سید عبدالرؤفؒ۔ محبوب الطابع دہلی (اغلباً ۱۹۴۰ء)
مجموعہ رسائل تسعہ۔ شائع کردہ عبدالرحیم صادقپوریؒ، مطبع فاروقی دہلی۔ ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۳ء)
موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ طبع ۱۷۔ لاہور۔ ۱۹۹۲ء
مہر منیر۔ مولوی فیض احمد۔ طبع پنجم۔ اپریل ۱۹۸۷ء
مولانا سندھیؒ اور ان کے چند معاصر۔ ابوسلمان شاہ جہان پوری کراچی۔ ۲۰۰۰ء
مولانا محمد احسن نانوتوی، از محمد ایوب قادری۔ مکتبہ عثمانیہ، کراچی، ۱۹۶۶ء
نزھۃ الخواطر۔ عربی، جلد ۷۔ عبدالحی لکھنوی
نزھۃ الخواطر۔ ج ۸۔ عبدالحی، علی میاں، مترجم اردو انوار الحق قاسمی۔ کراچی ۲۰۰۴ء
نقش حیات۔ حسین احمد مدنی۔ اسلامی اکاڈمی لاہور
نیل الاوطار۔ امام شوکانیؒ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
واقعۃ الفتوی دافعۃ البلوی۔ سید محمد نذیر حسین محدثؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں وہابی تحریک ۔ قیام الدین ۔ ترجمہ محمد مسلم، کراچی طبع سوم ۱۹۸۰ء
۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ ۔ از عبداللطیف ۔ ندوۃ المصنفین ۔ دہلی

The Indian Muslims, A Documentary Record, Prof Shan Muhammad, Vol 5 , Interest in World War 1, Islamic Book Centre , Sales . 26 Paisa Akhbar, Anarkali, lahore

رسائل و جرائد:

ماہنامہ اشاعۃ السنہ

ماہنامہ الفرقان لکھنو

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۶ء

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

....

سفینہ صداقت

تاریخ اہلحدیث بظاہر تو ایک مختصر سا عنوان ہے لیکن دیکھئے تو یہ داستان عزیمت کئی صدیوں پر محیط ہے۔ ہندوستان میں اس کے معروف علمبرداروں میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، علامہ فاخر زائر الہ آبادی، شاہ ولی اللہ اور ان کا خانوادہ گرامی اور اس خاندان کے گل سرسبد شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی۔ پھر علماء مجاہدین صادق پور مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی، مولانا یحیٰی علی، خاتم المحدثین حضرت میاں صاحب، علامہ ثناء اللہ امرتسری اور ابوالکلام آزاد رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام آتے ہیں۔ یہ علماء صاحب قلم تھے، اہل زبان بھی تھے، اور شمشیر بکف بھی تھے۔ بدلے ہوئے حالات میں عام طور سے وہابی تحریک مجاہدین کو تسلیم نہیں کیا جاتا لیکن اس تاریخی حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ برصغیر میں فرنگی استعمار کے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

خلاف جس طائفہ قدسی نے مسلح جدوجہد کی وہ سلفی (وہابی) تھے۔ اس جیش حریت کے سپہ سالار امام السلفیین شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ تھے۔ معرکہ حق و باطل میں کبھی پاسداران حق کو پسپا بھی ہونا پڑتا ہے۔ احد و حنین وموتہ کے معرکے اس کی تاریخی شہادت پیش کرتے ہیں، معرکہ بالاکوٹ بھی اسی کی توسیع قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن جو چنگاری وہابی مجاہدین نے سلگائی وہ ۱۸۵۷ء میں شعلہ جوالہ بن گئی، اور پھر یہ آگ متواتر شعلہ زن رہی، تا آنکہ صلیبی استعمار کو اپنی انگلیاں جلا کر برصغیر سے رخصت ہونا پڑا۔ حریت کی اس خونچکاں داستاں میں وہابیوں کا جتنا خون بہا، اور کس کس طرح وہابی علماء مجاہدین نے سامراجیوں پر عرصہ حیات تنگ کیا، اس کی تھوڑی سی جھلک ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی کتاب ہمارے ہندوستانی مسلمان میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ہنٹر صلیبی سامراج کا نمائندہ تھا۔ آستانہ (ترکی) میں رہ چکا تھا، عربی فارسی کا عالم تھا۔ اس نے جہاں وہابیوں کو غدار اور جنونی لکھا ہے وہیں ان کے عزیمت واستقامت، ان کے پاکیزہ کردار، اور اپنے مشن کیلئے ان کی غیر متزلزل وابستگی کا اعتراف کیا ہے۔ اس نے کھل کر اس بات کو مانا ہے کہ کسی وہابی نے کبھی انگریزوں سے معافی نہیں مانگی، نہ کبھی اپنے عمل پر اظہار پشیمانی کیا، بلکہ وہ تمام وہابی مجاہدین جو پکڑے گئے، مارے گئے، قید وبند کا شکار ہوئے، کالا پانی بھیجے گئے، اپنے آپ کو مجاہد فی سبیل اللہ سمجھتے تھے۔ شہادت ان کے لئے ایک ایسا اعزاز تھی جس کے آگے ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی ہیچ تھی۔ بدقسمتی سے ہماری تاریخ عزیمت کے یہ روشن ابواب اب کسی کو یاد نہیں ہیں۔ تحریک جہاد کو سکھوں کے خلاف بغاوت کہہ کر اس کے اصل مقصد کو ہی مسترد کر دیا گیا۔ راجہ ہندراؤ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نام سید احمد رائے بریلوی کے واضح خطوط کو کوئی نہیں پڑھتا۔ ہمارے بعض مسلمان دانش ور آج بھی تلبیس کی تائید میں اسے سکھوں کے خلاف معرکہ آرائی سمجھتے ہیں۔ حالات کے جبر کا یہ عالم ہے کہ مولوی فضل حسینؒ نے جب حضرت میاں صاحبؒ کی سوانح عمری الحیاۃ بعد المماۃ لکھی تو اس میں جہاں وہابیوں کے تعلق کے نتیجہ میں حضرت میاں صاحب کو ایک سال تک راولپنڈی میں قید کئے جانے کا واقعہ لکھا ہے وہیں سرکار انگلشیہ سے وفاداری کا باب بھی باندھا ہے۔ تذکرہ صادقہ میں انگریزوں کی انصاف پسندی کا قصیدہ ہے جب کہ مجاہدین صادق پور پر جو ستم گذرے اس کی تفصیل مولوی محمد جعفر تھانیسریؒ نے تاریخ عجیبہ میں نقل کی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ تاریخ اہلحدیث کو صحیح تناظرہ میں لکھا جائے۔ مولانا نذیر احمد املویؒ نے اہلحدیث اور سیاست میں واقعات کو اصل پس منظر میں پیش کر کے اور لغویات سے پاک کر کے پیش کرنے کی کوشش کی، پھر بھی ایک مفصل مطالعہ کی ضرورت برقرار رہی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی مدنی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو کہ انہوں نے ولایت میں ڈاکٹر محمد بہاء الدین کو ڈھونڈھ نکالا اور پھر اس مہتم بالشان کام کی ذمہ داری ان کے ناتواں کاندھوں پر رکھ دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ پیرانہ سالی، بیماری اور نقاہت کے باوجود ڈاکٹر صاحب مجاہدانہ سرفروشی اور سرگرمی سے اس ذمہ داری کو انجام دے رہے۔ تاریخ اہلحدیث کی تین ضخیم جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں اور اب یہ چوتھی جلد نذر قارئین کی جارہی ہے۔

علامہ ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے جس عرق ریزی سے یہ کام کیا ہے اسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک شخص ضعف اور پیرانہ سالی میں اس ہمہ گیر انداز میں اتنا بڑا علمی کام کرسکتا ہے۔ اس سے نہ صرف ان کی عبقریت، بلکہ عزم وعزیمت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت وعافیت سے نوازے اور عمر خضر عطا فرمائے کہ وہ اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں، ایک اکیڈمی ہیں، ایک چلتی پھرتی لائبریری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب نیاز مندوں کی دعائیں قبول فرمائے۔ (آمین)

تاریخ اہلحدیث ہند کی چوتھی جلد کو علامہ ڈاکٹر بہاء الدین نے اہلحدیثوں کی علمی سرگرمیوں کے تذکرے کے لئے مخصوص کردیا ہے۔ علماء صادق پور کے مجاہدانہ تذکرے تو کتابوں میں موجود ہیں لیکن مولانا ولایت علی صادق پوری امیر المجاہدینؒ بیک وقت ایک سحر البیان خطیب اور معرکہ آراء انشاء پرداز بھی تھے۔ اگرچہ ان کی کتابیں بیشتر مختصر رسالوں کی شکل میں ہیں، تاہم اصلاح عقائد اور تفہیم دین میں ان کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ ویسے وقت کی ضرورت اور مصلحت کے تحت انہوں نے سید احمد رائے بریلویؒ کی شہادت کے بعد غیب وحضور کے نظریہ پر بھی رسالے لکھے، اور مجاہدین کو یقین دلایا کہ امیر المؤمنین کا دوبارہ ظہور ہوگا۔ یعنی ظہور امام مہدی کے عقیدے کا سہارا لے کر انہوں نے وہابی مجاہدین کے حوصلہ کو بلند رکھنے کی کوشش کی۔ ہم آج اس مہم کو مضحکہ خیز کہہ سکتے ہیں لیکن اس زہرہ گداز دور میں

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ایسی باتیں مصلحتاً ضروری تھیں۔ علماء صادقپور کے تذکرے میں امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب مولانا یحییٰ علیؒ صادق پوری کا نام بھی لیں گے ۔ وہ اگرچہ صاحب تصانیف نہیں تھے لیکن عزم وعزیمت واستقلال کے پیکر تھے۔ مولوی جعفر علی تھانیسریؒ نے ان کے جو حالات لکھے ہیں اس سے ان کی ذات قدسی صفات اور استقامت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ ان ہی کے صاحبزادہ گرامی محمد یوسفؒ رنجور کی صحبت اور تلقین سے ابوالکلام آزادؒ سلفیت کی آغوش میں آئے۔

خاتم المحدثین حضرت میاں صاحب سید نذیر حسینؒ کی کتاب معیار الحق پر اس جلد میں بڑی تفصیل سے تبصرہ کیا گیا ہے پوری کتاب نقل کردی گئی ہے۔ کتاب کی سابقہ اشاعتوں میں کتابت کی جو غلطیاں، ترجمہ کی تکرار، اور الجھاؤ تھا، اسے بھی دور کردیا گیا ہے اور ہر پہلو سے اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مولانا فضل حسینؒ نے معیار الحق کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت میاں صاحب کے ایک حنفی شاگرد محمد شاہ پنجابی پاک پٹنی نے شاہ محمد اسماعیل شہید کی کتاب تنویر العینین کا جواب لکھا، اور اسے نواب قطب الدین کے نام سے شائع کردیا۔ نواب صاحبؒ، حضرت میاں صاحبؒ کے دوست تھے۔ کتاب دیکھ کر حضرت میاں صاحبؒ سمجھ گئے کہ محمد شاہ پنجابی کی کارستانی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسکا جواب لکھا، اور مقدمہ میں محمد شاہ کی شرارت کو بھی ظاہر کردیا۔ (الحیاۃ بعد المماۃ ۔ الکتاب انٹرنیشنل دہلی، صفحہ ۔۳۲۷ ۔ ۳۲۸)

اس طرح یہ جلد سلفی لٹریچر کا تعارف کراتی ہے ڈاکٹر صاحب نے صحیح لکھا ہے کہ اردو نثر میں سادگی اور سلاست کے آغاز کا کریڈٹ غالب اور سرسید کو دیا جاتا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ پہلے پہل تقویۃ الایمان (شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ) سے سلیس نثر کا آغاز ہوا۔ وہابی علماء کا مقصد بلاغت کے جوہر دکھانا، یا مقفی ومرصع عبارت لکھنا نہیں تھا، ان کے سامنے اصلاح معاشرہ اور اصلاح عقائد کی مہم تھی، اس کے لئے انہوں نے سلیس اور عام فہم اسلوب میں عوام کو مخاطب کیا، اور ایسی سادہ عبارت لکھی جو پڑھنے والے کے دل ودماغ میں اتر جائے۔ اور بلاشبہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ تقویۃ الایمان نے برصغیر میں مسلمانوں کے عقائد میں انقلاب پیدا کردیا، ان کی زندگیوں کا رخ بدل دیا اور وہ مزاروں سے مسجدوں کی طرف آگئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی طرح تاریخ اہلحدیث کا یہ سلسلہ بھی ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ کا حیرت انگیز علمی کارنامہ ہے۔ ہماری علمی وتصنیفی تاریخ میں اس گراں بہا اضافے سے ہمارا علمی سرمایہ گراں بہا تر ہو گیا ہے۔ جلد چہارم میں ڈاکٹر صاحب کا بسیط اور وقیع مقدمہ ہے جو خود خاصے کی چیز ہے، اس میں تاریخ بھی ہے، ادب بھی، اور دینی لٹریچر پر تبصرہ بھی۔

اس مقدمے کے آخر میں ڈاکٹر صاحب نے ان اصحاب واحباب کا نام بنام شکریہ ادا کیا ہے جو اس عظیم الشان مہم میں ان کے معاون وشریک رہے ہیں۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی عالی حوصلگی ہے کہ انہوں نے اس انکساری اور فراخدلی سے ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کیا۔ ورنہ اس سارے کام کا اصل کریڈٹ تو خود ڈاکٹر صاحب کو ہی جاتا ہے اگر وہ پیش قدمی نہ کرتے تو پھر دوسرے بھی ہم قدم نہیں ہو سکتے تھے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

عظیم علمی تاریخی اور دینی مہمات ہمیشہ اسی طرح شروع ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی کا کوئی بندہ، عباد اللہ کا نعرہ لگاتا ہے اور سرفروشان صداقت اس کی صدا پر لبیک کہتے ہیں۔ سلفی تاریخ میں ڈاکٹر محمد بہاء الدین کا نام اس لحاظ سے ہمیشہ درخشاں رہے گا کہ انہوں نے جماعت کے فکری جمود کو توڑنے کے لئے اپنے قلم کو تیشہ بنایا اور راہ حق میں صداقت وعزیمت کی داستاں سرائی سے دلوں کو برمایا۔

(علامہ) ابن احمد نقوی، نئی دہلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

کوئی قوم اپنی تاریخ سے کٹ کر زندہ جاوید اور پر وقار نہیں رہ سکتی۔ تاریخ اقوام و ملل اور ادیان و مذاہب کے ماننے والوں کا وہ ورثہ گراں مایہ اور دولت بے بہاء ہے جسے ہر قوم سنبھال کر رکھنا چاہتی ہے۔ اور اس سے کسی بھی مرحلے میں دست بردار ہونے کے لئے آمادہ نہیں ہوسکتی۔ تاریخ چونکہ قوموں کے تہذیبی، تمدنی، اخلاقی، سیاسی، معاشی جہود وحیات ومماتِ و وفیات ہر طرح کے وقائع کو اپنے اندر محفوظ رکھتی ہے، اس لئے ضمناً ان چیزوں کا ذکر تاریخ میں آتا ہے۔

اہل حدیث کا عقیدہ و منہج اور تہذیب و ثقافت و تمدن وغیرہ ٹھیک وہی ہے جسے اسلام نے پیش کیا ہے کیونکہ اہل حدیث اس ٹھیٹھ اسلام کے قائل ہیں جسے اللہ تعالی نے نبی پاک محمد ﷺ کے ذریعہ انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنا آخری پیغام اور دین و شریعت دے کر بھیجا۔

اس لئے تاریخ اہل حدیث رنگ ونسل اور خطہ و جغرافیہ کی حد بندیوں اور فرقہ واریت سے ہٹ کر سارے عصر و مصر میں پھیلا ہوا ہے۔ اسلامی تاریخ میں سب سے عظیم الشان حجم و معنویت کے اعتبار سے تاریخ اہل حدیث ہے۔ صرف رجال و شخصیات اہل حدیث کی تاریخ اس قدر ضخیم و عظیم ہے کہ اس کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ خصوصاً ہر دور میں مجددانہ و مصلحانہ کارنامے اہل حدیث کے حصہ میں آئے ہے اور اس کی ایک ہی وجہ ہے جو اہم ترین اور لازمی ہے۔ اور وہ ہے دین میں ہر طرح کے غلو و زیادتی، نقص و کمی اور ملاوٹ و پیوندکاری اور تاویل و تحریف کو اہل حدیث ہی نصوص کتاب و سنت اور صحابہ کرام کے فہم و عمل کی روشنی میں دور فرماتے ہیں، اور اس کو اصلی شکل میں پیش کرنے کا کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ یہ نسخہ کیمیا اور اصل اصول انہی کے حصہ میں ہے جس میں ان کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ اسی لئے مجددین و مصلحین کی تاریخ میں اہل حدیث کے علاوہ کوئی اور دکھائی نہیں دیتا کیونکہ فاقد الشيء لا يعطيه یہ پیمانہ و نمونہ صرف اور صرف حاملین کتاب و سنت کے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پاس ہے، اور اس کے بغیر اصلاح و تجدید کا کام ہرگز نہیں ہوسکتا

لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا۔

زیر نظر سطور تاریخ اہل حدیث کی چوتھی جلد کیلئے لکھے جا رہے ہیں جو ہندوستان کے آخری دور کے علماء اہل حدیث کے فقط علمی کارناموں پر مشتمل ہے۔ یہ جلد چہارم ضخامت کیباوجود اس دور کے علمی و اصلاحی کارناموں کو اپنے اندر سمونے سے قاصر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس دور کے چند علماء کرام کی علمی خدمات کا احاطہ تو دور کی بات ہے ان کا سرسری جائزہ بھی مجلدات کا متقاضی ہوگا۔ اس سلسلہ میں المعی وقت، احوذی زمان، عبقری عصر، اور لوذعی دھر، امام ہمام، نواب صدیق حسن خان کے علمی کارناموں کا جائزہ اطناب وتطویل کا باعث ہوگا۔ چہ جائیکہ امام عصر، محدث یگانہ، شیخ الکل فی الکل، سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عالمی علمی کارناموں کو منظر عام پر لایا جا سکے۔

تدوین تاریخ کا جو انداز و اسلوب تاریخ اہل حدیث کے مرتب و مصنف ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے اختیار کیا ہے وہ ایک اچھوتا مفید اور اپنی مثال آپ ہے کہ آپ واقعات کی تلاش بسیار کے ساتھ حقائق تک پہنچنے کا روایۃً و درایۃً جو جو جتن ہوسکتا ہے بڑی عرق ریزی سے کرتے ہیں۔ وہ تاریخ کے ذکر کے ضمن میں واقعات و روایت کے ذکر پر بس نہیں کرتے، بلکہ علمی جائزہ لینے کے ساتھ شواہد کے طور پر بہت سے نمونے سپرد قلم وقرطاس فرماتے ہیں جس کے بے شمار فوائد ہیں، اور قاری کو تاریخ کے علمی خزانوں کے حوالہ سے اور زیادہ تشنہ کام کرنے کی بجائے اسے فوری طور پر ان تاریخی مواد و چشموں سے سیراب کرتے ہیں اور بہت سے نادر و نایاب سلسلہ ذہبیہ کو جوڑتے نظر آتے ہیں وہیں پر ان لعل و گہر سے قارئین کو بھی مالا مال کرتے جاتے ہیں۔

اس چوتھی جلد کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ صادقان صادق پور کو دنیا عام طور پر سیف و سناں، تیر وتفنگ، اور جہاد و قتال، اور آزادی و استخلاص وطن کے حوالہ سے اور ان کی معرکہ آرائیوں کے قبیل سے جانتی ہے، مگر ان کے علمی ترکتازیوں اور قلمی جہاد اور لسانی اور علمی کارنامے پس منظر میں چلے گئے ہیں۔ خصوصاً امیر العسکر سپہ سالار اعظم، مبلغ اسلام، اور محسن ہند، مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی رحمھم اللہ کے جہود علمیہ مبارکہ کو اس وقت کی دنیا نہیں جانتی۔ ایسے میں ڈاکٹر صاحب کا ان کی کتابوں اور علمی کارناموں کو اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جلد میں لانے کا کارنامہ لائق صد تعریف وتوصیف ہے۔ یہی نہیں کہ محترم مصنف حفظہ اللہ نے ان اہم علمی کارناموں کے کے سرسری ذکر پر اکتفا کیا ہے بلکہ ان کی نادر و نایاب تصانیف ورسائل کے تعارف کے ساتھ ان کتب ورسائل کو بھی شامل کتاب کر دیا ہے اور ان نادر علمی کتابوں کی حفاظت بھی ہو جاتی ہے جس کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں اصلاح وتجدید کا کام انجام پایا تھا، اور شرک و بدعت اور کتاب وسنت اور اس کی تعلیمات سے دوری کے بعد اس کے ذریعہ انقلاب عظیم برپا ہوگیا تھا۔ حق تو یہ ہے کہ ان علمی و دینی اور دعوتی رسائل و کتب کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترستی تھیں اور مصنف محترم نے اسے موجودہ دور کے تقاضوں اور طرز پر منظر عام پر لا کر جہاں اس صدقہ جاریہ کو از سر نو زندہ فرمادیا، وہیں پر ان صاحبان سیف وسنان کے علمی وقلمی ورثے کو بھی از سر نو حیات جاوداں عطا فرمادیا۔ ڈاکٹر صاحب کی کوہ کنی، علمی غواصی اور جستجو کامل پیہم مصروف ومشہور اور لائق قدر ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف مورخ اہل حدیث ہونے کے ساتھ صاحب طرز ادیب بھی ہیں۔ آپ کی تحریروں میں ادبی ذوق رکھنے والوں کی تسکین ہوتی ہے۔ اور علمی لعل وگہر تاریخی حقائق کی فراوانی کے ساتھ اس تاریخ کے باب میں بھی اپنے خاص اسلوب وبیان سے قاری کے ذوق وشوق کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ یہ چوتھی جلد خصوصاً اس پر شاہد عدل ہے۔

جویندہ یابندہ کے تحت ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ اپنے اس علمی سفر اور میدان میں کامیاب ہیں۔ اور تلاش بسیار کا سلسلہ جاری ہے۔ مرکزی جمیعت اہل حدیث کے پاس بھی بعض مزید مواد پرانے دستاویز اور مراجع حاصل ہو چکے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کی رہنمائی میں اس پر کام ہو رہا ہے جسے جلد ہی ان کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اس چوتھی جلد کو قارئین کے حوالہ کرتے ہوئے اللہ تعالی کی ذات پاک اور بے نیاز و بندہ نواز سے امید واثق ہے کہ یہ جلد بھی بقیہ جلدات کی طرح قارئین کرام کو پسند آئے گی اور نفع بخش ثابت ہوگی۔ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ مولف کتاب اور سب کی خواہش ہے کہ عظمت صحابہ کے تناظر میں منعقد ہونے والی تیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس بعنوان: صحابہ کرام رضوان اللہ علیهم اجمعین ۔رب کے وفادار اور خدمت انسانیت کے سچے علمبردار، کی مناسبت سے یہ جلد منظر عام پر آجائے۔ خصوصاً فاضل گرامی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

عالم جلیل سراپا حرکت ونشاط اور پیہم رواں دواں شخصیت برادر گرامی شیخ جمیل احمد شیر خان ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کی دیرینہ خواہش اور جہد مسلسل تھی کہ تیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے موقع پر یہ کتاب منظر عام پر ضرور آئے اور اس کے لئے جو جتن اور محنت اور جانفشانی انہوں نے کی ہے اور کتاب کو طباعت کے مرحلہ میں داخل کرنے کے لئے جس قدر عرق ریزی مطلوب تھی عجلت اور شتابی میں آپ نے اور آپ کے اہل خانہ عالمہ فاضلہ بہن عائشہ مختار سلمہا نے جو کچھ کیا ہے اس کا اجر اللہ تعالی کے یہاں متعین ہے اس پر ہم متعلقین وخدامان جماعت و جمعیت اہل حدیث ہند صمیم قلب سے ڈاکٹر صاحب موصوف اور جملہ معاونین خصوصاً بھائی شیر خان جمیل احمد کے شکر گزار ہیں اور اس توفیق سدید پر عرض گزار ہیں کہ وہ بھی رب کریم کا شکریہ ادا کریں اس نے ان پر یہ عنایات کریمہ نچھاور فرمایا ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمیں کنی
منت از و شناس کہ بخدمت بداشتت

اخیر میں سب کے شکریہ کے ساتھ امیر محترم حافظ محمد یحی دہلوی حفظہ اللہ جن کی شب بیداری اور دعائے نیم شبی اور عظیم تجربے کے بدولت ہم کچھ کر پا رہے ہیں، ان کے اور ان کے نائبین اپنے نائب وخازن اور دیگر اراکین عاملہ وشوری ومحسنین ومعاونین کے شکریہ ادا کرتے ہوئے، پھر رب کریم کے دربار میں آہ زاری کرتے ہیں کہ رب العزت والجلال ہمارے ہر چھوٹے بڑے عمل کو اپنی خاص مرضی وعنایت سے شرف قبولیت سے نواز دے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ۔ و تب علينا انك انت التواب الرحيم ۔ و صلى الله على محمد و سلم تسليماً كثيراً

(مولانا) اصغر علی امام مہدی سلفی ۔ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔
دہلی ۔۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ ۔۵ مارچ ۲۰۱۰ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"